جلد اول

www.KitaboSunnat.com

عقائد اہل السُّنّۃ

موسوعۃ اہل السنۃ

فی نقد اصول فرقۃ الأحباش ومن وافقہم فی اصولہم

تالیف فضیلۃ الشیخ الدکتور عبد الرحمٰن دمشقیہ

ترجمہ محمد اختر صدیق حفظہ اللہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی

الذہبیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- عرض مترجم ---------- 29
- مقدمہ ---------- 32
  - احباش کس معاشرہ میں پرورش پاتے ہیں؟ ---------- 34
  - احباش کی خدمت میں ---------- 35
  - عبداللہ الحبشی کے متعلق ---------- 36
  - میں نے شذوذ اور اخطاء کا دعویٰ کیوں کیا؟ ---------- 37
  - احباش کس عنوان پر بات کرتے ہیں؟ ---------- 38
  - شیطانی شبہات ---------- 38
  - خاندان نبوت میں سے ہونے کا دعویٰ ---------- 39
  - مفتی صومال ہونے کی حقیقت ---------- 40
  - امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہونے کی حقیقت ---------- 41
  - الحبشی کا عقیدہ امام شافعی رحمہ اللہ کے عقیدہ سے مختلف ہے ---------- 41
  - معاملہ بالمثل ---------- 42
  - ان لوگوں نے کہاں پڑھا ہے کہ وہ علم کلام کی مذموم اور ممدوح دو اقسام بتاتے تھے؟ ---------- 42
  - الحبشی کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعنہ زنی ---------- 43
  - الحبشی تصوف کی دعوت دینے والا ہے ---------- 43
  - امام شافعی ان افکار سے بری الذمہ ہیں ---------- 43
- توحید اور شرک ---------- 45
  - دین میں احتیاط اور شرک سے بچاؤ ---------- 46
  - توحید میں احتیاط ---------- 47

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❖ اس کے بعد مُردوں کو پکارنے کی کس طرح اجازت دی جائے؟ ---------- 47
❖ توحید کے نام پر شرک، گھی میں زہر ---------- 48
❖ استغاثہ (مدد طلب کرنا) توسل (وسیلہ بنانا) نہیں ہے ---------- 49
❖ احباش کے تناقض پر تنبیہ ---------- 50
❖ السبکی کی بدحواسی ---------- 51
❖ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ ---------- 52
❖ الحبشی نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا کلام نقل کیا ---------- 53
❖ لا الٰہ الا اللہ، اس کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ---------- 54
❖ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ---------- 55
❖ زبیدی کے ہاں غیر اللہ سے دعا کرنا قبیح ہے۔ ---------- 55
❖ شیخ جیلانی کے سنہرے کلمات ---------- 56
❖ کمزور بندے کا کمزور بندے سے استغاثہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے ڈوبنے والے کا ڈوبنے والے سے سہارا طلب کرنا ---------- 56
❖ کیا رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک ہی وقت میں کروڑوں کی دعائیں سننا ممکن ہے؟ ---------- 57
❖ الحبشی کا شرک پر مبنی مشہور فتویٰ ---------- 59
❖ الحبشی ملتِ ابراہیم علیہ السلام کا مخالف جبکہ آزر کا موافق ---------- 59
❖ مُردوں کو پکارتے ہیں زندہ کو نہیں ---------- 60
❖ الحبشی کے خلاف دلیل ---------- 60
❖ اے قاری! تمہیں ان لوگوں کی بات دھوکہ میں نہ ڈالے ---------- 61
❖ ولی ان کے ہاں الصمد (بے نیاز) ہے ---------- 61
❖ غیر اللہ سے استعاذہ (پناہ طلب کرنا) الحبشی کے ہاں جائز ہے ---------- 62
❖ قرآن کریم ہمارا فیصل ہے ---------- 63
❖ غیر اللہ سے استعاذہ (پناہ مانگنا) کے متعلق قرآن مجید کی رہنمائی ---------- 63
❖ صالحین کو پکارنے کا قصہ بت پرستوں کا شروع کردہ ہے ---------- 64

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ اللہ تعالیٰ اموات کو پکارنے سے منع کرتا ہے جبکہ حبشی اس حکم کے مخالف ہے ---------------- 68
❖ ذاتی اختیار اور عطائی اختیار کا مسئلہ ---------------- 72
❖ مشرکین مکہ بھی اپنے معبودوں کے ذاتی اختیار کے قائل نہ تھے ---------------- 72
❖ ان کا عقیدہ بعد میں اور استغاثہ (مدد طلب کرنا) پہلے ہے ---------------- 75
❖ جو نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اس سے دعا کرنا چھوڑ دو ---------------- 78
❖ اس کو پکارتے ہو جس نے خود ہی واضح کر دیا کہ وہ نفع نقصان کا مالک نہیں؟ ---------------- 79
❖ رازی اشعری کی دلیل ---------------- 82
❖ اول تو باطل ہے ---------------- 82
❖ دوم بھی باطل ہے ---------------- 82
❖ رازی کے ہاں آج کی قبر اور کل کا بت ---------------- 83
❖ مشرکین سے قرآن مجید کا ایک سوال ---------------- 83
❖ عیسائی بھی مریم علیہا السلام کے ذاتی اختیار کے قائل نہ تھے ---------------- 84
❖ غیر اللہ سے دعا در حقیقت اس کو معبود بنانا ہے ---------------- 85
❖ اگر فوت شدگان سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے ---------------- 85
❖ دعا افضل عبادت ہے ---------------- 89
❖ کیا رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ کی عبادت کی اجازت کراہت کے ساتھ دی ہے؟ ---------------- 89
❖ ایک شبہ......عبادت عاجزی وانکساری کی انتہا ہے ---------------- 92
❖ زبیدی کے ہاں دعا سے مراد توحید ہے ---------------- 92
❖ سیوطی واسطے کے جائز نہ ہونے کی وضاحت کر رہے ہیں ---------------- 93
❖ رازی کے ہاں دعا انتہائی عظیم مقامِ عبودیت ہے ---------------- 93
❖ فقط غیر اللہ کو سجدہ ہی شرک نہیں ہے ---------------- 94
❖ یہ لوگ نماز میں جو پڑھتے ہیں اس کو قطعاً نہیں سمجھتے ---------------- 94
❖ شرک کے تمام وسائل کو منقطع کرنے والی آیت کریمہ ---------------- 96
❖ غیر اللہ کو پکارنے والے کا دل قبور سے معلق رہتا ہے ---------------- 96

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ عیسائیوں کے شرک کا دفاع ---------- 98
❖ خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنا اصل توحید ہے ---------- 99
❖ دعا نماز ہے ---------- 101
❖ اگر یہ سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے ---------- 105
❖ ابو جہل کا سماع دلیل ہے، سماعِ رسول اللہ ﷺ پر ---------- 106
❖ کیا ہر مخاطب سنتا بھی ہے؟ ---------- 109
❖ رسول اللہ ﷺ کا موسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات قبر میں دیکھنا ---------- 110
❖ قبروں میں ان کی زندگی کی کیفیت ---------- 112
❖ یہ لوگ مردوں اور زندوں میں فرق نہیں کرتے ---------- 115
❖ غیر اللہ سے دعا باطل ہے ---------- 116
❖ رسول اللہ ﷺ نے درخت سے تبرک لینے کو عبادت سے تعبیر کیا ہے ---------- 117
❖ غیر اللہ سے دعا مانگنا شرک ہے ---------- 119
❖ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ایمان جبکہ غیر اللہ سے دعا کفر ہے ---------- 121
❖ غیر اللہ سے دعا درحقیقت شیطان کی عبادت ہے ---------- 123
❖ غیر اللہ سے دعا درحقیقت اس کی عبادت ہے ---------- 124
❖ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ضائع کرتے ہیں ---------- 125
❖ کچھ پکاریں دعا شمار ہوتی ہیں ---------- 126
❖ شرکِ قدیم اور شرکِ جدید کا تعلق ---------- 128
❖ مشرکین توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے، بعض سلف صالحین کے اقوال ---------- 129
❖ ہم احباش سے وہی کہتے ہیں جو وہ خود دوسروں سے کہہ رہے ہیں ---------- 133
❖ حبشی غیر اللہ سے پناہ مانگنے کو جائز کہتا ہے ---------- 134
❖ مذکورہ حدیث کی سند کی تحقیق ---------- 135
❖ غیر اللہ سے استعاذہ کرنے والا مشرکین عرب کے موافق ہے ---------- 137
❖ حبشی کی توحید تو یہی ہے ---------- 137

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ غیر اللہ کی قسم کھانے کے متعلق ---- 138

❖ مسئلہ تعویذ ---- 141

❖ قرآنی دعاؤں، آیات اور احادیث صحیحہ سے لکھے گئے کو لٹکانے کا حکم ---- 141

❖ حدیث ''جب تو سوال کرے تو اللہ سے کر'' کے متعلق حبشی کا موقف ---- 142

❖ کسی سے نہ مانگو ---- 144

❖ کیا تم قبروں کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو؟ ---- 146

❖ زیارت قبور کا ایک سبب اپنے عزیزوں کے لیے دعا ہے ---- 146

❖ امام طحاوی حنفی کے مخالفین ---- 147

❖ مومن کی اپنے بھائی کے لیے دعا ---- 147

❖ اللہ تعالیٰ کے علو کے منکر، آسمان کو زمین سے بدل رہے ہیں ---- 148

❖ اللہ تعالیٰ سے دعا کا راستہ روکنا اور غیر اللہ سے دعا کرنے کی ترغیب ---- 148

❖ نقشبندی کتوں اور گرگٹ سے مدد مانگتے ہیں، ظالموں کا انجام کس قدر برا ہے؟ ---- 149

✿ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں سن ہونے والی روایت سے استدلال ---- 150

❖ پاؤں سن ہوں تو محبوب کو یاد کیجیے ---- 153

❖ اہل علم نے اس روایت کو کیسے سمجھا؟! ---- 154

❖ کیا لفظ (یا محمد) فقط ندا کے لیے ہے؟ ---- 155

❖ اے احباش! تمہاری ندا (یا) مجرد نہیں ہے ---- 156

❖ تشہد میں صحابہ کرام نے (اَيُّهَا النَّبِيُّ) کو تبدیل کر دیا ---- 156

❖ اشاعرہ کا دوہرا معیار ---- 158

❖ کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ''كَلِمُ الطَّيِّبُ'' میں لفظ ندا ''یا'' ثابت ہے؟ ---- 159

❖ احباش اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کی تخریج ---- 160

❖ ان کا دعویٰ کہ خبر واحد عقائد میں حجت نہیں ---- 161

❖ مذکورہ روایت کی سند ---- 161

❖ ابو اسحاق السبیعی سے روایت ---- 162

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

❖ اس کا اختلاط ---- 162
❖ السبیعی کے اختلاط کا انکار نا قابل قبول ہے ---- 163
❖ امام ذہبی پر اعتماد میں احباش کا تناقض ---- 163
❖ اگر السبیعی کے متعلق ذہبی کی گواہی تمہارے ہاں معیار ہے تو ---- 164
❖ دلائل کے چور ---- 165
❖ السبیعی شیخین کے ہاں قابل اعتماد ہے ---- 166
❖ ضعیف ترین روایت کی طرف رجحان فقط مذہب کی موافقت کی وجہ سے ہے ---- 166
❖ استغاثہ کے متعلق مزید شبہات ---- 167
❖ یہ ضمام بن ثعلبہ ہیں جنہوں نے (یا محمد) کہا ---- 168
❖ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ دور تھا تو پھر بھی ---- 169
❖ پانی سے استغاثہ کا دعویٰ جو کہ جمادات میں سے ہے ---- 170
❖ نماز اور صبر سے مدد طلب کرنا ---- 172
❖ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مکتوب ---- 173
❖ ہر استغاثہ حرام نہیں ہے ---- 174
❖ ہر دعا حرام نہیں ہے ---- 174
❖ اختیار مجازی ---- 174
❖ استغاثہ اور دعا میں فرق ---- 176
❖ قیامت کے روز آدم علیہ السلام سے استغاثہ ---- 176
❖ آیت کریمہ میں معنوی تحریف ---- 176
❖ یہ مفہوم حج اور عمرہ کو باطل کر دے گا ---- 178
❖ انبیاء اور صلحاء اللہ تعالیٰ کے مقرب و برگزیدہ ہیں ---- 179
❖ یہ منادی کہ اللہ کے بندو! میری مدد کرو ---- 180
❖ کیا لفظ ندا (یا) کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے؟ ---- 184
❖ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت سب کی دعا سنتے ہیں ---- 185

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ اسباب کا مشروع ہونا واجب ہے ---------- 186

❖ تمہارے اسباب غیر مشروع ہیں ---------- 188

❖ تمہاری اور کفار مکہ کی دلیل ایک ہی ہے ---------- 189

❖ سببیت کی نفی کرنے والے خود ساختہ اسباب بناتے ہیں ---------- 190

❖ اگر یہ اسباب ہوتے تو سلف صالحین اختیار کرتے ---------- 190

❖ اولیاء کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں ---------- 190

❖ شیخ الفاخوری کی شہادت ---------- 193

❖ احباش نے یہ عبارت ان کی کتاب سے کیوں نکال دی؟ ---------- 193

❖ فوت شدہ اولیاء کی صفات ---------- 193

❖ نبی ﷺ سے استغاثہ کے بعد کس سے استغاثہ؟ ---------- 195

❖ فرقہ رفاعیہ اور غیر اللہ سے استغاثہ ---------- 195

❖ یہ اللہ تعالیٰ کو اولیاء کا تقرب حاصل کرنے کے لیے پکارتے ہیں ---------- 196

❖ ہم توحید کیسے سمجھیں؟ ---------- 197

❖ احباش کی علمی بددیانتی ---------- 197

❖ شیطان کی پیروی نہ کرو ---------- 198

❖ اولیاء کے مراتب وخصائص ---------- 199

✿ حبشی کے ہاں توحید کی غایت (مقصد) ---------- 201

❖ کیا انبیاء کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ لوگوں کو وجود خالق کی تعلیم دیں؟ ---------- 203

❖ سیوطی نے اس حقیقت کی وضاحت کی ---------- 206

❖ دہلوی اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں ---------- 208

❖ معتزلہ کے ہاں سب سے پہلا واجب ---------- 209

❖ رازی کے اقوال اور اشاعرہ کے تناقضات ---------- 210

❖ جاہلیت کو نہ پہچاننے کا نقصان ---------- 211

❖ غزالی کے ہاں اول واجب ''شک'' ہے ---------- 212

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ شیطان اور مشرکین بھی توحید ربوبیت کے قائل تھے ---------- 212
❖ توحید ربوبیت، توحید الوہیت کے علاوہ ہے ---------- 216
❖ انبیاء کی دعوت کی اولیات ---------- 218
❖ متکلمین کے ہاں نماز کے لیے شرطِ جدید ---------- 218
✿ سلف صالحین اور متکلمین کے ہاں توحید کی اقسام ---------- 221
❖ وحدۃ الوجود کے متعلق وہ حلاج کے طریقہ کی تعریف کرتا ہے ---------- 225
❖ نقشبندی توحید کی تقسیم وحدۃ الوجود بیان کرتے ہیں ---------- 226
❖ ہم توحید الوہیت کا وعظ اور نصیحت کیوں کرتے ہیں؟ ---------- 229
❖ فرشتے کیوں کہیں گے (من ربک) اور یہ نہیں کہیں گے (من الٰھک)؟ ---------- 229
❖ دلیل التمانع (منع کی دلیل) ---------- 233
❖ دلیل تمانع معتزلہ کا ہتھیار ہے ---------- 233
❖ توحید ربوبیت ---------- 235
❖ توحید الوہیت ---------- 237
❖ توحید اسماء وصفات ---------- 239
✿ الشفاعۃ (شفاعت، سفارش) ---------- 241
❖ مشرکین اور فلاسفہ کے ہاں شفاعت کا مفہوم ---------- 242
❖ شفاعت ---------- 243
❖ شفاعت کی شروط ---------- 243
❖ شفاعت کے متعلق قرآنی آیات ---------- 244
❖ تفتازانی کا اقرار کہ مشرکین کا شرک توسل اور شفاعت ہے ---------- 244
❖ رازی مشرکین کے قول ﴿اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ﴾ کی تشریح کرتے ہوئے ---------- 245
❖ انبیاء کی ہر دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ---------- 246
✿ توسل اور وسیلہ ---------- 249
✿ مسئلہ توسل ---------- 250

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ❖ لفظ (الذات) استواء میں بدعت ہے توسل میں نہیں؟ ---- 250
- ❖ فیصل مولوی کا تعاقب ---- 250
- ❖ کیا توسل فقہی مسئلہ ہے یا پھر عقیدہ سے متعلق ہے؟ ---- 250
- ❖ توسل شرک کی طرف لے جانے کا سبب ہے ---- 251
- ❖ مشروع اور ممنوع کی معرفت عقیدہ کے مسائل میں سے ہے ---- 251
- ❖ نام تبدیل کرتے ہیں ---- 252
- ❖ استغاثہ ---- 252
- ❖ توسل بالذات یا پھر توسل بالدعاء ---- 252
- ❖ توسل کے لغوی معنی ---- 253
- ❖ کیا صحابہ کرام نے وسیلہ تلاش کیا؟ ---- 254
- ❖ مشروع توسل (وسیلہ) کی اقسام ---- 256
- ❖ سوم: نیک آدمی کی دعا کا وسیلہ ---- 258
- ❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا توسل (وسیلہ) کیسا تھا؟ ---- 258
- ❖ مفضول سے توسل کے جواز کا قاعدہ باطل ہے ---- 260
- ❖ ایک شبہ اور اس کا ازالہ ---- 261
- ❖ امام ذہبی کی نقد سے عدم واقفیت ---- 262
- ❖ ایک شبہ اور اس کا ازالہ ---- 264
- ❖ شبہ......اعتبار عمومِ لفظ کا ہے ---- 266
- ❖ توسل بالذات مشرکین کی خصلت ہے ---- 266
- ❖ صالحین کی قبور بت پرستوں کی اولین عبادت گاہ ---- 268
- ❖ رازی اشعری کا قبر پرستوں کے متعلق موقف ---- 268
- ❖ مشروع توسل، ظنی توسل کے مقابلہ میں کافی ہے ---- 268
- ❖ حدیث: نابینا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل ---- 269
- ❖ ایک نابینا صوفی، حدیث نابینا سے دلیل لیتا ہے ---- 274

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ ایک قصہ جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان نہیں ہے ---------- 274
❖ اس خود ساختہ قصہ کا جواب ---------- 275
❖ ایک شبہ اور اس کا ازالہ ---------- 276
❖ جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس کا ادب کرو ---------- 277
❖ متعصبین کا رویہ ---------- 277
❖ ایک حافظ حدیث کا حدیث کو ضعیف کہنا اور دوسرے کا صحیح کہنا ---------- 278
❖ عثمان بن حنیف تمہارے نزدیک جنگ جمل میں باغیوں میں شامل ---------- 280
❖ صوفیوں اور رافضیوں کی دوستی کا ثبوت ---------- 281
❖ ایک شبہ اور اس کا ازالہ ---------- 282
❖ وسیلہ کے متعلق ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ---------- 283
❖ کیا ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تم کو اپنے مقصد سے آگاہ کیا ہے؟ ---------- 284
❖ اگر یہ توسل شرعی ہوتا تو سلف صالحین اس کو ترک نہ کرتے ---------- 285
❖ اس کے متعلق حبشی کا موقف ---------- 285
❖ ہم ان کے اختلاف کو کتاب وسنت کی طرف لوٹاتے ہیں ---------- 285
❖ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مخالفت کا تمہارا دعویٰ ---------- 287
❖ ایک شبہ اور اس کا ازالہ ---------- 288
❖ روایت: اَللّٰهُمَّ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ ---------- 289
❖ ایک شبہ اور اس کا ازالہ ---------- 291
❖ روایت کی سند ---------- 291
❖ متن روایت پہ نقد ---------- 292
❖ حبشی کا فاسد قیاس ---------- 292
❖ ایک شبہ اور اس کا ازالہ ---------- 293
❖ توسل کے متعلق مزید شبہات اور ان کا ازالہ ---------- 294
❖ روایت: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے ---------- 298

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ حدیث کا حکم ---------- 298
❖ اس روایت کے اخلاقی اور سلوکی اثرات ---------- 300
❖ ایک شبہ اور اس کا ازالہ ---------- 302
❖ شبہ اور اس کا ازالہ ---------- 304
❖ ایک شبہ اور اس کا ازالہ ---------- 305
❖ حبشی کے چند مزید دلائل کی حقیقت ---------- 308
❖ روایت اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ ''اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجیے'' ---------- 308
❖ روشن دان والی روایت ---------- 309
❖ اس کے بعد ''اے خادم حدیث!'' ---------- 314
❖ فاسد احادیث حبشی کی متاع عزیز ---------- 315
✿ برکت کا حصول ---------- 317
❖ تبرک ---------- 321
❖ توسل ---------- 321
❖ توسل ---------- 321
❖ تبرک ---------- 321
❖ یا اللہ میں تیری طرف وسیلہ پکڑتا ہوں تیرے نبی کے پاخانے کے ساتھ ---------- 322
❖ اللہ تعالیٰ کی طرف ولی کی برکت کے ساتھ وسیلہ پکڑنا ---------- 322
❖ آپ ﷺ کی طرف سے برکت کے حصول کی اجازت دینے میں کیا حکمت ہے؟ ---------- 324
❖ ذات الأنواط (درخت کا نام) سے برکت حاصل کرنا اس کی عبادت کرنے کے مترادف ہے ---------- 324
❖ اسلام شرک کے ذرائع کا سد باب کرتا ہے ---------- 326
❖ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا مستحب ہے ---------- 329
❖ کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے قبروں کی زیارت کو حرام قرار دیا ہے؟ ---------- 330
❖ ابن تیمیہ کا رد کرنے میں سبکی کا منہج ---------- 332
❖ اہم ترین فائدہ ---------- 334

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ روایت: نہیں ہے لائق کہ (زیارت کی نیت سے) سفر کیا جائے ---------------------------- 335
❖ جوینی اس فتوی میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سبقت لے گئے ہیں ------------------------------ 337
❖ رافضی درگاہوں سے مدد طلب کرنے کی بدعت میں ممتاز ہیں ---------------------------- 337
❖ شیعہ صوفی اور رافضی کے پیروکاروں کا اجماع -------------------------------------- 338
❖ رفاعیہ نبی ﷺ کی قبر کو رحمن کے عرش پر فضلیت دیتے ہیں ---------------------------- 339
❖ قبروں سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں شبہات ---------------------------- 343
❖ مالک دار سے پہلے معاویہ حضرت عمر کے خزانچی تھے ---------------------------- 347
❖ امام شافعی کا امام ابوحنفیہ کی قبر سے برکت حاصل کرنے کا من گھڑت واقعہ ---------------- 350
❖ کرخی کی قبر مجرب شرک ہے۔ تریاق مجرب نہیں ---------------------------- 356
❖ حاجات کا پورا ہونا مہلت ہے -- 358
❖ کیا قبولیت عقیدے کے صحیح ہونے کی دلیل ہے؟ ---------------------------- 359
❖ قبروں کو مقدس خیال کرنا اور ان کی طرف متوجہ ہونا یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے ---------------- 362
❖ فقہی مذاہب کے ائمہ شرکیہ تبرک سے روکتے ہیں ---------------------------------- 367
❖ ان کے خلاف عبدالباسط فاخوری کے ذریعے حجت قائم کرنا ---------------------------- 367
❖ ان کے خلاف ان کے ساتھی بوطی کے ذریعے حجت قائم کرنا ---------------------------- 367
❖ ایک بڑا دھچکا -- 368
❖ ایک اور دھچکا ابو حامد غزالی سے ---------------------------- 368
❖ شافعیہ -- 368
❖ قبر کو چھونے کو حجر اسود کے چھونے پر قیاس کرنا ---------------------------- 369
❖ قبر کو چھونے کے متعلق امام نووی کا موقف ---------------------------- 372
❖ قبلے کی طرف چہرہ کرے یا قبر کی طرف ---------------------------------- 373
❖ قبر کو چھونے کی حرمت میں غزالی کا فتویٰ نص ہے ---------------------------- 375
❖ کیا کراہیت کا لفظ تنزیہ یا تحریم کا فائدہ دیتا ہے؟ ---------------------------- 376
❖ ھیثمی سبکی کا تعاقب کرتے ہیں ---------------------------- 376

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ حنیفہ ---------- 378
❖ حنابلہ ---------- 380
❖ گنبد اور قبروں کو گرانے کا حکم ---------- 380
❖ مالکیہ ---------- 385
❖ اس حدیث میں اہم ترین فوائد ہیں ---------- 390
❖ ابن علیش مالکی کا باطل تبرک کا انکار کرنا ---------- 391
❖ اس تبرک کے بارے میں اہل بیت کا موقف ---------- 392
❖ دور حاضر میں مدینہ منورہ کے علماء کا فتوی ---------- 392
❖ کیا علماء نے نبی ﷺ کی قبر پر گنبد کے وجود کا اقرار کیا ہے؟ ---------- 393
❖ گنبد نہ گرانے کا سبب ---------- 394
❖ اہل علم اور اہل جہل ---------- 394
❖ ابن تیمیہ کے قول سے دلیل پکڑنے کی حقیقت ---------- 395
❖ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ---------- 396
❖ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے دلیل پکڑنے کی حقیقت ---------- 400
✿ دین میں بدعت ---------- 403
❖ تمام بدعات مذموم ہیں ---------- 408
❖ شرع میں بدعت محل مذمت پر وارد ہوئی ہی ---------- 410
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ دلیل پکڑنا: "نعمت البدعة" "اچھی بدعت ہے" ---------- 413
❖ کیا ہم معصوم کے کلام کو غیر معصوم کے کلام کی وجہ سے ترک کر دیں؟ ---------- 413
❖ حجت پکڑنے میں اہل بدعت کا اعتماد دو امور پر ہے ---------- 415
❖ سبکی اعتراف کرتے ہیں ---------- 415
❖ حنفیوں کا عظیم قاعدہ ---------- 416
❖ کیا بدعت حسنہ پر شریعت دلالت کرتی ہے؟ ---------- 418
❖ بدعت کا دو انواع میں تقسیم ہونے کا شبھہ ---------- 419

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ چھوٹی بدعات بڑی بدعات کا سبب ہیں ---------- 421
❖ بدعت کو حسن قرار دینے کے بعد کون سی چیز باقی رہتی ہے؟ ---------- 422
❖ بدعت کے بارے میں امام السنہ کا موقف ---------- 422
❖ اتباع محبت کا میزان اور اس کی دلیل ہے ---------- 423
❖ قتل کے وقت خبیب رضی اللہ عنہ کا دو رکعت پڑھنے کی ابتدا کرنا ---------- 423
❖ (حبشی) کا صوفیہ کے خود ساختہ طرق سے استدلال کرنا ---------- 424
❖ مسلمانوں کے اعراض کا سبب انحراف شدہ دین کو اختیار کرنا ہے ---------- 425
❖ اذان کے صیغہ میں اضافے کے ساتھ دلیل پکڑنا ---------- 425
❖ جمعہ کے دن دوسری اذان سے دلیل پکڑنا ---------- 429
❖ رہبانیت کی بدعت کے ساتھ دلیل پکڑنا ---------- 429
❖ جو اسلام میں اچھے طریقے کی ابتدا کرے ---------- 432
❖ اہم ترین فائدہ ---------- 432
❖ قاطع حجت ---------- 436
❖ جو اللہ نے شروع کیا اور خلفاء اس پر متفق ہوئے وہ ہمیشہ بہترین ہی ہے ---------- 436
❖ ایک روایت سے حبشی کا غلط استدلال ---------- 437
❖ معتزلہ کی باقیات ---------- 437
❖ بدعت کے متعلق رفاعی کا موقف حبشی کے مخالف ہے ---------- 438
✿ جشن عید میلاد کی بدعت سے استدلال ---------- 439
❖ حبشی کا اعتراف کہ اس دن کی اصل عیسائیوں سے ثابت ہے ---------- 440
❖ تمہارا جشن میلاد عیسائیوں کے جشن میلاد کی طرح ہے ---------- 440
❖ یہ دعویٰ باطل ہے کہ اسے سب سے پہلے ملک اربل نے منایا ---------- 441
❖ جشن میلاد ہیتمی نے ڈھونڈ نکالا جبکہ صحابہ کرام کو نہ مل سکا ---------- 442
❖ آپ ﷺ کی ولادت کی تاریخ پر ان لوگوں کا اتفاق نہیں ہے ---------- 443
❖ یوم ولادت میں زبردست اختلاف ہے ---------- 443

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ اربل کے حکمران نے اس اختلاف کا کیسے خیال رکھا؟ ---------------------------------- 444
❖ اربل کا حکمران ظالم بادشاہ تھا -- 444
❖ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان فرق کرتے ہیں ------------------------------ 444
❖ تاریخ وفات اور تاریخ پیدائش ایک ہی ہے -- 444
❖ سیوطی نے ابن الحاج کا فتویٰ نقل کیا --- 445
❖ دیار مصر کے مفتی محمد بخیت المطیعی --- 445
❖ المطیعی ملک اربل کی بدعت بیان کرتے ہوئے -- 446
❖ میلاد کے متعلق شبہات -- 447
❖ اسلامی کیلنڈر کی بنیاد ہجرت ہے میلاد نہیں -- 448
❖ جبکہ سبکی اس کی مذمت کرتا ہے اور اس کو جھوٹا کہتا ہے۔ ------------------------------------ 450
❖ جشن میلاد کے متعلق جھوٹ اور مبالغہ آمیزی -- 452
❖ اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے گا جو بدوی کے جشنِ میلاد میں حاضر نہیں ہوئے ------------------------- 452
❖ اساطیر الاوّلین (پہلے لوگوں کے قصے) اور میلاد کے جھوٹے واقعات ---------------------- 453
❖ نبی ﷺ کے والدین کے متعلق قول -- 457
❖ الفقہ الأکبر کی عبارت میں تحریف (تبدیلی) --- 457
❖ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم منسوب کرتے ہیں ---------------------------------- 458
❖ سیوطی سے استدلال لینے میں توقف کرو --- 461
❖ رفاعی شیعیت سے متاثر ہے اور لوگوں کو بھی ادھر ہی کھینچتا ہے ---------------------------- 463
❖ آپ ﷺ کا فرمان جھٹلاتے ہیں۔ یہ کیسی محبت ہے؟ ------------------------------- 463
✿ اسماء وصفات -- 465
✿ تاویل اور اثبات کے مابین اسماء وصفات --- 466
❖ تاویل کرتے وقت اہل تاویل کی حالت -- 466
❖ ان کا اعتراف کہ تاویل میں احتمال ہے -- 466
❖ تم اشعری مذہب سے کیوں منہ موڑ گئے ہو؟ -- 467

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ ---------- 467
❖ کیا نصوصِ صفات کے ظاہر پر ایمان لانا کفر ہے؟ یہ تو باطنیہ اور معتزلہ کا مذہب ہے ---------- 468
❖ امام ترمذی اہل السنہ کا عقیدہ بیان کرتے ہیں ---------- 469
❖ حافظ ابن عبدالبر کا موقف یہی ہے ---------- 469
❖ حافظ ابن حجر کا تناقض (تضاد) ---------- 469
❖ کیا شریعت نے تنزیہہ (پاکی بیان کرنا) کو اس کا حق دیا ہے؟ ---------- 471
❖ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے وہ مشبہہ ہیں ---------- 473
❖ یہ موضوع خطرناک ہے ---------- 474
❖ قشیری کا اہم ترین اعتراف ---------- 474
❖ تنبیہ: حق کی طرف رجوع کرنے والوں کے اقوال کو دلیل بنانا ---------- 475
❖ کیا تاویل واجب ہے؟ ---------- 476
❖ تاویل کے متعلق اشاعرہ کے مابین اختلاف ---------- 477
❖ اسماء میں مشابہت کے اسباب ---------- 479
❖ مسئلہ تاویل میں اختلاف کا بیان ---------- 481
❖ باطنیہ کا نام باطنی کیوں رکھا گیا؟ ---------- 486
❖ خود ہی اپنے قاعدے کی مخالفت کرتے ہیں ---------- 487
❖ کیا آیات کے ظاہر پر عمل کفر ہے؟ ---------- 488
❖ ہم ان تضاد کا شکار لوگوں سے کہتے ہیں ---------- 491
❖ کیا تم اللہ تعالیٰ کو جھوٹ سے پاک نہیں کہہ سکتے؟ ---------- 495
❖ یہ قاعدہ شرعی اور عقلی طور پر باطل ہے ---------- 498
❖ صفات کے معانی میں تحریف (تبدیلی) یہودیوں کا کام ہے ---------- 498
❖ تنزیہہ تعطیل کا زینہ اور اس کی ملمع سازی ہے ---------- 499
❖ تاویل تحریف ہے اور تحریف تاویل ہے ---------- 500
❖ تاویل سلف کا طریقہ کار نہیں ہے ---------- 500

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ یہ دعویٰ کہ سلف نے تاویل کی ---------- 501
❖ اجمالی اور تفصیلی تاویل کی ہدایت ---------- 502
❖ تعاقب ---------- 502
❖ نقدِ تاویل کے بقیہ قواعد ---------- 502
❖ یہ خود ساختہ قانون ہے ---------- 504
❖ دعویٰ ترکیب کا باطل ہونا ---------- 509
❖ صفات کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ---------- 511
❖ حبشی شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ بولتے ہوئے ---------- 512
❖ کیا عرش رب العالمین کے نیچے ہے؟ ---------- 513
❖ رازی کہتا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے تحت ہیں ---------- 513
❖ اے صوفیاء تم کس مقام پر ہو؟ ---------- 514
❖ صفات باری تعالیٰ کے متعلق عبدالقادر جیلانی کا مذہب ---------- 514
❖ صفات کے متعلق ابوالحسن اشعری کا مذہب ---------- 515
❖ اشعری کے فکری مراحل ---------- 516
❖ اشعری کی کتاب (الابانۃ) کا تذکرہ ---------- 516
❖ حافظ ابن عساکر اور بیہقی کی کتاب (الابانۃ) کی توثیق ---------- 517
❖ رازی کے (القاعدۃ العلیۃ) کا تعاقب ---------- 518
❖ معتزلہ کے موافق مذہب کی طرف پلٹنا ---------- 519
❖ صحابہ کے عقل کو استعمال کرنے کے چند نمونے ---------- 519
❖ اندھی تقلید والے ہیں، عقلانی نہیں ---------- 521
❖ (صفات میں) عقل کو استعمال کرنے کی چند برائیاں ---------- 521
❖ عقلانی ماتریدیہ، معتزلہ سے متاثر ہیں ---------- 521
❖ ماتریدی کے جملہ احتمالات ---------- 522
❖ ابن فورک کے جملہ احتمالات ---------- 522

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ کون سی چیز اصل ہے۔ عقل یا شریعت ---------- 523
❖ عقل کے کردار کے متعلق اہل السنہ والجماعۃ کا موقف ---------- 525
❖ قدیم اور جدید اشاعرہ ---------- 528
❖ صفات میں باقلانی کا مذہب ---------- 528
❖ رازی کا تاویل سے رجوع کرنا ---------- 529
❖ شرعی نصوص کو قبول کرنے کے لیے اعتزالی شرط ---------- 529
❖ غزالی کا تاویل سے رجوع ---------- 531
❖ جوینی کا صفات کے متعلق مذہب اور تاویل پر اعتراض ---------- 531
❖ نووی کے شاگرد ابن العطار کا تاویل پر اعتراض ---------- 531
❖ ابن قتیبہ اور شعرانی کا تاویل پر اعتراض ---------- 532
❖ کیا تاویل سلف کا مذہب ہے؟ ---------- 533
❖ حبشی کا مالک رحمہ اللہ سے تاویل ثابت کرنے کا دعویٰ ---------- 533
❖ امام احمد رحمہ اللہ سے ثبوت تاویل کا حبشی دعویٰ ---------- 535
❖ قبر احمد کی زیارت کا قصہ ---------- 537
❖ ابن جوزی کی تاویل کی حقیقت ---------- 539
❖ ابن الجوزی اور ابن حزم اشعری کو ڈانٹ پلاتے ہوئے ---------- 539
❖ قولِ سلف (بلا کیف۔ بغیر کیفیت کے) کا مفہوم ---------- 539
❖ کیا صفات کے اثبات میں تشبیہ ہے؟ ---------- 542
❖ اہل بدعت کا اہل حدیث سے نفرت کرنا ---------- 542
❖ رؤیت (دیدار الٰہی) کا اثبات کرنے والے معتزلہ کے ہاں مشبہہ ہیں ---------- 543
❖ کبھی یہ معتزلہ ہیں اور کبھی سنت کی راہ اپناتے ہیں ---------- 544
❖ المشبہہ معطلۃ ---------- 545
❖ عوام الناس سے پردہ پوشی (دھوکہ) ---------- 545
❖ عوام کی فطرت کو یہ لوگ کس طرح استعمال کرتے ہیں ---------- 546

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❖ تاویل حقیقت میں تعطیل (انکار) ہے ---------- 547
❖ یہ دلیل ہے کہ ---------- 547
❖ تعطیل، تشبیہ کی دوا نہیں ہے ---------- 547
❖ حبشی کا تصرف ---------- 548
❖ تعطیل: اللہ تعالیٰ کو معدوم (نہ ہونا) سے تشبیہ دینا ہے ---------- 548
❖ معطلہ حقیقت میں مشبہہ ہیں ---------- 548
❖ ان کے غلط دعویٰ کی ایک اور دلیل ---------- 549
❖ اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں سے نہیں ہیں ---------- 550
❖ حبشی کے ہاں تاویل ---------- 552
❖ حبشی کے ہاں سات صفات کی تاویل کا حکم ---------- 553
❖ حبشی کے ہاں تاویل کی شروط ---------- 553
❖ حبشی کا اعتراف کہ تاویل تاکیدی نہیں ہوتی ---------- 554
❖ صفات میں اصل توقیف (وحی پر اعتماد) ہے ---------- 555
❖ ابن عبدالسلام نے اشاعرہ کے اختلاف کا اعتراف کیا ---------- 556
❖ کیا صفات توقیفی (دلیل پر مبنی) ہیں ---------- 557
❖ صفت قدیم ---------- 558
✿ اللہ تعالیٰ کی صفات میں مجاز کا ابطال ---------- 560
❖ کیا مجاز کی نفی کرنے میں اجماع کی مخالفت ہے ---------- 566
❖ تاویل اور تفویض ---------- 568
❖ مذہب اشعری میں تفویض کے دو سبب ---------- 568
❖ تفویض کی طرف میلان تاویل سے فرار کی بنیاد پر ہے ---------- 570
❖ یہ دلیل کہ سلف نے آیات صفات کی تفسیر کی ہے ---------- 570
❖ یہ ناممکن ہے ---------- 571
❖ مؤولہ اشاعرہ مفوضۃ اشاعرہ کا رد کرتے ہیں ---------- 571

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ قشیری، مفوضہ پر طعن کرتے ہوئے ---------- 573
❖ کیا اللہ تعالیٰ نے صفات کے قریب آنے سے منع کیا ہے؟ ---------- 575
❖ جیسے آدم علیہ السلام کو درخت کے قریب آنے سے منع کیا تھا؟ ---------- 575
❖ مفوضہ کا باہمی تضاد ---------- 575
❖ مفوضہ کی باہمی تقسیم ---------- 576
❖ کبھی تفویض واجب اور کبھی تاویل واجب ---------- 576
❖ یہ لوگ ایک مسلمان پر ان کے تضادات میں سے ایک کو اپنانا فرض کرتے ہیں ---------- 576
❖ اہل تفویض دو گروہوں میں تقسیم ہیں ---------- 577
❖ مذھب تفویض کا ابطال ---------- 580
❖ زبردست دلیل ---------- 580
❖ احباش اسے غلطی قرار دیتے ہیں ---------- 581
❖ اللہ ہمیں آزماتا ہے۔ کہ ہم ایمان لاتے ہیں، نہیں ہم تعطیل کرتے ہیں ---------- 583
❖ یہ دعویٰ باطل ہے کہ قرآن میں ایسی آیات میں جن کا معنیٰ فقط اللہ جانتا ہے ---------- 584
❖ اس سے آیات صفات کے استثناء کی کوئی دلیل نہیں ہے ---------- 585
❖ تفویض سے کیا لازم آتا ہے؟ ---------- 586
✿ خبر واحد......عقائد اور احکام دونوں میں حجت ہے ---------- 588
✿ منہج سلف ہی زیادہ تر علم پر مبنی اور ٹھوس ہے ---------- 589
❖ خبر واحد عقائد اور احکام دونوں میں حجت ہے ---------- 590
❖ کس حد تک اہل کلام حدیث کے ساتھ منسلک ہیں؟ ---------- 590
❖ عقائد میں خبر واحد کو رڈ کرنا اعتزالی بدعت ہے جس کو اشاعرہ نے اخذ کیا تھا ---------- 593
❖ خبر واحد کے منکرین کی صفات ---------- 594
❖ عقائد اور احکام میں فرق کرنے کا نظریہ ---------- 595
❖ خبر واحد کی نفی میں تضاد ---------- 598
❖ متواتر حدیث کا ضابطہ کیا ہوگا؟ ---------- 601

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❖ خبر واحد اشعریہ کے ہاں ظنی الثبوت ہی ہوگی چاہے اس پر ساری امت جمع ہو جائے! ---------- 602

✿ اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان تاویلات کا متفق ہونا ---------- 604

❖ معتزلہ کے ساتھ تشبیہ ---------- 605

ا۔علم کلام میں اشاعرہ کا معتزلہ کے ساتھ موافقت کرنا ---------- 605

۲۔''غالب آجانا'' کے قول میں اشاعرہ کا معتزلہ کے ساتھ موافقت کرنا ---------- 606

❖ تم اشاعرہ کی اشعری سے مخالفت کیسے واضح کر سکتے ہو؟ ---------- 606

۳۔نزول کی تاویل میں اشاعرہ کا معتزلہ کے ساتھ موافقت کرنا ---------- 607

❖ اشعری حبشی معتزلی کو جھٹلا رہا ہے ---------- 607

❖ اشاعرہ اور معتزلہ کا آپس میں موافق ہونا صفت ید کی تاویل پر ---------- 608

❖ امام جوینی رحمہ اللہ وغیرہ نے صفت ید کی تاویل کو باطل قرار دیا ہے ---------- 610

❖ انگلیوں کی صفات کے بارے میں ان کا مؤقف ---------- 614

❖ وہ اس سے کیا چاہتے ہیں؟ ---------- 615

❖ صفت وجہ (چہرہ) کی غلط تاویل کرنا ---------- 616

❖ اللہ تعالیٰ کی صفت نور کا بیان ---------- 619

❖ نبی اور رفاعی دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں ---------- 620

❖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور کے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا ---------- 620

۴۔ اشاعرہ اور معتزلہ کا صفت عینین (آنکھیں) کی تاویل میں اتفاق کرنا ---------- 620

۵۔اشاعرہ، معتزلہ اور حبشی کا صفت مجیء (آنا) کی تاویل پر متفق ہونا ---------- 622

❖ ماتریدیہ صفت مجیء کی آیت میں تحریف کرتے ہیں ---------- 622

۶۔اشاعرہ اور معتزلہ کا صفت عین میں ایک دوسرے کی موافقت کرنا ---------- 624

۷۔اشاعرہ، معتزلہ اور حبشی کا صفت ساق (پنڈلی) کی تاویل کرنے میں اتفاق کرنا ---------- 624

❖ کیا اہل بدعت ہمیشہ سلف سے دلیل لیتے ہیں؟ ---------- 626

❖ صرف لغت سے تفسیر کرنے سے کیا لازم آتا ہے؟ ---------- 627

۸۔اشاعرہ، معتزلہ اور حبشی کا صفت رجل (پاؤں) کی تاویل کرنے میں اتفاق ---------- 628

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ کیا امام بخاری رحمہ اللہ بھی تاویل کرتے تھے؟ ---------- 630
۹۔ اشاعرہ، معتزلہ اور جبشی کا صفت ضحک (ہنسنا) پر اتفاق ---------- 633
❖ یہ تضاد اور غلطی ہے ---------- 633
۱۰۔ اشاعرہ اور معتزلہ کا صفت محبت، غضب اور رضا پر اتفاق کرنا ---------- 636
۱۱۔ اشاعرہ، معتزلہ اور جبشی کا مسئلہ نظر (غور وفکر کرنا) پر اتفاق کرنا ---------- 638
❖ بلکہ اس کی ابتداء شیعہ نے کی ہے ---------- 638
۱۲۔ معتزلہ، اشاعرہ اور جبشی کا مسئلہ الجوھر الفرد (ایسا جزء جو تقسیم نہ ہوسکتا ہو) میں اتفاق کرنا ---- 638
۱۳۔ اشاعرہ اور معتزلہ کا اہل السنۃ کو حشویہ کے ساتھ ملانے میں موافقت کرنا ---------- 639
❖ اس مطابقت کے بارے میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی گفتگو ---------- 639
❖ تنزیہات شیعیت کا مصدر ہے ---------- 640
❖ شیعی باطنی کا اشعری کے ساتھ صفات کی تاویل میں موافقت کرنا ---------- 642
☆ شیعوں کے ہاں تاویل ---------- 642
☆ کلامیہ کے مشترک قواعد ---------- 643
❖ اہل بدعت کے ہاں تفصیلی نفی ---------- 644
☆ سلبی صفات کی بدعت ---------- 645
☆ صفات کی نفی معدوم (جو چیز نہ ہو) کے ساتھ تشبیہ ہے ---------- 645
❖ ہمیں معدوم کی صفات کے بارے میں بتاؤ ---------- 646
❖ جبشی پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالی کا ادب کرے ---------- 646
❖ ہر تنزیہ کرنے والے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس نے صحیح بات ہی کی ہو ---------- 646
❖ صفات ذاتیہ اور فعلیہ کا بیان ---------- 647
❖ صفات ذاتیہ اور فعلیہ کے درمیان فرق نہ کرنا خطرناک ہے ---------- 650
❖ رازی سب سے بڑا اشعری ہے...... وہ واضح طور پر اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالی کے لیے حوادث
ثابت کرنے کی ضرورت ہے ---------- 650
❖ اشعری کا موقف ہے کہ حوادث (کسی چیز کا نئے سرے سے وجود میں آنا) اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ قائم ہیں - 651

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ اہل السنہ کے ہاں صفات فعلیہ ---------- 653

❁ اللہ تعالی کی صفت کلام کے متعلق حبشی کا مؤقف ---------- 654

❖ اس ظلم کے بعد ایک اور ظلم انہوں نے کیا ---------- 655

❖ اشاعرہ کے ہاں جبریل علیہ السلام قرآن مجید کے الفاظ کو پیدا کرنے والے ہیں ---------- 656

❖ ابن حزم رحمہ اللہ امام باقلانی کے قول پر نقد کر رہے ہیں ---------- 657

❖ اگر باقلانی کا کلام کفر اور باطل ہے ---------- 657

❖ اس فاسد عقیدے سے کیا لازم آتا ہے؟ ---------- 658

❖ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے چند اور چیزوں کو لازم قرار دیا ہے ---------- 658

❖ مفہم جواب (جو مخالف کو خاموش کروا دے) ---------- 660

❖ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے محققین کا اس بات سے رجوع کرنا ---------- 660

❖ وہ اللہ تعالی کے لیے بغیر معنی کے کلام ثابت کرتے ہیں ---------- 660

❖ وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن کو وہ خود ہی نہیں سمجھتے ---------- 661

❖ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالی کے نفس کی باتوں کو نہیں جانتے لیکن جبریل علیہ السلام جانتے ہیں! ---------- 661

❖ ان کے ہاں اللہ تعالی جب چاہیں کلام نہیں کر سکتا ---------- 663

❖ صفت کلام کو بدلنا اور مٹانا ---------- 664

❖ انہوں نے قرآن مجید کو اللہ تعالی کا کلام ماننے سے انکار کیوں کیا؟ ---------- 664

❖ ان لوگوں کے ہاں اللہ تعالی کے نام بھی مخلوق ہیں ---------- 665

❖ ان کا گمان کرنا کہ اللہ تعالی کے جو نام ہیں حقیقت میں اس کے نام نہیں ہیں ---------- 666

❖ ابن جوزی رحمہ اللہ کی ایک خطرناک گواہی جو واضح کرتی ہے کہ عجم کے بیوقوف لوگ حبشی کے عقیدہ کا مصدر ہیں 667

❖ ابن الجوزی رحمہ اللہ اشعری کو ڈانٹتے ہیں اور خلق قرآن کا قول بھی اس پر لازم قرار دیتے ہیں ---------- 667

❖ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا صفت کلام کے بارے میں مؤقف ---------- 668

❖ اشاعرہ اور معتزلہ صفت کلام کے مخلوق ہونے پر متفق ہیں ---------- 668

❖ معتزلہ کی موافقت میں ان کی صراحت ---------- 669

❖ کلام نفسی کی بات کرنا اہل السنہ کے منہج کے خلاف ہے ---------- 670

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ کلام نفسی کے باطل ہونے کے دلائل ---- 672
❖ امام مقدسی رحمہ اللہ کے لطائف ---- 673
❖ باقلانی اپنے رب کو گونگے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں ---- 673
❖ کلام نفسی کی حقیقت کی دو صفات ہیں: علم اور ارادہ ---- 674
❖ ایک دفعہ پھر تضاد کا شکار ہیں ---- 676
❖ اشاعرہ جب صوفیت کو اپناتے ہیں تو وہ حرف اور آواز کو ثابت کرتے ہیں ---- 676
❖ کیا اللہ تعالیٰ کا کلام بغیر الفاظ کے صرف معنیٰ پر ہی مشتمل ہے؟ ---- 677
❖ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کلام مخلوقات کی ترتیب شدہ ہے ---- 678
❖ کلام نفسی کی بدعت کو ایجاد کرنے والا عبداللہ بن کلاب ہے ---- 680
❖ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ابن کلاب کے بارے میں حکم ---- 680
❖ کیا نصاریٰ کے اقوال سے عقائد میں دلائل لینا جائز ہے؟ ---- 681
❖ قرآن مجید، تورات، انجیل اور زبور حبشی کے ہاں سب ایک ہی چیز ہیں ---- 682
❖ اس کا دعویٰ ہے قرآن مجید حصوں پر تقسیم نہیں ہوتا ---- 685
❖ آواز اور حروف کا مسئلہ ---- 685
❖ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا حرف اور آواز پر مشتمل ہونا کیا یہ حشویہ کا قول ہے؟ اور اسی بارے میں عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا قول ---- 686
❖ احمد رفاعی اللہ تعالیٰ کے لیے بلند آواز کو ثابت کرتا تھا ---- 686
❖ کیا اللہ تعالیٰ کی صفت کلام ہمیشہ سے ہے؟ ---- 689
❖ پس تم کیوں نہیں عقل رکھتے؟ ---- 690
❖ اس بات کی دلیل کہ کلام کی ازلیت کا عقیدہ رکھنا سلف صالحین کے عقیدے کے مخالف ہے ---- 693
❖ امام رازی کا خطرناک اعتراف ---- 696
❖ صفات ذاتیہ اور صفات فعلیہ کا بیان ---- 696
❖ حبشی کی بدعت ---- 700
❖ کیا کلام کے لیے زبان اور ہونٹ کا ہونا ضروری ہے؟ ---- 700

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ صفت کلام کے متعلق آخری بات ---------- 701

❁ اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی اور مخلوق پر بلند ہونا ---------- 702

❖ اللہ تعالیٰ کے علو (مخلوق سے بلند ہونا) پر قرآن وسنت اور کلام سلف سے دلائل ---------- 703

❖ قرآن مجید کے دلائل ---------- 703

❖ قرطبی سلف سے جہت کا ثبوت ذکر کرتے ہوئے ---------- 704

❖ سنت سے دلائل ---------- 706

❖ استواء کے متعلق حبشی اور معتزلہ کا عقیدہ ایک جیسا ہی ہے ---------- 710

❖ جھوٹ واضح کرنے والی مضبوط دلیل ---------- 711

❖ جمیل حلیم کا اشعری کے مذہب پر کلام ---------- 711

❖ حبشی معتزلہ کی تاویلات کی تعریف کر رہا ہے ---------- 713

❖ بشر کے معانی سے اللہ تعالیٰ کو موصوف کرنا کفر ہے ---------- 714

❖ دھوکہ دہی اور ہیرا پھیری کے چند نمونے ---------- 714

❖ حبشی کی تلبیس (دھوکہ دہی) ---------- 715

❖ استیلاء کی لغت حمایت نہیں کرتی ---------- 715

❖ بیکار تاویل کے لیے اعذار ---------- 717

❖ استواء کے متعلق ان لوگوں کے شبہات ---------- 717

❖ یہ لوگ یہود کی طرح اللہ تعالیٰ کو ضعف (کمزوری) سے موصوف کرتے ہیں ---------- 718

❖ قدیم اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کے لیے جلوس (بیٹھنا) اور اعتلاء (بلندی) کا اثبات کیا ہے ---------- 718

❖ کیا جلوس (بیٹھنا) کا قول کفر ہے؟ ---------- 719

❖ طبری کے نزدیک احباش کا موقف عالم اسلام کے ہی خلاف ہے ---------- 723

❖ حبشی کا یہ دعویٰ کہ عرش رحمٰن کے ساتھ برابر ہے ---------- 724

❖ حبشی کا یہ دعویٰ کہ (ثم) ترتیب کا فائدہ نہیں دیتا ہے ---------- 726

❖ یہ بات اس طرح بھی باطل ہو جاتی ہے ---------- 728

❖ شبہ: اللہ تعالیٰ نے عرش اپنی قدرت کے اظہار کے لیے پیدا کیا ---------- 729

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❖ جب انھوں نے چاہا تعطیل کو جائز قرار دے دیا ---------- 729

❖ کیا استواء ذاتی ہے؟ ---------- 731

❖ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات ثابت ہے؟ ---------- 732

❖ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ذات کے عرش پر ہے؟ ---------- 732

❖ ذاتی اعتبار سے عرش پر مستوی ہونے کا انکار معتزلی مذہب ہے ---------- 734

❖ اشعریہ اور معتزلہ کے ہاں فوقیت کا مفہوم ---------- 736

❖ (علو۔۔۔بلندی) کی (علو منزلت) سے تحریف ---------- 736

❖ بیہقی کی وضاحت کہ فوقیت، بلندی کے قائل ہمارے بعض اصحاب بھی ہیں ---------- 739

❖ علو ذاتی اور علو فعلی کا اختلاط ---------- 739

❖ حبشی نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں تحریف (تبدیلی) کر دی ---------- 740

❖ عیسائیوں کو کیوں کافر کہا گیا؟ ---------- 742

❖ متکبر فرعون بھی اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کا منکر تھا ---------- 743

❖ لوگ فطرت کے ہاتھوں مجبور ہیں مگر اس کو جھٹلاتے ہیں ---------- 744

❖ اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کا انکار فطرت کے منافی ہے ---------- 744

❖ کیا شریعت عوام کو دھوکہ دینے والی ہے؟ ---------- 746

❖ ﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ﴾ ---------- 746

❖ الظاهر والباطن ---------- 747

❖ اہل سنت کے ہاں (فی السماء) کا مفہوم ---------- 750

❖ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہاں (فی السماء) کا مفہوم ---------- 751

❖ مذہب سلف کا تذکرہ ---------- 751

❖ کیا آسمان دعا کا قبلہ ہے؟ ---------- 754

❖ یہ دعویٰ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر باطل ہے ---------- 755

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض مترجم

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ اکیلے اللہ تعالیٰ کو ہی معبود سمجھا جائے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کی ربوبیت اور اس کے اسماء و صفات میں بھی اس کو اکیلا سمجھا جائے، اس کے ساتھ فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر پر بھی ایمان لایا جائے۔

یقیناً صحیح عقیدہ دنیا اور آخرت کی سعادت کی بنیاد ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا سبب ہے۔ اعمال کی اصلاح اور حسن کی اساس بھی عقیدہ ہی ہے۔ عقیدہ پر مضبوطی سے قائم رہنا ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تمام خیر و برکات کا منبع ہے۔ عقیدہ کی درستگی ہی درحقیقت منہج کی درستگی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾﴾ ❶

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔“

صحیح اسلامی عقیدہ انسان کو غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچانے کا بہترین راستہ ہے۔ صحیح العقیدہ مسلمان اپنے تمام امور خالق حقیقی کے سپرد کر دیتا ہے۔

یہ بات مسلّم ہے کہ اسلامی عقیدہ جہاں فطرت کے عین مطابق ہے وہاں عقل کے بھی عین موافق ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ﴾ ❷

”پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے

---

❶ الانعام: ١٦٢، ١٦٣۔

❷ الروم: ٣٠۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں۔"

اسلامی عقائد کا مصدر کتاب وسنت ہے ان دونوں مصادر کی نصوص میں عقیدہ کا بیان انتہائی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ جس میں کسی قسم کا کوئی اشکال اور خفا نہیں ہے۔ سلف صالحین اسی منہج پر قائم تھے اہل السنۃ والجماعۃ ان نصوص کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں وہ سلف صالحین کے منہج کو اپناتے ہوئے ان نصوص پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں کسی قسم کی تاویل کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن افسوس کہ بعض فرق باطلہ عقیدہ کے متعلق نصوص کی یا تو من مانی تاویل کر کے حقیقی معانی کو باطل قرار دیتے ہیں یا پھر ان کو معانی سے خالی کرتے ہوئے (تفویض) کا خودساختہ دعویٰ کرتے ہیں۔ معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، مشبہہ، کرامیہ اور جاہل صوفیاء کے وجود میں آنے سے پہلے نصوص عقیدہ کے متعلق ایسا کوئی اختلاف سلف صالحین میں نہ تھا کہ جس کی بناء پر ان نصوص کے معانی کو مشکوک بنایا جاتا خاص طور پر صفات باری تعالیٰ کے متعلق ان لوگوں نے سلف صالحین کے منہج سے روگردانی کرتے ہوئے من مانی تاویل اور خودساختہ تفویض کا نعرہ لگایا ہے۔ ان گمراہ فرقوں کے رد میں علمائے سلف نے فقط تحریری اور تقریری کاوشوں سے ہی کام نہیں لیا بلکہ قید و بند کی صعوبتوں کا بھی صبر و تحمل کے ساتھ سامنا کیا۔ وقت کے بادشاہوں نے کہیں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر مظالم کی انتہاء کر دی تو کہیں طاقت کے نشہ میں چور حکمرانوں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو قید و بند کے مصائب میں مبتلا کر دیا مگر اللہ کے ان ولیوں کے پائیہ استقلال متزلزل نہ ہوئے۔

قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک عزمتیوں کی یہ داستان انتہائی طویل ہے اور ہنوز یہ سلسلہ اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جاری وساری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت اس کے تسلسل میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

کتاب الموسوعة اهل السنة اسی سلسلہ کی ایک خوبصورت کڑی ہے جسے فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان دمشقی حفظہ اللہ نے انتہائی عرق ریزی سے مرتب کیا ہے فرقہ احباش کے باطل نظریات کو موصوف نے علمی انداز میں طشت ازبام کرتے ہوئے اہل السنہ والجماعۃ کے عقائد اور سلف صالحین کے منہج کو احسن پیرائے میں بیان کیا ہے۔

اس فرقہ کا بانی عبداللہ الحبشی درحقیقت ماتریدیہ، اشاعرہ، معتزلہ، جاہل صوفیاء اور دیگر گمراہ فرقوں کے عقائد و نظریات کو ہی پروان چڑھا رہا ہے لیکن کیونکہ وہ ایک نئے لبادہ میں عوام الناس کے سامنے ظاہر ہوا ہے۔ جس کے باطل نظریات کا قلع قمع کرنے کے لیے شیخ موصوف نے کئی کتب ترتیب دی ہیں جن میں سے اکثر زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں ان علمی کاوشوں میں سے ایک کتاب جس کے ترجمہ کی سعادت راقم الحروف کو نصیب ہوئی ہے وہ اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ اصل نام: "موسوعة اهل السنة فى نقد أصول فرقة الأحباش ومن وافقهم فى أصولهم" ہے۔ میں نے اس کا مختصر نام "عقائد اہل السنہ" رکھا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ میں نے اپنی علمی بساط کے مطابق اس کو سلیس اردو اور آسان فہم ترجمہ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن انسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے ناطے اس میں لازمی طور پر غلطی اور کوتاہی واقع ہونے کا احساس ہے۔
قارئین سے امید اور استدعا ہے کہ اگر وہ کسی کمی کوتاہی پر مطلع ہوں تو مجھے ضرور آگاہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو میرے، میرے والدین اور اساتذہ کرام کے لیے کارِ خیر بنائے۔

جزاکم اللہ الخیر

❀❀❀❀❀

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للّٰہ و الصلاۃ و السلام علی رسول اللّٰہ ...... اما بعد!

فرقہ احباش کے رد میں یہ میری سب سے آخری کتاب ہے۔ وہ ابھی تک میری کسی کتاب کا جواب نہیں دے سکے۔ الحمدللّٰہ۔

حالانکہ انہوں نے ان لوگوں کا رد لکھا ہے جنہوں نے ان پر الزام لگایا تھا کہ احباش نے انڈا، شہد، کھیرا کھانے اور عورتوں کو دیوارں کے ساتھ لگ کر چلنے کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے، لیکن ایسے شخص کا جواب لکھ کر اسے شرمندہ کرنا کس قدر آسان ہوتا ہے جو مخالف کے لیے باریک بینی دلیل اور انصاف سے کام نہ لے۔

لیکن وہ میری کتابوں کا جواب دینے کی ہمت نہ کر سکے۔ یہ کتابیں ترتیب کے لحاظ سے کچھ یوں ہیں:

١۔ الرد علی عبداللّٰہ الحبشی، طبع ۱۹۸۳۔

٢۔ النقشبندیه، طبع ۱۹۸۳۔

٣۔ مناظرة ابن تیمیة لطائفة الرفاعیة، طبع ١٩٨٤۔

٤۔ کتاب الرفاعیة، طبع ١٩٨٥۔

٥۔ کتاب الحبشی شذوذ و اخضاؤه، ١٩٨٩۔

٦۔ کتاب بین اهل السنة و اهل الفتنة، ١٩٩٠۔

٧۔ کتاب شبهات اهل الفتنة و أجوبه أهل السنة، ١٩٩٢۔

ان لوگوں نے میری کتب کا جواب لکھنے کا وعدہ کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم میں سے کوئی کسی دن فراغت پا کر اس شخص کی واہیات کا جواب ضرور لکھے گا، جس کا عنوان دمشقیات ہوگا۔ [1]

شاید ابھی تک ان میں سے کسی کو فراغت نصیب نہیں ہوئی کہ وہ جواب لکھنے کی ہمت کر سکے اور (واہیات) تالیف کرے مگر معلوم نہیں کہ کیوں؟ تمہارا رد کہاں ہے؟ میری باتوں کا جواب کہاں ہے، تمہارا شیخ کہاں ہے؟ تمہارے مشائخ کہاں گم ہو گئے؟

ان لوگوں کے مشرق وسطیٰ، یورپ اور امریکہ میں علمی کام کرنے کے دعوے کہاں ہیں؟ درحقیقت یہ لوگ میری

[1] مجلة منار الهدی، عدد ٢٦، صفحه: ٢٧۔ یہ ان لوگوں کا اخلاق ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کا جواب لکھنے سے عاجز ہیں۔ الحمد للہ، خاص طور پر میری کتاب "الرفاعية"، "النقشبنديه" اور "شبهات اهل الفتنة" کا جواب لکھنے کی ہمت ان میں نہیں۔

نقشبندیوں نے چودہ سال پہلے میری کتاب نقشبندیہ کا جواب لکھنے کا وعدہ کیا تھا مگر ابھی تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور میں نے نقشبندیوں کے خطرناک حقائق پر ایک اور مفصل کتاب مرتب کی جس کا نام "حقائق خطيرة حول الطريقة النقشبنديه" ہے۔ اس طریقت پر میری قدیم کتاب کی نسبت یہ قابل اعتماد ہے۔

ایک اور نئی کتاب "الموسوعة السنية فی تفنيد الشبهات البدعية" طبع ہونے والی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل بدعت کے ہر شبہ کا جواب عام طور پر اور فرقہ احباش کے ہر شبہ کا جواب خاص طور پر دیا گیا ہے۔

میں اس مقدمہ میں چند امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں:

اوّل: میں اپنی پہلی کتاب "شبهات أهل الفتة" کو ملغٰی (منسوخ) قرار دے رہا ہوں، میری یہ کتاب آخری تصور کی جائے کیونکہ اس میں کچھ تغیرات اور تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ خصوصاً توحید، توسل، تبرک اور تاویل کے باب میں اضافہ جات ہیں۔ میں نے بہت سی نئی معلومات جمع کر کے اس کتاب کو حتمی شکل دی ہے تاکہ اس فرقہ کی حقیقت واضح ہو سکے۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ کتاب ایک علمی موسوعہ کی حیثیت سے متعارف ہوگی جو مختلف معلومات اور سلف صالحین کے اقوال سے مزین ہے، اس سے طالبِ حق اور سنت رسول ﷺ کا دفاع کرنے والا مستفید ہوسکتا ہے۔

دوم: میں نے اپنی اس کتاب میں احباش کی کتب کے نئے طبع کے مطابق صفحہ نمبر نقل کیے ہیں۔ مثلاً کتاب "بغية الطالب" اور "صريح البيان" وغیرہ کیونکہ بعض فاضل بھائیوں نے ذکر کیا ہے کہ احباش لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے کتب کے نئے طبعات شائع کرتے رہتے ہیں جس میں وہ صفحات کے نمبر تبدیل کر دیتے ہیں جن کی طرف میں نے اپنی کتب میں اشارہ کیا ہے تاکہ لوگ یہ نا سمجھیں کہ ہم ان کے شیخ پر بہتان بازی کر رہے ہیں اور ان کی طرف جھوٹے فتاویٰ جات منسوب کر رہے ہیں اور صفحات کے نمبر غلط ذکر کر رہے ہیں، لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ میں نے اپنی اس کتاب میں ان کے شیخ کی کتاب کے قدیم اور جدید طبعات کے حوالہ جات ذکر کر دیئے ہیں تاکہ "شرعی حیل" (بہانہ بازی) کے ماہرین کی حقیقت سامنے آسکے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بھی حیلہ سازی کو جائز قرار دیا حتیٰ کہ ان کے شیخ نے اسپرٹ کا حکم ذکر کرتے ہوئے کہا "یہ وہ حیلہ ہے جس کی بنیاد پر حرام سے نجات حاصل کی گئی ہے۔"[1]

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا عام آدمی پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف

---

[1] بغية الطالب، طبع قديم: ٢٥٧، طبع جديد: ٣٣٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیلہ سازی کی نسبت عام آدمی کی طرف حیلہ سازی کی نسبت کی طرح نہیں ہے۔

سوم: ان کے شیخ نے اپنی کتب کے جدید طبعات میں سے بعض واقعات حذف کر دیے ہیں اور بعض چیزوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ مثلاً: احباش نے اپنی کتاب ''صریح البیان'' کے جدید طبع میں اپنے شیخ کا فتویٰ کہ جس میں لاٹریوں اور بچوں کی خرید وفروخت کی اباحت ہے، خارج کر دیا ہے اسی طرح کتاب "بغية الطالب" میں سے کہ اجنبی عورت جو اس کے لیے حلال نہیں ہے اس کے بدن کو دیکھنا جو کہ طبع قدیم میں ۲۸۸ صفحہ پر ہے اسی طرح بغیر شہوت کے اپنی محرم عورت کا پورا بدن دیکھنا ما سوائے ناف اور گھٹنہ کے درمیان بشرطیکہ شہوت سے نہ ہو جو کہ یہ طبع قدیم میں ۲۹۰ صفحہ پر تھا، حذف کر دیا ہے۔

چہارم: یہ کتاب ان لوگوں سے مناظرہ اور ان پر حجت قائم کرنے کے لیے مضبوط ترین تصنیف ہے۔ اس میں ہر اس مسئلہ کے متعلق بہترین معلومات موجود ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ اختلاف ہے، یاد رہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ مناظرہ کے حق میں نہیں ہوں کیونکہ میں ان کے اخلاق سے اچھی طرح واقف ہوں اور جس انداز سے یہ لوگ جان بوجھ کر حق اور باطل کو خلط ملط کرتے ہیں اس کا بھی مجھے بخوبی علم ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لیے ایک خزانہ ہے جو اس فرقہ کی طرف منسوب ہیں جس کی طرف احباش ہیں اگر اس کا اخلاق ان سے مختلف ہو۔

کچھ لوگ اشعری مذہب کی طرف منسوب ہیں اور جہاں تک میری معلومات ہیں ان کا اخلاق اچھا ہے اور ان میں مناظرانہ صلاحیتیں بھی موجود ہیں، یہ کتاب علمی گفتگو کے لیے بہترین کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو سلف صالحین کی رہنمائی کی طرف توفیق بخشے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو اس دین کا مددگار بنائے۔ نبی ﷺ کے قریب ترین ہونے کے وہی لوگ حق دار ہیں جو آپ کی سنت کا دفاع کرنے والے ہیں۔

احباش کس معاشرہ میں پرورش پاتے ہیں:

ہاں یہ حقیقت ہے: احباش ایسے معاشرہ میں پروان چڑھتے ہیں جس میں تاویل اور تصوف کو بنیادی حیثیت حاصل ہو۔

جب کوئی ان کے سامنے تاویل (باطل) کا انکار کرے تو کہتے ہیں کیا تاویل تمہارے مذہب کے اصول وقواعد میں شامل نہیں ہے؟ کیا تمہارے شیوخ اور مفتیان اشاعرہ اور ماتریدیہ کے ہاں معتبر نہیں ہیں؟

جب ان پر تصوف اور مختلف بدعات کا ردّ کیا جائے جو وہ پھیلا رہے ہیں تو وہ کہتے ہیں:

''کیا تمہارے مفتیان، نقشبندی اور رفاعی نہیں ہیں، پھر تم ہمارے متعلق ان طرق کا انکار کیوں کرتے ہو؟ کیا تمہارے مذہب کے اصول میں اور تمہارے مشائخ کے ہاں بدعت حسنہ جائز نہیں ہے؟ پھر تم اس معاملہ میں ہم پر کیوں ردّ کرتے ہو؟ لہٰذا احباش کو اس وقت تک ختم کرنا ناممکن ہے جب تک اس اصل کو ختم نہیں کر دیا جاتا جس میں وہ پروان چڑھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر حبشی کا وجود ختم ہو جائے تو وہ اس اصول کے ساتھ کسی اور شکل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ظاہر ہوگا، اسی طرح ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ یہ قدیم باطل نظریہ ختم ہو جائے اور یہ اصول ناپید ہو جو نسل در نسل چلتا آ رہا ہے اور مختلف فرقوں اور صورتوں میں ظاہر ہوتا آ رہا ہے۔''

یہاں اس اہم ترین کتاب کا کردار سامنے آ تا ہے۔ یہ کتاب فقط فرقہ احباش کے ردّ کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ ان باطل اصول وقواعد سے پردہ اُٹھاتی ہے جو اُمت میں کئی صدیوں سے تصوف اور علم کلام کی صورت میں پائے جا رہے ہیں۔ یہ ہر اس فرقہ کا ردّ ہے جو احباش کے ساتھ اس اصول میں متفق ہے۔ اگرچہ بعض فروع اور بعض تفاصیل میں ان سے مختلف ہی کیوں نہ ہو؟

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جب احباش اپنے مخالفین پر ردّ لکھتے ہیں تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں، کیونکہ وہ اصول و مقاصد میں ان سے متفق ہیں۔ اگرچہ وہ اس ردّ لکھنے میں، اس کے وسیلہ اور اسلوب میں ان سے مختلف ہیں۔

احباش کی خدمت میں:

یہ کتاب کسی چیلنج کے طور پر نہیں لکھی گئی۔ لیکن یہ دلائل و براہین کی روشنی میں حق کو ثابت کرنے کی کوشش ہے تا کہ اس کا مطالعہ کرنے والا طرفین کے دعویٰ کا موازنہ کر سکے۔

میں احباش سمیت تمام لوگوں کو اس کتاب کے مطالعہ کی درخواست کرتا ہوں اور مجھے کسی بھی شخص سے نصیحت قبول کرنے میں کوئی عار نہیں ہے۔ میں اس کتاب میں موجود ہر اس غلطی سے رجوع کرنے کے لیے تیار ہوں جو دلیل کی روشنی میں واضح کی جائے۔ احباش کو میری کتاب پڑھنے میں کیا رکاوٹ ہے جبکہ میں نے حبشی کی تمام کتب کا مطالعہ کیا ہے؟ مجھے یہ بھی علم ہے کہ ان میں سے بعض میری کتاب کا ٹائٹل دیکھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔

آ ؤ ہم تعصب، ہٹ دھرمی اور نفرت کو پسِ پشت ڈال کر اپنے مخالف کی دلیل سننے کے لیے دل کھلا کریں جبکہ کفار کا وطیرہ یہ ہے کہ وہ بات کو غور سے سنتے ہیں اور بڑے احترام سے اجازت لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ اتفاق نہیں کرتے۔

کیا ہم اس اخلاق کے زیادہ حق دار نہیں ہیں؟ ہمارے لیے محمد ﷺ نمونہ ہیں۔ جن کے بلند اخلاق کی گواہی قرآن کریم دے رہا ہے: ﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [1] ''اور یقینا آپ بلند اخلاق والے ہیں۔'' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ کیا ہم آپ کے اس بہترین اخلاق کی پیروی نہیں کرنا چاہتے؟ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں دشمن کے ساتھ بھی انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگرچہ وہ ہمارے دین کو قبول نہ کرنے والا ہو۔ کیا ہم اس بات کے زیادہ حق دار نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ اسی اخلاق اور ادب و احترام سے پیش آئیں؟

ہمیں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ساتھ احسن انداز اپنا کر بحث و مباحثہ کا حکم دیا ہے تو کیوں نہ ہم آپس میں بھی احسن انداز کے ساتھ بات کریں۔

---

[1] القلم: ٤.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اگر ہم آپس میں ہی انصاف کرنے کی استطاعت نہ رکھیں تو دشمن کے ساتھ کیا انصاف کریں گے؟

اللہ تعالیٰ عنقریب ہم سب کو ایک جگہ پر اکٹھا کرنے والا ہے۔ ہم سب اس کی عدالت میں کھڑے ہونے والے ہیں۔ یہ دنیا ہمارے رہنے کی جگہ ہرگز نہیں ہے یہ تو ایک آزمائش گاہ ہے جس کا پیریڈ موت کی گھنٹی سے ختم ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور ندامت فائدہ نہ دے ہمیں اللہ تعالیٰ سے ڈر جانا چاہیے۔

دورانِ تحریر احباش کے استدلال اور مؤقف کو ردّ کرتے ہوئے اگر کوئی سخت لفظ استعمال ہوا ہو تو میں اس پر پیشگی معذرت چاہتا ہوں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ قاری مجھے معاف کر دے گا۔ کیونکہ بعض مقامات پر مجھے غیرت نے آن پکڑا اور میرا لہجہ قدرے سخت ہو گیا۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ قاری کتاب کی معلومات کو اہمیت دے گا اور حق بات تک پہنچنے کی کوشش کرے گا، اور اگر کہیں غلطی دیکھے گا تو نصیحت سے کام لے گا۔ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے انصاف کی دولت سے نوازا ہے اس کا طرزِ عمل یہی ہو گا۔

عبداللہ الحبشی کے متعلق:

عبداللہ الحبشی الہرری اس شہر سے لبنان آیا جس میں (کُلُب) کا فتنہ پھیل چکا تھا، اور اس نے اُتھیوپی حکمرانوں کی سوچ کے مطابق اپنی دعوت کی بنیاد تمام اسلامی جماعتوں کی مخالفت پر رکھی جس میں تحفیظ القرآن کے مدارس کو بند کروانا، اس کے ذمہ داروں کو ختم کرنا اور بعض کو قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کرنا تھا۔

یہ ایسی حقیقت ہے جس کو الحبشی کے پیروکار نہ ہی تو ماننے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور نہ ہی ایسی بات وہ سننا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم ان کی توجہ لبنان میں الحبشی کی ان کوششوں کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں جن کی بناء پر یہ فتنہ ماضی کے فتنہ (کُلُب) سے کہیں بڑھ گیا اور اس پر سبقت لے گیا۔

جب وہ لبنان آیا تو فضا اپنے حق میں پا کر فتنہ کی بنیاد رکھی۔ اس نے تمام سنی جماعتوں اور تمام سنی تنظیموں اور گروہوں سے شدید نفرت کا اظہار کیا۔ اس نے ایک ایسی جماعت کی بنیاد رکھی کہ افرادِ جماعت کے دل میں دوسری جماعتوں اور تنظیموں کے لیے برداشت، نرمی اور درگزر کا کوئی تصور بھی نہیں ہے، بلکہ ان کی تکفیر، لعن طعن اور سبّ وشتم کا رویہ ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے شہر ہرر میں (کُلُب) نے دیگر جماعتوں کے خلاف اپنایا تھا۔

جب وہ لبنان آیا تو اپنے ساتھ کچھ شاذ (سب سے جدا) قسم کے فتاویٰ بھی لایا اور اس نے معتزلہ کے عقائد کو پھیلایا۔ علم کلام کو علم توحید کہا۔ علماء کو سبّ وشتم کا نشانہ بنایا۔ بدعت کے دفاع کو سنت کا نام دیا۔ مخلوق سے استغاثہ (مدد مانگنا) اہل توحید کی علامت قرار دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے شذوذ اور اخطاء کا دعویٰ کیوں کیا؟:

یہ ایسی کمپنی ہے جس کی بنیاد، گمراہی، فضولیات، مرجوح اقوال اور شاذ فتاویٰ جات پر رکھی گئی ہے، یہ لوگوں کو پُرفریب نعرہ کہ ''ہم حق کے متلاشی ہیں'' کی بنیاد پر اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جبکہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ﴾ [1]

''اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں۔''

یہ لوگ پرہیز گاری کے متلاشی نہیں ہیں بلکہ ایسی رخصتیں تلاش کرنے میں لگے ہیں جن کی بنیاد پر یہ دین اور اپنی نفسانی خواہشات کو اکٹھا کرنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں۔ جس نے علماء کے شاذ اقوال کو لیا اس نے بہت بڑا شر اور فساد اکٹھا کرلیا۔

یہ تمہارے پاس شاذ قسم کے فتاویٰ کو اپنے لیے ڈھال بنا کر لائیں گے۔ جیسا کہ محمد بن حسن نے کہا: عطاء نے کہا احمد نے کہا۔ سفیان نے کہا۔ وہ تجھے یہ بیان تو کرے گا مگر اس کی سند کی کمزوری چھپا لے گا۔ یہ شیطانیت ہے۔

یہ آپ کے لیے بعض لوگوں کی غلطیوں کو نقل کریں گا۔ حالانکہ ان کا رجوع ثابت ہوگا۔

یہ ابوحنیفہ سے کافر حربی سے سود لینے کا فتویٰ ذکر کریں گا۔

شافعیہ سے فقط سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کے وجوب کو نقل کریں گے اور یہ کہ کرنسی پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔

شیخ عدوی سے ایسی آدمی کی نماز کے جائز ہونے کا حکم نقل کریں گے جو نجاست سے بھرا ہوا ہو۔

بعض سے ننگے آدمی کی نماز کی صحت کا فتویٰ ذکر کریں گے سوائے شرمگاہ ڈھانپنے کے جو کوئی اس کو جائز کہتا ہے۔

شیخ علوی سے نقل کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کافر کو اس کے کفر پر مدد کرتا ہے۔ رازی سے نقل کریں گے کہ بندہ مجبور محض ہے۔

معتزلہ سے تاویل ذکر کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستویٰ ہونے کا مطلب استیلاء علی العرش ہے۔

فقہائے احناف سے ''شرعی حیلوں'' کا جواز ذکر کریں گے۔

بعض سے نقل کریں گے کہ عورت کا زیب و زینت اور خوشبو لگا کر نکلنا جائز ہے۔ صوفیہ سے غیر اللہ سے استغاثہ (مدد طلب کرنا)، قبور سے تبرک حاصل کرنا، اور دین میں اپنی طرف سے زیادتی کا جواز نقل کریں گے۔

رفاعیہ سے جنت میں محلات فروخت کرنے، خلوت اور بیعت لیتے وقت روشنی اور لائٹیں بجھا دینے کا فتویٰ نقل کریں گے۔

---

[1] المؤمنون: ۷۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشاعرہ سے نقل کریں گے کہ قرآن کے الفاظ جبرائیل علیہ السلام کی تعبیر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہے اور یہ نفس میں معنی ہیں۔

یہ ان لوگوں سے نقل کریں گے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور صالحین کو عذاب دے سکتا ہے، اور کفار کو جنت میں داخل کر سکتا ہے اور ان کو ان کے کفر پر ثواب عطا کرے گا۔

احباش کس عنوان پر بات کرتے ہیں:

الحبشی اور اس کے شاگردوں کے بہت سے بیانات سننے کے بعد میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ لوگ مندرجہ ذیل موضوعات پر ہی بات کرتے ہیں:

غیر اللہ سے دعا کرنا، غیر اللہ سے پناہ مانگنا، صالحین کی قبور اور مزارات سے التجاء کرنا اور دین میں بدعات وخرافات ایجاد کرنا۔

دین کی اصل یعنی بنیاد تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طرح کی جائے جیسے اس نے حکم دیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ مگر ان لوگوں کے ہاں دین کی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور غیر اللہ کی عبادت کی جائے چاہے اللہ تعالیٰ نے اسے مشروع قرار دیا ہو یا نہیں اور بدعات کی ترویج کی جائے۔

یہ لوگ تاویل کے نام پر قرآن مجید کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔ ایمان میں ارجاء، تقدیر میں جبر، اللہ تعالیٰ کے متعلق حیلوں کی اتباع، اگرچہ وہ اسے (شرعیہ) کا نام دیتے ہیں، جو اللہ کا حکم نافذ نہ کریں ان سے دوستی، وہ ان لوگوں کو انتہاء پسند نہیں کہتے جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے علاوہ فیصلے کرتے ہیں بلکہ یہ ان لوگوں کو انتہاء پسند کہتے ہیں جو شریعت کے مطابق فیصلہ سازی کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اس نے تکفیر کا دروازہ کھولا اور یہ بہت ہی خطرناک ترین ہے۔ اس کو ضوابط تکفیر کا قطعاً علم نہیں ہے۔ اسی لیے اس نے اپنے ہر مخالف پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ اگرچہ وہ مخالفت کفر کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو۔ مثلاً فروعی احکام میں اختلاف۔

شیطانی شبہات:

شیطان تجھے کبھی بھی براہ راست برائی میں واقع ہونے کا حکم نہ دے گا۔ بلکہ وہ شبہات کے ذریعے آہستہ آہستہ تجھ کو برائی کی طرف کھینچ لائے گا۔ اس کے لیے وہ مجہول سندوں کے ساتھ اقوال کا ایک مجموعہ ذکر کرے گا۔ وہ تیرے پاس غلط فتویٰ لائے گا۔ مرجوح رائے ذکر کرے گا جس کے ذریعے ایک عالم فاضل انسان کے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ الحبشی جیسا کوئی انسان گمراہیوں کا ایک مجموعہ لے کر آئے گا جس نے اپنی تمام عمر ان گمراہیوں کو جمع کرنے اور ترتیب دینے میں گزار دی ہوگی۔ وہ ایسے لوگوں کو اپنے ارد گرد جمع کرے گا جن کا دل مریض اور ان کی نفسانی خواہشات انتہائی مستحکم ہوں گی جن کی بناء پر وہ حق کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ نفسانی خواہشات کی تکمیل کے ذریعے حق کو تلاش کرنے والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے جو زکوٰۃ ادا کرنے سے چھٹکارا کا فتویٰ تلاش کرتا پھر رہا ہوگا اس کے لیے الحبشی کی کتاب "بغية" ہے۔ جو سودی لین دین کی طرف مائل ہوگا اور اس کے ذریعے مال و متاع کا طلبگار ہوگا۔ وہ بھی "بغية" سے اپنا مطلب پسند فتویٰ حاصل کرے گا۔ جو عورت زیب و زینت اور خوشبو لگا کر گھر سے نکلنا چاہے گی وہ بھی الحبشی کی "بغية" کو دلیل بنائے گی۔ وہ تجھے کبھی یہ نہیں کہے گا کہ زکوٰۃ حرام ہے، سود جائز ہے۔ شطرنج حلال ہے، اگر وہ ایسا کرے تو وہ بے وقوف ثابت ہوگا کیونکہ اس طرح تو وہ اپنا خفیہ منصوبہ ظاہر کرنے والا ہے وہ ہرگز ایسا نہ کرے گا بلکہ وہ ایسے مکر و فریب کے ساتھ شبہات پیش کرے گا کہ لوگوں کے سامنے حرام کو حلال بنا دے گا۔ وہ ایسی احادیث ذکر کرے گا جن کی سند معلوم نہ ہو اور اس پر عقیدے کی بنیاد رکھے گا۔ وہ فاسد اسانید ذکر کرے گا۔ وہ دعویٰ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا: اے میرے فرشتو خاموش ہو جاؤ۔ پھر اس نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جشن ولادت کی مناسبت سے فرشتوں میں شراب بھرے جام تقسیم کرو۔ [1]

یہ لوگ مقدمات کی ترتیب میں جھوٹ سے کام لیتے ہیں اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے دلائل اور شواہد میں شیطانی تلبیس (خلط ملط کرنا) کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اپنے مدمقابل کو نفسیاتی طور پر زچ کرنے کے لیے کثرت سے غلط بیانی کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کا کلام سو جھوٹ ملا کر پیش کرتے ہیں۔ یا تو یہ نص کو ہی بدل ڈالتے ہیں یا پھر خود ساختہ معانی بیان کرتے ہیں۔

لہٰذا ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ ان کے کلام اور ان کی پیش کردہ نصوص پر مکمل تحقیق کے بعد ہی یقین کرے۔ کیونکہ نصوص کے چور بھی تو موجود ہیں۔

یہ لوگ ایک ایسا فتنہ ہیں جن کے ذریعے ہر اسلامی کوشش کو ختم کرنے کی سازش کی گئی ہے۔ ہر اس عالم اور طالب علم کی توہین ان کا بنیادی مقصد ہے جس کی طرف مسلمان دلی طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ علماء پر ایسی تہمتیں باندھتے ہیں، ان کی طرف ایسے شرمناک کاموں کی نسبت کرتے ہیں اور جھوٹ باندھتے ہیں کہ لوگوں کی نظروں میں ان کی عزت باقی نہیں رہتی۔ ایسی صورت میں لوگ علماء سے بدظن ہو جاتے ہیں اور جاہل و گمراہ قسم کے لوگ دینی راہنما تصور کر لیے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس علم نہیں ہوتا، اس لیے اُمت مسلمہ پر حق کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے۔ یہ انتہائی خطرناک معاملہ ہے۔ یہ ایسا خطرناک اور غلیظ کھیل ہے جو دشمنانِ اسلام کا ہتھیار ہے جس کی بناء پر مسلمان شتر بے مہار کی طرح ہوں گے کہ کوئی بھی صاحب بصیرت اور صاحب علم ان کی قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی میں قیادت نہ کر سکے گا۔

خاندان نبوت میں سے ہونے کا دعویٰ:

اس کے پیروکار اس حد تک ہر نئے داخل ہونے والے کے لیے دو رکعت نماز ادا کرنے کی شرط رکھی جاتی ہے،

[1] المولد الشريف: ١٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے یہ لوگ صلاۃ توبہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ دو رکعت نماز "تحیۃ الشیخ" ہے۔ الحبشی کے پیروکاروں کا دعویٰ ہے کہ وہ خاندان نبوت سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: "الشیخ عبداللہ الھرری العربی، القریشی" ان کے ایک مجلہ "رسالہ" میں لکھا ہے: "نزار حلبی نبی ﷺ کی نسل سے ہیں۔" ❶

سبکی کہتے ہیں: اگر اس وقت مخلوقات میں سے ان (امام شافعی رحمہ اللہ) کے علاوہ کوئی قریشی ہونے کا دعویٰ کرے اور ہم سے عزت افزائی کا طلبگار ہو تو ہم اسے کہیں گے سب سے پہلے اپنا قریشی ہونا ثابت کرو، اس زمانے میں کتنے عرب ہیں جو قریشی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ہم فقط ان کے کہنے پر ان کو قریشی نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ اس کی بات کا یقین نہیں ہے اور نہ ہی ہم غلبہ ظن کی بنیاد پر یہ دعویٰ تسلیم کر سکتے ہیں۔ ❷

کوثری نے کہا: "اہل علم کی عادت ہے کہ کبھی بھی اپنے حسب و نسب پر فخر نہیں کرتے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو مدنظر رکھتے ہیں: ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝١٠١﴾ ❸ "جب صور میں پھونکا جائے گا تو ان کے آپس میں رشتے نہ رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کے متعلق پوچھیں گے۔" اور لوگوں سے ان کے نسب میں وہ جھگڑا نہیں کرتے کیونکہ وہ اس پر مطمئن ہیں ہاں جب کوئی مجبوری یا ضرورت ہو تو شرعی حجت کی بنیاد پر ان کا نسب ثابت کریں۔ نسب کوئی کمائی نہیں بلکہ انسان کی مدح و تعریف یا پھر مذمت و برائی اس کے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ ❹ "اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے بہترین سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔" اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کو اس کے عمل نے پیچھے کر دیا اس کو اس کا نسب آگے نہ کر سکے گا۔" ❺

ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام توحید کی امانت لے کر آئے اور وہ شرک اور اہل شرک سے لاتعلق اور بیزار رہے۔ یہ الحبشی لوگوں کو شرک کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ اس کا فتویٰ ہے کہ یہ کہنا جائز ہے: "أعوذ برسول اللہ۔" ❻

مفتی صومال ہونے کی حقیقت:

اس کے پیروکار بے شمار جھوٹ بول بول کر اپنے شیخ کی جھوٹی عزت قائم کرنے اور اس کا جھوٹا تعارف کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگ اس اعلان سے حیرت زدہ ہوئے کہ احباش نے اپنے شیخ کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے اسے "مفتی صومال" کے لقب سے یاد کیا۔ صومال کے باشندے اس پر خاموش نہیں رہے اور انہوں نے (۲۹۔۸۔۱۹۹۴) السوید شہر سے (۱۳۰۰) نمبر بیان جاری کیا کہ صومال میں الحبشی کبھی بھی مفتی کے طور پر نہ ہی پکارا گیا ہے اور نہ ہی وہ اس نام سے کبھی معروف ہوا ہے۔

---

❶ مجلة "منار الهدى": ۱۲/۳٦۔
❷ طبقات السبکی: ۱/ ۱۹٦۔
❸ المؤمنون: ۱۰۱۔
❹ الحجرات: ۱۳۔
❺ صحیح مسلم۔
❻ الدلیل القویم: ۱۷۳۔ صریح البیان: ۵۷ ـ ۵۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہونے کی حقیقت:

اس فرقہ نے شافعی مذہب کو اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لیے بطور چادر استعمال کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کا مذہب ان مشرکوں سے بری ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور مخلوق سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کرتے ہیں ان سے امام صاحب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف حیلہ کی نسبت بھی کرتے ہیں۔

ابوالمظفر اسفرایینی نے کہا: ''اہل الرائے کے چشمہ سے کچھ لوگ سیراب ہو کر نکلے ہیں جنہوں نے قدریہ اور رافضیہ کی تقلید کرتے ہوئے ان کے مقالات کو خلط ملط کر کے پیش کیا ہے۔ لیکن جب اہل سنت کی تیروں اور تلواروں کی بارش دیکھی تو گھبرا کر ان عقائد ونظریات کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دیا۔ اے قاری! تو کہیں اس دھوکے میں نہ آنا کہ یہ نظریات ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہیں۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان چیزوں سے بری ہیں اور ان چیزوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔'' ❶

سبکی نے کہا: ''القاضی عبدالجبار معتزلی، فروعات میں اپنے آپ کو شافعی مذہب کی طرف منسوب کرتا تھا۔'' ❷

قشیری نے معتزلہ کے متعلق کہا کہ وہ ابوحنیفہ کے مقلدین ہیں، اس نے کہا: ''درحقیقت انہوں نے حنفی مذہب کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ جبکہ ان کے دِلوں میں قدریہ کی خرافات اور باطل عقائد گھر کیے ہوئے ہیں۔'' ❸

الحبشی اور اس کے پیروکار فروعات میں اپنے آپ کو شافعی مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہے۔ وہ شافعی اور اشعری کی طرف نسبت فقط لوگوں کی آنکھوں پر پردہ ڈالنے کے لیے کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اشعری کے ساتھ صفات اور عدم تاویل کے معاملے میں متفق نہیں ہیں۔

الحبشی کا عقیدہ امام شافعی رحمہ اللہ کے عقیدے سے مختلف ہے:

وہ صفات باری تعالیٰ کے متعلق تاویل کا قائل ہے جبکہ امام شافعی اثبات صفات کے قائل ہیں۔ وہ غیراللہ یعنی مخلوقات سے استغاثہ کا قائل ہے۔ جبکہ شافعی رحمہ اللہ اس شرک سے بری ہیں۔

الاحباش اپنے مخالفین کے مقابلہ میں کتاب **فقه الأكبر** سے استدلال کرتے ہیں، اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔ ❹ اور وہ اس میں تاویل صفات کے مسئلہ میں اشاعرہ کے نقش قدم پر ہیں اور ان کا اسلوبِ تصنیف امام شافعی رحمہ اللہ سے یکسر مختلف ہے کیونکہ یہ علم الکلام کے اسلوب کے پیشِ نظر لکھی گئی ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اپنی ہر کتاب میں علم الکلام کی تردید کرتے ہیں۔ یہ تردید ان سے تواتر کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔

---

❶ التبصير في الدين: ١١٤.

❷ طبقات السبكي: ٥/ ٩٧.

❸ شكاية أهل السنة، ص: ١٣.

❹ یہ ''فقہ الاکبر'' اس کے علاوہ ہے جو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔ بعض نے کہا یہ ابی لیث سمرقندی کی لکھی ہوئی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیں کہ ان کی یہ خوشی زیادہ طویل نہ ہوئی۔ حاجی خلیفہ نے کہا: اس کتاب کی شافعی رحمہ اللہ کی طرف نسبت میں شک ہے۔ ظن غالب یہی ہے کہ یہ بعض اکابر علماء کی تصنیف ہے۔ ❶

فواد سیز کین نے کہا: ''ان کتابوں کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف صحیح نہیں۔ جیسا کہ (الفقهُ الأكبر)۔'' ❷ اس کتاب کا شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہونا غلط ہے، اور یہ اس کی اپنی عبارت سے بھی ثابت ہے۔ (ص: ۴۳، ۵۲، ۷۲) میں ہے کہ: ''ہمارے بعض اصحاب نے کہا: وہ اصحاب مذہب مراد لے رہا ہے۔ کیونکہ وہ شافعی رحمہ اللہ مذہب کا پیروکار ہے۔ جبکہ وہ صاحب مذہب یعنی امام شافعی رحمہ اللہ نہیں ہے۔''

معاملہ بالمثل:

احباش نے (الإبانة) نامی کتاب کی اشعری کی طرف نسبت کا انکار کیا ہے۔ اس کا ایک مشہور شاگرد ابوبکر بن فورک ہے جس نے ''الإبانه'' کو اشعری کی کتاب تسلیم نہیں کیا ہے۔ ہم ان سے یہی کہتے ہیں کہ سبکی امام شافعی اور علمائے شوافع کے حالاتِ زندگی لکھنے والے ایک بہت بڑے مؤرخ اور عالم ہیں انہوں نے ''الفقه الأكبر'' کو امام شافعی کی کتاب شمار نہیں کیا ہے۔

ان لوگوں نے امام شافعی کی طرف علم کلام کی بھی جھوٹی نسبت کی ہے۔ امام ذہبی نے اس کے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ انکار امام شافعی سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ ❸ ان لوگوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعت حسنہ بدعت سیئہ، اور یہ کہ امام شافعی کا بدعت سے مقصود لغوی ہے۔ ❹

ان لوگوں نے کہاں پڑھا ہے کہ وہ علم کلام کی مذموم اور ممدوح دو اقسام بتاتے تھے؟

الحبشی ''حفص الفرد'' کے قریب تر ہے جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ہم عصر ہے۔ امام شافعی نے اس کو زندیق بتایا ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ کیونکہ وہ علم کلام کا عادی اور صفات باری تعالیٰ میں تاویل کرنے والا تھا۔ یہ شخص بھی علم الکلام کا عادی اور صفات باری تعالیٰ کی تاویل کرنے والا ہے۔ اس نے امام شافعی کے نام کا پردہ اوڑھ کر حفص الفرد کا کردار ادا کیا ہے۔ اس لحاظ سے امام شافعی کے نزدیک اس کا حکم بھی حفص الفرد والا ہی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے ربیع سے فرمایا: علم کلام مت پڑھو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ علم کلام پڑھنے والے آخر کار اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کر دیتے ہیں۔

حکمی نے علم کلام والوں کے متعلق کہا ان کو چھڑیوں سے مارا جائے اور اونٹوں پر سوار کر کے قبائل اور دیہات کے

---

❶ كشف الظنون: ۲/ ۱۲۸۸۔
❷ تاريخ التراث العربى: ۳/ ۱۹۰۔
❸ سير اعلام النبلاء: ۱۰/ ۲۹۔
❹ فتح الباري: ۱۳/ ۲۵٤ ـ ۲۷۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چکر لگوائے جائیں اور با آواز بلند یہ کہا جائے: یہ ان لوگوں کی سزا ہے جو قرآن وسنت کو چھوڑ کر علم کلام پڑھتے ہیں۔ ❶ امام شافعی رحمہ اللہ سے تواتر کے ساتھ علم کلام کی مذمت ثابت ہے۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے علم کلام پڑھنے والوں کو ''سخت دل'' کہا ہے، اور فرمایا یہ پتھر دل ہیں اور کتاب وسنت کی مخالفت کرتے ہوئے نہیں گھبراتے اور ان کے ہاں خوفِ خدا اور تقویٰ کا نام ونشان نہیں ہے۔ ❷

الحبشی کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعنہ زنی:

الحبشی بعض صحابہ کرام کو جہنمی کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ یہ سوچ امام شافعی رحمہ اللہ کے خلاف ہے۔ اسی لیے وہ علم کلام سے منع کرتے ہیں۔ انہوں نے علم کلام میں غوطہ زن ہونے کو رافضہ کی خصلت بتایا ہے۔

الاحباش نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ شافعی رحمہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والوں کے متعلق انتہائی محتاط تھے۔ وہ حدیث کے رواۃ میں صداقت اور تقویٰ کو بنیادی شرط قرار دیتے تھے۔ ❸ جبکہ احباش کے اکثر مسائل جیسا کہ توسل، تبرک، زیارت، عمامہ کی فضیلت اور اصولِ دین کی بنیاد ضعیف اور موضوع احادیث ہیں۔ جیسا کہ آپ یہ بات ان کے مشائخ کی کتب میں دیکھ سکتے ہیں۔

الحبشی تصوف کی دعوت دینے والا ہے:

جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ تصوف کے متعلق فرماتے ہیں: اگر کسی آدمی نے دن کے پہلے حصہ میں تصوف اختیار کیا تو وہ ظہر کے وقت احمق ہو جائے گا۔ جو صوفیوں کے ساتھ چالیس دن رہے گا تو وہ ہمیشہ کے لیے پاگل ہو جائے گا، اور فرماتے ہیں: تصوف کی بنیاد سستی پر ہے۔ ❹

امام شافعی ان افکار سے بری الذمہ ہیں:

امام صاحب کا ان غلط افکار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو مسلمانوں میں شافعی مذہب کا لبادہ اوڑھ کر پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ الحبشی پر لازم ہے کہ اگر وہ شافعی مذہب کا پیروکار ہے تو وہ امام شافعی کے مذہب کے اصولوں سے موافقت کرے پھر فروع کی طرف دیکھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ ہرگز اشعری نہ تھے، وہ امام احمد، اوزاعی اور امام مالک کے عقیدے سے ایک انچ بھی اِدھر اُدھر نہ تھے۔ ان لوگوں سے درگاہوں اور مزاروں کا قصد، اموات سے استغاثہ اور قرآن مجید

---

❶ سیر اعلام النبلاء: ۱۰/ ۲۸، ۲۹۔ مناقب الشافعی: ۱/ ٤٦٢۔

❷ سیر اعلام النبلاء: ٦/ ۳۹۹۔

❸ منار الهدی (مجلہ احباش): ۱۳/ ۲۸۔

❹ تلبیس ابلیس لابن الجوزی: ۳۲۰۔ ۳۷۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نصوص کے معانی میں تبدیلی اور تاویلِ فاسد کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ یہ لوگ اندھی تقلید کی زبردست مخالفت کرنے والے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ الحبشی کے پیروکاروں کو حق کی طرف ہدایت نصیب فرمائے اور وہ ہم کو اور ان کو توحید وسنت پر اکٹھا فرمائے۔ ان دو چیزوں سے ہی دل پاک وصاف اور ان سے مانوس ہوتے ہیں۔ توحید کے ذریعے ہی اُمت کو اکٹھا کیا جا سکتا ہے اور توحید کے بغیر کبھی بھی مسلمان ایک نہیں ہو سکتے۔

وصلى اللّٰهم على سيّدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توحید اور شرک

توحید کے نام پر شرک

قرآن ہمارے درمیان فیصل ہے

شرک کے متعلق حبشی کا مشہور فتویٰ

قدیم اور جدید شرک

توحید ربوبیت کے اعتراف کے متعلق مشرکین کے اقوال

دعا عبادت ہے فقط سجدہ نہیں

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توحید اور شرک

دین میں احتیاط اور شرک سے بچاؤ:

اے مسلمان بھائی! دین کے بارے میں مکمل احتیاط سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن یہ ہرگز نہیں پوچھے گا کہ تم نے محمد ﷺ کی وفات کے بعد ان سے استغاثہ کیوں نہ کیا؟

جان لو تمہارے سامنے دو گروہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑا کر رہے ہیں:

اول:...... ایک گروہ تجھے فقط ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے کی طرف بلاتا ہے۔

دوم:...... دوسرا گروہ وہ ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارنے کی طرف بلاتا ہے۔

پس کون سا گروہ ہے جو حق کے قریب تر ہے؟

میں آپ کو توحید کی طرف بلا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دے رہا ہوں جو اکیلا ہے۔

اگر بالفرض میں اس دعوت میں غلطی پر بھی ہوں تو میری سزا کیا ہوگی؟ کیا مجھے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا؟

اور اگر وہ غلطی پر ہیں تو بلاشک وہ اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں کیونکہ شرک درحقیقت سود، زنا اور جھوٹی گواہی سے بڑا جرم ہے۔

سوچئے اگر وہ غلط ہوئے تو ان کی سزا کیا ہوگی؟ کیونکہ وہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے کی دعوت دے رہے ہیں۔

کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سن رکھا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ [1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔''

اور فرمایا:

﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا ۚ وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ﴿١١٧﴾﴾ [2]

''یہ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔''

اس آیت سے واضح ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ﴾ [3]

---

1. النساء: ٤٨۔ 2. النساء: ١١٧۔ 3. المائدة: ٧٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یقینا جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

کیا تم ایسا دین اختیار کرنا چاہتے ہو جو تم کو جنت سے محروم کر دے اور تجھے جہنم میں دھکیل دے جس کے بعد نکلنا ناممکن ہو؟

علماء تو فقہ کے مسائل میں بھی احتیاط کا دامن نہیں چھوڑتے۔ پھر تو عقیدہ میں احتیاط کیوں نہیں اختیار کرتا، جیسا کہ غیر اللہ کو پکارنا۔ میں نے قرآن مجید میں شرک کی کسی اور قسم پر اتنی ڈانٹ ڈپٹ نہیں دیکھی جتنی اس پر دیکھی ہے۔

توحید میں احتیاط:

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو توحید کی دعوت دینے، شرک سے منع کرنے اور شرک کے تمام چھوٹے اور بڑے ذرائع کو ختم کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔ اگرچہ یہ شرک لفظی ہی کیوں نہ ہو؟

ایک آدمی آیا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنے لگا: ((ماشاء اللّٰه وشئت۔)) ''جو اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ چاہیں'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أجعلتنی لِلّٰه ندًا؟ قل ما شاء اللّٰه وحده)) ''کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا۔ یہ کہو جو فقط اکیلا اللہ چاہے۔''

آپ سے پوچھا گیا، سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔'' ملا علی قاری نے کہا: ''یعنی یہ کہ تو اپنی دعا اور عبادت میں اللہ تعالیٰ کی نظیر مقرر کرے۔''[1]

آپ نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ یہ شرک ہے۔ حالانکہ قسم اُٹھانے والا اس کی عبادت نہیں کر رہا ہوتا جس کی قسم اُٹھا رہا ہوتا ہے۔ آپ نے فجر اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ حالانکہ اس وقت نماز پڑھنے والا سورج کے پجاریوں کے ساتھ شرک پر ہرگز رضامند نہیں ہوتا۔

اس کے بعد مُردوں کو پکارنے کی کس طرح اجازت دی جائے؟:

کسی ایک بھی صحابی سے یہ ثابت کیوں نہیں کہ انہوں نے اپنے مصائب اور پریشانیوں میں کسی فوت شدہ سے استغاثہ کیا ہو؟ کیا وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس آئے اور آپ سے اپنی حاجات طلب کی ہیں۔ آپ سے بارش برسانے کی درخواست کی ہے یا اپنے اختلافات میں آپ سے فیصلہ طلب کیا ہے؟

جب رسول کریم ﷺ بقید حیات تھے تو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی غیر موجودگی میں آپ سے کچھ طلب نہ کرتے تھے۔ تو پھر آپ کی وفات کے بعد وہ آپ سے کیسے کچھ طلب کریں گے؟

امام مسلم نے ابو عامر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک لشکر پر امیر بنا کر اوطاس کی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ۱/ ۲۱۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

طرف روانہ کیا...... اس حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا...... اے بھتیجے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور میری طرف سے سلام عرض کرو اور کہو کہ ابو عامر نے آپ سے عرض کیا ہے کہ میرے لیے بخشش طلب کریں۔ پھر ابو عامر رضی اللہ عنہ نے مجھے لوگوں پر امیر مقرر فرمایا اور وہ تھوڑی دیر کے بعد شہید ہو گئے۔ جب میں واپس آیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ گھر میں بان کی ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، اس پر بستر تو تھا مگر چارپائی کے نشانات آپ کی کمر مبارک پر تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی اور ابو عامر کی خبر دی کہ انہوں نے آپ سے مغفرت طلب کرنے کی درخواست کی ہے۔ آپ نے پانی منگوایا وضو کیا اور ہاتھ اُٹھا کر فرمایا: ''اے اللہ! عبید، ابو عامر کی مغفرت فرما۔'' حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اے اللہ اس کو قیامت کے دن اپنی اکثر مخلوق پر بلندی و عظمت عطا فرما۔'' [1]

ستر صحابہ جو کہ قراء کرام تھے اور ان کو کفار نے دھوکے سے قید کر لیا تھا اور بعد میں شہید کر دیا۔ انہوں نے کہا تھا: ''اے اللہ! ہمارے نبی ﷺ کو ہماری خبر دے کہ ہم تجھ سے ملاقات کر چکے ہیں۔ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہو چکا ہے۔'' [2]

توحید کے نام پر شرک، گھی میں زہر:

ایسے لوگوں سے بچیں جو گھی میں زہر ملا کر پیش کر رہے ہیں جو شرک اور غیر اللہ سے استغاثہ کا نام توسل (وسیلہ) رکھ رہے ہیں، انہوں نے لغت بھی ایسے تبدیل کر کے رکھ دی جیسے شریعت کو بدل ڈالا۔ وہ شرعی الفاظ کو اپنے طمع اور لالچ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہ ان الفاظ کے غیر شرعی معانی بیان کرتے ہیں تا کہ عوام میں شرک رواج پا سکے اور وہ اس کی اشاعت کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ یہ اُمید رکھتے ہیں کہ ان کا یہ دجل وفریب اور دھوکہ کوئی بھی پکڑ نہ سکے گا۔ بربادی ہے اس شخص کے لیے جو حق و باطل کو خلط ملط کرنے میں یہودیوں کا وارث بن بیٹھا ہے۔ اس لیے ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو ان کے خلاف کام کر رہا ہے بلکہ اُمت کے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرعی الفاظ، ان کے معانی اور شارع کی مراد پر توجہ دے تا کہ مفاہیم اور مطالب کو خلط ملط نہ کیا جا سکے اور دھوکہ باز کامیاب نہ ہو سکیں کہ جنہوں نے عبادت کے معانی کو انتہائی تنگ کر دیا۔ حتیٰ کہ عبادت فقط سجدہ کو تصور کیا اور اس کے دوسرے معانی کو پس پشت ڈال دیا۔ جیسا کہ دعا، استغاثہ، نذر و نیاز [3] اور ذبح۔

---

[1] صحیح مسلم: ۲۹۴۸۔ [2] صحیح مسلم: ۶۷۷۔

[3] محمد علاء الدین حصکفی نے غیر اللہ کے لیے نیاز دینے والے کے متعلق فرمایا: ''جان لو عوام الناس کا فوت شدگان کے لیے نذر و نیاز دینا اور اولیاء کے درباروں اور درگاہوں پر دراہم کی شکل میں نیاز دینا، شمعیں جلانا۔ چراغوں میں تیل ڈالنا وغیرہ یہ بالاجماع باطل اور حرام ہے۔'' (ردالمحتار مع حاشیہ ابن عابدین: ۲/ ۴۳۹)۔ ابن عابدین نے اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ مخلوق کے لیے نذر و نیاز حرام ہے۔ کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں، اور یہ بھی کہ جس کے لیے نذر دی جا رہی ہے وہ تو میت ہے اور میت کسی چیز کی وارث نہیں بن سکتی۔ حاشیہ ابن عابدین علی رد المحتار: ۲/ ۴۴۰ ـ ۴۴۹۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا استغاثہ تو درحقیقت توسل (وسیلہ بنانا) ہے مگر معاملہ ان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ الفاظ کی تبدیلی حقائق کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ یقیناً اعتبار تو حقائق کا ہے نہ کہ الفاظ کا اور نہ ہی ناموں کا۔ حقیقت کبھی بھی نام بدل لینے سے تبدیل نہیں ہوتی۔ حکم ہمیشہ حقیقت کے ساتھ گھومتا ہے۔

یہ لوگ فقط اسماء کا سہارا لے کر نصوص کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں نے اسماء میں تو مشرکین کی مخالفت کی ہے مگر حقائق میں ان سے متفق ہیں۔ جیسا کہ کفار مکہ ان کی پوجا کرتے تھے جو کہ ان کو نفع دے سکتے تھے نہ نقصان مگر جب ان سے یہ بات کہی جاتی وہ کہتے ہم تو ان کو فقط وسیلہ بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [1] وہ کہتے تھے یہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ انہوں نے اپنے شرک کا نام (سفارش) رکھا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ قطعاً اس نام کو پسند نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو شرک فرمایا ہے۔ پھر بعد میں آنے والے بعض لوگ جو ان کی اس جہالت سے واقف نہیں تو وہ بھی ان کے اس فلسفہ پر عمل پیرا ہو گئے۔ انہوں نے بھی شرک کو توسل (وسیلہ بنانا) کے نام سے ہی موسوم کیا۔

استغاثہ (مدد طلب کرنا) توسل (وسیلہ بنانا) نہیں ہے:

استغاثہ، توسل نہیں ہے۔ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سلف صالحین نے استغاثہ اور توسل کے ایک معانی بیان نہیں کیے ہیں۔ اگر وہ ایسے ہی سمجھتے جیسا کہ سبکی وغیرہ نے سمجھا تو وہ استغاثہ ضرور کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

۲۔ سلف صالحین نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان سے توسل بالاجماع ترک کیا ہے۔ جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں قحط سالی کے موقع پر کہا: ''اے اللہ جب قحط سالی ہوتی تھی تو ہم تجھ سے تیرے پیغمبر کے ذریعے بارش طلب کرتے۔'' [2] انہوں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کا وسیلہ نہیں پکڑا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ آپ کی وفات کے بعد آپ سے استغاثہ کریں گے؟ یہ عقلاً بھی ناممکن ہے۔

۳۔ استغاثہ کا مطلب مدد طلب کرنا ہے تاکہ پریشانی ختم ہو اور مصیبت دور ہو۔ یہ مستغاث بہ سے مدد طلب کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ توسل کے معانی مدد طلب کرنا نہیں ہے۔

جب انسان غیر اللہ سے وہ کچھ طلب کرتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی قادر نہیں تو درحقیقت اس نے عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر ڈالا اور شرک اعمال کو برباد کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کو مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۶۵﴾ [3]

---

[1] یونس: ۱۸۔
[2] صحیح بخاری، کتاب الإستسقاء۔
[3] الزمر: ٦٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"بے شک آپ کی طرف وحی کی گئی اور آپ سے پہلوؤں کی طرف کہ اگر تو نے اللہ کا شریک بنایا تو تمہارے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے اور تو گھاٹا پانے والوں میں ہو جائے گا۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سید الخلق اور سب سے بڑے موحد کو مخاطب کیا ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم شرک سے بہت زیادہ خوف کھائیں اور اس سے بچنے کی پوری کوشش کریں تاکہ ہمیں شیطان دھوکے میں مبتلا نہ کر سکے۔ جب ہم مسلمان ہیں، شہادتین کا اقرار کرتے ہیں تو پھر شرک میں واقع نہ ہوں گے۔

احباش کے تناقض پر تنبیہ:

احباش یہ سوال عام طور پر کرتے ہیں: تم لوگ اس پر کیسے شرک کرنے کا فتویٰ صادر کرتے ہو جو "لا الٰه الا اللّٰه" کہتا ہے؟

ہمارا جواب انہی کی باتوں میں سے ہے جو وہ اکثر کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ: "جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، اسے یہ گواہی فائدہ نہ دے گی وہ کافر ہے۔ کیونکہ یہ گواہی صحیح ایمان کے ساتھ ہی فائدہ دے سکتی ہے۔ جو شخص اپنی زبان سے اس شہادت کا اقرار کرتا ہے مگر اس کا عقیدہ فاسد ہے تو اس کو یہ گواہی ہرگز فائدہ نہ دے گی۔" ❶

یہی بات ہم ان سے کہتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ایسے کو پکارا جو نفع نقصان کا مالک نہیں ہے تو وہ ایسے مخالف عقیدے پر ہے اس سے جو اس کی زبان ادا کر رہی ہے یعنی لا الہ الا اللہ۔

اس کو کیسے کافر کہا جا سکتا ہے جو قرآن مجید کے موافق بات کرے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ ❷ "کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان پر ہے۔" اور وہ نبی ﷺ کی اس گواہی کے موافق ہو جو آپ نے ایک لونڈی کے اہل ایمان ہونے پر دی تھی۔ جب اس نے کہا تھا: "اللّٰه فی السماء" اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے۔

اگر تمہارے لیے کتاب وسنت ناکافی ہیں تو اپنے شیخ ابن فورک الاشعری کی بات پر غور کرو۔ یاد رکھو اس بات کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے کیونکہ کتاب اللہ میں واضح الفاظ موجود ہیں: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ اس کا مطلب ہے کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے۔

۴۔ اگر استغاثہ، توسل کے معانی میں ہوتا تو اس آیت کریمہ ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ﴾ ❸ "کہ جب تم اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے۔" کا مطلب ہوتا جب تم اپنے رب کا وسیلہ تلاش کر رہے تھے۔ اگر یہ معانی ہوں تو وسیلہ کس کی طرف تلاش کر رہے تھے؟ اور اس آیت کریمہ کا مطلب ﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ

❶ مجالس الهدى لنسبيل الشريف، شريط: ٢، پہلی سائیڈ۔ ❷ الملك: ١٦۔ ❸ الأنفال: ٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَدُوِّہٖ﴾ ❶ یہ ہوتا کہ: اس شخص نے وسیلہ طلب کیا جو اس (موسیٰ علیہ السلام) کی قوم سے تھا۔ اپنے دشمن کے خلاف، تو کس طرف وسیلہ طلب کیا؟

۵۔ استغاثہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا ہے نہ کہ اس کے ساتھ مدد طلب کرنا ہے۔ کیونکہ اس سے مدد طلب کرنا اور ہے اور اس کے ساتھ مدد طلب کرنا اور ہے۔ یہ بات معلوم ہے کہ جس چیز کو وسیلہ بنایا جائے اس سے نہ ہی مانگا جاتا ہے اور نہ ہی اس کو پکارا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے پکارا جاتا ہے نہ کہ اس کو پکارا جاتا ہے۔ اس فرق کو جاننا ضروری ہے کہ کسی کو پکارنا اور ہے اور کسی کے ذریعے پکارنا اور ہے۔ عام لوگ اس فرق سے واقف نہیں ہیں، اور الحبشی کے اس فریب کو نہیں جانتے ہیں۔

۶۔ تم دیکھو گے کہ بعض روایات میں بشرطیکہ وہ صحیح ثابت ہوں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ جائز کہتے ہیں مگر کسی بھی امام سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے غیر اللہ سے استغاثہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہو۔ اسی لیے ابن حجر الہیثمی نے حنابلہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان واسطہ بنائے اور پھر اسی واسطہ کو پکارے اور اس سے سوال کرے تو وہ کافر ہے۔ ❷ ہیثمی نے اس اجماع پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس کو باقی رکھا ہے اور تسلیم کیا ہے۔

ابن رجب نے امام احمد رحمہ اللہ کی یہ دعا نقل کی ہے: ''اے اللہ! جس طرح تو نے میرے چہرے کو غیر اللہ کے لیے سجدہ سے بچا رکھا ہے اسی طرح غیر اللہ سے مانگنے اور سوال کرنے سے بھی محفوظ فرما۔'' ❸

السبکی کی بدحواسی:

۷۔ سبکی کا دعویٰ اور اس کو تسلیم کرنے والے ''کہ استغاثہ اور توسل ہم معنی ہیں'' درحقیقت قرآن مجید سے یکسر جاہل نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ❹ ''کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔'' اور حدیث میں ہے: ''جب تم مانگو تو اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرو۔'' لہٰذا یہ بات مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس دعویٰ کو تسلیم کرے جو سبکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ بنانا چاہ رہا ہے۔ اسی لیے تو اس نے کہا: ''یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے توسل، استغاثہ اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان سے شفاعت طلب کرنا جائز ہے۔'' پھر اس نے ایک حدیث سے استدلال کیا کہ: ((یا رب أسألك بحق محمد)) ❺ ''اے اللہ میں تجھ سے بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرتا ہوں''۔ پھر کہا: ''ہم اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں مانگتے۔ اس کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتے۔ ہم اللہ وحدہٗ لاشریک سے ہی دعائیں کرتے ہیں۔

❶ القصص: ١٥۔ ❷ الفروع: ٦/ ١٦٥۔ الاقناع مع الشرح: ٤/ ١٠٠۔
❸ جامع العلوم والحکم: ٢٨٣۔ ❹ الجن: ١٨۔
❺ شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ١٦٠، ١٦١۔ دارالآفاق۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس سے مانگا جا رہا ہے وہ اگرچہ مختلف تو ہے لیکن یہ بات شرک یا غیر اللہ کو پکارنے کے زمرے میں نہیں آتی ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ سے سوال کرنا غیر اللہ سے سوال کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا ہے۔ اس کی مثال ذکر کرتے ہوئے کہا: ''اگر تو کہے کہ میں نے نبی ﷺ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے استغاثہ (مدد طلب) کیا تو یہ ایسے ہی ہے جیسے تو کہے کہ میں نے نبی ﷺ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔'' [1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سبکی کے ہاں غیر اللہ سے سوال کرنا شرک ہے جبکہ اس کے ہاں نبی ﷺ سے استغاثہ کرنے کا مطلب نبی ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کرنا ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی عادت کے مطابق عبارت کو مختصر کر کے (استغاثہ بالنبی) نبی ﷺ سے استغاثہ کیا۔

اسی لیے انہوں نے کہا: بعض دفعہ مفعول بہ حذف ہو جاتا ہے۔ یعنی مستغاث اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: (استغثت بالنبی ﷺ) [2]

سبکی نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (اياك نعبد وإياك نستعين) کی تشریح میں کہا۔ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ غیر اللہ سے مدد طلب نہیں کی جا سکتی ہے اور کہا یہ تاکیدی حکم ہے کیونکہ مفعول کو مقدم کرنا اختصاص کا فائدہ دیتا ہے۔ [3]

ہمارا سبکی سے اختلاف اس عبارت کو استعمال کرنے سے ہے: ''استغثت بالنبی'' اور اسی طرح توسل کے مسئلہ میں بھی ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے لیکن غیر اللہ سے سوال نہ کرنے کے مسئلہ میں ہم سبکی سے متفق ہیں۔

اس سے احباش کی تحریفِ نصوص کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سبکی نے قماح سے ایک شعر نقل کیا ہے۔ [4]

اللہ کریم کے سامنے ہی گڑگڑاؤ اور برائی نہ مانگو کیونکہ اللہ کے سوا کوئی مصیبت ختم کرنے والا نہیں ہے۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

۸۔ جادو، جادوگر کے اوپر: اگر توسل اور استغاثہ کا ایک معنی ہے تو ہم تمہیں کہیں گے: ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے نبی ﷺ سے استغاثہ (نبی ﷺ سے مدد طلب کرنا) منع قرار دیا ہے۔ ہم بھی تم کو تمہارے انداز میں جواب دیں گے۔ اگر تم کہو: اس کی صراحت کہاں ہے؟ ہم کہیں گے: کیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے توسل سے منع نہیں کیا اور اس کو عام حنفی فقہاء نے نقل نہیں کیا؟

اگر احباش یہ دعویٰ کریں کہ توسل کو سب سے پہلے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منع کیا ہے تو ہم کہیں گے یہ صاف جھوٹ ہے۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی اس سے منع کیا ہے۔

---

[1] شفاء السقام: ۱۷۴ ۔ ۱۷۶۔
[2] شفاء السقام: ۱۷۶۔
[3] فتاویٰ السبکی: ۱/ ۱۳۔ طبقات السبکی: ۱۰/ ۳۰۴۔
[4] طبقات السبکی: ۹/ ۹۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتضیٰ زبیدی نے کہا: ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے دونوں شاگردوں نے یہ کہنا مکروہ قرار دیا ہے کہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے فلاں کے حق سے سوال کرتا ہوں۔ یا تجھ سے تیرے نبیوں اور رسولوں کے مقام و مرتبہ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایسا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔'' ❶ یہ بات بلاجی نے ''شرح المختارہ'' میں بھی ذکر کی۔ قدوری نے شرح الکرخی میں تذکرہ کیا۔ وہاں عبارت یہ ہے: ''ہر انسان پر ضروری ہے کہ وہ براہ راست فقط اللہ تعالیٰ کو ہی پکارے اور اس سے ہی دعا کرے۔ دعا بھی ایسی ہو جس کی شریعت میں اجازت اور حکم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہو رہا ہے: ﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ ❷ ''اللہ تعالیٰ کے پیارے نام ہیں ان سے اس کو پکارو۔'' اور فرمایا: میں اس بات کو مکروہ خیال کرتا ہوں کہ اس طرح دعا کی جائے: ''اے اللہ! میں تجھ سے فلاں کے مقام و مرتبہ یا انبیاء و رسل کے مقام و مرتبہ کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں۔'' ❸

نوٹ: یہ فرمانا کہ ہر انسان پر ضروری ہے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ کو پکارے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔ کیونکہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: دعا بھی ایسی ہو جس کی اجازت اور جس کا حکم ہے۔ امام محمد نے فرمایا: غیر اللہ سے دعا کرنا درحقیقت جہنم کی آگ میں جلنے کے مترادف ہے۔ حنفی مذہب میں غیر اللہ سے دعا یا بحق فلاں کہنا مکروہ ہے، اور یہ کراہت تحریم (حرام ہونا) کے معانی میں ہے۔ جیسا کہ خود احباش نے اس کی صراحت اپنے مجلہ میں کی ہے۔ ❹

الحبشی نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا کلام نقل کیا:

الحبشی نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا یہ کلام نقل بھی کیا ہے اور اس کی نسبت بھی ان کی طرف کی ہے اور پھر کہا کہ: ''یہ قول حجت نہیں ہے۔''

اگر ہم توسل اور استغاثہ کا ایک معنی بیان کریں تو مطلب یہ ہوگا کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس توسل سے منع کیا جو استغاثہ کے معنی میں ہے۔ یہ جواب اس شخص کے لیے ہے جو استغاثہ اور توسل کو لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ایک بنا کر پیش کرتا ہے۔

جب ہم توسل کی نفی کرتے ہیں تو یہ بیان عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فرمایا تھا: ''اے اللہ! ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بارش طلب کیا کرتے تھے۔'' ❺ پھر یہی مفہوم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بیان کیا۔

ہم ہر قسم کے وسیلے کے منکر نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر قسم کا توسل (وسیلہ بنانا) حرام نہیں ہے۔ جیسا کہ نیک آدمی جو زندہ

---

❶ اتحاف السادة المتقين: ٢/ ٢٨٥. ❷ الأعراف: ١٨٠.
❸ الدر المختار: ٢/ ٦٣٠۔ فتاویٰ هنديه (عالمگیری: ٥/ ٢٨٠)۔ فقه الأكبر للقاری: ١١٠۔ رد المختار للشافعی: ٥/ ٢٥٤.
❹ مجله منار الهدى: ١٩/ ٢٧. ❺ صحيح بخاری.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کی دعا کا وسیلہ، اسی طرح نہ ہی ہم ہر استغاثہ کو حرام کہتے ہیں۔ جیسا کہ حاضر اور زندہ آدمی سے مدد طلب کرنا جس پر وہ قادر ہے اس کی مثال جیسا کہ بروز قیامت لوگ آدم علیہ السلام سے حساب و کتاب کے شروع کرانے کی سفارش کے لیے مدد مانگیں گے۔

اسی طرح ہم ہر تبرک کو بھی حرام نہیں کہتے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ان سے تبرک حاصل کرنا۔ صحابہ کرام نے آپ کی حیاتِ مبارکہ میں تو آپ سے تبرک حاصل کیا مگر آپ کی وفات کے بعد اس کو ترک کر دیا، اور اسی طرح کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے کہ اس نے کسی دوسرے صحابی سے تبرک حاصل کیا ہو۔

جی ہاں! صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ سے استغاثہ کیا۔ لیکن اس حال میں کہ آپ بقید حیات تھے اور موجود ہوتے تھے۔ انہوں نے آپ سے بارش کے نزول کے لیے دعا کی درخواست کی۔ ہمارے مخالف پر لازم ہے کہ وہ اس کے برعکس کوئی ایک واقعہ ثابت کرے۔ اگر کوئی اشعری ہے تو وہ عقائد کے اس باب میں متواتر احادیث سے کچھ ثابت کرے۔ اگر وہ کسی صحیح دلیل کے ساتھ آپ کی ذات گرامی سے آپ کی عدم موجودگی میں استغاثہ کا کوئی واقعہ ثابت نہ کر سکے تو آپ کی وفات کے بعد تو اس کا تصور بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ اس سے عاجز ہے۔

لا الٰہ الا اللہ، اس کے علاوہ کوئی مددگار نہیں:

امام بیہقی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک "الغیاث" بھی ہے جس کا مطلب مصائب میں اپنے بندوں کی مدد کرنے والا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ أغثنا اللّٰهم أغثنا۔)) 1 ''اے اللہ! ہم کو سیراب فرما، اے اللہ! ہم کو سیراب فرما۔'' تم لوگ ان سے استغاثہ کرتے ہو جو خود اللہ وحدہٗ لاشریک سے استغاثہ کرتے تھے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ لوگوں کی مدد کرنے والا ایک ہی وقت میں خود مدد طلب کرنے والوں میں شامل ہو۔ یعنی ایک ہی وقت مدد کرنے والا بھی ہو اور مدد طلب کرنے والا بھی ہو؟

اللہ تعالیٰ ہی اکیلا مدد طلب کرنے والوں کی مدد کرنے والا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا ہرگز شریک نہیں ہے۔ اس میں نہ کسی نبی کو استثناء حاصل ہے اور نہ ہی کسی ولی کو۔ امام قرطبی اللہ تعالیٰ کے نام "غیاث المستغیثین" کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس بات کا علم حاصل کرے کہ مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہے۔'' 2

اے احباش بتاؤ: کیا تم مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کو ہی فقط مدد طلب کرنے والوں کے لیے مددگار تسلیم کرتے ہو یا پھر اور بھی کسی کو اس کے ساتھ مدد کے طلب گاروں کا مددگار تصور کرتے ہو؟ کیا کوئی اور بھی ہے جس کو تم اللہ تعالیٰ کے اس نام

1 الأسماء وصفات: ۸۸۔ غیاث اللہ کا باقاعدہ نام ذکر نہیں ہے۔ یہ صرف خبر کے طور پر ہے۔
2 الأسنى شرح اسماء اللہ الحسنٰی: ۱/ ۲۸۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”غیاث المستغیثین“ میں شریک مانتے ہو؟

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں:

زبیدی کے ہاں غیر اللہ سے دعا کرنا قبیح ہے۔

اس کا کہنا ہے کہ: اہل ایمان کے لیے یہ قبیح فعل ہے کہ وہ اپنی حاجات اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے طلب کریں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اپنے رب ہونے میں اور اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی سنتے رہتے ہیں:

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾ ❶

”کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔“

پھر کہا:

”یہ اس لیے ہے کہ انسان جان لے کہ وہ اکیلا اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی طرف پناہ پکڑی جائے اور تمام امور میں اس کی طرف رجوع کیا جائے اور فقط اسی پر ہی اعتماد کیا جائے کیونکہ وہ واجب الوجود ہے، وہ معبود برحق ہے جو تمام نعمتوں کو عطا کرنے والا اور ان کا مالک ہے...... اس کو چاہیے کہ تنہائی اور خلوت کو اس کے ذکر سے آباد رکھے اور اس کے علاوہ تمام سے بے پرواہ ہو جائے۔“ ❷

ذکر کیا جاتا ہے کہ ابراہیم خواص نے جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ ❸

”کہ زندہ پر توکل کرو جو کبھی فوت نہ ہوگا۔“

تو اس نے کہا:

”کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس حکم الٰہی کے بعد اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف متوجہ ہو۔“ ❹

غیر اللہ سے استغاثہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بے پرواہی اور اس کے متعلق سوءِ ظن (برا گمان) ہے۔ یہ تو در پردہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی پکار سننے کے لیے کافی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے نزدیک کافی ہوتا تو تم اس کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ کیوں ہوتے؟

﴿فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝٨٧﴾ ❺

”تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین پر۔“

---

❶ الزمر: ٣٦.
❷ اتحاف السادة المتقین: ٩/ ٤٩٨ ـ ٥/ ١١٩.
❸ الفرقان: ٥٨.
❹ احیاء علوم الدین: ٤/ ٢٤٤.
❺ الصافات: ٨٧.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

شیخ جیلانی کے سنہرے کلمات:

شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا: اے وہ شخص جو اپنے مصائب کی شکایت مخلوق سے کرتا ہے۔ بتا مخلوق سے شکایت تجھے کیا فائدہ دے گی؟ یہ نہ تو تجھے فائدہ دے سکتی ہے اور نہ ہی نقصان۔ اگر تو نے ان لوگوں پر اعتماد کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا تو درحقیقت یہ تجھے اس سے دور کر دیں گے اور تجھے اس کی ناراضگی میں واقع کر دیں گے...... اے جاہل! تو علم کا دعویٰ کیسے کرتا ہے، تو مخلوق سے شکایت گو ہو کر اپنے مصائب کو کیسے ختم کرے گا؟ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو غیر اللہ سے طلب کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ دوسروں کی نسبت تیرے قریب تر ہے۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔ جیسا کہ اس نے فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ❶

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔"

اور انہوں نے اپنے بیٹے سے مرض الموت میں کہا: کسی سے مت ڈرو۔ کسی سے اُمید نہ رکھو اور اپنی تمام حاجات اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کرو، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر اعتماد مت رکھو۔ اسی سے تعلق بناؤ۔ ❷

کمزور بندے کا کمزور بندے سے استغاثہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے ڈوبنے والے کا ڈوبنے والے سے سہارا طلب کرنا

شیخ احمد رفاعی سے منقول بعض اقوال: ایک صوفی نے غیر اللہ سے مدد طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے غضبناک ہو کر فرمایا: تو میرے علاوہ کسی اور سے مدد طلب کرتا ہے۔ حالانکہ الغیاث تو میں ہوں۔" ❸ لیکن تعجب ہے کہ تم لوگوں نے رفاعی کو رب العالمین بنا رکھا ہے اور تم نے کہا وہ غوث الثقلین (انسانوں اور جنوں کا مددگار) ہے۔ تم کہتے ہو تمام انسان اور جن حتیٰ کہ وہ بھیڑ اور بکری جس پر بھیڑیا حملہ کر دے تو وہ بھی چیخ چیخ کر ان سے مدد طلب کرتی ہے اور کہتی ہے: اے سید احمد رفاعی! اس بھیڑیے سے میری جان چھڑاؤ۔ ہم کہتے ہیں: اے بھیڑیا! اے بکری! یہ لوگ تم پر جھوٹ بول رہے ہیں۔ کیونکہ تم سلیمان علیہ السلام کے ہُدہُد کی ملت پر ہو۔

اللہ تعالیٰ ہی الغیاث (مدد کرنے والا) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ﴾ ❹ "اور جب تم اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے۔" تم لوگوں نے تو احمد رفاعی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ❺ "زمین و آسمان میں جتنے ہیں اسی سے مانگتے ہیں۔" تم لوگوں نے تو رفاعی کو اس کا شریک بنا ڈالا۔ اس کو دونوں مخلوقات یعنی جنوں اور انسانوں کا مددگار کہا۔ تم نے

---

❶ الجن: ۱۸۔ ❷ الفتح الربانی والفیض الرحمانی: ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۵۹۔
❸ حالة أهل الحقيقه: ۹۲۔ ❹ الانفال: ۹۔ ❺ الرحمٰن: ۲۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعویٰ کیا کہ زمین و آسمان کے تمام جنات اور انسان رفاعی سے مدد مانگتے ہیں۔تم خود ہی سوچ لو تم پر اللہ تعالیٰ کا غضب کس قدر ہوگا؟ اگر محمد ﷺ سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) جائز ہے تو پھر عیسائیوں کو کیوں غلط کہتے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کرتے ہیں؟ کیا تمہارے مطابق عیسائیوں کا یہ قول صحیح نہیں ہوگا ''یا مسیح'' اور کیا شیعہ کا یہ قول صحیح نہیں ہوگا ''یا علی، یا حسین یا صاحب الزمان مدد۔''

ہم تمھیں وہی دلیل دیں گے جو تم عیسائیوں کو دیتے ہو۔تم ان سے کہتے ہو مسیح علیہ السلام نے کہاں فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ میری بھی عبادت کرنا؟ ہم کہتے ہیں محمد ﷺ نے کہاں فرمایا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ مجھ کو بھی پکارنا اور مجھ سے مدد طلب کرنا؟ ان نعروں میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہے کہ کوئی مدد طلب کرتے ہوئے کہے: یا محمد! یا بدوی! یا عبدالقادر! یا رفاعی! یا پھر یہ کہے یا مسیح یا حسین، یا علی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ❶

''اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے علاوہ ایسوں کو پکارتا ہے جو اس کو جواب نہیں دے سکتے قیامت تک۔''

اور فرمایا:

﴿يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴾ ❷

''اللہ کے علاوہ ایسوں کو پکارتے ہیں جو اس کا نہ فائدہ کر سکتے ہیں نہ ہی نقصان، یہ بہت دور کی گمراہی ہے۔''

کیا رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک ہی وقت میں کروڑوں کی دعائیں سننا ممکن ہے؟:

خیال کیجئے کہ اگر مصر میں ہزاروں لوگ رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہوں، اسی وقت انڈونیشیا میں ہزاروں لوگ آپ کو آواز دے رہے ہوں، اسی وقت چین میں ہزاروں افراد آپ سے استغاثہ کر رہے ہوں، دنیا کے دوسرے ممالک میں لوگ بھی آپ کو پکارتے ہوئے سب کے سب آپ سے استغاثہ کر رہے ہوں تو کیا ممکن ہے کہ آپ ایک ہی وقت سب کی پکار سن سکیں؟ جبکہ پکارنے والے کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔سب کی زبان مختلف ہے اور وہ دنیا کے الگ الگ خطوں میں موجود ہیں۔اگر تم کہو کہ ہاں ایسا ہی ہے کہ وہ بیک وقت سب کی دعا سنتے ہیں تو پھر درحقیقت تم نے دعویٰ کیا کہ ان کی سماعت کو کسی ایک آدمی کی آواز مشغول نہیں کر سکتی، اور تم نے ان کی طرف علم مطلق کو منسوب کیا جس کی بناء پر ہم کہیں گے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا کیونکہ یہ صفات فقط اللہ تعالیٰ کی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾ ❸ ''جہاں بھی تین کی سرگوشی ہو تو

❶ الاحقاف: ٥.   ❷ الحج: ١٢.   ❸ المجادلة: ٧.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

چوتھا وہ ہے اور پانچ کی ہو تو چھٹا وہ ہے۔'' تم نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسا دعویٰ کر کے قبر میں مدفون پیغمبر علیہ السلام کو صفاتِ الٰہی کا مستحق بنا ڈالا۔ جیسا کہ سمیع، بصیر، مجیب، کاشف وغیرہ۔

تم جس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حصولِ نفع اور دفع ضرر (نقصان) کے لیے پکار رہے ہو وہ خود اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف متوجہ ہوتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے اور تم ان سے مانگتے ہو۔ جس سے تم محبت کا دعویٰ کرتے ہو تم ان کی تعلیمات سے ہرگز متفق نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو یہ کہنے کا حکم دیا تھا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا﴾ ❶

''کہہ دیجئے میں تو فقط اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔''

وہ جو بقید حیات ہو کر دور سے کسی کی پکار کو نہ سنتے تھے تو کوئی صاحب عقل یہ بات کیسے تسلیم کر سکتا ہے کہ وہ وفات کے بعد دور سے کسی کی پکار سن سکتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ یا کسی صالح شخص کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ فوت ہونے کے بعد تو اس قدر طاقت کا مالک ہو کہ دور سے کسی کی پکار کو سنے، چاہے کوئی امریکا میں بیٹھا ہو مگر زندگی میں ایسا نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ❷

''شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوبصورت بنا ڈالا ہے۔''

ایک دن آنے والا ہے کہ ان لوگوں کے اور آپ کے درمیان حوض پر رکاوٹ ڈال دی جائے گی اور آپ فرمائیں گے: ''یہ تو میرے اُمتی ہیں۔'' تو آپ کو بتایا جائے گا: ''آپ کو علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں نئی باتیں داخل کر دیں۔'' ❸

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں کا علم نہیں ہوگا جو اُمت نے بدعات شروع کر رکھی تھیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن فرمائیں گے:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ﴾ ❹

''میں نے ان کو وہی کہا جو تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں تھا اور جب تو نے مجھے فوت کر دیا تو تو ان کا نگران تھا۔''

لوگوں کی حالت کیسی عجیب ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مشرق و مغرب میں موجود ہر ایک کی بات سنتے

---

❶ الجن: ٢٠. ❷ النمل: ٢٤.
❸ متفق عليه. ❹ المائدة: ١١٧.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ یقینا مسلمانوں کی ابتر دینی حالت مخالفات، تعصب، تقلید اور اندھے پن کی بنا پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ دیا تو اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ مسلمان ان کفار کے عقائد کی پیروی کرنے لگے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُضَاهِـُٔونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ﴾ ❶

''پہلے کافروں جیسی بات بتاتے ہیں۔''

الحبشی کا شرک پر مبنی مشہور فتویٰ:

الحبشی سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی آدمی اموات (مُردوں) سے مدد طلب کرے۔ جیسا کہ وہ کہے۔

اے سید! اے بدوی! میری مدد فرمایا، اے سید! اے دسوقی! میری مدد فرما تو کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ جائز ہے اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اے بدوی میری مدد فرما۔ یا اے بدوی میرا تعاون کر۔

اس سے کہا گیا: یہ کہنا تو آپ جائز بتاتے ہیں۔ یا عبدالقادر! یا بدوی! یا سیدی! یا بدوی! لیکن اس کے متعلق کیا خیال ہے یا محمد (ﷺ)؟ تو اس نے کہا: اس کا مطلب بھی یہی ہے اور یہ کہنا بھی جائز ہے لیکن اس کا ترک افضل ہے۔

اس سے پوچھا گیا کہ: ''ارواح تو عالم برزخ میں ہوتی ہیں پھر ان سے کیسے مدد طلب کی جائے۔ جبکہ یہ لوگ بہت دور ہیں؟ اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے دور سے ان کو سنا دیتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی قبروں میں ہیں، جب انسان ان کو پکارتا ہے تو وہ لوگ اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اس کی مصیبت کو ختم کرتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ لوگ اپنی قبروں سے نکل کر مجبور لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ ان کی حاجات کو پورا کرتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں اور پھر اپنی قبروں میں لوٹ جاتے ہیں۔'' ❷

جب اس نے دیکھا کہ لوگ اس فتویٰ پر بہت زیادہ تعجب کا اظہار کر رہے ہیں تو کہا اس کا ترک افضل ہے۔

الحبشی ملتِ ابراہیم علیہ السلام کا مخالف جبکہ آزر کا موافق:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے فرمایا:

((حسبی اللّٰه ونعم الوكيل۔)) ❸

''میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔''

یہ بھی منقول ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اُترے اور ان کو مدد کی پیش کش کی مگر ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مدد پر اعتماد کیا اور جبرائیل علیہ السلام سے مدد لینے کی کوشش نہیں کی اور کسی کو پکار کر یہ نہیں کہا:

((يا عباداللّٰه أغيثونی۔))

---

❶ التوبة: ٣٠.
❷ (رد خالد كنعان على الحبشی)، کیسٹ دوسری سائیڈ۔
❸ متفق عليه.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

”اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔“

ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنی قوم سے کہا:

﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ❶

”میں تم سے اور جن کو تم پکارتے ہو، سے الگ ہو جاؤں گا۔“

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جماعت ہے کہ جب ان کو لوگوں نے کہا:

﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ ❷

”لوگ تمہارے خلاف اکٹھے ہو چکے ہیں لہٰذا تم ان سے ڈرو، مگر (یہ سن کر) ان کا ایمان زیادہ ہو گیا اور انہوں نے کہا۔ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

انہوں نے غیبی قوتوں، اولیاء، اور اموات سے مدد طلب نہیں کی کہ وہ ان کو اس تنگی سے نجات دیں۔

مُردوں کو پکارتے ہیں زندہ کو نہیں:

حبشی کا نظریہ عجیب وغریب ہے وہ لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ قبروں میں دفن شدہ اموات کو پکاریں، اور مُردوں سے اپنی حاجات پوری کروائیں، یہ لوگ مُردوں کو پکارتے ہیں مگر اس زندہ کو چھوڑتے ہیں جس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ الحبشی ملتِ ابراہیم علیہ السلام پر کاربند ہے یا پھر آزر کا دین اپنائے ہوئے ہے؟

الحبشی کے خلاف دلیل:

ہم الحبشی سے سوال کرتے ہیں کہ اگر تو اموات سے استغاثہ کرنا مشروع کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سنت ہے تو پھر تو یہ فتویٰ کیوں دیتا ہے کہ اس کو ترک کرنا بہتر ہے۔ جیسا کہ تیرے دروس اور محاضرات میں یہ فتویٰ صادر کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ الحبشی کے ایک شاگرد نے یہ بھی فتویٰ دیا کہ: ”المدد یا رسول اللّٰہ“ کہنے میں کسی قسم کا کوئی ثواب نہیں ہے۔“ ❸ ہم کہتے ہیں جس چیز میں کوئی ثواب نہیں تو وہ مکروہ ہے پھر تم لوگ مسلمانوں سے اس مسئلہ میں کیوں لڑائی جھگڑا کر رہے ہو؟ جو چیز تمہارے نزدیک مکروہ ہے تم اس کی مشروعیت کا نعرہ کیسے لگا رہے ہو؟ تو نے الحبشی: اس چیز کو ترک کرنا کیسے بہتر کہہ دیا ہے جس کو تو خود مشروع بھی کہتا ہے؟ بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لیے اسے کہاں مشروع قرار دیا ہے کہ وہ ان کی وفات کے بعد ان سے مدد طلب کریں۔ اگر موت کے بعد کسی سے سوال کرنا اور مانگنا مشروع ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان سے

---

❶ مریم: ٤٨۔

❷ آل عمران: ١٧٣۔

❸ الدائرة العلمية: ٢٧۔ فتویٰ نبيل الشريف فی مجلة منار الهدى: ١٥/ ٣٣۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

استغاثہ کرتے۔ مگر انہوں نے تو شدید ترین حالات اور خوفناک مصائب میں بھی ایسا نہیں کیا ہے۔ آپ صحابہ کرام کی داد رسی کے لیے اپنی لحد سے کیوں نہیں باہر تشریف لائے؟ حالانکہ تمہارا دعویٰ ہے کہ جب ایک بھوکے نے آپ کی قبر پر آ کر عرض کیا کہ میں آج آپ کا مہمان ہوں اور بھوکا ہوں تو آپ نے قبر سے نکل کر تازہ روٹی اس کو دی۔ ❶ اور آپ نے رفاعی کے لیے اپنا دستِ مبارک قبر سے نکالا جسے رفاعی نے بوسہ دیا اور ہزاروں لوگوں نے دیکھا۔ ❷ تعجب ہے کہ آپ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد کے لیے نہیں نکلے جب ہزاروں بے گناہ لوگوں کا خون بہایا گیا۔ آپ نہ تو ان کی مدد کو آئے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات ختم کرانے کے لیے تشریف لائے تاکہ ان کو آپس کی لڑائی اور نقصان سے بچا سکیں۔ ❸

اے قاری! تمہیں ان لوگوں کی بات دھوکہ میں نہ ڈالے:

کہ اللہ کے ولی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے دعاؤں کو سنتے ہیں اور لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

یہ قوم اشعری کے مذہب پر ہے۔ یہ جبر محض کے قائل ہیں، اس کے نزدیک بندوں کے افعال کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ ان کے نزدیک ارادہ فعل اور فعل کے وقوع میں خود اللہ تعالیٰ ہی مؤثر ہے۔ حتیٰ کہ مذہب اشعری کو داخلی طور پر جوینی اور باقلانی نے اور خارجی طور پر سرہندی نے تناقضات کا شکار بنا ڈالا۔ اس نے واضح کیا کہ اشعری مذہب جبر حقیقی کے دائرے میں بند ہے۔ ❹

مشرکین کے آباء و اجداد بھی کہا کرتے تھے: ﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا﴾ ❺ ''اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔'' یہ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کا شرک اللہ تعالیٰ کے حکم سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ گویا چور چوری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہاں ہے شرعی اجازت جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کہاں تم کو حکم دیا ہے کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرو؟ تم اللہ تعالیٰ پر الزام اور بہتان باندھتے ہو۔

ولی ان کے ہاں الصمد (بے نیاز) ہے:

احباش نے لفظ ''الصمد'' کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: ''وہ جس کو مصائب اور حاجات میں پکارا جائے۔'' ❻ اپنی ہی

---

❶ معمولی ردّ و بدل کے ساتھ یہ واقعہ فضائل اعمال میں بھی موجود ہے۔ (مترجم)

❷ فضائل اعمال میں بھی یہ واقعہ درج ہے، فضائل درود۔

❸ عمر فاروق و عثمان رضی اللہ عنہما کو آپ کی قبر شریف سے چند گز کے فاصلے پر شہید کیا مگر آپ ان کو بچانے کے لیے نہیں نکلے۔ (مترجم)

❹ المكتوبات الشريفه: ٢٣٠.

❺ الأنعام: ١٤٨.

❻ المقصد الأسنى: ١٦.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعریف کے مطابق انہوں نے ہر ولی کو (الصمد) بنا ڈالا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی حاجات میں ان کو پکارتے ہیں۔ یہ جب صالحین کی قبروں پر جاتے ہیں تو ان سے اپنی حاجات برآوری کا مطالبہ کرتے ہیں اور مصائب ختم کرنے کی اپیل اور دعا کرتے ہیں۔ یہ لوگ ان صالحین کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے بلکہ یہ ان صالحین کو ہی پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے امام طحاوی کے قول کو بدل ڈالا ہے: ''کہ زندہ لوگوں کی دعاؤں میں فوت شدگان کا فائدہ ہے'' پھر کہا: ''اللہ تعالیٰ ہی تمام حاجات کو پورا کرتا ہے اور تمام دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔'' ان لوگوں کے عمل نے اس قول کو اس طرح بنا ڈالا:

''فوت شدگان کی دعا میں زندہ لوگوں کا فائدہ ہے، اور اولیاء (فوت شدہ) لوگوں کی حاجات کو پورا کرتے ہیں اور دعاؤں کو قبول کرتے ہیں۔''

غیر اللہ سے استعاذہ (پناہ طلب کرنا) الحبشی کے ہاں جائز ہے:

الحبشی کا فتویٰ فقط رسول اللہ ﷺ کے ذریعے استعاذہ کا نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے بھی استعاذہ کا قائل ہے۔ اس نے کہا:

''غیر اللہ سے فقط استعاذہ شرک نہ کہلائے گا۔''

اس نے بطورِ دلیل یہ حدیث پیش کی کہ حارث بن حسان نے کہا:

((أعوذ باللّٰه ورسوله أن أكون كوفد عاد)) [1]

''میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی پناہ پکڑتا ہوں کہ میں عاد کے وفد کی طرح ہو جاؤں۔''

اس کا ردّ ہم تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ فی الحال یہ کہنا مقصود ہے کہ اس آدمی نے ایسا فتویٰ دیا جو دیگر گمراہ کن عقائد رکھنے والوں نے بھی نہیں دیا ہے۔ غیر اللہ سے استعاذہ کا فتویٰ میں نے آج تک کسی سے نہیں سنا ہے۔ بلکہ شعرانی نے اپنی تمام تر گمراہیوں کے باوجود کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اجازت نہیں دی کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور سے استعاذہ طلب کرے۔ شعرانی کے الفاظ یہ ہیں:

''اگر مخلوقات میں سے کسی سے استعاذہ طلب کرنا جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں محمد ﷺ یا پھر جبرائیل علیہ السلام سے استعاذہ طلب کرنے کا حکم دیتے۔ کیونکہ انسانوں اور فرشتوں میں یہی دو شخصیات سب سے اعلیٰ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی کمزوری کا بخوبی علم ہے اس لیے اس نے فقط اپنی ذات سے استعاذہ کرنے کا ہی حکم دیا ہے۔'' [2]

---

[1] الدليل القويم: ١٧٣۔ صريح البيان: ٥٧، ٥٨۔ المقالات السنة: ٤٦۔

[2] لطائف المنن والأخلاق فی التحدث: ٥٨٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم ہمارا فیصل ہے

غیراللہ سے استعاذہ (پناہ مانگنا) کے متعلق قرآن مجید کی رہنمائی:

قرآن مجید میں بے شمار ایسی آیات ہیں جن میں غیراللہ سے استعاذہ طلب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ہم چند آیات کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ ❶

''اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر اور انجام کار کے اعتبار سے اچھا ہے۔''

قرآن مجید نے کسی مسئلہ کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ❷

''ہم نے اس کتاب میں کچھ نہیں چھوڑا ہے۔''

پہلی آیتِ کریمہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ ❸

''یقیناً مساجد اللہ تعالیٰ کے لیے (ان میں) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی ایک کو نہ پکارو۔''

طالبِ حق کے لیے یہ کتنی واضح ترین آیت ہے۔ کیا اس کے بعد بھی کسی جھگڑا اور اختلاف کی گنجائش باقی ہے؟

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان (أحداً) ''کسی کو'' یہ عام ہے نکرہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی پکارنے کی نفی کی گئی ہے۔ مسجد فقط سجدہ کی جگہ نہیں ہے بلکہ یہ دعا کی بھی جگہ ہے۔ جس نماز میں سجدہ ہے اس میں دعا سجدہ سے کہیں زیادہ ہے۔ کیا کسی کے لیے جائز ہے کہ وہ نماز میں غیراللہ کو پکارے؟ اس سے استغاثہ کرے؟ کون سا ایسی مفتی ہے جو نماز میں غیراللہ کو پکارنا تو حرام کہے اور نماز کے علاوہ جائز کہے؟

اللہ تعالیٰ کی مخالفت اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرمائے: ''کہ اس کے ساتھ کسی کو نہ پکارو'' اور الحبشی کہے کہ نہیں میں اس کے ساتھ دوسروں کو بھی پکاروں گا۔ میں بدوی کو پکاروں گا۔ دسوقی اور رفاعی سے استغاثہ کروں گا۔

---

❶ النساء: ۵۹۔

❷ الانعام: ۳۸۔ ❸ الجن: ۱۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی اس سے بڑی مخالفت کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرمائے:

﴿إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۖ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ﴾ ❶

''اگر تم ان کو پکارو تو یہ تمہاری پکار نہ سن سکیں اور اگر سن لیں تو تم کو جواب نہ دیں سکیں۔''

مگر الحبشی اپنے رب کی مخالفت کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اگر تم ان لوگوں کو پکارو تو یہ تمہاری پکار سنیں گے اور جواب بھی دیں گے۔ بلکہ وہ اپنی قبروں سے باہر آتے ہیں لوگوں کی حاجات کو پورا کرتے ہیں۔ اگر کوئی دور سے ان کو آواز دے تو بھی اس کی آواز کو سنتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وہ تمہاری پکار سے غافل ہیں۔'' اور الحبشی کہتا ہے کہ: ان بزرگوں کو پکارنے والوں کی پکار سے غافل کہنا ان کی توہین ہے۔

صالحین کو پکارنے کا قصہ بت پرستوں کا شروع کردہ ہے:

حافظ ابن حجر نے کہا: ''صالحین کو پکارنے کا قصہ درحقیقت نوح علیہ السلام کی قوم کے بت پرستوں کا شروع کردہ ہے۔ پھر ان کی پیروی بعد میں آنے والے لوگوں نے کی ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں: وہ اپنے ایک صالح انسان سواع سمیت دیگر صالحین کی دعا کے ذریعے برکت حاصل کیا کرتے تھے، اور ان کی تصاویر کو ہاتھ لگا کر تبرک حاصل کرتے تھے۔ ❷ جو انسان اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا وہ درحقیقت اس شرک کا ادراک نہیں کر سکتا جس کا ارتکاب مشرک کیا کرتے تھے۔

دوسری آیتِ کریمہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾﴾ ❸

''وہ کہنے لگے: اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ہرگز نہ چھوڑنا ودّ کو، اور سوواع کو، اور یغوث کو، اور یعوق کو اور نسر کو۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے صالحین کے نام ہیں۔ جب یہ لوگ دنیا سے چلے گئے تو ان لوگوں نے ان کی صورتیں اور مورتیاں بنالیں۔'' ❹

موسیٰ بن محمد بن قیس کہتے ہیں: یغوث و یعوق اور نسر نیک لوگ تھے، اور بہت سے لوگ ان کی پیروی کرتے تھے۔ جب یہ صالحین فوت ہو گئے تو ان کے پیروکار کہنے لگے: اگر ہم ان لوگوں کی تصاویر بنائیں تو ہمارا عبادت میں دل لگا

---

❶ فاطر: ١٤۔
❷ فتح الباری: ٨/ ٦٦٨ ـ ٦٦٩۔
❸ نوح: ٢٣۔
❹ فتنہ کی اصل فتنہ قبور ہے۔ شیطان ان لوگوں کی طرف وحی کرتا ہے اور لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قبور سے فیض کا انکار کرنے والے اولیاء کے مقام و مرتبہ کا اقرار نہیں کرتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے گا۔ جب یہ نسل آہستہ آہستہ دنیا سے چلی گئی تو ان کے بعد آنے والوں کے دل میں ابلیس نے یہ خیال ڈالا کہ یہ تصاویر اور مورتیاں ان لوگوں نے فقط صالحین کی یاد کے لیے نہیں بنائی تھیں بلکہ وہ ان کی پوجا کرتے تھے۔ ان کے ذریعے ان کو بارش دی جاتی تھی۔ تو اس نئی نسل نے ان کی پوجا اور عبادت شروع کر دی۔ ابن جوزی نے بھی یہی تفصیل ذکر کی ہے۔ ❶

تیسری آیتِ کریمہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ ﴾ ❷

مجاہد فرماتے ہیں کہ: ''ایک آدمی حجاج کو ستو بھگو کر پلایا کرتا تھا۔ جب یہ فوت ہوا تو لوگ اس کی قبر پر اعتکاف بیٹھنے لگے۔'' ❸ جبکہ مناۃ ایک ٹیلے پر لوگ اپنے خداؤں کے لیے جانور ذبح کرتے تھے اور برکت کے حصول کے لیے اسے تقسیم کرتے تھے۔ جب انہوں نے مردہ لوگوں سے فائدہ کے حصول کا عقیدہ اپنایا تو یہی چیز بتوں کی پوجا کا سبب بن گئی۔

یہی مشرک لوگ ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے قتال کیا، ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو صالحین کی تصویریں اور مورتیاں پوجنے والے تھے۔ یہ ودّ، سواع اور یغوث کی شکل میں تھے۔ یہ لوگ ان کے ذریعے بارش طلب کیا کرتے تھے۔ آج بھی بہت سے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گزشتہ مشرکین نے جو مورتیاں بتوں کی شکل میں بنائی تھیں وہ تو صالحین کی محض ایک یادگار تھی۔ انہوں نے بتوں کی پوجا فقط لکڑی اور لوہے کی محبت میں نہیں کی تھی بلکہ انہوں نے صالحین کی ہی پوجا کی تھی کہ جن کی شکلوں کے مطابق یہ مورتیاں بنائی گئی تھیں۔

چوتھی آیتِ کریمہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ ﴾ ❹

''اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں، اور مشرکوں سے فرمائیں گے اپنی جگہ رہو تم بھی اور تمہارے شریک بھی، اور ہم ان کو جدا کر دیں گے اور ان کے شریک ان سے کہیں گے تم ہمیں کب پوجتے تھے تو اللہ کافی ہے

---

❶ تفسیر طبری: ۱۲/ ۲۹۔ زاد المسیر: ۸/ ۲۷۳ ۔ ۲۷٤۔

❷ النجم: ۱۹۔

❸ صحیح بخاری: ٤٨٥٩۔ تفسیر قرطبی: ۱۷/ ٦٦۔ تفسیر طبری: ۱۱، ۲۷/ ۳۵۔

❹ یونس: ۲۸ ۔ ۲۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گواہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہم کو تمہارے پوجنے کی خبر نہیں تھی۔“

یعنی وہ کہیں گے کہ ہم تو مردہ تھے۔ ہمیں یہ خبر نہ تھی کہ تم ہماری پوجا کرتے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ﴾ ❶

”وہ قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کردیں گے۔“

اور فرمایا:

﴿وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝﴾ ❷

”اور انہوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے معبود بنا رکھے ہیں تاکہ ان کے لیے باعثِ عزت ہوں۔ لیکن ایسا ہر گز نہیں ہے وہ ان کی پوجا کے منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے۔“

اور فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝﴾ ❸

”اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہ دے سکیں بلکہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں، اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش کا انکار کردیں گے۔“

اور فرمایا:

﴿هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝﴾ ❹

”وہاں ہر شخص اپنے کیے کرائے (کی قیمت) جانچ لے گا اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جائیں گے، اور جو کچھ یہ جھوٹ باندھا کرتے تھے سب ان سے غائب ہو جائیں گے۔“

یعنی ان لوگوں کو تب یقین آئے گا کہ یہ عمل حقیقت میں شرک تھا جس کو یہ حقیقی اور مشروع سفارش تصور کرتے رہے اور معبودانِ باطلہ اچانک اپنے عبادت کرنے والوں سے لاتعلقی کا اظہار کردیں گے یہ لوگ قسمیں اُٹھائیں گے کہ ان کو

---

❶ فاطر: ١٤۔ ❷ مریم: ٨١ ۔ ٨٢۔
❸ الأحقاف: ٥ ۔ ٦۔ ❹ یونس: ٣٠۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس بات کا علم نہ تھا کہ یہ لوگ ان کی عبادت کرتے رہے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے رہے ہیں۔

یہ بہت بڑا واقعہ ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا۔ وہ بھی آئیں گے جو صالحین کو پکارا کرتے تھے۔ جبکہ وہ ان کی پکار سے غافل تھے۔ کیونکہ وہ مردہ تھے اور جو کچھ یہ لوگ ان کی قبروں پر طواف اور استغاثہ کرتے تھے اس سے وہ غافل تھے۔

پانچویں آیتِ کریمہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ۝۵﴾ ❶

"اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسیوں کو پکارتا ہے جو اس کی پکار جواب قیامت تک نہیں دے سکتا اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اس شخص کو گمراہ ترین قرار دیا گیا ہے جو غیر اللہ کو پکارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور صالحین کو پکارنے والوں کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا بلکہ وہ بھی اس میں شامل ہیں اور یہ بھی وضاحت کر دی کہ جن کو پکارا جا رہا ہے وہ قیامت تک جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے بالکل غافل ہیں۔

چھٹی آیتِ کریمہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ۝۴۰﴾ ❷

ان کا جواب بھی قرآن مجید میں ہے:

﴿تَبَرَّاْنَاۤ اِلَيْكَ مَا كَانُوْۤا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ۝۶۳﴾ ❸

"ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع کرتے ہیں جو یہ ہماری عبادت کرتے تھے۔"

اور دوسری آیت کریمہ میں ہے:

﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ۝۴۱﴾ ❹

"وہ کہیں گے تو پاک ہے، تو ہمارا دوست ہے، ان کے علاوہ بلکہ وہ جنوں کو پوجتے تھے، ان میں اکثر ان پر ایمان لاتے تھے۔"

---

❶ الأحقاف: ٥۔ ❷ سبا: ٤٠۔
❸ القصص: ٦٣۔ ❹ سبا: ٤١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ان لوگوں کی دعوت کی حقیقت ہے۔ یہ لوگ درحقیقت جیلانی، بدوی، وسوقی، یغوث، یعوق اور نسر کو نہیں پکارتے بلکہ شیطان کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا﴾ ❶

”یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور انہیں پکارتے مگر سرکش شیطانوں کو۔“

جبکہ آخرت میں ان کے لیے یہ امر واضح ہوگا اور وہ ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے:

﴿بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا﴾ ❷

”بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی کو نہ پکارتے تھے۔“

یہ وہ حقیقت ہے جس سے آج کے مشرک آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ وہ لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ اپنی دعاؤں میں صالحین اور بزرگوں کو پکاریں۔ دراصل یہ لوگ عوام الناس کو شیطان اور جنوں کی عبادت کی طرف بلا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اموات کو پکارنے سے منع کرتا ہے جبکہ حبشی اس حکم کی مخالفت کرتا ہے

ساتویں آیتِ کریمہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ❸

”تم جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہو۔ وہ تمہاری طرح بندے ہی ہیں لہٰذا پکارو ان کو اور وہ تمہاری پکار کا جواب دیں۔ اگر تم سچے ہو۔“

رسول اللہ ﷺ بھی بشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ❹

”کہہ دیجیے میں تمہاری طرح انسان ہی ہوں۔“

سابقہ آیتِ کریمہ میں نفی عام ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے، اور فقط اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چیلنج دے رہے ہیں کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ تمہاری دعاؤں کو قبول کریں۔ تمہارا جواب دیں یعنی وہ قطعاً جواب نہیں دے سکتے اور نہ ہی دعاؤں کو قبول کر سکتے ہیں مگر حبشی کہتا ہے نہیں وہ دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، وہ اپنی قبروں سے باہر آتے ہیں لوگوں کی حاجات کو پورا کرتے ہیں، لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور پھر اپنی قبروں میں واپس چلے جاتے ہیں۔

---

❶ النساء: ١١٧۔ ❷ غافر: ٧٤۔
❸ الأعراف: ١٩٤۔ ❹ فصلت: ٦۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ واضح ترین دلیل ہے کہ مشرک بندوں کو پکارتے تھے نہ کہ مورتیوں کو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ''عباد'' بندے کہا ہے، اور یہ کہ پکارنے والے اور جن کو پکارا جا رہا ہے دونوں ہی ایک جیسے بندے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ ان لوگوں نے صالحین اور بزرگوں کی مورتیاں بنا رکھی تھیں۔ کیونکہ مورتیوں کو نہ ہی تو ''عباد'' بندے کہا جاتا ہے، اور نہ ہی مورتیوں کو ''مثل بشر'' بندوں جیسے بندے کہا جا سکتا ہے۔ آیتِ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے بندے ہو اور وہ بھی تمہاری طرح اللہ تعالیٰ کے بندے تھے۔ پس یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ بندے اپنے جیسے بندوں سے دعا کریں؟

آٹھویں آیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾﴾ ❶

''بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ۖ﴾ ❷

''کہہ دیجیے، تمہارا کیا خیال ہے کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہو انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے یا پھر آسمانوں میں ان کی حصہ داری ہے۔''

اور فرمایا:

﴿هَٰذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ ۚ﴾ ❸

''یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے پس مجھے دکھاؤ اللہ کے علاوہ ان لوگوں نے کیا پیدا کیا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا ﴿٣﴾﴾ ❹

''انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنائے جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے اور اپنے

---

❶ الحج: ٧٣۔ ❷ الاحقاف: ٤۔
❸ لقمان: ١١۔ ❹ الفرقان: ٣۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نقصان اور فائدہ کے بھی مالک نہیں اور وہ موت اور زندگی کے بھی مالک نہیں اور نہ ہی دوبارہ جی اُٹھنے کے۔''

اور فرمایا:

﴿لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا﴾ ❶

''وہ تمہارے رزق کے مالک بھی نہیں۔''

اور فرمایا:

﴿اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ❷

''مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے یا پھر آسمان میں ان کی حصہ داری ہے۔''

اور فرمایا:

﴿فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا﴾ ❸

''وہ تم سے تکلیف ہٹانے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ بدلنے کا۔''

اور فرمایا:

﴿مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ ❹

''وہ کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾ ❺

''نہ ہی یہ تمہاری مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہیں۔''

ان تمام آیات کا مصداق مورتیاں بھی ہیں اور قبریں بھی ہیں، بزرگان دین بھی ہیں اور انبیاء بھی ہیں۔ ان آیات میں سب کے سب شامل ہیں۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باپ سے کہا تھا:

﴿وَمَا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ❻

''میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھے فائدہ نہیں دے سکتا۔''

---

❶ العنکبوت: ١٧۔
❷ الاحقاف: ٤۔
❸ الاسراء: ٥٦۔
❹ فاطر: ١٣۔
❺ الاعراف: ١٩٧۔
❻ الممتحنة: ٤۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم دیا کہ آپ فرمائیں:

﴿قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾ ❶

''کہہ دیجیے میں تمہارے نقصان کا یا تمہیں راہ پر لانے کا مالک نہیں ہوں۔''

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِکَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ❷

''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے تو اللہ کے ہاں آپ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔''

نویں آیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ﴾ ❸

''جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے جبکہ وہ پیدا کیے گئے ہیں، وہ مردہ ہیں زندہ نہیں اور ان کو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

کیا یہ آیت کریمہ مورتیوں کو موت کے بعد دوبارہ اٹھانے کا ذکر کر رہی ہے؟ نہیں ہرگز ایسا نہیں ہے اور نہ ہی ایسا ممکن ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ لفظ ((اَلَّذِیْنَ)) اسم موصولہ ہے۔ اسمائے موصولہ تمام اصولیوں اور نحویوں کے نزدیک صیغہ عامہ ہیں۔ ہر وہ چیز اور ہر وہ شخص اس میں شامل ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارا جائے۔ یہ لفظ (ذوی العقول) اہل عقل کے متعلق بولا جاتا ہے۔ اگر یہاں فقط مورتیاں اور پتھر مراد ہوتے تو پھر فصاحت و بلاغت کا تقاضا یہ تھا کہ کلام اس طرح لایا جاتا: ((وَ الَّتِیْ تَدْعُوْنَهَا مِنْ دُوْنِهٖ مَا تَمْلِکُ مِنْ قِطْمِیْرٍ، اِنْ تَدْعُوْهَا لَا تَسْمَعُ دُعَآءَکُمْ وَ لَوْ سَمِعَتْ مَا اسْتَجَابَتْ لَکُمْ.))

مورتیوں کے بارے موت اور دوبارہ جی اٹھنے کی بات نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ موت و حیات اور دوبارہ اٹھنے کے قانون سے خارج ہیں اور شعور کی بات بھی اس کے متعلق ہی ہو سکتی ہے جس میں عقل ہوتی ہے۔

آیت کریمہ میں یہ بھی ہے ((أَمْوَاتٌ غَیْرُ أَحْیَاءٍ)) کہ ''وہ مردہ ہیں زندہ نہیں'' اس بات کی اضافت مورتیوں اور پتھروں کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ جمادات ہیں ان کے متعلق موت اور حیات کا نظریہ نہیں رکھا جا سکتا ہے۔

---

❶ الجن: ٢١۔

❷ المائدۃ: ٤١۔ ❸ النحل: ٢٠ ۔ ٢١۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایک ہی قسم باقی رہتی ہے جس کو صالحین کہا جاتا ہے اوران کی ہی صورتیں ان لوگوں نے پتھروں سے تراش رکھی تھیں۔

ذاتی اختیار اور عطائی اختیار کا مسئلہ:

احباش کی تلبیسات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم اہل سنت و الجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذاتی لحاظ سے تو نفع ونقصان کے مالک نہیں لیکن انبیاء، صلحاء اور بزرگان دین اپنی قبروں میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو نفع پہنچاتے ہیں اوران سے نقصان دُور کرتے ہیں۔یعنی ان کا اختیار ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطائی ہے۔

درحقیقت اس دعویٰ کی بناء پر وہ عوام الناس کے لیے معاملہ خلط ملط کرنا چاہتے ہیں کہ لوگ ان کو توحید پرست سمجھیں اور کہیں کہ یہ لوگ تو اعتقاد رکھتے ہیں کہ محمد ﷺ بھی ذاتی طور پر نفع کے خالق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی لیے ایک توحید پرست سے فرمایا تھا جب اس نے کہا کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں کہ ''تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا'' اور آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا جب انہوں نے اپنے لیے ''ذات انواط'' کی طرح درخت مقرر کرنے کی درخواست کی ''تم نے وہی بات کی جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کی ﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ (الاعراف: ۱۳۸) ''ہمارے لیے بھی کوئی معبود مقرر کیجیے جیسے ان کے لیے معبود ہیں۔'' اور آپ نے اس شخص سے فرمایا تھا جس نے غیر اللہ کے نام کی قسم کھائی تھی ''جس نے اللہ کے علاوہ کسی کی قسم کھائی تو اس نے شرک کیا۔''

مشرکین مکہ بھی اپنے معبودوں کے ذاتی اختیار کے قائل نہ تھے:

ان لوگوں نے شرعی اصطلاحات کو بدلنے کی کوشش کی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ جب تک وہ انبیاء اور صلحاء کے ذاتی اختیار کے تحت نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کے قائل نہیں ہیں تو وہ مشرک نہیں ہیں۔

ہم ان سے کہیں گے کہ تم نے اس عقیدہ میں ابوجہل کی مکمل موافقت کی ہے۔اس کا اعتقاد بھی یہی تھا کہ لات، عزیٰ اور منات ذاتی طور پر نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ وہ بھی نفع ونقصان کے ذاتی اختیار کو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں تصور کرتا تھا جیسا کہ کفارِ مکہ وہ حج میں تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے: ((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَ مَا مَلَكَ.)) [1] ''اے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو تیرا اپنا ہے۔تو اس کا بھی مالک اور جس کا وہ مالک ہے۔'' یہ دلیل ہے کہ وہ بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ ذاتی اختیار فقط اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ نفع ونقصان کا ذاتی اختیار اپنے صالحین کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے۔

ابوجہل نے جنگ بدر کے موقع پر لڑائی کا آغاز لات، عزیٰ اور ہبل سے دعا کر کے نہیں کیا تھا بلکہ اس نے یہ کہا:

[1] مسلم: ۱۱۸۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((اَللّٰهُمَّ اقْطَعَنَا الرَّحِمَ وَ آتَانَا بِمَا لَا نَعْرِفُ فَاَحْسِنْهُ الْغَدَاةَ)) ❶ ''اے اللہ! اس (محمد ﷺ) نے قطع رحمی کی اور ہمارے پاس وہ چیز لایا جس کو ہم نہیں پہچانتے تو کل ہم پر مہربانی فرما۔'' گویا فتح کی دعا کر رہا تھا (مگر اللہ سے دست بد دعا تھا)۔ یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی:

﴿اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ﴾ ❷

''اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے پاس پہنچ گیا۔''

تمہاری تعریفات تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ فائدہ نہ دیں گی۔ تمہارے خلاف دلیل رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے قائم ہو چکی ہے: ((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) ❸ ''دعا عبادت ہی ہے۔'' رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی مخالفت تم پر ہی مردود ہے۔ جب کسی لفظ کی تعریف خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جائے تو پھر لغوی اقوال کی طرف دیکھنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

دسویں آیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ❹

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں طبری کہتے ہیں: عرب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے لیکن وہ اس کی عبادت میں شرک کا ارتکاب کرتے تھے۔ ❺

فقط یہ اعتقاد کہ غیر اللہ ذاتی اختیار نہیں رکھتے ان کو شرک سے نہیں بچا سکتا، یاد رکھیں کہ توحید خالص کے بغیر نجات ناممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ فقط ایک اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے اور فقط اسی کی ہی عبادت کی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ سے دعا کرنے اور غیر اللہ کو پکارنے سے مطلق طور پر منع کیا ہے۔ آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''جب تو مانگے تو فقط اللہ تعالیٰ سے ہی مانگے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ذاتی طور پر نفع اور نقصان کا مالک ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بھی ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ اگر تم یہ اعتقاد رکھو کہ نفع اور نقصان کا ذاتی اختیار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو پھر تمہارے لیے جائز ہے کہ غیر اللہ سے مدد مانگو اور اس سے سوال کرو۔

---

❶ مسند احمد: ٥/٣٣١۔ الحاکم: ٢/٨٢ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔
❷ الانفال: ١٩۔
❸ مسند احمد: ٤/٢٦٧۔ ترمذی: ٥/٣٧٤۔
❹ البقرۃ: ٢٢۔
❺ تفسیر طبری: ١/١٢٨۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ مورتیاں ذاتی طور پر نفع اور نقصان کی مالک ہیں چہ جائیکہ ان کا عقیدہ یہ ہو کہ وہ تخلیق کا اختیار رکھتے ہیں۔ کیونکہ جب ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا تھا:

﴿قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾﴾ ❶

جب تم ان کو پکارتے ہو تو وہ سنتے ہیں یا پھر تم کو فائدہ یا نقصان دیتے ہیں۔"

انہوں نے جواب میں یہ نہیں کہا تھا کہ ہاں یہ فائدہ بھی دیتے ہیں اور نقصان سے بھی بچاتے ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے ہاں غیر اللہ کو پکارنا اور ان سے دعا کرنا شرک تھا اسی لیے تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ﴾ ❷

"میں تم سے بھی اور جن کو تم پکارتے ہو ان سے بھی کنارہ کش ہو رہا ہوں۔"

پھر اگلی آیت میں ابراہیم علیہ السلام نے ان پر غیر اللہ کو پکارنے کے سبب غیر اللہ کی عبادت کا حکم صادر کیا۔ یعنی غیر اللہ سے دعا یا غیر اللہ کو پکارنا درحقیقت ان کی عبادت ہی ہے، فرمایا:

﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ﴾ ❸

"جب وہ ان سے اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتے تھے سے کنارہ کش ہو گئے۔"

پھر انہوں نے ایک آیت کریمہ میں اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَاتُ مِن رَّبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٦﴾﴾ ❹

"آپ کہہ دیجیے کہ مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں ان کو پوجوں جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا جبکہ میرے پاس میرے رب کی کھلی نشانیاں پہنچ چکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار بن جاؤں۔"

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اور دعا کرنا درحقیقت ان کی عبادت ہے اور یہ عمل دین اسلام کی تعلیمات اور رب العالمین کے حکم کے سراسر منافی ہے۔

اگر وہ لوگ مورتیوں اور بتوں میں ذاتی نفع و نقصان کی طاقت کے قائل ہوتے تو ابراہیم علیہ السلام کبھی بھی ان سے اس طرح بحث نہ کرتے اور وہ لوگ آپ کے اس سوال پر کہ ﴿هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ﴾ "کیا جب تم ان کو پکارتے ہو تو وہ سنتے ہیں؟" یوں جواب دیتے کہ ہاں یہ ہم کو فائدہ بھی دیتے ہیں اور نقصان بھی دے سکتے ہیں۔ جب وہ جواب دینے

---

❶ الشعراء: ٧٢ ـ ٧٣۔
❷ مریم: ٤٩۔
❸ مریم: ٤٩۔
❹ غافر: ٦٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے عاجز آ گئے تو انہوں نے کہا:

﴿بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾[1]

''ہم نے اپنے آباء واجداد کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾[2]

''کیا خیال ہے تمہارا جن کی تم پوجا کرتے رہے ہو۔''

ابراہیم علیہ السلام نے ان کو پہلے کہا (تَدْعُوْنَ) ''تم پکارتے ہو۔'' پھر فرمایا: (تَعْبُدُوْنَ) ''تم پوجا کرتے ہو۔ ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ﴾[3]

''کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے علاوہ، جو تم کو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔''

ان کا عقیدہ بعد میں اور استغاثہ (مدد طلب کرنا) پہلے ہے:

دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو کسی سے مدد طلب کرتا ہو اور ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھتا ہو کہ وہ نفع اور نقصان کا مالک نہیں۔ ایسا تو صرف پاگل اور مجنون شخص ہی کر سکتا ہے۔ کیا کوئی عقل مند انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ اے وہ شخص جو کسی قسم کے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا میری مدد کر؟ اسی سے ہی مدد طلب کی جاتی ہے اور حاجت روائی کی اپیل کی جاتی ہے جس سے نفع کے حصول اور نقصان کے ختم کرنے کا اعتقاد رکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ وہ کسی ہستی کے نفع اور نقصان پر قادر ہونے کا قائل تو نہیں ہے مگر پھر بھی اس سے مدد مانگتا ہے تو وہ مجنون اور پاگل ہے اور مجنون کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

حق بات تو یہی ہے کہ یہ لوگ ان (اولیاء اور اصحاب القبور) کی طرف اس لیے متوجہ ہوتے ہیں کہ یہ ان کو نفع اور نقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔ ان کے دلوں میں موجود فاسد عقیدہ ہی ان کی زبان پر جاری ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں۔ اَغِثْنِیْ یَا رِفَاعِیْ ''اے رفاعی میری مدد فرما۔'' اور کہتے ہیں: اَلْمَدَدْ یَا غَوْثُ جِیْلَانِیْ ''اے جیلانی مدد فرما۔'' المدد یا جیلانی شیئا للّٰہ المدد یا دسوقی، المدد یا سیدی رفاعی۔ پھر یہ اعتقاد ان کے عمل سے بھی واضح ہے کہ وہ ان کے مزارات کی دیواروں کو چومتے چاٹتے ہیں۔ ان کو تبرک کے لیے ہاتھ لگاتے ہیں اور ان کی درگاہوں میں

---

[1] الشعراء: ٧٤۔ [2] الشعراء: ٧٥۔ [3] الانبیاء: ٦٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبروں کے پاس جانور ذبح کرتے ہیں تا کہ ان کو بیماریوں سے شفا مل جائے، وہ مزارات پر نذر و نیاز پیش کرتے ہیں تا کہ ان کی مصیبتیں دُور ہوں اور ان کے بگڑے کام سنور جائیں۔ ❶

آلوسی نے کہا: میں نے آج تک ایسا کوئی انسان نہیں دیکھا جو ایسے نعرے لگاتا ہو اور ایسی بات کرتا ہو یعنی (المدد یا فلان) یا (اغثنی یا فلان) کہتا ہو مگر اس کے نفع اور نقصان پر قادر ہونے کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ حقیقت یہی ہے کہ وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ جس کو پکار رہا ہے، جس سے مدد مانگ رہا ہے، وہ اس کو نفع پہنچانے اور اس سے نقصان دور کرنے پر قادر ہے، وگرنہ وہ اس سے کبھی بھی دعا نہ کرے، کبھی اس کو نہ پکارے اور اپنا منہ کبھی نہ کھولے۔ آلوسی نے ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے یہ آیتِ کریمہ ذکر کی ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾﴾ ❷

''ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے باوجود مشرک ہیں۔'' ❸

خیال کیجیے: ایک انسان فقیر ہے۔ اس کے پاس کچھ نہیں اور اس کو شدید بھوک لگی ہے۔ اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنے جیسے فقیر کے پاس چلے جاؤ یا پھر ایک مال دار اور غنی آدمی کے پاس جاؤ۔ تو یہ بات مسلم ہے کہ وہ غنی کے پاس جائے گا اور اپنے جیسے فقیر کو نظر انداز کر دے گا۔

یہ مت بھولیے کہ اس کا غنی کے پاس جانا پہلے سے اس کے علم میں ہے کہ وہ اس کے کام آ سکتا ہے اور وہ اس چیز کا مالک ہے جس کی اسے ضرورت ہے۔ وگرنہ اپنے جیسے فقیر کے پاس جانا پاگل پن اور جنون تصور ہو گا۔

اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے مدد مانگنے والے اس بات سے آگاہ ہیں کہ یہ لوگ ان کو کچھ دینے پر قادر نہیں ہیں مگر زبان سے وہ اس کا اظہار نہیں کرتے ہیں۔

گیارہویں آیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ﴿١٢﴾﴾ ❹

''وہ اللہ کے سوا اس چیز کو پکارتا ہے جو اسے نقصان نہیں پہنچاتی اور اس چیز کو جو اسے نفع نہیں دیتی، یہی تو دور

---

❶ اس سے امیر صنعانی کا یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا عملی شرک ہے اعتقادی نہیں کیونکہ ایسا کرنے والے کو اس کا شرکیہ عقیدہ ہی اُبھار رہا ہے جس کی تصدیق اس کے عمل سے ہو رہی ہے۔ یہ لوگ امیر صنعانی کے قول کو بطور حجت پیش کرتے ہیں، جبکہ حق کی پیروی نہیں کرتے فقط لوگوں کا نام استعمال کرتے ہیں۔ وہ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم غیر اللہ کی قسم کھانے کو شرک اکبر کہتے ہیں۔ حالانکہ ہم تو اسے شرک اصغر کہتے ہیں جبکہ امیر صنعانی نے اسے شرک اکبر کہا ہے جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ (تطهر الاعتقاد: ۳۱)

❷ يوسف: ۱۰۶ ❸ روح المعاني: ۶/۱۲۸۔ ❹ الحج: ۱۲۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کی گمراہی ہے۔‘‘

اور فرمایا:

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾ ❶

’’اور وہ اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نفع دیتی ہے اور نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہے اور کافر ہمیشہ اپنے رب کے خلاف مدد کرنے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے تو ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ رسول اللہ ﷺ بذات خود اپنے لیے بھی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا﴾ ❷

’’کہہ دے بلاشبہ میں تمھارے لیے نہ کوئی نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔‘‘

اور فرمایا:

﴿قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ❸

’’کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

سوچنے کی بات ہے جب یہ آیات اتریں تو آپ بقید حیات تھے۔ پھر دنیا سے چلے جانے کے بعد آپ نفع اور نقصان کے کیسے مالک بن گئے؟ پھر یہ کہنا پڑے گا کہ جب وہ زندہ تھے تو نفع اور نقصان کے مالک نہ تھے لیکن جب دنیا سے چلے گئے تو اس کے مالک بن گئے۔

انہوں نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ کیوں فرمایا تھا!

((لَا اَمْلِكُ لَكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا.)) ’’میں اللہ تعالیٰ کے مقابل تیرے کسی کام نہ آؤں گا۔‘‘

جب کہ امت کے بعض لوگ ان کی موت کے بعد ان کی قبر سے مدد اور حاجت روائی کے قائل ہیں۔

❶ الفرقان: ۵۵۔
❷ الجن: ۲۱۔
❸ الاعراف: ۱۸۸۔

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

جو نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اس سے دعا کرنا چھوڑ دو:

بارہویں آیت:...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ❶

''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔''

یعنی مشرکین، کیونکہ جو شریعت ہم پر ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس میں غیر اللہ کو پکارنے اور اس سے مدد طلب کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے اس لیے کہ وہ نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ اس کو نہ پکارو جو ذاتی طور پر نفع نقصان کا مالک نہیں، اس کا مطلب یہی ہے کہ اس کو مت پکارو جس کے بارے میں تجھے علم ہے کہ یہ نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ❷

''جس نے تمھارے لیے زمین کو ایک بچھونا اور آسمان کو ایک چھت بنایا اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ کئی طرح کے پھل تمھاری روزی کے لیے پیدا کیے، پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔''

تیرہویں آیت:...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾ ❸

''اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی اور کسی ولی کا کوئی استثنا بیان نہیں کیا ہے۔ یہ آیت کریمہ واضح دلیل ہے کہ اس کو پکارنا یا اس سے دعا کرنا حرام ہے جو نفع اور نقصان کا مالک نہ ہو، کسی کی مدد پر قادر نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ ضلالت اور گمراہی کی طرف پلٹ رہا ہے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت عطا کر دی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۠ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ

❶ يونس: ١٠٦.
❷ البقرة: ٢٢. ❸ الاعراف: ١٩٧.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْهُدٰى ۭ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ ❶

''کہہ دے کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے اور نہ ہمیں نقصان دے اور ہم اپنی ایڑیوں پر پھیر دیے جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے، اس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا، اس حال میں کہ حیران ہے، اسی کے کچھ ساتھی ہیں جو اسے سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہہ دے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی اصل راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے فرماں بردار بن جائیں۔''

اللہ تعالیٰ کے حضور جو فائدہ نہ دے سکے اس سے دعا کرنا نص قرآنی کی بنیاد پر حرام ہے کیونکہ یہ مشرکین کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿١٠١﴾﴾ ❷

''اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن انھوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا، پھر ان کے وہ معبود ان کے کچھ کام نہ آئے جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے، جب تیرے رب کا حکم آ گیا اور انھوں نے ہلاک کرنے کے سوا انھیں کچھ زیادہ نہ دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ جن کو تم اللہ کے علاوہ سجدہ کرتے ہو۔

اس کو پکارتے ہو جس نے خود ہی واضح کر دیا کہ وہ نفع نقصان کا مالک نہیں؟:

رسول اللہ ﷺ نے واضح فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کسی کو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی نہیں اور یہ بات قرآنی آیات کے موافق بھی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو خبردار کیا تھا اور روکا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہ پکاریں اور نہ ہی کسی سے مدد مانگیں اور یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے کہا تھا:

﴿يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾﴾ ❸

''اور اس نے کہا اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم سے اللہ کی طرف سے (آنے والی) کوئی چیز نہیں ہٹا سکتا، حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی پر پس لازم ہے کہ بھروسا کرنے والے بھروسا کریں۔''

---

❶ الانعام: ۷۱۔

❷ ہود: ۱۰۱۔ ❸ یوسف: ٦٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صاف الفاظ میں فرمایا تھا کہ وہ اللہ کے حضور ان کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہو سکتے۔

جب وہ اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں اس حال میں کہ آپ کا یہ اعلان اس وقت تھا جب آپ زندہ تھے تو کیا وہ دنیا سے چلے جانے کے بعد تمام اختیارات کے مالک بن گئے؟ آپ نے اپنی پیاری بیٹی سے فرمایا تھا: اے فاطمہ بنت محمد ﷺ! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لو میں اللہ کے حضور تمہارے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہو سکتا۔ ایک روایت میں ہے کہ میں اللہ کے حضور تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ایک روایت میں ہے کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ ہم اس سے کیسے مدد طلب کر سکتے ہیں جس نے اعلان کر رکھا ہے: لَا اَمْلِكُ لَكِ اور لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا کہ میں اللہ کے حضور تمہارے لیے کوئی اختیار نہیں رکھتا اور تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ ❶

رسول اللہ ﷺ سے جب لوگ قیامت کے دن مدد طلب کریں گے اور آپ اس وقت زندہ و جاوید ہوں گے تو کہیں گے: لَا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا قَدْ بَلَغْتُكَ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں نے تم تک بات پہنچا دی تھی۔''

ہمیں قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت کریمہ نہیں ملتی کہ جس میں ہو کہ اس سے سوال کرو جو عطائی اختیار تو رکھتا ہے لیکن ذاتی طور پر نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے۔

جب نوح علیہ السلام نے اپنے نافرمان بیٹے کے لیے دعا کی جو ان کی آنکھوں کے سامنے ڈوب رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ ❷

''اے نوح! بے شک وہ تیرے گھر والوں سے نہیں، بے شک یہ ایسا کام ہے جو اچھا نہیں، پس مجھ سے اس بات کا سوال نہ کر جس کا تجھے کچھ علم نہیں۔ بے شک میں تجھے اس سے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے ہو جائے۔''

جو غیر اللہ کو پکارنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہو گیا تو کوئی بھی نبی اور کوئی بھی ولی ایسے بندے کی مدد ایسے کام پہ نہیں کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔ وہ کسی ایسے کام کی کوشش نہیں کرے گا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

---

❶ یہ روایت بخاری اور مسلم میں ہے۔

❷ هود: ٤٦۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابوطالب کی موت شرک پر ہوئی تھی اگر معاملہ رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو اس کی موت کبھی شرک پر نہ ہوتی۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۝128﴾ ❶

”تیرے اختیار میں اس معاملے سے کچھ بھی نہیں، یا وہ ان پر مہربانی فرمائے، یا انھیں عذاب دے، کیوں کہ بلاشبہ وہ ظالم ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝272﴾ ❷

”تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

اور فرمایا:

﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝80﴾ ❸

”ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

جب یہ بات ثابت ہے کہ تمھارا غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝113﴾ ❹

”اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہو گیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔“

---

❶ آل عمران: ۱۲۸۔
❷ البقرة: ۲۷۲۔
❸ التوبة: ۸۰۔
❹ التوبة: ۱۱۳۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝﴾ [1]

”پھر تمھیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے، حالانکہ اللہ نے انھیں اس کی وجہ سے الٹا کر دیا جو انھوں نے کمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ اس شخص کو راستے پر لے آؤ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے کبھی کوئی راستہ نہ پائے گا۔“

رازی اشعری دلیل:

رازی نے کہا: کفار نے ایک سوال وارد کرتے ہوئے کہا: ہم ان بتوں کی پوجا ان کو معبود اور رب سمجھ کر نہیں کرتے کہ یہ ذاتی طور پر نفع اور نقصان کے مالک ہیں بلکہ ہم تو ان کو اس لیے پکارتے ہیں کہ یہ ہمارے صالحین کی مورتیاں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند مقام و مرتبہ تھا اور اس لیے ان کو پکارتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اور یہ اپنے مقام و مرتبہ کی بنا پر ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝﴾ [2]

”یا انھوں نے اللہ کے سوا کچھ سفارشی بنا لیے ہیں۔ کہہ دے کیا اگرچہ وہ کبھی نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔“

اس جواب کی مزید وضاحت اس طرح ہے کہ کفار یا تو ان بتوں اور مورتیوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا سفارشی سمجھتے تھے یا پھر ان صالحین، زہاد اور نیک لوگوں کو سمجھتے تھے جن کی مورتیاں انہوں نے بنا رکھی تھیں اور ان کے بت بنائے ہوئے تھے۔

اول تو باطل ہے:

کیونکہ یہ مورتیاں اور بت جمادات ہیں۔ یہ مورتیاں نہ ہی تو کوئی اختیار رکھتی ہیں نہ ہی ان میں عقل ہے۔ ان سے شفاعت کا صادر ہونا تو ہر لحاظ سے ناممکن ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کیسے سفارشی ہو سکتی ہیں؟

دوم بھی باطل ہے:

کیونکہ قیامت کے دن کوئی کسی چیز کا مالک نہ ہو گا اور کوئی کسی کی سفارش کا اختیار نہیں رکھتا ہو گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اجازت دے دے۔

جب معاملہ یہ ہے تو سفارش کا اختیار تو فقط اللہ کے پاس ہے۔ وہ جسے چاہے اجازت دے جسے چاہے نہ دے

[1] النساء: ۸۸۔ [2] الزمر: ۴۳۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کو پکارنے میں مشغول ہونا دوسروں کی عبادت اور ان کو پکارنے سے کہیں بہتر اور زیادہ حق رکھتا ہے۔ ❶

رازی کے ہاں آج کی قبر اور کل کا بت:

رازی کہتے ہیں مشرکین نے بت اور مورتیاں اپنے صالحین اور نیک بندوں کی شکلوں اور ان کی صورتوں پر بنائی تھیں اور ان کا دعویٰ یہ تھا کہ اگر ہم ان کو پکاریں اور ان کی پوجا کریں تو یہ صالحین اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے۔

وہ کہتے ہیں آج کے دور میں اس کی مثال لوگوں کی کثیر تعداد کا صالحین کی قبور کی تعظیم کرنا ہے۔ یہ لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اگر وہ صالحین اور اولیاء کی قبور کی تعظیم کریں گے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔ ❷

رازی کا کلام اس مسئلہ میں بہت ہی عمدہ ہے۔ یہ کلام اشاعرہ کے علماء میں سے ایک بہت بڑے عالم اور اکابرین میں سے ایک نامور شخصیت رازی کا ہے۔ جو کہ متاخرین اشاعرہ پر حجت ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کلام کے بعد کیا رازی ان لوگوں کے ہاں وہابی ہو گئے ہیں؟

تفتازانی نے کہا: مشرکین میں شرک اس طرح شروع ہوا کہ جب ان کا کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا جس کا وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام و مرتبہ بلند خیال کرتے تھے تو یہ اس کی مورتی بنا لیتے اور اس کی تعظیم شروع کر دیتے ان کا اعتقاد یہ تھا کہ یہ صالحین اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی اور وسیلہ ہیں۔ ❸

یہ بات مسلم ہے کہ سابقہ مشرکین کا شرک درحقیقت صالحین کی سفارش اور وسیلہ کا تھا۔ آج بھی ناواقف لوگ اس جال میں پھنس رہے ہیں جسے شیطان نے زمانہ قدیم سے بچھا رکھا ہے اور لوگ اس کا شکار ہوتے آ رہے ہیں۔

مشرکین سے قرآن مجید کا ایک سوال:

چودھویں آیت:...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلْ أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ أَوْ أَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٣٨﴾﴾ ❹

''اور یقینا اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ

❶ التفسير الكبير: ٢٦/٢٨٥.
❷ حواله سابقه: ٦٠-١٧/٥٩.
❸ شرح المقاصد: ٤٢-٤/٤١.
❹ الزمر: ٣٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔''

جو فقط ایک اللہ سے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اسے کافی بھی نہیں ہوتا۔ قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تشریح میں فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سوال مشرکین سے کیا مگر وہ خاموش رہے۔ یعنی آپ نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور مصائب کو ختم کرسکتا ہے؟ کیا اللہ کی رحمت کو کسی سے کوئی روک سکتا ہے؟ یہ سوال سن کر وہ خاموش رہے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ مورتیاں اور بت نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ اگر ان کا عقیدہ اس کے برعکس ہوتا تو ضرور اس کا جواب دیتے کہ ہاں اللہ کے علاوہ فلاں فلاں عطائی نفع اور نقصان کے مالک ہیں۔ درحقیقت وہ ان کو وسیلہ اور سفارشی سمجھ کر ہی پکارا کرتے تھے۔

عیسائی بھی مریم علیہا السلام کے ذاتی اختیار کے قائل نہ تھے:

پندرہویں آیت:...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۱۶﴾ ❶

''اور جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو؟ وہ کہے گا تو پاک ہے، میرے لیے بنتا ہی نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے یہ بات کہی تھی تو یقینا تو نے اسے جان لیا، تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، یقینا تو ہی سب چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔''

وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ کسی کو پکارتے ہیں اگرچہ ان کا عقیدہ یہ ہو کہ وہ ذاتی طور پر نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں تو پھر بھی یہ اعتقاد عیسائیوں کے عقیدہ کی طرح ہی ہے جس کے مطابق مریم علیہا السلام ذاتی اختیار نہیں رکھتی ہیں کہ نفع اور نقصان پہنچا سکیں۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارشی ہیں اور ان کو مصائب سے نجات دیتی ہیں اور ان کی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ مریم علیہا السلام کو معبود بناتے تھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ ان کو بھی پکارتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تشریح میں ذکر کیا گیا ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ۝۵۶﴾ ❷

---

❶ المائدۃ: ۱۱۶۔

❷ الاسراء: ۵۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

"کہہ پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام، عزیر علیہ السلام، فرشتے، سورج، چاند اور ستارے ہیں۔ ❶ اور یہ کہ جس کسی نے کسی میت، مردہ، غائب، انبیاء، صالحین اور برگزیدہ کو پکارا تو اس نے درحقیقت ایسے کو پکارا جو نقصان سے بچانے یا کسی سے نقصان کو دُور کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔

رازی نے اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ اس آیت کریمہ سے مراد بت اور مورتیاں ہرگز نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾﴾ ❷

"وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑنے کی بات بتوں اور مورتیوں پر کبھی بھی پوری نہیں اتر سکتی ہے۔ ❸

غیر اللہ سے دعا درحقیقت اس کو معبود بنانا ہے:

عیسائی اس بات کا تو اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنایا تھا لیکن وہ مریم علیہا السلام کو معبود بنانے کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مریم علیہا السلام کو قطعاً معبود نہیں مانتے بلکہ ہم تو ان کو ایک بشر ہی تسلیم کرتے ہیں اور یہ عقیدہ بھی نہیں رکھتے کہ وہ نفع اور نقصان کا ذاتی اختیار رکھتی ہیں۔ ہم تو فقط ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتے ہیں۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر مریم علیہا السلام کی عبادت کرنے کا حکم لگایا۔ اگرچہ عیسائی اس بات کا انکار کریں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کو پکارتے ہیں اور ان سے وہ کچھ طلب کرتے ہیں جو احباش شیخ جیلانی اور سید رفاعی سے طلب کرتے ہیں۔

اگر فوت شدگان سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے:

سولھویں آیت:...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ

---

❶ تفسیر البغوی: ۵/۱۰۱.

❷ الاسراء: ۵۷۔ ❸ تفسیر الرازی: ۱۰/۲۳۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿غٰفِلُوْنَ﴾ ❶

''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔''

یہ صفات بتوں، مورتیوں اور قبروں کے مابین مشترک ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک آیت میں جمع فرما دیا ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ❷

''بے شک تو نہ مُردوں کو سنا تا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا تا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔''

ابن ہمام نے اس آیت کریمہ سے مردوں کے نہ سننے پر دلیل لی ہے، کفار کا نہ سننا مردوں کے نہ سننے کے تحت ہے ❸ اور یہ آیت کریمہ اس کی تفسیر بیان کر رہی ہے:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ❹

''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔''

قرآن مجید کی سب سے افضل تفسیر، تفسیر بالقرآن ہے۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے: جس نے یہ کہا کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ شیخ فخر الدین ابو سعید عثمان جیلانی کہتے ہیں جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ مردہ بھی کسی کام میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے اور اس نے یہی عقیدہ اپنایا تو اس نے کفر کیا۔ ❺

مشائخ احناف نے اصحاب کہف کے قصہ سے مردوں کے نہ سننے پر دلیل پکڑی ہے:

﴿فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ

---

❶ الاحقاف: ٥۔ ❷ النمل: ٨٠۔

❸ فتح القدير: ٢/ ١٠٤۔ ❹ الاحقاف: ٥۔

❺ الفتاویٰ البزازية: ٣/ ٣٢٦ بمع حاشيه۔ الفتاویٰ الهندية۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ
تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ
يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ
الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ
رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ
يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى
طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ
اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَ لَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ [1]

”تو ہم نے غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال پردہ ڈال دیا۔ پھر ہم نے انھیں اٹھایا، تاکہ ہم معلوم کریں دونوں گروہوں میں سے کون وہ مدت زیادہ یاد رکھنے والا ہے جو وہ ٹھہرے۔ ہم تجھ سے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انھیں ہدایت میں زیادہ کر دیا۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر بند باندھ دیا، جب وہ کھڑے ہوئے تو انھوں نے کہا ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کو ہرگز نہ پکاریں گے، بلاشبہ یقینا ہم نے اس وقت حد سے گزری ہوئی بات کہی۔ یہ ہماری قوم ہے، جنھوں نے اس کے سوا کئی معبود بنا لیے، یہ ان پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے، پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ اور جب تم ان سے الگ ہو چکے اور ان چیزوں سے بھی جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں تو کسی غار کی طرف (جا کر) پناہ لے لو، تمھارا رب تمھارے لیے اپنی کچھ رحمت کھول دے گا اور تمھارے لیے تمھارے کام میں کوئی سہولت مہیا کر دے گا۔ اور تو سورج کو دیکھے گا جب وہ نکلتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف کنارہ کر جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کو کترا جاتا ہے اور وہ اس (غار) کی کھلی جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے، پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔ اور تو انھیں جاگتے ہوئے خیال کرے گا، حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹ پلٹتے رہتے ہیں اور ان کا کتا اپنے دونوں بازو دہلیز پر پھیلائے ہوئے ہے۔ اگر تو ان پر جھانکے تو ضرور بھاگتے ہوئے ان سے پیٹھ پھیر لے اور ضرور ان کے خوف سے بھر دیا جائے۔ اور اسی طرح ہم نے انھیں اٹھایا، تاکہ وہ آپس میں ایک

[1] الکہف: ۱۱-۲۰۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دوسرے سے پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی دیر رہے؟ انھوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، دوسروں نے کہا تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت تم رہے ہو، پس اپنے میں سے ایک کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، پس وہ دیکھے کہ اس میں کھانے کے لحاظ سے زیادہ ستھرا کون ہے، پھر تمھارے پاس اس سے کچھ کھانا لے آئے اور نرمی و باریک بینی کی کوشش کرے اور تمھارے بارے میں کسی کو ہرگز معلوم نہ ہونے دے۔ بے شک وہ اگر تم پر قابو پالیں گے تو تمھیں سنگسار کر دیں گے، یا تمھیں دوبارہ اپنے دین میں لے جائیں گے اور اس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔''

یہ اولیاء اللہ تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی زبردست نیند سلا دیا کہ وہ آوازیں نہیں سن سکتے تھے۔ اگر یہ سب کچھ جانتے تھے اور سنتے تھے تو یہ سارا کلام باطل ہو جائے گا اور حقیقت پر مبنی نہ ہوگا۔

سترہویں آیت:......اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝۱۶﴾ ❶

''کہہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دے اللہ۔ کہہ پھر کیا تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نہ کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے؟ کہہ دے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے، تو پیدائش ان پر گڈمڈ ہوگئی ہے؟ کہہ دے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔''

اور فرمایا:

﴿قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ۝۷۲ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ۝۷۳﴾ ❷

''کہا کیا وہ تمھیں سنتے ہیں، جب تم پکارتے ہو؟ یا تمھیں فائدہ دیتے، یا نقصان پہنچاتے ہیں؟''

اللہ تعالیٰ نے ردّ فرما دیا کہ نہ ہی تو یہ کچھ کر سکتے ہیں، نہ ہی نفع نقصان کے مالک ہیں اور نہ ہی کچھ سن سکتے ہیں۔ بالفرض سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے ہیں جبکہ یہ لوگ اس کے خلاف دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سنتے بھی ہیں، لوگوں کی ضروریات کو بھی پورا کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں جواب بھی دیتے ہیں۔

❶ الرعد: ١٦۔
❷ الشعراء: ٧٢، ٧٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعا افضل عبادت ہے
کیا رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ کی عبادت کی اجازت کراہت کے ساتھ دی ہے؟

دعا عبادت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ“ [1] ایک روایت میں ہے کہ ”اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ“ [2] ”دعا عبادت کا مغز ہے۔“ شریعت کا اصول یہ ہے کہ جہاں رسول کریم ﷺ کی بات سے دلیل پکڑی جاسکتی ہو وہاں علمائے لغت یا کتب لغت کو دلیل بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جس چیز کو خود رسول اللہ ﷺ نے عبادت قرار دیا ہے اس کو غیر اللہ کے لیے سرانجام دینا کراہت کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے جیسا حبشی نے دعویٰ کیا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اور اس سے مدد مانگنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ جو چیز عبادت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

زبیدی فرماتے ہیں: قاضی نے کہا: دعا کو عبادت کہا گیا ہے، تو واقعتاً دعا اس لائق بھی ہے کہ اس کو عبادت کہا جائے کیونکہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک سے منہ پھیر لیتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ تو کسی سے امید لگاتا ہے اور نہ ہی کسی کا خوف دل میں رکھتا ہے۔ انہوں نے مذکورہ آیت قرآنی کو بطورِ دلیل پیش کیا ہے۔ یہ دلالت کرتی ہے کہ یہ ایسا فعل ہے جس کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے۔ جب مکلف اس کو سرانجام دیتا ہے تو اس سے یہ قبول کیا جاتا ہے۔ اس میں جزا (بدلہ) شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ جب معاملہ ایسا ہے تو دعا انتہائی عظیم اور مکمل عبادت ہے۔ یہاں اس لفظ عبادت کو لغوی معانی پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دعا کمال اطاعت اور کمال عاجزی کا نام ہے۔

اس روایت کے معانی کہ (دعا عبادت کا مغز ہے) بیان کرتے ہوئے زبیدی فرماتے ہیں۔ یعنی یہ خالص عبادت ہے۔ یہ عبادت کا مغز ہے کیونکہ دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب سے منہ پھیر کر اور لاتعلق ہو کر کرتا ہے۔ یہی توحید اور اخلاص کی حقیقت ہے کہ عبادت کا کوئی درجہ اس سے بڑھ کر نہیں ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام قوتوں سے اظہار لاتعلقی ہے۔ یہ عبادت کا اصل اور انسان کی عاجزی کی انتہائی ہے۔ [3]

جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عبادت کمال فرمانبرداری اور کمال عاجزی کا نام ہے تو یہ لوگ اس قدر افضل عبادت غیر اللہ کے لیے سرانجام دیتے ہیں۔ غیر اللہ سے دعائیں کرتے ہیں غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ ﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (غافر: ٦٠) کی تشریح میں فرماتے ہیں: ”افضل ترین عبادت دعا ہے۔“ [4]

---

[1] مسند احمد: ٤/٢٦٧۔ ابو داود: ١٤٧٩۔

[2] ترمذی: ٣٣٧١ اس کی سند ضعیف ہے۔

[3] اتحاف السادۃ: ٥/٢٩۔

[4] مستدرک: ١/٤٩١۔ سلسلة احاديث الصحيحة: ٤/١٠٦ (١٥٧٩)۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ تفسیر لغوی اور شرعی ہے جو ہمیں سید البشر اور سب سے فصیح و بلیغ انسان محمد ﷺ نے سکھلائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ سے دعا مانگنا اور اس کو پکارنا حرام قرار دیا ہے۔ دعا میں غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس کو پکارنا درحقیقت اس کو معبود بنانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ))

''جب تو سوال کرے تو فقط اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور جب تو مدد طلب کرے تو فقط اللہ تعالیٰ سے ہی کرے۔''

یہ حدیث دلیل ہے کہ دعا عبادت کی افضل ترین قسم ہے۔ دعا میں عبادت کی جتنی اقسام جمع ہیں کسی اور عبادت میں نہیں ہیں۔ جیسا کہ چہرہ، دل، زبان کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، عاجزی، فرمانبرداری، رغبت اور خوف وغیرہ۔ یہی چیزیں عبادت کا مغز اور اصل ہیں۔

فیومی نے ''مصباح المنیر'' میں کہا: (دعوتُ اللہ) میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت رکھی اس چیز کی جو اس کے پاس خیر اور بھلائی ہے۔ جبکہ استغاثہ مدد طلب کرنے اور نصرت کے حصول کی خواہش کا نام ہے۔ استعاذۃ: التجاء، کسی کی پناہ اور محفوظ جائے پناہ کی طلب کو کہتے ہیں۔ [1]

خطابی نے دعا کی تعریف کرتے ہوئے لکھا: [2] اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے اور اس کے لیے کمال عاجزی کے اظہار کا نام دعا ہے اور یہ عبودیت کا مقصد اور کمال انکساری ہے پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو بطور دلیل ذکر کیا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ۠﴾ [3]

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ۠﴾ [4]

---

[1] المصباح المنیر: ۲۳۱۔ لسان العرب: ۱٤/۲۵۷.

[2] شان الدعاء، ص: ٤۔

[3] غافر: ٦٠۔

[4] غافر: ٦٠۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

”اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

سدی فرماتے ہیں یعنی مجھ سے دعا کرنے سے۔ ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: میری عبادت کا مقام درحقیقت میری دعا کا مقام ہے۔ ❷

قسطلانی نے ارشاد الساری میں ایسا ہی مفہوم بیان کیا ہے۔

❀❀❀❀❀

❶ تفسير طبرى: ٢٤/٦٥ (٥١).

❷ فتح البارى: ١١/٩٥.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایک شبہ......عبادت عاجزی وانکساری کی انتہا ہے

زبیدی کے ہاں دعا سے مراد توحید ہے:

احباش نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ''عبادت عاجزی کی انتہا ہے۔'' اسی طرح علمائے لغت نے کہا ہے۔ ❶

ان لوگوں سے کہا جائے گا: جب شریعت نے حاجات کی برآوری کے لیے پکار اور دعا کو عبادت قرار دیا ہے تو تم کو شریعت نے کمال عاجزی کے اظہار کا پابند بھی بنایا ہے۔ اس بات کی تائید حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول سے بھی ہوتی ہے، فرمایا: دعا انتہائی عاجزی اور انکساری کے اظہار کا نام ہے۔ ❷

دعا کا فائدہ بندے کا اپنے رب کی طرف متوجہ ہونا اور اپنی کم ہمتی اور عاجزی کا اظہار ہے۔ زبیدی نے بھی اسی طرح کا مفہوم بیان کیا ہے۔ ❸ انہوں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا لفظ دعا کا وصف مطلق ہے اور اس سے مراد توحید ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ہے:

﴿وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ ❹

''اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا، اسے پکارتا تھا تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ❺

''بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔''

زبیدی کی یہ گواہی تمہارے خلاف ہے کیونکہ تم نے توحید کو غیر اللہ کے لیے سرانجام دیا ہے۔ جب دعا عاجزی، انکساری، محتاجی اور گڑگڑانے کی انتہا کا نام ہے اور یہی توحید ہے تو اس جیسے امور کو غیر اللہ کے لیے سرانجام دینا قطعاً جائز نہیں ہے اگر ایسا ہوا تو یہ شرک ہے۔

---

❶ النشرة الصادرة عن جميعة المشاريع مكتب شئون الخارج، ص: ۲۱۔

❷ فتح الباری: ۱۱/۹۵۔

❸ اتحاف السادة: ۵/٤۔ و فتح الباری: ۱۱/۱٤۹۔

❹ الجن: ۱۹۔ ❺ الاعراف: ۱۹٤۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سیوطی واسطہ کے جائز نہ ہونے کی وضاحت کر رہے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ پھر اس کا کیا مطلب ہے؟ ﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ ''جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔'' جبکہ عام طور پر قرآن مجید میں جواب لفظ (قُلْ) سے آتا ہے؟ ہم کہتے ہیں یہاں پر اشارہ کو اس لیے حذف کر دیا گیا ہے کہ جب انسان حالت دعا میں ہوتا ہے تو یہ ایسا مقامِ شرف ہے کہ مالک کائنات اور اس کے مابین کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ❶

رازی کے ہاں دعا انتہائی عظیم مقامِ عبودیت ہے:

فخر الرازی کا کہنا ہے ''دعا کا مقصد عاجزی اور انکساری کا اظہار ہے۔'' اور کہتے ہیں: جمہور علمائے معقول نے کہا: ''دعا انتہائی عظیم مقام عبودیت ہے۔'' ❷

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ ❸ کی تفسیر میں فرمایا: گویا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: اے میرے بندے اگر تو دعا کے علاوہ واسطہ کا محتاج ہو بھی تو دعا کے وقت واسطہ کا محتاج نہیں ہے۔ تیرے اور میرے درمیان کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے تو ایک محتاج بندہ ہے جبکہ میں بے نیاز معبود ہوں۔ ❹

خطابی نے ان کا قول نقل کیا ہے: ''دعا ہی عبادت ہے'' جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ دعا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت طلب کرتا ہے۔ ❺

رازی نے بھی اس آیت کریمہ کو دلیل بناتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حاجات کو پورا کرنے اور ان سے نقصان کو دور کرنے کے لیے، ان کے اور اپنے درمیان کوئی واسطہ نہیں بنایا ہے۔

حلیمی کہتے ہیں: دعا کا مطلب عاجزی اور انکساری کا اظہار ہے کیونکہ جس نے بھی دعا کی اس نے اپنی حاجت پیش کرتے ہوئے عاجزی، انکساری اور فقیری کا اظہار اس کے لیے کیا جس سے وہ مانگ رہا ہے اور سوال کر رہا ہے۔ ❻

صاحب قاموس نے کہا: دعا کا مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنا ہے۔ ❼

---

❶ الاتقان فی علوم القرآن: ۲/۳۰۳۔
❷ لوامع البینات شرح اسماء اللّٰہ تعالی و الصفات، ص: ۹۱ محقق۔
❸ البقرة: ۱۸۶۔
❹ حواله سابقه: ۸۸۔
❺ التفسیر الکبیر: ۵/۸۳۔
❻ المنهاج فی شعب الایمان: ۱/۵۱۷، دار الفکر۔
❼ القاموس المحیط: ۱۶۵۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقط غیر اللہ کو سجدہ ہی شرک نہیں ہے:

یہ لوگ لفظ عبادت سے فقط سجدہ، رکوع وغیرہ ہی مراد لیتے ہیں اور لفظ عبادت کو عبادت کے بعض امور کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں جیسا کہ ان کا کہنا ہے کہ عبادت سے مراد انکساری و عاجزی کی انتہا ہے۔

اے قاری! آپ کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ محبت، خشوع وخضوع توکل، خوف، امید، اطاعت، تقویٰ، فرمانبرداری اور نذر و نیاز وغیرہ سب عبادت ہے، عبادت فقط نماز، روزہ اور رکوع و سجود کا نام نہیں ہے۔

❀...... جمرات (شیطانوں) کو کنکریاں مارنا عبادت ہے حالانکہ نہ اس میں رکوع ہے اور نہ سجود ہیں۔

❀...... روزہ عبادت ہے حالانکہ اس میں کوئی رکوع اور سجود نہیں ہے۔

❀...... تلاوت قرآن مجید عبادت ہے مگر اس میں رکوع نہیں ہے۔

❀...... وقوف عرفہ عبادت ہے حالانکہ اس میں کوئی رکوع نہیں ہے۔

جب معاملہ یہ ہے تو دعا کیوں عبادت نہیں ہے اگر چہ اس میں رکوع و سجود نہیں ہے؟

رسول کریم ﷺ نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ فقط روزہ، نماز، حج اور رکوع و سجود ہی عبادت ہیں۔ بلکہ آپ نے تو ہمیں سمجھایا ہے کہ دعا عبادت ہے اور آپ نے یہ تعلیمات امت کو پہنچا دی ہے۔ آپ نے فرمایا: اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ”دعا عبادت ہی ہے۔“

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (الحج عرفة) حج عرفہ کا نام ہے۔ عرفہ حج کا سب سے عظیم موقف ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: دعا عبادت ہے یعنی اعظم اور اہم ترین عبادت ہے، اس کی شان بلند ہے جیسا کہ وقوف عرفہ انتہائی اہم ترین اور اعلیٰ عبادت ہے۔ اس کی تاکید انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دعا عبادت کا مغز ہے۔“ یہی مفہوم رازی اور زبیدی سے منقول ہے۔ [1]

یہ لوگ نماز میں جو پڑھتے ہیں اس کو قطعاً نہیں سمجھتے:

جب یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ [2]

”ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔“

اور جب نماز ختم کر لیتے ہیں تو محمد ﷺ سے مدد مانگتے ہیں اور ان سے استعانت طلب کرتے ہیں۔ المدد یا محمد ﷺ، المدد یا رفاعی، المدد یا بدوی، المدد یا جیلانی کے نعرے لگاتے ہیں ...... ان کی نماز ان کو فحاشی اور گناہ سے ہرگز منع نہیں کرتی ہے حالانکہ شرک سب سے بڑا گناہ اور سب سے خطرناک جرم ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر: ۵/۹۹۔ اتحاف السادۃ المتقین: ۵/۲۹۔ [2] الفاتحۃ: ۵۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اگر یہ لوگ نماز کے الفاظ پر اور جو کچھ نماز میں پڑھتے ہیں اس پر غور کرتے تو ان کے لیے بہترین ہوتا کیونکہ ﴿وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ ''ہم فقط تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔'' یہ آیت کریمہ ان آیات کے بعد ذکر ہوئی ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تذکرہ ہے جو تمام جہانوں سے متعلق ہے اور اس کی وسیع رحمت کا ذکر ہے اور یہ کہ وہ روز جزا کا مالک ہے، وہ نجات دینے والا ہے، رحم کرنے والا ہے، وہ شفاعت اور مغفرت کا مالک ہے۔ لہٰذا کسی ایسے سے استعانت (مدد) طلب کرنا صحیح نہیں ہے جو ان مذکورہ صفات کا حامل نہ ہو۔

حافظ ابن رجب [1] نے اس پر دلیل ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو سوال کرے تو فقط اللہ تعالیٰ سے ہی کرے۔ فرمایا یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہی ماخوذ ہے ﴿وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ ''ہم فقط تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔'' کیونکہ دعا عبادت ہے پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی۔

﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [2]

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَ سْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ [3]

''اور اس چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انھوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انھوں نے محنت سے کمایا اور اللہ سے اس کے فضل میں سے حصہ مانگو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اور کہا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے علاوہ کسی سے سوال کرنے کا حکم نہیں دیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کہیں بھی یہ حکم نہیں دیا کہ (وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْ اَنْبِيَائِيْ وَ اَوْلِيَائِيْ) کہ تم میرے انبیاء اور اولیاء کو پکارو، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی کہیں یہ نہیں فرمایا: جب تو سوال کرے تو انبیاء اور اولیاء سے کرے۔ [4]

---

[1] حبشی نے حافظ ابن رجب کو متقن کا لقب دیا ہے۔ (صريح البيان: ٦٧)۔

[2] غافر: ٦٠۔

[3] النساء: ٣٢۔

[4] جامع العلوم و الحكم: ٢٨١.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سبکی نے کہا: اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مدد طلب نہ کی جائے اور یہ بھی فرمایا کہ اس آیت میں (اِیَّاكَ) کو پہلے لایا گیا ہے جس سے تخصیص ثابت ہو رہی ہے کہ مدد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کی جاسکتی ہے۔

شرک کے تمام وسائل کو منقطع کرنے والی آیت کریمہ:

اٹھارویں آیت: ...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ۝۲۲﴾ ❶

''کہہ دے پکاروان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔''

اس آیت کریمہ نے شرک کے تمام وسائل منقطع کر دیے اور مشرکین پر شرک کے تمام کھلے دروازے بند کر دیئے۔

غیر اللہ کو پکارنے والے کا دل قبور سے معلق رہتا ہے:

۱...... کیونکہ وہ ان سے نفع کے حصول اور نقصان دور کرنے کی امید رکھتا ہے۔ اس وقت ضروری ہے کہ اس کا اعتقاد یہ ہوگا کہ یہ ولی اسباب نفع کا مالک ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی اپنے اس فرمان میں کر دی: لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ''یہ رائی کے دانے کے بھی مالک نہیں۔''

۲...... یا پھر یہ عقیدہ ہوگا کہ یہ ولی جس کو وہ پکار رہا ہے اللہ تعالیٰ کا شریک ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی اپنے اس فرمان میں کر دی وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ ''اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے۔''

۳...... یا پھر یہ اعتقاد ہوگا کہ یہ ولی اللہ تعالیٰ کا وزیر ہے۔ اللہ کا معاون ہے اور اس کے ہاں اس کا مقام و مرتبہ بلند ہے جس کی بنا پر مالک کے ہاں اس کے ذریعے فائدہ اور نفع حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی نفی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کر دی: وَ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ''اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔''

۴...... ان سب کی نفی اور ابطال کے بعد مشرک کے پاس ایک ہی حجت باقی رہ جاتی ہے اور وہ ہے سفارش۔ اسی لیے یہ لوگ دلیل دیتے ہیں کہ ہم ان سے سفارش کی امید رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۝۱۸﴾ ❺

''اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں

❶ سبا: ۲۲۔ ❺ یونس: ۱۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

اس کی نفی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کر دی:

﴿وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿23﴾﴾ ❶

''اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں تمھارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں حق (فرمایا) اور وہی سب سے بلند، بہت بڑا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان تمام عقائد کا رد کیا۔ نفع و نقصان کا اختیار، شراکت داری، ملک اور شفاعت کا اختیار، یہ سب اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ شفاعت بھی اللہ تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہے۔ جو اس کا مالک نہیں اس سے اس کے بارے میں سوال بھی نہ ہوگا۔ جب رسول کریم ﷺ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی تو وہ اپنی مرضی سے کسی کے لیے سفارش نہیں کریں گے بلکہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ اجازت دیں گے اسی کے لیے ہی آپ سفارش کریں گے۔

انیسویں آیت:......اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿14﴾﴾ ❷

''برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔''

اس آیت کریمہ میں ﴿لَا يَسْتَجِيبُونَ﴾ میں کسی نبی، ولی اور صالح انسان کا کوئی استثنا نہیں ہے۔ اس میں احباش کے اس قول کا رد ہے کہ سیدہ نفیسہ کی قبر پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ❸ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ﴿لَا يَسْتَجِيبُونَ﴾ وہ تمھاری بات کا جواب نہیں دے سکتے۔ اے مسلمانو! تمھارے نزدیک کس کی بات صحیح ہے، اللہ تعالیٰ کی یا پھر حبشی کی؟

---

❶ سبا: ۲۳۔

❷ الرعد: ۱٤۔

❸ الدائرۃ العلمیۃ مکتب شؤون الخارج، ورقہ نمبر ۹، شعرانی نے دعویٰ کیا ہے کہ سیدہ نفیسہ کے ساتھ بہت سے صوفی بزرگوں نے باتیں کی ہیں حالانکہ وہ اپنی قبر میں ہے۔ (لطائف المنن و الاخلاق: ٤٠٣)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بیسویں آیت :...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾ ❶

''وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے۔''

حبشی اس آیت کریمہ کے خلاف فتویٰ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ انبیاء اور صلحاء ہر پریشان حال کی دعا کو سنتے ہیں جب بھی وہ ان کو پکارتا ہے اور اس کی مصیبت میں اس کے کام آتے ہیں۔ اس کی پریشانی کو ختم کرتے ہیں اور یہ کام اکیلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہ دعویٰ اس سے پہلے شیعہ حضرات بھی کر چکے ہیں کہ ان کے امام اور سادات لوگوں کی دعائیں سنتے ہیں اور ان سے پہلے یہ دعویٰ عیسائی کر چکے ہیں کہ مسیح علیہ السلام، مریم علیہا السلام اور نفوس قدسیہ لوگوں کی دعاؤں کو سنتے ہیں اور ان کی حاجات کو پورا کرتے ہیں۔

عیسائیوں کے شرک کا دفاع:

غیر اللہ سے مدد طلب کرنے اور ان کو حاجت روائی کے لیے پکارنے میں سب سے پہلے شیعہ ہیں جو اپنے ائمہ، علی المرتضیٰ، حسین رضی اللہ عنہما اور مہدی منتظر سے مدد مانگتے ہیں اور یہی حال عیسائیوں کا ہے جو مریم علیہا السلام اور نفوسِ قدسیہ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

اکیسویں آیت :...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ ❷

''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ ﴾ ❸

''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔''

دوسری آیت پہلی آیت کریمہ کا جواب ہے کہ جو قریب ہے، طاقتور ہے، اکیلا ہے، مصائب کو ختم کرنے پر قادر

❶ النمل: ٦٢۔
❷ الانعام: ١٧۔ ❸ البقرة: ١٨٦۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے،اس کو چھوڑ کر کسی اور کو حاجت روائی کے لیے پکارنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ایک سنی مسلمان عیسائیوں کے اس قول کی تو نفی کرتا ہے اور اسے غلط سمجھتا ہے (یا عیسیٰ المدد) اور شیعہ کے اس قول کا بھی انکار کرتا ہے (یا حسین المدد، المدد یا مہدی) لیکن ان گمراہ لوگوں کے اس قول کا ردّ نہیں کرتا۔ یارفاعی، یابدوی، یا جیلانی، یادسوقی، (اسی طرح یارسول المدد) کا بھی انکار نہیں کرتا۔

توحید پرست، موحدین جو کہ اتباع رسول ﷺ کی دولت سے سرفراز ہیں، وہ اس آیت کریمہ ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ....﴾ (النمل: ٦٢) کا جواب کچھ یوں دیتے ہیں: اے اللہ تو اکیلا ہی ہے جو پریشان حال کی مصیبت کو ختم کرتا ہے اور اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اے پروردگار! تیرے علاوہ ہمارا کوئی کارساز نہیں ہے۔ اے اللہ! تجھ سے بڑھ کر بندوں پر رحم کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو اپنائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے آپ کے فرامین کو پلے باندھ رکھا ہے۔ وہ دعوت توحید جس سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تھا پر کاربند ہیں۔ جب آپ سے آپ کی دعوت کے متعلق پوچھا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم لوگوں کو ایک اللہ کی طرف بلاتا ہوں، جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اگر تجھے کوئی پریشانی پہنچے تو اس کو ہی پکارے تو وہ تیری تمام پریشانیوں کو دور کرتا ہے۔ اگر تو کسی اجنبی سرزمین میں گم ہو جائے تو وہ تجھے راستہ دکھاتا ہے۔ اگر تو قحط کا شکار ہو جائے اور اس سے دعا کرے تو وہ رحمت کی برکھا برسادے اور زمین نباتات سے سرسبز ہو جائے۔

خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنا اصل توحید ہے:

بائیسویں آیت:......اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑭﴾ [1]

’’پس اللہ کو پکارو، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو، اگرچہ کافر برا مانیں۔‘‘

ایک اللہ کو پکارنا دین میں اخلاص کہلاتا ہے اور یہ عبادت میں بھی اخلاص ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ②﴾ [2]

’’بلاشبہ ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، پس اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے دعا کا نام دین رکھا ہے۔ جس نے دعاؤں اور پکار کو اس کے لیے خالص کر لیا اس نے دین اور عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا۔ جس نے دعاؤں کو غیر اللہ سے منسوب کر دیا اس نے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے

---

① غافر: ١٤۔

② الزمر: ٢۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خالص نہیں کیا اور شرک میں واقع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا۝۲۰﴾ ❶

''کہہ دے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

اور فرمایا:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ١ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَۙ۝۶۵﴾ ❷

''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ١ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ١ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ۝۳۲﴾ ❸

''اور جب انھیں سائبانوں جیسی کوئی موج ڈھانپ لیتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھی راہ پر قائم رہنے والے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اس کی عبادت اس کے لیے دین کو مخلص کر کے کریں:

﴿وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ١ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِؕ۝۵﴾ ❹

''اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیں حکم دیا ہے کہ اس سے دعا کریں تو فقط اس سے مخلص ہو کر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝۱۴﴾ ❺

---

❶ الجن: ٢٠۔ ❷ العنكبوت: ٦٥۔
❸ لقمن: ٣٢۔ ❹ البينة: ٥۔
❺ غافر: ١٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”پس اللہ کو پکارو، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو، اگرچہ کافر برا مانیں۔“

جسے یہ بات ناپسند ہے کہ ہم فقط اللہ تعالیٰ کو مخلص ہو کر پکاریں تو اس نے اپنے آپ کو آیت کریمہ کے آخری حصہ کا مصداق بنا ڈالا: ﴿وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ”اگرچہ کافر برا مانیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فقط اپنی ذات اقدس سے دعا کرنے کو توحید باری تعالیٰ کے اقرار اور عقیدہ توحید کی شرط قرار دیا ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الْحَيُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝۶۵﴾ [1]

”وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اسے پکارو، اس حال میں کہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو، سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں بھی نہیں فرمایا کہ انبیاء اور اولیاء زندہ ہیں لہٰذا تم ان کو پکارو اور ان سے دعائیں کرو۔ جس کسی نے اپنا دین اور اپنی دعائیں اللہ تعالیٰ کے لیے خالص نہ کیں اس نے لا الہ الا اللہ کی ایک شرط ختم کر ڈالی۔ وہ درحقیقت اپنی زبان سے نکلنے والے الفاظ کا انکار کر رہا ہے۔ تم لوگ فقط اس بات کے پابند نہیں ہو کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرو بلکہ اس بات کا بھی تم سے مطالبہ ہے کہ مخلص ہو کر فقط اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، اخلاص دعا میں بنیادی شرط ہے۔ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو اپنا دین خالص کر کے پکارتے ہو؟

دعا نماز ہے:

جب تو غیر اللہ کو پکارتا ہے تو حقیقت میں تو غیر اللہ کے لیے نماز پڑھ رہا ہے اور غیر اللہ کی عبادت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝۱۰۳﴾ [2]

”ان کے مالوں سے صدقہ لے، اس کے ساتھ تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا اور ان کے لیے دعا کر، بے شک تیری دعا ان کے لیے باعث سکون ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ مومنوں سے فرضی صدقہ (زکوۃ) وصول کریں اور ان کے لیے دعا کریں اور ان کو منافقین کے لیے دعا کرنے سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ۝۸۴﴾ [3]

[1] غافر: ٦٥۔ [2] التوبۃ: ١٠٣۔ [3] التوبۃ: ٨٤۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔“

ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے دعا کریں۔ فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ [1]

”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔“

حدیث شریف میں ہے کہ ”جب تک نمازی اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہوتی ہے تو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔“ [2]

نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نماز دعا ہی ہے جمہور اہل لغت اور فقہاء کا یہی قول ہے۔ [3]

جب کتاب وسنت کے دلائل سے یہ بات واضح ہے کہ دعا نماز ہی ہے تو پھر ایک گروہ کے ہاں غیر اللہ سے دعا کرنا کیسے جائز ہے جبکہ ان کے نزدیک نماز غیر اللہ کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے؟ نماز کے معانی دعا کے ہی ہیں یا یہ کہ دعا نماز کے معانی میں سے ہے۔ یہ ان لوگوں کا عجیب وغریب تناقض ہے۔ درحقیقت ان لوگوں نے نماز کو غیر اللہ کے لیے جائز قرار دیا ہے یا نماز کے دوران دعا غیر اللہ کے لیے جائز قرار دی ہے یا پھر یہ دعا اور پکارنے میں کوئی فرق نہیں کرتے؟

جب حبشی کے نزدیک غیر اللہ کو پکارنا اور اس سے دعا کرنا جائز ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ لوگ نماز کے دوران غیر اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ نماز میں شیخ جیلانی اور رفاعی کو کیوں نہیں پکارتے؟ اگر غیر اللہ کو پکارنا اور اس سے مانگنا ان کے نزدیک شرک نہیں ہے تو یہ نماز کے دوران ایسا کیوں نہیں کرتے؟

یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ”کہہ دیجئے میری نماز، میری قربانی، میری زندگی میری موت رب العالمین کے لیے ہے۔“ دعا کو شامل ہے۔ نماز کو (صلاۃ) اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ دعا کی بہت سی اقسام پر مشتمل ہے۔ اس میں دعائے عبادت بھی ہے۔ دعائے سوال (مانگنا) بھی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھلایا ہے کہ ہم سجدے میں زیادہ سے زیادہ دعا کریں جبکہ رکوع میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم بیان کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رکوع میں اپنے رب کی عظمت زیادہ سے زیادہ بیان کرو اور سجدہ میں زیادہ سے زیادہ دعائیں کیا کرو۔ [4]

---

[1] الاحزاب: ٥٦۔
[2] بخاری: ٤٤٥۔ مسلم: ٦٤٩۔
[3] شرح مسلم: ١/٣١٧۔
[4] مسلم: ٤٧٩۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جب دعا، نماز اور عبادت ہے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جو لوگ غیر اللہ سے دعا کرتے ہیں وہ درحقیقت غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں اور غیر اللہ کے لیے نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ دلیل وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ ہم فقط اس اکیلے کی ہی عبادت کریں۔ فرمایا:

﴿وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝۲۳﴾ ❶

''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اف'' تک مت کہہ اور نہ انہیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہہ۔''

ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝۳۶﴾ ❷

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، شیخی مارنے والا ہو۔''

قرآن مجید میں غیر اللہ کو پکارنے سے منع کا حکم جس قدر اور جتنی تعداد میں بیان ہوا ہے اس قدر غیر اللہ کو سجدہ سے منع کا حکم نہیں ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان نے لوگوں کو غیر اللہ سے دعا کے لیے شفاعت اور وسیلہ کے نام پر گمراہ کیا ہے۔

تیئسویں آیت:...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝۱۳﴾ ❸

---

❶ بنی اسرائیل: ۲۳۔
❷ النساء: ۳۶۔ ❸ فاطر: ۱۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔“

جب یہ لوگ کھجور کی گٹھلی میں موجود دھاگے کے بھی مالک نہیں ہیں تو پھر تم ان کو کیوں پکارتے ہو وہ جس بات کا اختیار نہیں رکھتے تم ان سے وہ کیوں طلب کرتے ہو؟

تمہارے کہنے پر یہ تمہاری سفارش نہ کر سکیں گے جیسا کہ تم کہتے ہو کہ وہ اللہ کے حکم اور اس کے دیئے گئے اختیار سے تمہاری سفارش کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے:

﴿يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ﴿13﴾﴾ [1]

”وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں۔“

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ﴾ ”کہ جن کو تم پکارتے ہو۔“ ہر ایک نبی، ولی اور صالح کو شامل ہے اس میں کسی بت اور مورتی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

اے لوگو! اگر کسی آیت کریمہ میں انبیاء اور اولیاء کا استثنا کیا گیا ہے تو ہمیں بھی دکھاؤ۔ اگر طاقت رکھتے ہو تو اس کو ثابت کرو۔ مذکورہ آیت میں تو کوئی استثنا نہیں اور نہ ہی یہ ذکر ہے کہ یہ بتوں اور مورتیوں کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ”اس کے علاوہ“ عام ہے اور اس میں تمام اولیاء، صالحین، انبیاء، ملائکہ شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارا جاتا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں کہیں بھی کوئی استثنا موجود نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے دعا کرنا اس کو پکارنا جائز ہے۔

مشرک لوگ تو اپنے شرک میں بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کے قائل ہیں۔ فرمایا،

﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿148﴾﴾ [2]

---

[1] فاطر: ۱۳۔

[2] الانعام: ۱۴۸۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنہوں نے شریک بنائے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شریک بناتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ کہہ کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے کہ تم اسے ہمارے لیے نکالو، تم تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے اور تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہو۔''

اگر یہ سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⓮﴾ ❶

''اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

نہ ہی تو یہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی یہ کسی پکارنے والے کی پکار کو سن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⓹﴾ ❷

''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔''

اگر بالفرض یہ سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے۔ لیکن حبشی اس آیت کریمہ کے خلاف فتویٰ دیتے ہوئے کہتا ہے: یہ سنتے بھی ہیں، جواب بھی دیتے ہیں، بلکہ اپنی قبروں سے نکل کر لوگوں کی حاجات کو پورا کرتے ہیں، ان سے نقصان اور پریشانی کو دور کرتے ہیں اور پھر اپنی قبروں میں واپس چلے جاتے ہیں۔ یہ نفع اور نقصان کا بھی اختیار رکھتے ہیں مگر اس شخص نے عام لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے کہا کہ وہ یہ سب کچھ عطائی اختیار سے کرتے ہیں اور ذاتی طور پر نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔

احباش نے اس آیت کریمہ ﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ﴾ ''اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار کو نہیں سن سکیں گے۔'' کو مورتیوں اور بتوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ کہا: یہ مورتیاں اور بت کفار کی پکار کو نہیں سن سکتے۔ کیونکہ یہ جمادات ہیں، میت ہیں اور مردہ میں روح نہیں ہوتی ہے لہٰذا ان بتوں اور مورتیوں کو جو کہ نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان کیسے

❶ فاطر: ١٤۔ ❷ الاحقاف: ٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ، اولیاء اور صالحین کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔ ❶

دراصل احباش نے آیت کریمہ کی تفسیر سے مکمل طور پر دامن چھڑانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ﴾ ''وہ قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔'' آیت کریمہ کے آخر میں تاکید ہے کہ یہ ضمیر انسانوں سے متعلق ہے، وہ جن کو یہ لوگ معبود بنا کر بیٹھے ہیں اور ان بتوں اور مورتیوں کو بطورِ علامت اختیار کیا ہے۔

اس کے باوجود کہ بتوں کو سجدہ کرنا بلا شک شرک ہے مگر جب ان کے شیخ سے پوچھا گیا کہ بتوں کے آگے سجدہ ریز ہونے کا کیا حکم ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ بتوں کو سجدہ کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں اور یہ شرک نہیں ہے۔ ❷

ابو جہل کا سماع دلیل ہے، سماعِ رسول اللہ ﷺ پر:

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو سماعِ موتی پر دلیل بنایا ہے جو آپ نے بدر کے مشرک مقتولین کے متعلق فرمایا تھا۔ جب آپ ان مقتولین سے ہم کلام ہوئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا یہ تو مردہ جسم ہیں جن میں روح نہیں ہے آپ ان سے کیسے بات کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔ ❸

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ابو جہل قبر میں سن سکتا ہے تو انبیاء اور اولیاء زیادہ سنتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں یہ قیاس باطل ہے۔ اور یقینا باطل ہے کیونکہ امور توحید (عقیدہ) میں قیاس صحیح نہیں ہے۔ مالکیہ کے امام مغرب فقیہ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ توحید میں قیاس باطل جبکہ احکام میں صحیح ہے۔ ❹

ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سورج اور چاند کی پوجا اور پرستش بھی قیاس کی بنیاد پر ہی کی جاتی ہے اور سب سے پہلے قیاس شیطان نے کیا تھا جب اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور کہا:

﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ ❺

''میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' ❻

---

❶ نشرة الشؤون الخارجية: ۱/۲۵.

❷ شريط (كيسٹ) الحبشي نمبر ۳، عدد ۶۴۰۔

❸ نشرة شئون الخارج: ۱۶۔ یہ کیسٹ میرے پاس موجود ہے۔

❹ جامع بيان العلم و فضله: ۲/۵۵.

❺ الاعراف: ۱۲۔

❻ تفسير طبرى: ۸/۱۳۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس استدلال سے حبشی کے ہاں یہ رجحان جنم لیتا ہے کہ ہر مردہ سنتا ہے اور یہ مفہوم باطل اور بے بنیاد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾﴾ ❶

''اور نہ زندے برابر ہیں اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔''

اور فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾﴾ ❷

''بے شک تو نہ مُردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔''

یہ کس قدر غلط اور خطرناک استدلال ہے جو ان لوگوں نے سرداران قریش اور طواغیت کے سماع اور انبیاء، اولیاء اور صالحین کے سماع پر کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں تمہارا یہ استدلال کئی لحاظ سے باطل اور غلط ہے:

اوّل:...... اگر تمہاری بات صحیح ہے تو اس آیت کریمہ کا مطلب کیا ہے؟

﴿إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾﴾ ❸

''اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔'' ❹

آیت سے واضح ہے کہ یہ سن نہیں سکتے اور اگر سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے۔

دوم:...... ایک روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ یہ (اب، اس وقت) سن رہے ہیں۔ ❺ اس حدیث میں ایک محدود مدت میں سماع کی تصریح ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث جس سے یہ لوگ مردہ کے سننے کی دلیل لیتے ہیں کہ ''وہ دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتے کی آواز سنتا ہے۔'' بھی محدود سماع کی دلیل ہے۔ یہ حدیث تو خود ان کے خلاف دلیل ہے۔ اگر ہر مردہ ہی جوتیوں کی آواز سنتا ہے تو انبیاء اور اولیاء کی تخصیص کیسے ہوگئی؟ پھر سماع کو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ خاص کرنا باطل ہوگا۔ یہ حدیث سلف صالحین نے نقل کی اور ہم تک پہنچائی ہے مگر جو عام مفہوم ان لوگوں نے لیا ہے

---

❶ فاطر: ۲۲۔ ❷ النمل: ۸۰۔ ❸ فاطر: ۱۴۔

❹ احباش نے اس آیت کا ﴿وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ ردّ کرتے ہوئے کہا ہے یہاں تو کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ زندہ ہوکر کچھ بات نہیں سنتے۔ ہم پوچھتے ہیں یہ تفسیر تم نے کہاں سے لی ہے۔ ابن عباس سے یا ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے؟

❺ بخاری: ۳۹۷۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلف صالحین نے نہیں لیا ہے۔

سوم:......کیا یہ لوگ قتادہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے ناواقف ہیں جسے بخاری و مسلم نے ذکر کیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے ان کو فقط اس لیے زندہ کیا کہ وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سنائے تاکہ ان کے لیے حسرت، ندامت، افسوس، بے عزتی اور ڈانٹ کا باعث ہو۔“ ❶

اس قسم کی زجر و توبیخ سابقہ انبیاء نے اپنی قوموں کو بھی کی ہے جیسا کہ صالح علیہ السلام کے متعلق یہ فرمان ہے:

﴿فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ۝۷۹﴾ ❷

”تو وہ ان سے واپس لوٹا اور اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمھیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمھاری خیر خواہی کی اور لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔“

چہارم:......اس آدمی سے بڑا گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اس آیت کریمہ کو سنتا ہے:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ۝۵﴾ ❸

”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔“

پھر بھی وہ اس بات پر مصر ہے تو اس کی حالت ایسے ہی ہے کہ وہ تکبر کرتا ہے گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو سنا ہی نہیں ہے اور اس کے کانوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ وہ قرآن مجید کی واضح ترین آیت کریمہ کا انکار کرتے ہوئے دوسرے دلائل طلب کرتا ہے کیونکہ آیت کریمہ اس کی خواہش نفسانی سے ٹکرا رہی ہے۔ یہ آیت کریمہ قیامت تک ایسے لوگوں کے خلاف دلیل ہے۔

اہل بدعت اور اہل شرک کے سامنے کتاب و سنت کے دلائل کی بے شمار رکاوٹیں ہیں جب وہ ایک کو عبور کرتے ہیں تو دوسری ان کے لیے مشکل ثابت ہوتی ہے جب دوسری کو جیسے تیسے پھلانگتے ہیں تو تیسری کو عبور کرنا ان کے لیے ناممکن ہوتا ہے۔ جب یہ ﴿لَا يَسْمَعُوْا﴾ ”وہ سن نہیں سکتے“ کو روندنے کی کوشش کرتے ہیں ﴿وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ﴾ ”اگر وہ سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے“ کی رکاوٹ ان کے سامنے ہوتی ہے۔

---

❶ بخاری: ۳۹۷۶۔ مسلم: ۲۸۷۵۔
❷ الاعراف: ۷۹۔
❸ الاحقاف: ۵۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کیا ہر مخاطب سنتا بھی ہے:

احناف کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب زندہ، مردہ کو سلام کہتا ہے تو وہ سنتے ہیں کیونکہ سلام زندہ کو کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبرستان میں جا کر کہو: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ۔ ❶

ان کا کہنا ہے کہ کیا سلام اس کو کہا جاتا ہے جو سن ہی نہیں سکتا ہے؟

ہم کہتے ہیں: ضروری نہیں ہے کہ ہر مخاطب سن بھی سکتا ہو یا سن رہا ہو۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ مجھے علم ہے تو فائدہ اور نقصان نہیں دے سکتا۔ ❷ کیا حجر اسود سن سکتا ہے؟

ضروری نہیں کہ ہر سننے والا جواب دے سکتا ہو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: قبرستان میں سلام کہنے کا مطلب دعا ہے کہ اے اللہ ان اموات پر اپنی رحمت اور برکت نازل فرما۔ ❸ انہوں نے مزید فرمایا: اہل قبور کو سلام کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سن بھی رہے ہیں بلکہ یہ تو فقط دعا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ان پر سلامتی، برکت اور رحمت نازل فرما۔ ❹

اگر تمہارا یہ نظریہ ہے کہ ہر مخاطب سنتا ہے تو پھر جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجر اسود سے مخاطب تھے تو کیا وہ سن رہا تھا؟ آپ کہہ رہے تھے میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اگر میں نے نہ دیکھا ہوتا کہ رسول کریم ﷺ تجھے بوسہ دے رہے ہیں تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ ❺

ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا تمہارے نزدیک اصحاب قبور کو سلام کہنے والا اور ان سے مدد مانگنے والا دونوں برابر ہیں؟ کیا تمہارے نزدیک اصحاب قبور کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت کی دعا کرنے والا اور ان کو پکارنے والا دونوں ایک جیسے ہیں؟ ان کے لیے بخشش مانگنے والا اور ان کو اپنی حاجات کی برآوری کے لیے پکارنے والے کا حکم ایک ہی ہے؟ کیا تم لوگ ایسے کمزور دلائل سے عوام الناس کو گمراہ کرنا چاہتے ہو؟

اصحاب قبور کو سلام کہنے کے متعلق علمائے احناف نے بھی یہ صراحت کی ہے کہ یہ فقط دعا کے طور پر ہے جیسا کہ صاحب درمختار نے کہا یہ ایک مومن کی اپنے مومن بھائی کے لیے دعا ہے۔

مشائخ احناف نے بڑی سختی کے ساتھ سماع موتی کا ردّ کیا ہے۔ ردالمختار علی (الدرالمختار) ۳/۱۸۰ میں ہے کہ بدر کے دن کفار مکہ کا قلیب بدر میں سماع خاص حالت ہے جو ان کی حسرت وندامت کے لیے تھا اور یہ کہ میت کا قبر میں دفن کر کے جانے والوں کی جوتیوں کی آواز کو سننا فقط ابتداء میں ہوتا ہے جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور یہ قول علامہ شیخ احمد

---

❶ نشرة شئون الخارج، ص: ۲۵۔
❷ بخاری: ۱۵۹۷۔ مسلم: ۱۲۷۰۔
❸ الاجوبة المهمة: ۲٤۔
❹ حوالہ سابقہ: ۲۵۔
❺ بخاری: ۱۵۹۷۔ مسلم: ۱۲۷۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طحطاوی کا ہے جو ''مراقی الفلاح'' کے حاشیہ میں مذکور ہے جو کہ شرنبلالی کی ''شرح نور الایضاح'' ہے دیکھیں باب احکام الجنائز۔ وہ کہتے ہیں: ہمارے اکثر مشائخ کا کہنا یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں۔ (ص:۳۲۶)

مزید فرمایا: مردوں کو سلام کہنا درحقیقت ان کے لیے دعا ہے ان سے خطاب نہیں ہے۔ اس لیے کہ سلام ان کے لیے رحمت اور امن کی دعا ہے۔ (۳۴۱ طبع ازہریہ)

جب ان لوگوں کا باطل استدلال اور کمزور دلائل ان کا ساتھ نہیں دیتے تو کہتے ہیں: کیا تم یہ ایمان نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ جانوروں، پتھروں اور درختوں کو قوت گویائی نہیں دے سکتا؟ وہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے وہ مردوں کو سنا سکتا ہے اس کے لیے یہ ناممکن نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ دلیل کمزور اور بے فائدہ ہے جو عیسائیوں کی دلیل سے مکمل مشابہت رکھتی ہے وہ بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، کیا ایسا قادر اس بات سے عاجز ہے کہ اپنے لیے اولاد پکڑے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور اسی نے ہمیں بتایا اور واضح کیا ہے کہ اگر ہم ان کو پکاریں تو یہ ہماری پکار کو نہیں سن سکتے جیسا کہ اس نے یہ بتایا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا یا بیٹی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو حق ہے وہ کبھی بھی باطل کا ارتکاب نہیں کرتا۔ غیر اللہ کو پکارنا باطل ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا کلام ہی ہے:

﴿وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ [1]

''اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

رسول اللہ ﷺ کا موسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات قبر میں دیکھنا:

حبشی اور اس کے متبعین ایک حدیث کو دلیل بنا کر سماع موتیٰ کا عقیدہ عام کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے ہاں سے سرخ ٹیلے کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔'' لہٰذا یہ دلیل ہے کہ مردے سنتے ہیں اور ان سے مانگنا اور ان کو پکارنا جائز ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام نے ہی نمازیں کم کرانے کی تجویز پیش کی تھی، امت کو ان سے نفع پہنچا ہے حالانکہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ لہٰذا صالحین کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں اگرچہ وہ قبور میں ہی ہوں۔

جواب: ہم کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہونے کو بنیاد بنا کر تم لوگوں کا موسیٰ علیہ السلام اور دیگر صالحین سے مخاطب ہونے کا قیاس سرے سے باطل اور بے بنیاد ہے۔ رسول کریم ﷺ جبرائیل علیہ السلام سے ملے ان سے مخاطب ہوئے۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جبرائیل سے مدد مانگتے تھے۔ ان کو پکارتے تھے یا پھر وہ فقط اپنے رب سے ہی مدد

[1] الجن: ۱۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مانگا کرتے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ [1]

"جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کر لی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم براہ راست فرشتوں سے مدد کیوں نہیں مانگتے تھے؟

دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء کی قبور میں برزخی زندگی کا کسی کو انکار نہیں ہے لیکن کیا اس زندگی کا وجود ان سے مانگنے اور سوال کرنے پر دلیل ہے؟ یہ عجیب منطق ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام ایک خاص وقت میں اور خاص حالت میں تھا۔ آپ نے ہر وقت موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کیا ہے آپ نے فقط معراج کے موقع پر ان سے کلام کیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ تم لوگوں نے حدیث معراج کو بنیاد بنا کر انبیاء، اولیاء اور صالحین کی قبور میں سے ان سے مدد مانگنا، ان کو پکارنا اور ان سے دعائیں کرنا جائز قرار دیا ہے حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اپنے رب کے پاس جائیں اور نمازوں میں تخفیف طلب کریں۔ انھوں نے کہا: اپنے رب کے پاس جائیے اور اس سے سوال کیجیے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں جن کے متعلق تم تجاھلِ عارفانہ سے کام لیتے ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے۔ وہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ ساتویں آسمان کے اوپر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ آپ جب پانچویں آسمان پر واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ آپ واپس جائیں اور نمازوں میں تخفیف کا سوال اپنے رب سے کریں، حتیٰ کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میں واپس نہیں جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان بار بار آتا جاتا رہا۔ یہ تو انصاف نہیں ہے کہ تم حدیث کے ایک ٹکڑے کو تسلیم کرو اور دوسرے کو چھوڑ دو۔ ایک پر ایمان رکھو اور دوسرے سے منہ موڑ لو؟

پانچویں بات یہ ہے کہ ہم اہل قبو کی برزخی حیات یا ممات سے متعلق حکمِ سوال معلق نہیں کر رہے۔ بلکہ یہ مسئلہ کی مشروعیت کے ساتھ معلق ہے کہ کیا ان کو پکارنے کی کوئی دلیل وارد ہے؟ تو صحیح بات یہ ہے کہ دین اسلام میں ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی ہے۔

غور کرو تو یہ حدیث تمہارے خلاف ہی دلیل ہے، تم لوگوں نے اس دلیل کے پیش نظر کبھی المدد یا موسیٰ نہیں کہا۔ اغثنا یا موسیٰ کے الفاظ نہیں کہے (یعنی اے موسیٰ ہماری مدد فرما) لیکن تم لوگ شیخ جیلانی المدد، المدد یا رفاعی، المدد یا

[1] الانفال: ۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیلانی، المدد یا بدوی کے نعرے لگاتے رہتے ہو۔ تمہارے شیخ علی بن عثمان رفاعی جو کہ شیخ احمد کے خلیفہ ہیں کا کہنا ہے کہ جس کو کوئی حاجت ہو وہ میری طرف رجوع کرے، جس کو اپنے بادشاہ، فرماں روا، جن و جادو، اپنی بیوی، جانور، سواری یا اراضی سے کوئی شکایت ہو کہ وہ اناج نہیں اگا رہی تو میری طرف رجوع کرے اگر کسی کی کھجور پھل نہ دے رہی ہو، یا سواری بوجھ نہ اٹھا رہی ہو تو وہ فوراً میری جناب میں حاضری دے میں اس کی تمام حاجات کو پورا کروں گا۔ ❶

ان کے شیخ جاکیر الکردی کا قول ان لوگوں کے ہاں مشہور ہے کہ ''جب تم کسی سختی اور پریشانی میں مبتلا ہو جاؤ تو میرا نام لے کر آواز دیا کرو اور میرا نام پکارا کرو۔'' ❷

شریعت کا قاعدہ ہے کہ فہم نصوص میں اختلاف کی صورت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم اور شعور کو مدنظر رکھنا لازمی ہے۔ یعنی ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم کی طرف رجوع کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حدیث کا مفہوم تم لوگوں کی طرح قطعاً بیان نہیں کیا ہے اور نہ ہی تمہاری طرح اس کو سمجھا ہے۔ انہوں نے اس کو دلیل بنا کر انبیاء اور اولیاء کو پکارنے یا ان کا وسیلہ پکڑنے کا جواز نقل نہیں کیا ہے۔ کسی ایک صحابی سے صحیح سند کے ساتھ فقط ایک روایت ذکر کرو کہ اس نے گزشتہ انبیاء کی موت کے بعد ان کو پکارا ہو یا ان سے مدد طلب کی ہو۔ اگر تم ایسی کوئی دلیل نہ لا سکو اور یقیناً نہیں لا سکتے تو پھر سمجھ لو کہ تم لوگ فہم صحابہ کے خلاف مفہوم بیان کر رہے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر مشتمل یہ حدیث مخفی نہیں تھی بلکہ وہ اس کو خوب جانتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا بھی وسیلہ نہیں پکڑا ہے اور نہ ہی آپ سے مدد مانگی ہے۔

معراج کی رات آپ نے فقط موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیکھا بلکہ بہت سے انبیاء سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آپ ان سے ہم کلام بھی ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس نہ ہی ٹھہرے ہیں اور نہ ہی قبر کے پاس بیٹھے ہیں۔ درحقیقت انبیاء کی قبور میں برزخی زندگی اور ان سے مدد طلب کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن اہل باطل اس فرق سے قطعاً ناواقف ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات کے علاوہ بھی انبیاء سے ہم کلام ہوتے۔

جب یہ بات معروف ہے کہ شہداء کی روحیں جنت میں پرندوں کے اندر ہیں تو انبیاء کی روحیں تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔ سلف صالحین میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے کہ اس نے شہداء یا انبیاء کی روحوں سے کلام کیا ہو یا ان کو پکارا ہو۔

قبروں میں ان کی زندگی کی کیفیت:

ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو دلیل بنایا ہے کہ: ((اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ

❶ قلادة الجواهر: ۳۲۳۔ روضة الناظرين: ۸٤۔ جامع الكرامات: ۱/۱٦۲۔

❷ جامع کرامات الاولیاء: ۱/۳۷۹، ۲/٦٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يُصَلُّوْنَ.)) [1] ''انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔''

صوفی حداد نے زائد الفاظ بیان کرتے ہوئے کہا: وہ کھانا کھاتے ہیں، مشروبات پیتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، نکاح کرتے ہیں اور اسی طرح ہی شہداء ہیں، وہ دن کو دیکھے بھی جا سکتے ہیں۔ وہ کافروں سے لڑتے ہیں اور ان کو محسوس کیا جا سکتا ہے جیسے ان کی زندگی میں ویسے ہی ان کی موت کے بعد بھی اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ [2]

جواب: ہم کہتے ہیں ان کی دنیاوی موت کا انکار تو کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾﴾ [3]

''بے شک تو مرنے والا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔''

کیا رسول اللہ ﷺ اس بات سے آگاہ نہیں تھے کہ گزشتہ انبیاء (نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟ پھر انہوں نے ان سے سوال کیوں نہ کیا، ان سے مدد کیوں نہ مانگی، ان سے ہم کلام کیوں نہیں ہوئے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ آپ نے اپنی زندگی میں سابقہ انبیاء سے استغاثہ کیوں نہیں کیا۔ اعانت طلب کیوں نہیں کی؟ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات کیوں نہیں سکھلائی کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں تم لوگ ان سے مدد طلب کیا کرو، اپنی حاجات میں ان کو پکارا کرو؟

ان لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ قبور میں نکاح بھی کرتے ہیں اور یہ کہ نبی ﷺ کا زندہ ہونا ہی دراصل ازواج مطہرات سے نکاح کے حرام ہونے کا سبب ہے تو یہ بہت بڑی گستاخی اور تدلیس ہے جس کا ارتکاب یہ لوگ کرتے ہیں۔ [4] اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مومنوں کی مائیں ہیں تو بیٹے کے لیے اپنی ماں کے ساتھ نکاح کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اگر قبر میں زندگی نکاح سے ممانعت کی دلیل ہے تو پھر آپ کی مطلقہ سے نکاح جائز ہونا چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ

---

[1] الصحيحة للالبانی: ٦٢١۔ احباش نے زائد لفظ بھی بیان کیے ہیں: نماز پڑھتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں) رملی اور سبکی کے قول کو دلیل بناتے ہوئے اور کہا بعید نہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی حج کرتے ہوں۔ اور تلبیہ بھی پڑھتے ہوں۔ (شفاء السقام: ١١٦) ہم کہتے ہیں پھر آپ کے حج کو حجۃ الوداع نہیں کہا جا سکتا۔

[2] مصباح الانام و جلاء و الظلام، ص: ٢٦ طبع العامرة الشرقيه مصر: ١٣٢٥۔

[3] الزمر: ٣٠۔

[4] بانی مذہب بریلویت احمد رضا خان نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر بیویاں پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ (ملفوظات) نعوذ باللہ۔ یہ الفاظ ملفوظات کے پرانے نسخہ میں موجود ہیں جبکہ نئے نسخہ سے نکال دیئے گئے ہیں۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ﴾ [1]

''میں نے انھیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔''

ان کے خلاف دلیل ہے کہ انبیاء اگر زندہ بھی ہوں تو واپس آ کر اپنی قوم پر گواہ نہیں بن سکتے۔

یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو ان کی زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی اپنے اوپر گواہ بناتے ہیں جیسا کہ علوی مالکی کا کہنا ہے: نبی کریم ﷺ روحانی طور پر ہر جگہ حاضر ہوتے ہیں۔ آپ خیر کی مجالس میں موجود ہوتے ہیں۔ [2] گویا کہ یہ شخص کہنا چاہتا ہے وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (تم جہاں بھی جاؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔) تمہاری یہ منطق رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی بنیاد پر باطل ثابت ہوتی ہے جو آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا تھا: تم جتنا ہمارے پاس آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [3]

''اور ہم نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم کے ساتھ۔ اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور تیرا رب کبھی بھولنے والا نہیں۔''

سوچنے کی بات ہے جب جبرائیل علیہ السلام رسول کریم ﷺ کی زیارت کے لیے اپنی مرضی سے نہیں اتر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں تو انبیاء، صلحا اور اولیاء کی روحیں اپنے آپ کیسے دنیا میں آ سکتی ہیں اور لوگوں کے اجتماعات میں شریک ہو سکتی ہیں؟ ان جاہلوں کا یہ دعویٰ کیسے سچ ثابت ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ محفلوں میں شریک ہوتے ہیں اور بحالت بیداری ان صوفیوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں؟ [4]

حبشی روایات سے استدلال میں واضح تناقض کا شکار ہے۔ وہ بالکل باطل، موضوع اور جھوٹی احادیث ذکر کرتا ہے جیسا کہ ''جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا میں اس کو سنتا ہوں۔'' [5] پھر وہ ایسی صحیح حدیث بھی ذکر کر دیتا ہے جو اس کے ذکر کردہ استدلال کو باطل قرار دیتی ہے جو اس نے موضوع حدیث سے کیا ہوتا ہے۔ مثلاً (تمہارا درود مجھ پر پیش کیا

---

1 المائدة: ١١٧۔

2 الذخائر المحمدية: ٢٥٩۔

3 مريم: ٦٤۔

4 بعض مجالس ذکر اور مجالس میلاد میں سنہری رنگ کی کرسی اس لیے رکھی جاتی ہے کہ بقول ان لوگوں کے اس پر رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (معاذ اللہ) (مترجم)

5 ابن جوزی نے کہا یہ موضوع روایت ہے۔ (الموضوعات: ١/٣٠٣) اس کی سند میں محمد بن مروان جھوٹا راوی ہے۔ اس کی حقیقت دیکھیں۔ (تقريب: ٦٢٨٤) ابن ابی حاتم نے کہا یہ متروک الحدیث ہے۔ حبشی اس کو سلطان المحدثین مانتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے)۔پہلی حدیث بیان کر کے رسول اللہ ﷺ کے خود سننے کی وضاحت اور دوسری حدیث میں درود پیش کرنے کی بات ہے۔ ❶

پہلی حدیث تو ثابت نہیں ہے یہ اس آدمی کے خلاف حجت ہے جو کہتا ہے کہ وہ عقائد میں قطعی السند دلائل سے بلکہ متواتر سے استدلال کرتا ہے۔

دوسری صحیح حدیث اس آدمی کے خلاف دلیل ہے جو کہتا ہے رسول اللہ ﷺ خود درود سنتے ہیں۔ اگر آپ براہ راست خود سنتے ہیں تو ان پر درود پیش کیے جانے کا کوئی مطلب ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ اگر آپ انتظار کرتے ہیں حتیٰ کہ فرشتہ آپ کو درود پیش کرتا ہے تو پھر اے قاری! ان لوگوں کے تناقض (تضاد) پر غور کرو کہ یہ اہل بدعت کیا کر رہے ہیں؟

یہ لوگ مردوں اور زندوں میں فرق نہیں کرتے:

یہ لوگ زندہ اور مردہ کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور کتاب وسنت کی واضح مخالفت کرتے ہوئے زندوں اور مردوں کو ایک طرح ہی سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید پر غور کریں تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان واضح ہے:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾﴾ ❷

”اور نہ زندے برابر ہیں اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔“

لیکن حبشی کے ہاں مردہ اور زندہ برابر ہیں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں کچھ اس طرح ذکر ہے:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾﴾ ❸

”میں نے انھیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔“

سنت مطہرہ پر غور کریں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے وقت یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا: ((اَللّٰهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلٰى)) ”اے اللہ بلند مرتبہ رفیق سے ملا دے۔“ جو بلند مرتبہ رفیق سے ہو وہ دنیا سے غائب ہو چکا ہے۔

---

❶ المقالات السنية: ١١٥۔

❷ فاطر: ٢٢۔ ❸ المائدة: ١١٧۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ حقیقت ہے مگر کتاب وسنت سے منحرف لوگ رسول اللہ ﷺ کو دنیا اور قبر میں موجود اور گواہ (حاضر) مانتے ہیں بلکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جس کسی نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو اس کی موت کے وقت آپ حاضر ہوتے ہیں۔ آپ اس کو دیکھ کر ہنستے ہیں اور اس سے باتیں بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ نبیل الشریف کا دعویٰ ہے۔

تمہاری اس توحید کو نہ تو قرآن مجید صحیح کہتا ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ تسلیم کرتے ہیں ہم تم کو القشیری کا قول یاد دلاتے ہیں۔ جس توحید کو کتاب وسنت تسلیم نہ کریں وہ توحید نہیں الحاد ہے۔ [1]

غیر اللہ سے دعا باطل ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝﴾ [2]

''یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ بے شک اس کے سوا وہ جس کو پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں غیر اللہ سے کسی قسم کی پکار اور مانگنے کو غلط اور باطل کہا ہے۔ اگر بات اسی طرح ہے تو پھر یہ جاہل لوگ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ((اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ)) ''جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر۔'' کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ مانگو؟ کیا دعا کو عبادت نہیں کہا گیا؟ پھر اس نے عبادت کو غیر اللہ کے لیے کراہت کے ساتھ کیسے جائز کر دیا؟

جواب: میں کہتا ہوں: یہ تم لوگوں کا صاف جھوٹ ہے۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ پھر فرمایا: وَ لَا تَسْاَلُوا النَّاسَ شَيْئًا [3] ''لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگو۔'' راوی حدیث کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ اگر ان (صحابہ کرام) میں سے کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ خود اٹھاتا تھا۔''

آپ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔ کہتے ہیں: مجھے (رسول اللہ ﷺ) نے حکم دیا کہ ''میں لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگوں۔'' [4]

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مجھے ایک چیز کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دیتا ہوں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: کسی سے کچھ نہ مانگو۔

---

[1] رسالة السماع ضمن رسائل القشيري: ٦٢۔ منشورات المكتبة العهديه لبنان۔

[2] لقمن: ۳۰۔

[3] مسلم: ۱۷۲۹۔ [4] صحيح ابن حبان صحيح الترغيب الترهيب: ۲/۳۳۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

راوی کہتے ہیں اسی لیے جب ثوبان رضی اللہ عنہ کا کوڑا (چھانٹا) بھی گر جاتا تو وہ سواری سے اترتے اور خود اٹھایا کرتے۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم سات آٹھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ نے فرمایا: ”تم لوگ رسول اللہ کی بیعت کیوں نہیں کرتے؟ ہم نے عرض کیا: ہم تو بیعت کر چکے۔ آپ نے تین دفعہ فرمایا: ہم نے اپنے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کی بیعت کر چکے۔ اب آپ کس بات پر بیعت لے رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور پانچ وقت نماز ادا کرو گے، اور سمع و اطاعت کرو گے، اور پھر آپ نے فرمایا: اور لوگوں سے کچھ نہ مانگو گے۔ پھر اگر ہم سے کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تھا تو وہ کسی سے نہیں کہتا تھا کہ اسے پکڑاؤ۔“ ❶

فرض کریں یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہی مگر اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا: ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ یہاں لفظ (احدا) نکرہ ہے جو نفی کے سیاق میں ہے۔ اگر تمہارے نزدیک (أحدا) ہر ایک پکارے جانے والے کو شامل نہیں تو اس کے بارے میں کیا کہتے ہو: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا﴾ (الجن: ۲۰) ”کہہ دے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔“ یہ آیت واضح ہے کہ غیر اللہ سے دعا مانگنا شرک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت سے تبرک لینے کو عبادت سے تعبیر کیا ہے:

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ ہمارے لیے بھی ذات انواط (مشرکین کے ہاں ایک قابل تعظیم درخت) مقرر کریں جیسا کہ ان (مشرکوں) کے لیے ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تم لوگ وہ بات کہہ رہے ہو جو موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم یہود نے کہی تھی: جسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ ❷

”اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں پر آئے جو اپنے کچھ بتوں پر جمے بیٹھے تھے، کہنے لگے اے موسیٰ! ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو۔“

حالانکہ صحابہ کرام کے دل و دماغ میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ وہ اس کو سجدہ کریں گے یا اس درخت کی عبادت کریں گے انہوں نے فقط تبرک کے حصول کے لیے یہ مطالبہ رکھا تھا۔ اس حدیث کے پیش نظر ہر مسلمان کو متنبہ رہنا چاہیے۔ اس حدیث میں مضبوط دلیل موجود ہے۔

❶ ابو داؤد: ۱٦٤٢۔ ❷ الاعراف: ۱۳۸۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی اصحاب کہف شرک سے بے زار ہو کر اپنی بستی سے بھاگ گئے تھے اور وہ کہتے تھے:

﴿وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا﴾ ❶

''اور ہم نے ان کے دلوں پر بند باندھ دیا، جب وہ کھڑے ہوئے تو انھوں نے کہا ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کو ہرگز نہ پکاریں گے، بلاشبہ یقیناً ہم نے اس وقت حد سے گزری ہوئی بات کہی۔''

اور انہوں نے اپنی قوم کے متعلق کہا تھا:

﴿هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ❷

''یہ ہماری قوم ہے، جنھوں نے اس کے سوا کئی معبود بنا لیے، یہ ان پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔''

ان کی قوم نے بھی قبور اور مزارات کو مقام تبرک سمجھنے اور ان سے تبرک لینے میں جلدی کی تھی اور وہ ان مقامات پر جا کر دعا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا﴾ ❸

''اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو) ان پر مطلع کر دیا، تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ بے شک قیامت، اس میں کوئی شک نہیں۔ جب وہ ان کے معاملے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو انھوں نے کہا ان پر ایک عمارت بنا دو۔ ان کا رب ان سے زیادہ واقف ہے، وہ لوگ جو ان کے معاملے پر غالب ہوئے انھوں نے کہا ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے۔''

جب غیر اللہ سے دعا درحقیقت اس کی عبادت کرنا ہے اور غیر اللہ کو معبود بنانا ہے تو تمہاری بات کی حقیقت یہ ہو گی۔ کہ تم ایک معبود کی بات کر رہے ہو اس قول کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے جیسا کہ مشرکین مکہ نے کہا تھا:

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾ ❹

---

❶ الکھف: ١٤۔
❷ الکھف: ١٥۔
❸ الکھف: ٢١۔
❹ صٓ: ٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔“

غیر اللہ سے دعا مانگنا شرک ہے

چوبیسویں آیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا﴾ ❶

”کہہ دے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔“

غیر اللہ سے دعا مانگنا شرک ہے چاہے کسی ولی سے مانگی جائے یا کسی نبی سے دعا کی جائے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ مَاتَ وَ هُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ)) ❷ ”جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو پکارتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔“ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی ہی توضیح اور تشریح ہے:

﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ❸

”اور یہ لوگ تجھے اللہ کی آیات سے کسی صورت روکنے نہ پائیں، اس کے بعد کہ وہ تیری طرف اتاری گئیں اور اپنے رب کی طرف بلا اور ہرگز مشرکوں سے نہ ہو۔“

پچیسویں آیت: ...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ❹

”پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔“

چھبیسویں آیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ❺

”پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے،

---

❶ الجن: ۲۰۔
❷ بخاری، کتاب الجنائز: ۱۲۳۸۔
❸ القصص: ۸۷۔
❹ العنکبوت: ۶۵۔
❺ غافر: ۷۳-۷۴۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔‘‘

ان لوگوں نے کہا:

﴿ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ❶

’’وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔‘‘

فرمایا:

﴿قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ﴾ ❷

’’کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے، یا تم پر قیامت آ جائے تو کیا اللہ کے سوا غیر کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو۔ بلکہ تم اسی کو پکارو گے، تو وہ دور کر دے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے، اگر اس نے چاہا اور تم بھول جاؤ گے جو شریک بناتے ہو۔‘‘

ستائیسویں آیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ❸

’’اور جب وہ لوگ جنھوں نے شریک بنائے اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب! یہی ہیں ہمارے وہ شریک جنھیں ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے۔تو وہ ان کی طرف یہ بات پھینک ماریں گے کہ بلاشبہ یقیناً تم جھوٹے ہو۔‘‘

جن لوگوں نے کہا کہ ﴿اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ کہ ’’تم جھوٹے ہو‘‘ یہ بتوں کے متعلق نہیں بلکہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو دنیا میں آئے اور پھر ان کے مر جانے کے بعد لوگوں نے ان کی مورتیاں و تماثیل بنا ڈالیں اور ان کے بت تراش لیے۔

اٹھائیسویں آیت:......اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَ رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ﴾ ❹

’’اور کہا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو۔سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب کو

---

❶ غافر: ٧٤۔ ❷ الانعام: ٤٠-٤١۔
❸ النحل: ٨٦۔ ❹ القصص: ٦٤۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دیکھ لیں گے۔ کاش کہ واقعی وہ ہدایت قبول کرتے ہوتے۔"

غیر اللہ کو پکارنا اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک ہے جو انسان کو جنت میں جانے سے محروم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يٰبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾﴾ [1]

"بلا شبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔"

پھر اے لوگو! کیوں ایسے افعال کا ارتکاب پوری جرأت کے ساتھ کر رہے ہو جو تمہارے دین میں شرک کا سبب ہیں اور تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بنا ڈالیں گے؟

اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ایمان جبکہ غیر اللہ سے دعا کفر ہے:

انتیسویں آیت:...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾﴾ [2]

"کہہ میرا رب تمھاری پرواہ نہیں کرتا اگر تمھارا پکارنا نہ ہو، سو بے شک تم نے جھٹلا دیا، تو عنقریب (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہوگا۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لو لا ایمانکم [3] اور بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں کتاب الایمان کے تحت ذکر کیا دعاؤکم ایمانکم۔ [4] یعنی دعا ایمان ہے۔

﴿ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾﴾ [5]

"پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔" بلکہ انہوں نے کہا: ﴿بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۚ﴾ (غافر: ٧٤)

---

1. المائدۃ: ٧٢۔
2. الفرقان: ٧٧۔
3. تفسیر ابن جریر: ٩/٣٥۔
4. الفتح: ١/٤٩۔
5. غافر: ٧٣-٧٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان پر کافر ہونے کا حکم لگایا ہے۔ ﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔'' اس کے بعد کہ ان کے فعل پر شرک کا حکم لگایا: ﴿اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟''

دو صفات ایک ہی آیت کریمہ میں مذکور ہیں:

﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ⑫﴾ [1]

''یہ اس لیے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جب اس اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے، اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔''

وہ ان کے غیر اللہ کو پکارنے سے کفر کرتے ہیں اور شرک کرتے ہیں۔

اسی طرح ان لوگوں کے ہاں غیر اللہ کو پکارنا ایمان قرار پایا جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ شرک ہے۔ ﴿وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ﴾ ''اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے۔'' ان لوگوں کے ہاں ایک اللہ سے دعا کرنا کفر ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان ہے۔

تیسویں آیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ㊲﴾ [2]

''یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے آئیں گے، جو انھیں قبض کریں گے تو کہیں گے کہاں ہیں وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے تھے؟ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے اور وہ اپنے آپ پر شہادت دیں گے کہ واقعی وہ کافر تھے۔''

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اللہ تعالیٰ کے ہاں کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نص اور دلیل بیان کی کہ کافر فقط ایک اللہ سے مخلص ہو کر دعا کرنے کو ناپسند خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑭﴾ [3]

''پس اللہ کو پکارو، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو، اگرچہ کافر برا مانیں۔''

اب جس کسی نے فقط ایک اللہ سے مخلص ہو کر دعا کرنے اور دعا کو ایک اللہ کے لیے خاص کرنے کو ناپسند جانا اس

---

[1] غافر: ١٢۔ [2] الاعراف: ٣٧۔ [3] غافر: ١٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کفار کی موافقت کی کیونکہ جس کام کو وہ ناپسند کرتے ہیں اسی کو یہ ناپسند کر رہا ہے۔

اکتیسویں آیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾﴾ ❶

''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے، جس کی جانب وہ اس سے پہلے پکارا کرتا تھا اور اللہ کے لیے کئی شریک بنالیتا ہے، تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کردے۔ کہہ دے اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالے، یقیناً تو آگ والوں میں سے ہے۔''

اور فرمایا:

﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ﴾ ❷

''برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا:

﴿وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿١٤﴾﴾ ❸

''اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔''

غیر اللہ سے دعا درحقیقت شیطان کی عبادت ہے:

جب دعا عبادت ہے تو پھر اس کو غیر اللہ کے لیے سرانجام دینا یعنی غیر اللہ سے دعا کرنا اصل میں شیطان کی عبادت ہے۔ یہ لوگ شیخ جیلانی، بدوی، دسوقی، رفاعی، یغوث، یعوق یا نسر کو نہیں پکارتے درحقیقت شیطان کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾﴾ ❹

''وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مؤنثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔''

---

❶ الزمر: ٨۔ ❷ الرعد: ١٤۔
❸ الرعد: ١٤۔ ❹ النساء: ١١٧۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے شیطان کی عبادت سے ڈرایا اور روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ ❶

''کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔''

غیر اللہ سے دعا درحقیقت اس کی عبادت ہے:

عیسائی مریم علیہا السلام کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ وہ اس کو تسلیم نہ کریں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ مریم علیہا السلام سے دعائیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ۭ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ ﴾ ❷

''اور جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ کہے گا تو پاک ہے، میرے لیے بنتا ہی نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے یہ بات کہی تھی تو یقیناً تو نے اسے جان لیا، تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، یقیناً تو ہی سب چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔''

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ وہ مریم علیہا السلام کی عبادت نہیں کرتے بلکہ وہ ان سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کے طلب گار ہیں۔ وہ ان کی حاجات کو پورا کرتی ہیں اور ان کی پریشانیوں کو دور کرتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی بنیاد پر یہ حکم لگایا کہ وہ مریم علیہا السلام کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ مریم علیہا السلام کو بھی پکارتے ہیں، ان سے دعائیں کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ۝ ﴾ ❸

''کہہ پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔''

اس آیت کریمہ کی تشریح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ، عزیر، فرشتے، سورج، چاند اور ستارے ہیں۔ ❹

---

❶ یٰس: ٦٠۔
❷ المائدۃ: ١١٦۔
❸ بنی اسرائیل: ٥٦۔ ❹ تفسیر البغوی: ٥/١٠١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کسی نے میت کو یا غائب کو پکارا چاہے وہ انبیاء ہوں یا صالحین و اولیاء ہوں تو درحقیقت اس نے اس کو پکارا جو اس سے تکلیف کو دور کرنے اور اس کی پریشانیوں کو ختم کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ضائع کرتے ہیں:

اے قاری! یاد رکھو تجھ پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ تو اس کو اکیلا اور وحدہٗ لاشریک سمجھے۔ شرک اللہ تعالیٰ کے حقوق کو غصب کرنا ہے بلکہ شرک اللہ تعالیٰ اور مخلوقات یعنی خالق اور مخلوق میں برابری کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ [1]

''اللہ کی قسم! بے شک ہم یقینا کھلی گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمھیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔''

یہ لوگ قسم اٹھا کر اقرار کر رہے ہیں کہ ہم اولیاء کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے اور اس کے برابر لا کھڑا کرتے تھے۔ یہ لوگ غلو (حد سے بڑھنا) میں مبتلا ہو گئے جس سے رسول اللہ ﷺ کی زبانی ڈرایا گیا تھا اور اس سے بچنے کا حکم دیا گیا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو دین میں غلو (زیادتی) سے بچاؤ کیونکہ تم سے پہلے لوگ بھی دین میں غلو کی بنیاد پر تباہ و برباد ہو گئے۔ [2] اس طرح ان لوگوں نے اصل توحید کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے لا الہ الا اللہ کا معنی یہ تو بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی مشابہت نہیں ہے مگر یہ شرک بالدعاء کی بنا پر قرآن مجید کی تعلیمات کے خلاف کوششیں کرتے رہے اور غیر اللہ کو پکار کر شرک میں مبتلا ہو گئے۔

اے قاری! تجھے بوصیری کے اس شعر سے کہیں دھوکہ نہ لگ جائے۔

''تو یہ مت کہہ جو عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہا (اللہ کا بیٹا) اس کے علاوہ تو جس طرح چاہے تعریف کیا کر اور جو مرضی حکم لگا اور ان کی مدح کر۔''

یاد رکھو! رسول اللہ ﷺ نے عیسائیوں کی غلطی سے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: مجھے میرے مقام سے مت بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ان کے مقام و مرتبہ سے بڑھایا۔

آپ کے متعلق یہ نہیں کہا گیا تھا کہ آپ اللہ کے بیٹے ہیں بلکہ یہ کہا گیا تھا کہ ہمارے درمیان ایسے پیغمبر ہیں جو آنے والے کل کے حالات جانتے ہیں۔ اس بات پر آپ نے ٹوکا اور مذکورہ حدیث ارشاد فرمائی تھی۔ پھر بوصیری اور اس کے ہم پیالہ افراد کی یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ بس رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا بیٹا نہ کہو اس کے علاوہ ان کی تعریف میں جو کچھ مرضی کہتے رہو؟ وہ غلو اور زیادتی صرف اس کو شمار کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا گردانا جائے۔

---

[1] الشعراء: ۹۷-۹۸۔
[2] سنن نسائی: ٥/٢٦٨۔ اس کی سند صحیح ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ سب کچھ کہنا جائز ہے؟

اس بات سے ہر مسلمان اچھی طرح آگاہ ہے کہ اس دنیا کے خاتمہ پر ہر انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے کھڑا ہوگا۔ اس دن ان لوگوں سے کہا جائے گا جو غیر اللہ کو پکارتے تھے کہ آج ان کو بلاؤ اور ان کو پکارو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

﴿وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾﴾ [1]

"اور کہا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو۔ سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے۔ کاش کہ واقعی وہ ہدایت قبول کرتے ہوتے۔"

اور فرمایا:

﴿إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾﴾ [2]

"اسی کی طرف قیامت کا علم لوٹایا جاتا ہے اور کسی قسم کے پھل اپنے غلافوں سے نہیں نکلتے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔ اور جس دن وہ انھیں پکارے گا کہاں ہیں میرے شریک؟ وہ کہیں گے ہم نے تجھے صاف بتا دیا ہے، ہم میں سے کوئی (اس کی) شہادت دینے والا نہیں۔ اور ان سے غائب ہو جائیں گے وہ جنھیں وہ اس سے پہلے پکارتے تھے اور سمجھ لیں گے کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔"

کچھ پکاریں دعا شمار ہوتی ہیں:

لغت عرب اس بات پر گواہ ہے کہ دعا کو بعض دفعہ ندا (آواز دینا) بھی کہا جاتا ہے۔ ابوحیان نحوی نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾﴾ [3]

"اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے، جس کی جانب وہ اس سے پہلے پکارا کرتا تھا اور اللہ کے لیے کئی شریک بنا لیتا ہے، تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کر دے۔ کہہ دے اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، یقیناً تو آگ والوں میں سے ہے۔"

---

[1] القصص: ٦٤۔ [2] فصلت: ٤٧-٤٨۔ [3] الزمر: ٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تفسیر میں فرمایا: ﴿دَعَا رَبَّهٗ﴾ یعنی اپنے رب کو آواز دی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ندا (پکارنے، آواز دینے) کو دعا قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان کا مدلول (جس پر دلالت ہو) ایک ہی ہے اس لیے کہ یہ مترادف الفاظ ہیں اور ان کا معنی ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝﴾ ❶

”تیرے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا ذکر ہے۔ جب اس نے اپنے رب کو چھپی آواز سے پکارا۔“

اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کی نداء کو دعا کہا ہے:

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝﴾ ❷

”وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کو بہت سننے والا ہے۔“

نداء کا لفظی معنی دعا کے ساتھ آواز کو بلند کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ تو دعاؤں کو خوب سننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ ❸

”اور مچھلی والے کو، جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت تنگ نہ کریں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔“

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غمزدہ کی دعا جس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کے غم کو ختم کرتا ہے میرے بھائی ذی النون (یونس علیہ السلام) کی دعا ہے۔ اسی طرح نوح علیہ السلام کی دعا ہے:

﴿وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝﴾ ❹

”اور نوح کو بھی جب اس نے اس سے پہلے پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پھر اسے اور اس کے گھر والوں کو بہت بڑی گھبراہٹ سے بچا لیا۔“

ایک اور آیت کریمہ میں ہے:

﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝﴾ ❺

---

❶ مریم: ۲-۳۔ ❷ آل عمران: ۳۸۔
❸ الانبیاء: ۸۷۔ ❹ الانبیاء: ۷۶۔ ❺ القمر: ۱۰۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”تو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں مغلوب ہوں، سو تو بدلہ لے۔“

قرآن مجید میں کتنی ہی واضح اور صریح آیات ہیں جو غیر اللہ سے دعا کرنے کی ممانعت پر دلیل ہیں لیکن اے احباش اور ان کے ہم پیالہ وہم نوالہ لوگو! تمہارے دل ان کو تسلیم نہیں کرتے۔

شرکِ قدیم اور شرکِ جدید کا تعلق:

جب یہ بات واضح ہو چکی ہے تو جان لو کہ آج کل کے مشرک پہلے زمانے کے مشرکین کی طرح ہی ہیں۔ بس اتنا فرق ہے کہ موجودہ زمانے کے مشرکین اپنی زبانوں سے انکار کرتے ہیں کہ ہم تو غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتے جبکہ زمانہ قدیم کے مشرکین اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ ان کا غیر اللہ کو پکارنا اور ان سے دعا کرنا غیر اللہ کی عبادت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝﴾ [1]

”خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔“

فرق یہ نہیں ہے کہ زمانہ قدیم کے مشرکین اللہ کے وجود کا انکار کرتے تھے بلکہ وہ یہ اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا خالق، رازق، زندگی دینے والا، مارنے والا ہے اور وہ ان امور کی تدبیر کرنے میں اکیلا ہے لیکن وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیگر معبودوں کو پکارتے تھے۔ ان کو الٰہ بناتے تھے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی اور ان کے لیے وسیلہ بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـــــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾ [2]

”اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“

اس لیے وہ مشرک ٹھہرے، ان کے ایمان نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا حالانکہ وہ یہ ایمان رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] الزمر: ۳۔ [2] یونس: ۱۸۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

علاوہ نہ ہی کوئی خالق ہے اور نہ ہی کوئی رازق ہے۔ وہ لوگ حج کے موقع پر تلبیہ کہتے ہوئے یہ الفاظ ادا کرتے تھے: ((لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَ مَا مَلَكَ)) ❶ ''اے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو تیرا اپنا ہے۔ تو اس کا بھی مالک اور جس کا وہ مالک ہے۔''

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم ان اولیاء و صلحاء کی عبادت نہیں کرتے جبکہ مشرکین تو بتوں اور مورتیوں کی پوجا اور عبادت کرتے تھے اور اس کا اعتراف بھی کرتے تھے۔

جواب: مشرکین نے جس انداز میں عبادت کہا وہ یہ ہے کہ ہم تو اس لیے ان کی عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں۔ محض یہی اعتقاد تھا اس کے علاوہ کچھ نہیں، جبکہ رسول کریم ﷺ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کی دعا تو غیر اللہ کے لیے ہے۔ انہوں نے اپنے اس فعل کے ذریعے غیر اللہ کی عبادت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو عبادت قرار دیا ہے۔ یہ حکم الٰہی ہے کہ غیر اللہ کی عبادت وقوع پذیر ہوئی ہے لہٰذا یہ لوگ لاکھ انکار کریں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسا کہ عیسائیوں کے اس انکار کا کوئی اعتبار نہیں کہ وہ مریم علیہا السلام کو معبود نہیں بناتے ہیں۔

طبری نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ❷

''پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔''

کی تفسیر میں فرمایا: عرب اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتے تھے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کیا کرتے تھے۔ ❸

مشرکین توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے، بعض سلف صالحین کے اقوال:

اس زمین کے باسیوں کی کثیر تعداد کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ ❹

''ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے باوجود مشرک ہیں۔''

طبری کہتے ہیں: ان کا اللہ پر ایمان ان کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے۔ رازق ہے۔ وہی ہمیں زندگی دینے والا ہے اور وہی ہم کو مارنے والا ہے جبکہ ان کا شرک یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دعاؤں میں دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ وہ اپنی حاجات کی برآوری اور پریشانیوں میں فقط اللہ تعالیٰ سے دعائیں نہیں کرتے تھے بلکہ دوسروں کو شریک کرتے

❶ صحيح مسلم.
❷ البقرة: ٢٢۔
❸ تفسير طبرى: ١/١٢٨.
❹ يوسف: ١٠٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اہل تفسیر کا یہی قول ہے اور یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، عامر، قتادہ اور عطاء رحمہم اللہ سے منقول ہے۔

قتادہ فرماتے ہیں: کسی مشرک کی اصلیت جاننے کے لیے اس سے یہ سوال مت پوچھو کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ وہ فوراً کہے گا میرا رب اللہ ہے جبکہ وہ اس کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ مزید فرمایا: تمام لوگ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

ابن زید نے کہا: کوئی ایسا مشرک نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتا ہو مگر وہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے پر یقین رکھتا ہے۔ اس کے رازق ہونے کا بھی اقرار کرتا ہے۔ اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ کیا آپ کو علم نہیں کہ عرب کیسے تلبیہ پڑھا کرتے تھے: ((لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَ مَا مَلَكَ)) یہ مشرکوں کا تلبیہ ہے۔ ❶

''میں حاضر ہوں۔ اے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک جو تیرے لیے ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس کا بھی مالک ہے۔''

ان کے بعد آنے والے لوگوں نے بھی واضح کیا جیسا کہ قتیبہ رحمہ اللہ فطرت اسلام جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے کا تذکرہ کرنے کے بعد کہتے ہیں:

میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو کسی نہ کسی لحاظ سے کائنات کے مدبر اور اس کو بنانے والے کا اقرار نہ کرتا ہو۔ چاہے تو وہ اس (اللہ تعالیٰ) کو اس نام سے پکارے جو اس کا نہیں ہے، یا وہ ایسی چیز کی عبادت کرتا ہے جو اس کے مطابق اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کرے، یا وہ اس کی صفات اپنی طرف سے ہی بیان کرتا ہے یا پھر اس کی طرف ایسے امور کی نسبت کرتا ہے جن سے اس کی ذات اقدس بلند و برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ❷

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو بلاشبہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جاتے ہیں۔'' ❸

عز بن عبدالسلام نے کہا: یہ کہنا ناممکن ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ سے زیادہ اصنام یعنی بتوں اور مورتیوں کی تعظیم کرتے تھے کیونکہ ان کا کہنا تھا:

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ

---

❶ تفسیر طبری: ٥١-١٣/٥٠۔ الدر المنثور: ٤/١٢٠ للسیوطی۔
❷ الزخرف: ٨٧۔
❸ تاویل مختلف الحدیث: ١٢٩ لابن قیتیة۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣﴾ ❶

''خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔'' ❷

ابن جوزی نے کہا: فلاسفہ کے متعلق یہ دعویٰ کہ وہ خالق کائنات کے وجود کے منکر ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ ان میں سے اکثر لوگ خالق کائنات کے وجود کو ثابت سمجھتے ہیں۔ ❸

ابن عابدین حنفی نے حاشیہ میں کہا: بت پرست اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار نہیں کرتے انہوں نے اپنی بات کی دلیل کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ....﴾ ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ابراہیم حلبی سے نقل کیا کہ غالی رافضیوں کی حالت مشرکین سے بھی گئی گزری ہے کیونکہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو معبود بنا ڈالا جبکہ مشرکین مورتیوں اور بتوں کو معبود نہیں سمجھتے تھے۔ وہ تو ان کی عبادت فقط اس لیے کرتے تھے کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں۔ ❹

جو آدمی ان مشرکین اور ان کی جہالت سے اچھی طرح واقف نہیں وہ یہی سمجھتا ہے کہ جب اہل جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق و مالک نہیں اور وہی ہے جو تدبیر کائنات کرنے والا ہے تو وہ بھی توحید پرست ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہے یہ فطری ایمان ہے مگر فقط یہ ایمان توحید کامل نہیں ہے۔ اس ناقص توحید کی بنیاد پر مشرکین موحدین نہیں کہلا سکتے حالانکہ وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ ہی خالق و مالک ہے۔ ابولہب اور ابوجہل نے بھی اس حقیقت کی مخالفت نہیں کی ہے۔ مشرکین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کے معبود کچھ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٩﴾﴾ ❺

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ضرور کہیں گے کہ انھیں سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔''

---

❶ الزمر: ٣۔

❷ الفوائد فی مشکل القرآن: ٩٠۔

❸ تلبیس ابلیس: ٤٩۔

❹ حاشیه الدر المختار علی رد المختار: ٤/٢٢٦۔ حاشیة علی البحر الرائق: ٥/١٣٩۔

❺ الزخرف: ٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ [1]

''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟''

مشرکین نے کبھی بھی دعویٰ نہیں کیا کہ بت اور مورتیاں کچھ پیدا کرنے کے قابل ہیں۔

اس اعتقاد نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا وہ کہتے تھے کہ خالق و مالک اللہ ہی ہے بلکہ یہ بات تو ابلیس بھی بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک ہے اور وہ ان امور میں اکیلا ہے مگر اسے کچھ فائدہ نہ ہوا۔

مشرکین مکہ کا حال تو یہ تھا کہ جب وہ سمندر میں سفر کے دوران کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے تو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور اپنی دعاؤں کو فقط اللہ رب العالمین کے لیے خاص کر لیتے مگر جب خشکی پہ آتے تو شرک کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ [2]

''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔''

لیکن ہمارے دور کے مشرکین نے شرک اور جہالت مرکب دونوں کو جمع کر دیا ہے، یہ اپنی جہالت میں زمانہ جاہلیت کے مشرکین سے بھی دو ہاتھ آگے نظر آتے ہیں۔ صوفیہ کی کتب میں ایسے قصے بے شمار ہیں کہ جب ان کو مصیبت نے آن پکڑا تو انہوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارا اور ان کی مشکلات حل ہو گئیں۔ نبہانی نے کہا: یمن کے تاجر حضرات میرے شیخ ابوالغوث الشحری الیمنی کو پکارا کرتے تھے اور مصائب میں ان سے مدد مانگتے تھے۔ یہ تاجر خشکی میں ہوتے یا سمندر میں، ہر حال میں میرے شیخ کو پکارتے جو کبار اولیاء میں شامل ہیں اور کائنات کے غوث ہیں۔ [3]

---

[1] یونس: ۳۱۔
[2] العنکبوت: ٦٥۔
[3] جامع کرامات الاولیاء: ۲/۲۳۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ عین وہی عقیدہ ہے جس پر اہل جاہلیت تھے۔ ابن قتیبہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝۲۳﴾ ❶

''اور اگر تم اس کے بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔''

کی تشریح میں فرمایا۔ یہاں پر دعا کا معنی مدد طلب کرنا ہے۔ اسی میں سے دعائے جاہلیت بھی ہے، وہ یہ کہا کرتے تھے۔ اے آل فلاں! یہ ان کا مدد طلب کرنا تھا۔ ❷

اس بات میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ آج کے مشرک زمانہ جاہلیت کے مشرکین سے بھی بڑھ کر شرک کرنے والے اور اپنے شرک میں سخت ہیں کیونکہ (لا الہ الا اللہ) کلمہ اخلاص تب ہی فائدہ دیتا ہے جب اعمال میں اخلاص پیدا ہو جبکہ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شرک کے ہوتے ہوئے کلمہ اخلاص کوئی فائدہ نہ دے گا۔

احباش کہتے ہیں: جس آدمی نے (لا الہ الا اللہ) کہا اور یہ عقیدہ بھی رکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر بیٹھا ہے تو اس کو یہ شہادت کوئی فائدہ نہ دے گی چاہے وہ دن رات لا الہ الا اللہ کہتا رہے۔ شہادت (گواہی) اسی وقت فائدہ دے سکتی ہے جب انسان اس کے معانی پر ایمان رکھتا ہو۔ آج کل اکثر لوگ شہادتِ توحید اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں لیکن ان کے دل میں اس کے خلاف اعتقاداتِ فاسدہ پائے جاتے ہیں۔ ❸

ہم احباش سے وہی کہتے ہیں جو وہ خود دوسروں سے کہہ رہے ہیں:

اے احباش! جو انسان قبر پرست ہو تو وہ شہادتین کا اقرار کرنے میں تو ابو جہل اور کفار مکہ کی مخالفت کر رہا ہے مگر اولیاء، انبیاء، صلحاء کی قبور اور ان کی تصاویر سے تبرک حاصل کرنے اور ان سے مدد طلب کرنے میں ان کی مکمل موافقت کر رہا ہے۔ اگر تم کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی کو لا الہ الا اللہ کے اقرار کے باوجود دائرہ توحید سے نکال باہر کرو تو پھر یہ حق ہمیں کیوں حاصل نہیں ہے؟

ہمارے پیغمبر اس بات سے آگاہ کر چکے ہیں میری امت کے کچھ قبائل یا گروہ مشرکین کے ساتھ جا ملیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ میری امت کے کچھ لوگ مشرکین سے نہ مل جائیں اور بتوں کی پوجا شروع نہ کر دیں۔ ❹

ایک حدیث میں ہے: ''قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ میری امت کے قبیلہ دوس کی عورتوں کے کولہے کے اردگرد

❶ البقرة: ٢٣۔
❷ غريب القرآن لابن قتيبة: ٤٣۔
❸ شریط (٢) مجالس الهدى، پہلی سائیڈ۔
❹ ابو داؤد۔ اس کی سند صحیح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرکت نہ کریں۔“...... ذی الخلصہ جزیرۃ العرب کے جنوب میں دوس قبیلہ کا ایک بت تھا جس کی وہ زمانہ جاہلیت میں عبادت کیا کرتے تھے۔

یہ دونوں احادیث اسی شخص کے موقف کو واضح طور پر ردّ کر رہی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا صحیح مفہوم نہ جاننے کی وجہ سے دعویٰ کرتا ہے کہ اس امت میں شرک واقع نہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! مجھے خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ دراصل اس حدیث میں یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق تھا یا پھر پوری امت مراد ہے یعنی پوری امت اجتماعی طور پر شرک میں مبتلا نہ ہوگی۔ اس طرح دونوں احادیث میں جمع بھی ممکن ہے جو کہ اصول حدیث کا معروف قاعدہ ہے۔

حبشی غیر اللہ سے پناہ مانگنے کو جائز کہتا ہے:

حبشی فقط رسول اللہ ﷺ سے پناہ طلب کرنے کو جائز نہیں کہتا بلکہ اپنی ذات سے بھی پناہ دینے کا قائل ہے جبکہ یہ اہل علم کے ہاں شرک ہے۔ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ غیر اللہ سے پناہ طلب کرنا شرک ہے۔ بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ مخلوق کا مخلوق سے پناہ طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ ❶ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بنایا ہے:

﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ❷

”وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اسے پکارو، اس حال میں کہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو، سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو دلیل بنایا ہے: (فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ) ”جب تو پناہ طلب کرے تو فقط اللہ تعالیٰ سے ہی کرے۔“ ❸

حبشی کا کہنا ہے: غیر اللہ سے فقط استعاذہ (پناہ طلب کرنا) شرک نہیں کہلاتا اگر کوئی یہ کہے: یا رسول اللہ مدد تو وہ ان کے ہاں تو کافر ہو جاتا ہے۔ اس نے حارث بن حسان کی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے جس میں ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی پناہ چاہتا ہوں کہ وفد عاد کی طرح ہو جاؤں۔ ❹

اوّل:...... جب رسول اللہ ﷺ نے یہ کہنے کی اجازت نہیں دی کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اللہ کا رسول چاہے تو وہ خود سے پناہ مانگنے کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کہنے والے سے فرمایا تھا: ”تو نے تو مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا۔“ اور آپ ﷺ نے اچھے انداز سے خطبہ نہ پڑھنے والے سے فرمایا تھا: تو بہت برا خطیب

---

❶ الاسماء و الصفات: ۲٤۱، ۱/۳۰۵.
❷ غافر: ٦٥ـ
❸ فتح الباری: ۱۳/۳۸۱. ❹ الدلیل القویم: ۱۷۳ـ صریح البیان: ٥٨، ٦٧ـ المقالات السنیة: ٤٦ـ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے تو یہ کہہ (وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ) اور آپ نے لوگوں کو غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ ایسے میں رسول اللہ ﷺ کیسے پسند فرما سکتے ہیں کہ وہ اس کام میں اللہ تعالیٰ کے شریک بن جائیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ''اللہ سے ہی پناہ طلب کرو۔''

یہ شرک ہے اور اجماعِ امت کے خلاف ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بالکل خلاف ہے:

﴿وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ ❶

''اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے استاد نعیم بن حماد کا قول نقل کیا ہے کہ (لَا یُسْتَعَاذُ لِمَخْلُوْقٍ) ❷ ''مخلوق سے پناہ طلب نہیں کی جا سکتی۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ یَضُرَّهٗ شَيْءٌ حَتّٰی یَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهٖ ذٰلِكَ.)) ❸

''یہ دعا پڑھنے والے کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے حتیٰ کہ وہ اس جگہ سے چلا جائے۔''

خطابی کہتے ہیں: امام احمد نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ (کہ میں اللہ تعالیٰ کے کلمات کے ذریعے پناہ پکڑتا ہوں) کہا: رسول اللہ ﷺ مخلوق سے پناہ نہیں مانگا کرتے تھے۔ ❹

مرداوی نے ''الانصاف'' (٢/٤٥٦) میں اس بات کی تصدیق اور تائید بیان کی ہے۔

ابن خزیمہ نے کہا: ❺ کیا آج تک تم نے کسی عالم دین سے سنا کہ وہ کہہ رہا ہو کہ یہ کہنا صحیح ہے: اَعُوْذُ بِالْكَعْبَةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ''میں کعبہ سے پناہ پکڑتا ہوں ہر اس شر سے جو اس نے پیدا کیا'' یہ بات ایسا کوئی بھی مسلمان نہیں کہہ سکتا جو دین کی ادنیٰ سی بھی معلومات رکھتا ہو۔ کوئی بھی مسلمان کسی مخلوق سے پناہ طلب نہیں کر سکتا۔

مذکورہ حدیث کی سند کی تحقیق:

دوم:...... اس حدیث کی دو سندیں ہیں: ایک زید بن حباب سے اور دوسری عفان سے (رسولہ) کے زائد الفاظ زید بن حباب کی روایت میں ہیں۔ اس زیادتی میں وہ عفان عن عاصم بن ابی النجود سے متفرد (اکیلا) ہے۔ وہ صدوق ہے اور کثرت سے غلطیاں کرنے والا ہے۔

---

❶ فصلت: ٣٦۔ ❷ فتح الباری: ١٣/٣٨١۔
❸ مسلم: ٢٧٠٨۔ ❹ معالم السنن: ٤/٣٣٢، ٣٣٣۔ ❺ التوحید: ١/٤٠١۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

امام احمد [1] فرماتے ہیں: محدثین نے عفان کی روایت کو زیادہ صحیح اور قابل اعتماد قرار دیا ہے اس لیے (رسولہ) کے زائد الفاظ صحیح نہیں ہیں۔ عفان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور وہی روایت صحیح ہے جو کہ زید کی روایت سے زیادہ قابل اعتماد سند سے نقل کی گئی ہے۔

اہم تنبیہ:...... ہمارے استاذ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ترمذی کی روایت کو حسن قرار دیا ہے: "السلسلة الضعيفة" (۳۷۳/۳) یہ روایت سفیان بن عیینہ کے واسطے سے مروی ہے۔ یہ عفان بن مسلم اور مسلم بن محمد بن مخلد الحضرمی کے واسطے سے منقول نہیں ہے۔

سفیان کی سند سے منقول حدیث میں (رسول اللّٰہ) کے الفاظ نہیں ہیں۔ بمطابق روایت ترمذی نمبر ۳۲۷۳ کے، اس بات سے آگاہ رہنا چاہیے تاکہ البانی رحمہ اللہ کی حسن قرار دی گئی روایت سے دلیل نہ پکڑی جائے۔ پھر مسند احمد کی روایت جو عفان سے منقول ہے اس میں بھی (رسول اللّٰہ) کے الفاظ نہیں ہیں۔ یہ زائد الفاظ فقط زید بن حباب کی روایت میں ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (التقریب) میں اس کے متعلق کہا: ''یہ صدوق ہے ثوری سے حدیث نقل کرنے میں غلطی کا شکار ہے۔''

(اَعُوْذُ بِاللّٰهِ) والی روایت دو ثقہ حفاظ عفان بن مسلم اور سفیان بن عیینہ سے مروی ہے جبکہ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ) والی روایت محمد بن مخلد الحضرمی سے منقول ہے۔ ابن ابی حاتم الرازی کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں اس کو نہیں جانتا۔ [2] حافظ نے کہا اس کو ابوالفتح ازدی نے ضعیف کہا ہے۔ [3]

اس تفصیل سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان دو اماموں عفان اور سفیان کی (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ) والی روایت محفوظ ہے اور (رَسُوْلِهٖ) کے الفاظ والی روایت منکر اور شاذ ہے۔ واللہ اعلم۔

سوم:...... اگر غیر اللہ سے استعاذہ (پناہ مانگنا) جائز ہو تو پھر غیر اللہ کی قسم اٹھانا بھی جائز ہوگا۔

چہارم:...... جو شخص استعاذہ کے حقیقی معنی سے واقف ہو وہ کبھی بھی غیر اللہ سے استعاذہ طلب کرنے کو جائز نہیں کہہ سکتا۔ اس کے معانی کی تفسیر شیخ مصطفی نے ان الفاظ میں کی ہے۔ ''وہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط اور محفوظ ترین پناہ میں آ گیا۔'' وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے قلعہ میں آ گیا۔ اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت، فضل اور کرم کے سپرد کر دیا۔ [4]

اسی لیے شعرانی نے کہا: اگر مخلوق میں سے کسی سے استعاذہ طلب کرنا صحیح اور کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں محمد ﷺ

---

[1] میزان الاعتدال: ۲/۱۰۰۔
[2] الجرح و التعدیل: ۳۹۸۔
[3] لسان المیزان: ۵/۴۲۳۔ میزان الاعتدال: ۸۱۵۰۔
[4] کشف الاسرار: ۵۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیتے۔ یا جبرائیل علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں سے استعاذہ کرنے کا حکم دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مخلوقات کی کمزوری سے بخوبی آگاہ ہے وہ جانتا ہے مخلوقات اس سے عاجز ہیں کہ وہ کسی سے مکر وفریب کو دور کر سکیں۔ ❶

کیا کوئی توحید پرست صاحبِ عقل اس ضعیف اور شاذ روایت سے غیر اللہ سے استعاذہ کو جائز کہہ سکتا ہے؟ خاص طور پر وہ لوگ جو توحید وعقیدہ کے باب میں متواتر اور ثابت شدہ روایات سے ہی استدلال کرتے ہیں۔

غیر اللہ سے استعاذہ کرنے والا مشرکین عرب کے موافق ہے:

حبشی کا عقیدہ مشرکین عرب سے ملتا ہے، وہ لوگ جنات کے سرداروں سے پناہ مانگا کرتے تھے کیونکہ وہ ان کو تکلیف دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾ ❷

’’اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔‘‘

مجاہد کہتے ہیں: جب وہ کسی وادی میں اترتے تو کہتے: ہم اس وادی کے سردار جن کی پناہ میں آتے ہیں۔

کیا کسی انسان سے استعاذہ کیا جا سکتا ہے جبکہ قرآن مجید میں جنوں سے استعاذہ حرام قرار دیا جا رہا ہے؟

کیا کوئی عقل مند انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جہنم کی آگ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ چاہتا ہوں یا میں اس شر سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ چاہتا ہوں یا میں جنوں اور انسانوں کے شر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آتا ہوں۔ یا کہے میں ضلالت اور گمراہی سے نبی علیہ السلام کی پناہ طلب کرتا ہوں؟

حبشی کی توحید تو یہی ہے:

حبشی کی توحید جس کی طرف وہ تمھیں بلا رہا ہے: علم کلام، غیر اللہ سے استعاذہ، غیر اللہ سے مدد مانگنا اور صفات باری تعالیٰ کی فاسد تاویل ہے جس کو حبشی توحید کا نام دے رہا ہے یا پھر اس کو ’’علم دین ضروری‘‘ کہتا ہے۔ یہ اس طرح ملائی میں زہر ملا کر آپ کو کھلا رہا ہے۔

کیا حبشی نے اپنی کتاب ’’الدلیل القویم‘‘ (۲۲۹) میں مصیبت زدہ کی دعا ذکر کرتے ہوئے علی رضی اللہ عنہ کا قول ذکر نہیں کیا ہے کہ یہ کلمات مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے ہیں اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں جب بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں یا مجھ پر کسی قسم کی کوئی سختی آ جائے تو کہوں (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَهٗ

---

❶ لطائف المنن و الاخلاق: ۵۸۳۔

❷ الجن: ٦۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمُ)۔ ❶

رسول کریم ﷺ نے ان کو یہ حکم نہیں دیا کہ جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو وہ غیر اللہ سے پناہ طلب کریں یا پھر قبروں والوں سے مدد مانگیں۔ آپ نے تو علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور اللہ کی پناہ میں آنے کا حکم دیا ہے۔

کیا حبشی خود اس بات کا اقرار نہیں کر چکا کہ المدد یا رسول اللہ، المدد یا رفاعی، المدد یا بدوی، المدد شیخ جیلانی اور اس طرح کے الفاظ کہنا غیر مشروع عمل ہے؟ ❷

ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ دوسروں سے اس بات پر اختلاف کیوں کر رہا ہے جبکہ خود اسی فعل کا مرتکب اور اس کی تبلیغ کرتا ہے؟

یہ شخص پریشان حال لوگوں کو قبور اور فوت شدگان سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) اور ان سے استعاذہ (پناہ مانگنا) کی ترغیب کیوں دے رہا ہے؟ کیا یہ شخص فاطمیوں کا دور واپس لانا چاہتا ہے جنہوں نے ہماری مساجد کو قبروں، مزارات اور درگاہوں میں تبدیل کر دیا تھا؟

غیر اللہ کی قسم کھانے کے متعلق:

غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے کے متعلق اگر کچھ کہا جائے تو احباش غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے کو شرک شمار نہیں کرتے اور کہتے ہیں: امام احمد کے نزدیک جس نے رسول اللہ ﷺ کے نام کی قسم کھائی اور توڑ دی تو اس پر کفارہ لازم ہے۔ اس شخص اور اس میں کوئی فرق نہیں جو اللہ کے نام کی قسم کھاتا ہے اور پھر توڑ دیتا ہے تو اس پر کفارہ ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے کو شرک قرار دیا ہے...... پھر کہا امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب میں غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے کو حرام کہا گیا ہے۔ ❸

انہوں نے امام احمد رحمہ اللہ سے منقول دوسری روایت کو چھپا لیا ہے۔

یہ لوگ امام احمد سے منقول ایک ہی روایت پر کیوں زور دے رہے ہیں؟ قسم کے منعقد نہ ہونے کا قول جمہور کا ہے؟ ایک روایت پر زور دے کر حبشی کا مقصد تشویش پیدا کرنا ہے یا پھر حق سے اعراض اور نفسانی خواہشات کی پیروی ہے اور اولیت کا حق نہ دینا ہے؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک قافلے میں چلتے دیکھا جبکہ وہ اپنے باپ کے نام کی قسم کھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے آباء کے نام کی قسم اٹھانے سے منع

---

❶ بخاری، ٦٣٤٥۔ مسلم: ٢٧٣٠۔

❷ الدر المفید: ١٩٣۔ ❸ منار الهدی: ٤١/٤٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ جو کوئی قسم اٹھانا چاہتا ہے تو وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔ [1]

اے احباش! تم لوگوں نے حدیث شریف میں موجود (لَا يَنْبَغِيْ) (کسی کے لائق نہیں) کو بنیاد بنا کر کہا کہ اس سے غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ثابت نہیں ہوتا تو بتاؤ (يَنْهَاكُمْ) (تم کو اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے) کا کیا مطلب بیان کرو گے؟

غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے والا درحقیقت غیر اللہ کی عظمت اور تعظیم کا اعلان کر رہا ہوتا ہے۔

ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: قسم فقط اللہ تعالیٰ کی توحید (اکیلے اللہ تعالیٰ) کی ہی کھائی جا سکتی ہے کیونکہ یہ توحید اور اخلاص کا اعلان ہے۔ [2]

ابن نجیم حنفی کہتے ہیں: جو بندہ یہ کہتا ہے میری زندگی کی قسم، تیری زندگی کی قسم تو اس پر کافر ہو جانے کا خطرہ ہے۔ [3]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کے نام کی جھوٹی قسم اُٹھانے کی نسبت غیر اللہ کے نام کی سچی قسم اُٹھانا میرے نزدیک پسندیدہ ہے۔" [4]

اس کا مطلب یہ ہے کہ توحید کی نیکی اور بھلائی سچائی کی نیکی سے افضل ہے اور شرک کی برائی جھوٹ کی برائی سے خطرناک اور قبیح ترین ہے۔

حافظ نے کہا: علماء کا کہنا ہے: غیر اللہ کی قسم کھانے سے روکنے کا سبب یہ ہے کہ انسان جس کی قسم کھاتا ہے درحقیقت اس کی تعظیم کرتا ہے۔ اور حقیقی تعظیم اور عظمت فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہے۔

اسلامی عقیدہ کے اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس دروازے کو بند کیا جائے جو انسان کو شرک تک لے جانے کا سبب ہے یا پھر کمال توحید میں نقص کا باعث ہے۔ اسی لیے شریعت میں ہر اس فعل سے روکا گیا ہے جو شرک اکبر یا شرک اصغر میں واقع ہونے کا سبب بنے اگرچہ فعل کو سرانجام دینے والا اس کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ سورج طلوع ہوتے وقت اور سورج غروب ہوتے وقت نماز نہ پڑھنے کا حکم اسی بنیاد پر ہی ہے۔

سوال: کیا غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے یا نہیں؟ کیا شرک مکروہ ہے یا حرام ہے؟ کیا جھوٹ بولنا مکروہ ہے؟ ان دونوں میں سے زیادہ بڑا جرم کون سا ہے؟ شرک یا پھر جھوٹ؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

---

[1] متفق علیہ۔
[2] بدائع الصنائع: ۹،۸/۳۔
[3] البحر الرائق: ٥/۱۲٤۔ شرح فقہ الاکبر: ۱٦۲۔
[4] الکبیر للطبرانی: ۹/ ۲۰۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝۱۵۱﴾ ❶

''کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔''

غیر اللہ کی قسم کھانا کیسے مکروہ ہوسکتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا، اور بعض روایات میں ہے اس نے شرک کیا۔ حافظ نے کہا: جس نے غیر اللہ کی قسم کھانے کو حرام کہا اس نے اسی حدیث کو دلیل بنایا ہے۔ ❷

کوئی شرک اور کفر ایسا نہیں جس کو مکروہ کہا جا سکے بلکہ کفر اور شرک حرام ہیں۔ چاہے شرک اصغر ہو یا شرک اکبر ہو۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس پر نص بیان کی ہے۔ ❸

امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا کفر کی ایک قسم ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس بات کا انکار نہیں کیا اور اس کو ریاکاری کے ساتھ ملایا ہے اور اس پر مکروہ ہونے کا باب باندھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا۝۳۸﴾ ❹

''یہ سب کام، ان کا برا تیرے رب کے ہاں ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے۔''

یہ قطعاً انصاف نہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ الفاظ کو تو ترک کر دیا جائے اور کسی امتی کے الفاظ کو لے لیا جائے۔ ابن عبدالبر نے غیر اللہ کی قسم کھانے کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

البتہ رسول کریم ﷺ کے اس فرمان: (اَفْلَحَ وَ اَبِیْهِ) ''قسم ہے میرے باپ کی یہ کامیاب ہوا'' کے متعلق علماء نے کئی جوابات نقل کیے ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر نے دعویٰ کیا ہے یہ منسوخ ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے روک دیا تھا۔ یہی قول ماوردی سے منقول ہے اور بیہقی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ سبکی نے کہا اکثر شارحین حدیث اسی بات کے ہی قائل ہیں اور طحاوی کا قول بھی یہی ہے۔ ❺

---

❶ الانعام: ۱۵۱۔

❷ فتح الباری: ۱۱/۵۳۱۔

❸ مدارج السالکین: ۱/۳٤٤۔

❹ الاسراء: ۳۸۔

❺ فتح الباری: ۱۱/۵۳٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر اللہ کے نام کی کھائی گئی قسم واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ مخلوقات کے نام پر حلف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی قسم کھانا چاہتا ہو تو اللہ کے نام کی کھائے یا پھر خاموش رہے۔ کیا یہ امر (حکم) استحباب کے لیے ہے یا پھر وجوب کے لیے ہے؟ اگر کہا جائے کہ یہ حکم استحباب کے لیے ہے تو ہم کہیں گے کہ پھر آپ ﷺ نے یہ کیوں فرمایا کہ اسے چاہیے کہ خاموش رہے پھر وہ غیر اللہ کی قسم کھا رہا ہے؟ پھر ایک ہی بات باقی رہ جاتی ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے یہ انداز عرب استعمال کرتے ہیں جیسا کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ** ''تیری ماں تجھے گم پائے۔''

مسئلہ تعویذ:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تعویذات کے حرام ہونے پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ ان احادیث میں ہمیں کسی قسم کے تعویذ کا استثنا نظر نہیں آتا۔ جو شخص تعویذ لکھتا ہے یا لٹکاتا ہے اس کے لیے وعید ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک منتر، تعویذات اور ٹوٹکے شرک ہیں۔''[1]

اور فرمایا: ''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔''[2]

اور فرمایا: ''جس نے تعویذ لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کے کام مکمل نہ فرمائے۔''[3]

قرآنی دعاؤں، آیات اور احادیث صحیحہ سے لکھے گئے کو بطورِ تعویذ لٹکانے کا حکم:

جو چیز لٹکائی گئی ہے اگر وہ قرآنی آیات، قرآنی دعاؤں اور احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ اذکار وغیرہ پر مشتمل ہو تو اس کے متعلق علماء کے تین اقوال ہیں:

ا...... یہ جائز ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ مصیبت نازل ہو جانے کے بعد قرآنی آیات پر مشتمل اگر کوئی تحریر لکھ کر لٹکالی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ مصیبت نازل ہونے سے پہلے ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہ قول عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں: مصیبت نازل ہونے کے بعد ایسی اشیاء کو لٹکانا تعویذ نہیں ہے البتہ پہلے لٹکایا جائے تو یہ تعویذ شمار ہوگا، ایک روایت میں ہے تعویذ یہ ہے کہ مصیبت اور بلا کے نازل ہونے سے پہلے لٹکایا جائے لیکن اگر ایسی تحریر بعد میں لٹکائی جائے تو وہ تعویذ نہیں۔''[4]

---

[1] احمد: ۱/۳۸۱۔

[2] مسند احمد: ۴/۱۵۶۔

[3] حاکم: ۴/۲۱۶۔ مسند احمد: ۴/۱۵۴۔

[4] سنن البیهقی: ۱۹۰۵۰۳۔ حاکم: ۴/۲۱۷۔ انہوں نے اس کے مرفوع ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے خیال میں یہ نظر لگنے کی وجہ سے ہے۔

۲...... اگر تعویذات کلام اللہ پر مشتمل ہوں تو ان کو لٹکانا مطلق طور پر جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت منقول ہے۔

۳...... مطلقاً ممنوع: یہ قول ابن مسعود، ابن عباس، حذیفہ، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم اور عبد بن عکیم، ابراہیم نخعی اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ کا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت مروی ہے۔

ان لوگوں کے دلائل تعویذ کے متعلق عام نہی ہے جس میں کسی قسم کا کوئی استثنا نہیں ہے ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی خاص قسم کا تعویذ لٹکانا صحیح ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت دیتے جیسا کہ آپ نے دم کی اجازت دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے دم مجھ پر پیش کرو، اس دم میں کوئی حرج نہیں ہے جو شرک نہ ہو۔ [1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دم کی اجازت دی جو شرک پر مبنی نہ ہو جبکہ تعویذات کے متعلق ایسی کوئی تفصیل وارد نہیں ہے۔ دم کے بارے میں بھی آپ کی اجازت اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ آپ پر پیش کیا جائے اور اس کی پابندی کی جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو بعض کج روی اختیار کرنے والے حق اور باطل کو ملا کر عوام کے سامنے پیش کریں اور سادہ لوح لوگوں کو آہستہ آہستہ شرک میں مبتلا کر دیں۔

حدیث ''جب تو سوال کرے تو اللہ سے کر'' کے متعلق حبشی کا موقف:

حبشی کہتا ہے: اگر یہ کہا جائے: کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے کر اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے کر۔''؟ تو اس میں کوئی ایسی دلیل نہیں کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا ناجائز ہے۔ یہ حدیث اس بات کی قطعاً دلیل نہیں کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا حرام ہے۔ اس سے تو فقط یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور اس سے سوال کرنا افضل اور اعلیٰ ہے۔ [2]

حبشی نے مزید کہا: اس حدیث کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: مومن کے علاوہ کسی کی مصاحبت (دوستی) اختیار نہ کرو اور تیرا کھانا نیک آدمی ہی کھائیں۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومن کے علاوہ کسی کی مصاحبت صحیح نہیں ہے اور نہ ہی یہ بات سمجھ آ رہی ہے کہ نیک آدمی کے علاوہ کوئی تمہارا کھانا نہیں کھا سکتا بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری مصاحبت مومن آدمی کے ساتھ ہو اور تمہارا کھانا نیک آدمی کھائیں تو یہ اعلیٰ اور افضل ہے۔ بالکل اس طرح سابقہ حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو تو یہ اعلیٰ اور افضل ہے کیونکہ اس حدیث

---

[1] مسلم: ٤/١٧٢٧۔

[2] یاد رہے کہ استعانت (مدد طلب کرنا) کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق اور اس پر اعتماد، یہ استغاثہ (پناہ مانگنا) کے خلاف ہے وہ شدت کے وقت ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں رسول اللہ ﷺ نے یہ تو کہیں نہیں فرمایا کہ غیر اللہ سے سوال نہ کرو، یا غیر اللہ سے مدد نہ مانگو، کیا ان دونوں باتوں میں فرق نہیں ہے:

۱......غیر اللہ سے سوال نہ کرو اور غیر اللہ سے مدد نہ مانگو اور

۲......جب تو سوال کرے تو اللہ سے کرے۔ ❶

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اس کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸) ''پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔'' سلف صالحین کے فہم اور ان کی تشریحات کے مطابق یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ مانگنا واضح ہے۔ سلف صالحین سے صحیح سند کے ساتھ یہ بات کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ وہ غیر اللہ سے مانگا کرتے تھے۔ بلکہ اس کے برعکس اور اس کے خلاف صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ غیر اللہ سے نہیں مانگا کرتے تھے۔ سالم بن عبداللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مت مانگو۔ ❷

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھے ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے نہیں مانگے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' ❸ جب رسول کریم ﷺ زندہ لوگوں سے استعانت (مدد مانگنے) کو پسند نہیں کر رہے تو آپ یہ بات کیسے پسند کر سکتے ہیں کہ زندہ لوگ مردوں اور قبروں میں مدفون میتوں سے مدد طلب کریں یہ کیسے مشروع ہو سکتا ہے؟

اے احباش! تم تو ان لوگوں سے بھی بدترین ہو جو زندہ سے مانگتے ہیں، تم تو مردہ سے مانگتے ہو!

ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی لیے فرمایا تھا کہ کہیں تمہارا نفس امارہ تم کو شرک کی دعوت نہ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اس حالت میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا تھا تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔'' ❹

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امر (حکم) وجوب کا فائدہ دیتا ہے اگر کوئی قرینہ اسے وجوب سے نہ پھیرے تو امر سے وجوب ہی مراد لیا جائے گا اور یہ معروف قاعدہ ہے۔ رسول کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ جب تو مانگے تو اللہ تعالیٰ سے ہی مانگے۔'' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہی لیا گیا ہے:

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ❺

''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔''

کہا: کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مشہور ہے کہ ''دعا عبادت ہے۔'' اس کے بعد آپ نے اس آیت کریمہ کی

---

❶ صریح البیان: ۱۸۔

❷ حلیة الاولیاء: ۲/۱۹۴۔ سیر اعلام النبلاء: ۴/۴۶۳۔

❸ مسند احمد: ۵/۲۷۶۔ صحیح ترغیب: ۸۰۴۔

❹ بخاری، الجنائز: ۱۲۳۸۔

❺ الفاتحة: ۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلاوت کی تھی:

﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ [1]

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

یہ وضاحت حافظ ابن رجب نے بیان کی ہے۔ [2]

سبکی کی دلیل ان کے فتاویٰ کی روشنی میں پہلے بیان ہو چکی ہے۔ (۱ / ۱۳) کہ ان کے نزدیک اس آیت کریمہ کی بنیاد پر غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز نہیں ہے۔ اگر معاملہ اس طرح ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں امر (حکم) اپنی اصل یعنی وجوب پر باقی ہے اور اس وجہ سے غیر اللہ سے مدد مانگنا حرام ہے۔

کسی نے نہ مانگو:

حبشی نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ''جب تو سوال کرے تو اللہ سے کرے۔'' کا معنی یہ نہیں ہے کہ تم اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں مانگ سکتے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا افضل اور اعلیٰ ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ حدیث کے معنی میں واضح تحریف (تبدیلی) ہے۔ اگر اس کے بیان کردہ مفہوم کا اعتبار کیا جائے تو حدیث کے مرادی معنی ہی ختم ہو جاتے ہیں اور کلام کا کوئی اعتبار ہی باقی نہیں رہتا اگر اس حدیث مبارکہ سے یہ مراد ہے جو تم بیان کر رہے ہو تو پھر حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہونا چاہئیں تھے ''جب تو سوال کرے تو اللہ سے کرے اور غیر اللہ سے بھی کرے۔'' جبکہ حدیث کے الفاظ فقط یہ ہیں: ''جب تو سوال کرے تو اللہ سے ہی کرے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ [3]

''پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ''کہ جب تو مانگے تو اللہ تعالیٰ سے ہی مانگے۔'' اس بات کی تائید اور تاکید ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ سے مانگنا واجب ہے کیونکہ وہ اکیلا ہی مدد کرنے پر قادر ہے یہ قدرت کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ اس کو مکروہ کہہ کر غیر اللہ سے مانگنے کی ترغیب دینا غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دعا اور پکار کو عبادت قرار دیا ہے اور یہ کہ ایک اللہ

---

[1] غافر: ٦٠۔
[2] جامع العلوم و الحکم: ٢٨١۔
[3] الجن: ١٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے سوال کرنا اور مانگنا حق ہے جبکہ غیر اللہ سے سوال باطل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ❶

''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی ہے جو حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اس کے سوا وہ جسے بھی پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اللہ ہی بے حد بلند ہے، بہت بڑا ہے۔''

یہ باطل فعل حرام ہے فقط مکروہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ❷

''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کہیں:

﴿قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا﴾ ❸

''کہہ دیجیے میں تمہارے نقصان کا یا تمہیں راہ پر لانے کا مالک نہیں ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ﴾ ❹

''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکار۔''

کیوں؟ ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔'' آیت کریمہ پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح غیر اللہ کو پکارنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ جس کسی نے غیر اللہ کو پکارا اور آیت کریمہ کے پہلے حصے کی مخالفت کی۔ ﴿وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ﴾ اس نے آیت کریمہ کے آخری حصہ کے بھی خلاف کیا: ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کیا یہ نقض (مخالفت) مکروہ ہے یا حرام ہے؟ غور کرو۔

ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں کہ یہ لوگ شرعی اور عقلی طور پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو پتا چلے کہ زید بہت سی دولت کا مالک ہے اور وہ آپ سے کہے کہ تم کو کسی چیز کی بھی ضرورت ہو تو مجھ سے طلب کرو۔ اس نے تم کو یہاں تک کہہ دیا: میرے مال میں سے جو تم کو چاہیے اس کے متعلق مجھ سے سوال کرو اور مانگو۔ اب تجھ کو مال کی ضرورت بھی ہے اور تجھے پتا بھی ہے کہ زید مال کا مالک ہے اور اس نے مجھ سے کہہ بھی رکھا ہے کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤ، لیکن تو خالد کے پاس جائے جو کہ فقیر آدمی ہے اور اس کے پاس مال و دولت کے خزانے نہیں ہیں اور تو اسے کہے

❶ الحج: ٦٢۔ ❷ یونس: ١٠٦۔
❸ الجن: ٢١۔ ❹ القصص: ٨٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھے زید کے مال سے کچھ عطا کرو۔ وہ آپ سے کہے کہ جب بھی تو نے مانگنا ہوتو زید سے مانگو کیونکہ میں زید کے مال سے تم کو کچھ دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ لیکن تو زید کے پاس تو نہ جائے مگر خالد سے ہی بضد رہے کہ جو مال اس کے پاس نہیں ہے اسی سے تجھے عطا کرے تو بتاؤ تم کو کون عقلمند کہے گا؟ تو کس قدر بے وقوف ثابت ہوگا جب خالد سے ہی کہتا رہے گا کہ وہ زید کے مال سے تجھے عطا کرے۔

تو کس قدر ضدی اور ہٹ دھرم ہوگا کہ تجھے مال تو چاہیے لیکن خالد لے کر دے جس کا اس کے پاس اختیار ہی نہیں ہے۔ اگر تجھ میں تھوڑی سی بھی عقل ہو تو تجھے چاہیے کہ تو زید سے سوال کرے۔

فائدہ: رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے اس شرط پر بیعت کی کہ وہ لوگوں سے کوئی سوال نہ کریں گے جن میں ابوبکر، ابوذر اور ثوبان رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ان میں سے کسی کا اگر کوڑا بھی زمین پر گر جاتا تو وہ اپنی سواری سے اترتا اور اس کو اٹھاتا لیکن کسی سے یہ نہیں کہتا تھا کہ مجھے یہ پکڑا دو۔ اس قدر احتیاط ہر ایک کے بس کی بات نہیں اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ان سے خاص طور پر فرمائی جبکہ فقط اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنے کی بات آپ نے سب کے لیے فرمائی (کہ جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے ہی کرے) کیونکہ یہ بات آپ نے صحابہ کرام کی خاص جماعت سے ارشاد نہیں فرمائی بلکہ اس کو عام اور سب کے لیے فرمایا ہے تو اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا تو وہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔'' [1] تو پھر اس آدمی کے متعلق کیا کہا جائے گا جو غیر اللہ سے مانگتا ہے۔ وہ اموات اور مردوں کے در پر جھکتا ہے اور ان سے مدد مانگتا ہے ان سے دعا کرتا ہے؟ کیا اس طرح کے لوگ عقیدہ توحید کی مٹھاس سے واقف ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

حبشی کے ہاں تو یہی توحید کی بنیاد ہے، یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس توحید واجب ہے۔ جب ان کے پاس کوئی شخص توحید اور عقیدے کا علم سیکھنے آتا ہے تو یہ لوگ اسے غیر اللہ سے استغاثہ اور استعانت کی تعلیم دیتے ہیں اور اہل قبور اور مزارات سے مدد طلب کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ دودھ اور مکھن میں زہر ملا رہے ہیں۔

کیا تم قبروں کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو؟

کیا تم لوگ ایک کمزورترین کو (جو قبر میں ہے) اس (اللہ تعالیٰ) سے بدلنے کی کوشش کرتے ہو جو طاقتور اور بہترین ہے؟ بلکہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ جو شخص لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے قبر سے نکل آتا ہے وہ دوبارہ قبر میں جانے پر کیسے راضی ہو جاتا ہے؟

زیارت قبور کا ایک سبب اپنے عزیزوں کے لیے دعا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم قبرستان جائیں اور اپنے عزیز واقارب کے لیے رحمت اور مغفرت

[1] ترمذی: ٣٦٠٧۔ شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی دعا کریں۔ ہم ان کے لیے دعا کریں نہ کہ ان سے دعا کریں، ان سے حصول منفعت کی دعا کرنا باطل ہے۔

رسول کریم ﷺ نے قبروں کی زیارت کے دو اسباب بیان فرمائے ہیں:

(۱) فوت شدگان کے لیے دعا (۲) اپنی موت اور آخرت کو یاد کرنا

اے احباش! تمہاری یہ تیسری غرض یعنی فوت شدگان سے مدد طلب کرنا، ان سے سوال کرنا، قبروں سے تبرک حاصل کرنا اور اس کو مجرب تریاق کہنا اس سے رسول اللہ ﷺ قطعاً لاتعلق اور بری الذمہ ہیں۔

امام طحاوی حنفی کے مخالفین:

طحاوی فرماتے ہیں: ''زندوں کی دعا مردوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔'' اس کے فوراً بعد فرمایا: ''فقط اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کو سنتا ہے اور لوگوں کی حاجات کو پورا کرتا ہے۔''[1]

امام طحاوی رحمہ اللہ کے نزدیک قبروں والے زندہ لوگوں کی دعاؤں کے محتاج رہتے ہیں جبکہ زندہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اپنی حاجات فقط اللہ تعالیٰ کے حضور ہی پیش کریں۔ مگر آج معاملہ اس کے برعکس ہو چکا ہے۔ آج ان نفس پرستوں نے امام طحاوی کی عبارت اپنے باطل عمل کی بنیاد پر الٹ دی ہے۔ یہ عبارت ایسے ہوگئی ''فوت شدگان کی دعاؤں سے زندوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔'' آج فوت شدگان کی دعا زندہ کے لیے فائدہ مند ہو چکی ہے۔'' آج زندہ حاجت روائی کے لیے مردہ کے پاس چل کر جاتا ہے۔ وہ مردہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تاکہ وہ اس زندہ کے لیے دعا کرے؟

حبشی ہمارے پیارے پیغمبر علیہ السلام کی تعلیمات سے کس قدر دور ہے۔ یہ امام طحاوی کے قول سے کس قدر دور ہے جن کے عقیدہ کی شرح اس نے جہم بن صفوان کے منہج کے مطابق کی ہے؟ اس نے ان کے کلام سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے ان کے کلام کو اس قدر الٹا کر دیا کہ زندوں کو مردوں کی دعا سے فائدہ پہنچانے کا دعویٰ کر دیا، حبشی کے نزدیک غیر اللہ اور فوت شدگان اللہ تعالیٰ کی نسبت زیادہ قریب اور دعاؤں کو جلدی سننے والے اور زیادہ رحمت والے ہیں؟

مومن کی اپنے بھائی کے لیے دعا:

مومن کی اپنے بھائی کے لیے دعا اور اس کا تعاون درحقیقت ایمان اور عمل صالح ہے اور جب مومن اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس سے کہتا ہے جو دعا تو اپنے بھائی کے لیے مانگ رہا ہے تیرے لیے بھی ایسی ہی (دعا) ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب صاحب قبر یا فوت شدہ زندہ بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو کیا فرشتہ اس کو یہ کہتا ہے کہ جو دعا تو اپنے بھائی کے لیے مانگ رہا ہے تیرے لیے بھی ایسی ہی دعا ہے؟ اور کیا میت کے لیے اعمالِ صالحہ کا ثواب لکھا جاتا ہے؟ کیونکہ وہ اپنے زندہ بھائی کی حاجات کو پورا کر رہا ہے حالانکہ موت کے ساتھ ہی اعمالِ صالحہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

[1] متن العقيدة الطحاوية بذيل اظهار العقيدة السنية للحبشي: ٢٥٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے علو کے منکر، آسمان کو زمین سے بدل رہے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں کو جو اللہ تعالیٰ کے علو (مستوی علی العرش) ہونے کے منکر ہیں اسفل السافلین (نچلا ترین درجہ) کی طرف پھیر دیا ہے۔ یہ لوگ اپنی دعاؤں میں زمین کے عمیق (گہرے) گڑھوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کی امیدیں زمین کی گہرائیوں سے اس وقت معلق ہوئی ہیں جب انہوں نے اپنی فطرت کو ہی الٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اوندھے منہ گرا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ [1]

"اللہ نے ان کے دل پھیر دیے ہیں، اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے۔"

یہ لوگ مردوں کو پکارتے ہیں اور اس ذات اقدس کو چھوڑ دیتے ہیں جو ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کا راستہ روکنا اور غیر اللہ سے دعا کرنے کی ترغیب:

جب ان لوگوں نے غیر اللہ سے دعا کی ترغیب دی تو اکیلے وحدہٗ لاشریک اللہ سے انہوں نے منہ موڑ لیا اور اس سے دعائیں کرنا چھوڑ دی ہیں بلکہ ان لوگوں نے اصحاب القبور اور غیر اللہ سے دعا کرنے کو حقیقی صوفی ہونے کی علامت قرار دیا ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ حقیقی صوفی وہ ہے "جس کو اللہ کی طرف کوئی حاجت نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ سے کبھی بھی جنت کا سوال نہ کرے، اور کبھی بھی جہنم سے پناہ طلب نہ کرے۔" [2]

ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کو کم ترین درجہ اور اس سے نہ مانگنے کو اعلیٰ ترین درجہ شمار کیا۔ قشیری نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مبتدئین (ابتدائی درجہ کے لوگ) کی زبانیں دعا کے ساتھ جاری رہتی ہیں جبکہ خاص لوگوں کی زبانیں اس سے گونگی رہتی ہیں۔ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ "میں نے گزشتہ پچاس سال سے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کی ہے اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میرے لیے کوئی دوسرا دعا کرے۔" [3]

ان جاہلوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کو ترک کرنے کو، اللہ تعالیٰ کی رضا تصور کیا ہے یہ لوگ نماز کو بھی دعا خیال نہیں کرتے ہیں۔ ایک صوفی کہتا ہے: "رضا مندی تو یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے جہنم میں ڈال دے تو مجھے اس پر راضی رہنا ہے۔" ایک صوفی رویم نے کہا: "رضا مندی تو یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میری دائیں طرف جہنم بنا دے تو میں کبھی اس سے یہ نہ کہوں گا کہ اس کو بائیں طرف کر دے۔"

ان کے شیخ احمد رفاعی کا کہنا ہے: جب زکریا علیہ السلام کے سر پر آرا رکھا گیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا چاہی تو

---

1. التوبة: ۱۲۷۔
2. الرسالة القشيرية: ۸۸، ۸۹۔ الحدائق الوردية: ۱۳۱۔ عوارف المعارف: ۱۰۳۔
3. الرسالة القشيرية: ۱۲۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈانٹتے ہوئے کہا: کیا تو میرے حکم پر راضی نہیں ہے؟ تو وہ خاموش ہو گئے اور ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔ [1] ایک اور صوفی کا دعویٰ یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے کہا: جو میرے حال کو دیکھ رہا ہے اس سے سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اس طرح کے جھوٹے قصے پھیلا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے دور کر دیا۔ ان کا حال یہ ہے کہ جب ایک اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل تنگ ہوتے ہیں اور جب دوسروں کو پکارنے کی بات ہو تو یہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ [2]

نقشبندی کتوں اور گرگٹ سے مدد مانگتے ہیں، ظالموں کا انجام کس قدر برا ہے؟:

اللہ تعالیٰ نے (بطورِ سزا) ان لوگوں کو جانوروں سے دعائیں کرنے پر لگا دیا ہے کہ وہ ان سے بھی مدد مانگیں۔ انھوں نے سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ بہاء الدین نقشبندی سے روایت کی ہے کہ اس کے شیخ نے ان کو سکھلایا ہے کہ نقشبندی کتوں سے مدد مانگا کرو اور ان کی خدمت پورے اخلاص کے ساتھ کیا کرو۔ پھر ایک قصہ بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک کتا اور ایک گرگٹ ایک جگہ پر جمع ہوئے تو دونوں خوب روئے حتیٰ کہ ان کے رونے اور گڑگڑانے کی آواز سنی گئی۔ دونوں جانور اپنی کمر کے بل زمین پر لیٹ گئے جبکہ کتے نے اپنے چاروں پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا مانگنے لگا، پھر گرگٹ نے بھی ایسا ہی کیا اور مذکورہ شیخ رو رہے تھے اور ان دونوں جانوروں کی دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔ [3]

یہ لوگ ذلت کے گڑھوں میں گر گئے ہیں جو کہ کتوں اور گرگٹوں سے مدد مانگ رہے ہیں اور اس کی تلقین اپنے متبعین کو بھی کر رہے ہیں۔ ان کے مشائخ ان کو کتوں سے مدد مانگنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ ان کے ایک شیخ کا کہنا ہے کہ تم لوگ یہ کہا کرو: اَلْمَدَدْ یَا سَیِّدِیْ کَلْب ''اے میرے سردار کتے میری مدد فرما۔'' یہ کیسا فاسد عقیدہ ہے؟ ان لوگوں کی مدد کے لیے قبور میں مردے جبکہ دنیا میں کتے اور گرگٹ تیار رہتے ہیں۔ لوگو! غور کرو کیا اللہ تعالیٰ بہتر نہیں ہے ان سے جن کو یہ شریک بناتے ہیں؟

اے قاری! آپ کا کیا خیال ہے اگر یہ خرافات اور جھوٹے قصے کسی ہندو کو اسلام میں داخل کرنے کے لیے سنائے جائیں تو وہ ان پر یقین کرے گا؟ یقیناً وہ کہے گا کہ ہم لوگ گائے سے مدد مانگتے ہیں اور تم کتوں سے (گائے کتے سے تو کہیں بہتر ہے) تو کیا وہ اسلام قبول کرے گا؟ [4]

---

[1] حالة اهل الحقيقة مع الله: ١١٥۔

[2] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ (الزمر: ٤٥) ''اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔''

[3] الحدائق الوردية فى حقائق النقشبندية: ١٢٩۔ الانوار القدسية فى مناقب النقشبندية: ١٣٠۔

[4] بعض ہندوؤں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ہم لوگ اگر بتوں اور گائے کی پوجا کر کے شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں تو اے مسلمانو! تم بھی تو مردوں اور فوت شدگان کو پکارتے ہو تم میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ تم کیسے توحید پرست ہو؟ (مترجم)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں سن ہونے والی روایت سے استدلال

❀......اشاعرہ کا دوہرا معیار

❀......اس روایت کی تخریج میں احباش کا تناقض (تضاد)

❀......غیر اللہ سے مدد مانگنے کے متعلق مختلف شبہات

❀......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں سے بھی مدد مانگنا

❀......ہم توحید کو کیسے سمجھیں؟

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں سن ہونے والی روایت سے استدلال

احباش نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں سن ہونے والی روایت کو دلیل بنا کر غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز قرار دیا ہے۔ان کے نزدیک روایت یوں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو ان سے کہا گیا کہ اپنے سب سے محبوب انسان کو یاد کرو تو انہوں نے فرمایا: یا محمد!

نبیل شریف نے دعویٰ کیا ہے کہ بعض لوگوں نے ادب المفرد کے نسخے سے لفظ (یا) ختم کر دیا ہے۔❶ ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس بات کو ثابت کرے۔ادب المفرد کے مخطوطہ سے لفظ (یا) دکھائے۔

شیخ عبدالباسط فاخوری مفتی بیروت نے اس روایت کو پوری تحقیق کے بعد ذکر کیا ہے جس میں لفظ (یا) نہیں ہے۔ یہ سفیان کی روایت کے موافق ہے یہ کتاب (دارنشر حبشیہ) سے طبع ہوئی ہے۔اس پر تحقیق کا کام احباش کے شیخ نے ہی کیا ہے جس کا نام اسامۃ السید ہے وہ اس پر تعاقب کرنے پر مجبور ہو گیا۔❷

میں نے ادب المفرد کے تمام مطبوعہ اور محقق نسخہ جات کی طرف رجوع کیا ہے۔ان میں سب سے اہم ترین نسخہ (فضل اللہ الصمد) کا ہے جو بہت سے مخطوطہ جات کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔اس میں محقق نے لفظ (یا) کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی مخطوطہ جات میں اس کا ذکر ہے۔ہاں یہ ہے کہ بعض مطبوع نسخہ جات میں اس کو ذکر کیا گیا ہے اور بعض مطبوع نسخہ جات میں یہ لفظ نہیں ہے۔لہٰذا اس کو دلیل بنانا صحیح نہیں۔ جب اصل مخطوطہ اور سب سے با اعتماد نسخے میں لفظ (یا) ذکر نہیں تو اس کو دلیل بنانا ہی بے فائدہ ہے۔ جہاں احتمال آ جائے وہاں استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

اس روایت کے بیان کردہ مطالب پر کچھ اشکالات ہیں جن سے تجاوز کرنا صحیح نہیں ہے۔تم پر لازم ہے کہ ان کا جواب دو۔ اگر تم ان سے تجاوز کرتے ہو تو دوسری مشکل میں پھنس جاؤ گے۔

(۱)......اصل مخطوطہ سے الفاظ کی تحقیق

(۲)......ابن عمر رضی اللہ عنہما تک سند کا صحیح ثابت ہونا

(۳)......اشعری کی بیان کردہ شرط کے مطابق اس کا متواتر ہونا کیونکہ یہ روایت عقیدہ سے متعلق ہے۔

(۴)...... یہاں دو متضاد روایات میں سے ایک لفظ ندا (یا) کے ساتھ ہے اور ایک لفظ ندا (یا) کے بغیر ہے اس

---

❶ شریط مجالس الھدی (پہلی سائیڈ: ۴۳۰۔

❷ الکفایة لذوی العنایة، تحقیق اسامه السید: ۱۸۴، موسسة الکتب الثقافیة۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت سے دلیل لینے سے پہلے ان دونوں میں راجح روایت ثابت کرنا۔

(۵)...... یہ روایت جو تم بیان کر رہے ہو قرآن کے حکم کے صریحاً مخالف ہے۔ ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸) ''پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔'' اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بھی مخالف ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے ہی کرے۔ یہ روایت قول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی خلاف ہے۔ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے سوال نہ کرو۔'' ❶

قول صحابی کے متعلق شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے حکم کے موافق ہو، اگر صحابی کا قول قرآن مجید اور فرمان رسول ﷺ کے خلاف ہو تو اس کو چھوڑنا لازم ہے۔ اس امت کے سب سے افضل ترین شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میری اطاعت اس کام میں کرو جس میں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں، اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں ہے۔''

ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب، سنت رسول اللہ ﷺ اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل کو کسی صحابی کے تفرد (الگ ہونا) کی بنا پر نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ بھی اس وقت جب یہ فعل صحیح سند سے ثابت ہو۔

(۶)...... لفظ (یا) سے اگر ثابت ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارنے کے لیے ہے تو پھر دیکھنا چاہیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پروردگار کا کیا حکم ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیغمبر کا کیا حکم ہے؟ اور خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کیا موقف ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ❷

''پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا﴾ ❸

''کہہ دے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ﴾ ❹

''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے۔''

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا: ''جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے کرے۔'' اور فرمایا: ''دعا عبادت

---

❶ حلية الاولياء: ۲/۱۹۴۔ سير اعلام النبلاء: ٤/٤٦٣۔

❷ الجن: ۱۸۔ ❸ الجن: ۲۰۔ ❹ یونس: ۱۰۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔" یہ آیات اور احادیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایت سے زیادہ صحیح ہیں اور قوی سند سے مروی ہیں۔

کوئی بھی انصاف پسند مسلمان اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کی بنیاد پر ترک نہیں کر سکتا۔ ایسا وہی کر سکتا ہے جو ظالم ہو اور دوسروں کے کلام کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر مقدم کرنے والا ہو۔

اگر یہ روایت ثابت بھی ہو تو ہم یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان لوگوں کے لیے فتنہ اور آزمائش بنا ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ ہی تو ان لوگوں کے دلوں کو پاک کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینا چاہتا ہے۔

(۷)...... یہ روایت ثابت بھی ہو تو جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کے خلاف ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان سے توسل (وسیلہ پکڑنا) ترک کر دیا تھا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کو وسیلہ بنایا۔ جب مسلمان قحط اور خشک سالی میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے آپ کے چچا کا وسیلہ اختیار کیا۔ اگر فقط پاؤں سن ہو جانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل جائز ہوتا تو قحط اور خشک سالی کے وقت صحابہ کرام فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا وسیلہ اختیار کرتے۔

اگر صحابہ کرام کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) جائز ہوتا تو وہ قحط سالی کی مصیبت میں آپ کا وسیلہ اختیار کرتے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بخاری کی روایت کے مطابق تو انہوں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کا توسل (وسیلہ) ترک کر دیا تھا۔ جن روایات سے توسل کا ترک ثابت ہے وہ سند اور متن دونوں کے لحاظ سے اس روایت سے کہیں اعلیٰ اور قوی ہیں جس سے تم احباش استدلال کرتے ہو۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام نے توسل تو ترک کر دیا اور استغاثہ (مدد طلب کرنا) جائز قرار دے دیا؟

(۸)...... ابن عمر رضی اللہ عنہما بینائی سے محروم ہو گئے تھے مگر ان سے کہیں بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کیا ہو۔ جو صحابی بینائی سے محروم ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ نہ کرے وہ فقط پاؤں کے سن ہونے پر کیسے استغاثہ کر سکتا ہے؟ ہر عاقل جانتا ہے کہ بینائی سے محروم ہو جانے کی مصیبت، پاؤں کے سن ہو جانے سے کہیں بڑی اور شدید ہے۔ اگر آپ سے استغاثہ جائز ہوتا تو وہ ضرور نابینائی کی مصیبت میں بھی کرتے۔

پاؤں سن ہو تو محبوب کو یاد کیجیے:

(۸)...... ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا تھا: "اپنے سب سے محبوب بندے کو یاد کیجیے۔" اس نے محبوب بندے کو یاد کرنے کا کہا تھا یہ نہیں کہا تھا کہ اپنے محبوب سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کرو۔ تو انہوں نے فرمایا: "محمد" یا پھر "یا محمد" یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جواب سوال کے عین مطابق تھا کیونکہ سوال کرنے والا محبوب ترین ہستی کو یاد کرنے کا کہہ رہا تھا اگر اس سے مراد استغاثہ لیا جائے تو جواب سوال کے مطابق نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگا۔سوال کرنے والے نے غیر اللہ کو پکارنے کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

اس باب میں امام بخاری، ابن تیمیہ اور ابن سنی ؒ نے اس کو ذکر کیا ہے بشرطیکہ لفظ ندا ثابت ہو،لیکن امام نووی، ابن علان اور امام بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے غیر اللہ سے استغاثہ کا جواز ذکر نہیں کیا بلکہ ابن علان کی شرح ان احباش کے خود ساختہ مفہوم کی دھجیاں اڑاتی ہوئی نظر آتی ہے جیسا کہ تفصیل درج ذیل ہے:

اہل علم نے اس روایت کو کیسے سمجھا؟!

پاؤں سن ہو جانے کے وقت اپنے محبوب کو یاد کرنے کا معاملہ عربوں میں مشہور ترین بات ہے۔ان کے اشعار میں اپنے محبوب کے لیے لفظ (یا) کثرت کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے جبکہ یہ ندا فقط محبوب کی یاد کو دل میں لانے کے لیے ہوتی ہے نہ کہ اس سے استغاثہ کے لیے۔ان کے نزدیک پاؤں سن ہو جائے تو اپنے محبوب کو یاد کرنا معروف بات ہے۔ کہا جاتا ہے: جس کا پاؤں سن ہو جائے وہ اپنے محبوب کو یاد کرے۔ یہ یاد استغاثہ کے لیے نہیں ہوتی۔ابن علان کا کہنا ہے: یہ محبوب کی کمال محبت ہے کہ جب پاؤں سن ہو جائے تو اس کا خیال اور اس کی محبت دل میں لاؤ حتیٰ کہ اس کی یاد تمہیں پاؤں کا درد بھلا دے اور پاؤں کا سن ہونا ختم ہو جائے۔ [1]

ابن سنی نے ولید بن عبدالملک کا قول ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے محبوب کے لیے شعر کی صورت میں کہا:

”تجھے بہتر بدلہ ملے اپنے محب کی طرف سے، جب اس کا پاؤں سن ہوتا ہے تو تجھے پکارتا ہے۔“ [2]

اور جمیل نے بثینہ کے لیے کہا:

”جب تو مجھے نظر آتی ہے تو میری آنکھیں سرور پکڑتی ہیں اور تیری یاد مجھے شفا دیتی ہے جب بھی میرا پاؤں سن ہو جاتا ہے۔“

موصلی نے کہا:

”میرا پاؤں جب بھی سن ہوا یا میں پریشان حال ہوا تو میں نے تجھے یاد کیا حتیٰ کہ میرا سن پاؤں شفایاب ہو گیا۔“

ابو العتاہیۃ نے کہا:

”اس کا پاؤں بعض دفعہ سن ہوا۔اگر اس نے یاعتب نہیں کہا تو سن ہونے والا پاؤں صحیح نہ ہوا۔“

ایک شاعر کہتا ہے:

”جب بھی محب (محبت کرنے والا) کا پاؤں سن ہوا تو اس نے کبشیہ کو آواز دی حتیٰ کہ سن ہونے والا پاؤں شفا پکڑ گیا۔“

---

[1] الفتوحات الربانية على الاذكار النووية: ٦/٢٠٠ لابن علان دار احياء التراث۔

[2] بلوغ الادب: ٢/٣٢٠، ٣٢١۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایک شاعرہ کہتی ہے:

''میرا پاؤں جب بھی سن ہوا میں نے ابن مصعب کو آواز دی، جب میں نے عبداللہ پکارا تو میرا درد ختم ہو گیا۔''

اگر یہ عمل صحیح ہے تو اے احباش! تم نے جاہلیت کے فعل کو صحیح قرار دے دیا اور تم نے دعویٰ کر دیا کہ ہر مشرک نے اپنی محبوب کو پکارا اور اس سے مدد مانگی اور وہ اس کی مدد کو آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے جمیل کے بثینہ سے استغاثہ کو پسند کیا۔ اگر ایسا ہے تو یہ جہالت کی انتہا ہے۔

کیا لفظ (یا محمد) فقط ندا کے لیے ہے؟

احباش کا یہ دعویٰ کہ ہم کسی مسلم موحد کی تکفیر فقط (یا محمد) بطور ندا کہنے پر کر دیتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے غیر اللہ کو پکارنے سے منع کیا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [1]

''اور میں تم سے اور ان چیزوں سے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔''

ان انبیاء کا مقصد ایسی دینی پکار سے روکنا ہے جس میں غیر اللہ کو حصول منافع اور مصائب ختم کرنے کے لیے اس دعویٰ کے ساتھ پکارا جائے کہ یہ ولی ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے۔ جب ہم کسی پکار اور دعا کو غلط کہتے ہیں تو یہی پکار مراد ہے ہم مجرد ندا کو کفر یا شرک نہیں کہتے اور نہ ہی اس ندا کو شرک شمار کرتے ہیں جو خاوند اپنی بیوی کو کھانا لانے کے لیے بلاتا اور آواز دیتا ہے۔ اِس ندا اور اُس ندا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو لوگ حقائق کو چھپا کو لوگوں کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں ایسے لوگوں کے لیے بربادی ہے درحقیقت یہ لوگ عوام الناس کی جہالت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی مجرد حرف ندا (یا) کو شرک نہیں کہا۔ مجرد حرف ندا نماز میں اس قول کے مشابہ ہے السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاته یا جیسا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا: يَا اَبَتَاه، اَجَابَ رَبًّا دَعَاه يَا اَبَتَاه جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَا وَاه، يَا اَبَتَاه اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاه ''اے میرے والد! آپ کو اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا ہے، اے میرے والد! آپ کا مقام جنت الفردوس ہے، اے ابا جان! ہائے افسوس میں آپ کی وفات کی خبر جبرائیل کو سناتی ہوں۔'' یا یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کی طرح ہے جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے: بابی انت و امی (یا) رسول الله۔ یا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی طرح ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے اور رات کا وقت ہو جاتا تو فرماتے: یا ارض ربی و ربك الله اے زمین! تیرا اور میرا رب اللہ ہے۔

اے احباش! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس مسئلہ میں اختلاف کی نوعیت کیا ہے؟ اور محل نزاع (جھگڑے کی وجہ)

[1] مریم: ۴۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے؟ تم جانتے ہو ہمارا اور تمہارا اختلاف مجرد حرف ندا کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس ندا (پکار) کے متعلق ہے جس میں غیر اللہ کو حصول منافع اور مصائب کو ختم کرنے اور نقصان کو دور کرنے کے لیے پکارا جائے۔ یہ وہ ندا ہے جس کا ہم ردّ کرتے ہیں اور اسے غلط کہتے ہیں۔

فقط ندا کو ہم قطعاً کفر اور شرک سے تعبیر نہیں کرتے کیونکہ ایسا لفظ ندا تو خود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے استعمال کیا ہے۔ جب قیامت کے روز رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: **يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَاْسَكَ** ''اے محمد ﷺ اپنا سر سجدہ سے اٹھایئے'' ہم ایسی ندا کو قطعاً حرام نہیں کہتے۔ ہم اس ندا کو حرام کہتے ہیں جو غیر اللہ سے حصول منافع اور نقصان کو دور کرنے کے لیے ہو۔

اے احباش! تمہاری ندا (یا) مجرد نہیں ہے:

اے احباش تم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو کہ لفظ (یا) کے ساتھ تمہاری ندا (پکار) فقط ندا نہیں ہے بلکہ تم اولیاء، انبیاء اور اصحاب القبور کو اپنی حاجات کی برآوری کے لیے پکارتے ہو۔ تم ان سے اپنے مصائب ختم کرنے کی التجا کرتے ہو، ان سے مدد مانگتے ہو، تم کہتے ہو: المدد یا رفاعی، المدد یا شیخ جیلانی اے شیخ جیلانی میری ضروریات اور حاجات کو پورا کیجیے۔ اے بدوی ہمیں خالی ہاتھ واپس نہ لوٹانا۔ ہم اپنی فریاد رسی تم سے چاہتے ہیں۔ اپنے حال کی تم سے شکایت کرتے ہیں۔ ہم پر مہربانی کیجیے، ہم پر کرم کیجیے ہماری جھولی خالی نہ لوٹایئے۔ ہم پر نظر کرم کیجیے۔ اے شیخ جیلانی! ہم مصیبت میں ہیں ہماری دادرسی کیجیے۔

غیر اللہ کو حصول نفع اور نقصان دور کرنے کے لیے آواز دینا جس پر وہ قادر ہی نہیں ہے دعا کے زمرے میں شامل ہے جبکہ دعا عبادت ہے اور غیر اللہ کے لیے عبادت سرانجام دینا شرک ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے اور اس بات کی وضاحت خود تمہارے شیخ احمد رفاعی نے اپنی کتاب ''**حالة اهل الحقيقة مع الله**'' کے صفحہ (۹۲) پر کی ہے۔ اس میں ہے کہ کسی ایک صوفی نے غیر اللہ سے مدد طلب کی تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو گیا اور کہا: تو میرے علاوہ دوسروں سے مدد مانگتا ہے حالانکہ میں الغیاث (مدد کرنے والا) ہوں۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ اس صوفی پر اللہ تعالیٰ کیوں ناراض ہوا؟ کیا فقط اس لیے ہی کہ غیر اللہ سے استغاثہ شرک ہے۔

تشہد میں صحابہ کرام نے (اَيُّهَا النَّبِيُّ) کو تبدیل کر دیا:

تشہد میں لفظ (اَيُّهَا النَّبِيُّ) مجرد ندا ہے لیکن پھر بھی بعض صحابہ کرام نے اس کو تبدیل کر دیا تھا حالانکہ اس میں کوئی استغاثہ نہیں ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تشہد کے الفاظ نقل کرتے ہوئے کہا: **اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ** پھر کہا کہ پہلے تو رسول کریم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے اب آپ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں تو ہم کہیں گے **اَلسَّلَامُ**

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ۔ ❶

حالانکہ صحابہ کرام کو جو الفاظ سکھلائے گئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعلیم دی ہے وہ ان کو تبدیل نہیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ نماز کی تعلیم بھی خود رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دی گئی ہے (تو اس کو پہلے کی طرح ہی پڑھنے لگے)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت میں الفاظ کی زیادتی کا سبب یہ ہے کہ صحابہ کرام آپ کی زندگی میں کہا کرتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ یہاں پر لفظ (کاف) خطاب کے لیے ہے جو صحابہ کرام آپ کی زندگی میں استعمال کرتے رہے لیکن جب آپ دنیا سے رخصت ہو گئے تو صحابہ کرام نے (ک) یعنی خطاب کا لفظ چھوڑ دیا اور غیب کا صیغہ استعمال کرنے لگ گئے۔ وہ یوں کہنے لگے: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ۔ ❷

ابوعوانہ نے اس روایت کو اپنی صحیح میں اور ابونعیم الأصبهانی، السراج، الجوزقی اور بیہقی نے متعدد طرق سے ابی نعیم جو کہ بخاری کے استاذ ہیں، سے نقل کیا ہے۔ اس روایت میں یہ لفظ ہیں فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے تو ہم نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ یعنی لفظ (ک) جو کہ خطاب کے لیے تھا، حذف کر دیا۔

سبکی نے (شرح المنہاج) میں اس روایت کو ابوعوانہ سے ذکر کرنے کے بعد کہا اگر یہ روایت صحابہ کرام سے ثابت ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ کے فوت ہو جانے کے بعد سلام میں خطاب کا صیغہ استعمال کرنا واجب نہیں ہے۔ پھر کہا جا سکتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا: ''یہ روایت بلاشک ثابت شدہ ہے۔'' میں نے اس کی قوی ترین متابعت دیکھی ہے اور وہ یہ ہے: قال عبدالرزاق اخبرنا ابن جريج، اخبرنی عطاء ان الصحابة كانوا يقولون و النبی ﷺ حی السلام عليك ايها النبی فلما مات قالوا السلام على النبی۔ ❸

عطاء کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بقید حیات تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (تشہد میں) السلام علیک ایہا النبی کہتے تھے اور جب آپ رحلت فرما گئے تو انہوں نے یوں کہا: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ۔

زبیدی رحمہ اللہ نے یہ پوری عبارت حافظ ابن حجر سے نقل کی ہے۔ اتحاف جلد نمبر ۳ ص ۱۶۱، نص کے الفاظ پر غور کرو اور اسے محفوظ کرو۔

---

❶ بخاری: ٦٢٦٥.
❷ فتح الباری: ١١/٥٦۔ كتاب الإستيئذان، باب الاخذ باليد۔
❸ فتح الباری: ٢/٣١٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے احباش! تم نے آج تک ہمارے اس سوال کا جواب نہیں دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی رحلت کے بعد سلام میں صیغہ خطاب کیوں چھوڑ دیا تھا؟

یہ روایت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم الفاظ کے استعمال میں انتہائی محتاط تھے۔ انہوں نے خطاب کا وہ لفظ بھی ترک کر دیا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فقط دعا کے طور پر استعمال ہو رہا تھا تو پھر وہ ایسا لفظ کیسے استعمال کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا اور آپ سے استغاثہ کے لیے استعمال ہو؟ لہٰذا یہ ناقابل قبول ہے کہ آپ کو سلام کہنا آپ سے استغاثہ کی دلیل ہے۔ آپ قبروں والوں کو بھی سلام کہتے ہیں حالانکہ تمام لوگ انبیاء کی طرح قبروں میں نہیں ہیں۔

اشاعرہ کا دوہرا معیار

سبکی نے شطرنج کو حرام کہنے والوں کی دلیل ذکر کی ہے جسے ابوبدر نے بیان کیا ہے۔ عبیداللہ بن عمر، نافع سے، وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شطرنج کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یہ نرد (کھیل کا نام) سے برا ہے۔ سبکی نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔ لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول سبکی کے مذہب کے خلاف ہے۔

جب وہ اس روایت کا ضعف ثابت نہ کر سکا تو اس نے اپنی گردن پھیرتے ہوئے کہا:

ہمارے امام شافعی نے کسی بھی معروف قولِ صحابی کے متعلق کہا ہے: صحابی کا قول حجت ہے بشرطیکہ کسی دوسرے صحابی کا قول اس کے خلاف نہ ہو اور یہ قول دوسرے صحابی کے قول کے خلاف ہے۔ جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے...... یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور شاید ابن عمر رضی اللہ عنہما تحریم کے قائل تھے۔ اس اثر (قول) کے ظاہر کے مطابق کسی عالم نے فتویٰ نہیں دیا ہے...... جب اس اثر کا ظاہر متروک ہے تو اس کو دلیل بنانا کسی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ [1]

اے قاری! غور کرو! ان لوگوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول کس طرح ردّ کر دیا ہے کیونکہ وہ دوسرے صحابی کے قول سے ٹکرا رہا ہے...... ہم کہتے ہیں تم ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں سن ہونے کے متعلق قول کو کیوں ردّ نہیں کر رہے ہو جو خود ان کے والد گرامی عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل کے خلاف ہے؟ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کی موجودگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل ترک کیا ہے۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کا توسل ترک کیا ہے اور عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا ہے۔ یہ توسل جس کام کے متعلق تھا وہ پاؤں سن ہو جانے سے کہیں بڑا اور اہم تھا کہ وہ خشک سالی اور قحط میں مبتلا ہو گئے تھے۔

اس حالت میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ نہیں کیا ہے، انہوں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کا توسل اختیار نہیں کیا ہے۔ اس روایت کی سند بھی پاؤں سن ہو جانے والی روایت سے کہیں زیادہ صحیح اور قوی

---

[1] طبقات السبکی: ٤/٣٤٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ آپ کا توسل ترک کرنے کا موقف تمام صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے جبکہ پاؤں سن ہو جانے کا واقعہ فقط ابن عمر رضی اللہ عنہما سے متعلق ہے۔ تمام صحابہ کرام کے فعل پر عمل کرنا اور اس کے مطابق اعتقاد رکھنا، ایک صحابی کے قول یا فعل کی نسبت کہیں زیادہ لائق اور اولیٰ ہے۔ اگر پاؤں سن ہونے والا قصہ صحیح بھی ہو تو جمہور صحابہ کرام کے اس فعل کی بنا پر قابل قبول نہیں ہے۔ یہ اثر ہرگز رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کا ثبوت نہیں ہے۔ انہوں نے تو فقط رسول اللہ ﷺ کو یاد کیا کیوں کہ کہنے والے نے کہا تھا: ''اپنے سب سے محبوب انسان کو یاد کرو۔''

کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ''کَلِمُ الطَّیِّبُ'' میں لفظ ندا ''یا'' ثابت ہے؟

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''الکلم الطیب'' میں لفظ ندا یا مُحَمَّدُ کے ساتھ یہ اثر وارد ہے تو شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انہوں نے امانت علمی کے طور پر اس کو نقل کیا ہے کیونکہ بعض نسخہ جات میں یہ وارد ہے اور بعض میں اس کا ذکر نہیں ہے لہٰذا مؤلف کی طرف اس کی نسبت مشکوک ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جہاں احتمال ہو وہاں استدلال ختم ہو جاتا ہے۔ سفیان کی روایت میں لفظ ندا سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ اس متشابہ اور محتمل امر کو اختیار کیے ہوئے ہیں اور انہوں نے البانی رحمہ اللہ کے کلام پر قطعاً غور نہیں کیا کہ انہوں نے یہ لفظ بعض مخطوطات میں تو موجود پایا ہے جبکہ بعض میں موجود نہیں پایا۔

رہی یہ بات کہ لفظ ندا یا کے ثبوت کی وجہ سے ہم پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تکفیر لازم آتی ہے تو درحقیقت یا استغاثہ کے لیے نہیں بلکہ ذکر محبوب کے لیے ہے۔ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ اس موقع پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ صحیح راستہ سے ہٹ گئے ہیں تو ان کی کتب غیر اللہ سے استغاثہ کے ردّ میں بھری پڑی ہیں جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انہوں نے یہاں لفظ یا کو استغاثہ کے معانی میں مراد نہیں لیا ہے۔

منکر اور غریب روایات نقل کرنے والے کی کب سے تکفیر شروع کر دی گئی ہے؟ کتب سنن میں بھی بہت سی ایسی من گھڑت (موضوع) روایات بیان کی گئی ہیں جو کہ اصول اعتقاد کے خلاف ہیں مثلاً جب اللہ تعالیٰ کرسی پر جلوہ افروز ہوتا ہے تو اس کے چرچرانے کی آواز ایسے سنی جاتی ہے جیسے نئے پالان کی سنی جاتی ہے۔ [1] محدثین کی کتب میں ایسی روایات پائی جاتی ہیں۔ مسند احمد میں حسان بکری کا قول ہے جس میں غیر اللہ سے استغاثہ کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ اعوذ باللّٰہ و رسولہ ان اکون کوافد عاد۔ جبکہ بخاری اور خطابی نے امام احمد رحمہ اللہ سے اس کے خلاف موقف نقل کیا ہے: خطابی کہتے ہیں ''امام احمد اس حدیث اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات سے دلیل لیتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ مخلوق سے استعاذہ نہیں کرتے تھے۔ [2] اگر ایسی باتیں نقل کرنے والا کافر ہوتا تو ہم احمد، بیہقی اور بہت سے محدثین پر بھی فتویٰ لگاتے مگر ایسا نہیں ہے۔

---

[1] مسند احمد: ۱/۳۰۱۔ تاریخ بغداد: ۱/۲۹۵۔

[2] فتح الباری: ٦/٤١٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم ہر اس شخص پر کفر کا حکم نہیں لگاتے جو صحیح راستہ سے ہٹ جائے۔ بعض دفعہ مومن کفر یہ بات زبان سے نکالتا ہے مگر وہ کافر نہیں ہو جاتا اور نہ ہی اس پر کفر کا فتویٰ لگ سکتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہمارے نزدیک استیلاء کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا کفر ہے مگر اس کے باوجود ہم تمہارے اوپر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے کیونکہ ہمیں پتا ہے کہ تم لوگ اس لفظ کی اللہ تعالیٰ کے لیے تاویل کرنے میں جاہل ہو۔ ہم تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ یہ تمہاری گمراہی، ہٹ دھرمی اور ضد ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے منقول حقیقت کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہو۔ وہ تو غیر اللہ سے مدد مانگنے والوں کا ردّ کرنے میں سب سے سبقت لے چکے ہیں۔ انہوں نے استغاثہ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں غیر اللہ سے مدد مانگنے کو حرام قرار دیا ہے۔

اگر ہم ہر اس شخص کی تکفیر کرتے جس کے قدم ڈگمگا چکے ہیں تو ہم غزالی پر فوراً کفر کا فتویٰ لگاتے جس نے یہ کہا تھا:

"یہ ممکن نہیں کہ (اللہ تعالیٰ) اس کائنات سے بہتر تخلیق کر سکتا۔"

اور جوینی کو کافر کہتے جس کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کلی علم تو ہے لیکن وہ جزئیات سے واقف نہیں ہے۔ (البرہان) اسی طرح حلیمی پر کفر کا فتویٰ صادر کرتے جس طرح سبکی نے ان دونوں سے نقل کیا ہے۔ [1] جس کی وجہ سے امام مازری نے ان پر تشیع بلکہ غالی شیعہ ہونے کا الزام لگایا ہے۔ انہوں نے وضاحت کی ہے کہ علی الجوینی فلاسفہ سے متاثر تھے۔ یہ دین میں بہت بڑی بات ہے کہ کوئی مسلمان یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ پر بعض چیزیں مخفی رہتی ہیں اور ہم قشیری کو کافر قرار دیتے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوڑا کرکٹ کی صفائی بھی کرتا ہے۔ [2] اور ہم ابن فورک کو کافر کہتے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اپنے ساتھ رسول کریم ﷺ کو بھی بٹھالیا تھا۔ [3] اور ابن الخطیب کو کافر کہتے جس نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ [4]

احباش اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کی تخریج:

ابن السنی کی کتاب "عمل اليوم و الليلة" میں موجود اس روایت کی سند پر احباش نے ضعیف بلکہ موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے یعنی من گھڑت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اس کو البانی نے الکلم میں ضعیف کہا ہے۔ پھر انہوں نے دو دفعہ کہا کہ ابو اسحاق تدلیس کرتا ہے اور یہ روایت معنعنہ ہے اور اس کو اختلاط ہو گیا تھا۔ [5] یہ لوگ ایک مقام پر البانی رحمہ اللہ کی تحقیق کی بنا پر اس روایت کو ضعیف کہہ رہے ہیں پھر ان میں سے ایک اٹھتا ہے اور ہم سے کہتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں سن ہو جانے والی حدیث کو ضعیف قرار دینے میں تم لوگ تذبذب کا شکار ہو۔ [6] یہ لوگ اپنے خلاف خود ہی گواہی دے چکے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے اور یہ کہ السبیعی کو اختلاط ہو گیا، اور وہ

---

[1] طبقات السبكی: ۲۰۰-۱۹۶-۱۹۳/۵۔
[2] الرسالة القشيرية: ۱۲۸۔
[3] مشكل الحديث و بيانه: ۳۹۱۔
[4] تاريخ بغداد: ۸/۵۲۔
[5] عمل اليوم و الليلة، ص: ٦٤، تحقيق سالم بن احمد السلفی طبع موسسة الكتب الثقافية الحبشية۔
[6] مجلة منار الهدى: ۲٦/۲۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تدلیس کرتا تھا اور عنعنہ سے روایت کر رہا ہے لیکن معاملہ یہ ہے کہ یہ باطل روایت ان کی نفسانی خواہشات کے مطابق ہے جس کی بنا پر یہ لوگ عوام الناس کو غیر اللہ سے استغاثہ کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف نہیں چل سکتے کیونکہ اہل بدعت اپنے نفس کے ہاتھوں مجبور ہیں جیسا کہ سلف صالحین نے ان کی بابت یہ وضاحت کر دی ہوئی ہے۔ نفسانی خواہشات کی پیروی کتاب وسنت کی مخالفت کا بنیادی سبب ہے۔ اس لیے ان کا نام اہل الھویٰ (نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے) رکھا گیا ہے۔

ان کا دعویٰ کہ خبر واحد عقائد میں حجت نہیں:

یہ لوگ خبر واحد سے قطعاً استدلال نہیں کر سکتے اگرچہ وہ صحیح ہی کیوں نہ ہوں؟ کیونکہ یہ عقائد میں اشعری ہیں۔ اشاعرہ نے عقائد کے باب میں روایت کے صحیح ہونے کے ساتھ ایک زائد شرط لگائی ہے اور وہ یہ ہے کہ روایت متواتر ہو وہ عقائد کے باب میں (غیر متواتر) صحیح روایت کو بھی قبول نہیں کرتے اگرچہ وہ صحیح بخاری میں ہی کیوں نہ ہو؟

اس روایت کو قبول کر کے ان لوگوں نے اپنے مذہب کا بنیادی اصول توڑ ڈالا ہے یہ روایت ثابت ہی نہیں چہ جائیکہ متواتر اور صحیح ہو۔ ان کے مذہب کا اصول ہے کہ عقائد کے باب میں مندرجہ ذیل دو شروط کی بنیاد پر روایت قبول کریں گے: (۱) اس کی سند متصل ہو (۲) متواتر سند سے ثابت ہو

عقائد کے باب میں اشاعرہ خبر واحد کو قبول نہیں کرتے اور ایسی روایات سے دلیل لینا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ لیکن اے قاری! تو دیکھے گا کہ جہاں موضوع، ضعیف اور خبر واحد ان کی نفسانی خواہشات کے مطابق ہو اس کو قبول کر لیں گے اور کسی ایک موقع پر نہیں بلکہ بہت سے مواقع پر انہوں نے اپنا ہی اصول اپنے ہی پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔

مذکورہ روایت کی سند:

ہم ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کی سندیں آپ لوگوں کی تسلی کے لیے پیش کر رہے ہیں:

ابن السنی کی روایات کو بالاتفاق ضعیف قرار دیا گیا ہے۔[1] البتہ بخاری رحمہ اللہ نے ادب المفرد میں جو روایت ذکر کی ہے اس کے متعلق اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ادب المفرد (۹۶۴) میں فرمایا: **حدثنا سفيان عن ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن سعد قال خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال محمد۔**

---

[1] روایت نمبر (۱۷۰) اس میں محمد بن مصعب القرقسائی ضعیف ہے۔ حافظ نے کہا یحییٰ بن معین نے اس کے متعلق کہا ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ محدثین میں شامل نہیں ہے یہ غافل انسان تھا۔ نسائی نے کہا یہ ضعیف ہے۔ ابن حبان نے فرمایا: اس سے روایت لینا صحیح نہیں ہے۔ (العبر للذهبی: ۱/۲۷۹۔ تهذيب التهذيب: ۹/٤٥٨) روایت نمبر (۱۶۹) میں غیاث بن ابراہیم کذاب ہے۔ یہ روایات گھڑا کرتا تھا۔ (لسان المیزان: ٤/٤٩٠) الکامل لابن عدی (۶/۲۰۳۶) اور الہیثم بن خنش مجہول العین ہے، خطیب نے کفایہ میں کہا: یہ محدثین کے نزدیک مجہول ہے۔ یہ نہ تو طلب علم میں مشہور ہے نہ ہی اس کو علماء جانتے ہیں اور نہ ہی اس کا کوئی مقام ومرتبہ ہے۔ (ص: ۸۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ سند ابن السنی کی بیان کردہ سند سے زیادہ صحیح ہے۔ اس میں کچھ فوائد درج ذیل ہیں:

(۱)......اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ''محمد'' بغیر لفظ ندا (یا) کے ہے۔

(۲)......سفیان حفاظ حدیث میں سے ہے۔

ابو اسحاق سے ان کی منقول روایت محفوظ ہے جبکہ دوسری سند سے منقول روایت نا قابل قبول ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بغیر لفظ ندا (یا) کے منقول روایت دوسری کی نسبت زیادہ محفوظ ہے۔

ابو اسحاق السبیعی سے روایت:

اس کی تدلیس:......اس روایت میں ابو اسحاق السبیعی ہے جو کہ ثقہ ہے لیکن تدلیس کرتا ہے اس نے اس مجہول سے معنعن روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کو مدلسین کے تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔ [1] اسی طرح ابن حبان، کرابیسی اور ابو جعفر الطبری نے بھی۔ [2]

شعبہ نے کہا: اس نے حارث الاعور سے چار احادیث کے علاوہ کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔ [3] یعنی وہ تدلیس کرتا تھا۔ اور کہا اس نے ابی وائل سے فقط دو احادیث سنی ہیں۔ [4]

العجلی نے کہا: باقی فقط ایک کتاب ہے جسے اس نے حاصل کیا ہے۔ انہوں نے چند نام لیے جن سے اس نے روایت کی جب کہ ان سے کچھ سننا ثابت نہیں۔ [5]

ابن صلاح نے اس کا ذکر مقدمہ (ص ۳۵۳) میں مدلسین میں کیا ہے۔ حافظ عراقی نے التفسیر (ص ۴۴۵) میں، ابن حبان نے الثقات (۵/۱۷۷) میں، حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث (۱۰۵) میں، نسائی نے میزان الاعتدال (۱/ ۳۶۰) اور علائی نے جامع التحصیل (۱۰۸) میں۔

اس کا اختلاط:

ہم یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ اس کو اختلاط ہو گیا تھا۔ اس حدیث میں اس کے اختلاط کا ثبوت یہ ہے کہ وہ یہ روایت کبھی تو ابی شعبہ (یا ابی سعید) سے بیان کرتا ہے اور کبھی عبدالرحمن بن سعد سے بیان کرتا ہے۔ اس اضطراب کی وجہ سے یہ حدیث نا قابل قبول ہے۔ جوزجانی نے تو اس پر تشیع کا الزام لگایا ہے جو کہ کوفہ کے کبار محدثین

---

[1] تعریف اهل التقدليس بمراتب الموصوفين بالتدليس، ص: ۱۰۱۔ حالات نمبر: ۹۱۔ التبين لاسماء المدلسين لبرهان الدين الحلبى سبط ابن العجمى، ص: ۱۶۰۔ حالات نمبر: ۵۸۔

[2] تهذيب التهذيب: ۸/٦٦۔

[3] سير اعلام النبلاء: ۵/۳۹۸۔ تهذيب التهذيب: ۸/٦۵۔

[4] تهذيب التهذيب: ۸/٦٦۔

[5] تاريخ الثقات، ص: ۳٦٦، شفيق عبدالمعطى قلعجى۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے ہیں۔

اہل کوفہ کی روایات کو اعمش اور ابو اسحاق نے خراب کر ڈالا یعنی تدلیس کی وجہ سے۔ ان لوگوں نے ایسے اصحاب سے روایات کی ہیں جن کا کوئی تعارف نہیں اور اہل علم کے ہاں ان کی کوئی پہچان نہیں ہے، جب یہ چیزیں ان لوگوں میں موجود ہیں تو ان کی روایت نہ لینا ہی بہتر ہے۔ ❶

السبیعی کے اختلاط کا انکار نا قابل قبول ہے:

احباش نے ابو اسحاق السبیعی کے اختلاط کا انکار کیا ہے ❷ اور امام ذہبی کی بات کو دلیل بنایا ہے کہ اسے اختلاط نہ ہوا تھا، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱)...... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے السبیعی کا اختلاط **تقریب التهذيب** میں ثابت کیا ہے اسی طرح برہان الدین الحلبی نے اپنے رسالہ **الاغتباط بمعرفة من رمى بالاختلاط** میں بھی اس کو ثابت کیا ہے۔ ❸

اے احباش! جس درجہ کی روایت ہے اس کو اس درجہ سے حاصل کرو۔

(۲)...... ابن الکیال نے اس کا اختلاط اپنی کتاب **الكواكب النيرات في معرفة من اختلط من الرواة الثقات** میں ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کی تحقیق تمہارے ہی عالم کمال الحوت نے کی ہے اس نے ابو اسحاق السبیعی کو مختلطین میں شمار کرنے پر کوئی اعتراض یا تعلیق نہیں لکھی ہے۔ ❹

(۳)...... حافظ ابن الصلاح نے بھی اس کا اختلاط ذکر کیا ہے جسے ابن الکیال نے ان سے نقل کیا ہے۔

(۴)...... جوزجانی نے کہا ہے یہ ان لوگوں میں سے ایک ہے جس کو اہل علم نے قبول نہیں کیا اور اس کی تعریف نہیں کی۔ ❺

(۵)...... لفظ ندا (یا) کے بغیر والی روایت اس کی نسبت زیادہ صحیح اور محفوظ ہے کیونکہ اس میں بہت سی علتیں (کمزوریاں) ہیں جیسا کہ جہالت اور اضطراب۔ اس کی سند میں بعض وہ راوی ہیں جن کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ السبیعی۔ اگر ہم اس کو ثقہ مان بھی لیں تو پھر بھی سند کو صحیح نہیں مان سکتے کیونکہ اس میں جہالت اور اضطراب ہے۔

امام ذہبی پر اعتماد میں احباش کا تناقض:

ذہبی پر اعتماد کرنے میں احباش عجیب وغریب حالت کا شکار ہیں۔

---

❶ تهذيب التهذيب: ٨/٦٦۔

❷ مجلة منار الهدى: ٢٢/٢٦۔

❸ تقريب التهذيب: ٦٣٩۔ مقدمة فتح البارى، ص: ٣١۔ الاغتباط: ٨٧۔

❹ الكواكب النيرات، ص: ٨٤، دار الكتب العلمية۔

❺ احوال الرجال: ٧٩، ١٠٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے احباش! کیا تم ذہبی کے متعلق اپنے شیخ کا قول بھول گئے ہو کہ وہ ایک خبیث انسان ہے؟ پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ پر تعجب کیا کہ انھوں نے اس کا قول رواۃ پر جرح وتعدیل میں کیسے قبول کر لیا؟ تم نے اس موقع پر ذہبی کو کیسے قبول کر لیا اور حافظ ابن حجر پر اعتماد کیوں نہ کیا جنہوں نے اختلاط ثابت کیا ہے؟

اے احباش! کیا تم اتنی جلدی بھول گئے ہو کہ تمہارے شیخ نے ذہبی پر سخت تنقید کی ہے اور روایتِ حدیث میں ان پر تساہل (سستی) کا الزام لگایا ہے اور یہ کہ وہ ایسی روایات بیان کرتے ہیں جو ثابت نہیں ہیں اور وہ تابعین کا کلام نقل کرتے ہیں جبکہ سند اور متن کا کچھ خیال نہیں کرتے اور اس کی وضاحت نہیں کرتے۔ ❶ تمہارے موقف میں یہ اچانک تبدیلی کیسے آ گئی کہ تم نے ذہبی کے قول کو ابن حجر رحمہ اللہ کے قول پر مقدم کر دیا؟

اے احباش! تمہارے شیخ نے حاکم کی تمام تصحیحات کو نہ لینے کا حکم دے رکھا ہے مگر یہ کہ ذہبی کی موافقت ثابت ہو۔ ❷ مگر ضرورت کے وقت اپنی بدعات کو ثابت کرنے کے لیے اس نے بھی حاکم کو ذہبی پر مقدم کر دیا مثلاً اس روایت میں (جب آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تو کہا اے رب العالمین میں تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو میرے گناہ کو معاف کر دے......) یہاں پر اس نے حاکم کے قول (صحیح) کو لے لیا اور امام ذہبی کے تعاقب کو نظر انداز کر دیا کہ انہوں نے اس روایت کے متعلق فرمایا ”بلکہ یہ روایت موضوع (جھوٹی) ہے۔“ بتاؤ! کیا یہ دوہرا معیار نہیں ہے؟ بتاؤ تم نے دو ترازو قائم نہیں کیے ہوئے ہیں؟ بتاؤ! کیا تم خود ہی روایات کو قبول کرنے میں تذبذب کا شکار ہو یا نہیں ہو؟

اگر السبیعی کے متعلق ذہبی کی گواہی تمہارے ہاں معیار ہے تو:

اگر السبیعی کے متعلق ذہبی کی گواہی تمہارے نزدیک معتبر ہے تو ان کی گواہی الرفاعی کے متعلق بھی قبول کر لو۔ انہوں نے اس کے متعلق کہا: رفاعی گروہ نے بے شمار خرافات نقل کر دی ہیں، اور ان لوگوں نے شیطانی احوال کی تجدید کی ہے جیسا کہ آگ میں داخل ہونے، درندوں پر سوار ہونے اور سانپوں سے کھیلنے کی حکایات وغیرہ۔ ❸

ان کی گواہی اس عورت کے بارے میں بھی قبول کرو کہ جو خوشبو لگا کر گھر سے نکلے وہ لعنتی ہے۔ وہ کہتے ہیں: وہ افعال جن کی بنا پر عورت لعنت کی مستحق ٹھہرتی ہے۔ وہ ہے زینت کا اظہار......اور عنبر اور کستوری وغیرہ لگا کر نکلنا۔ ❹

ان کی گواہی ابن فورک کے بارے میں بھی قبول کرو جو یہ کہتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی وفات کے بعد ختم ہو گئی اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں رہے۔ ❺ نعوذ باللہ۔

---

❶ اظهار العقيدة السنية: ٩٧۔
❷ شیخ محمد بن درویش الحوت نے کتاب اسنی المطالب (٥٧٣) پر کہا کہ حاکم متساہل ہیں۔
❸ العبر فی خبر من غبر: ٣/٧٥۔
❹ الکبائر، ص: ١٠٢، نمبر: ٢٨۔
❺ سیر اعلام النبلاء: ٦/٨٣، ١٧/٢١٦۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ تم لوگوں نے ابن فورک کے متعلق ان کی گواہی کو ردّ کر دیا ہے۔ ❶

اگر السبیعی تم لوگوں کے نزدیک عادل ہے تو پھر اس کی یہ روایت بھی قبول کرو: ''جب اللہ تعالیٰ کرسی پر جلوہ افروز ہوتا ہے تو اس کے چرچرانے کی آواز سنی جاتی ہے۔ جیسے نئے پالان کی ہوتی ہے۔'' ❷ پس مان لو کہ اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھتا ہے ہم نے تو ان دونوں روایات کا ضعیف ہونا ثابت کیا ہے۔

اگر امام ذہبی نے السبیعی کے اختلاط کا انکار کیا ہے اور تم اس کو مان لیتے ہو تو پھر ذہبی نے اس کے حفظ کے خراب ہونے کی گواہی دی ہے اس کو بھی مان لو وہ کہتے ہیں: ضعیف العمر ہونے کی وجہ سے اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اس کا حفظ جواب دے گیا تھا اگرچہ اس کو اختلاط نہیں ہوا۔ ایک اور مقام پر کہتے ہیں: اس کا حافظہ خراب ہو گیا اور اس کو بھولنے کی بیماری لاحق ہو گئی مگر اختلاط نہیں ہوا اگرچہ اس کے احوال میں کچھ تغیر واقع ہو گیا۔ پھر انہوں نے امام فسوی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم نے کہا ہے: اس کو اختلاط ہو گیا تھا، اہل علم نے اس کی روایات کو ابن عیینہ کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔ ❸

دلائل کے چور:

دلائل کے ان چوروں نے ذہبی کی پوری بات نقل نہیں کی ہے۔ جو کلام انہوں نے ابو اسحاق کے حافظہ کی خرابی اور ان کے احوال کی تبدیلی کے متعلق فرمایا اس کو ان لوگوں نے چھپا لیا ہے۔ انہوں نے یہ سب کچھ اپنی خواہش کے مطابق روایت کو ثابت کرنے کے لیے کیا ہے۔ یہ علمی امانت میں خیانت ہے۔

تمہارے شیخ نے ذہبی کے حکم کو دلیل نہیں بنایا ہے۔ لیکن تم لوگ ہر اس چیز کی طرف مجبور ہو جو اس روایت کے صحیح ہونے میں معاون ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو صحیح ثابت کرنے پر تم لوگ پورا زور صرف کر رہے ہو۔ تم نے ذہبی کے قول کو پکڑا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کو چھوڑ دیا۔

تم نے ابو اسحاق کے متعلق محدثین کی جرح کو بھی رد کر دیا جیسا کہ ابن حبان اور جوزجانی کا کلام ہے...... یہ قاعدہ مشہور ہے کہ اگر کسی پر جرح اور تعدیل کی جاتی ہے تو جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے بشرطیکہ جرح کو واضح کیا جائے۔

اے احباش: کیا تمہارے پاس ایسی کوئی روایت ہے جو اس مذکورہ روایت سے صحیح ترین سند سے روایت کی گئی ہو اور اس پر فن حدیث کے ماہرین نے کوئی اعتراض نہ کیا ہو اور وہ قطعی السند ہو جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جس میں واضح ثبوت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا توسل ترک کر دیا تھا، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا کیونکہ وہ بقید حیات تھے۔ یہ روایت اس اختلاف میں فیصلہ کن

---

❶ مجلة منار الهدى: ٥٣/٤٤۔

❷ السنة لامام احمد: ١/٣١٠، نمبر: ٥٨٥۔ ❸ ميزان الاعتدال: حالات نمبر: ٥٢٣٥، ٦٣٩٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔تمہاری بیان کردہ روایت تو صحیح نہیں ہے۔حرف ندا (یا) قطعی سند سے ثابت نہیں ہے، یہ تمہارا کیسا عقیدہ ہے جو تمہارے ہی اصول کے خلاف قطعی سند پر قائم نہیں ہے؟ تم نے متشابہ امر کی پیروی کی ہے۔ یہ تو الحاد کی راہ اختیار کرنے والوں کی روش ہے۔اے قاری! دیکھ یہ لوگ کس طرح ضعیف اور جھوٹی روایات میں مشغول ہو گئے ہیں۔ یہ محض تشویش پیدا کر رہے ہیں اور جو ان کے خود ساختہ منہج کے خلاف بات کرتا ہے اس کو کافر قرار دیتے ہیں۔جھوٹی، باطل اور ضعیف روایات کو بنیاد بنا کر فقط ہنگامہ برپا کیے ہوئے ہیں۔

السبیعی شیخین کے ہاں قابل اعتماد ہے:

کہنے والا کہہ سکتا ہے تم لوگ اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ السبیعی بخاری اور مسلم کے ہاں قابل اعتماد ہے تو پھر کس طرح تم اس کو ضعیف قرار دے رہے ہو؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ سبیعی ثقہ ہے بخاری اور مسلم نے اس کی روایات ذکر کی ہیں۔لیکن اس مسئلہ میں دونوں محدثین نے اس سے اوثق لوگوں سے اس کے خلاف روایت نقل کی ہے۔ایسی صورت میں روایت شاذ قرار پائے گی۔اگر اس بنیاد پر چند لمحات کے لیے فرض کر لیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان سے استغاثہ جائز ہے تو یہ روایت اس حدیث کے خلاف ہے جس میں استغاثہ کے ترک کا تمام صحابہ کرام کے فعل سے ثبوت ملتا ہے اور وہ روایت سند کے لحاظ سے اس روایت سے کہیں قوی اور محفوظ ہے اور اس کی صحت پر اتفاق ہے۔تمام صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے واسطہ کو ترک کیا جائے کسی نے بھی آپ کی دعا کو واسطہ نہیں بنایا ہے۔

اس کے علاوہ السبیعی کی روایت میں کئی علتیں (کمزوریاں) جمع ہیں، مثلاً:

(۱) اضطراب (۲) تدلیس (۳) اختلاط (۴) خرابی حافظہ (۵) شذوذ

جبکہ ترک توسل والی روایت ان تمام علتوں سے خالی اور صحیح ترین ہے۔

ضعیف ترین روایت کی طرف رجحان فقط مذہب کی موافقت کی وجہ سے ہے:

السبیعی ثقہ ہے لیکن وہ مدلس اور مختلط ہے جب اس کی روایت میں معنعنہ، تدلیس اور اختلاط ثابت ہو جائے تو اس کی روایت پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور اس کی ایسی روایات قبول کی جائیں گی جو ان آفات سے خالی ہوں۔یعنی نہ ہی تو اس میں تدلیس ہو اور نہ ہی اختلاط ہو۔جس ثقہ راوی کی روایات بعض قیود اور شروط کے ساتھ قبول ہوتی ہوں اس کی روایات کو بغیر شروط اور قیود کے قبول کرنا عدل و انصاف نہیں ہے۔جس ثقہ راوی کی روایت شروط اور قیود سے قبول ہوتی ہیں تم لوگ ہم سے اس کی روایت بغیر قیود اور شروط کے قبول کرانا چاہتے ہو اور اس کی مطلق توثیق چاہتے ہو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اس سے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔ بخاری رحمہ اللہ نے ادب المفرد میں اس سے روایت ذکر کی ہے مگر اس کتاب میں انہوں نے فقط صحیح روایت ذکر کرنے کی شرط کا اہتمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا ہے۔

یہ لوگ ابواسحاق کے متعلق ہمارے کلام پر اعتراض کر رہے ہیں...... حالانکہ ہم نے اسے ثقہ کہا ہے...... درحقیقت یہ دوہرا معیار رکھتے ہیں۔ ان کے شیخ کوثری نے سعید بن ابی ہلال پر طعن کیا ہے حالانکہ وہ بخاری کے رواۃ میں سے ایک ہیں اور ان لوگوں نے عبداللہ بن نافع پر بھی طعن کیا ہے۔

احباش کا طریقہ واردات یہ ہے کہ انہوں نے بہت ساری صحیح روایات کو فقط اس لیے ردّ کر دیا ہے کہ وہ ان کے مذہب کے خلاف ہیں۔ ان کے شیخ نے (حدیث صوت) کو ردّ کیا ہے حالانکہ بخاری کے ہاں یہ روایت صحیح ہے اور صحیح بخاری میں موجود ہے۔ انہوں نے حدیث جاریہ کو فقط ردّ نہیں کیا بلکہ اس پر طعن کیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اس روایت کی سند مضطرب ہے حالانکہ یہ صحیح مسلم میں ہے۔ انہوں نے معروف حدیث اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ کہ ''رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی رحم کرے گا۔'' کو رد کر دیا ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے اور نسائی کی ضعیف روایت کو لیا ہے: اِرْحَمُوْا اَهْلَ الْاَرْضِ۔

ان لوگوں نے صحیح مسلم میں موجود روایت تین طلاق (جو کہ مجلس واحد میں ہو) کو رد کیا ہے اور ان کے شیخ نے اس روایت کے شاذ ہونے کا حکم لگایا ہے۔ انہوں نے اس روایت کے متعلق وہی موقف اختیار کیا ہے جو ان کے شیخ سبکی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے بارے میں اپنایا ہے جو شطرنج کے متعلق ہے۔

بتاؤ! یہ دوہرا معیار کیوں ہے؟ کون تضاد کا شکار ہے؟ اشاعرہ علم کلام پر فخر محسوس کرتے ہیں حالانکہ یہ شکوک و شبہات اور تردّد کا باعث بنتا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۳ / ۳۵۰) میں اس کی وضاحت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: علم کلام نے بہت سے لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کیے ہیں اور بعض نے تو الحاد کا راستہ اختیار کر لیا ہے وہ مزید فرماتے ہیں سلف صالحین سے ثابت ہے کہ انہوں نے علم کلام پڑھنے سے منع کیا ہے اور اسے شکوک و شبہات اور بے یقینی کا ذریعہ بتایا ہے۔

غزالی نے کتاب ''المنقذ من الضلال'' (ص ١٤) پر علم کلام کے بارے میں انتہائی ناکام تجربہ ذکر کرتے ہوئے کہا ہے میرے لیے علم کلام کافی ثابت نہیں ہوا ہے اور نہ ہی یہ میرے مرض کا شافی علاج ہے جس کی مجھے شکایت ہے اور متکلمین کا کلام ظاہری تناقض اور فساد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

استغاثہ کے متعلق مزید شبہات:

ان لوگوں کے استغاثہ (مدد طلب کرنے) کے متعلق مزید شبہات میں سے ایک حدیث اعمٰی (نابینا) ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سکھلایا تھا کہ وہ کہے: يَا مُحَمَّدُ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى [1]

[1] اس کی تفصیل مستقل فصل (التوسل) میں آگے آئے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اے محمد! میں اپنی حاجت میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری کی جائے۔"

رسول کریم ﷺ نے اسے کیوں سکھلایا کہ وہ یا محمد کہے؟

اور ساتھ ہی ساتھ ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ندا (یا محمد) کے وقت یہ نابینا محمد ﷺ سے یقیناً دور تھا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ❶

"رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمھارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔"

جب اس نے یہ کہا تو ایسا کہنا جائز ہے۔

جواب: اس کی دلیل تمہارے پاس کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بحالت غائب (دور سے) یا محمد کہنے کی اجازت دی تھی۔ اگر سچے ہو تو دلیل لے کر آؤ۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ دعویٰ تمہارے ائمہ کے فہم کے خلاف ہے جیسا کہ مناوی وغیرہ۔

مناوی کہتے ہیں: نہی (ممانعت) وارد ہونے کے باوجود اس کا نام لینا فقط تواضع کے لیے ہے کہ یہ تعلیم رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے جو نبی الرحمہ ہیں۔ ❷

اس سے واضح ہے کہ مناوی نے نابینا کا آپ کی مجلس سے دور ہونا مراد نہیں لیا ہے۔

یہ ضمام بن ثعلبہ ہیں جنھوں نے (یا محمد) کہا:

اس کو ایک شہید نے کہا جس کی شہادت کی گواہی محمد ﷺ نے دی ہے۔ اس نے کہا: یا محمد! (ﷺ) میں نے اس بات پر آپ کی پیروی نہیں کی میں نے تو اس لیے آپ کی اتباع کی ہے کہ مجھے یہاں تیر مارا جائے اور اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ میں مارا جاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: اگر تو اللہ تعالیٰ کے لیے سچا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری تصدیق کرے گا۔ ❸

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ قیامت کے دن آپ کو (یا محمد) کہہ کر مخاطب کیا جائے گا۔ فرمایا: میں تم میں سے کسی کو نہ پہچانوں گا کہ وہ قیامت کے دن بکری اپنے کندھوں پر اٹھا کر آئے گا اور وہ ممیا رہی ہوگی اور وہ مجھے آواز دے گا یا محمد! یا محمد! تو میں کہوں گا میں اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا میں نے تو تم کو بتا دیا تھا۔ ❹

ایک روایت میں ہے: لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے یا محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء

❶ النور: ٦٣۔
❷ فیض القدیر: ٢/١٦٩۔
❸ المستدرك: ٤/٥٩٦۔ المصنف: ٣/٥٤٦۔ (عبدالرزاق)۔ سنن البیهقی: ٤/١٥۔
❹ السلسلة الصحيحة: ٢٨٦٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی پہلی اور بعد والی تمام لغزشیں معاف کر دی ہیں۔ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجیے۔ ❶

ایک روایت میں ہے: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اونچی آواز کے ساتھ کہا: یا محمد! ہم نے کہا تو برباد ہو جائے اپنی آواز کو پست کرو تجھے اس طرح بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ ❷

اس کو اونچی آواز نکالنے سے تو منع کیا گیا مگر یا محمد کہنے سے منع نہیں کیا گیا۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ دور تھا تو پھر بھی:

تو ایسا اس خیال کی وجہ سے ہے جو انسان کے دل میں ہے: جیسا کہ نمازی کہتا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ صحابہ کرام نے آپ کی وفات کے بعد یہ کہنا ترک کر دیا تھا اور وہ کہا کرتے تھے: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ۔ جب انہوں نے آپ کی وفات کے بعد یہ خطاب کا صیغہ ترک کر دیا جس میں فقط دعا ہے نہ کہ اس میں آپ کو پکارا جا رہا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ آپ کی وفات کے بعد آپ سے استغاثہ کیا کرتے تھے؟

جب انہوں نے خطاب کا دعائیہ صیغہ ترک کر دیا تو کیسے ممکن ہے کہ وہ آپ کی وفات کے بعد یا محمد کہتے ہوں گے؟ اس کو ترک کرنا تو زیادہ قرین قیاس ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف تو آپ فرما رہے ہیں: ''جو مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ لوگوں سے نہ مانگے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' اور آپ نے فرمایا: ''جب تو مانگے تو فقط اللہ تعالیٰ سے ہی مانگے۔'' اور دوسری طرف آپ نے امت کو یہ تعلیم دی ہو کہ وہ فوت شدہ انبیاء اور صلحاء سے مانگ سکتے ہیں؟

کسی ایک صحابی نے بھی اس حدیث سے استغاثہ کے جواز کا مفہوم نہیں سمجھا ہے۔ اس لیے آپ کی وفات کے بعد کسی ایک صحابی سے بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے کہ اس نے آپ سے استغاثہ کیا ہو بلکہ انہوں نے تو آپ کا وسیلہ بھی ترک کر دیا تھا جو استغاثہ کی نسبت کم تر اور ادنیٰ ہے جیسا کہ بخاری میں خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں قحط پڑ جانے کا معروف واقعہ ذکر ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کا وسیلہ تو حرام ہو اور آپ سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) جائز ہو؟

البتہ اس کا یہ کہنا (یا محمد) تو تم ثابت کرو کہ وہ آپ سے دور تھا۔ رسول کریم ﷺ نے تو اسے مخاطب کر کے فرمایا تھا: ایت المیضاۃ۔

جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنے گھر کے میضاۃ (وضو خانہ) کی طرف گیا تو اس کو علم ہونا چاہیے کہ سیاق کلام کی دلالت قریب ترین وضو خانہ کو ثابت کر رہی ہے۔ یہ رسول کریم ﷺ کے گھر کا وضو خانہ تھا یا پھر مسجد کا وضو خانہ تھا یہ دلیل ہے کہ اس نابینا نے دور سے آپ کو آواز نہیں دی اور نہ ہی دور سے آپ کو مخاطب کیا ہے۔

اور تمہاری یہ دلیل کہ اس نے کہا: إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ ''میں آپ کے ذریعے متوجہ ہوتا ہوں۔'' تو یہاں آپ سے

❶ صحیح مسلم۔ ❷ صحیح ابن حبان۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعا کی درخواست مراد ہے اور یہ فی الواقع ثابت بھی ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ سے دعا کی درخواست کی تو رسول کریم ﷺ نے دعا کا وعدہ بھی کیا۔ اس لیے اس نے اپنی دعا کے آخر میں فرمایا: اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ''اے اللہ میرے متعلق آپ کی دعا قبول فرما۔''

احباش نے یہاں (التوجہ) سے مراد انبیاء اور صالحین کی قبروں کی طرف متوجہ ہونا اور ان کو پکارنا مراد لیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی سنت اور عادت ہے۔ یہ لوگ رفاعی طریقہ کے پیروکار ہیں۔ ان کے لیے محمد الصیادی الرفاعی نے یہ سنت ایجاد کی ہے کہ جس کو کوئی تکلیف ہو تو وہ رفاعی کی قبر کی طرف متوجہ ہو اور تین قدم آگے کی طرف اٹھانے کے بعد اپنی حاجت پیش کرے۔ [1] درحقیقت یہ عیسائیوں کی سنت ہے۔

ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی سنت یہ ہے کہ آپ اپنی دعا میں قبلہ رخ ہوتے اور فقط ایک اللہ وحدہٗ لاشریک سے دعا کرتے۔ آپ نماز میں دعائے استفتاح کرتے ہوئے فرمایا کرتے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

''میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسانوں اور زمین کو پیدا کیا، یک طرفہ ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

دعا میں فقط اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا دراصل ملت ابراہیمی ہے۔ یکطرفہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے جبکہ اے احباش! تم لوگوں کو انبیاء، صلحاء کی قبروں، درگاہوں اور مزارات کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دیتے ہو یہ تو ملتِ شرک ہے اور یہ شرک کا راستہ ہے۔

پانی سے استغاثہ کا دعویٰ جو کہ جمادات میں سے ہے:

ان لوگوں کا ایک شبہ یہ بھی ہے کہ پانی کو بھی غوث (مدد کرنے والا) کہا گیا ہے جو کہ جمادات میں سے ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں ہے: اَللّٰھُمَّ اَسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا۔

احباش نے کہا جو کہ جمادات سے بھی استغاثہ کے قائل ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ نے بارش کے پانی کو مغیثا (مددگار) کہا کیونکہ وہ اللہ کے حکم سے ہمیں مصیبت اور پریشانی نے نجات دلاتا ہے تو پھر انبیاء، صلحاء اور اللہ کے ولی ہمیں مصائب سے کیوں نجات نہیں دلا سکتے وہ تو ان جمادات سے کہیں زیادہ بہتر اور طاقتور ہیں؟ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے نبی، ولی اور صالحین بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مصائب اور پریشانیوں سے نجات دلاتے ہیں۔ [2]

---

[1] قلادة الجواهر: ٤٣٤، ٢٣٩۔ [2] جملة منار الهدى: ٣٥/٢٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طرح احباش نے جمادات کو بھی مصائب دور کرنے والا مان لیا اور ان سے بھی استغاثہ کا دعویٰ کر دیا حالانکہ نہ تو جمادات بشر ہیں اور نہ ہی فرشتہ ہیں۔

پانی اور پتھر میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں عقل نہیں رکھتے ہیں اگر پانی کو مغیث (مددگار) کہا جا سکتا ہے اور اس سے استغاثہ جائز ہے اس لیے کہ مصائب اور شدت سے نجات دلاتا ہے تو پھر کھانا بھی تو بھوک سے نجات دلاتا ہے تو اس سے بھی استغاثہ جائز ہے، اور یہ کھانا مختلف نباتات اور مختلف پودوں اور درختوں سے حاصل ہوتا ہے پھر وہ بھی مددگار ہیں ان سے بھی استغاثہ جائز ہے۔ بت پرست اگر درختوں اور پتھروں کی پوجا کرتے ہیں تو اس لحاظ سے تو وہ بھی صحیح ہیں کیونکہ اگر پانی سے استغاثہ کیا جا سکتا ہے تو پتھروں اور درختوں سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ مصائب اور پریشانیوں سے بچاتے ہیں، درخت ہمیں گرمی اور دھوپ سے بچا کر سایہ مہیا کرتے ہیں اور ہم پتھروں سے گھر بناتے ہیں دشمن سے بچنے کے لیے کمین گاہیں تیار کرتے ہیں؟؟

ان لوگوں کی بے وقوفی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ انہوں نے پانی کو مغیثا یعنی (اسم فاعل) بنا ڈالا جس کا معنی یہ ہے کہ اس سے مدد مانگی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو بطورِ شریک کھڑا کرنا چاہتے ہیں چاہے وہ پانی ہی کیوں نہ ہو؟ لیکن ہم اس موقع پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کیا تم میں سے کسی نے پانی سے مدد مانگنے کا تجربہ کیا ہے اس سے پہلے کہ تم اس قسم کی جاہلانہ اور بے ہودہ دلیل پیش کرو۔

اگر تمہارے بقول اس وصف کا زیادہ حق دار خود رسول کریم ﷺ ہیں تو بتاؤ رسول کریم ﷺ نے لوگوں کو اس وصف کی خبر کیوں نہیں دی؟ ہمیں یہ تو بتا دیا کہ پانی مددگار اور غوث ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ خود بھی غوث اور مددگار ہیں۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔؟

اے احباش! غور کرو تو یہ حدیث تمہارے ہی خلاف دلیل ہے۔ اگر رسول کریم ﷺ نے پانی کو مددگار اور غوث قرار دیا ہے تو پھر اس سے مدد کیوں نہیں مانگی ہے؟ اور تمہارے اس کمزور مفہوم کو صحابہ کرام نے کیوں نہیں سمجھا ہے؟ انہوں نے کیوں کسی نبی اور ولی سے مدد نہیں مانگی ہے؟

تمہارا پانی کو مددگار اور غوث قرار دینا درحقیقت تلبیس ابلیس ہے۔ یہ شیطانی فلسفہ ہے جس نے تم لوگوں کو قوم نوح کے بت (یغوث) کے قریب لا کھڑا کیا ہے۔

کسی کو کیا علم ہے کہ شاید تم لوگ بعض دفعہ پانی سے بھی مدد طلب کرتے ہو؟ جب یہ (المغیث) نازل ہوتا ہے تو تم نے کہا: پانی مجرب تریاق ہے جیسا کہ تم لوگوں نے الکرخی کی قبر کے متعلق دعویٰ کر رکھا ہے؟ کیونکہ تمہارے نزدیک حلال اور حرام کی تمیز فقط تجربہ ہے۔

اے ظالمو! پانی سے مدد طلب کرتے رہو حتیٰ کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور تم جواب دہی کے لیے کھڑے کیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاؤ تمہاری حالت وہی ہے جس کا اللہ نے ذکر کیا ہے:

﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾ ❶

”برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔“

نماز اور صبر سے مدد طلب کرنا:

احباش کا ایک شبہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ﴾ (البقرۃ: ٤٥) ”نماز اور صبر کے ذریعے مدد طلب کرو۔“ کہ نماز اور صبر سے مدد مانگی جا سکتی ہے تو پھر انبیاء، صلحاء اور اولیاء سے کیوں نہیں؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ شاید نظر نہیں آتا یا پھر اس پر غور نہیں کرتے۔

دوسری بات اس آیت کریمہ کا مفہوم کیا ہے؟ کیا نماز سے وہ مدد مانگتے ہیں جب نماز میں ہوتے ہیں یا وہ اس سے فارغ ہونے کے بعد اس سے مخاطب ہیں اے احباش! تم حق اور باطل کو خلط ملط کرتے ہو اور لوگوں سے حق چھپاتے ہو حالانکہ تم خوب جانتے ہو۔ کیا آج تک تم نے ایسا کیا کہ تم نماز پڑھ رہے ہو اور نماز سے مدد مانگ رہے ہو کہ اے نماز میری مدد فرما، یا کیا تم نے کبھی صبر کو مخاطب کر کے کہا: اے صبر میری مدد فرما، اے نماز میری مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور فرما۔ اے صبر میری بیماریوں کو دور کر دے؟

علم کلام کے دعوے دارو! تم عرض سے کیسے مدد طلب کرتے ہو جس کا وجود نہیں کیا علم کلام کے قواعد بھلا بیٹھے ہو؟ ہم تم سے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام پر غور کرو:

﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ﴾ ❷

”سو (میرا کام) اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔“

﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ﴾ ❸

”اور ہمارا رب ہی وہ بے حد مہربان ہے جس سے ان باتوں پر مدد طلب کی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔“

سلف صالحین میں سے کسی کا نام تو بتاؤ جس نے تمہارا یہ خودساختہ کمزور مفہوم مراد لیا ہو اور اگر کسی نے مراد لیا بھی ہو تو کیا اس نے عملی تطبیق سے سے اسے ثابت بھی کیا ہے کیا تم دکھا سکتے ہو کہ سلف صالحین میں سے کسی نے نماز سے مدد مانگی ہو یا صبر سے استغاثہ کیا ہو؟

❶ الرعد: ١٤۔ ❷ یوسف: ١٨۔ ❸ الانبیاء: ١١٢۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: آنکھیں اندھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ [1]

"پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مکتوب:

احباش کے شبہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قحط سالی میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ وہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استغاثہ کریں تو تمام مسلمان جلدی سے اہل مدینہ کے لیے استغاثہ کرنے لگے کیونکہ مدینہ میں شدید قحط پڑ چکا تھا۔ اس خط کا ذکر کرنے کے بعد احباش کہتے ہیں دیکھو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کس طرح غیر اللہ سے مدد مانگی ہے؟ [2]

جواب: اللہ کی قسم! ہم نے ایسے استغاثہ سے کبھی منع نہیں کیا جس طرح کا استغاثہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا۔ انہوں نے شرعی وسائل کا استعمال کیا انہوں نے استغاثہ پر مبنی خط تیار کیا اور اسے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال فرمایا۔ انہوں نے ہوا میں آواز نہیں دی بلکہ ان زندہ لوگوں کی طرف پیغام بھیجا جو دعا کرنے پر قادر تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ میں تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب نہیں ہوئے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی مدد کیجیے۔ یہ تو تمہارے خلاف ہی دلیل ہے کیونکہ ہم تمہیں اس استغاثہ سے منع کرتے ہیں جو نقشبندی اور رفاعی فرقہ کا ایجاد کردہ ہے اور وہ ہے فوت شدگان کی روحوں اور ان کی قبور سے استغاثہ جس کی کوئی دلیل شریعت میں موجود نہیں ہے۔

اے احباش! اللہ کے لیے اپنے آپ سے سوال کرو۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں ہونے کے باوجود ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط بصرہ کیوں بھیجا؟ آپ نے یہ کیوں نہیں کہا: یا رسول اللہ مدد! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی مدد کیجئے، تم اس بنیادی بات سے بے خبر تو نہیں ہو مگر تم ایسی مثالیں فقط عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لیے بیان کرتے ہو۔

ہم اس بات سے بے خبر نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا توسل (وسیلہ) ترک کیا اور قحط کے سال جمہور صحابہ کرام کو جمع کیا اور سب کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا وسیلہ اختیار کیا۔ اب دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے کہ یا تو یہ عمر رضی اللہ عنہ کا تناقض ہے اور یا پھر یہ تمہاری کم علمی، جہالت یا خودساختہ مفہوم ہے اور یہی حقیقت ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا: کتنے ہی سچے اور کھرے اقوال کو عیب دار بنایا جاتا ہے اور اس کی بنیاد بات کو نہ سمجھنا ہے۔

[1] الحج: ٤٦۔ [2] صریح البیان: ٥٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر استغاثہ حرام نہیں ہے:

جس نے یہ گمان کیا کہ ہر قسم کا استغاثہ حرام ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ ممنوع استغاثہ دو اقسام پر مشتمل کا ہے:

اول:......فوت شدگان سے استغاثہ: فوت شدہ سے کسی قسم کا استغاثہ مطلقاً حرام اور ناجائز ہے۔

دوم:...... زندہ مخلوق سے استغاثہ کرنا جو غائب ہو۔ یہ بھی مطلقاً، ناجائز اور حرام ہے، یا پھر حاضر مخلوق سے ایسا استغاثہ کرنا جس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی قدرت نہ رکھتا ہو۔

✿ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فعل تمہارے خلاف حجت ہے کیونکہ انہوں نے تمہارے انداز میں فوت شدگان سے استغاثہ نہیں کیا، نہ ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آئے اور نہ ہی انہوں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے غائب میں استغاثہ کیا بلکہ ان کو خط لکھا اور ان کے لشکر کے ہاتھ ارسال کیا یا بذریعہ ڈاک روانہ کیا۔ کیا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ ان سے استغاثہ کرتے تھے اگرچہ وہ موجود نہ ہوں یا اس چیز کا استغاثہ کرتے تھے جو ان کے اختیار میں نہیں۔

تم لوگ اولیاء اور صلحاء سے استغاثہ کرتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ ان کے پاس وہ کچھ نہیں ہے جو ابوموسیٰ کے ہاں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے تھا۔ تمہیں بخوبی علم ہے وہ تمہارے کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ جو نفع تم ان سے چاہتے ہو وہ اس کے وارث نہیں اور جو نقصان اور تکلیف تم دور کروانا چاہتے ہو اس پر ان کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

ہر دعا حرام نہیں ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ﴾ یعنی اللہ بلائے گا۔

﴿فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ﴾ ❶

"تم آؤ گے اس کی تعریف کرتے ہوئے۔"

یہاں پر دعا (پکار) دعائے عبادت نہیں ہے۔

ہم غیر اللہ سے ایسے استغاثہ اور ایسی دعا کو حرام کہتے ہیں جس پر وہ قادر نہ ہو اور وہ کام فقط اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہو۔ جس نے ان دونوں امور کو خلط ملط کر دیا وہ دھوکے باز اور جھوٹا ہے۔ اس کے متعلق وہی کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے متعلق فرمایا ہے:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾﴾ ❷

"اے اہل کتاب! تم کیوں حق کو باطل سے خلط ملط کرتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو۔"

اختیار مجازی:

ان لوگوں کے شبہات میں سے ایک یہ بھی ہے جیسا کہ ہیثمی نے کہا اللہ تعالیٰ سے استغاثہ حقیقی ہے اور اس کی طرف

❶ بنی اسرائیل: ۵۲۔ ❷ آل عمران: ۷۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مدد حقیقت پر مبنی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کرنا مجازی اور کسب کے طور پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَ لِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ❶

’’پس تم نے انھیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انھیں قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا اور لیکن اللہ نے پھینکا اور تا کہ وہ مومنوں کو انعام عطا کرے، اپنی طرف سے اچھا انعام، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

جواب: (۱)......تمہارا مجاز کا یہ دعویٰ دین اسلام کا کھلواڑ کرنے کے مترادف ہے۔

(۲)......اللہ تعالیٰ نے اس خود ساختہ مجاز کا قطعاً کہیں حکم نہیں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کو براہ راست پکاریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ ❷

’’اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تا کہ وہ ہدایت پائیں۔‘‘

(۳)......اس میں ان لوگوں کی مشابہت ہے جنہوں نے مخلوقات کے وجود کو مجازی وجود کہا اور دعویٰ کیا کہ کوئی حقیقی وجود نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ہی وجود ہے۔

(۴)...... یہ موقف فرقہ جبریہ کے مشابہ ہے جنہوں نے افعال العباد کو مجازی قرار دیا۔ اس بنیاد پر کہ ان کا اپنا وجود مجازی ہے۔ اے احباش! وہ تم لوگوں سے پہلے اسی آیت کریمہ سے یہ باطل استدلال کر چکے ہیں جبکہ رمی (تیر پھینکنا) تو رسول کریم کے لیے ثابت ہے اور ہدف پر پہنچنے کی نفی ہے۔

(۵)......تم اس آدمی کے متعلق کیا کہتے ہو جو تصاویر، بتوں اور مورتیوں کی طرف مجازی طور پر متوجہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ حقیقی طور پر نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ تصاویر اور مورتیاں مجازی طور پر نفع و نقصان کا اختیار رکھتی ہیں۔

(۶)...... بتاؤ! ھیثمی سے پہلے یہ تفسیر کس نے بیان کی ہے۔ لگتا ہے یہ تفسیر پوری امت پر مخفی تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ

❶ الانفال: ۱۷۔ ❷ البقرة: ۱۸۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ہیثمی کو پیدا کیا تاکہ وہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کے متعلق ہمیں جہالت اور گمراہی سے نکال لے، وہ تفسیر جو ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر لوگوں پر مخفی رہی کہ انہوں نے مجازی استغاثہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اس آیت کریمہ سے یہ استدلال لیا ہے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ان کو پتہ نہیں جبکہ تم کو علم ہوا ہے یا پھر یہ کہ ان کو علم تو تھا مگر انہوں نے چھپا لیا۔

استغاثہ اور دعا میں فرق:

الاستغاثہ (مدد طلب کرنا) ہمیشہ مصیبت اور کرب میں ہوتا ہے۔ جبکہ دعا استغاثہ کی نسبت عام ہے ہر استغاثہ کو دعا کہہ سکتے ہیں جیسا کہ دعا کے لغوی معانی ندا (پکارنا) اور طلب کے ہیں۔

دعا کی دو قسمیں ہیں: (۱) دعائے عبادت۔ (۲) دعائے مسئلہ، ہر دعائے عبادت، دعائے مسئلہ کو لازم ہے اور ہر دعائے مسئلہ، دعائے عبادت کو شامل ہے۔

جب استغاثہ دعا کی ایک قسم ہے اور دعا عبادت ہے تو واضح ہوا کہ استغاثہ عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے جائز نہیں ہے۔

قیامت کے روز آدم علیہ السلام سے استغاثہ:

ان لوگوں کے شبہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بروز قیامت لوگ آدم علیہ السلام سے استغاثہ کریں گے۔

ہم کہتے ہیں: یہ استغاثہ حاضر سے ہے جو زندہ ہے اور اس پر قادر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور درخواست کرتے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعا کریں۔ لیکن تم لوگ غور کرو یہ حدیث تمہارے خلاف ہی دلیل ہے۔ آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کہیں گے (لست لها) میں سفارش نہیں کر سکتا۔ یہ دلیل ہے کہ انبیاء ہر وقت لوگوں کی مدد پر قادر نہیں ہوتے۔ جب آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔ میں سفارش نہیں کر سکتا تو وہ ان کو چھوڑ کر دوسرے انبیاء کی خدمت میں جائیں گے۔ کیونکہ ان انبیاء کے ہاں طاقت اور قدرت کی شرط مفقود ہوگی وہ استغاثہ کی اس شرط پر پورے نہیں اتریں گے۔

آیت کریمہ میں معنوی تحریف:

ان لوگوں کے شبہات میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کا حکم ہے۔ بطور دلیل یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں:

﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴿64﴾﴾ [1]

---

[1] النساء: ٦٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اور اگر واقعی یہ لوگ، جب انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا تو اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان پاتے۔“

ان کا کہنا ہے خود اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ سے استغاثہ کا حکم دے رہا ہے۔

جواب: ان لوگوں نے اس آیت کریمہ میں معنوی تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ذکر ہے اور یہی مفہوم سلف صالحین نے اس آیت کریمہ سے اخذ کیا ہے۔ کسی بھی آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ کا مفہوم سلف صالحین کے فہم اور شعور سے ہٹ کر لینا، اور نئے معانی بیان کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔ جس مفہوم سے سلف صالحین واقف نہیں وہ مفہوم ذکر کرنا درحقیقت یہ دعویٰ کرنا ہے کہ ان کو اس کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ وہ حق بات سے جاہل رہے اور حق ان پر پوشیدہ رہا جس کو صدیوں بعد آنے والے لوگ بیان کر رہے ہیں۔ یا پھر ان پر یہ الزام آئے گا کہ ان کو علم تو تھا مگر انہوں نے چھپا لیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی (جو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہونے سے پیچھے رہے تھے) مذمت بیان کرتے ہوئے ان کو منافق اور متکبر شمار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝۵ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝۶﴾ [1]

”اور جب ان سے کہا جائے آؤ اللہ کا رسول تمھارے لیے بخشش کی دعا کرے تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ منہ پھیر لیں گے، اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔ ان پر برابر ہے کہ تو ان کے لیے بخشش کی دعا کرے، یا ان کے لیے بخشش کی دعا نہ کرے، اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی قبر پر حاضر ہو کر آپ سے بخشش مانگنے کا سوال کیا ہو۔ اس طرح تمام صحابہ کرام مذکورہ آیت کریمہ کا مصداق ٹھہریں گے، وہ منافق اور متکبر لوگوں کی صف میں شامل ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو کبھی معاف نہ کرے گا۔ کیونکہ انہوں نے آیت کریمہ پر عمل نہیں کیا وہ آپ کی قبر پر نہیں آئے اور نہ ہی بخشش کا سوال کیا بلکہ انہوں نے تو آپ کی وفات کے بعد آپ کی ذاتِ گرامی کا وسیلہ بھی ترک کر دیا تھا نہ ہی انہوں نے آپ کی ذات کا وسیلہ اختیار کیا اور نہ ہی آپ سے استغاثہ کیا۔

یہ بات کیسے معقول ہو سکتی ہے کہ صحابہ کرام نے آیت کریمہ پر عمل چھوڑ دیا اور اپنی زندگیوں میں اسے لاگو نہیں کیا۔

[1] المنافقون: ٥۔٦۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ کہ یہ لوگ آئے اور آیت کریمہ کا ایسا مفہوم بیان کیا جو نہ ہی تو صحابہ کرام کی سمجھ میں آیا اور نہ ہی وہ اس پر عمل پیرا ہو سکے؟

یہ مفہوم حج اور عمرہ کو باطل کر دے گا:

اگر یہ مفہوم مراد لیا جائے تو قبر رسول اللہ ﷺ حرم شمار ہوگی لوگ مکہ جانے کی بجائے آپ کی قبر کا حج کرنے کے لیے حاضر ہوں گے۔ وہ قبر پر آئیں گے، اور گناہوں سے ایسے پاک ہو کر جائیں گے جیسے آج ان کو ان کی ماؤں نے جنم دیا ہو۔

ان لوگوں سے سوال ہے کہ اگر تمہارا بیان کردہ مفہوم صحیح ہے تو تم حج کرنے کے لیے مکہ کیوں جاتے ہو؟ آیت کریمہ تو گنہگاروں پر قبر کی زیارت واجب قرار دے رہی ہے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو جس نے رسول کریم ﷺ کی قبر کا حج (زیارت) کیا وہ اپنے گناہوں سے ایسے پاک ہو کر لوٹے گا جیسے آج اس کو اس کی ماں نے جنم دیا ہے۔

ہر گنہگار کے لیے گناہ کرنے کے بعد قبر پر آنا واجب قرار دینا ایسا حکم ہے جس کو پورا کرنا ہر انسان کے بس سے باہر ہے۔ امت مسلمہ اس کی طاقت نہیں رکھتی کہ گناہ کرنے کے بعد ہر گنہگار آپ کی قبر پر آئے اور آپ سے استغاثہ کرے اور استغفار کی درخواست کرے۔

اس مفہوم پر عمل کرنے سے آپ کی قبر عید گاہ بن جائے گی۔ بلکہ گناہگاروں کے لیے سب سے بڑی عید گاہ (مقام جشن) ہوگی جس سے رسول اللہ ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی دلیل لفظ ﴿اِذْ ظَّلَمُوْٓا﴾ (النساء: ٦٤) ماضی کا صیغہ ہے مستقبل کا نہیں۔ ہر وہ انسان جو عربی سے واقفیت رکھتا ہے اس کو علم ہے کہ اذ ماضی کا فائدہ دیتا ہے۔ یہ (اذا) سے مختلف ہے جو کہ مستقبل کے لیے ہے۔ یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر اپنا فیصلہ طاغوت کے سپرد کیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کج روی اور زیادتی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے شرعی حق کو پامال کر دیا۔ اس کی توبہ تب ہی صحیح ہو سکتی ہے جب وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور اپنا فیصلہ رسول اللہ ﷺ سے کروائے۔ اس سے واضح ہوتا ہے یہ آیت کریمہ منافقوں کے حق میں اتری ہے۔

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝۵﴾ [1]

”اور جب ان سے کہا جائے آؤ اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ منہ پھیر لیں گے، اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔“

رہا ان لوگوں کا یہ دعویٰ کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے۔ سبب کے خصوص کا نہیں تو پھر ہمیں بتاؤ کہ: کیا صحابہ کرام

[1] المنافقون: ٥۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس عموم میں شامل نہیں ہیں؟

اگر تمہارا جواب ہاں میں ہو تو بتاؤ کہ تمہارے اس خود ساختہ مفہوم پر کس صحابی نے عمل کیا ہے؟ انہوں نے تو رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ بھی ترک کر دیا تھا۔ جیسا کہ بخاری میں اس کی وضاحت ہے۔ [1] وہ تو آپ کی قبر پر نہیں آئے۔ کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں کہ وہ آپ کی قبر پر آیا ہو اور اس نے آپ کی وفات کے بعد آپ سے استغفار کی درخواست کی ہو۔

اگر یہ آیت کریمہ عام ہے تو پھر لازم آتا ہے کہ خیر القرون کے افراد نے اس واجب کو معطل رکھا اور وہ اس سے جاہل رہے۔ حتیٰ کہ متاخرین نے اس معطل عمل کو بحال کیا اور اس پر عمل کر کے دکھایا یا پھر وہ اس حکم سے ناواقف رہے اور جہالت کی وجہ سے گمراہ ہو گئے، اور متاخرین کو اس حکم کا شعور حاصل ہوا۔

انبیاء اور صلحاء اللہ تعالیٰ کے مقرب و برگزیدہ ہیں:

ان لوگوں کے شبہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انبیاء اور صلحاء اللہ تعالیٰ کے مقرب اور برگزیدہ ہیں اور وہ سوال کرنے والوں کی مراد کو پورا کرتے ہیں۔ یہ درحقیقت ان کے معجزات اور کرامات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے اختیارات عطا کر رکھے ہیں جو دوسروں کو عطا نہیں کیے ہیں۔

جواب: امت کی نسبت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے ہاں برگزیدہ اور عظمت و شان کے حامل ہیں۔ مگر صحابہ کرام نے ان سے استغاثہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو آپ کی وفات کے بعد آپ کا وسیلہ بھی ترک کر دیا تھا جیسا کہ بخاری میں ہے کہ قحط کے زمانہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرنے کی درخواست کی ہے۔

یاد رکھیں ولایت کی دو بنیادی شرطیں ہیں۔

(۱) ایمان۔ (۲) تقویٰ۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾﴾ [2]

''وہ جو ایمان لائے اور بچا کرتے تھے۔''

ایمان اور تقویٰ دونوں کا تعلق دل سے ہے جس پر کوئی انسان مطلع نہیں ہو سکتا۔ کسی کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کے بارے میں ان دو بنیادی شروط کا اثبات کرے یا ان کی نفی کرے۔ لوگوں کے لیے یہ حکم لگانا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ولی اور برگزیدہ ہیں۔ درحقیقت ان کے ایمان اور تقویٰ کی گواہی دینا ہے۔ یہ ایک اور غلطی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو تجھے تیرے اپنے نفس کا تزکیہ بیان کرنے سے بھی منع کر رکھا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری: ۱۵۱۵۔ [2] یونس: ٦٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴾ ❶

''سو اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے کہ کون پرہیز گار ہے۔''

جب تو اپنا تزکیہ (پاکی بیان کرنا) ہی نہیں کرسکتا تو دوسرے کا کیسے کرسکتا ہے؟

یہ حکم تو اللہ تعالیٰ کی نیابت سے ہی ممکن ہے۔ فقط وہ شخص غلطی پر نہیں ہے جو کسی کے جہنمی ہونے کا حکم لگاتا ہے۔ بلکہ جو اللہ تعالیٰ کی نیابت کرتے ہوئے کسی کے جنتی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ بھی غلطی پر ہے۔

یہ تو عین عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ وہ اپنے مخالف پر مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کے معجزات دیکھنے کو دلیل بناتے ہیں۔ ہر روز گرجا گھر سے راہبہ کی آواز سنائی دیتی ہے کہ اس نے مریم علیہا السلام کی زیارت کی ہے اور اس کے سامنے ان کا ظہور ہوا ہے اور اس نے ان کی حاجات کو پورا کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں درحقیقت یہ شیطان ہے جو ان لوگوں کے لیے فوت شدہ اولیاء کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، ان کی بعض ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور اس ولی کے نام پر ان کو گمراہ کرتا ہے۔ یہ بالکل وہی حالت ہے جس میں بت پرست مبتلا تھے۔ شیطان بتوں کی شکل میں بت پرستوں سے مخاطب ہوتا تھا اور ان جاہلوں کے لیے حیلہ سازیاں کیا کرتا تھا تاکہ وہ شرک و بدعت میں اور مضبوط ہو جائیں، وہ ان لوگوں کو اس طرح دھوکے میں مبتلا رکھتا تھا۔

اس بات کی کیا دلیل ہے کہ اگر کسی کو کچھ عطا کر دیا جائے تو اس سے مانگنا جائز ہے۔ حدیث میں ہے کہ روزہ اور قرآن قیامت کے روز شفاعت کریں گے۔ حاملین عرش (اللہ کے عرش کو اٹھانے والے) فرشتے بھی مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ بلکہ سمندر کی مچھلیاں طالب علم کے لیے استغفار کرتی ہیں۔ تم لوگوں سے سوال ہے کہ تم روزے سے اپنی ضروریات اور حاجات کیوں طلب نہیں کرتے ہو؟ سمندر کی مچھلیوں سے کیوں نہیں مانگتے ہو؟ جب تم لوگ پانی، نماز اور صبر سے استغاثہ کی بات کرتے ہو تو کیا چیز مانع ہے کہ تم لوگ، فرشتوں اور سمندری مچھلیوں سے کچھ مانگو؟

یہ منادی کہ اللہ کے بندو! میری مدد کرو:

ان لوگوں کے شبہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے موجود رہتے ہیں، درخت کا کوئی پتہ بھی گرتا ہے تو اسے لکھ لیتے ہیں اگر تمہیں کسی بیابان جگہ پر کوئی نقصان یا مصیبت کا خوف ہو تو آواز دو۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو'' ❷

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کو مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

ا۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا توسل ترک کر دیا جو کہ ان کے ہاں ان رجال غیب (فرشتوں)

---

❶ النجم: ۳۲۔

❷ صریح البیان: ۵۸۔ اظہار العقیدۃ السنیۃ: ۲۴۷۔ المقالات السنیۃ: ۴۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے کہیں زیادہ محبوب تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا توسل تو ترک کر دیا اور ان فرشتوں اور جنات سے استغاثہ کیا؟

بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ روایت ان کے متعلق ہے جو حاضر اور قادر (فرشتے) ہیں کہ ان کو آواز دی جائے۔ اس میں غائب کو پکارنے کی کوئی بات ہی نہیں۔

۲۔ ان بدعہد اور معاہدہ توڑنے والے اشاعرہ کا دعویٰ ہے کہ ہم عقائد کے باب میں متواتر حدیث سے ہی استدلال کرتے ہیں۔ مگر اس مقام پر وہ خبر واحد صحیح سے بھی نہیں بلکہ خبر واحد ضعیف سے استدلال کر رہے ہیں اور ان کو علم ہونا چاہیے کہ یہ مسئلہ عقیدہ سے متعلق ہے۔

۳۔ اس حدیث کی سند میں (اسامہ بن زید اللیثی ہے) جس کے متعلق حافظ ابن حجر [1] رحمہ اللہ نے فرمایا: صدوق ہے اسے وہم ہو گیا تھا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ عبداللہ نے اپنے باپ احمد سے کہا: میرا خیال ہے کہ اس کی حدیث حسن ہے تو امام احمد نے کہا: اگر تو اس کی احادیث پر غور کرے تو تجھے پتہ چلے گا کہ یہ منکر روایت ذکر کرتا ہے۔ ابو حاتم نے کہا: اس کی احادیث لکھی تو گئی ہیں مگر ان سے استدلال درست نہیں ہے۔ نسائی نے کہا یہ قوی (مضبوط) نہیں ہے۔ ابن قطان نے اس کی روایات کو ترک کیا ہے۔ یحییٰ بن سعید نے اس سے روایت نہیں لی ہے اور فرمایا: گواہ رہو میں نے اس کی احادیث کو ترک کر دیا ہے۔ [2] بعض لوگوں نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ جیسے دارمی، ابن عدی وغیرہ، اور ابن شاہین نے کہا: وہ غلطی کرتا تھا۔

جو ان اقوال پر غور کرے تو اسے پتہ چلے گا کہ جو راوی تفرد اختیار کرے اس کی روایات کو رد کیا جائے گا اگر اس کی متابعت موجود ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔ یہ روایت جو اس مقام پر بیان کی گئی ہے اس میں وہ متفرد (اکیلا) ہے۔ لہٰذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

یہ حدیث بیہقی نے اس سے بہتر سند کے ساتھ شعب الایمان میں بواسطہ جعفر بن عون بیان کی ہے مگر وہ موقوف ہے۔ [3]

۴۔ اسامہ اس روایت میں متفرد ہے۔ ضعیف الحفظ راوی کا تفرد منکر تصور ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اصول صریحہ صحیحہ اس کی تائید نہ کریں۔ حافظ کا یہ قول ہذا حدیث حسن الاسناد غریب جدا۔ یہ بات معروف ہے حسن اسناد ہمیشہ حسن حدیث پر دلالت نہیں کرتی ہے۔

---

[1] التقریب: ۳۱۷۔
[2] تہذیب التہذیب: ۱/ ۲۰۹۔
[3] السلسلہ الضعیفہ: ۲/ ۱۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔ اس میں حاتم بن اسماعیل ہے جو اسامہ سے روایت کر رہا ہے اس کے متعلق حافظ نے کہا: اس کی کتاب توصحیح ہے مگر خود صدوق ہے وہم کا شکار ہے۔ ❶ نسائی نے کہا یہ قوی نہیں ہے۔ ❷

اس روایت کی دوسری سند احمد بن یحییٰ الصوفی کے واسطے سے ہے کہ:

((حدثنا عبدالرحمن بن شريك، حدثني عن عبدالله بن علي، عن زيد بن عتبه بن غزوان عن النبي ﷺ أنه قال: اذا أضل أحدكم شئيا أو أراد عوناً وهو بأرض ليس بها أنيس فليقل يا عبادالله أعينوني))

''نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا کچھ گم ہو جائے یا اس کو مدد کی ضرورت ہو اور وہ ایسی سرزمین میں ہو جہاں اس کا کوئی ساتھی نہ ہو تو وہ کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔''

ہیثمی نے کہا: رجال ثقات ہیں، مگر بعض میں ضعف موجود ہے۔ ❸

اس سے ملتی جلتی ایک اور روایت ہے:

''جب تم میں سے کسی کا جانور بھاگ جائے اور تم جنگل بیابان میں ہو تو آواز دو۔ اے اللہ کے بندو! اس کو روک لو، اللہ کے بندے زمین میں موجود ہوتے ہیں جو اسے روک لیں گے۔''

اسے ابویعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں معروف بن حسان ضعیف راوی ہے۔ ابو حاتم نے کہا یہ ضعیف ہے۔ ❹ ابن عدی نے کہا منکر روایات بیان کرتا ہے۔ ❺ ہیثمی نے کہا اس روایت کی سند میں معروف بن حسان ہے اور وہ ضعیف ہے، شیخ محمد بن درویش الحوت نے کہا: معروف حسان منکر الحدیث ہے۔ ❻

اس کی سند میں ایک اور راوی بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔ جس کا نام سعید بن ابی عروبہ ہے۔ اس کو اختلاط ہو گیا تھا۔ نسائی نے کہا جس نے اس سے اختلاط کے بعد روایات سنی ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ معروف بن حسان صغار میں سے ہے۔ اختلاط سے پہلے فقط کبار نے ہی ان سے سنا ہے۔ اس کا اختلاط ۱۴۲ میں شروع ہوا اور ۱۴۸ میں مضبوط ہو گیا۔ یہ بات بزار نے کہی ہے۔ پھر سعید مدلس ہے اور کثرت سے تدلیس کرتا ہے، اس نے یہ روایت ابی بریدہ سے بصیغہ (معنعن) کی ہے۔ لہٰذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اسے مصنف میں ۱۰/ ۴۲۴ نقل کیا ہے۔ اس کی سند یہ ہے:

((حدثنا يزيد بن هارون، قال أخبرنا محمد بن اسحاق عن أبان بن صالح أن

---

❶ التقريب: ٩٩٤۔
❷ التهذيب: ٢/ ١٢٨۔
❸ مجمع الزوائد: ١٠/ ١٣٢۔
❹ الجرح والتعديل: ٨/ ٣٢٣۔
❺ الكامل: ٦/ ٣٢٥۔ مجمع الزوائد: ١٠/ ١٣٢۔
❻ أنس المطالب: ٦٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ قال......))

یہ سند معضل (منقطع) ہے۔اس میں محمد بن اسحاق مشہور مدلس راوی ہے۔

ان روایات میں بہت سی علتیں جمع ہو چکی ہیں۔اس میں ایک علت یہ بھی ہے جس سے اشاعرہ جاہل ہیں کہ ان کے ہاں عقائد میں خبر متواتر قبول کی جاتی ہے۔جو روایت متواتر نہ ہو وہ ان کے ہاں عقائد کے باب میں قبول نہیں کی جاتی ہے۔کیا اشعری کے لیے وہ سب کچھ جائز ہے جو دوسروں کے لیے جائز نہیں ہے؟

اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ روایت حسن درجہ تک پہنچتی ہے تو یہ پھر بھی شاذ ہے کیونکہ اس روایت کی سند سے قوی اور صحیح ترین سند والی روایات اس کے مخالف ہیں اور ان صحیح روایات کی تائید اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہوتی ہے،فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ❶

"پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔"

اور فرمایا:

﴿وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ❷

"اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔"

جنگل بیابان اور سمندر میں کوئی فرق نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴾ ❸

"کہہ کون تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے؟ تم اسے گڑگڑا کر اور خفیہ طریقے سے پکارتے ہو کہ بے شک اگر وہ ہمیں اس سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔کہہ دے اللہ تمھیں اس سے نجات دیتا ہے اور ہر بے قراری سے، پھر تم شریک بناتے ہو۔"

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی حفاظت کرنے والا ہے۔جنگل بیابان، سمندر اور ہر جگہ پر نجات دینے والا ہے۔اس کا انکار فقط اہل شرک ہی کرتے ہیں جو رسول کریم ﷺ سے ثابت شدہ صحیح ترین روایات اور آپ کی سنت کو معلول اور شاذ روایات کی بنیاد پر رد کر دیتے ہیں۔

---

❶ الجن: ۱۸۔

❷ بنی اسرائیل: ٦٧۔ ❸ الانعام: ٦٣۔ ٦٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا یہ جائز ہے کہ آیت کریمہ پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ جواب آئے کہ ہاں اللہ کے علاوہ بھی کچھ ہیں جو خشکی اور تری (سمندر) میں نجات دیتے ہیں جب ان کو یہ کہہ کر پکارا جائے۔ اللہ کے بندو! میری مدد کرو تو وہ مدد کرتے ہیں؟

کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کی طرف سے یہ جواب آئے جبکہ آپ فرما چکے ہیں: ''جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور جب تو مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگے۔'' اور آپ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ دعا عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز ہے۔ یقیناً یہ روایات صحیح سند سے مروی ہیں اور قرآن مجید کے ساتھ بھی مکمل مطابقت رکھتی ہیں جبکہ تمہاری بیان کردہ روایات قرآن مجید سے مطابقت بھی نہیں رکھتی ہیں۔ تم صحیح روایات کو چھوڑ کر ضعیف اور معلول روایات کو سینے سے لگائے بیٹھے ہو۔

قرآنی آیات اور صحیح ترین احادیث سے روگردانی اور ان کے مقابل ضعیف، شاذ اور معلول روایات کو قبول کرنا کج روی کی علامت ہے۔

یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہوں نے آگ کے بہت بڑے الاؤ میں داخل ہونا گوارا کر لیا، ان کو فقط یہ قول کافی تھا ﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ ''مجھے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔'' انہوں نے رجال غیب (فرشتوں) کو ہرگز آواز نہیں دی کہ ان کی مدد کو آئیں۔

حبشی ہم سے (یا اللہ) چھڑا کر (یا عباد اللہ) اپنانے کی ترغیب دے رہا ہے۔ یقیناً یہ فطرت، دین اور عقل میں فساد کی دلیل ہے۔ یہ اس دین حنیف کی واضح ترین مخالفت ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام قائم تھے۔ بلکہ شرک کی یہ قسم ان اقوام میں دیکھی گئی ہے جو صحیح راستہ سے ہٹ چکی ہیں۔ جیسا کہ یہودی اور عیسائی۔

کیا لفظ ندا (یا) کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے؟:

ان لوگوں کا ایک شبہ یہ بھی ہے کہ یہ کہتے ہیں: یہ بتاؤ کہ کیا لفظ ندا (یا) کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے۔ مثلاً کوئی آدمی سڑک پر جا رہا ہے آپ کو اس کو کہیں (یا فلان)؟ ان سے کہا جاتا ہے ایسا کہنا ممنوع نہیں جائز ہے تو وہ کہتے ہیں تم اس کو کیوں جائز کہہ رہے ہو اور ایسا (اولیاء، صلحاء کے لیے) کیوں ممنوع اور ناجائز کہتے ہو؟

جواب: ہم کہتے ہیں یہ فقط باطل دلیل کی بنیاد پر جھگڑا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝۵۸﴾ [1]

''انھوں نے تیرے لیے یہ (مثال) صرف جھگڑنے ہی کے لیے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔''

[1] الزخرف: ۵۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ ﴾ [1]

''ان لوگوں کے لیے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، بری مثال ہے۔''

یہ لوگ جان بوجھ کر زندہ اور مردہ کا فرق مٹانا چاہتے ہیں۔ اسباب پر قادر اور قدرت نہ رکھنے والے کو ایک ہی صف میں شمار کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ زندہ اسباب پر قدرت رکھتا ہے جبکہ مردہ نہیں۔

اسباب اختیار کرنے کے ساتھ شریعت دو زندہ آدمیوں کے درمیان پکار کو حرام نہیں کہتی البتہ جو کچھ قبور، مزارات، درگاہوں اور آستانوں پر ہو رہا ہے، اس میں اسباب منقطع ہیں، فوت شدگان کے ہاں نہ ہی تو زندگی ہے، اور نہ ہی وہ لوگوں کی پکار سن سکتے ہیں۔ اگر ان کے ہاتھ میں نفع اور نقصان کا اختیار ہوتا تو وہ سب سے پہلے اپنے آپ کو فائدہ پہنچاتے۔ وہ قبروں سے نکل کر محلات میں آباد ہو جاتے۔

جو انسان نقصان سے بچنے کے لیے اسباب اختیار کرتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر کے پاس جانا، اور اس سے دوا طلب کرنا تو یہ شرک نہیں ہے۔ کیونکہ وہ زندہ سے طلب کر رہا ہے جو اس کے اختیار میں ہے۔ البتہ اگر کوئی میت سے جا کر دوا طلب کرے تو یہ دینی لحاظ سے شرک اور عقل میں فتور ہے۔

کیا قبر میں میت ایسے افعال کی انجام دہی پر قادر ہے جن پر زندہ قدرت رکھتا ہے۔ جیسا کہ غرق ہونے والے کو بچانا یا سانپ وغیرہ کو مارنا؟

یہ جاہل اور کم عقل لوگ فوت شدگان سے کیسے مانگتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی موت کے بعد ان کاموں سے عاجز آ چکے ہیں جو وہ زندگی میں سرانجام دیتے تھے؟ درحقیقت ان لوگوں کی عقل ضائع ہو چکی ہے۔ کیا ایسی خرافات کے پیش نظر یہ کسی عیسائی کو اسلام میں داخل کر سکتے ہیں؟

بلکہ ان لوگوں کے ہاں تو سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ سے عیسائیوں کا استغاثہ کرنا صحیح ہے اور شیعہ کا حسین رضی اللہ عنہ سے استغاثہ کرنا بھی غلط نہیں ہے، اور رافضیوں کا امام مہدی سے مدد کا طلب کرنا بھی دین کا حصہ ہے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت سب کی دعا سنتے ہیں؟

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ اور استعانت جائز ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا وہ بیک وقت دنیا کے مختلف خطوں سے سب کی دعاؤں کو سنتے ہیں؟ یا پھر تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ ان کی سماعت ایک انسان کی آواز سے مشغول نہیں ہوتی اسی وقت وہ دوسروں کی بات بھی سن رہے ہوتے ہیں؟ اور کیا ان کو دور سے پکارا جائے تو وہ سنتے ہیں؟ اور کیا دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کے حواس اس قدر کام کر رہے ہیں کہ وہ بیک وقت سب کی سن لیتے ہیں؟ [2]

---

[1] النحل: ٦٠۔

[2] اور کیا آپ دنیا کے مختلف خطوں میں بولی جانے والی تمام زبانیں بھی جانتے اور سمجھتے ہیں؟ (مترجم)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

علمائے احناف نے اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے جو کسی عورت سے بغیر گواہوں کے شادی کرے اور کہے کہ میرے نکاح میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ گواہ ہیں، انہوں نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ علم غیب جانتے ہیں، جب وہ بقید حیات تھے تو غیب نہیں جانتے تھے۔ وفات کے بعد کیسے عالم الغیب ہو گئے؟ ❶

مسلمانوں نے دین اسلام کو تعصب اور اندھی تقلید سے برباد کر ڈالا ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں، عیسائیوں اور باطنیوں کو اسی لیے سرداری سے نواز دیا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے عقائد عیسائیوں، یہودیوں اور باطنیوں کے عقائد کے مطابق ہو چکے ہیں۔

اے قاری! تجھے یہ بات قطعاً نہیں بھولنی چاہیے کہ اسلام میں سب سے پہلے قبروں پر گنبد اور مزارات عبیدیوں نے بنائے اور ان کو زیارت گاہوں کا نام دیا اور یہ لوگ معروف یہودی عبید اللہ القداح کی نسل سے ہیں۔ ان لوگوں نے دعویٰ کیا کہ وہ فاطمی نسب رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے پانچ صدیوں کے اندر جن میں وہ اسلامی دنیا کے حاکم رہے اسلامی سر زمین کو مزارات اور درگاہوں سے بھر ڈالا۔ ان لوگوں نے کوئی مسجد ایسی نہ چھوڑی جس میں قبر نہ بنائی ہو۔ لہٰذا ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں نے فقط سیّدنا حسین اور سیّدہ زینب رضی اللہ عنہما کے بہت سے مزارات مصر، عراق، شام (سوریا) اور کربلا وغیرہ میں بنا ڈالے۔

موجودہ زمانہ میں احباش ان بت پرست اور قبر پرست عبیدیوں کی سنت کو زندہ کر رہے ہیں: یہ باطنیوں کا دین پھیلانا چاہتے ہیں۔ یہ شرعی دلائل کو توڑ مروڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اور معنوی تحریف سے باز نہیں آتے ہیں۔

اسباب کا مشروع ہونا واجب ہے:

حبشی کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اور صالحین کو ہمارے لیے اسباب بنایا ہے تاکہ ہم ان کو پکار سکیں اور ان سے استغاثہ کر سکیں اور یہ کہ جب ان کو پکارنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ نفع نقصان کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے تو وہ پکا موحد (توحید پرست) ہے۔ ہاں اگر وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ اور بھی کوئی ذاتی طور پر نفع نقصان کا مالک ہے تو وہ شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ لَهُمْ مُّوسَىٰ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُم بِعَذَابٍ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ ﴿٦١﴾﴾ ❷

❶ فتاوی البزازیة: ٣/ ٥٧٦۔ البحر الرائق: ٣/ ٨٨۔ الفتاوی الهداية: ٢/ ٢٦٦۔

❷ طٰهٰ: ٦١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''موسیٰ نے ان سے کہا تمھاری بربادی ہو! اللہ پر کوئی جھوٹ نہ باندھنا، ورنہ وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کردے گا اور یقیناً ناکام ہوا جس نے جھوٹ باندھا۔''

کسی چیز کو شرعی اور علمی طور پر مقرر دلائل کے بغیر سبب قرار دینا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا کرنے کی جسارت کرتا ہے تو وہ شرعی حکم کو باطل کرنے والا ہے۔ بلکہ وہ جاہلیت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ کیونکہ غیر اللہ کو سبب ماننے کی جسارت بُت پرستوں نے کی تھی۔ کیونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ یہ صالحین ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا سبب ہیں، اور خالق اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ❶

''ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔''

اور فرمایا:

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ❷

''اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

ان لوگوں نے خودساختہ اسباب بنائے جن کو اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی سبب قرار نہیں دیا تھا۔

اسباب کی دو قسمیں ہیں: (۱) سبب مشروع۔ (۲) سبب محرم

جس کو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے سبب قرار دیا ہے۔ وہ مشروع ہے جائز ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے سبب قرار نہیں دیا وہ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی ہمارے لیے غیر اللہ کو پکارنا مشروع قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ فرمایا:

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ﴾ ❸

''اپنے رب کو پکارو۔''

اور فرمایا:

﴿وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ﴾ ❹

❶ الزمر: ۳۔
❷ یونس: ۱۸۔
❸ الاعراف: ۵۵۔
❹ یونس: ۱۰۷۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ﴾ [1]

''اس کے فضل میں سے حصہ مانگو۔''

اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی نہیں فرمایا: اللہ کا فضل رسول اللہ ﷺ سے مانگو بلکہ فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝۱۸﴾ [2]

''پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اجازت نہیں دی کہ ہم مسبّب کے ساتھ اسباب کا سوال کریں۔

اس کے بعد یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ غیر اللہ سے مانگنا مشروع سبب ہے؟ کس نے اس کو مشروع قرار دیا ہے؟ کیا تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے یا پھر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر صاف جھوٹ بول رہے ہو۔ اگر ان کو اللہ تعالیٰ نے اسباب قرار دیا ہوتا تو لازمی بات ہے کہ وہ ان کو اسباب اختیار کرنے کی دلیل بھی ذکر کرتا اور ترغیب بھی دیتا مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ ہی تو ایسی کوئی دلیل قرآن مجید میں ہے اور نہ ہی سنت رسول ﷺ میں ہے اور نہ ہی سلف صالحین کے عمل سے اس کی مشروعیت کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

تمہارے اسباب غیر مشروع ہیں:

اگر تمہارے بیان کردہ اسباب مشروع ہوتے تو سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان کی طرف جلدی کرتے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی دعا کا وسیلہ کبھی ترک نہ کرتے۔ انہوں نے آپ کے وسیلہ کو ترک کر کے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا وسیلہ اختیار کیا جو بقید حیات تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام کے ہاں شرعی اسباب کا مفہوم یہ تھا کہ وہ زندہ کی دعا کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے دعائیں کراتے تھے لیکن جب آپ دنیا سے چلے گئے تو انہوں نے اس کو ترک کر دیا۔ یعنی وہ آپ کی حیات مبارکہ میں اس کو سبب مانتے تھے۔ اس کے علاوہ غیر مشروع اسباب ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہاری سوچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم اور شعور کے بالکل خلاف ہے۔

ہاں کبھی کبھی مردہ چیز سے استغاثہ کشف ضرر (مصیبت کے خاتمہ) کا سبب ہوتا ہے۔ جیسے چوری فقیری کے خاتمہ اور حصول رزق کا سبب ہے، اور جھوٹی گواہی مال کے حصول کا سبب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کو حرام قرار دیا ہے جن میں مفسدہ مصلحت پر راجح تھا، مذکورہ دونوں سبب چوری اور جھوٹی گواہی حرام ہیں اور یہ دونوں سبب اللہ تعالیٰ کے

---

[1] النساء: ۳۲۔ [2] الجن: ۱۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہاں شرک ہیں اور ان لوگوں سے استغاثہ سے کہیں کم تر ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ وہ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔

اگر غیر اللہ سے مانگنا فرقہ ناجیہ (کامیاب) کی علامت ہے۔ تو پھر اس میں عیسائی اور رافضی بھی شامل ہیں۔ کیونکہ غیر اللہ سے دعا کرنا اور درگاہوں، مزارات اور اصحاب القبور سے استغاثہ کرنا مندرجہ ذیل تین گروہوں کا مشترکہ عقیدہ ہے:

(۱) احباش (۲) رافضی (۳) عیسائی۔

یہ دلیل ہے کہ تمہارا حال مشرکین مکہ والا ہی ہے۔ جو کچھ تم لوگ صالحین سے طلب کر رہے ہو وہ اپنے بتوں سے کیا کرتے تھے، وہ اپنی حاجات اور حصول نفع کے لیے ان کو پکارتے تھے اور تم بھی اپنی حاجات اور حصول نفع کے لیے ان صلحاء کو پکارتے ہو۔ وہ دشمن پر فتح پانے کے لیے ان سے دعائیں کرتے تھے اور تم بھی اپنے دشمن کو زیر کرنے کے لیے ان سے دعائیں کرتے ہو۔ تم ان لوگوں سے دو چیزوں میں متفق نظر آتے ہو۔

(۱)... تم صالحین سے وہی کچھ طلب کرتے ہو جو وہ صالحین کی مورتیوں سے طلب کرتے تھے۔

(۲)... وہ بھی غیر اللہ سے طلب کرتے تھے اور تم بھی غیر اللہ سے مانگتے ہو۔

سب سے عظیم ترین اور نفع بخش سبب: اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص ہے۔ جبکہ شرک میں دنیا و آخرت کی ناکامی اور نقصان ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ شفاعت اُسی کے لیے ہوگی جس نے توحید کو اپنایا اور شرک سے دور رہا۔ آپ نے فرمایا:

''یہ (شفاعت) ان شاء اللہ میری امت میں سے اس کے لیے ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔'' [1]

اے قاری! غور کر کس طرح آپ نے توحید کو حصول شفاعت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

تمہاری اور کفار مکہ کی دلیل ایک ہی ہے:

حبشی کا عقیدہ ہے کہ مسبّب حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب کی طرف متوجہ ہونا صحیح نہیں ہے۔ پھر یہاں وہ کیوں اسباب کی طرف متوجہ ہو رہا ہے حالانکہ اسے اس بات سے منع کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ کو ہی پکارے۔ لیکن یہ خود اور اس جیسے دوسرے لوگ استغاثہ اور دعا میں اسباب کو مسبب کے ساتھ شریک بنا لیتے ہیں۔

ہاں! ہم اشیاء کی ان کے اسباب کی طرف اضافت کا انکار نہیں کرتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اسباب سے مانگنا شروع کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بادل لانے کا سبب بنایا ہے اور بادلوں کو بارش کے

[1] مسلم: ۹۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزول کا سبب بنایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا﴾ ❶

''اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں۔''

کیا تم اپنے لیے جائز تصور کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہوا سے سوال کرو کہ تمہارے لیے بادل لے آئے۔

سببیت کی نفی کرنے والے خود ساختہ اسباب بناتے ہیں:

اے قاری! جب تو ان لوگوں کے حالات پر غور کرے گا تو تجھے تعجب ہو گا کہ یہ کس طرح تناقض کا شکار ہیں۔ اشعری مذہب کے لحاظ سے یہ لوگ سببیت کا انکار کرتے ہیں۔جیسا کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ: جانور کو چھری ذبح کرتی ہے تو وہ ان کے نزدیک کافر ہے اور دوسری طرف تو دیکھے گا کہ یہ ایسے ایسے خود ساختہ اسباب بیان کرتے ہیں جن کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں نہیں ملتی۔

اگر یہ اسباب ہوتے تو سلف صالحین اختیار کرتے:

اللہ تعالیٰ نے حاجات کی برآوری کے لیے اسباب کیوں بنائے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کے لیے سبب نہ بنایا؟ اگر اسباب فائدہ مند ہوتے تو سب سے پہلے ان کو صحابہ کرام اختیار کرتے اور آپس کے اختلاف میں رسول اللہ ﷺ کو آواز دیتے تاکہ وہ لڑائی سے بچ جاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔لیکن یہ اسباب لوگوں کا مال کھانے والے مفتی کے ہاں ہی ہیں۔

اولیاء کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں:

احباش کئی سالوں سے لوگوں کو کتاب (البرھان المؤید) پڑھنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ یہ کتاب رفاعی نے ترتیب دی ہے اور بقول احباش عقیدہ توحید میں اپنی مثال آپ ہے۔

اس کتاب کی توحید دیکھنا ہو تو ص: ۹۴ دیکھو جس میں ہے: اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو کائنات میں تصرف کا اختیار دے رکھا ہے وہ جس کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے بارے میں (کُنْ) کہتے ہیں اور وہ ہو جاتا ہے۔

حبشی نے اس کتاب کی تحقیق اور تخریج کی ہے لیکن اس شرکیہ وکفریہ عبارت پر کوئی اعتراض یا تنقید نہیں کی ہے۔

اس کے پیروکار لوگوں میں یہ مشہور کر رہے ہیں کہ ہمارے شیخ نے اس کتاب کی تحقیق نہیں کی بلکہ کسی اور نے تحقیق و تخریج کرنے کے بعد ان کی طرف منسوب کر دی ہے۔

ہائے افسوس! یہ لوگ کس قدر دجل اور فریب سے کام لے رہے ہیں اور ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے سو جھوٹ بول رہے ہیں۔کس جرأت کے ساتھ تحقیق اور تخریج کا کام کسی دوسرے کی طرف منسوب کر رہے ہیں؟

❶ الروم: ٤٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہرحال: اگر ان لوگوں کے ہاں یہ عبارت گمراہی پر مبنی ہے تو پھر رفاعی کے متعلق ان کا حکم صادر ہونا چاہیے۔ مگر ایسا نہیں بلکہ ان کے شیوخ زور و شور کے ساتھ اس عقیدہ کو لوگوں میں پھیلا رہے ہیں۔ تصوف کے نام پر یہ عقیدہ خاص طور پر احباش پھیلا رہے ہیں۔

نبہانی نے اپنے ایک شیخ کے متعلق دعویٰ کیا ہے اس نے کہا: میں نے کسی کام کو کرنے کے لیے اپنا قول (کُنْ) اللہ تعالیٰ کے ادب و احترام کی خاطر چھوڑ دیا ہے۔ ❶

اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ نے عمر النبتيني کو اپنی ٹوپی عطا کرتے ہوئے کہا: جاؤ! یہ عبدالوہاب کو دو اور کہو کہ کائنات میں تصرف کرو۔ ❷

صیادی نے ذکر کیا ہے کہ احمد الرفاعی نے کہا: جب اللہ تعالیٰ کسی ولی کو کائنات میں تصرف کا اختیار دیتا ہے تو اس کا حکم درحقیقت اللہ تعالیٰ کا حکم بن جاتا ہے جب وہ ولی کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے (کُنْ۔ ہو جا) تو وہ ہو جاتا ہے۔ ❸

ایک اور مقام پر صیادی اور سفرانی نے دعویٰ کیا ہے کہ بعض سماوی کتب میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بنی آدم! تم میری اطاعت کرو میں تمہاری اطاعت کروں گا تم میری نگرانی کرو میں تمہاری نگرانی کروں گا اور میں تم کو یہ طاقت بخش دوں گا کہ جب تم کسی کام کے متعلق کہو گے (کُنْ) تو وہ ہو جائے گا۔ ❹

سیوطی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو قبروں سے نکل کر کائنات میں تصرف کی اجازت دی ہے۔ وہ کائنات میں ہر جگہ (علوی، سفلی) تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔ ❺

قرافی نے کہا: یہ واضح کفر ہے جیسا کہ ان سے ابن حجر الہیثمی نے ذکر کیا ہے: یہ صوفیاء کی جماعت سے وقوع پذیر ہوا ہے وہ کہتے ہیں فلاں ولی کو کلمہ (کن) کی طاقت دی گئی ہے اور یہ کفر ہے۔

محمد بن علوی مالکی نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں میں زندہ ہیں۔ وہ اپنی امت کے تمام امور کی نگرانی کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے ہر قسم کے تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔ ان کو امت کے تمام حالات کی لمحہ بہ لمحہ خبر رہتی ہے۔ ❻ اس نے مزید کہا کہ امت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

---

❶ جامع كرامات الأولياء: ٢/ ١٥٨۔
❷ حواله سابقه: ٢/ ١٣٥۔ ١/ ٣٢۔
❸ قلاده الجواهر: ٧٣/ ١٤٥۔ البرهان المؤيد: ٩٤۔
❹ قلاده الجواهر: ١٤٧۔ طبقات الشعراني: ١/ ١٤٢۔
❺ الحاوى للفتاوى: ٢/ ٢٦٤۔
❻ مفاهيم يجب أن تصحح، ص: ٩١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے شعر کہا:

اے میری امید اور اے میرے سوال (کے محور) اس مہمان کو تیرے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ ❶

جو شخص یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ امت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں۔ شاید وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھول گیا ہے۔

﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ ❷

''پس دوڑو اللہ کی طرف۔''

اس نے مزید کہا:

ہمارے لیے آپ کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے
اور آپ کے علاوہ لوگوں کے لیے کوئی جائے قرار نہیں ہے ❸

❀❀❀❀❀

❶ الذخائر المحمدية: ١٠١۔
❷ الذاريات: ٥٠۔
❸ حوالہ سابقہ: ١٣٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ الفاخوری کی شہادت

احباش نے یہ عبارت ان کی کتاب سے کیوں نکال دی؟:

مفتی بیروت الشیخ عبدالباسط فاخوری نے اپنی کتاب [1] میں لکھا۔عوام الناس کی اکثریت نے دین میں غلو، افراط و تفریط اور بدعات کو اپنا لیا ہے۔ یہ دین حنیف کے مخالف نظام ہے۔ یہ لوگ زندہ اور فوت شدہ اولیاء پر اعتماد کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا گمان ہے کہ اولیاء کو کائنات میں تصرف کا اختیار ہے اور نفع ونقصان ان کے ہاتھ میں ہے۔ یہ ان کو ربوبیت کے خطاب سے پکارتے ہیں۔ یہ دین میں غلو ہے اور صراط مستقیم سے خروج ہے۔لیکن احباش نے اس عبارت کو ان کی کتاب سے حذف کر دیا ہے، یہ بہت بڑی علمی خیانت ہے۔

فوت شدہ اولیاء کی صفات:

اے قاری! غور کر کس طرح یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارنے کے حیلے تراشتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اولیاء کو علم غیب کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں، وہ کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔لوگوں کی باتیں سنتے ہیں اور اپنی قبروں میں رہ کر بھی اپنے مریدوں کی نگرانی کرتے ہیں، اور کبھی کبھی مریدین کی مجلس ذکر میں حاضر بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت بن جاتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض تو انتہائی اعلیٰ مقام اور مرتبہ پا جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی ذمہ داری لگاتا ہے کہ وہ زمین کو اس کے کناروں سے تھامتے ہیں۔

یہ تمام جھوٹ اس لیے ہیں کہ عوام الناس کے دل اولیاء کی طرف رغبت یا خوف سے متوجہ اور معلق رہیں۔ کیونکہ اگر کوئی ولی ان صفات سے خالی ہوگا۔ حاجت منداور مصیبت زدہ لوگ اس سے قطعاً دعا نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے دل اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔

اس لیے ان لوگوں نے رفاعی کو غوث (مددگار) کا لقب دیا ہے جو کہ مخلوقات کی ہر طرح سے مدد کرتا ہے۔ یہ لوگ اس کی قبر کے پاس دعا کی قبولیت کی نیت سے تین قدم آگے کی طرف چلتے ہیں۔ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اولیاء فرش تا عرش اترتے اور چڑھتے رہتے ہیں اور یہ کہ اولیاء لوح محفوظ میں اپنی مرضی سے تبدیلی کر لیتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنا اس وقت ممکن نہیں جب تک کسی ولی کی تصویر اپنے تخیل میں نہ بسائی جائے۔

ہم کہتے ہیں قیامت کے دن ہر گروہ کے لیے یہ صورت ظاہر ہوگی اور وہ اس تصویر کے پیچھے پیچھے جہنم کی آگ تک

[1] تحفۃ الانام مختصر تاریخ الاسلام: احباش نے اس کتاب میں تحریف کر ڈالی اور اس کے کئی صفحات حذف کر دیے۔اس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہنچ جائیں گے اور پورے پورے بدلہ کے تحت اس میں داخل کر دیے جائیں گے۔

نقشبندی فرقہ کے ہاں ذکر کرنے کا یہ اصول ہے کہ مرید اپنے سامنے اپنے شیخ (پیر) کی تصویر تخیل میں رکھے اور ذکر میں مشغول ہو جائے۔ کیونکہ یہ شیخ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ ہے۔ ❶

ہم کہتے ہیں قیامت کے دن یہ لوگ اسی صورت کی پیروی کرتے ہوئے سیدھے جہنم کی آگ میں داخل ہوں گے۔

جس کسی نے اولیاء اللہ کے متعلق کائنات میں تصرف کا دعویٰ کیا تو اس کے مشرک ہونے کا فتویٰ ہے۔ ❷

❀❀❀❀❀

---

❶ الرابطه: ٩۔ لخالد بغدادی نقشبندی، المواهب اللدنية فی مناقب الطريقه النقشبنديه: ٤٩٤۔ تنوير القلوب لكروى: ١٤٥۔ ٥١٧۔ السعادة الأيدية فيما جاء به النقشبندية: ٧٨۔ نور الهداية: ٣٨۔

❷ البحر الرائق: ٢/ ٨٩٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ سے استغاثہ کے بعد کس سے استغاثہ؟

فرقہ رفاعیہ اور غیر اللہ سے استغاثہ:

احباش رسول کریم ﷺ کے علاوہ اولیاء اور فرقہ رفاعیہ کے مشائخ سے بھی استغاثہ کرتے ہیں اور حصول برکت کے لیے ان کی قبور کی طرف ہر وقت مائل رہتے ہیں۔ رفاعیہ جن پر حبشی ہمیشہ فخر کرتا ہے وہ اپنے شیخ رفاعی کو کائنات کا مددگار سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ رفاعی (غوث الثقلین) [1] (انسانوں اور جنوں کا مددگار) ہے۔ وہ کہتے ہیں ہر مظلوم رفاعی سے مدد مانگتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ بکری یا بھیڑ جس پر بھیڑیا حملہ کردے وہ بھی اس کو مدد کے لیے پکارتی ہے۔ وہ اپنی زبان میں اونچی آواز کے ساتھ کہتی ہے (یا سیدی احمد) [2] (اے سیدی احمد میری مدد فرما)

صیادی نے دعویٰ کیا ہے کہ رفاعی نے کہا: [3] مصیبت کے وقت میری عزت وعظمت کی پناہ چاہو اور میری مدد تلاش کرو۔ میرے دروازے کا طواف کرو۔ ہمارے علاوہ تمہاری پریشانی کوئی ختم نہیں کرسکتا جو ہمارے قافلہ میں شامل ہوگیا وہ ندامت سے امن میں آ گیا۔

صیادی نے یہ اشعار کہے: اے رفاعی میں آپ کی ناراضگی کا شکار ہوگیا ہوں۔ اپنے غلام کی مدد کو آؤ جو تمہاری دہلیز پر سر رکھے ہوئے ہو۔

اے رفاعی! اے غوث اے پوری دنیا کے مددگار ایسے بچے کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹاؤ جس نے آپ سے امید لگا رکھی ہے۔

آپ پریشان حال کی پناہ گاہ ہو اور آپ خرچ کرنے والے ہو اور آپ کے مرید انتہائی کمزور ہیں۔

میں آپ کا وہ بندہ ہوں جس کا عقیدہ یہ ہے کہ راحت اور سکون آپ کے علاوہ کہیں ممکن نہیں ہے۔

اے غوث! اپنے لشکروں کو حرکت دو اور میری مدد کرو، میرا آپ سے جو تعلق ہے اس کی لاج رکھ لو۔ [4]

مزید کہتا ہے: [5] اے زمانے میں تصرف کا اختیار رکھنے والے غوث اعظم ہر وقت تیری جناب میں لوگ رجوع کرتے ہیں۔

اور کہتا ہے: [6] اے رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کے ذریعے دنیا کی مدد کرنے والے غوث، صحابہ کرام اور ہر کامل

---

[1] روضة الناظرين: ٩٥۔
[2] المعارف المحمديه: ٧٢۔
[3] قلادة الجواهر: ٢٣٣۔
[4] الكنز المطلسم: ٦١۔
[5] العقود الجوهريه: ٢٤۔
[6] ديوان الفيض المحمدى: ١٢٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مددگار جلدی حرکت میں آؤ اور زمانہ کی پریشانیاں ختم کرو۔ اپنی نظر کرم سے مجھے پریشانیوں سے نکال لو۔ ❶

مزید کہا: اے دونوں جہانوں کے غوث! رسول اللہ ﷺ کا توسل اختیار کرتے ہوئے میری تمام مرادوں کو پورا کرو۔

اے رفاعی! تو میرا غوث اعظم ہے اور اپنے والد کریم نبی ﷺ کی جناب میں میرا واسطہ ہے۔

اے رفاعی! تو ہر حال میں میرے اوپر نظر رکھتا ہے۔ میرا حال تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میری محبت کے پیش نظر میری مصیبت کو ختم فرما اور ہر حال میں میرا خیال رکھ۔ ❷

وتری اپنے کسی شیخ کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہے۔ ❸

آپ اس پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں جو مصیبت میں گرفتار ہو جائے اور جس پر کوئی دکھ اور تکلیف نازل ہو اس کی پناہ گاہ فقط آپ ہی ہیں۔

اے قاری! ان تمام اشعار پر غور کرو اور سوچو کہ یہ لوگ کس طرح مخلوق سے استغاثہ کر رہے ہیں اور کس طرح ایک مخلوق دوسری مخلوق کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے؟ یہ وہ شرک ہے جو قبل از اسلام اہل جاہلیت کے ہاں بھی متعارف نہیں تھا۔

آخری شعر پر غور کرو کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور سب سے بڑی پناہ گاہ کہا جا رہا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ جب خود غمگین ہوا کرتے تھے تو فرماتے تھے:

((يا حي يا قيوم برحمتك أستغيث)) ❹

''یا حی یا قیوم میں تیری رحمت سے مدد طلب کرتا ہوں۔''

یہ اللہ تعالیٰ کو اولیاء کا تقرب حاصل کرنے کے لیے پکارتے ہیں:

ان لوگوں کے شرک کی انتہاء دیکھیں کہ یہ اللہ تعالیٰ سے سوال اور دعا کرتے ہیں کہ وہ زندہ اور فوت شدہ بزرگان کے دل میں ان کی محبت ڈال دے تا کہ وہ ان طرف توجہ کریں، اور ان کا خیال رکھیں۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے مشائخ اور اولیاء کی طرف وسیلہ بنا ڈالا تا کہ وہ ان کو اولیاء کے قریب کر دے۔ یہ ایسا شرک ہے جو ابوجہل اور کفار مکہ میں بھی موجود نہ تھا بلکہ وہ اس کو جانتے تک نہ تھے۔ کیا یہ لفظ (المدد یا رسول اللہ) صحابہ کرام کے درمیان متعارف تھا؟ کسی صحابی نے رسول اللہ ﷺ کو (غوث اعظم یا غوث الثقلین) کہا ہے؟ تم نے یہ لقب اپنے شیخ رفاعی کے لیے خاص کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ تم نے کہا: جنات اور انسان رفاعی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ بلکہ وہ

---

❶ ديوان الفيض المحمدی: ۱۲۶۔
❷ حوالہ سابقہ: ۱۲۷۔
❸ روضة الناظرين: ۱۰۴۔۱۰۶۔
❹ ترمذی، حاکم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بکری بھی جس پر بھیڑیا حملہ کر دے وہ کہتی ہے: اے سیدی احمد: مجھے اس بھیڑیے سے نجات دو۔

کیا رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ سابقہ انبیاء سے استغاثہ کریں۔ یا پھر ان کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا میں پہلے نبی ہیں اور اس امت کے صالحین دنیا میں پہلے اولیاء ہیں کیا یہ بعض اولیاء اور صلحاء سے متعارف نہ تھے جو ان سے پہلے گزرے ہیں؟ جیسا کہ خضر علیہ السلام جن سے صوفیاء استغاثہ کرتے ہیں اور وہ صبح شام ان کی زیارت اوران کے ساتھ مجالس اور اجتماع کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ ❶

ہم توحید کیسے سمجھیں؟:

شرک کی وہ صورت جو اہل جاہلیت کے شرک سے بھی بدتر ہے۔ اسے صیادی نے عاص بن عثمان سے جو کہ رفاعی کا خلیفہ ہے ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا: قابل احترام لوگو! جس کو کسی قسم کی حاجت ہو تو وہ فوراً میرے پاس آئے، اگر کسی کو بادشاہ، شیطان، اپنی بیوی، اپنی سواری یا زمین سے شکایت ہو کہ وہ زراعت نہیں اگاتی یا پھر پیداوار نہیں دیتی یا سواری اس کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتی تو فوراً مجھے پکارے میں اس کی تمام حاجات کو پورا کروں گا۔ ❷

نبھانی روایت کرتا ہے کہ شیخ جاکیر الکردی لوگوں سے کہا کرتا تھا: ''جب تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو مجھے آواز دو۔'' پھر کہا: ایک دفعہ لوگ کشتی میں سوار تھے کہ شدید طوفان آیا اور کشتی سمندر کی موجوں میں گھر گئی ان لوگوں نے عراق کی طرف منہ کر اپنے شیخ کو پکارا۔ اپنے شیخ کا نام لے کر اس کو آواز دی تو طوفان رک گیا۔ شیخ کو ان کی پکار سنائی دی لہٰذا انہوں نے جنوب کی طرف اشارہ کیا جس سے بہترین ہوا چلی جس نے ان کو خشکی پر پہنچا دیا۔ ❸

نبھانی نے ذکر کیا ہے کہ یمن کے تاجر سمندری طوفان اور خشکی کے مصائب میں ابوالغیث عینی کو پکارا کرتے تھے۔ ❹

احباش کی علمی بددیانتی:

احباش نے کتاب (كيف نفهم التوحيد) ''ہم توحید کیسے سمجھیں'' کے مصنف کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ اس نے اپنی کتاب میں کہا: ابوجہل ہمارے زمانے کے مشرکین سے زیادہ توحید کو مانتا تھا جو کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے ہیں یعنی وہ جو کلمہ گو ہیں۔

اے قاری! حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کتاب کے مؤلف کا کلام کاٹ کر اور توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اور ان کی مکمل عبارت ذکر نہیں کی ہے۔ جس میں انہوں نے یہ مثال ذکر کی تھی کہ زمانہ جاہلیت میں ابوجہل اور کفار مکہ جب کشتی میں سوار ہوتے تھے اور کشتی طوفان میں پھنس جاتی تھی تو وہ اللہ تعالیٰ کو مخلص ہو کر پکارتے تھے لیکن آج کا مشرک کہہ کر رہا ہے کہ

---

❶ شیخ محمد بن درویش الحوت نے کہا خضر علیہ السلام کے زندہ ہونے کے متعلق کوئی بھی صحیح دلیل وارد نہیں ہے۔ أسنی المطالب: ٦١٦۔

❷ قلادة الجواهر: ٣٢٣۔

❸ جامع کرامات، اولیاء: ٦٦/٣٧٩۔

❹ جامع كرامات الأولياء: ٢/ ٢٣١۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

طوفان میں انہوں نے عراق کی طرف رخ کر کے اپنے شیخ کو پکارا لہٰذا ان کا شرک ابوجہل کے شرک سے بھی بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [1]

''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [2]

''وہی ہے جو تمھیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انھیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چل پڑتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں تو ان (کشتیوں) پر سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جگہ سے موج آجاتی ہے اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک ان کو گھیر لیا گیا ہے، تو اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ہر عبادت کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، یقیناً اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔''

کفار مکہ مصیبت میں اللہ کو مخلص ہو کر پکارتے تھے اور یہ لوگ مصیبت میں عراق کی طرف رخ کر کے شیخ جیلانی کو پکارتے ہیں تو ان میں سے کون ہے جو قدرے توحید کا اقرار کرتا ہے اور اس کو مانتا ہے؟

شیطان کی پیروی نہ کرو:

یہ لوگ انتہائی چالاک اور دھوکہ باز ہیں۔ اور ایک ایک قدم پوری منصوبہ بندی سے اٹھاتے ہیں۔ ان کا طریقہ واردات یہ ہے۔

پہلا مرحلہ:......اللہ تعالیٰ کی طرف رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ پکڑنے میں کیا چیز مانع ہے؟

دوسرا مرحلہ:......رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ پکڑنے میں اور صحابی و تابعی کا وسیلہ پکڑنے میں کیا فرق ہے؟

تیسرا مرحلہ:......صحابہ کرام اور اولیاء کے وسیلہ میں کیا فرق ہے؟

چوتھا مرحلہ:......تم لوگ جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں لہٰذا وہ تمہاری باتیں سنتے ہیں۔

[1] العنکبوت: ٦٥۔ [2] یونس: ٢٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کی ذمہ داری لگا رکھی ہے جو آپ کو ہماری باتیں سناتا ہے تو پھر ہم آپ سے استغاثہ کیوں نہ کریں؟ وہ تو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مقام و مرتبہ ہے۔

پانچواں مرحلہ:......اگر رسول اللہ ﷺ کے کئی معجزات ہیں تو اولیاء کی بھی تو کئی کرامات ہیں۔ یہ اولیاء اپنی قبروں میں پورے عزت و احترام کے ساتھ زندہ و جاوید ہیں۔ ان کے حالات بھی انبیاء کی طرح ہی ہیں لہٰذا ہم ان سے کیوں استغاثہ نہ کریں؟

یہ ان لوگوں کا طریقہ واردات ہے کہ وہ مرحلہ وار حملہ آور ہوتے ہیں اور امت مسلمہ کے عقائد برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بتدریج لوگوں کو شرک میں مبتلا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢١﴾﴾ [1]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اولیاء کے مراتب و خصائص:

آج کے مشرکین نے اولیاء کی طرف ایسی ایسی چیزیں منسوب کر دی ہیں جو پہلے مشرکین کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ زمین و آسمان کو اولیاء نے تھام رکھا ہے۔ ان کے نزدیک دنیا میں:

(۱)......۳۰۰ نقیب (نقباء)

(۲)......۴۰ ابدال

(۳)......۷ اخیار

(۴)......۴ اوتاد

(۵)......۲ حواری نخباء

(۶)......ایک قطب یا غوث ہیں۔

❀ نقباء سے مراد وہ لوگ ہیں جو کائنات کی نگرانی کرتے ہیں وہ فضا میں بلند ہوتے ہیں اور کائنات پر گواہ ہیں اور ان

[1] النور: ۲۱۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کا مسکن مغرب ہے۔

❀ ابدال چالیس ہیں اوران کا مسکن شام ہے۔

❀ اخیار سات ہیں اور یہ زمین میں ہر وقت پھرتے رہتے ہیں۔

❀ اوتاد چار ہیں یہ زمین کے چاروں کناروں پر موجود ہیں تا کہ یہ زمین کا رکن ثابت ہوں یہ وہ چار لوگ ہیں جو ہر طرف سے زمین کو اٹھائے ہوئے ہیں اور زمین کی نگرانی کرتے ہیں۔

❀ نجباء: بھاری مخلوقات کو تھامے ہوئے ہیں۔ ایسی مخلوقات جن کو انسان اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

❀ حواری دو ہی ہیں ان میں سے ایک رسول کریم ﷺ کے زمانے میں تھے اور وہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔

❀ قطب یا غوث ایک ہی ہے جس کی وجہ سے کائنات قائم و دائم ہے اس کی کائنات میں اس قدر اہمیت ہے جس قدر بدن کے لیے روح کی ہے۔ اس کے ہاتھ میں کائنات کو فیض عام پہنچانے کا ترازو ہے...... یہ تمام کائنات اعلیٰ و اسفل میں روحِ حیاۃ کو چلاتا ہے۔ [1]

ہم کہتے ہیں: یہ فقط نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباو اجداد نے رکھے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔تم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا خود ساختہ جواب دے ڈالا؟

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴾ [2]

''بے شک اللہ ہی آسمانوں کو اور زمین کو تھامے رکھتا ہے، اس سے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور یقینا اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی ان دونوں کو نہیں تھامے گا، بے شک وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔''

تم نے کہا: ہاں اس کو قطب تھامتا ہے، غوث اور ابدال اور اوتاد سہارا دیے ہوئے ہیں۔ ان تمہارے خود ساختہ قطبوں اور ابدالوں کو کائنات میں تصرف اور کائنات کو تھامنے کا اختیار کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ جبکہ بنی آدم کے سردار امام الانبیاء محمد ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے کسی بھی نفع ونقصان کا مالک نہ ہوں گا۔''؟ درحقیقت غیر مسلموں کے عقائد کا زہر مسلمانوں کے درمیان پھیل چکا ہے، ان کے خود ساختہ عقائد کا بہت بڑا حصہ شیعہ کے ذریعے امت مسلمہ میں داخل ہوا۔ اس زہر کے اثر کو روکنا ضروری ہے اور اس کے خلاف کوشش کرنا لازم ہے۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آن پہنچے۔

❀❀❀❀❀

---

[1] التعریفات للجرجانی: ۳۵، ۳۹، ۱۷۷، ۲۳۹۔
[2] فاطر: ٤١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حبشی کے ہاں توحید کی غایت (مقصد)

❀ کیا انبیاء پر لوگوں کو وجودِ خالق کی تعلیم دینا لازم تھا؟

❀ معتزلہ کے ہاں اول واجب

❀ ربوبیت، الوہیت کے علاوہ ہے

❀ انبیاء کی دعوت کی اولیات (ابتدائی نقاط)

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حبشی کے ہاں توحید کی غایت (مقصد)

ان مبتدعین کے ہاں ایمان اور معرفت کی غایت اللہ تعالیٰ کے وجود کا اقرار ہے، جیسا کہ احمد رفاعی نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی معرفت کی غایت اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین ہے۔''

جب حبشی کے ہاں یہ اعتقاد ایک موحد کے لیے کافی ہے کہ یہ عالم حادث ہے قدیم نہیں ہے اور اس کو عدم سے وجود میں لانے والا ایک محدث (پیدا کرنے والا) ہے تو پھر اس کے ہاں غیر اللہ سے استعانت اور استغاثہ شرک نہیں ہے جو کہ توحید کے منافی ہے۔ شیطان نے ان کو دھوکے سے جال میں پھنسا دیا ہے جس طرح مشرکین کو پھنسایا تھا۔

پھر حبشی اس راستہ پر چلا جس پر اس سے پہلے متکلمین چلے ہیں کہ انہوں نے توحید ربوبیت کا اقرار کیا، اور تمام دلائل سے توحید ربوبیت کے اثبات کا مفہوم نکالنے کی کوشش کی اور یہ دعویٰ کیا کہ توحید کا مطلب یہ ہے کہ تخلیق کائنات میں اللہ تعالیٰ اکیلا ہے۔ انہوں نے (لا الہ الا اللہ) کا معانی (لا خالق الا اللہ) [1] کیا ہے گویا کہ الہ کے معانی خالق (پروردگار) ہے۔ ان کے نزدیک توحید کا مطلب یہ ہے (تخلیق کائنات، مخلوقات کو عدم سے وجود میں لانے میں اور تدبیر امور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے) [2] یعنی وہ اکیلا خالق اور رازق ہے۔

ان کے ہاں (الہ) کا مطلب پہلی دفعہ پیدا کرنے کی قدرت رکھنے والا ہے نہ کہ معبود جیسا کہ رازی کا دعویٰ بھی یہی ہے جسے بغدادی نے اشعری کے واسطہ سے نقل کیا ہے۔ [3]

احباش اور ان کے ہم نواؤں نے یہ اعتقاد رکھا کہ توحید ربوبیت کا اقرار ہی توحید الوہیت ہے۔ [4] اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو انسان یہ تصور رکھے اس کائنات کا رب (پروردگار) اکیلا اللہ ہے تو وہ کبھی بھی شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔

یہ دعویٰ باطل اور بے بنیاد ہے کیونکہ کتاب اللہ، عربوں کی زبان اور اہل لغت کے ہاں کہیں بھی لفظ (الہ) (المخترع) ایجاد کرنے والا کے معانی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ یہ درحقیقت ان لوگوں کی تشریح ہے جو لفظ کو اس کے بعض افراد پر بولتے ہیں اور کلمہ کی تفسیر اس کے بعض معانی سے کرتے ہیں۔ تخلیق پر قدرت اللہ تعالیٰ کی بعض صفات میں سے ہے اور الوہیت کو لازم ہے۔ یعنی جو (الہ) ہے تو لازمی بات ہے کہ وہ کائنات کو بنانے والا قادر اور صفت قدرت

---

1. بغية الطالب لمعرفة العلم الدينى الواجب، طبع بيروت۔
2. الدليل القويم: ٣٣۔
3. لوامع البينات شرح اسماء اللّٰه: ١٢٤۔ اصول الدين للبغدادى: ١٢٣۔
4. نشرة شئون الخارج: ١٧۔ شرح مختصر الهروى: ٣۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ متصف ہے۔

کیا انبیاء کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ لوگوں کو وجودِ خالق کی تعلیم دیں؟:

یہ بات مخفی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کفار مکہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اس کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ اس کی قطعاً مخالفت نہیں کرتے تھے، اور وہ یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾﴾ ❶

”کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟“

اور فرمایا:

﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾﴾ ❷

”کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟“

انبیاء نے لوگوں کو جس بات کی سب سے پہلے دعوت دی وہ یہ نہ تھی کہ تم اعتقاد رکھو کہ کائنات مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جس کو فطرت کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اسی فطرت پر پیدا کیا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے اللہ تعالیٰ کا خالق و مالک ہونا مشرکین کے ہاں فطری امر نہ تھا اور وہ اس بات کا اقرار نہ کرتے تھے تو جب انبیاء ان کو یہ دعوت دیتے تھے (اعبدوا اللّٰه) ”ایک اللہ کی عبادت کرو۔“ تو وہ کہتے کون سا اللہ؟ تم کس کی طرف دعوت دے رہے ہو ہم تو اس کو نہیں جانتے ہیں اور ہم اس کے وجود کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں، تم ہمیں کیسے اس ذات کی عبادت کا درس دے رہے ہو جس کے وجود کا ہم بالکل اعتراف نہیں کرتے؟

ان لوگوں نے اس نکتہ میں کوئی اختلاف نہیں کیا ماسوائے فرعون کے جس کو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا:

﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَاۗىِٕرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿١٠٢﴾﴾ ❸

---

❶ المومنون: ٨٦۔ ٨٧۔

❷ المومنون: ٨٨ ۔ ٨٩۔

❸ بنی اسرائیل: ١٠٢۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”اس نے کہا بلاشبہ یقیناً تو جان چکا ہے کہ انھیں آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نہیں اتارا، اس حال میں کہ واضح دلائل ہیں اور یقیناً میں تو اے فرعون! تجھے ہلاک کیا ہوا سمجھتا ہوں۔“

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ توحید ربوبیت کی معرفت فطری معرفت ہے جو لوگوں کو حاصل ہے اور یہ تخلیق انسان کا مقصد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۲۵﴾ ❶

”اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

اور فرمایا:

﴿وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۝۳۸﴾ ❷

”اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔“

یہ بات مشرکوں نے کہی بھی اور اس کا اقرار بھی کیا مگر اس کے باوجود وہ موحد شمار نہیں ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ۝۱۰۶﴾ ❸

”اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔“

اس کی تشریح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مشرکوں کے ایمان میں سے یہ ہے کہ جب ان سے کہا جاتا بتاؤ: زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پہاڑوں کو کس نے بنایا ہے؟ تو وہ فوراً کہتے اللہ تعالیٰ نے اور وہ پھر بھی اس کے ساتھ شرک کرنے والے شمار ہوئے۔ ❹

اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان ثابت تو کیا ہے مگر اس نے ان کو فائدہ نہیں پہنچایا کیونکہ یہ ایمان انہوں نے عمل

---

❶ لقمان: ۲۵۔ ❷ الزمر: ۳۸۔
❸ یونس: ۱۰۶۔ ❹ فتح الباری: ۱۳/ ۴۹۵۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور کوشش سے نہیں اپنایا تھا بلکہ فطری تھا۔

جب یہ بات مسلم ہے کہ کسی بندے کے پاس ایمان کا کچھ حصہ ہو مگر وہ اس کے لیے فائدہ مند نہ ہو تو پھر یہ بھی صحیح ہے کہ اس کے پاس توحید کا بعض حصہ (توحید ربوبیت) فطری ہو مگر اس کی توحید مکمل نہ ہو اور اسے یہ اقرار (توحید الوہیت) تک نہ پہنچا سکے جو کہ (توحید الوہیت) مطلوب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ ﴾ ❶

’’اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی گواہی دی کہ جو ان میں سے شرک کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے خالق و رازق ہونے کو جانتے ہیں اور اس کا اقرار کرتے ہیں، فرمایا:

﴿ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءً وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ ❷

’’جس نے تمھارے لیے زمین کو ایک بچھونا اور آسمان کو ایک چھت بنایا اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ کئی طرح کے پھل تمھاری روزی کے لیے پیدا کیے، پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔‘‘

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کی تشریح میں فرمایا کہ:

’’جس طرح تمہاری تخلیق اور تمہیں رزق دینے میں میرا کوئی شریک نہیں ہے اور میں ہی تمہارا مالک ہوں اور میں تم لوگوں کو نعمتیں دینے دینے میں بھی اکیلا ہوں تو اسی طرح عبادت میں بھی مجھے اکیلا ہی سمجھو اور میری الوہیت کا اقرار کرو، عبادت کو فقط میرے لیے سرانجام دو میرے ساتھ کسی کو مت شریک ٹھہراؤ۔ تم جب یہ جانتے ہو اور اس کا اقرار بھی کرتے ہو کہ تمام نعمتیں میری طرف سے تم کو بہم پہنچائی جاتی ہیں......تو پھر تم لوگ میرے ساتھ دوسروں کو شریک کیوں کرتے ہو؟ تم اللہ تعالیٰ کے ایسے شریک مت بناؤ جو نہ تم کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اس بات کو تم لوگ بخوبی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا کوئی رب نہیں جو تم کو رزق پہنچا سکے۔‘‘ ❸

---

❶ البقرة: ۲۱۔

❷ البقرة: ۲۲۔ ❸ تفسير ابن جرير: ۱/ ۱۲۷۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس مقام پر طبری نے بھی یہ بات ذکر کی ہے کہ عرب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے مگر عبادت میں اس کو شریک ٹھہراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ❶

''اور یقینا اگر تو ان سے پوچھے کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو بلاشبہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جاتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ❷

''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟''

سیوطی نے اس حقیقت کی وضاحت بیان کی:

مشرکین کا کفر یہ نہیں تھا کہ وہ کائنات کے صانع (موجد) کا انکار کرتے تھے اور نہ ہی بتوں کے متعلق ان کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ کچھ تخلیق کر سکتے ہیں یا تدبیر کائنات کا اختیار رکھتے ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک تصور کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو معبود بھی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ❸

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ ❹

---

❶ الزخرف: ۸۷۔

❷ یونس: ۳۱۔ تفسیر طبری: ۱/ ۱۲۷۔

❸ لقمان: ۲۵۔ ❹ الزمر: ۳۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔‘‘

ان کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ ﴾ [1]

’’خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔‘‘

وہ تلبیہ اس طرح کہتے تھے:

((لبيك لا شريك لك الا شريك هولك تملكه وما وملك۔))

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ١٠٦ ﴾ [2]

’’اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔‘‘

اس سے پتہ چلا کہ ان کا کفر، کفر اشراک (شرک) تھا نہ کہ کفر انکار تھا وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار نہیں کرتے تھے۔

کفر اشراک کی بنیاد انبیاء اور رسولوں کی تعلیمات سے جہالت اور عدم واقفیت تھی۔ [3]

پھر انہوں نے شہرستانی کی عبارت پیش کی:

’’مشرکین کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کیا کرتے، تلبیہ بھی پڑھا کرتے تھے، حج کے مناسک ادا کرتے تھے، قربانی کا جانور بھی کعبہ کے پاس ذبح کیا کرتے تھے۔ جمرات کو کنکریاں مارتے اور حرمت والے مہینوں میں احرام بھی باندھا کرتے تھے۔ وہ لوگ وعدوں کو پورا کرتے اور مہمان کی ضیافت کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ چور کا ہاتھ بھی کاٹتے تھے۔ یہ عادات ان میں دین ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کی وجہ سے

---

❶ الزمر: ٣۔

❷ یوسف: ١٠٦۔ ❸ التعظيم والمنة: ١٧٦۔ ١٧٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھیں، شروع میں عرب توحید پرست اور دین ابراہیمی کے پیروکار تھے۔ وہ فطری پاکیزگی کا بھی خیال رکھتے تھے۔''❶

دہلوی اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں:

ولی اللہ الدہلوی نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے کہا: وہ جنابت سے غسل کرتے، نماز میں قبلہ رخ ہوتے، بچوں کے ختنے کرواتے، نماز کے لیے وضو کرتے، روزے رکھتے اور سود و زنا کو حرام تصور کرتے تھے۔ وہ مزید کہتے ہیں:

ان کا عقیدہ تھا کہ اس کائنات کو بنانے والا اللہ ہے، اس نے ساتوں آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا ہے...... یہ ان کا ثابت شدہ عقیدہ ہے جو ان کے اشعار سے واضح ہوتا ہے۔❷

پھر انہوں نے شرک کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی صفات کو غیر اللہ کے ساتھ متصف کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو (کُنْ) کہتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے، یہ بیماری صوفیاء میں عام ہے جو اپنے مشائخ کے لیے اس قسم کے دعوے کرتے ہیں۔

شیخ رحمہ اللہ نے سچ کہا جب ابرہہ نے کعبہ کا محاصرہ کر لیا تو عبدالمطلب نے کہا تھا: ((إن للبيت ربًا يحميه)) ''اس گھر کا رب ہے جو اس کی حفاظت کرے گا۔'' اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش مکہ کے سرکش سرداروں کے خلاف بددعا کی تھی کہ: ((اللّٰهم عليك بقريش.)) ''اے اللہ قریش کو برباد کر دے۔'' جب انہوں نے آپ کی آواز سنی تو ان کی ہنسی ختم ہو گئی اور وہ آپ کی بددعا سے خوفزدہ ہو گئے۔ بخاری میں ہے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ مکہ میں کی گئی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت پا لیتی ہے۔❸

مقریزی❹ نے کہا: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کرتے تھے اور کبھی بھی اس کا انکار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کا ایمان تھا کہ زمین و آسمان کی تخلیق میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اکیلا ہے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اکیلے معبود ہونے کا انکار کر دیا۔ توحید ربوبیت کو تو مانا مگر توحید الوہیت سے انکاری ہو گئے، اور جس نے توحید الوہیت کا انکار کیا تو اس نے توحید الوہیت میں شرک کا ارتکاب کیا۔ اگرچہ وہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتا رہے کیونکہ توحید ربوبیت کا اقرار مومن اور کافر سب کرتے ہیں۔ جبکہ توحید الوہیت کو فقط مومن ہی تسلیم کرتے ہیں، اسی لیے اہل اسلام کا کلمہ ہی یہی ہے۔ (لا اله الا الله) اگر یہ کہا جائے (لا رب الا الله) تو یہ محققین علماء کے ہاں کافی نہ ہوگا۔ توحید

❶ التعظيم والمنة: ١٩٥۔
❷ الفوز الكبير فی أصول التفسير: ١٢۔ ١٣۔
❸ بخاری: ٢٢٠۔ مسلم: ١٧٩٤۔
❹ مقریزی کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ امام صاحب علم، صاحب تقویٰ، مفتی اور ماہر فن تھے اور اہل سنت سے محبت رکھتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الوہیت درحقیقت بندوں سے مطلوب ہے۔ ❶

معتزلہ کے ہاں سب سے پہلا واجب:

معتزلہ کے ہاں پہلا واجب غور وفکر ہے کہ انسان غور کرے کہ کوئی رب ہے۔ اس بناء پر وہ حقیقی اوّل واجب سے محروم ہو گئے اور وہ انسان کی تخلیق کا مقصد ''ایک اللہ کی عبادت'' اور شرک سے دور بھاگنا ہے۔ یہ لوگ تو شرک کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ اشاعرہ نے بھی معتزلہ سے یہ عقیدہ لیا ہے۔ ❷ یہ معتزلہ کا اصول ہے جسے اشاعرہ نے اپنایا اور پھر حبشی نے اختیار کیا ہے۔ ❸ حافظ ابن حجر نے فرمایا: ابومظفر سمعانی (جو کہ اشاعرہ کے رؤساء میں سے ہے) نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ ❹ ابومظفر سمعانی نے اس معتزلی بنیادی عقیدہ کو بے وقوفی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ سلف صالحین سے ایسا اعتقاد ہرگز ثابت نہیں ہے۔ وہ کافر کو سب سے پہلے شہادتین کے اقرار کی طرف بلاتے تھے۔ (یہ دونوں اول واجب ہیں۔ ❺)

نبی ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا: سب سے پہلے جس چیز کی طرف تم ان کو دعوت دو وہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔

عز بن عبدالسلام نے کہا: اکثر لوگ اس سے تہی دامن ہیں اور اس سے موافقت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کی طرف ہدایت پاتے ہیں۔ ❻

غزالی نے کہا: ایک گروہ نے عدم واقفیت کی بناء پر مسلمان عوام کو کافر قرار دیا ہے۔ ان کا یہ فتویٰ عقل ونقل ہر لحاظ سے غلط ہے۔ ❼

اشاعرہ کے ہاں فقط یہی عقیدہ معتزلہ کی باقیات میں سے نہیں بلکہ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ رب کائنات کا اثبات بطریق حدوث الأجسام۔

۲۔ اعراض کے وجود کا اثبات کائنات میں بطریق اجتماع، افتراق، حرکت اور سکون۔

۳۔ حدوث أعراض کا ثبوت اور یہ کہ اجسام اعراض سے الگ وجود قائم نہیں رکھ سکتے۔

۴۔ جو حوادث سے خالی نہیں وہ خود حادث ہے۔

---

❶ تجريد التوحيد للمقرنرى، ص: ٥۔ ٢٠۔

❷ اظهار العقيدة السنية: ٢٧۔ فتح البارى: ١/ ٧٠۔ التوحيد للما تريدى: ٣، جوهرة التوحيد: ٣٠۔

❸ اظهار العقيدة السنية: ٢١۔

❹ الفتح: ١/ ٧٠۔

❺ مختصر الانتصار لأهل الحديث: ١٧١، ١٧٢۔

❻ القواعد الكبرى: ١٧١۔

❼ الزواجر عن اقتراف الكبائر: ٢/ ٣٦٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اس لیے ہے کہ اشاعرہ نے مخالف کے رد کے لیے ایسے مقدمات پر اعتماد کیا ہے جو اس نے اپنے فریق مخالف سے ہی لیے ہیں اور ان پر اعتماد نے ان کو ان کی تقلید پر مجبور کر دیا ہے۔

رازی کے اقوال اور اشاعرہ کے تناقضات:

اشاعرہ کے آپس میں تناقض (تضاد) بہت زیادہ ہیں۔ رازی نے اہل ہند، اہل چین، اہل یونان، اہل ترک، اہل حبشہ اور زنوج کے عقائد پیش کیے اور یہ وضاحت کی کہ یہ لوگ (الٰہ) کے وجود کے اس معنی کے قائل ہیں جو کائنات کے امور کی تدبیر کرنے والا اور حکمت والا ہے۔ پھر انہوں نے عربوں کی بات کرتے ہوئے کہا: اہل جاہلیت جو کہ عرب ہیں اور قبل از اسلام موجود تھے۔ یہ سب کے سب ان معنوں میں ہی (الٰہ) کے وجود کے قائل تھے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلْ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ أَوْ أَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٣٨﴾﴾ ❶

”اور یقینا اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔“

انہوں نے یہاں تک کہا: اہل دنیا کی تمام اصناف کا عقیدہ ہے کہ وہ (الٰہ) کے وجود کو مانتے ہیں۔ ❷

یہ اس شخص کا رد ہے جو کہتا ہے کہ وہ لوگ اس عقیدہ کے عادی نہ تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جیسا کہ محمد علوی نے دعویٰ کیا ہے۔ ❸ اس آدمی کے دعویٰ کو سلف صالحین کے اقوال رد کر رہے ہیں اور مفسرین بھی اس کی بات کو غلط ثابت کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے طبری کے حوالہ سے نقل کیا کہ: عرب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار تو کرتے تھے مگر اس کی عبادت میں شریک ٹھہراتے تھے۔ ❹

ان کا شرک یہ تھا جیسا کہ ابن قتیبہ نے کہا: وہ کہا کرتے تھے، اے فلاں ہماری مدد فرما۔ یہ ان کا استغاثہ تھا۔ ❺

---

❶ الزمر: ٣٨۔

❷ المطالب العالیہ: ١/ ٢٥١۔ ٢٥٢۔

❸ مفاهيم يحب أن تصحح لمحمد علوى مالكى: ٢٦۔

❹ طبری: ١/ ١٢٨۔ ❺ التفسیر الکبیر: ١٣/ ٣٧۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کی ایک سنجیدہ عادت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ ❶

''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔''

یہ علوی کا قول ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو کھیل تماشہ بنانا چاہتا ہے۔ وہ غور کریں وہ ان لوگوں کے متعلق کیا کہہ رہا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴾ ❷

''اور انھوں نے کہا ہماری اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی (زندگی) نہیں، ہم (یہیں) جیتے اور مرتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا، حالانکہ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ محض گمان کر رہے ہیں۔''

کہ وہ تو فقط مذاق کر رہے تھے وہ اس میں سنجیدہ نہ تھے۔

رازی نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا: جان لو دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت، علم اور حکمت میں اس کا شریک ٹھہراتا ہو۔ ایسا آج تک نہیں ہوا ہے مگر ثنویہ (بت پرست) دو معبودوں کے قائل ہیں ان میں سے ایک حکیم ہے جو بھلائی اور بہتری کے کام سرانجام دیتا ہے۔ دوسرا سفیہ (بے وقوف) ہے جو برے فیصلے کرتا ہے۔ البتہ غیر اللہ کی عبادت کا معاملہ دیکھیں تو اس کا شکار بہت سے لوگ ہیں۔ ❸

جاہلیت کو نہ پہچاننے کا نقصان:

آج کل کے مشرکین کی جہالت کا سبب زمانہ جاہلیت کے مشرکین میں بھی موجود تھا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً اسلام کے کڑوں کو ایک ایک کر کے توڑا جائے گا جب اسلام میں ایسے لوگ پروان چڑھیں گے جو جاہلیت (کے امور سے) واقف نہ ہوں گے۔ اس قول کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ۶/ ۴۱۰، ابن سعد نے طبقات میں ۶/ ۱۲۹، حاکم نے مستدرک میں ۴/ ۴۷۵، شعب الایمان میں بیہقی نے ۶/ ۶۹، ابونعیم نے حلیہ میں ۷/ ۲۴۳ اور ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں ۱۱/ ۶۵۰ پر ذکر کیا ہے۔ ان سب نے شبیب بن غرقدہ سے انہوں نے

❶ العنكبوت: ٦٥۔

❷ الجاثيه: ٢٤۔ ❸ التفسير الكبير للرازى: ١٣/ ٣٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مستظل بن حصین البارقی سے نقل کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے علم ہے جب عرب ہلاک ہوں گے۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین عرب کب ہلاک ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا: جب ان کا سردار وہ ہوگا جو جاہلیت کے امور سے ناواقف ہوگا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت بھی اختیار نہ کی ہوگی۔

مستظل کے متعلق ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ ہے بہت کم روایات اس سے منقول ہیں۔ عجلی نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے (۱۵۵۸)۔ ابن حبان: ۵/ ۴۶۲ الجرح والتعدیل: ۲/ ۱۔ لابن ابی حاتم: ۸/ ۴۲۹۔

غزالی کے ہاں اول واجب ''شک'' ہے:

رازی اور شہرستانی نے وضاحت کی ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت فطری امر ہے لیکن ان کے مذہب کے دوسرے اصحاب نے اس کی مخالفت کی ہے جیسا کہ الجوینی اور ابو المعالی۔ ❶

غزالی نے عجیب وغریب نظریہ بیان کیا ہے جو کہ معتزلہ اور اشاعرہ کے نظریہ کے مخالف اور متضاد ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ مکلف پر اول واجب شک ہے۔ اس نے کہا ''شکوک وشبہات انسان کو حق تک پہنچاتے ہیں، جو شک نہ کرے وہ دیکھ نہیں سکتا۔ جو دیکھ نہیں سکتا اس میں بینائی نہیں، جس میں بینائی نہیں وہ اپنی گمراہی اور ضلالت میں باقی رہتا ہے۔'' ❷

رازی نے اثبات الوہیت کے لیے قرآن مجید کا بیان کردہ طریقہ ذکر کرنے کے بعد کہ جس نے متکلمین کے طریقہ کی دھجیاں اڑا دیں کہ جس کی بنیاد پر شکوک وشبہات اور سوالات کا دروازہ کھلتا تھا، کہا: جس نے میرا تجربہ دہرایا تو اس کو پتہ چلے گا کہ میں جو لکھ رہا ہوں وہ یقینا سچ ہے، یہ بات طے شدہ ہے کہ اثبات الوہیت کے لیے جو طریقہ قرآن مجید نے ذکر کیا ہے وہ زیادہ فائدہ مند اور دل پر جلد اثر انداز ہوتا ہے۔ ❸

شیطان اور مشرکین بھی توحید ربوبیت کے قائل تھے:

جس آدمی کا یہ کہنا ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو کائنات کا اکیلا خالق اور مالک نہیں مانتے تھے تو وہ قرآن مجید اور مشرکین کے عقیدے سے ناواقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝﴾ ❹

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقینا ضرور کہیں گے کہ انھیں سب

❶ الإرشاد، ص: ۳، نهاية الإقدام: ۱۲٤۔ حبشی نے رازی سے نقل کیا۔ الدلیل القویم: ۲۵۔
❷ میزان العمل: ۱۳۷۔
❸ المطالب العالیة۔
❹ الزخرف: ۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔“

اور فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿31﴾﴾ ❶

”کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ”اللہ“ تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟“

وہ لوگ اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ اس کائنات کا رب (پروردگار) اکیلا ہی ہے مگر وہ اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔

ان کا شرک صالحین اور اولیاء کی شفاعت اور توسل پر مبنی تھا جو وہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے پکڑتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اسی سوچ کے پیش نظر لوگوں کے ہاں قبور کی عظمت اور ان کی طرف خاص توجہ ہے حتیٰ کہ ان کے بقول یہ ان کے اور اللہ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہیں۔

اگر مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ درخت، پتھر اور مورتیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تخلیق کائنات اور مخلوقات کو پیدا کرنے میں شریک ہیں تو پھر وہ مرفوع القلم (جس سے قلم اٹھا لیا جائے) قرار پاتے کیونکہ ایسی بات مجنون ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین سے سوال کریں۔

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿84﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿85﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿86﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿87﴾﴾ ❷

”کہہ یہ زمین اور اس میں جو کوئی بھی ہے کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟“

پھر فرمایا:

﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿88﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿89﴾﴾ ❸

---

❶ یونس: ۳۱۔

❷ المؤمنون: ۸۴ تا ۸۷۔ ❸ المؤمنون: ۸۸ تا ۸۹۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

’’کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟‘‘

قوم عاد نے اپنے انبیاء سے کہا:

﴿اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۝۱۴﴾ [1]

’’جب ان کے پاس ان کے رسول ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، انھوں نے کہا اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور کوئی فرشتے نازل کر دیتا، پس بے شک ہم اس سے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔‘‘

ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا ہے مگر وہ اس کے باوجود مشرک ہیں اور قوم یٰسین نے کہا:

﴿قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَ مَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ۝۱۵﴾ [2]

’’انھوں نے کہا تم ہمارے جیسے بشر ہی تو ہو اور رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم تو محض جھوٹ ہی کہہ رہے ہو۔‘‘

اور یہ ابلیس ہے جو کہہ رہا ہے:

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۝۳۹﴾ [3]

’’اس نے کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور ہی ان کے لیے زمین میں مزین کروں گا اور ہر صورت میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔‘‘

بلکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھائی:

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۝۸۲﴾ [4]

’’کہا تو قسم ہے تیری عزت کی! کہ میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا۔‘‘

یہ باغ کا مالک ہے جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا قائل ہے:

﴿وَّ مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّ لَىِٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا۝۳۶﴾ [5]

’’اور نہ میں قیامت کو گمان کرتا ہوں کہ قائم ہونے والی ہے اور واقعی اگر مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا گیا

---

❶ حٰمٓ السجدہ: ١٤۔ ❷ یٰسٓ: ١٥۔
❸ الحجر: ٣٩۔ ❹ صٓ: ٨٢۔ ❺ الکھف: ٣٦۔

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

تو یقیناً میں ضرور اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔''

جب اس کا پھل ضائع ہو گیا تو کہنے لگا:

﴿وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا۝۴۲﴾ ❶

''اور اس کا سارا پھل مارا گیا تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اپنی ہتھیلیاں ملتا تھا اس پر جو اس میں خرچ کیا تھا اور وہ اپنی چھتوں سمیت گرا ہوا تھا اور کہتا تھا اے کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔''

اس نے خود اپنے خلاف گواہی دی کہ اس نے شرک کیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رب (پروردگار) ہونے کا قائل تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ﴾ ❷

''وہی اللہ تمھارا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو۔''

یہ خطاب ہر مومن اور کافر کو ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک یعنی مسلمان اور کافر پر اپنی ربوبیت کا اثبات ذکر کیا ہے اور ان سے توحید الوہیت کے اقرار اور اس کو ماننے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس کو توحید عبودیت، توحید الوہیت یا توحید طلب بھی کہتے ہیں۔ یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ انبیاء اور ان کی قوموں کے درمیان لڑائی اور اختلاف کا بنیادی سبب توحید الوہیت کو تسلیم نہ کرنا ہے۔ وہ لوگ یہ اقرار تو کرتے تھے کہ اس کائنات کا خالق و مالک و مدبر فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر توحید الوہیت کو ماننے سے انکاری تھے۔

اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور خالق کا اقرار ہی فقط شرک ہوتا تو بہت کم لوگ مشرک قرار پاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی توحید غالب ہوتی اور شرک بہت ہی نادر ہوتا لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ مشرکین مختلف اقسام میں منقسم ہونے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور خالق کا اقرار نہیں کرتے اور نہ ہی ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسا اعتقاد بہت ہی کم لوگوں کا ہے۔ یہ اشاعرہ کے نامور آئمہ بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ جیسا کہ رازی اور شہرستانی۔

مجوسیوں نے دو معبودوں کا نعرہ لگایا مگر ان کے ہاں بھی ایک (الہ) یعنی معبود قدیم ہے، اور دوسرا شیطان ہے جو کہ برائی کو پیدا کرتا ہے اور وہ حادث ہے۔ جیسا کہ بغدادی نے ذکر کیا ہے۔ ❸

اکثر مشرکین جس شرک میں مبتلا ہوئے ہیں اور قرآن مجید نے اس کا بیان تفصیل کے ساتھ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف

---

❶ الکہف: ۴۲۔

❷ یونس: ۳۔ ❸ اصول الدین: ۷۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلحاء اور اولیاء کو واسطہ اور سفارشی پکڑنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ❶

''ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔''

اور اسی طرح غیر اللہ سے دعا کرنا اور استغاثہ کرنا بھی ان کے شرک کی ایک قسم ہے۔ وہ لوگ کہا کرتے تھے:

﴿هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ❷

''یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ وہ ان میں تخلیق کی صفت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا اقرار قرآنِ مجید میں ذکر کیا ہے کہ وہ ان کی عبادت فقط اس لیے کرتے تھے کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان وسیلہ بناتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ❸

''ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔''

توحید ربوبیت، توحید الوہیت کے علاوہ ہے:

توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کے درمیان فرق لغت اور تفسیر کی کتب سے واضح ہوتا ہے۔ لغوی اعتبار سے لفظ (رب) اور (الٰہ) کے درمیان فرق ہے۔ (رب) کے معانی کسی چیز کا مالک اور اس کا صاحب ہے جبکہ لفظ (الٰہ) کا مطلب معبود اور عبادت کا حق دار ہے۔ اس پر ہمارے رب کی کتاب گواہ ہے۔

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝﴾ ❹

''تو کہہ میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔''

ان تین آیات میں پہلے رب، پھر مالک اور پھر الٰہ (معبود) کا ذکر ہے۔ (رب) اور (الٰہ) دو الگ الگ صفات ہیں۔ یہ ایسا تکرار نہیں ہے جو بے فائدہ ہو۔ بلکہ یہاں (رب) اور (الٰہ) کے فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ اگر رب اور الٰہ کا ایک ہی معنی ہوتا تو آیت میں تکرار کمال بلاغت کے خلاف تھا۔

قرآن مجید میں ان دونوں کے درمیان واضح تفریق کی گئی ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے لفظ رب کو تکرار سے بیان کیا۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ❺

''آسمانوں اور زمین کا رب۔''

---

❶ الزمر: ۳۔ ❷ یونس: ۱۸۔
❸ الزمر: ۳۔ ❹ الناس: ۱۔۳۔ ❺ الرعد: ۱۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾﴾ ❶

''پاک ہے آسمانوں اورزمین کا رب، جوعرش کا رب ہے، اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿رَبِّ الۡعَرۡشِ﴾ ❷

''جوعرش کا رب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے لفظ الہ ایک دفعہ بھی اس طرح استعمال نہیں کیا (اله السموات والأرض) یا پھر (اله العرش) اس نام کی اضافت اللہ تعالیٰ نے خاص ان اُمور کی طرف کی ہے جن کا تعلق عبادت سے ہے۔ جیسے:

﴿اَنَّمَاۤ اِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ﴾ ❸

''تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔''

﴿قُلۡ اِنَّمَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۰۸﴾﴾ ❹

''کہہ دے میری طرف صرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم فرماں برداری کرنے والے ہو؟''

﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسۡتَقِیۡمُوۡۤا اِلَیۡهِ وَ اسۡتَغۡفِرُوۡهُ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِكِیۡنَ ۙ﴿۶﴾﴾ ❺

''کہہ دے میں تو تمھارے جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، سواس کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور اس سے بخشش مانگو اور مشرکوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔''

مشرک اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، مالک، رازق، مارنے والا، زندہ کرنے والا ہے مگر مشکل یہ تھی کہ وہ اپنی دعاؤں میں غیر اللہ کو پکارتے تھے اور اپنی عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ انبیاء نے اسی عقیدہ کو ان کے خلاف دلیل بناتے ہوئے کہا: جب تم یہ اقرار کرتے ہو کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہے تو پھر تم اس کے علاوہ معبود کیوں بناتے ہو جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں؟

اشاعرہ اور ماتریدیہ کے ہاں اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے اور اللہ کے ماسوا ہر چیز کے حادث ہونے کا عقیدہ اس قدر رائج ہے کہ انہوں نے اسی کو توحید کا محور بنا ڈالا۔ اگر ہم قرآن کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اس سے دعا کرنا توحید کا محور ہے۔ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی

---

❶ الزخرف: ۸۲۔ ❷ الزخرف: ۸۲۔
❸ الکھف: ۱۱۰۔ ❹ الانبیاء: ۱۰۸۔ ❺ حٰمٓ السجدہ: ٦۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بات ہوتی تو اس کو فوراً تسلیم کرتے تھے اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور اس اکیلے سے دعا کرنے کی دعوت دی جاتی تو وہ انکار کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ⑫﴾ ❶

''یہ اس لیے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جب اس اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے، اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔''

اسی وجہ سے اصحاب کہف اپنی قوم سے یہ کہہ کر دور چلے گئے تھے:

﴿رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا﴾ ❷

''ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کو ہرگز نہ پکاریں گے۔''

انبیاء کی دعوت کی اولیات:

انبیاء نے اپنی قوم کو جس چیز کی سب سے پہلے دعوت دی وہ اللہ تعالیٰ کی توحیدِ عبادت اور اس اکیلے کو پکارنا ہے۔

﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ﴾ ❸

''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔''

﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ❹

''اور میں تم سے اور ان چیزوں سے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔''

انبیاء کی دعوت کا آغاز اس بات سے نہیں ہوتا تھا کہ تم مان لو اس کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے، اور نہ ہی ان کی دعوت اس عقیدے کی تھی کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور اس کے ماسوا سب حادث ہے، اور نہ ہی انہوں نے فکر و نظر کو اول واجب قرار دیا ہے۔ درحقیقت متکلمین نے انبیاء کے منہج کی مخالفت کی ہے۔ ان کے ہاں اللہ کی معرفت عقل سے حاصل ہوتی ہے۔ ان کو فطرت کی اہمیت بھول چکی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت فطری امر ہے، انہوں نے (لا الٰه الا اللّٰه) کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ (لا شبیه له) اس کی کوئی شبیہ نہیں ہے۔

متکلمین کے ہاں نماز کے لیے شرطِ جدید:

اہل کلام کے ہاں اشرف ترین علم یہ ہے کہ لوگوں کو بتلایا جائے کہ یہ زمین ازلی نہیں ہے اور درخت، پتھر، پہاڑ اور انسان قدیم نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ اس کو انہوں نے نماز میں داخل ہونے کی بنیادی شرط قرار دیا ہے۔

---

❶ غافر: ۱۲۔
❷ الکہف: ۱۴۔
❸ الاعراف: ۵۹۔
❹ مریم: ۴۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرافی نے کہا: متکلمین میں سے بعض نے کہا کہ نماز پڑھنے کے لیے لازم ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت حدوثِ عالم، اس کے دلائل، اعراض کا ثبوت، صانع کے متعلق علمی دلائل اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے واجب ہے سب کو یاد کرے۔ ❶

سلیم علوان نے کہا: صلاح الدین ایوبی نے تمام مؤذنین کو حکم دیا تھا کہ وہ اذان سے پہلے اونچی آواز کے ساتھ کہیں: ((اللّٰہ موجود بلا مکان))

یہ ایسا عقیدہ ہے جس پر روافضہ کا اجماع ہے۔ ان کا قول ہے۔ وہ بلا مکان ہمیشہ سے ہے اور زمانہ کے اختلاف کے باوجود وہ قائم دائم ہے وہ ہمیشہ رہے گا وہ بلا مکان تھا اور رہے گا۔ ❷

انبیاء نے اپنی قوموں کو یہ نصیحت کی کہ جب تم توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کو اکیلا معبود کیوں نہیں مانتے ہو؟ انہوں نے ان کو پہلا میثاق یاد کروا کر دوسرے کا مطالبہ کیا کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے کا اعتراف کرتے ہیں تو ان پر واجب ہے کہ وہ فقط اسی کی ہی عبادت کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ❸

''یہی ہے اللہ تمھارا رب، ہر چیز کا پیدا کرنے والا۔''

پھر فرمایا:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ❹

''اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ربوبیت کا اقرار یاد دلا کر الوہیت کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا اور اس پر دلیل قائم کی پھر اس نے توحید الوہیت اور دعا میں ربط بیان کیا۔ فرمایا:

﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ ❺

''وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اسے پکارو، اس حال میں کہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو، سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

مگر ان متکلمین کا حال یہ ہے کہ حدوث عالم، اللہ کے قدیم ہونے اور مکان ولا مکان کی بحث میں لوگوں کو الجھائے ہوئے ہیں، کہتے ہیں: وہ اصلاً بلا مکان ہے۔ جب وہ ایجادِ مکان سے پہلے بلا مکان تھا تو وہ ابد سے ہے اس طرح اس

---

❶ الذخیرہ للقرافی: ۲/ ۱۳۶۔ ❷ التوحید للصدوق، ص: ۷۸۔ ۳۱۱۔
❸ غافر: ٦٢۔ ❹ غافر: ٦٢۔
❺ غافر: ٦٥۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں تغیر ممتنع (ناممکن) ہے۔ ❶

مشرکین نے انبیاء سے اختلاف اور جھگڑے کے وقت اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار نہیں کیا تھا۔ اسی لیے شہرستانی کو بھی یہ کہنا پڑا کہ اس کائنات کو بغیر خالق اور بغیر صانع کے ماننے کا نظریہ کسی کا نہیں ہے، یہ انتہائی کم لوگوں سے منقول ہے جن کو دہریہ کہا جاتا ہے۔ ❷

ان لوگوں نے انکار فقط عناد، بغض اور تکبر کی بنیاد پر کیا ہے کیونکہ ان کو غیر اللہ کو پکارنے سے منع کیا گیا اور اولیاء کو اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ پکڑنے سے روکا گیا تھا۔ کیونکہ وہ ان سے استغاثہ کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِي لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ⑬ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⑭﴾ ❸

”وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔“

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑲⑭﴾ ❹

”بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔“

❀❀❀❀❀

---

❶ شرح اصول الكافي للماز نذراني: ٣/ ١١٥۔ ٤/ ٧٩۔ الخرائج والجرائح قطب الدين الرواندي: ٢/ ٤٩٢۔ بحار الأنوار للمجلسي: ٧٣/ ٢٥٨۔ ٨٣/ ١٣٢۔ نور البراهين: ٢/ ١٦٤۔ مستدرك سفينة البحار على المغازي: ١/ ٢٥٦۔

❷ نهاية الاقدام: ١٢٣۔ ١٢٤۔

❸ فاطر: ١٣۔ ١٤۔

❹ الاعراف: ١٩٤۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سلف صالحین اور متکلمین کے ہاں توحید کی اقسام

- ❀ ......غزالی کے ہاں توحید کی چار قسمیں ہیں
- ❀ ......نقشبندی توحید کی وجودی اور شہودی دو اقسام بیان کرتے ہیں
- ❀ ......معتزلہ کا اسلحہ دلیل التمانع ہے
- ❀ ......توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کی تعریف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلف صالحین اور متکلمین کے ہاں توحید کی اقسام

حبشی نے توحید کو تین حصوں میں تقسیم کرنے پر اعتراض کیا ہے۔ میری مراد توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات ہے۔ اس کے بقول یہ تقسیم بدعت ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ❶ اس متعصب نے کہا توحید کو تین حصوں میں تقسیم کرنا عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث سے مشابہت ہے۔

پہلا جواب: اگر توحید کو تین حصوں میں بیان کرنا عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث سے مشابہ ہے تو اشاعرہ نے بھی توحید کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے پھر وہ تقسیم عقیدہ تثلیث کے مشابہ کیوں نہیں ہے؟ اور وہ یہ ہیں:

(۱) واحد فی ذاتہ — جس کی کوئی تقسیم نہیں

(۲) واحد فی صفاتہ — جس کی کوئی شبیہ نہیں

(۳) واحد فی افعالہ — جس کا کوئی شریک نہیں

تقسیم توحید پر ہماری دلیل وہی ہے جو کفر و توحید اور بدعت کو تین اقسام بیان کرنے پر تمہاری ہے۔ حبشی نے بدعت کو حسن کہا حالانکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: **كل بدعة ضلالة** ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' اس نے اس چیز کی تقسیم کر دی جو تقسیم کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔

تم لوگوں نے کفر کی جو تقسیم کی وہ تمہارے مجلہ ''منار الہدی'' (۲/۱۲، ۳۹) میں موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے: فقہائے اسلام نے کفر کی تین اقسام بیان کی ہیں اور انہوں نے یہ تقسیم قرآن مجید کی نصوص سے اخذ کی ہے۔ یہ بات انہوں نے اس شخص کے ردّ میں کہی ہے جس نے حبشی سے کفر کی تقسیم پر دلیل طلب کی ہے۔

البتہ تمہارے شیخ نے توحید کی جو تین اقسام بیان کی ہیں وہ فلاسفہ کے طریقہ پر مبنی ہے جیسے ابن سینا اور فارابی نے کی ہے۔ ❷ اس تقسیم میں تم لوگ معتزلہ کے ساتھ سو فیصد متفق ہو جیسا کہ قاضی عبدالجبار معتزلی نے یہی الفاظ ذکر کیے ہیں۔ ❸

اس شخص نے توحید کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

(۱) واحد فی ذاتہ:...... کہ وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے اس کی تقسیم نہیں۔ اس نے (واحد) کے معنی تقسیم نہ ہونے والا

---

❶ اس سے قبل اشعری یہ دعویٰ کر چکے ہیں۔ دیکھیں: كتاب براءة الاشعريين: ٨٩۔

❷ نهاية الاقدام: ٩٩۔ اشارات لابن سینا: ٣/٤٤۔ فصوص الحكم: ١٢٣ للفارابی۔

❸ المغنى، ص: ٢٤١۔ للقاضی عبدالجبار المعتزلی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کیے ہیں۔[1] یعنی قابل تقسیم کثرت کی نفی۔

یہ تعبیر فلاسفہ کی ہے جیسا کہ فلاسفر کندی نے کہا: اللہ تعالیٰ مختلف انواع میں سے کسی قسم میں منقسم نہیں ہے۔[2]

لفظ (واحد) کا مفہوم ہر خاص و عام کے نزدیک واضح ہے لیکن اہل کلام نے اس کا وہ مطلب بیان کیا ہے اور ایسی ایسی اصطلاحات ایجاد کی ہیں کہ اس لفظ کے حقیقی معانی مخفی ہو کر رہ گئے ہیں اور وہ ہے۔ اَلذَّاتُ الْمُجَرَّدَةُ عَنِ الصِّفَاتِ ''صفات سے خالی ذات۔''

(۲) واحد فی صفاته:......جس کی کوئی شبیہ نہیں کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات کی کوئی نظیر نہیں ہے۔[3]

(۳) واحد فی افعاله:......اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تخلیق اشیاء اور تدبیر کائنات میں اس کا کوئی حصہ دار نہیں۔[4]

ان تینوں تقسیمات میں سے ایک بھی چیز ایسی نہیں جس میں وہ توحید بیان کی گئی ہو جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے مبعوث فرمایا اور آسمانی کتابوں کو نازل کیا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کو عبادت، دعا، نذر و نیاز، ذبح اور استغاثہ میں اکیلا سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ﴾[5]

---

[1] اظهار العقيدة السنية: ٢٦۔

[2] مذاهب فلاسفة المشرق ٧٦ للعراقی۔ تاريخ الفكر الفلسفی فی الاسلام: ٣٣٧۔ آراء اهل المدينة الفاضلة: ٣۔ فصوص الحكم: ١٣٢۔ یہ تقسیم باطل ہے کیونکہ انسان کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے کہ وہ اکیلا ہے حالانکہ وہ منقسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا﴾ (المدثر: ١١) ''چھوڑ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔'' یہ اکیلا انسان اس کے دو ہاتھ ہیں، دو آنکھیں ہیں، دو پاؤں ہیں اور اس کے بہت سے اعضاء ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (الكهف: ١١٠) ''اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔'' اللہ نے مخلوق کا وصف بیان کیا کہ وہ اکیلا ہے۔ یہ کیسے دعویٰ کر رہا ہے کہ احد خاص ہے کہ جو تقسیم نہ ہو اور وہ اس وصف کو قبول نہ کرتا ہو۔ نہ ہی تو قرآن مجید اس بات کی تائید کر رہا ہے اور نہ ہی لغت اس کو کچھ فائدہ دے رہی ہے۔ یہ بات عقلی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے کہ واحد وہ ہے جو صفات سے متصف نہ ہو ورنہ (احد) کی نفی ہو جائے گی۔ درحقیقت یہ لوگ اس فلسفہ کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرنا چاہتے ہیں اور جو صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کی ہیں ان کا انکار کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے بیان کیا کہ اس کے ہاتھ ہیں، آنکھیں ہیں۔ لوگوں کے دل اس کی انگلیوں کے درمیان ہیں۔ یہ صفات ان لوگوں کے ہاں تبعیض (بعض حصہ) کہلاتی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے رب کریم کا جو وصف بیان کیا ہے وہ ان متکلمین کے منہج کے خلاف اور سو فیصد مختلف ہے۔ منہج نبوت اور منہج اہل کلام میں بعد المشرقین ہے۔ ان کا منہج اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ منہج سے متعارض ہے اور اللہ تعالیٰ (الواحد) نے اپنے متعلق استوی نزول اور مومنوں کے لیے دیدار کی صفت بیان کی ہے۔

[3] ان لوگوں کی توحید کی دوسری قسم سے مراد صفات کا انکار تشبیہ کی نفی کے نام پر ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ انہوں نے تشبیہ کی نفی کو صفات کی نفی کے لیے ڈھال بنایا ہے۔

[4] الدليل القويم: ٣٣۔ یہ تقسیم ان کے ہاں غایت توحید ہے۔ یہ واحد خالق کا اثبات ثابت کرتے ہیں لیکن انبیاء نے جس چیز کی طرف سب سے پہلے دعوت دی وہ ایک خالق کی عبادت ہے نہ کہ خالق واحد کا اثبات۔

[5] مريم: ٤٨۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''اور میں تم سے اوران چیزوں سے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں۔''

اور فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ❶

''پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کے ہاں غیر اللہ کو پکارنے کا شرک اسی طرح موجود ہے جس طرح اہل جاہلیت میں تھا۔ وہ بھی اپنے اولیاء کو پکارتے تھے، ان کے نام پر نذر و نیاز پیش کرتے تھے اور درگاہوں پر جانور ذبح کیا کرتے تھے اور یہ لوگ بھی آج وہی سب کچھ کرتے نظر آتے ہیں حالانکہ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ توحید کی مذکورہ تینوں اقسام کا اقرار کرنے والے ہیں۔

یہ تعبیرات اختراع کی گئی ہیں سلف صالحین ان سے واقف نہ تھے اور نہ ہی ان میں سے کسی نے ان کو بیان کیا ہے۔ لوگوں نے ان کو فقط ان کی صعوبت (مشکل) ہونے کی وجہ سے ترک نہیں کیا بلکہ یہ بولنے میں بھی مشکل ہیں اور یہ فلاسفہ اور متکلمین کی تیار کردہ ہیں جو لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے زیادہ شکوک وشبہات کا شکار ہیں۔ غزالی نے کہا: کلامی دلیل سے مستفاد (حاصل شدہ) ایمان انتہائی کمزور ہے اور قریب ہے شکوک وشبہات کی بنا پر زوال پذیر ہو جائے۔ ❷ ایک اور مقام پر مزید کہا: عام آدمی کے عقیدے پر غور کرو اور متکلمین کے عقیدے سے اس کا موازنہ کرو تو تم دیکھو گے کہ عام آدمی کا ایمان ایک مضبوط پہاڑ کی طرح قائم ہے اسے کوئی آندھی یا بجلی کی کڑک ہلا نہیں سکتی ہے۔ ❸

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے فرمایا: الاحد سے مراد وہ جو اپنی الوہیت اور ربوبیت میں اکیلا ہے جبکہ اہل کلام کے نزدیک وہ جس کے اجزا نہ ہوں اور نہ ہی وہ تقسیم ہو سکے۔ ❹

دوسرا جواب: غزالی کے ہاں توحید کی چار قسمیں ہیں۔ سب سے افضل وحدۃ الوجود ہے۔

غزالی (اشعری) کے ہاں توحید کی چار قسمیں ہیں:

چوتھی قسم: ان لوگوں کے ہاں چوتھی قسم سب سے بڑی ہے...... کہ انسان وجود میں ایک کے علاوہ کسی کو نہ دیکھے۔ صوفیا کے ہاں اس کا نام (فنا فی التوحید) ہے اور ان کے ہاں توحید کی دو قسمیں ہیں توحید شہودی اور توحید وجودی۔

غزالی نے کہا: اگر تو یہ کہے کہ یہ تصور کیسے ممکن ہے کہ دیکھنے والا ایک کو ہی دیکھے حالانکہ وہ آسمانوں، زمین اور دیگر اجسام محسوسہ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ کثیر تعداد ایک کیسے ہو گئی؟

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا: جان لو! یہ علوم کشف کی غایت (انتہاء) ہے اور یہ اس علم کے اسرار ہیں

---

❶ الجن: ١٨۔ ❷ الاحیاء: ١/٩٤۔

❸ فیصل التفرقة: ١٥٣۔ ❹ تفسیر سورة الاخلاص، طبع۔ السلفیة الکویت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو کتاب میں لفظوں کی شکل میں لکھنا جائز نہیں۔ بہت سے عارفین نے کہا ہے ''ربوبیت کا راز افشاں کرنا کفر ہے۔''

مزید کہا: یقیناً کوئی چیز مشاہدہ اور اعتبار سے بہت سی ہوتی ہے جبکہ دوسری قسم اور دوسرے اعتبار سے ایک ہوتی ہے جیسا کہ اگر جسم، ہڈیوں اور روح کو دیکھا جائے تو انسان بہت سی چیزوں کا مجموعہ اور کثیر التعداد اشیاء پر مشتمل ہے لیکن دوسرے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ ایک انسان ہے۔

کتنے لوگ ہیں جو ایک انسان کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر ان کے دل میں آنتوں کی کثرت، پٹھوں، جوڑوں، جسم، اعضاء اور روح کا خیال نہیں آتا...... اسی طرح جو کچھ بھی خالق یا مخلوق کے وجود میں ہے۔۔۔ وہ ایک لحاظ سے ایک ہے اور دوسرے ایک اور اعتبار سے زیادہ ہے۔

وحدۃ الوجود کے متعلق وہ حلاج کے طریقے کی تعریف کرتا ہے:

اس کی طرف حسین بن منصور الحلاج نے اشارہ کیا۔ اس نے خواص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: تو نے اپنی عمر باطن کو آباد کرنے میں لگا دی، بتا توحید میں فنا ہونے کا کیا کیا؟ پھر غزالی نے اس کے عقیدہ وحدۃ الوجود کی تاکید کرتے ہوئے کہا: اللہ کے علاوہ کچھ موجود نہیں بلکہ تمام کی تمام موجودات نور قدرت کا پرتو ہیں۔

اس نے اپنی کتاب مشکوٰۃ الانوار میں کہا: عارفین نے آسمانِ حقیقت پر عروج حاصل کرنے کے بعد اس پر اتفاق کیا ہے کہ انہوں نے وجود میں واحد حق کے سوا کچھ نہیں دیکھا ہے۔ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا: اَنَا الْحَقُّ ''میں ہی حق تعالیٰ ہوں۔'' دوسرا بولا: سُبْحَانِيْ مَا اَعْظَمُ شَانِيْ [1] ''میں پاک ہوں اور میری شان کس قدر بلند ہے؟''

پھر اس نے دوسری قسم پر استدلال کیا اور ایک شعر کہا: میں وہ ہوں جس کی طرف مخلوق متوجہ ہوتی ہے۔ جو متوجہ ہوتا ہے وہ میں ہوں ہم دو روح اور ایک بدن ہیں۔ [2]

یہ توحید کی چار قسمیں ہیں جن میں غزالی وحدۃ الوجود پر انتہا کرتا ہے اور وہ حلاج کی باتوں سے دلیل پکڑتا ہے حالانکہ احباش نے اس کے متعلق احمد رفاعی کی سخت تنبیہ نقل کی ہے۔

احباش نے سید قطب پر اس قول کی وجہ سے کفر کا فتویٰ لگایا ہے کہ ''حقیقی وجود فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔'' انہوں نے کہا: کیا یہ قول وحدۃ الوجود نہیں ہے۔ جس پر علماء متفق ہیں کہ اس کا قائل کافر ہے؟ لیکن وہ ان کلمات کے متعلق کوئی بات نہیں کرتے جن کو زبیدی غزالی سے ذکر کرتا ہے اور ان کی تشریح اور وضاحت بھی کرتا ہے۔ [3]

ان متعصب عناصر کو دیکھو کہ غزالی کا انحراف کس طرح چھپا رہے ہیں اور اپنے مفاد کے لیے اس کو ایک مصلح کی شکل

---

[1] احیاء علوم الدین: ۴/۲۴۵، ۲۴۷۔ الاربعین للغزالی: ۱۰۴ طبع دار الافاق الجدیة بیروت۔

[2] مشکاة الانوار: ۱۹، ۲۰، مکتبة المجندی، مصر۔

[3] اتحاف السادة المتقین: ۱۰/۲۱۹۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ بات واضح نہیں کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق ان کا انکار حق کی نصرت کے لیے نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ حق کی نصرت اور تائید کرتے تو غزالی کے عقیدہ وحدۃ الوجود کا بھی انکار اور ردّ کرتے۔

نقشبندی توحید کی تقسیم وحدۃ الوجود بیان کرتے ہیں:

کتاب "البهجة السنية فی آداب الطريقة النقشبندية" میں ہے۔ جان لو توحید کی دو قسمیں ہیں:

(ا) توحید شہودی: جیسا کہ حلاج نے کہا (انا الحق) میں حق تعالیٰ ہوں اور ابی یزید نے کہا۔ سُبْحَانِيْ مَا اَعْظَمُ شَانِيْ "میں پاک ہوں میری شان بلند ہے۔"

(۲) توحید وجودی: توحید شہودی عقل کے خلاف نہیں بخلاف توحید وجودی کے۔ ❶

تیسرا جواب: مرتضی زبیدی نے توحید کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

(ا) توحید الذات (ب) توحید الصفات (ج) توحید الافعال

اس نے توحید ربوبیت اور توحید الوہیت میں فرق کا اقرار کیا ہے۔ یہ بات اس نے صاحب البصائر سے نقل کی ہے۔ کہا صبر اللہ کی صفت ہے جو الوہیت سے متعلق ہے اور ایک صبر اس کی ربوبیت کے متعلق ہے۔ جو صبر الوہیت کے متعلق ہے وہ کامل ترین اور اعلی ہے اس صبر سے جو ربوبیت کے متعلق ہے۔ ❷

کیا تم لوگ زبیدی کو بھی یہ الزام دیتے ہو کہ اس نے عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کی مشابہت اختیار کی ہے جیسا کہ تم نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر اعتراض کیا ہے اور تم جانتے ہو کہ زبیدی تمہاری ناک خاک آلود کر کے بھی ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو شیخ الاسلام کہتا ہے۔ ❸

توحید کی تقسیم: ربوبیت اور الوہیت کا ذکر البیجوری نے بھی اپنی کتاب "شرح جوہرۃ التوحید" (۹۷) میں کیا ہے۔ اس نے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی تفسیر میں کہا یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کی طرف اشارہ کر رہی ہے جس پر توحید الوہیت مرتب ہوتی ہے۔ جو مخلوق سے فقط اللہ کی عبادت کا تقاضا کرتی ہے۔

یہ وہی بات ہے جو ملا علی القاری حنفی ❹ نے کہی ہے اور اس پر اضافہ کیا: حاصل کلام یہ ہے کہ توحید عبادت (الوہیت) سے توحید ربوبیت لازم ہے اس کے برعکس نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ❺

❶ البهجة السنية ۸۰، ۸۱۔ مكتبة الحقيقة استنبول تركيا۔

❷ اتحاد السادة المتقين: ۹/۴۲، ۴۴۵۔

❸ اتحاف السادة المتقين: ۹/ ۴۲۔

❹ کوثری نے ان کو ناصر السنۃ کا خطاب دیا ہے۔ تبدير الظلام: ۱۰۰۔

❺ لقمن: ۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اور بلا شبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

قرآن مجید کی زیادہ تر آیات اور سورتیں توحید کی ان دونوں اقسام پر مشتمل ہیں بلکہ قرآن مجید شروع تا آخر ان کو بیان کرتا ہے۔ ❶

کوثری کے شاگرد شیخ ابو غدة نے کہا ہے یہ تقسیم کتاب و سنت کے دلائل سے حاصل شدہ ہے۔ ❷ اس تقسیم کی طرف الحدائق الوردیۃ کے مؤلف نے جو کہ نقشبندی ہے بھی اشارہ کیا ہے اس نے توحید ربوبیت کا نام مرتبہ الخالقیہ رکھا اور دوسرے مرتبہ میں توحید الوہیت کا ذکر کیا۔ ❸

چوتھا جواب: توحید کی تقسیم (ربوبیت اور الوہیت) بدعت نہیں ہے، اسے طبری اور کئی اہل علم نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے کئی سو سال پہلے ذکر کیا ہے طبری نے اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ﴾ کی تفسیر میں کہا: اپنے رب کی عبادت کرو کیونکہ معبود ہونا اس کی صفت ہے اور اس کے لیے توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کو خالص کرو۔ ❹

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ❺ ”یہی ہے اللہ تمھارا رب، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔“ کی تفسیر میں کہا: جس نے یہ افعال سرانجام دیئے ہیں اور تم پر نعمتیں نازل فرمائی ہیں۔ اس ذات کے علاوہ کسی کے لیے الوہیت نہیں ہے، وہ تمہارا رب ہے کہ اس کے علاوہ کسی کے لیے ربوبیت نہیں ہے۔ ❻

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ❼

”پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔“

کی تفسیر میں کہا: عرب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے مگر اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ ❽

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ ❾ ”اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔“ کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کے متعلق ان کا ایمان ان کا یہ قول تھا: اللہ تعالیٰ ہمارا خالق رازق، پیدا کرنے والا اور موت دینے والا ہے اور اس کے ساتھ شرک یہ تھا کہ

---

❶ شرح الفقه الاكبر: ٨۔
❷ كلمات فى كشف اباطيل: ٣٧۔
❸ الحدائق الوردية: ١٨٧۔
❹ جلد نمبر: ٧، ١١/٦٠۔
❺ غافر: ٦٢۔
❻ حواله سابق: ١١/٥٧۔
❼ البقرة: ٢٢۔
❽ الطبرى: ١/١٣٨۔
❾ يوسف: ١٠٦۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وہ اپنی دعاؤں اور اپنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ وہ اپنی طلب میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص نہ تھے۔ وہ فقط اس اکیلے سے نہ مانگتے تھے۔ اس طرح کی بات اہل تاویل نے بھی ذکر کی ہے۔ پھر انہوں نے یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، عامر، قتادہ، عطاء اور پوری جماعت سے نقل کیا ہے۔ قتادہ نے کہا: کسی مشرک سے یہ سوال مت کرو کہ تیرا رب کون ہے؟ کیونکہ وہ تم کو یہی جواب دے گا کہ میرا رب اللہ ہے مگر وہ اس کے ساتھ شرک کرتا ہوگا۔ ابن زید نے کہا: جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اس کا رب، اس کا خالق، اس کا مالک اور اس کا رازق اللہ ہے مگر وہ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے کیا تم کو علم نہیں کہ عرب کس طرح تلبیہ پڑھا کرتا تھے۔ لبیك اللهم لبیك لا شریك لك الا شریك هو لك تملكه و ما ملك یہ مشرک کہا کرتے تھے۔ [1]

اس تقسیم کی دلیل احکام کی تقسیم واجب، فرض، مباح، حرام اور مکروہ کی طرح ہی ہے۔ احکام کی اس تقسیم میں بھی واضح نص (دلیل) موجود نہیں ہے بلکہ شرعی نصوص پر غور وفکر کے بعد ہی یہ تقسیم ذکر کی گئی ہے۔ یہ اس تقسیم کے برعکس ہے جو شرعی نصوص کے بالکل خلاف ہے جیسا کہ لوگوں نے بدعت کی تقسیم کر دی۔ بدعت حسنہ، بدعت سیئہ، بدعت واجبہ، بدعت مستحبہ وغیرہ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فقط ایک ہی تقسیم کی ہے فرمایا: كل بدعة ضلالة و كل ضلالة فى النار ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ [2]

توحید کی تقسیم کے چند دلائل میں سے ایک صحیح مسلم کی روایت ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن پر فجر کے وقت حملہ کرتے تھے، اگر آپ اذان کی آواز سنتے تو رک جاتے ورنہ حملہ کر دیتے۔

آپ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ اللہ اکبر، اللہ اکبر کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ فطرت پر ہے، پھر اس نے کہا: اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ سے خلاصی پا گیا۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کو 'جس نے اللہ اکبر کہا' یہ فرمانا کہ یہ فطرت پر ہے۔ ایک عظیم امر کا فائدہ دے رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ قول اور اس طرح کے دیگر دلائل توحید ربوبیت پر دلیل ہیں جو انسانی فطرت میں شامل ہے۔ آپ نے اسی لیے فقط اللہ اکبر کہنے پر اس کے لیے آگ سے خلاصی کا پروانہ جاری نہیں کیا اور نہ ہی اس پر مسلمان ہونے کا حکم لگایا لیکن جب اس نے توحید الوہیت کا اعلان کیا۔ اشهد ان لا اله الا الله تو آپ نے فرمایا: اس نے آگ سے نجات پالی۔

---

1. تفسیر طبری: ۱۳/۵۰، ۵۱۔
2. صحیح مسلم: ۳۸۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم توحید الوہیت کا وعظ اور نصیحت کیوں کرتے ہیں؟

جب لوگوں نے اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ کا یہ مفہوم بیان کیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق و مالک نہیں، اس کے علاوہ کوئی رازق و مدبر نہیں، اس کے علاوہ زمین و آسمان کو کوئی بنانے والا نہیں تو ہم نے غور کیا کہ یہ تو وہ معانی ہیں جو مشرکین بھی بیان کیا کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر آپ ان سے سوال کریں:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾﴾ ❶

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔''

دیکھیں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ اعتقاد تو مشرکین بھی رکھتے تھے۔

تو ہم نے سمجھا کہ لوگوں کو (الٰہ) کے اصل مفہوم سے متعارف کرانا ہم پر واجب ہے کہ کہیں وہ توحید ربوبیت کو تسلیم کرنے کی بنا پر کفار کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ایک امتیاز اور فضیلت کا حامل نہ سمجھ بیٹھیں۔ ان کو علم ہونا چاہیے توحید ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید الوہیت کا بھی اقرار کریں۔ توحید ربوبیت کے تقاضے کے تحت ان پر واجب ہے کہ وہ فقط ایک اللہ کی عبادت کریں۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی نماز، دعا، سجدہ، ذبح، نذر و نیاز اور صدقات و خیرات فقط ایک اللہ کے نام پر کرے اور نذر و نیاز، پکار و دعا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرے۔

توحید کی یہ تقسیم اہل کلام کے رد کے لیے بھی ہے کیونکہ وہ لوگوں کو توحید ربوبیت سے متعارف کرانے اور اسی پر اکتفا کرنے کی تلقین کرتے ہیں حالانکہ اس توحید کا اقرار ابوجہل بھی کرتا تھا جیسا کہ قرآن نے واضح کر دیا۔ اہل کلام نے توحید ربوبیت کو غایت توحید کہا ہے۔ جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ احمد الرفاعی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی معرفت کی غایت اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین اور اس پر ایمان ہے۔ ❷

ان کو سوچنا چاہیے اور متنبہ ہونا چاہیے کہ توحید کی غایت (مقصد) جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور آسمانی کتابوں کو نازل کیا وہ فقط یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین پیدا کیا جائے اور یہ اقرار کیا جائے کہ اس کائنات کو بنانے والا وہ اکیلا ہے بلکہ اس توحید کی غایت اور مقصد یہ ہے کہ اس صانع (اللہ) کو اپنی عبادت میں خاص کیا جائے۔ فقط اسی ایک کی عبادت کی جائے۔ توحید الوہیت کا اقرار اور اس پر ایمان رکھا جائے۔ ہر قسم کی عبادت، دعا، نذر و نیاز، پکار، استغاثہ، ذبح، صدقہ فقط اسی کے لیے سرانجام دیا جائے۔

فرشتے کیوں کہیں گے (من ربك) اور یہ نہیں کہیں گے (من الٰهك)؟

حبشی نے ایک شبہ پیدا کیا کہ قبر میں منکر نکیر میت سے یہ پوچھیں گے (من ربك) اور یہ نہیں کہیں گے

❶ العنکبوت: ٦١۔ ❷ مرشد الحائر فی حل الفاظ ابن عساکر: ٣٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(من الٰهك) اس لیے کہ ربوبیت اور الوہیت ایک ہی چیز ہے۔

جواب: یہ دلیل اور یہ شبہ قرآنی نص (دلیل) سے زیادہ قوی اور مضبوط نہیں ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾[1]

''اور یقینا اگر تو ان سے پوچھے کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو بلا شبہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جاتے ہیں۔''

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴾[2]

''اور بلا شبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقینا ضرور کہیں گے کہ انھیں سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔''

قرآنی نص واضح اور محکم ہے، اُن متشابہ آیات کو جن سے ملحدین نے خود ساختہ مفہوم نکالا ہے محکم کی طرف لوٹایا جائے گا۔ لفظ ربوبیت اور الوہیت بعض دفعہ ایک معانی میں استعمال ہو سکتے ہیں اور کئی مقامات پر الگ الگ معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً

﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلٰهِ النَّاسِ ۝﴾[3]

''تو کہہ میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔''

اور جیسا کہ کہا جاتا ہے: رب العالمین اور الٰہ المرسلین اس کی مثال لفظ مومن اور مسلم ہے۔

اسی طرح لفظ (فقیر اور مسکین) ہے۔ اسی طرح (زکوٰۃ اور صدقہ) ہے۔

یہ دونوں لفظ الگ ہوں تو ایک ہی معانی میں استعمال ہو جاتے ہیں اسی لیے فرشتہ کہے گا **من ربك** یعنی **من الٰهك**۔ تیرا الٰہ کون ہے؟ کیونکہ ربوبیت کا اقرار تو مشرک بھی کرتے تھے۔ اس بات کی گواہی قرآن مجید دیتا ہے لہٰذا اس میں کسی کا امتحان نہیں لیا جائے گا۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾[4]

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

اور فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

---

[1] الزخرف: ۸۷۔
[2] الزخرف: ۹۔
[3] الناس: ۱ ۔ ۳۔
[4] الاحقاف: ۱۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيۡهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ؕ وَ لَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ﴿۴۰﴾ ❶

''وہ جنھیں ان کے گھروں سے کسی حق کے بغیر نکالا گیا، صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو ضرور ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔''

اور فرمایا:

﴿قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡغِىۡ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ وَلَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَيۡهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ مَّرۡجِعُكُمۡ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾﴾ ❷

''کہہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی رب تلاش کروں، حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔ اور کوئی جان کمائی نہیں کرتی مگر اپنے آپ پر اور نہ کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسری کا بوجھ اٹھائے گی، پھر تمھارے رب ہی کی طرف تمھارا لوٹ کر جانا ہے، تو وہ تمھیں بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔''

ان تمام آیات میں ربوبیت درحقیقت الوہیت ہے یہاں الگ استعمال ہے تو تقسیم مراد نہیں جس طرح اکٹھا استعمال ہونے میں ہے۔

اگر کہا جائے کہ تم کہو کہ آیت میثاق:

﴿وَ اِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَ اَشۡهَدَهُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰى ۛۚ شَهِدۡنَا ۛۚ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَشۡرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۚ اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۱۷۳﴾﴾ ❸

''اور جب تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان کی جانوں پر گواہ بنایا، کیا میں واقعی تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، ہم نے شہادت دی۔ (ایسا نہ ہو) کہ تم قیامت کے دن کہو بے شک ہم اس سے غافل تھے۔ یا یہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا ہی نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ایک نسل تھے، تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو باطل والوں نے کیا؟''

❶ الحج: ۴۰۔ ❷ الانعام: ۱۶۴۔ ❸ الاعراف: ۱۷۲-۱۷۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الوہیت سے متعلق ہے اور ربوبیت سے نہیں۔

جواب (اول):...... یہاں قرینہ دلالت کرتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں ربوبیت مراد ہے کہ کافر کو جب اس کا ٹھکانہ جہنم میں دکھایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: اے رب! قیامت قائم نہ کر۔'' یہ دلیل ہے کہ وہ اس کے وجود پر ایمان رکھتا ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں اس سے کیسے سوال ہوگا؟

اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہے کہ وہ اس حقیقت کے متعلق جواب دے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کر رکھا ہے۔ وہ بطور سزا سوال کا جواب نہ دے پائے گا اور جزا جنس عمل سے ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو وہ سوال کے وقت کہے گا هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِي ''ہائے ہائے مجھے علم نہیں ہے۔'' اور وہ سوال کے بعد کہے گا ''اے اللہ قیامت قائم نہ کر۔''

اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی کہ مشرکین توحید ربوبیت سے غافل نہ تھے بلکہ اس کو تسلیم کرتے تھے لیکن وہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۵﴾ ❶

''اور بلا شبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۸۷ۙ﴾ ❷

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو بلا شبہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جاتے ہیں۔''

اگر تو ان سے سوال کرے کہ جب تم اس کا اقرار کرتے ہو تو پھر تم غیر اللہ کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ تو کہیں گے:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ﴾ ہم ان کی عبادت فقط اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

تجربہ تو یہی کہتا ہے کہ عیسائی جو کہ تثلیث کے قائل ہیں وہ آج تک یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ایک رب پر یقین رکھتے ہیں۔

دوم: رب سے بعض دفعہ (الٰہ) مراد ہوتا ہے اس کی تائید بخاری کی روایت سے ہوتی ہے فرمایا: جب مومن کو بٹھایا جاتا ہے پھر وہ گواہی دیتا ہے کہ لا الٰه الا الله و أن محمداً رسول الله یہ روایت دوسری روایت کی تشریح

❶ لقمٰن: ۲۵۔

❷ الزخرف: ۸۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر رہی ہے جس میں ہے (من ربک) آیت میثاق میں انہوں نے ربوبیت کی گواہی دی اور قبر والی روایت میں مومن موحد اس کی الوہیت کی ہی گواہی دیں گے۔

دلیل التمانع (منع کی دلیل):

حبشی نے توحید کی تقسیم پر کتاب وسنت سے دلیل طلب کی ہے، لیکن اس نے تمانع کی دلیل کہاں سے لی ہے؟ کتاب اللہ سے یا پھر ارسطو سے اور اس کے بعد والے معتزلہ سے یہاں پر اس آدمی کی حقیقت آشکار ہوگی۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ رازی [1] نے تمانع کی دلیل فلاسفہ سے لی ہے اور وہ اس معاملہ میں ارسطو [2] کے منہج پر چلے ہیں۔

حافظ کے قول میں نسفی کی بات کی تکذیب ہے جو اس نے کہا کہ تمانع کی دلیل متکلمین نے کتاب اللہ سے اخذ کی ہے۔تفتازانی ماتریدی نے نقد کرتے ہوئے اس کو ظنی دلیل شمار کیا ہے۔ [3] حتیٰ کہ اس نے الشیخ عبداللطیف کرمانی کی تکفیر کا دعویٰ کیا۔

دلیل تمانع معتزلہ کا ہتھیار ہے:

معتزلہ کے ہاں دلیل تمانع اللہ تعالیٰ کے وجود پر سب سے مضبوط اور قوی دلیل ہے۔ انہوں نے اس کو اسی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے اشاعرہ نے کیا ہے۔ اس کی دلیل انہوں نے اس آیت کریمہ سے لی ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ ٱلْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾﴾ [4]

''اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔ سو پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے، ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''

قاضی عبدالجبار نے کہا اگر دو الہ ہوتے تو ان میں تمانع صحیح ہوتا لہٰذا دوسرے کا ہونا باطل ہے۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اس قول سے تمہاری کیا مراد ہے۔ اگر وہ دو ہوتے تو ان کے مابین تمانع صحیح ہوتا؟ کہا جاتا ہے: ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہ ایک ہے قدیم ہونے میں اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا شامل نہیں اس لیے ہم دلیل تمانع سے

---

1. رازی اشاعرہ کے اماموں میں سے ایک ہے۔ وہ علم کلام کا امام ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ وہ شکوک وشبہات پیدا کرنے کا ماہر تھا۔ وہ دینی مسائل میں حیران کن اشکال ذکر کرتا تھا، وہ مدمقابل کو ایک شبہ پیش کرتا اور اہل سنت کے مذہب کو کمزور ثابت کرتا۔ (لسان المیزان: ٤/٤٢٦، ٤٢٨) سبکی نے اعتراف کیا ہے کہ رازی نے متکلمین کے مذہب سے رجوع کر لیا تھا اور اپنے عقائد کی اصلاح کی تھی حافظ نے کہا اس نے عقائد کے اصلاح پر وصیت بھی لکھی تھی لیکن سبکی کی عبارت اس کے خلاف ہے۔ ذہبی اور ابن کثیر نے طبقات شافعیه (٥/٣٧) اور البدایة النهایة (١٣/٥٦) اور سیر اعلام النبلاء (٢١/٥٠١) میں مقارنہ بیان کیا ہے۔ سبکی نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ اس نے کہا رازی اور آمدی کی نقد میں ذہبی متفرد ہے۔ (طبقات السبکی: ٢/١٤)
2. لسان المیزان: ٤/٤٢٨۔
3. شرح العقائد النسفیة: ٣٣، ٣٤.
4. الانبیاء: ٢٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استدلال کرتے ہیں۔ ❶

شہرستانی نے کہا: معتزلہ بھی دو معبودوں کے ناممکن ہونے کے دعویٰ میں اسی راستہ پر چلے ہیں جس پر ہم چلے ہیں۔ ❷
یہ وہ زہر ہے جو معتزلہ نے اشاعرہ کو پلایا ہے، یہ ان کی باقیات میں سے ہے جس پر حبشی اور اس کے اسلاف معتزلہ کے بعد فخر کرتے ہیں۔ ❸

شاید کہ یہ لوگ مرتضی زبیدی کی بات سے ناواقف ہیں کہ اشاعرہ کے کچھ علماء نے اس دلیل پر کئی اعتراضات پیش کیے ہیں جیسا کہ آمدی وغیرہ نے ثابت کیا ہے کہ یہ کمزور ترین موقف ہے۔ سعد تفتازانی نے اس دلیل کے کئی مفاسد ذکر کرتے ہوئے کہا: اگر کئی (الٰہ) ہوتے تو زمین و آسمان کا سرے سے کوئی وجود نہ ہوتا۔ پھر اس نے نسفی سے ایک اور اشکال ذکر کیا اور وہ یہ ہے کہ سائل سوال کرے کہ دو معبودوں کا ارادے میں برابر ہونا کیوں فرض نہ کیا جائے اس لحاظ سے کہ دونوں میں کوئی اختلاف واقع ہونا منع ہے؟

پھر دوبارہ سعد سے نقل کرتے ہوئے کہا یہ دلیل قطعی نہیں ہے فقط کسی کو مطمئن کرنے کے لیے ہے یہ معترض کے لیے مسکت جواب نہیں ہے۔ اس کی بنیاد پر اس نے الشیخ عبداللطیف الکرمانی کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا اور اس نے اپنے طعن کی دلیل یہ بیان کی کہ صاحب تبصرہ نے آیات کی دلالت کو ردّ کرنے کی بنا پر ابی ہاشم پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ ❹

یہ دلیل اپنی ذات میں سچی ہے اور دو معبودوں سے اس کائنات کی تخلیق کے منع پر دلیل ہے لیکن اس آیت کا ایک صانع کے اثبات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور مستحق عبادت پایا جاتا تو زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جاتے۔ لہٰذا قرآن مجید سے تمانع پر استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ جسے وہ دلیل تمانع کہتے ہیں۔

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴾ ❺

”اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔ سو پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے، ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔“

کیونکہ یہ آیت کریمہ مشرکین کے ردّ میں لائی گئی ہے۔ وہ اس کائنات کے دو صانع ہونے کا عقیدہ نہ رکھتے تھے اور نہ ہی دو سے زیادہ کا ان کا عقیدہ تھا۔ انہوں نے جو معبودان باطلہ بنا رکھے تھے ان کے متعلق ان کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ یہ

---

❶ المغنی: ٤/٢٤٤، ٢٤٥، ٢٥٧۔
❷ نهاية الاقدام: ١٠١۔ رسائل العدل و التوحيد: ١/٢٩٩۔ شرح الاصول الخمسه: ٢٨١۔
❸ الانصاف للباقلانی: ٤٩۔ الارشاد للجوينی: ٧١۔ المواقف للابجی: ٢٧٨۔
❹ اتحاف السادة المتقين: ٢/١٢٩۔ غاية المرام: ١٥١۔ شرح العقائد النسفية: ٢٨۔
❺ الانبياء: ٢٢۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خالق کائنات ہیں بلکہ انہوں نے ان کو خالق واحد کے ہاں وسیلہ اور سفارشی سمجھ رکھا تھا۔ اگر کسی صریح دلیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے ساتھ دو خالق ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے تو پھر دلیل التمانع بھی صحیح ہے۔ اور اگر ایسا ثابت نہ ہو تو پھر دلیل التمانع بھی باطل ہے۔

لفظ (اٰلِهَةٌ) الہ کی جمع ہے اسے مالوہ کہا جاتا ہے یعنی (معبود) اس کا معنیٰ ''ایجاد پر قادر نہیں ہے جیسا کہ رازی نے کہا اور بغدادی نے اشعری سے نقل کیا ہے۔[1] جبکہ دلیل التمانع کا مطلوب ایک رازق، خالق، موجد کا اثبات ہے یہ وہ دلیل ہے جو انبیاء کی اللہ کی طرف دعوت میں رکاوٹ ہے۔[2]

دلیل التمانع کی غایت کائنات کے لیے موجود اور صانع کا اثبات ہے کہ اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے۔ پھر اس کی انتہا ریاضی طریقہ کے مطابق اس بات پر ہوتی ہے کہ اس کائنات کا خالق واحد ہے کہ خلق کائنات اور تدبیر مصنوعات میں اس کا کوئی شریک نہیں مگر اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید عبادت یعنی توحید الوہیت کا ذکر نہیں اس میں غیر اللہ سے استغاثہ اور دعا اور اس کے لیے ذبح ونذر و نیاز کے حرام ہونے کا ذکر تک نہیں ہے، اسی لیے اہل سنت توحید کی اقسام جو کہ قرآن مجید میں ذکر ہیں بیان کرنے کی طرف مجبور ہوئے انہوں نے توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات کو لوگوں کے سامنے قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔[3]

توحید ربوبیت

یہ فطری توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی پر بندوں کو پیدا کیا ہے اس میں مومن اور کافر برابر ہیں اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے ان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تھا۔ فرمایا:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ١ؕ قَالُوْا بَلٰى١ۛۚ شَهِدْنَا١ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَۙ۰۰۱۷۲﴾[4]

''اور جب تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان کی جانوں پر گواہ بنایا، کیا میں واقعی تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، ہم نے شہادت دی۔ (ایسا نہ ہو) کہ تم قیامت کے دن کہو بے شک ہم اس سے غافل تھے۔''

جس نے توحید ربوبیت کا انکار کیا گویا اس نے اس بات کا انکار کر دیا جو اس کا دل تسلیم کر چکا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] لوامع البینات للرازی: ۱۲۴۔ اصول الدین للبغدادی: ۱۲۳۔
[2] یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اثبات کے لیے جدلی قاعدہ ہے جسے فلاسفہ نے ایجاد کیا اور ان سے معتزلہ نے اور ان سے اشاعرہ اور ماتریدیہ نے حاصل کیا۔
[3] اس کی تفصیل آگے ذکر ہے۔
[4] الاعراف: ۱۷۲۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے فرعون اور اس کی قوم کا حال بیان کیا ہے:

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ ❶

''اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا۔''

اور موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا:

﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴾ ❷

''بلاشبہ یقیناً تو جان چکا ہے کہ انھیں آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نہیں اتارا، اس حال میں کہ واضح دلائل ہیں اور یقیناً میں تو اے فرعون! تجھے ہلاک کیا ہوا سمجھتا ہوں۔''

فقط ایک اللہ کے خالق اور رازق ہونے کا اعتقاد فطری مسلمات میں سے ہے لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جو پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل دیتے دیتے گزارتا ہے اس نے اپنی عمر ضائع کر دی کیونکہ اس پر دلیل فطرت میں ہی موجود ہے۔

یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اقرار خود جبشی نے ایک طویل عرصہ کے بعد کیا ہے جب کہ وہ ربوبیت کے دلائل دیتا رہا۔ اس نے کہا: یہ علم بنی نوع آدم کے دلوں میں موجود ہے اور ان کی فطرت بھی اسی علم پر ہے۔ یہ اعتراف رازی نے بھی نقل کیا ہے۔ ❸ شہرستانی کا بھی یہی قول ہے۔ ❹

غزالی نے اس فطرت میں شک کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے: ضروری نہیں کہ ہر وہ چیز جس کی فطرت گواہی دیتی ہے سچ ہو بلکہ سچ تو وہ ہے جس کی گواہی قوتِ عقل دے۔ ❺

توحید ربوبیت کا اقرار تو مشرکین مکہ اور ان سے قبل تمام مشرکین کرتے تھے اسی لیے انبیاء و رسل نے اپنی قوموں کو اس توحید کی طرف نہیں بلایا ہے کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس فطرت پر پیدا کیا ہے اس کی دلیل قرآن مجید سے کچھ یوں ہے:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝﴾ ❻

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ضرور کہیں گے کہ انھیں سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔''

---

❶ النمل: ١٤۔ ❷ الاسراء: ١٠٢۔
❸ الدليل القويم: ٢٥۔ ❹ نهاية الاقدام: ١٢٤۔
❺ المستصفى: ١/٤٧۔ ❻ الزخرف: ٩۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۸۴ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝۸۵﴾ ❶

’’کہہ یہ زمین اور اس میں جو کوئی بھی ہے کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟‘‘

اور فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۝۸۶ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۝۸۷﴾ ❷

’’کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟‘‘

اور فرمایا:

﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۸۸ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۝۸۹﴾ ❸

’’کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟‘‘

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے تو اپنے بندوں کو دین حنیف (فطرت اسلام) پر پیدا کیا لیکن شیطان نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا۔ ❹

اسی لیے انبیاء اور رسل نے اپنی اقوام کو یہ دعوت نہیں دی کہ وہ مان لیں کہ اللہ تعالیٰ خالق اور رازق ہے قرآن مجید بتارہا ہے کہ وہ اس بات پر پہلے سے ہی یقین رکھتے تھے۔ انبیاء نے لوگوں کو جس چیز کی طرف دعوت دی وہ توحید الوہیت ہے۔

توحید الوہیت

اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء و رسل کی دعوت ’’جو وہ اپنی اقوام کو پیش کرتے تھے‘‘ کا ذکر کرنے کے بعد کہا: کہ انہوں نے کہا:

﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ﴾ ❺

’’اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔‘‘

---

❶ المومنون: ٨٤-٨٥۔ ❷ المومنون: ٨٦-٨٧۔
❸ المومنون: ٨٨-٨٩۔ ❹ مسلم: ٢٨٦٥۔ ❺ الاعراف: ٥٩۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ وہ لوگ اپنے اور اپنے خالق کے درمیان وسیلہ اور شفاعت کے نام پر اولیاء کو واسطہ بناتے تھے کہ یہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱۸﴾ [1]

”اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“

توحید ربوبیت توحید الوہیت میں داخل ہے یعنی جس نے اپنی دعا، عبادت، اطاعت، استغاثہ، استعانت، خوف، امید کو فقط اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا تو لازمی ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اور موجد و مدبر فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی تخلیق کائنات کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور یہ بھی ہے کہ جو توحید الوہیت کا اقرار کرتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے تو اس سے توحید ربوبیت کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ توحید ربوبیت درحقیقت توحید الوہیت میں داخل ہے۔

اہل کلام کی دلیل التمانع توحید الوہیت کا ذکر تک نہیں کرتی ہے اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ یہ لوگ غیر اللہ سے استغاثہ کو جائز کہتے ہیں۔

اسی لیے یہ لوگ اہل قبور اور فوت شدگان سے سوال کرنے، ان سے مانگنے اور ان سے شفاعت طلب کرنے کو جائز خیال کرتے ہیں۔ اس کی دلیل حبشی کا یہ قول ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ توحید پرست ہے اگرچہ وہ انبیاء اور اولیاء سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کرتا رہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے پناہ بھی طلب کرے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اولیاء اللہ لوگوں کی حاجات پوری کرنے اور ان کی پکار کا جواب دینے کے لیے قبروں سے نکلتے ہیں جب بھی ان کو کوئی پکارنے والا پکارتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ لوگ توحید ربوبیت کا اقرار کرنے سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پکے توحید پرست ہیں اگرچہ وہ اموات اور فوت شدگان سے مانگتے رہیں۔ وہ اہل قبور، اہل مزارات اور صلحاء سے استغاثہ بھی کرتے ہیں، اپنی حاجات میں ان سے سوال بھی کرتے ہیں، مصائب دور کرنے کے لیے ان کو آوازیں بھی دیتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کے مشائخ کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں درحقیقت یہ لوگ شرک کی وادیوں میں سرگرداں ہیں اگرچہ اپنے تئیں کہتے رہیں کہ وہ اولیاء اور صلحاء کے متعلق ایسا عقیدہ تو نہیں رکھتے کہ وہ کچھ پیدا کرتے ہیں اور نہ یہ کہ وہ ہم کو رزق پہنچاتے

[1] یونس: ۱۸۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور یہ کہ ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ کوئی رزق دے سکتا ہے اور نہ ہی کوئی پیدا کر سکتا ہے۔

توحید اسماء وصفات

توحید اسماء وصفات میں اہل کلام نے الحاد کی راہ اختیار کرتے ہوئے اس قدر گمراہی کو اپنایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مختلف تاویلات کی بنیاد پر انکار کر دیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق تحریف اور تعطیل کی راہ اختیار کی ہے۔

اہلِ سنت کا یہ دعویٰ ہے کہ توحید کی یہ تیسری قسم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثبوت کی بنیاد پر ہی وہ بیان کرتے ہیں اور اس میں ان کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ وہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت بیان کرتے ہیں، نہ ہی اس کی مثال بیان کرتے ہیں نہ ہی تحریف سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی تعطیل کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات بغیر علم کے نہیں کرتے ہیں۔ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ کے جتنے اوصاف اور جتنی صفات ذکر ہیں ہم ان تمام پر ان کے حقیقی معنوں کی بنیاد پر یقین رکھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات کی تاویل بیان کرنا درحقیقت الحاد کا راستہ اختیار کرنا ہے اور کلمات کو اپنی جگہ سے ہٹانے کے مترادف ہے اور یہ یہود کا وطیرہ ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾ (النساء: ٤٦، المائدۃ: ١٣، ٤٠) ''وہ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں۔'' میں ﴿يُحَرِّفُونَ﴾ کا مطلب يُزِيلُونَ زائل کرنا (ختم کرنا) بیان کیا ہے، یہ تو کسی کے بس کی بات نہیں کہ کتاب اللہ میں سے کوئی لفظ زائل کر سکے لہٰذا انہوں نے اس کے معانی میں تحریف کر دی یہ لوگ باطل اور فاسد تاویل کرتے ہیں۔ پھر حافظ ابن حجر نے نص بیان کی کہ اہل کتاب کی تحریف درحقیقت معانی اور مفہوم کو تبدیل کرنا تھا اور اس کا انکار یہودی نہیں کر سکتے بلکہ یہ مرض ان میں کثرت کے ساتھ موجود تھا۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے اسماء وصفات باری تعالیٰ میں باطل تاویلات اور غیر صحیح مفہوم بیان کرنے والوں کے ساتھ عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾﴾ [2]

''اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اہلِ کلام (جن میں حبشی بھی شامل ہے) اس وعید کا مصداق ہیں وہ یہ بات برملا کہتے ہیں: ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ

---

[1] فتح الباری: ١٣/٥٢٤۔

[2] الاعراف: ١٨٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو تاویل ہم کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں: احتمال ہے کہ ہماری بیان کردہ تاویل اللہ تعالیٰ کی مراد کے موافق ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایسا نہ ہو۔ [1]

تعجب ہے کہ یہ لوگ عقائد کے اشرف ترین اور عظیم ترین مسائل میں احتمالات کو تو بنیاد بنا رہے ہیں لیکن خبر واحد ''جو کہ بخاری اور مسلم کی روایت کردہ ہیں'' کو ردّ کر رہے ہیں۔

نوٹ: یہاں توحید اسماء و صفات کا ذکر ختم ہوا۔

❀❀❀❀❀

[1] الدلیل القویم: ٤٧۔ التوحید للماتریدی: ٧٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الشفاعة (شفاعت، سفارش)

❀......شفاعت کے مفہوم کو توسل اور استغاثہ سے خلط ملط کرنا

❀......شفاعت کے متعلق قرآنی آیات

❀......ان کے معبودان کے سفارشی ہیں

❀......شرعی شفاعت اور شرکیہ شفاعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الشفاعۃ (شفاعت، سفارش)

اہل بدعت کے مغالطوں اور دھوکہ بازیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ لوگ توسل اور شفاعت کے مفہوم کو خلط ملط کر کے بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ﴾ [1]

”اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنا دیا، تا کہ وہ انھیں ہلاک کریں اور تا کہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کریں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔“

اس تلبیس کا بنیادی مقصد اس شبہ اور فرق کو ختم کرنا ہے جو زمانہ حاضر کی بدعتی شفاعت اور زمانہ ماضی کی شرکیہ شفاعت کے درمیان ہے جس کو مشرک سفارش مانتے تھے اور قرآن مجید نے جس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔

مشرکین اور فلاسفہ کے ہاں شفاعت کا مفہوم:

ابن سینا وغیرہ اور صوفیہ کے ہاں رسول اللہ ﷺ سے شفاعت ان سے دعا کی محتاج نہیں ہے یہ تو رحمت ہے جو رسول اللہ ﷺ پر بھیجی جاتی ہے اور یہ رحمت منعکس ہو کر طالب شفاعت کو فیض یاب کرتی ہے اور اسے اس کا شعور نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے صاحب شفاعت سے دعا اور سوال کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس کو یہ لوگ اپنی زبان میں (فیض اور مدد) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے انہوں نے ایک مثال بیان کی کہ جس طرح سورج کی شعاعیں آئینے پر پڑتی ہیں اور پھر منعکس ہو کر دیوار پر جاتی ہیں اسی طرح رحمت کی شعاعیں رسول اللہ ﷺ، انبیاء اور صلحاء پر پڑتی ہیں اور پھر ان کے وسیلہ سے یہ رحمت کی شعاعیں ان کے متعلقین پر پڑتی ہیں اور ان کو فیض بہم پہنچاتی ہیں اور یہ فیض کسی نبی، ولی اور نیک آدمی کی قبر پر حاضری سے حاصل ہو جاتا ہے ارواح مفارقہ (فوت شدہ) اور ارواح زائرہ (زندہ) اکٹھی ہوتی ہیں اور فیض اور مدد کا عمل جاری ہو جاتا ہے اور یہ فعل مقناطیسی شعاعوں (لیزر) کے ذریعے وقوع پذیر ہوتا ہے۔

ان لوگوں نے الفاظ پر ظلم کا جو عمل شروع کیا تھا یہ ان کو دین پر ظلم تک لے گیا اور انہوں نے الفاظ کے معانی میں

[1] الانعام: ۱۳۷۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تحریف کر ڈالی۔

تہذیب اللغہ میں ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [1] ''کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔'' کہ اس آیت کریمہ میں شفاعت دعا کے معنی میں ہے۔

شفاعت:

شفاعت کا مطلب: شفیع (شفاعت کرنے والا) کا وہ کلام جو وہ بادشاہ سے کسی دوسرے کی حاجت پوری کرنے کے لیے کرتا ہے۔ [2] شَفَعَ اِلَیْهِ کا مطلب طَلَبَ اِلَیْهِ یعنی اس کی طرف طلب پیش کرنا۔ اسی طرح قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد لفظ اَلشَّفَاعَة کی تفسیر بیان کی جائے گی۔

شفاعۃ کا مطلب دعا ہے: انس رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی میت پر اگر ایک سو آدمی جنازہ پڑھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس کے لیے شفاعت کرتا ہے تو ان کی شفاعت (سفارش) قبول کر لی جاتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: ''جب کوئی مسلمان فوت ہوتا ہے اور اس کا جنازہ چالیس ایسے لوگ پڑھتے ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس (میت) کے لیے ان کی سفارش قبول کر لیتا ہے۔ [3]

شفاعت کی شروط:

اس بات کا انکار نہیں کہ قیامت کے دن انبیاء اور صالحین کو شفاعت کا حق دیا جائے گا۔ لیکن شفاعت کی دو بنیادی شرطیں میں جن پر قرآن مجید کی نص بیان ہوئی ہیں۔

اوّل: سفارش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اجازت دیں کہ وہ سفارش کرے۔

دوم: جس کے لیے سفارش کی جا رہی ہے اللہ اس کے لیے شفاعت قبول کرنے پر راضی ہو۔

یہ دونوں شرطیں یعنی اللہ کی طرف سے اجازت اور رضا مندی کی دلیل اس آیت کریمہ میں ہے:

﴿یَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ۝۱۰۹﴾ [4]

''اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی پیاری بیٹی سے فرمایا تھا: اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لو میں تمہارے

---

[1] البقرۃ: ۲۵۵۔

[2] تهذيب اللغة للازهری: ۱/۴۳۶۔

[3] اسی کو سامنے رکھتے ہوئے نابینا کے قول کی تشریح کی جائے گی۔ جس نے دعا میں کہا تھا وَ شَفِّعْنِیْ فِیْهِ یعنی ''میری دعا اس طرح قبول کر کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے متعلق دعا قبول فرما۔'' (مسلم)

[4] طٰهٰ: ۱۰۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی کام نہ آ ؤں گا، جو شفاعت کا خود مالک ہو تو پھر جائز نہیں کہ وہ کسی کی اجازت کا انتظار کرے ورنہ اس کو مالک تصور نہیں کیا جا سکتا۔

شفاعت کے متعلق قرآنی آیات:

شفاعت کے متعلق قرآنی آیات تین اقسام پر مشتمل ہیں:

اول: شفاعت اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ ❶

”کہہ دے شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔“

اور فرمایا:

﴿لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ﴾ ❷

”ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔“

دوم: شفاعت اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی اجازت سے مشروط ہے۔ فرمایا:

﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿109﴾﴾ ❸

”اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔“

سوم: (شرکیہ شفاعت) جو مشرکین نے اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان خود ساختہ طور پر بنا رکھی ہے اور اپنے تئیں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ﴾ ❹ ”یا انھوں نے اللہ کے سوا کچھ سفارشی بنا لیے ہیں۔“ اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ❺

”اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔“

تفتازانی کا اقرار کہ مشرکین کا شرک توسل اور شفاعت ہے:

تفتازانی نے کہا: مشرکین کا شرک یہ تھا کہ جب ان کے ہاں کسی ایسے بندے کی وفات ہو جاتی جو ان کے خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مقام و مرتبہ بہت زیادہ ہے تو وہ اس کی شکل کی ایک مورتی

---

❶ الزمر: ٤٤۔ ❷ الانعام: ٥١۔
❸ طٰہٰ: ١٠٩۔ ❹ الزمر: ٤٣۔ ❺ الزمر: ٣۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور ماڈل تیار کرتے اور اس کی تعظیم شروع کر دیتے۔ اس بنیاد پر کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کرے گا اور ہمارے لیے وسیلہ ثابت ہوگا۔ ❶

رازی مشرکین کے قول ﴿اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰهِ﴾ کی تشریح کرتے ہوئے:

رازی نے شرک کے چار اسباب بیان کرتے ہوئے کہا: ان میں سے ایک یہ ہے کہ کہنے والا کہتا ہے ہم ان بتوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں جو کہ ملائکہ (فرشتوں) کی شکل پر بنائے گئے تھے تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ۝۲۳﴾ ❷

”اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں تمھارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں حق (فرمایا) اور وہی سب سے بلند، بہت بڑا ہے۔“

غیر اللہ کی عبادت کا تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو شفاعت کی اجازت نہ دے گا جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہو۔

اس دعویٰ کے بعد کسی اللہ کے محبوب، پاکباز اور صالح انسان کے واسطے کا عقیدہ پروان چڑھتا ہے۔ یہ شخص اپنے عمل سے یہ کہہ رہا ہے کہ صاحب قبر بندوں پر بندوں کے ارحم الراحمین رب سے زیادہ مہربان اور رحیم ہے۔

یہ اس حقیقت سے غافل ہے کہ شفاعت کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے گا اجازت دے گا اور جس کے لیے چاہے گا راضی ہوگا کہ سفارش کرنے والا اس کے لیے سفارش کر سکے۔ یہ حقیقت ان امیدوں اور آرزوؤں پر پانی پھیر رہی ہے جو اہل بدعت مختلف شخصیات سے لگا کر بیٹھے ہیں اور اپنی نجات و کامیابی ان سے مربوط سمجھتے ہیں یعنی اپنی نجات کے لیے دوسروں پر اعتماد کرتے ہیں اور عمل پر توجہ نہیں دیتے اور یہ عیسائیوں کے طرز عمل سے سو فیصد متفق منہج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝۸۷﴾ ❸

”وہ سفارش کے مالک نہ ہوں گے مگر جس نے رحمان کے ہاں کوئی عہد لے لیا۔“

---

❶ شرح المقاصد للتفتازانی: ۴/۴۱، ۴۲۔

❷ السبا: ۲۳۔

❸ مریم: ۸۷۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابن جریج نے کہا: یعنی نیک اعمال۔ [1]

انبیاء کی ہر دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا:

یاد رکھو! انبیاء کی ہر ایک دعا قبول نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن ابی بن سلول (منافق) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی دعا قبول نہیں کی حتیٰ کہ فرمایا:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ؀﴾ [2]

”ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس آدمی کا ردّ کرتے ہوئے کہا جو یہ سمجھتا ہے کہ انبیاء کی ہر دعا قبول ہوتی ہے کہ ایسا کہنے والا رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے بالکل غافل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی۔ اس نے دو قبول کرلیں اور ایک کو ردّ کر دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے پوری امت کو بخش دینے کی دعا کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع کر دیا۔ جب نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ﴾ (هود: ٤٦) ”اے نوح! بے شک وہ تیرے گھر والوں سے نہیں۔“ ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے لیے مغفرت طلب کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

فائدہ: حافظ ابن حجر نے کہا: حدیث کے ظاہر سے کسی کے دل میں یہ اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ انبیاء کی بہت سی دعائیں قبول ہوئی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے دعا مستجاب (قبول ہونے والی) ہے تو رسول اللہ ﷺ کے لیے تو لازمی طور پر ہے۔ حدیث کا ظاہر بھی ہے کہ ہر نبی کی دعا قبول ہی ہوتی ہے۔

جواب: یہاں قبول ہونے سے مراد وہ مذکورہ دعا ہے جو قبول ہوئی ہے اس کے علاوہ ان کی دعائیں قبول ہونے کی امید ہے۔ [3]

کرمانی نے بخاری کی شرح (۲۲/۱۲۲) میں حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کی دعا قبول ہوئی ہے۔ وہ دعا جس کے بارے میں یقین ہے البتہ ان کی باقی دعائیں، اُن کی قبولیت کی امید ہے ان میں سے کچھ قبول ہوئی ہیں اور کچھ قبول نہیں ہوئی ہیں۔

---

[1] ابن جریر نے اپنی سند سے اسے بیان کیا ہے۔ جلد نمبر ۸ (۱۲/۹۷)۔

[2] التوبة: ۸۰۔

[3] فتح الباری: ۱۱/۹۷۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اگر ہر نبی اپنی حیات مبارکہ میں ان کے لیے دعا کے ذریعے سفارش کرتا تھا اور اپنی وفات کے بعد شفاعت کرتا ہے اور قبر سے اٹھنے کے بعد بھی شفاعت کرتا ہے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں۔

پھر آپ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہوگا: میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے موخر کر دیا یہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو نصیب ہونے والی ہے جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتا تھا۔ رسول کریم ﷺ فرما رہے ہیں: ''میں نے اپنی دعا کو موخر کر دیا ہے۔'' یہ لوگ اس کو جلدی حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ یہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں کہ آپ نے اس کو موخر نہیں کیا بلکہ یہ ہر اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو آپ کو آپ کی قبر کے پاس آ کر پکارتا ہے اور ان کے بقول یہ اس کو دنیا میں ہی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ اس طریقے سے شفاعت طلب کر کے قیامت کے دن شفاعت سے محروم ہو رہے ہیں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو کوئی کسی چیز کو وقت سے پہلے طلب کرتا ہے تو اسے اس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن سفارش کریں گے اور اس کی کیفیت یہ بتائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے اتنا لمبا سجدہ کریں گے جتنا اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر آپ سے کہا جائے گا:

> ''اے محمد (ﷺ) اپنا سر اٹھائیے۔ آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا، سفارش کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔''

دنیا میں بھی آپ کی سفارش ثابت ہے جب آپ بقید حیات تھے جیسا کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ میں ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو ان میں شامل ہے۔''

آخرت میں بھی آپ کی شفاعت ثابت ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ایک شفاعت کا اختلاف باقی رہا اور وہ یہ کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ اپنی قبر میں سے شفاعت کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ہمیں کہیں یہ نہیں بتایا کہ عنقریب میں اپنی قبر میں سے تمہارے لیے شفاعت کروں گا۔ جو ایسا دعویٰ کرتا ہے اس کے پاس قرآن و حدیث کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ وہ حدیث بھی ثابت نہیں کہ جس نے آپ کی قبر کی زیارت کی تو اس کے لیے شفاعت واجب ہوگئی۔

یہ بات مسلّم ہے کہ ان کو قبر میں برزخی زندگی حاصل ہے اور اسی طرح تمام انبیاء کو ان کی قبروں میں حیات برزخ حاصل ہے وہ زندگی دنیاوی زندگی سے مختلف ہے لیکن تمہارے دل پر یہ خیال کیوں نہیں گزرا کہ تم ان کو پکارو اور کہو یا سلیمان، یا داود، یا آدم، یا نوح، یا یعقوب، یا ابراہیم، یا اسحاق علیہم السلام ہماری مدد کرو۔ لیکن اپنی حالت زار کا اندازہ کرو کہ تم لوگوں نے ان انبیاء پر رفاعی، جیلانی، بدوی، دسوقی کو مقدم رکھا۔ ان سے مانگتے ہو مگر انبیاء سے نہیں۔ کیا یہ لوگ تمہارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزدیک انبیاء سے زیادہ محبوب ہیں اور کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں انبیاء سے زیادہ محبوب ہیں؟

یہ شہدائے بدر ہیں۔ یہ شہدائے احد ہیں اور اس کے علاوہ دیگر غزوات کے شہداء ہیں جن کو ان کی قبور میں برزخی حیات حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مردہ کہنے سے منع کیا ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٤﴾﴾ [1]

”اور ان کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں، مردے مت کہو، بلکہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔“

پھر تمھارے دل پر کیوں خیال نہیں گزرا کہ تم ان شہداء سے استغاثہ کرو؟ کیا تم فقط اپنے آبا وَ اجداد کے عقائد و نظریات کی پیروی کرتے ہو۔ یہ اویس قرنی ہے جس سے دعا کرانے کی ترغیب رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، تم ان سے استغاثہ کیوں نہیں کرتے؟

❀❀❀❀❀

---

[1] البقرة: ١٥٤۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

توسل اور وسیلہ

❀......وسیلہ کا نام بدل ڈالا

❀......مشروع وسیلہ کی اقسام

❀......نابینا شخص کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراض

❀......ابو حنیفہ کا توسل کے متعلق موقف

❀......علم حدیث اور حبشی کی حقیقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ توسل

اہل بدعت شرعی الفاظ کو شرعی اصطلاحات کے طور پر استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے وہ معانی مراد لیتے ہیں جو شرعی نہیں ہیں۔ وہ لفظ توسل استعمال کرتے ہیں مگر اس سے مراد استغاثہ (مدد طلب کرنا) لیتے ہیں اور کبھی فوت شدگان سے توسل مراد لیتے ہیں۔ یہ ایسا لفظ ہے جس کا مفہوم خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام لفظ توسل سے صالح شخص کی دعا کا توسل مراد لیتے تھے جبکہ ان لوگوں نے توسل بالذات (ذات کا وسیلہ) مراد لیا ہے دعا کا نہیں۔

لفظ (الذات) استواء میں بدعت ہے توسل میں نہیں؟

باطل پرستوں نے توسل میں ذات کا لفظ داخل کر دیا حالانکہ یہ اس میں وارد نہیں ہے۔

انھوں نے کہا: استواء میں لفظ ذات کہنا بدعت ہے، حرام ہے اور گمراہی ہے حالانکہ یہ استواء کے متعلق سلف سے ثابت ہے۔ یہ لوگ توسل میں لفظ ذات لا کر لوگوں کو بتدریج گمراہی کی طرف دھکیل رہے ہیں اور لوگوں کے ہاں یہ غیر اللہ سے استغاثہ کے مفہوم میں استعمال کیا جا رہا ہے۔

توسل کا مسئلہ درحقیقت عقیدہ کے باب سے تعلق رکھتا ہے مسائل فقہ سے اس کا واسطہ نہیں ہے۔

فیصل مولوی کا تعاقب:

فیصل مولوی کا یہ دعویٰ خلاف حقیقت ہے کہ محمد بن عبدالوہاب سے منسوب لوگوں نے توسل کا انکار کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے اور اسے مسائل شرک میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ یہ مسائل فقہ میں سے ہے۔ [1]

کیا توسل فقہی مسئلہ ہے یا پھر عقیدے سے متعلق ہے؟

یہ مسئلہ فقہی کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ان لوگوں نے اسمائے حسنیٰ کا توسل چھوڑ کر، اسی طرح عملِ صالح کا توسل ترک کر کے فوت شدگان کا وسیلہ اختیار کیا ہے تاکہ وہ ان کو اللہ کے قریب کریں۔ (ليقربونا الى الله زلفى) توسل کا مفہوم ضائع کر دیا گیا ہے۔ سلف صالحین توسل سے مراد صالحین کی دعا کا توسل مراد لیتے تھے وہ صالح آدمی جو زندہ ہو۔ یعنی وہ شخص:

۱۔ زندہ ہو

۲۔ صالح ہو

[1] مجلة الأمان: ١٤/ ١٤١، نیسان: ١٩٩٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفتازانی نے کہا: مشرکوں کا شرک اسی طرح واقع ہوا کہ جب ان میں سے کوئی صالح شخص جس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ ہوتا فوت ہو جاتا تو وہ اس کی مورتیاں بنا لیتے۔ ان کی تعظیم کرنے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی سمجھتے تھے۔ [1]

توسل شرک کی طرف لے جانے کا سبب ہے:

شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا بعض علماء نے توسل کو جو شرک شمار کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیز شرک کی طرف لے جانے کا سبب ہے۔ اور ایسا واقع ہو چکا ہے۔ [2]

مشروع اور ممنوع کی معرفت عقیدہ کے مسائل میں سے ہے:

مسائل احکام میں سے وسیع تر احکام جیسا کہ وضو سے پہلے بسم اللہ کہنا یقیناً ان سے پہلے ان کی مشروعیت کا اعتقاد سبقت لے جا چکا ہوتا ہے۔

یرحم ہر مسئلہ میں کہتے ہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے ہاں توسل کی یہ قسم (توسل بالذات) معروف اور معمول نہ تھی تو ایسی صورت حال میں یہ مسئلہ عقیدے سے تعلق رکھتا ہے۔ توسل بالذات مراد لینا مومنوں کی راہ سے انحراف ہے۔

کیا کسی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مومنوں کی راہ سے انحراف کرے؟

میں اس مقام پر یہ تو نہیں کہوں گا کہ علماء نے قاعدہ فقہیہ یا اصولیہ بیان کیا ہے جس کی بنیاد پر مسائل عقیدہ اور مسائل فقہ میں فرق کیا جا سکتا ہے لیکن علماء کے کلام سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مسائل عقیدہ سے مراد وہ مسائل جو ارکان ایمان سے متعلق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان، توحید الوہیت پر ایمان۔ ایسے مسائل جو آخرت پر ایمان سے متعلق ہیں، اسی طرح فرشتوں پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آسمانی کتابوں، انبیاء، تقدیر اور قبر وحشر کے مسائل وغیرہ۔

البتہ فقہی مسائل سے مراد وہ مسائل ہیں جن کا تعلق بندوں کے افعال سے ہے جیسا کہ نماز، روزہ، حج، زکاۃ، جہاد اور نکاح وطلاق وغیرہ۔

لیکن اگر کوئی ہمیں ایسا مسئلہ بیان کرے جو احکام سے ثابت نہ ہو رہا ہو تو ہم عقیدہ کے مسائل کی طرف رجوع کریں گے۔ مثلاً کوئی کہے نماز جنازہ میں اذان ثابت نہیں ہے۔ اس کو لوگوں کے لیے کس نے مشروع کیا ہے؟ تو ہم اس کے ساتھ عقیدے کی بات کریں گے فقہی مسائل کی نہیں اگرچہ جنازے کا مسئلہ بنیادی طور پر مسائل فقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر صالحین کے ذریعے توسل کا مسئلہ مسائل عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ اس کا تعلق عموماً توسل سے ہے کہ اللہ پر ایمان۔ اس کے اسماء وصفات پر ایمان، توسل میں اصل تو یہ

---

① شرح المقاصد للتفتازانی: ٤/ ٤١۔ ② التوسل أنواعه و أحكامه: ١٣٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی نام یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ ہو۔

واقع عملی سے بھی اسی بات کی تاکید ہوتی ہے یہ مسئلہ مسائل عقیدہ میں داخل ہے کیونکہ اس میں بہت زبردست اختلاف واقع ہوا ہے اور اس پر مستقل تالیفات مرتب کی گئی ہیں جن کا انداز اعتقادی ہے فقہی نہیں ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ ذاتی توسل اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے جائز ہو۔ اللہ تعالیٰ سے نبی ﷺ یا کسی ولی کی ذات کے ذریعے سوال کرنا ان مسائل میں شامل ہے۔ جن کا عنوان مخلوق کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو قسم دینا ہے۔

نام تبدیل کرتے ہیں:

جس عاجزی، خاکساری اور فروتنی کا اظہار غیر اللہ سے استغاثہ کرنے والے قبروں، درگاہوں اور اپنے مشائخ کے سامنے کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ جو نماز میں اپنے رب کے حضور عاجزی کا اظہار کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ غیر اللہ کے لیے ایسی عاجزی اور خاکساری و فروتنی کا اظہار شرک ہے۔ ان لوگوں نے اس عمل کو مختلف نام دے کر اس پر دین کا لبادہ چڑھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس کو عبادت کا نام دینے کی بجائے توسل کا عنوان دیا ہے۔ انہوں نے جہاں لغت پر ڈاکہ ڈالا ہے وہاں دین پر بھی ظلم ڈھایا ہے۔ انہوں نے لغت کو بھی ایسے ہی بدل ڈالا جس طرح دین کو بدل ڈالا۔

استغاثہ:

مدد طلب کرنے کو کہتے ہیں جیسے استعانہ مدد طلب کرنے کا نام ہے۔ جب استغاثہ ندا سے کیا جائے تو یہ سوال ہوتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اس کو توسل نہیں کہیں گے۔ درحقیقت یہ نام کو تبدیل کرنا ہے جیسے لوگوں نے شراب کا نام اُمُّ الْأَفْرَاح (خوشیوں کی ماں) رکھ لیا ہے تاکہ ان کو یہ نہ کہا جائے ﴿إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ [1] ''بلاشبہ تم یقینا مشرک ہو۔'' جس طرح لوگوں نے شراب کا نام بدل لیا ہے اسی طرح کچھ لوگوں نے شرک کا نام تبدیل کر کے توسل اور تبرک رکھ لیا ہے، تحریف کا نام تاویل، تعطیل کا نام تنزیہ، رقص و سرود کا نام ذکر اور تقدیس کا نام محبت رکھ لیا ہے۔ اس طرح یہ لوگ باطل کو مزین کر کے پیش کرتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے ہمیں ترغیب دی ہے کہ ہم اپنے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کو پکاریں اور اس سے سوال کریں پھر ہم اپنے مصائب اور پریشانیوں میں اس کو چھوڑ کر دوسروں کو کیوں پکاریں؟

توسل بالذات یا پھر توسل بالدعاء:

اہل توحید نے صالحین کی ذات سے توسل اور صالحین کی دعا سے توسل کی بنیاد پر مشرکین سے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے افضل الانبیاء محمد ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ذات سے توسل ختم کر دیا ہے جبکہ آپ کے صالح اُمتی کی

[1] الانعام: ۱۲۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعا کا توسل اختیار کیا ہے۔ اس عقیدے میں ان کے ہاں سب سے بڑی مثال عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل ہے انہوں نے قحط کے زمانے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا توسل اختیار کرنے کی بجائے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسود بن یزید کی دعا کا توسل اختیار کیا ہے۔ ❶

یہ فعل تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں وقوع پذیر ہوا یہ ان کی طرف سے اجماع ہے۔ ذات کا توسل ترک کرنا سنت ہے اور اس کو ترک نہ کرنا بدعت ہے اور خیر القرون کے اجماعی فعل کی مخالفت ہے اور مومنوں کے راستے سے ہٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ١١٥﴾ ❷

''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

ضروری ہے کہ لفظ توسل کے شرعی معانی کی طرف رجوع کیا جائے جو قرآن و حدیث کے دلائل اور سلف صالحین کے فہم و شعور کے مطابق ہوں۔

بعد میں آنے والے لوگوں کے اختلاف کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول (ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل اختیار کرتے تھے) یہ بات آپ نے تمام صحابہ کی موجودگی میں کہی تھی اس لیے بعد کے شخص کا اختلاف بے وقعت ہے۔ محدثین جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے: **بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْاِسْتِسْقَاءَ اِذَا قُحِطُوْا** ''لوگوں کا امام وقت سے استسقاء کا مطالبہ کرنا جب وہ قحط کا شکار ہوں۔'' جبکہ انہوں نے کتب احادیث میں یہ باب کہیں قائم نہیں کیا: **باب التبرك بقبور الصالحين** ''صالحین کی قبور سے تبرک لینے کا بیان''۔ الحمد للہ۔ اس طرح کا کوئی باب معتبر کتبِ حدیث میں موجود نہیں ہے۔

توسل کے لغوی معنی:

قاموس میں لفظ وَسَل کے تحت کہا گیا ہے **وَسَّلَ اِلَى اللهِ تَعَالٰى تَوْسِيْلًا اى عمل عملا تقرب به اليه**، یعنی وسل۔ توسل کا مطلب عمل صالح سے اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرنا۔ **المصباح المنير** میں ہے **ووسل الى الله تعالٰى توسيلا اى عمل عملا تقرب به اليه و توسل الى ربه وسيلة اى تقرب**

❶ اس کی سند کو حافظ نے حسن کہا ہے۔ (التلخيص: ۲/۱۰۱۔ الاصابة: ٦/٦٩٨)

❷ النساء: ۱۱۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الی اللہ بعمل یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں نیک عمل سے تقرب تلاش کرنا۔ الصحاح للجوھری میں ہے: توسل الیہ بوسیلۃ ای تقرب الی اللہ بعمل عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف توسل کا مطلب یہ ہوا: ایسا سبب تلاش کرنا جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے مزید قریب کر دے۔ اس کی بنیاد قرآن مجید کی دو آیات ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ ❶

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

ابن عباس، سدی اور قتادہ سے مروی ہے کہ عمل صالح اور اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو ایسا عمل جو اس کو راضی کر دے۔'' ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ مفہوم ہے جو ائمہ مفسرین نے بیان کیا ہے اور اس مسئلہ میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ طبری نے بہت سارے اقوال ذکر کیے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وسیلے سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عمل صالح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرنا ہے وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کو خوش کر دے۔ ❷

ابو اللیث سمرقندی نے کہا جو کہ کبار حنفی مشائخ میں سے ہیں وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ کا مطلب اطاعت اور عمل صالح سے اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرنا ہے۔ ❸

کسی ایک بھی معتبر مفسر نے وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ کا یہ مطلب بیان نہیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ فوت شدگان سے مانگو یا پھر اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان اولیاء و صالحین کو وسیلہ بناؤ۔

کیا صحابہ کرام نے وسیلہ تلاش کیا؟

ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا صحابہ کرام نے اس آیت کو اس مفہوم کے مطابق اپنی زندگی میں لاگو کیا ہے جو تم مراد لے رہے ہو؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نبی ﷺ کی ذات گرامی کو وسیلہ بناتے تھے یا پھر تمھیں ایسا جدید فہم و شعور حاصل ہوا ہے جو صحابہ کرام کو سمجھ نہیں آیا حتیٰ کہ وہ تو اس آیت پر عمل پیرا نہ ہوئے اور تم نے اس کی عملی تفسیر بن کر دکھا دیا ہے؟

یقینا نبی کریم ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک ولی کا تذکرہ کیا اور ان کو یہ حکم بھی دیا کہ جب ان سے ملاقات ہو تو ان سے مغفرت طلب کرنے کی درخواست کرنا۔ اگر توسل کا مفہوم توسل بالذات ہوتا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اویس قرنی کو ملنے سے پہلے ہی ان کی ذات کا وسیلہ پکڑتے۔ آپ کہتے: اے اللہ میں تیری جناب میں اویس قرنی کے وسیلے سے دعا کرتا

---

❶ المائدۃ: ٣٥۔

❷ تفسیر ابن کثیر: ٢/٥٢، ٥٣۔ تفسیر الطبری: ٦/١٤٦-٤، ١٤٧، الدر المنثور: ٢/٢٨٠۔

❸ بحر العلوم: ٣/٧٣۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔لیکن ایسا ہرگز ثابت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا۝۵۶ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا۝۵۷﴾ ❶

''کہہ پکاروان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔ وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اوراس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اوراس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ، عزیر علیہ السلام، فرشتے، سورج، چاند اور ستارے ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عربوں کے ایک گروہ کے متعلق نازل ہوئی جو جنوں کے ایک گروہ کی عبادت کرتے تھے۔ جن تو ایمان لے آئے مگر جو انسان ان کی پوجا کیا کرتے تھے ان کو عقل نہ آئی۔ ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا وہ انسان جو جنوں کی عبادت کرتے تھے انھوں نے جنوں کی عبادت جاری رکھی اور جن اس بات پر راضی نہ تھے کیونکہ وہ ایمان لا چکے تھے وہ تو خود اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرتے تھے یہی قابل اعتماد تفسیر ہے۔ ❸

بعض سلف کا کہنا ہے کہ کچھ لوگ عیسیٰ علیہ السلام، عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کو پکارا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے واضح کر دیا کہ یہ تو میرے بندے ہیں جیسے تم میرے بندے ہو۔ یہ میری رحمت کی اُمید اسی طرح رکھتے ہیں جیسے تم رکھتے ہو۔ یہ میرے عذابوں سے اسی طرح ڈرتے ہیں جیسے تم ڈرتے ہو اور یہ اعمال صالح سے اسی طرح میرا قرب تلاش کرتے ہیں جیسے تم کرتے ہو۔

ان دو آیات سے ہمیں توسل کی دو اقسام کا علم ہو رہا ہے۔

اول: ......توسل شرعی...... ان وسائل کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرنا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اعمال صالحہ۔

---

❶ الاسراء: ٥٦-٥٧۔

❷ تفسیر بغوی: ٥/١٠١ محقق۔ ❸ بخاری: ٤٧١٤، ٤٧١٥۔ فتح الباری: ٨/٣٩٧، ٣٩٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوم:......توسل شرکی......وہ جس کی بنیاد مختلف شخصیات اور ذاتوں پر ہے۔ ان کی طرف توجہ اور ایسے شرکیہ اعمال سرانجام دینے پر ہے جن کو یہ مشرک لوگ شرعی خیال کرتے ہیں۔

مشروع توسل (وسیلہ) کی اقسام:

اوّل: اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے پیارے ناموں اور اس کی پیاری صفات کا توسل اختیار کرنا اور یہ توسل شرعی کی اقسام میں سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۱۸۰﴾ [1]

''اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

توسل کی تمام اقسام میں یہ سب سے عظیم ترین ہے: بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی دعا کر رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دعا کو غور سے سن رہے تھے وہ کہہ رہا تھا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِاَنِّیْ اُشْهِدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ).))

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے ذریعے سوال کیا ہے جب اس ذریعے سے اسے پکارا جاتا ہے تو دعا کو قبول کیا جاتا ہے اور جب اس ذریعے سے مانگا جاتا ہے تو عطا کیا جاتا ہے۔ [2]

دوم:......ایمان اور اعمال صالح کو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑنا......اس کی دلیل وہ معروف حدیث ہے جس میں ہے کہ تین لوگ ایک غار میں داخل ہوئے اور غار کا دہانہ (منہ) ایک بھاری پتھر کے ذریعے بند ہو گیا۔ انہوں نے اپنے بہترین اور اخلاص پر مبنی نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو اس مصیبت سے نجات دے تو اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو غار کے دہانے سے ہٹا دیا اور وہ غار سے نکل آئے یہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے۔ [3]

اس قسم میں اہم ترین توسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ایمان اور آپ کی محبت کا توسل اختیار کرنا ہے لیکن یاد رکھیں کسی ایک صحابی سے بھی یہ ثبوت نہیں ملتا ہے کہ اس نے کہا ہو:

''اے اللہ میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور ان کی محبت کو وسیلہ بنا کر تجھ سے سوال کرتا ہوں۔'' ایسا ہرگز نہیں ہے

---

[1] الاعراف: ۱۸۰۔

[2] ترمذی: ۳۴۷۱۔ ابو داود: ۱۴۹۳۔ [3] بخاری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ وہ آپ کی اطاعت وفرمانبرداری اور آپ پر ایمان لانے کا تذکرہ اس طرح کرتے تھے:

﴿الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾ ❶

”جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝﴾ ❷

”اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا، جو ایمان کے لیے آواز دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔“

یہ بات مسلّم ہے کہ صحابہ کرام انبیاء کے اسماء سے ناواقف نہ تھے وہ کئی انبیاء کے نام جانتے تھے مگر انہوں نے ابراہیم، اسماعیل، یعقوب، نوح، آدم علیہم السلام میں سے کسی کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ نہیں پکڑا ہے۔ انہوں نے وسیلے کو فقط اپنے نیک اعمال، اسماء اللہ اور بقید حیات صالح آدمی کی دعا تک محدود رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدم رکھا اور ان کے مصائب کو ختم کیا۔

یا پھر وہ لوگ وہابی تھے کہ توسل کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ کہاں ہیں وہ انبیاء اور اولیاء جن کے متعلق حبشی کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنی قبروں سے نکلتے ہیں۔ مصیبت زدہ کے کام آتے ہیں اس کی مدد کرتے ہیں اور واپس قبروں میں لوٹ جاتے ہیں؟

نیک اعمال کے توسل کے مشروع ہونے کے باوجود امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خوف یہ ہے کہ انسان مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہونے سے دور ہو جائے۔ اس صورت حال میں غیر مشروع توسل جو کہ انبیاء اور صلحاء کی شخصیات سے ہے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

ایمان اور نیک اعمال کے توسل کے مشروع ہونے کی دلیل اس آیت کریمہ میں ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾ ❸

”جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

---

❶ آل عمران: ١٦۔
❷ آل عمران: ١٩٣۔ ❸ آل عمران: ١٦۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انسان کے لیے جائز ہے کہ اپنے ایمان کا توسل اختیار کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دے۔ صحیحین میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' ❶

سوم: نیک آدمی کی دعا کا وسیلہ:

مشروع وسیلہ کی تیسری قسم نیک آدمی سے دعا کروانا جو بقید حیات ہو۔ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد وہ اس آدمی سے دعا کرواتے جو علم و عمل اور اصلاح میں معروف ہوتا تھا۔ جیسا کہ ام درداء رضی اللہ عنہا نے صفوان رضی اللہ عنہ سے کہا تھا جب وہ سفر پر جا رہے تھے کہ ہمارے لیے دعائے خیر کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''مسلمان بھائی کی اپنے غیر حاضر بھائی کے لیے کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ جب وہ دعا کرتا ہے تو اس کے لیے سر کے پاس ایک موکل فرشتہ موجود ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے غائب بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو مقرر فرشتہ کہتا ہے: آمین اور تیرے لیے بھی یہی ہو۔'' ❷

اس طرح ام درداء رضی اللہ عنہا نے صفوان رضی اللہ عنہ کی دعا کا حج میں وسیلہ اختیار کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا توسل (وسیلہ) کیسا تھا؟

نبی ﷺ سے توسل کے معاملے میں ہم چند سوال کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا سوال: کیا توسل کا مسئلہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوا یا پھر صحابہ کرام آپ کی زندگی میں آپ کا توسل اختیار کرتے تھے؟

جواب: یقیناً صحابہ کرام آپ کی زندگی میں آپ سے توسل کیا کرتے تھے۔

دوسرا سوال: جب یہ بات ثابت ہے کہ وہ آپ کی حیات مبارکہ میں آپ سے توسل اختیار کرتے تھے تو توسل کا طریقہ کار کیا تھا۔ یہ توسل آپ کی ذات کے ذریعے تھا یا پھر آپ کی دعا کے ذریعے تھا؟

جواب: آپ کی دعا کے ذریعے تھا۔

تیسرا سوال: ذات کے ذریعے توسل پر اتفاق ہے یا پھر صحابہ کرام کی زندگی میں یہ مختلف فیہ مسئلہ تھا اور یہ اختلاف کب شروع ہوا تھا؟

جواب: صحابہ کرام آپ کی ذات کا وسیلہ اختیار نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کی دعا کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

جو آپ کی حیات مبارکہ اور آپ کی وفات کے بعد کے توسل میں فرق نہیں کرتے وہ صحابہ کرام کے فہم اور ان کے فعل دونوں سے کوسوں دور ہیں حالانکہ ہمیں یہ حکم ہے کہ اگر ہم کسی سنت کے فہم میں اختلاف کریں تو ہمیں سلف صالحین

❶ متفق علیہ۔ ❷ مسلم: ۲۷۳۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے فہم کی طرف رجوع کرنا ہے۔

جب ہم ان کے فہم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات کے بعد تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں آپ کا توسل ترک کر دیا تھا۔ یہ بات مسلّم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی مشروع فعل کو ترک نہیں کرتے تھے۔ صحابہ کرام کا ترک توسل ایسی سنت ہے جس پر مسلسل عمل کیا گیا ہے۔ اب جو انسان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ترک کردہ مسئلہ کو اختیار کرے تو وہ مومنوں کا راستہ چھوڑ رہا ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اہلِ مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ تو استسقاء (بارش طلب کرنا) کے لیے نکلے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اللہ ہم پہلے تیرے نبی علیہ السلام کے ذریعے توسل اختیار کرتے تھے اب ہم تیرے پیغمبر کے چچا (کی دعا) کا توسل اختیار کر رہے ہیں تو ہم پر بارش برسا دے۔''❶

انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قحط میں مبتلا ہوتے تو آپ کے ذریعے بارش طلب کرتے آپ ان کے لیے بارش کے نزول کی دعا کرتے اور بارش نازل ہو جاتی۔ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑا تو پھر...... آگے اوپر والی روایت ہی مذکور ہے۔❷

اس میں احباش کے قول کا مکمل رد اور اس کا باطل ہونا ثابت ہے۔ جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی وفات کے بعد آپ سے توسل میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔❸

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کو مکروہ خیال کیا ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے مطابق صحابہ کرام نے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا سے توسل اختیار کیا تھا۔ کیونکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: کھڑے ہو جائیے اور لوگوں کے لیے استسقاء (بارش طلب کرنا) کیجیے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ لَمْ يَنْزِلْ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ، وَ لَمْ يَكْشِفْ اِلَّا بِتَوْبَةٍ وَ قَدْ تَوَجَّهَ الْقَوْمُ بِیْ اِلَيْكَ لِمَكَانِیْ مِنْ نَبِيِّكَ وَ هٰذِهِ اَيْدِيْنَا اِلَيْكَ بِالذُّنُوْبِ وَ نَوَاصِيْنَا اِلَيْكَ بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَيْثَ.))❹

''اے اللہ مصیبت گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اور توبہ کے بغیر ختم نہیں ہوتی۔ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ بخاری: ۱۰۱۰۔

❷ اسے اسماعیلی نے ذکر کیا ہے جیسا کہ فتح الباری (۲/ ۴۹۵) میں ہے۔ ابن حبان ....۔

❸ منار الهدى: ۳۲/۲۷۔

❹ فتح الباری: ۲/۴۹۷۔ اس سے علامہ کشمیری نے فیض الباری (۲/۳۷۹) پر دلیل پکڑی ہے اور سبکی نے الشفا (۱۷۲) میں اور یہ اس کے خلاف ہی دلیل ہے۔ (مزید دیکھیں: اتحاف السادة للزبیدی ۵/۴۸، ۳/۴۴۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہاں میرے مقام و مرتبہ کی وجہ سے میرے ذریعے تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ یہ ہم گناہ گاروں کے ہاتھ تیری طرف اٹھے ہوئے ہیں اور ہم تجھ سے توبہ طلب کرتے ہیں۔ (اے اللہ) ہم پر بارش نازل فرما۔‘‘

یہ اس شخص کا واضح رد ہے جو کہتا ہے یہ توسل بالذات تھا کیونکہ اگر یہ توسل بالذات ہوتا تو صحابہ کرام کو عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لانے کی حاجت نہ رہتی۔ ان سے دعا نہ کرواتے اور وہ آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مقام و مرتبہ سے وسیلہ پکڑتے [1] مگر ایسا نہیں یہ وسیلہ فعل عباس رضی اللہ عنہ (دعا) سے تھا ذات عباس رضی اللہ عنہ سے نہ تھا۔

امام مالک رحمہ اللہ مسجد نبوی میں اونچی آواز کے ساتھ بات کرنے کے مسئلے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی موت کے درمیان کوئی فرق نہ کرتے تھے کہ آپ کی حرمت، توقیر اور عزت کا خیال رکھا جائے گا مگر توسل کے مسئلے میں اور آپ کی قبر کی زیارت کے مسئلے میں وہ آپ کی حیات اور آپ کی موت کے درمیان فرق کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے لیے یہ کہا: وَ اَكْرَهُ اَنْ يُّقَالَ زُرْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ۔ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی ہے۔

آلوسی نے اپنی تفسیر (۱۵/٤۱۱) میں کہا متقدمین میں سے بہت سے لوگ مکروہ کو حرام کے معانی میں استعمال کرتے تھے۔

مفضول سے توسل کے جواز کا قاعدہ باطل ہے:

ان لوگوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فعل کہ ’’انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا توسل ترک کر کے عباس رضی اللہ عنہ کا توسل اختیار کیا،‘‘ کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ تو فقط مسلمانوں کی تعلیم اور ان کو سکھلانے کے لیے تھا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول سے توسل جائز ہے۔

ہم کہتے ہیں تمہاری یہ بات تب ثابت ہوتی جب کسی ایک صحابی نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف میت سے توسل کیا ہوتا۔ ہم تب کہتے کہ تم صحیح کہہ رہے ہو لیکن ایسا نہیں ہے صحابہ کرام نے تو عباس رضی اللہ عنہ اور اسود بن یزید کی دعا کا توسل اختیار کیا ہے۔ اس سے تمہارا دعویٰ باطل قرار پاتا ہے۔

تم نے جو تعلیل بیان کی ہے وہ ہم بغیر دلیل کے تسلیم نہیں کر سکتے۔ صحابہ کرام کے کلام سے اپنی تعلیل پر نص پیش کرو۔ تمہاری بیان کردہ تعلیل درحقیقت علم غیب جاننے کے دعویٰ کے مترادف ہے کیونکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسی کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی کسی صحابی نے کوئی ایسا اشارہ کیا ہے پھر ایک ہی شکل باقی رہ جاتی ہے کہ تم یہ دعویٰ کرو کہ تم وہ کچھ جانتے ہو جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل اور نیت میں تھا۔

تم پر لازم ہے کہ اس تعلیل کی سچائی پر کوئی صحیح روایت پیش کرو جس سے یہ ثابت ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

[1] علامہ کشمیری نے اسے اختیار کیا ہے۔ (فیض الباری: ۲/۳۷۹)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان سے استسقاء کی درخواست کی ہوتی کہ ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہوتا کہ ہم تمہارے ساتھ اس قاعدے پر متفق ہو جائیں کہ افضل سے توسل کے ساتھ مفضول سے بھی جائز ہے؟

تمہاری بیان کردہ تعلیل فقط ایک ظن ہے اور ظن کی بنیاد پر اختلاف ختم نہیں ہوسکتا۔ جب ہم روایات پر غور کرتے ہیں تو وہاں لفظ (كَانُوْا) اور پھر (فَلَمَّا) ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں تو آپ (کی دعا) کا توسل اختیار کرتے تھے مگر آپ کی وفات کے بعد انہوں نے اس کو ترک کر دیا تھا یعنی وہ ایک امر سے دوسرے امر کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ اشاعرہ کے ہاں عقیدہ کے باب میں ظنّیات کا کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ عقیدہ کی بنیاد قطعیات پر ہے۔ ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے اصول کی پاسداری کریں اور عقیدہ کے باب میں احتمالات سے استدلال کرنے میں گریز کریں۔

❀...... اور لفظ (و ابتغوا) وجوب پر دلیل ہے۔ یہ بغیر دلیل کے سنت کی طرف نہیں پھیرا جا سکتا۔

❀...... عادتاً یہ ممنوع ہے کہ حالت اضطرار اور شدت میں مجبور انسان اعلیٰ اور افضل کو چھوڑ کر ادنی اور مفضول کی طرف رجوع کرے۔

❀...... صحابہ کرام کا دوسرے انبیاء سے توسل اختیار نہ کرنا تمہارے اس عقیدہ کو باطل قرار دے رہا ہے اور اس کی تاکید عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول سے ہو رہی ہے کہ ہم تیرے نبی ﷺ کے ذریعے توسل اختیار کرتے تھے۔ یہ ماضی کا فائدہ دے رہا ہے۔

❀...... ان لوگوں میں سے کوئی ایک اس بات پر راضی نہیں ہوگا جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی کہ (ہم تیرے نبی ﷺ کے ذریعے توسل اختیار کیا کرتے تھے) کیونکہ فی الواقع معاملہ یہ ہے کہ یہ آج تک اس توسل کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہیں۔ جسے صحابہ کرام نے ترک کر رہا تھا۔ یہ ان لوگوں کی گمراہی اور ضلالت کی دلیل ہے اور اس راستہ سے ہٹنے کی علامت ہے جس پر سلف صالحین تھے گویا آج ان کا نعرہ یہ ہے: ''ہم رسول اللہ ﷺ کا توسل کیوں اختیار نہ کریں، جبکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تیرے نبی ﷺ کے ذریعے توسل اختیار کیا کرتے تھے؟''

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

ان لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول كُنَّا نَتَوَسَّلُ بِنَبِيِّكَ ماضی کا فائدہ نہیں دیتا ہے اور اس کی مثال قرآن مجید میں ہے:

﴿وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ [1]

جواب (اول): جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: كُنَّا نَتَوَسَّلُ بِنَبِيِّكَ اور پھر اس کے بعد انہوں نے

[1] النساء: ۱۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا توسل ترک کر دیا تو یہ دلیل ہے کہ انہوں نے لفظ کَانَ ماضی کے لیے استعمال کیا۔ میرے خیال میں یہ لوگ اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہیں مگر علم کلام باطل میں جھگڑا کرنے اور فضول بحث کو ہی جنم دیتا ہے۔

دوم: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے راغب سے نقل کیا ہے کہ کان ماضی کے لیے استعمال ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اکثر طور پر ازلی اور ابدی معانی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (الفتح: ٢٦) ''اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' وہ کہتے ہیں جب کوئی چیز اس کے وصف میں استعمال ہوتی ہے وہ جو اس کے ایسے وصف کے متعلق ہو جو اس میں موجود ہے تو وہ تنبیہ کے لیے ہوتی ہے کہ یہ اس کا لازم وصف ہے یا پھر یہ کہ بہت ہی کم اس سے جدا ہوتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ [1]

''اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔'' [2]

میں کہتا ہوں غور کرو! ان آیات میں (کان) کے بعد فعل نہیں بلکہ صفت ذکر ہوئی ہے۔ جب اس کے بعد فعل آتا ہے تو یہ ماضی کا فائدہ دیتا ہے۔

❀...... نبی کریم ﷺ کی دعا کا توسل بہت سے دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ لوگ آپ سے عرض کیا کرتے تھے کہ فصلیں تباہ ہوگئی، جانور مرنے لگ گئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کریں۔

❀...... کسی ایک دلیل سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ صحابہ کرام نے استسقاء میں آپ کی ذات کا وسیلہ اختیار کیا ہو۔ نہ ہی تو کوئی صحیح حدیث ثابت ہے اور نہ ہی ضعیف کہ وہ استسقاء میں رسول اللہ ﷺ کی ذات کا وسیلہ اختیار کیا کرتے تھے۔ آپ بھی ان کی درخواست پر یا تو دعا کیا کرتے تھے یا پھر نماز کا اہتمام کرتے تھے لیکن جب آپ وفات پا گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کو وسیلہ بنا کر استسقاء کیا، یہ عمل صحابہ کرام کی موجودگی میں وقوع پذیر ہوا۔ اگر توسل رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے ہوتا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہرگز یہ نہ کہتے ہیں کہ (کنا) یعنی ہم کیا کرتے تھے اور نہ ہی انس رضی اللہ عنہ یہ کہتے (کانوا) صحابہ کرام کیا کرتے تھے۔ توسل کی ان اقسام پر امت کا اجماع ہے۔

امام ذہبی کی نقد سے عدم واقفیت:

احباش ایک باطل حدیث کو بنیاد بنا کر رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے توسل کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کے لفظ یہ ہیں کہ اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوْهُ بِجَاهِیْ ''جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو میرے مقام و مرتبہ کے توسل سے کرو۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا مقام اور مرتبہ بہت زیادہ ہے، یہ حدیث باطل اور من گھڑت ہے اگر یہ حدیث صحابہ کرام کو معلوم تھی تو پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس حکم کے خلاف کیا ہے اور جو لوگ عمر فاروق کے اس فعل پر کہ انہوں نے

[1] الاسراء: ٢٧۔ [2] فتح الباری: ١٣/٤١٠۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آپ کی ذات کا توسل ترک کر کے عباس رضی اللہ عنہما کی دعا کا توسل اختیار کیا۔ راضی ہوئے اور خاموش رہے تو انہوں نے بھی اس حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا صحابہ کرام اس حدیث سے لاعلم تھے۔ یا پھر جان بوجھ کر انہوں نے اس حدیث پر عمل ترک کر دیا؟ کیا وہ آپ کے مقام ومرتبہ اور آپ کے ذریعے توسل کو نہیں جانتے تھے؟

کیا صحابہ کرام موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام ومرتبہ سے واقف نہ تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ ❶ ''اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔'' کیا وہ عیسیٰ علیہ السلام کے مقام ومرتبہ کو نہیں پہچانتے تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ❷ ''دنیا اور آخرت میں بہت مرتبے والا۔'' انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان انبیاء کے مقام ومرتبہ کے توسل سے کیوں سوال نہ کیا؟

احباش ایک ضعیف ترین روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عباس رضی اللہ عنہ کا والد کی طرح احترام کیا کرتے تھے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو اور ان (عباس رضی اللہ عنہ کو) اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑو۔'' ❸

یہ روایت ضعیف ترین ہے اس کی سند میں داؤد بن عطاء المدنی ہے جو کہ ضعیف راوی ہے۔ ❹

امام ذہبی (۳/۳۳۴) نے حاکم کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ اس میں داؤد متروک راوی ہے۔

سوال یہ ہے کہ تم لوگ اس مقام پر امام ذہبی کی بات کیوں تسلیم نہیں کرتے ہو جیسا کہ تم ابو اسحاق السبیعی کے بارے میں ان کی بات کو تسلیم کرتے ہو؟

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند میں تین علتیں بیان کی ہیں: (۱) داؤد بن عطاء، (۲) ساعدہ بن عبید اللہ المزنی مجہول الحال ہے، (۳) اس کی سند میں اضطراب ہے۔

بالفرض اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو عباس رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مقام ومرتبہ مسلم ہے۔ دونوں روایات میں ان کا مقام ومرتبہ اور ان کی دعا کا توسل ہی ثابت ہوتا ہے۔

تمہاری کوئی بھی ایسی کوشش جس سے تم یہ ثابت کرو کہ یہ توسل عباس رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ یا آپ کی قرابت داری کی بنیاد پر ہے اور ان کی دعا کے ذریعے سے نہیں ہے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ اور فعل صحابہ پر سیدھا طعن ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ عباس رضی اللہ عنہ کا توسل فقط ان کے مقام ومرتبہ کی وجہ سے تھا تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا یہ جائز ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ سے تو صحابہ کرام نے توسل اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ سے توسل ترک کر دیا، یہ مقام ومرتبہ آپ کی وفات سے زائل تو نہیں ہوا وہ تو اسی طرح قائم ودائم ہے؟ نتیجہ یہی نکلے گا کہ توسل

❶ الاحزاب: ٦٩۔ ❷ آل عمران: ٤٥۔
❸ فتح الباري: ٢/٤٩٧۔ ❹ تقریب للحافظ: ١٨٠١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کی ذات سے نہیں بلکہ کسی اور چیز سے تھا جو آپ کی وفات کی وجہ سے زائل ہو گئی اور وہ دعا ہے، اسی لیے صحابہ کرام عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے ان سے کہا:

''اے عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جائیے اور ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے۔''

بالفرض عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا توسل عباس رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کی بنیاد پر تھا کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی تھے تو پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید بن اسود سے توسل کیسا تھا جو کہ تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں تھا؟ [1]

اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی طعن کر کے جان چھڑانے کی کوشش کرو تو بتاؤ تمام صحابہ کرام کی رضامندی اور ان کے اس فعل کا جواب تمہارے پاس کیا ہے؟

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

احباش کا یہ کہنا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نابینا والی حدیث نہیں پہنچی تھی اگر پہنچی ہوتی تو وہ اس پر ضرور عمل کرتے۔ ہم کہتے ہیں تمہارا یہ شبہ باطل ہے کیونکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں تھا اور صحابہ کرام نے خود اس عمل کو کئی بار دہرایا کیونکہ انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں (کانوا) کے لفظ استمرار (تسلسل) پر دلیل ہیں۔ [2] یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام مہاجر صحابہ کرام اور تمام انصار صحابہ پر جھوٹ اور بہتان ہے اور ان کی طرف جہالت منسوب کرنے کا واضح جھوٹ ہے یا پھر اس پر ان کے سکوت کا بہتان ہے۔

شبہ: پہلے بھی یہ ذکر ہو چکا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل پکڑتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل ان کی قبر کے پاس اختیار کیا جائے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝64﴾ [3]

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے اور اگر واقعی یہ لوگ، جب انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا تو اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان پاتے۔''

اس میں یہ سلف صالحین کے فہم کی قطعی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں اس آیت کریمہ میں مذکور (حاضری) کا حکم آپ کی حیات مبارکہ کے ساتھ خاص ہے، اگر آپ کی وفات کے بعد مراد لیا جائے تو پھر صحابہ کرام اور سلف صالحین

---

1. طبقات ابن سعد: ٧/٤٤٤۔ ابوزرعہ نے تاریخ دمشق (١/٦٠٣) میں ذکر کیا۔ اس کی سند کے تمام راوی کبار ثقہ ہیں اور یہ صحیح ترین سند ہے۔
2. یہ لفظ استمرار (تسلسل) پر دلیل ہیں جس سے ان احباش کا قاعدہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ کہ مفضول کی بجائے فاضل سے توسل ہے۔
3. النساء: ٦٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر یہ الزام آتا ہے کہ وہ اس حق سے لاعلم رہے جس کو بعد میں آنے والوں نے پہچان لیا ہے یا پھر وہ اس سے آگاہ تو تھے مگر جان بوجھ کر امت سے چھپا لیا ہے۔

اگر ان کا بیان کردہ مفہوم مراد لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت بیان کی ہے جو اس (حاضری) سے پیچھے رہتے ہیں اور ان کو منافق شمار کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ ان کی بخشش ہرگز نہ ہوگی۔

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝﴾ ❶

''اور جب ان سے کہا جائے آؤ اللہ کا رسول تمھارے لیے بخشش کی دعا کرے تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ منہ پھیر لیں گے، اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔ ان پر برابر ہے کہ تو ان کے لیے بخشش کی دعا کرے، یا ان کے لیے بخشش کی دعا نہ کرے، اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

❀...... کسی ایک بھی صحابی سے ثابت نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر آیا ہو اور آپ سے استغفار کا سوال کیا ہو۔ اگر ان احباش کا بیان کردہ مطلب مراد لیں تو پھر صحابہ کرام بھی ان منافقین اور متکبرین میں شمار ہوں گے اور یہ کہ اس آیت کے مطابق ان کو اللہ تعالیٰ معاف بھی نہیں کرے گا کیونکہ انہوں نے اس آیت کریمہ پر عمل نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے تو آپ کی وفات کے بعد آپ کا توسل ترک کر دیا تھا اور آپ کے علاوہ کسی اور کا توسل اختیار کیا تھا۔

❀...... پھر یہ کہ امت محمد ﷺ کے ہر گناہگار کا قبر پر آنا ممکن نہیں ہے یہ کسی پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالنے والی بات ہے کیونکہ یہ ناممکن ہے جو بھی گناہ کرے تو آپ کی قبر پر حاضری دے۔

اس مفہوم سے حج اور عمرہ کی اہمیت کو ختم کیا جا رہا ہے یعنی جو گناہ کرے وہ حج یا عمرہ پر جانے کی بجائے قبر پر آئے اور استغفار طلب کرے تو گویا لوگوں کا حج مکہ کی بجائے آپ کی قبر پر ہوگا۔ جس نے قبر کی زیارت کر لی تو کیا وہ گناہوں سے ایسے پاک لوٹے گا جیسے آج اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے؟ ان لوگوں سے سوال ہے جب تمہارے دعویٰ کے مطابق آیت کریمہ اس بات پر دلیل ہے کہ جب انسان سے گناہ ہو جائے تو وہ آپ کی قبر پر آئے اور آپ سے اپنے لیے استغفار طلب کرنے کی درخواست کرے اور اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے تو پھر تم لوگ حج اور عمرہ کس لیے کرتے ہو؟ گناہگاروں کا حج تو پھر آپ کی قبر ہوئی کہ جو آیا گناہوں سے ایسے پاک لوٹا جیسے آج اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔

❶ المنافقون: ٦-٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀......اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ قبر کو عیدگاہ بنالیا جائے گا بلکہ یہ تو گناہگاروں کی سب سے بڑی عید ہوگی یہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہوگا کیونکہ آپ نے اپنی قبر کو مقام عید بنانے سے منع کیا ہے۔

یہ آیت کریمہ نبی ﷺ کی زندگی کے ساتھ خاص ہے یہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر طاغوت کی طرف رجوع کیا تھا۔ وہ ان سے اپنے فیصلے کروانا چاہتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حق کو پامال کر ڈالا تھا۔ یہ ایک شرعی حق تھا یہ ایسا گناہ تھا جس کا ازالہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے بغیر ناممکن تھا۔ ضروری تھا کہ اپنے فیصلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے جائیں اور آپ کو حکم تسلیم کیا جائے۔ واضح رہے کہ یہ آیت کریمہ منافقوں کے لیے اتری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝۵﴾ [1]

''اور جب ان سے کہا جائے آؤ اللہ کا رسول تمھارے لیے بخشش کی دعا کرے تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ منہ پھیر لیں گے، اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔''

شبہ......اعتبار عمومِ لفظ کا ہے:

یہ لوگ دعویٰ کر رہے ہیں کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے خاص سبب کا نہیں۔

تو ہمارا سوال یہ ہے کہ بتاؤ کیا صحابہ کرام اس عموم میں شامل نہیں؟ اگر تمہارا جواب ہاں میں ہو تو بتاؤ جو دعویٰ تم کر رہے ہو اس کے تقاضے کے مطابق کس نے عمل کیا؟ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ ترک کر دیا تھا جیسا کہ بخاری میں ہے اور ان میں سے کوئی بھی آپ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی قبر پر استغفار کرنے یا استغاثہ کی غرض سے نہیں آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عموم آپ کی وفات سے ختم ہو گیا۔ اگر یہاں اعتبار عموم لفظ کا ہو تو وہ آپ کی وفات کے بعد آپ کا توسل اور آپ سے استغاثہ کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے۔

اگر یہ آیت کریمہ عام ہے تو پھر لازم آتا ہے کہ خیر القرون میں یہ عمل معطل رہا اور وہ لوگ اس حکم سے ناواقف رہے حتیٰ کہ متاخرین دنیا میں آباد ہوئے اور اس مفہوم سے آگاہی حاصل کی اور پھر عمل شروع کر دیا۔ کیا صحابہ کرام اس سے جاہل رہے اور بعد میں آنے والوں کو اس کا علم ہو گیا؟

توسل بالذات مشرکین کی خصلت ہے:

ذوات (شخصیات) سے توسل کا عقیدہ مشرکوں کا ہے جو اپنے صالحین اور اولیاء کے لیے یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ

[1] المنافقون: ۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی اور ان کے لیے وسیلہ ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝﴾ ❶

''خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔''

جیسا کہ ود، سواع، یعوق، یغوث اور نسر وغیرہ۔ اس کی مثال ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں فرمایا:

﴿ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝﴾ ❷

''اور انھوں نے کہا تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ کبھی ودّ کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔''

یہ اسماء نوح علیہ السلام کی قوم کے صالحین کے ہیں جب یہ اولیاء فوت ہو گئے تو ان لوگوں نے ان کی مورتیاں، تصاویر اور ماڈل بنا لیے۔ ❸

اس بات کا اعتراف خود احباش بھی کر چکے ہیں۔

ابن جریر نے موسیٰ بن محمد بن قیس کے واسطہ سے ذکر کیا ہے کہ یغوث، یعوق اور نسر بنی آدم کے نیک اور صالح لوگ تھے، لوگوں کی ایک کثیر تعداد ان کی پیروی کرتی تھی۔ جب یہ لوگ فوت ہو گئے تو ان کے پیروکاروں نے کہا۔ اگر ہم ان کی مورتیاں اور تصاویر بنا لیں تو یہ عبادت میں توجہ اور شوق کا باعث ہو گا لہٰذا ان لوگوں نے ان کی مورتیاں بنا لیں۔ جب یہ نسل دنیا سے چلی گئی تو بعد میں آنے والوں کو ابلیس نے دھوکہ دیا انہوں نے کہا ہمارے آباء واجداد تو ان کی پوجا کرتے تھے اور ان کے ذریعے ان پر بارش برسائی جاتی تھی لہٰذا ان لوگوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔ ❹

جن مشرکوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگیں کی یہ وہی لوگ تھے جو بتوں کی پوجا کرتے تھے مگر اس کی صورت یہ تھی کہ انہوں نے نیک لوگوں کی تصاویر اور مورتیاں بنا رکھی تھیں جن میں ود، سواع، یغوث کے پجاری بھی تھے اور وہ ان کے ذریعے بارش طلب کیا کرتے تھے۔

---

❶ الزمر: ٣۔ ❷ نوح: ٢٣۔
❸ بخاری: ٤٩٢٠۔ ❹ تفسیر طبری، ج ١٢، ٢٩/٦٢۔ بخاری: ٤٩٢٠۔ تفسیر سورۃ نوح۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صالحین کی قبور بت پرستوں کی اولین عبادت گاہ:

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا: نیک لوگوں کا قصہ قوم نوح کی بت پرستی کا سبب اول ہے پھر بعد میں آنے والے اس پر چلتے رہے۔ ❶ انہوں نے مزید کہا: کہ یہ لوگ سواع وغیرہ کی دعاؤں سے تبرک لیتے تھے جب ان میں سے کوئی صالح انسان فوت ہو جاتا تو وہ اس کی مورتیاں اور تصاویر بنا لیتے۔ یہ ان تصاویر اور مورتیوں کو ہاتھ لگا کر تبرک حاصل کرتے تھے لیکن شیطان نے ان کو بتدریج صالحین کی عبادت پر لگا دیا۔ ❷

قرطبی کہتے ہیں: وہ ایسا اس لیے کرتے تھے کہ ان تصاویر اور مورتیوں سے مانوس اور صالحین کے احوال سے مطلع ہوسکیں۔ یہ لوگ ان کی قبور کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں، طویل عرصہ تک معاملہ ایسے ہی چلتا رہا۔ پھر بعد میں کچھ ایسے ناخلف پیدا ہوئے جو اپنے آباء واجداد کے اصل مقاصد سے ہٹ گئے۔ ان کو شیطان نے وسوسے میں ڈالا کہ تمہارے آباء واجداد ان کی پوجا کیا کرتے تھے لہٰذا انہوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔ رسول کریم ﷺ نے ایسے طرز عمل سے ڈرایا اور ایسے تمام دروازوں کو بند کیا ہے جو اس فعل تک پہنچنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب نازل ہو جنہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' ❸

رازی اشعری کا قبر پرستوں کے متعلق موقف:

رازی کا یہ خیال ہے کہ مشرکین نے اپنے انبیاء، صالحین اور اکابر کی شکلوں کی مورتیاں پتھر اور لکڑی سے تیار کیں اور یہ دعویٰ کیا کہ اگر ان مورتیوں اور بتوں کی پوجا کی جائے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے۔ ❹

مشروع توسل، ظنی توسل کے مقابلے میں کافی ہے:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مشروع توسل کو جائز قرار دیا ہے جو ہمیں غیر مشروع اور ظنی توسل کے مقابلے میں کافی ہے۔ ان لوگوں کے بیان کردہ توسل کی کوئی صحیح دلیل ثابت نہیں۔ یہ ضعیف اور موضوع روایات سے استدلال کرتے ہیں لہٰذا ہمیں ایسے توسل پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حکمت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ جو توسل صحیح احادیث اور قرآنی آیات کی بنا پر مشروع ہے ہم اس کو اختیار کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر مشروع وسیلے کے جھگڑے میں پڑ کر کتاب وسنت سے ثابت شدہ توسل کو ہم ترک کر دیں۔ ثابت شدہ توسل مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا توسل، اپنے نیک اعمال اور ایمان کا توسل، بقید حیات صالح انسان کی دعا کا توسل۔

---

❶ آج تک یہی ہو رہا ہے۔

❷ فتح الباری: ٨/٦٦٨، ٦٦٩۔

❸ تفسیر القرطبی، سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ٤۔

❹ التفسیر الکبیر: ١٧/٥٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث: نابینا کا رسول اللہ ﷺ سے توسل:

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نے نبی ﷺ کا توسل اختیار کیا۔ اس نے کہا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ.

''اے اللہ میں تیری طرف نبی ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں۔''

پھر انہوں نے اس حدیث پر ایک شبہ ذکر کرتے ہوئے کہا۔ اگر یہ توسل فقط دعا کے ذریعے ہوتا تو وہ نابینا یہ نہ کہتا **اَسْاَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِنَبِيِّكَ** بلکہ وہ کہتا **اَسْاَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِدُعَاءِ نَبِيِّكَ** توتم حدیث میں لفظ دعا کیوں داخل کرنا چاہتے ہو جو کہ اس میں نہیں ہے۔

جواب: جب صحابہ کرام سے آپ کی دعا کا توسل آپ کی زندگی میں تو ثابت ہے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کا توسل ترک کر کے آپ کے علاوہ دوسروں سے دعا کرانے کے توسل کا ثبوت موجود ہے تو پھر اہل عقل و دانش کے لیے تو یہ بات ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ صحابہ کرام کے ہاں توسل اور شفاعت طلب کرنے کا مفہوم دعا کے ساتھ خاص تھا ذات کے ساتھ نہیں تھا نہ ہی کسی کے مقام و مرتبہ سے توسل کا تصور ان کے ہاں موجود تھا۔ اگر کسی کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود ہے تو وہ پیش کرے۔

❀ ...... نبی کریم ﷺ نے ہی ہم کو یہ اضافہ سکھلایا جو تم کو غلط محسوس ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد کمزور افراد کی وجہ سے کرے گا، ان کی دعاؤں، ان کی نماز اور اخلاص کی وجہ سے۔'' [1]

آپ نے ہی ہمیں سکھلایا ہے کہ اصل مطلوب و مقصود دعا ہے۔ آپ نے خود ہی اس نابینا صحابی سے فرمایا تھا: ''اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے دعا کروں۔'' تو اس آدمی نے کہا: دعا کیجیے۔ لیکن ذات کے ذریعے توسل کو جائز قرار دینے پر ضد کرنے والے علم حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں۔

نابینا صحابی کا رسول کریم ﷺ کی دعا کے ذریعے توسل یہ مشروع امر ہے اور اس کے دلائل کثرت کے ساتھ موجود ہیں مگر نابینا کے قصے میں بھی چند چیزوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں اہم ترین فوائد موجود ہیں:

❀ ...... نابینا شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اسی لیے حاضر ہوا تھا کہ وہ آپ سے دعا کی درخواست کر سکے اگر توسل بالذات مشروع ہوتا تو اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں تھی جیسا کہ دوسری شخصیات سے توسل کرنے والوں کو ان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر توسل بالذات ہوتا تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر کہتا **اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ بِنَبِيِّكَ** وہ اسی لیے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ سے دعا کی درخواست کرے۔

❀ ...... نبی کریم ﷺ نے اس سے دعا کا وعدہ کیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تو چاہتا ہے تو میں تیرے لیے دعا کرتا

[1] بخاری: ۲۸۹۶۔ کچھ الفاظ نسائی میں ہیں: ۶/۴۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوں تو اس نے بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کیا میرے لیے ضرور دعا کیجیے۔ یہ نابینا شخص کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دعا کا وعدہ تھا۔ آپ نے دعا کا معاملہ اس کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا۔ نابینا شخص نے آپ کی دعا کو ہی اختیار کیا اور کہا: ''بلکہ آپ دعا فرما دیجیے۔'' یہ رسول اللہ ﷺ کی اس کے لیے دعا تھی۔ اس بات کی تاکید خود نابینا صحابی کے قول سے بھی ہوتی ہے جو اس کی دعا میں موجود ہے اور یہ دعا خود نبی کریم ﷺ نے اس کو سکھلائی تھی۔ اس میں ہے اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ ''اے اللہ رسول اللہ ﷺ کی سفارش میرے حق میں قبول کر لیجیے۔'' اور شفاعت کے معنی دعا کے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ لسان العرب میں ہے: شفاعت درحقیقت سفارش کرنے والے کا وہ کلام ہے جو وہ بادشاہ کے سامنے کسی دوسرے کی حاجت پوری کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ شَافِعٌ ''شفاعت کرنے والا'' وہ کسی دوسرے کے لیے طلب کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کے لیے فلاں کے ہاں سفارش کی۔ اس ساری تفصیل سے پتا چلتا ہے کہ یہ تمام معاملہ دعاؤں کے اردگرد گھومتا ہے ذات کے اردگرد نہیں۔ نبی ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقرب کئی وسائل کے ذریعے تلاش کرے۔ ان میں سے ایک نیک اعمال سے توسل ہے، اور وہ اس طرح کہ اچھی طرح وضو کرنا، دو رکعت ادا کرنا، دعا کرنا اور دعا میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول کر لے۔ یہ اس کے قول وَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ یعنی اے اللہ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا میرے حق میں قبول فرما لے۔ یہ عبارت حبشی اور اس کے پیروکاروں کو ہرگز سمجھ نہیں آتی ہے بلکہ وہ اسے سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے کیونکہ اس سے ان کا بنایا ہوا ریت کا گھروندہ دھڑام سے زمین بوس ہو جاتا ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ توسل کی یہ قسم رسول اللہ ﷺ کی دعا اور عمل صالح کی بنیاد پر تھی نہ کہ ذات اور شخصیات پر مشتمل تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نابینا کے لیے ان لوگوں کے ہاں معروف ہے مگر نابینا کی شفاعت رسول اللہ ﷺ کے لیے کا کیا مطلب ہے جس میں اس نے کہا وَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ؟ یہ یاد رکھیں کہ لغت میں شفاعت کا مطلب دعا بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے اے اللہ میری یہ دعا قبول فرما کہ رسول اللہ ﷺ کی میرے حق میں دعا اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ یہ کہے اَللّٰھُمَّ اَقْبِلْ شَفَاعَتَهٗ فِيَّ (اے اللہ! میرے بارے میں آپ کی سفارش قبول فرما) کیونکہ یہ مذہب باطل ہے کوئی آدمی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی قبر میں سے دعا کی ہے۔

لغت اور شرع دونوں اس کی صحت پر گواہ ہیں لیکن ہمارے پاس ان لوگوں کا کوئی علاج نہیں ہے جو لغت اور شرع دونوں کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔

ان دو احادیث پر غور کیجیے! انس رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''جس مسلمان کے جنازے میں ایک سو لوگ شریک ہوں اور اس کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) شفاعت طلب کریں تو ان کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ لفظ ہیں: ''اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے جنازے میں چالیس ایسے آدمی شریک ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش میت کے لیے قبول کر لیتا ہے۔'' شفاعت قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے۔

❀......بعض محدثین نے جیسا کہ امام بیہقی وغیرہ نے اس واقعہ کو رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے شمار کیا ہے۔ اس کے معجزہ ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ ہم نے آج تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے لوگوں میں ایسا کوئی واقعہ نہیں سنا ہے اس معجزہ کا راز درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے۔

❀......صحابہ کرام میں بعض کو رسول اللہ ﷺ کے بعد بینائی ختم ہونے کا مرض لاحق ہوا جیسا کہ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم لیکن ان میں سے کسی نے بھی یہ دعا نہیں کی ہے بلکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا توسل ترک کر کے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا تھا اور اس کی بنیادی وجہ آپ کی دعا کا مقصود ہونا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام ومرتبہ آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد ہر حال میں مسلم ہے۔

❀......توسل کے بارے میں صحابہ کرام کا فہم یہی ہے۔ انہوں نے اجتماعی طور پر آپ کی ذات کا توسل ترک کیا جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قصے میں موجود ہے کہ قحط کی مصیبت میں انہوں نے آپ کا توسل ترک کر کے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا۔

❀......تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ کی وفات کے بعد آپ کا توسل ترک کرنا صحیح ترین سند کے ساتھ ثابت ہے جبکہ ان لوگوں کا بیان کردہ توسل ایک فرد کا فعل ہے اور وہ بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔

❀......میں نے جتنے بھی معانی اور تفصیل ذکر کی ہے سب اس شخص کے لیے شفاعت پر دلیل ہے اور اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی نابینا شخص کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بیماری کو دور فرمائے اور توسل کی یہ قسم ہرگز ممنوع نہیں ہے اس امر کی غایت یہ ہے کہ یہ توسل بغیر دعا کے ہے بلکہ یہ ندا (پکار) ہے۔ دعا ندا سے خاص ہے کیونکہ ندا سوال کو شامل عبادت ہے جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی قادر نہیں ہے۔ ذوات سے سوال ممنوع ہے مطلق طور پر نہیں بلکہ ان معانی میں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں البتہ ان کی دعاؤں کو وسیلہ بنانا ممنوع نہیں ہے۔ جب کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ یہ لوگ اپنی ذات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں اور ان سے شفاعت کا مطالبہ کرے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے تو یہ عین وہی عقیدہ ہے جس پر قبل از اسلام مشرکین مکہ قائم تھے۔ [1]

❀......نابینا صحابی کا یہ قول: يَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلٰى رَبِّيْ کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کی دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور دعا وہ کہ جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جب آپ نے فرمایا تھا

[1] جلاء العینین: ۴۵۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِذَاشِئْتَ دَعَوْتُ لَكَ ''اگر تو چاہے تو میں تیرے حق میں دعا کر دیتا ہوں۔'' اس آدمی نے یہی کہا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے دعا کی درخواست کی۔

❀...... وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنانا چاہتا تھا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے کہ وہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گویا کہ وہ اس گواہی کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے سوال سے پہلے پیش کرنا چاہتا تھا۔ اس کی کئی مثالیں ہمیں مل سکتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [1]

''جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

اسی طرح غار میں پھنس جانے والوں نے بھی اپنے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے تھے۔

❀...... رسول کریم ﷺ کی خدمت میں نابینا صحابی کا حاضر ہونا حکایت حال ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اس نے ان اہل بدعت والا طرز عمل اختیار نہیں کیا کہ آپ کو آپ کی غیر موجودگی میں آواز دیتا اور پکارتا جیسا کہ آج یہ لوگ کر رہے ہیں۔

یہ لوگ لفظ اِئتِ الْمِيْضَاۃَ سے گویا یہ مطلب لے رہے ہیں کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ حالانکہ سیاق روایت سے پتا چل رہا ہے کہ یہ جگہ رسول کریم ﷺ کے قریب ہی تھی۔ اس حدیث میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ نابینا کسی اور جگہ پر گیا تھا اور اس نے نماز پڑھی اور پھر دعا کی تھی۔

بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ کسی اور جگہ چلا گیا تھا اور دور سے کلام کیا تھا تو پھر بھی خطاب عہد ذہنی اور عہد قلبی (ذہن و دماغ میں خیال ہونا) کی بنا پر تھا اسے دور سے استغاثہ کہنا جائز نہیں ہے اس کی مثال نماز کے دوران سلام کا صیغہ ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ یا جیسے آج ہم اپنے گھر میں بیٹھ کر کہتے ہیں بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔''

اور جیسا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی وفات پر کہا: وَا اَبَتَاهْ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهْ ''اے ابا جان! جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلایا تو آپ نے لبیک کہا۔'' اور اس کی دلیل مذکورہ دعا کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ ''اے اللہ ان کی دعا میرے حق میں قبول فرما۔''

البتہ وہ حاضری جو احباش مراد لے رہے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد آپ کی قبر کی طرف متوجہ ہونا۔ جیسا کہ محمد بن حسن الصیادی الرفاعی نے کہا: جس کو کوئی پریشانی یا مصیبت آن پہنچے تو وہ رفاعی کی قبر پر آئے اور تین

[1] آل عمران: ١٦۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قدم آگے چل کر اس سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔ ❶ تو یہ عیسائیوں کی سنت اور ان کا طریقہ کار ہے۔

ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی سنت تو یہ ہے کہ آپ دعا کے وقت قبلہ رخ ہوتے اور اللہ وحدہ لاشریک سے دعا کرتے اور آپ نماز کی دعائے استفتاح میں یہ فرمایا کرتے تھے:

((اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.))

دعا میں فقط اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ملتِ ابراہیمی اور دینِ حنیف ہے اور اے احباش تم جو لوگوں کو دعاؤں میں فوت شدگان کی قبروں، درگاہوں اور مزارات کی طرف بلا رہے ہو یہ ملتِ شرک ہے، مشرکین کا دین ہے۔

نابینا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی طرف متوجہ ہوا یہی حق ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں اس لیے اس نے دعا کے آخر میں کہا: اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ''اے اللہ میرے حق میں آپ کی دعا قبول فرما۔

یہ نابینا شخص اپنے کیے ہوئے فعل کی حکایت بیان کر رہا ہے اور اس کے کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہو رہا کہ اَلْمَدَدْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یا شَيْءٌ لِلّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہنا جائز ہے۔

مالکی کا کہنا ہے: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو تمام مخلوق میں خاص کر دیا ایسے رتبے کے ساتھ جو انتہائی بلند ہے۔
مجھے جو بلا پہنچی ہے اس کو ختم کرنے میں جلدی کیجیے اگر تو نے میری مصیبت ختم نہ کی تو اور کون کرے گا؟

اس پر دلیل یہ کہ ہم دیکھیں کہ اس نابینا نے لفظ یَا مُحَمَّدُ کے بعد کیا کہا ہے؟ کیا یہ کہا تھا اَغِثْنِیْ میری مدد کیجیے۔ یا یہ کہا تھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری بصارت لوٹا دیجیے۔

جواب یہی ہے کہ اس نے کہا یَا مُحَمَّدُ مگر اس کے بعد اس نے آپ سے کچھ نہ مانگا مگر تم کہتے ہو یَا مُحَمَّدُ اور اس کے بعد کہتے ہو ہماری مدد کرو۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر مہربانی فرما، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر نظر کرم فرما۔ اگر تو نابینا شخص نے یَا مُحَمَّدُ کہنے کے بعد یہ کہا: میری مدد فرمائیے۔ میری بصارت لوٹا دیجیے پھر تو تمہاری حجت قائم ہوگئی اور تم سچے ہو اور اگر ایسا نہیں کہا تو پھر دلیل تمہارے خلاف قائم ہوگئی۔ اس صورت میں یہ حدیث جو تم نے پیش کی تمہارے خلاف ہی دلیل ہے۔

غائب شخص سے کیا جانے والا ہر خطاب استغاثہ کے لیے نہیں ہوتا اگر ایسا ہے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ''اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ ہی نقصان پہنچا سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔'' ❷

❶ قلادة الجواهر: ٤٣٤، ٢٣٩۔ ❷ بخاری: ١٥٩٧۔ مسلم: ١٢٧٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک نابینا صوفی، حدیث نابینا سے دلیل لیتا ہے:

یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ صوفیاء کے ایک بہت بڑے شیخ جو کہ نابینا صوفی اور نقشبندی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں نے نابینا شخص کی حدیث کو میرے خلاف بطور حجت پیش کیا تو میں نے اسے کہا: کیا آپ نابینا نہیں ہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ میں نے کہا کیا آپ نے اس طرح کی دعا کی ہے۔ اس نے کہا میں نے دعا تو کی لیکن قبول نہیں ہوئی کیونکہ میرا ایمان کمزور ہے، میں نے کہا: سبب یہ نہیں ہے جو تم ذکر کر رہے ہو بلکہ اصل سبب سے تم جان بوجھ کر پہلو تہی کر رہے ہو اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی دعا جس کا حصول آپ کی وفات کے بعد کسی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس دعا کے بارے میں آپ نے نابینا صحابی کو اختیار دیا تھا جبکہ آپ بقید حیات تھے کہ وہ اس کے لیے دعا کریں یا پھر وہ صبر کرے اور اس کے بدلے جنت ہے۔ لیکن تمہارے لیے ایسا اختیار کیسے ممکن ہے؟

ایک قصہ جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان نہیں ہے:

ان لوگوں نے طبرانی کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا جو انہوں نے اپنی معجم میں ذکر کی ہے کہ عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک آدمی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بار بار آیا مگر وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے تھے اور نہ ہی اس کی ضرورت کا کوئی خیال کرتے تھے۔ [1] اس شخص کی ملاقات عثمان بن حنیف سے ہوئی اور اس نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے رویے کی شکایت کی تو انہوں نے کہا: المیضأة (وضو خانہ) پہ آؤ، وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو پھر کہو: ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّنَا نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ لِتُقْضٰی لِیْ.)) ''اے اللہ میں اپنے نبی جو کہ نبی الرحمۃ ہیں کے واسطہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد ﷺ میں آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری کی جائے۔ پھر چلو اور میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ عثمان بن حنیف نے جو کہا اس بندے نے ایسا ہی کیا پھر وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا، ان کے چوکیدار نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو عثمان بن عفان کے پاس لے جا کر بٹھا دیا۔ انہوں نے پوچھا: تیری حاجت کیا ہے؟ پھر انہوں نے اس کی ضرورت پوری کی اور فرمایا جب بھی تجھے کوئی حاجت ہو تو فوراً میرے پاس آؤ۔ یہ آدمی وہاں سے نکلا اور سیدھا عثمان بن حنیف کے پاس آیا اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے عثمان بن عفان تو میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی میری ضرورت پوری کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے بات کی۔ عثمان بن حنیف نے اس سے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تو ان سے کوئی بات نہیں کی ہے لیکن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی بینائی چلے جانے کی آپ سے شکایت کی تو اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''المیضاۃ (وضو خانہ) میں آؤ، وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو

[1] دیکھیے اس روایت میں کس طرح عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی توہین کی جارہی ہے اس طرح کی روایات سے روافض کو اعتراض کا موقع ملتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ دعا کرو۔'' طبرانی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ حبشی کا کلام ختم ہوا۔ [1]

میں کہتا ہوں کیا تم لوگوں کو حدیث اور اثر کے درمیان فرق کا علم نہیں ہے طبرانی حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں اس اثر کو نہیں۔

اس خودساختہ قصے کا جواب:

حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں جیسا کہ طبرانی نے کہا مگر احباش نے حیلہ سازی کرتے ہوئے طبرانی کے اس کلام کو ''الحدیث صحیح'' حدیث اور قصہ دونوں پر لاگو کر دیا۔ وہ قصہ جو اس کے بعد موجود ہے۔ حالانکہ طبرانی نے فقط حدیث کو صحیح کہا ہے اور قصہ کو صحیح نہیں کہا کیونکہ اس قصے کی سند ضعیف ہے اور یہ قصہ حدیث کے بعض طرق کے ساتھ بیان ہوا ہے سب کے ساتھ نہیں یہ احباش کی ایسی حیلہ سازی ہے جس کا اندازہ عام لوگ نہیں کر سکتے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس آدمی کا پیش آنے والا واقعہ صحیح سند سے مروی نہیں ہے بلکہ اس کی سند ضعیف ہے طبرانی نے اس قصے کو صحیح نہیں کہا ہے۔ انہوں نے معجم الصغیر (۱/ ۱۸۴) میں کہا: اس قصے کو روح بن قاسم سے فقط شبیب بن سعید مکی نے نقل کیا ہے اور وہ ثقہ ہے۔ یہ وہی ہے کہ اس سے اس کا بیٹا احمد بن شبیب یونس بن یزید ایلی کے واسطہ سے نقل کر رہا ہے اور یہ حدیث شعبہ نے ابوجعفر الخطمی سے نقل کی ہے، اس کا نام عمیر بن یزید ہے اور وہ ثقہ ہے۔ اس میں عثمان بن عمرو بن فارس شعبہ سے بیان کرنے میں متفرد ہے۔ جبکہ حدیث صحیح ہے۔

طبرانی کا یہ قول و لم یروہ ثبوت ہے کہ یہ قصہ صحیح نہیں ہے۔ اس میں تفرد واقع ہوا ہے اور یہی حق ہے۔ اس کی سند کی علت عبداللہ بن وہب عن شبیب بن سعید ہے۔ یہ تمام اہل حدیث کے نزدیک منکر ہے جیسا کہ ابن عدی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا ابن وہب ان سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ [2]

اس سے ابن وہب منکر روایات بیان کرتا ہے۔ حافظ نے تقریب (۲۷۳۹) میں یہی بات کہی ہے۔ شبیب کے حالات میں کہا: اس کے بیٹے کی روایات جو وہ اس سے نقل کرتا ہے میں کوئی حرج نہیں نہ کہ ابن وہب کی روایات، حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمہ (ص ۴۰۹) میں کہا: امام بخاری نے اس کے بیٹے کی یونس سے روایات تو نقل کی ہیں مگر یونس سے اور اس کے بیٹے کی اس سے روایت نقل نہیں کی ہیں۔

ابن عدی نے کہا: شاید کہ جب شبیب تجارت کے لیے مصر آئے تو ابن وہب نے ان سے حفظ کی ہوئی روایات لکھیں تو ان کو وہم ہو گیا اور غلطی کا شکار ہو گئے اگرچہ مجھے یہی امید ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ [3]

---

[1] الدلیل القویم: ۱۷۳، ۱۷٤۔

[2] الکامل فی الضعفاء الرجال: ٤/ ۳۰۔ مقدمة الفتح: ٤۰۹۔ میزان الاعتدال: ۲/۲٦۲۔

[3] ابن عدی کا کلام ذہبی نے میزان (۲/ ۲۶۲) میں نقل کیا ہے اس میں غلطی ہوئی ہے۔ شاید کہ شبیب نے جب اپنے حفظ سے روایات بیان کیں تو ان سے غلطی ہوئی جبکہ غلط اور وہم سے مراد ابن وہب راوی کا ہے جیسا کہ ابن عدی کے کلام سے واضح ہے۔ (الکامل: ۴/ ۳۱)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس کے منکر ہونے کی مزید تاکید ابن وہب کا شبیب سے تفرد ہے کیونکہ احمد بن شبیب (جو کہ اپنے باپ سے روایت کرنے میں خاص ہے) نے یہ روایت اس قصے کے اضافے کے بغیر نقل کی ہے جیسا کہ حاکم کے ہاں مستدرک میں بھی ایسے ہی ہے۔ المستدرک (۱/۵۲۶) ابن سنی کے ہاں عمل الیوم و اللیلۃ (۱۷۰) میں احمد بن شبیب بن سعید کے واسطے سے ہے۔ اس کی سند یوں ہے: میرے باپ نے ہمیں روح بن قاسم سے وہ ابوجعفر المدنی سے جو کہ الخطمی ہیں وہ ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے وہ اپنے چچا عثمان بن حنیف سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا......۔

یہ روایت صحیح ترین سند سے ہے کیونکہ یہ احمد بن شبیب کی اپنے باپ سے مروی سند ہے، حافظ ابن حجر کا قول التقریب کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے۔ [1]

پھر اس کی سند میں طاہر بن عیسیٰ ،طبرانی کے شیخ ہیں ان کی عدالت معروف نہیں ہے ذہبی نے ان کو ذکر تو کیا مگر ان کی کوئی جرح اور تعدیل ذکر نہیں کی تو وہ مجہول الحال ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

ان لوگوں نے ابن خیثمہ کی تاریخ میں بیان کردہ اضافے کو دلیل بنایا ہے جس میں ہے ''اگر تجھے کوئی حاجت ہو تو تم بھی اسی طرح ہی کرو۔'' ہم کہتے ہیں یہ اضافہ حماد سے روایت کرنے والوں نے ذکر نہیں کیا ہے۔ نسائی نے اسے عمل الیوم و اللیلۃ (٦٥٨) میں ذکر کیا ہے اور امام احمد نے مسند ٤/١٣٨ میں جبکہ اس میں یہ الفاظ **و ان کانت حاجۃ فافعل مثل ذلک** کے لفظ نہیں ہیں۔

نابینا کی روایت جو شعبہ اور حبان بن ہلال کے واسطے سے ہے اس میں یہ اضافہ نہیں ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہ حماد بن سلمہ کے واسطے سے ہے تو پھر بھی یہی کہا جائے گا کہ اگرچہ وہ ثقہ ہیں مگر انہوں نے اس اضافہ میں اپنے سے اوثق راویوں کی مخالفت کی ہے ان کی روایات میں یہ اضافہ ذکر نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر نے التقریب ۱۴۹۹ میں حماد کے متعلق کہا ثقہ، عابد مگر آخری عمر میں ان کا حافظ کمزور ہو گیا۔ بیہقی نے سنن الکبریٰ (۴/۹۴) میں کہا حماد بن سلمہ اگرچہ ثقات میں شامل ہیں مگر آخری عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ حفاظ ان کی اس روایت سے استدلال نہیں کرتے جس میں یہ ان کی مخالفت کرے اور خاص طور پر ان روایات کو قبول نہیں کرتے جن میں یہ قیس بن سعد یا اس کی مثل سے یہ بیان کرنے میں اکیلا ہے۔ انہوں نے کہا: احتیاط اسی میں ہے کہ اس کی وہ روایات قبول نہ کی جائیں جن میں یہ ثقات کی مخالفت کرتا ہے۔ [2]

---

[1] التقریب: ٢٧٣٩۔

[2] کتاب الخلافیات اور ان سے زیلعی نے نصب الرایۃ میں ذکر کیا ہے۔ (۱/۲۸۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ مسئلہ عقیدے کے اہم ترین اصول کے متعلق ہے یہ لوگ اس قصے کو بنیاد بنا کر غیر اللہ سے مانگنے کو جائز قرار دینا چاہتے ہیں مگر یہ بھول رہے ہیں کہ یہاں یہ اپنے ہی اصول کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ عقیدے کے باب میں صحیح متواتر احادیث سے ہی استدلال کریں گے لیکن یہ اس روایت کی تحقیق نہیں کرنا چاہتے کیونکہ یہ ان کے خود ساختہ مذہب کی تائید کر رہی ہے۔

یہ روایت یا تو منکر ہے یا پھر جھوٹی ہے اس کو بخاری کی صحیح ترین روایت پر کیسے مقدم کیا جا سکتا ہے جس میں یہ ثبوت موجود ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا توسل ترک کر دیا تھا اور عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا وسیلہ اختیار کیا تھا کیونکہ وہ بقید حیات تھے؟

بالفرض یہ قصہ ثابت بھی ہو جائے تو پھر ایک صحابی کے فعل کو تمام صحابہ کرام کے فعل پر کیسے مقدم کیا جا سکتا ہے؟ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی ایک صحابی کا فعل دوسرے تمام صحابہ کے فعل سے متصادم ہے تو اس کو ترک کر دیا جائے گا وہ قطعاً حجت نہیں ہو سکتا۔ عمر رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں آپ کا توسل ترک کر کے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کرنا عثمان بن حنیف کے اس قصے کے خلاف ہے جو عثمان بن عفان کے پاس آنے کا بیان کر رہے ہیں۔ یہ بھی اس صورت میں ہے کہ جب اس کی سند ثابت ہو جائے۔

جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس کا ادب کرو:

اس قصے میں جلیل القدر صحابی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی توہین ہے جس کا اندازہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو اس خود ساختہ کہانی کی اصلیت پر غور کرتا ہے یہ روایت شیعہ اور روافض کو خوش کرنے والی ہے اور مخالفین صحابہ کو اعتراضات کے مواقع فراہم کرنے والی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کی بات نہیں سنا کرتے تھے اور ان کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتے تھے۔

یہ بات ان کی مذمت کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس حکمران اور ذمہ دار کو بددعا دی ہے جو لوگوں کی حاجات پر غور نہ کرے۔ آپ نے فرمایا: ”جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا حاکم بنایا اور وہ ان کی ضروریات اور حاجات کو پورا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی حاجات اور ضروریات کو پورا نہ کرے گا۔“ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ”جو امام (حکمران) ضرورت مند سے اپنے دروازے بند کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت اور ضرورت سے آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہے۔“ [1]

متعصبین کا رویہ:

حبشی نے دعویٰ کیا ہے کہ حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دینے کی صلاحیت فقط حافظ کے پاس ہے اور اس نے البانی رحمہ اللہ

[1] ترمذی: ۱۳۳۲۔ ابو داود: ۲۹۴۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر اعتراض کیا ہے جنہوں نے اس قصے کو بے بنیاد کہا ہے۔ حالانکہ انہوں نے حدیث کو صحیح کہا ہے اس کا کہنا ہے کہ البانی رحمہ اللہ نے اس معاملے میں اہل حدیث کے منہج سے تجاوز کرتے ہوئے ان کی راہ کو چھوڑ دیا ہے اور البانی صاحب کے حافظ پر اعتراض کو حرام قرار دیتے ہوئے ان کے استدراک کو یعنی بعض ان کی صحیح کہی گئی روایات کو ضعیف اور ضعیف کہی گئی روایات کو صحیح کہا تو یہ عمل صحیح نہیں ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ البانی پر لازم ہے کہ جو کچھ حافظ نے کہا اس کو اختیار کریں اور اس روایت کے درجے کو مت دیکھیں اور اس نے سیوطی کے قول کو دلیل بنایا ہے۔ حافظ نے جو کچھ کہا اور جو تحقیق کی اس کو اختیار کرو۔ [1]

یہ مذہبی تعصب اور اندھے پن کی انتہاء ہے۔ یہ شخص حافظ کو شیعہ کی طرح امام معصوم کا درجہ دے رہا ہے۔ شیعہ کے مشائخ اپنے عوام سے یہی کہتے ہیں کہ ”جو کچھ سید امام نے کہا اس کو اختیار کرو۔“

اس عقیدے کے خلاف امت کے جمہور علماء کا اتفاق ہے اور عقل و شعور رکھنے والا مسلمان بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر ایک کی بات کو لیا بھی جا سکتا ہے چھوڑا بھی جا سکتا ہے مگر صاحب قبر (یعنی رسول اللہ ﷺ) کی بات کو فقط لیا ہی جا سکتا ہے چھوڑا نہیں جا سکتا۔

حافظ نے حدیث کی صحت اور ضعف بیان کرنے میں کئی مقامات پر غلطی کی ہے، انہوں نے اپنے اجتہاد کے مطابق محنت اور کوشش کی ہے۔ دارقطنی نے بخاری کی بعض احادیث پہ تعقیب کی ہے جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے مقدمہ بخاری میں وضاحت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے بیہقی کا تعاقب کیا ہے۔ انہوں نے حدیث صوت کو صحیح کہا ہے جس کو انہوں نے ضعیف کہا ہے۔ یہ ان کی توہین نہیں ہے بلکہ اپنے اجتہاد کی بنیاد ایک دوسرے کی غلطیوں کی نشاندہی ہے۔ مگر غلط بات تو یہ ہے کہ اہل کلام لوگوں کو عقائد میں تقلید سے منع کرتے ہیں اور خود تقلید کرتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ سب سے پہلے تقلید کرنے والے ہیں۔

یہ قاعدہ اس اصول کے خلاف ہے شرعی دلائل پر غور کرنے سے سمجھ آتا ہے کہ حفاظ حدیث سے حدیث کی صحت اور ضعف بیان کرنے میں غلطی ہوئی ہے یہ غلطی یا بھول سے ہوا ہے۔ حبشی کے ہاں تو انبیاء سے چھوٹی چھوٹی غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں تو پھر غیر انبیاء سے کیوں سرزد نہیں ہوسکتیں؟ جب ہمارا عقیدہ ہے کہ ائمہ کرام سے بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ ہماری کوئی بات صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اس کو دیوار پر دے مارو۔ یہ کیسی بات ہے کہ ہم یہ اعتقاد تو رکھتے ہیں کہ ابوحنیفہ، شافعی، احمد اور دیگر ائمہ سے غلطی ہو سکتی ہے مگر حافظ کے بارے میں ہم یہ عقیدہ کیوں نہ رکھیں؟

ایک حافظ حدیث کا حدیث کو ضعیف کہنا اور دوسرے کا صحیح کہنا:

ہم ان کے خلاف وہی قاعدہ پیش کرتے ہیں جس سے وہ خود استدلال کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں: بخاری حافظ حدیث ہیں۔ انہوں نے حدیث صوت کو صحیح کہا ہے مگر حبشی ان کی اس تصحیح کو ردّ کرتا ہے اور اس پر ضعیف کا حکم لگاتا ہے۔

[1] اظهار العقيدة السنية۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہم کہتے ہیں کہ بخاری کی بیان کردہ بات کو وہ کیوں نہیں لیتا ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی حافظ حدیث ہیں انہوں نے کہا کہ یہ روایت وَ هُوَ الْاٰنَ عَلٰی مَا عَلَیْهِ کَانَ جھوٹی حدیث ہے کتب احادیث میں اس کا ذکر بھی نہیں ہے۔ ❶ تو تمہارا شیخ اس کو ابھی تک کیوں سینے سے لگائے ہوئے ہے حالانکہ حافظ نے اس کے باطل اور من گھڑت ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

سبکی تمہارے ہاں حافظ حدیث ہے مگر اس نے اپنی کتاب "شفاء السقام" میں اس موضوع اور باطل روایات کو ذکر کیا ہے بلکہ یہ کتاب ایسی روایات سے بھری پڑی ہے۔ بہت سے حفاظ حدیث نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے اگر ہم ان احادیث کو تمہاری خواہش کے مطابق قبول کر لیں تو ہم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھیں گے اور مسلمان بہت بڑے فساد کا شکار ہو جائیں گے۔ ❷

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر حافظ کسی جگہ کوئی نص ذکر کریں تو تم اس کو اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ حافظ ذہبی نے حدیث جاریہ (لونڈی) کو اپنی کتاب "العلو" (١٦) میں متواتر اور صحیح کہا ہے اور ابن حجر نے "فتح الباری" (١٣/ ٣٥٩) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ مسلم کی صحیح روایت ہے کیا تم ان حفاظ کی بیان کردہ اس نص کو ماننے کے لیے تیار ہو؟

اگر حافظ ابن حجر کی گواہی تمہارے نزدیک معتبر ہے تو انہوں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو حافظ حدیث کہا ہے جیسا کہ التلخیص الحبیر (٣/١٠٩) میں ہے۔ سیوطی نے بھی ان کو حافظ مجتہد اور شیخ الاسلام کا لقب دیا ہے۔ ❸ اگر تم سچے ہو تو کیا ابن تیمیہ کے بارے میں اس گواہی پر یقین رکھتے ہو یا پھر تم حافظ کا فقط وہ قول لیتے ہو جو تمہاری خواہش کے مطابق ہوتا ہے؟

ان کے شاگرد نبیل الشریف نے کہا: یہ حدیث ان لوگوں کی آنکھ کا کانٹا ہے جو رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء و صالحین سے توسل کو حرام کہتے ہیں۔ ❹

میں کہتا ہوں: حدیث تو صحیح ہے مگر آنکھ کا کانٹا نہیں۔ جب حدیث صحیح ثابت ہو تو ہم اسے بلا حرج قبول کر لیتے ہیں مگر یہ جو قصہ ہے ہم اس کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ یہ صحیح نہیں ہے بخلاف اس کے جو منہج تم لوگوں نے اپنایا ہے کہ اپنے

---

❶ فتح الباری: ٦/٢٨٩۔

❷ سیر اعلام النبلاء کے محقق نے سبکی کی اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اس نے اس میں انصاف سے کام نہیں لیا ہے اور مقامات اختلاف میں انہوں نے فیصلہ کن بات اختیار نہیں کی۔ (سیر اعلام النبلاء: ١٨/٤٧١)

❸ صون المنطق: ١۔ طبقات الحفاظ، حالات نمبر ١١٤٤۔ الاشباہ و النظائر: ٣/٦٨٣۔ اس میں شیخ الاسلام کی الزملکانی نے تعریف ذکر کی ہے۔

❹ پہلی کیسٹ، مجالس الهدی: ١٥۔ پہلی سائیڈ۔ اس میں البانی رحمہ اللہ کی ذات پر طعن کیا گیا ہے کہ وہ محدث نہیں تھے بلکہ محدث کا عشر عشیر بھی نہیں تھے۔ اے قاری! کیا تو ان کے محدث کی حالت دیکھ رہا ہے اور تو اس شخص کی تدلیس، ضعیف اور موضوع روایات پر اس کا اعتماد دیکھ رہا ہے۔ ہم اس کے شیخ کی کتب کا البانی رحمہ اللہ کی کتب سے کیا موازنہ نہ کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب کی موضوع اور ضعیف احادیث سے عقائد میں بھی دلیل پکڑ لیتے ہو۔

کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ حدیث کو ردّ کرے یا پھر اسے با دل ناخواستہ قبول کرے۔ فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝36ۭ﴾ ❶

''اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔''

نزول و استواء اور صفات کے متعلق نصوص کے بارے میں تمہارا رویہ یہی ہے۔ تم ان کو شکلی اثبات میں ثابت کرتے ہو اور فاسد تاویلات کے ذریعے ان کی حقیقت کا انکار کرتے ہو۔

تم صحیح احادیث سے منہ موڑتے ہو اور ضعیف احادیث سے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو بلکہ اسباب ضعف کا مختلف کمزور ذرائع سے دفاع کرتے ہو جیسا کہ تمہارا یہ قول کہ جب حافظ کسی حدیث کو صحیح کہہ دے تو یہ ہمارے لیے کافی ہے۔

عثمان بن حنیف تمہارے نزدیک جنگ جمل میں باغیوں میں شامل:

تم لوگوں نے عثمان بن حنیف کی روایت کو اختیار کیا ہے جبکہ وہ جنگ جمل میں علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک قائد کی حیثیت سے شامل ہوئے تھے اور تمہارے نزدیک وہ باغیوں میں شامل ہیں بلکہ وہ اہل نار میں سے ہیں تو یہ تمہارا واضح تضاد ہے۔

تم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ترکِ توسل کے متعلق بھی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہو کہ انہوں نے آپ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا توسل ترک کر دیا تھا اور عباس رضی اللہ عنہ کا توسل اختیار کیا تھا اور تم ان کے اس قول سے بھی جاہل ہو کہ ''ہم جب قحط کا شکار ہوتے تھے تو اے اللہ تیرے نبی ﷺ کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتے تھے۔'' یہ نہیں کہا کہ ''اب بھی ہم ان کا توسل اختیار کر رہے ہیں۔'' اور انس رضی اللہ عنہ کا قول کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ان کا وسیلہ پکڑتے تھے، درحقیقت یہ تمام روایات تمہاری آنکھ کا کانٹا ہیں اور ان سے راہ فرار تمہارے لیے ممکن نہیں ہے۔ تم کل عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ کو تو اختیار کرتے تھے مگر آج رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ترک توسل کے متعلق تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہو؟

❶ الاحزاب: ٣٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے بھی جاہل ہو جو انہوں نے نابینا شخص سے فرمایا تھا: ''اگر تو چاہتا ہے تو میں تیرے لیے دعا کرتا ہوں اور اگر چاہتا ہے تو پھر صبر کر لے۔'' اور نابینا صحابی کے اس قول سے بھی جاہل ہو'' بلکہ آپ دعا کریں۔'' کیا تمہارے نزدیک اس کلام کا کوئی معنی نہیں ہے؟

پھر جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور جس کے لیے نہیں فرمائی دونوں میں بہت فرق ہے اور صحابہ کا عمل اس فرق پر واضح دلیل ہے۔ اگر ہر نابینا صحابی نے آپ کا توسل اختیار کیا اگرچہ آپ نے اس کے لیے دعا نہیں فرمائی اگر ایسا ہوتا تو تمام نابینا اصحاب کا یہ عمل ثابت ہوتا اور وہ وہی کرتے جو اس نابینا صحابی نے کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے۔

اگر یہ توسل ذاتی تھا اور آپ کی حیات مبارکہ اور آپ کی وفات کے بعد توسل میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر یہ نابینا صحابی آپ کی خدمت میں کیوں آیا؟ اور آپ سے دعا کی درخواست کیوں کی؟ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کا توسل کیوں ترک کر دیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارے نزدیک عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہابی تھے جو آپ کا توسل ترک کر کے عباس رضی اللہ عنہ کا توسل اختیار کر رہے تھے کیونکہ وہ بقید حیات تھے۔ کیا وہ عباس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ پر ترجیح دے رہے تھے؟ پھر اس پر تمام صحابہ کرام نے بھی اتفاق کیا تھا کیا وہ بھی تمہارے نزدیک وہابی تو نہیں تھے؟ یا پھر حقیقت یہی ہے کہ تم لوگ صحابہ کرام کے منہج کی مخالفت کر رہے ہو؟

صوفیوں اور رافضیوں کی دوستی کا ثبوت:

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے توسل پر کوئی ایک صحیح حدیث اور اثر ثابت نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی ذات گرامی سے توسل اختیار کیا ہو۔ یہ عقیدہ صحابہ کرام اور تابعین کے دور کے بعد معرض وجود میں آیا جب فاطمی رافضیوں نے اولیاء کے مزارات، ان کی قبور اور مزاروں سے توسل اور فوت شدگان سے استغاثے کا نعرہ بلند کیا۔ جب یہ لوگ اسلامی ممالک پر قابض ہوئے تو انہوں نے مساجد میں قبریں اور مزارات بنانا شروع کیے اور اس بدعت کو عام کر دیا۔

اے احباش! رافضیوں کے ساتھ جن دعاؤں میں تم اتفاق کرتے ہو ان میں سے ایک ان کا قول زیارت جامعہ ہے اور یہ قبر حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتی ہے۔ جس میں وہ یہ کہتے ہیں: ''میں آپ کی جناب میں آیا ہوں، تمہاری قبور (اہل بیت) کی طرف میں نے پناہ پکڑی ہے۔ میں تمہاری سفارش کا طلبگار ہوں اور تمہارے ذریعے قرب الٰہی تلاش کرتا ہوں۔ تمہارے وسیلے سے ہی اللہ فتح عطا کرتا ہے اور تمہارے ذریعے ہی فیصلے ہوتے ہیں۔ تمہاری وجہ سے ہی آسمان قائم ہے اور زمین پر نہیں گرتا اور تمہارے وسیلے سے ہی تمام غم اور پریشانیاں ختم ہوتی ہیں۔[1]

[1] من لا یحضره الفقیه: ۲/۳۷۰، ۳۷۵۔ الکلینی نے اپنی کتاب الکافی میں مزید کہا: ''تمہارے ذریعے ہی اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور تمہارے ذریعے ہی ثابت کرتا ہے تمہارے ذریعے ہی زمین پھل اور اناج دیتی ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مخالفین کو ''وہابی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اپنی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر قبروں، درگاہوں اور مزارات سے استغاثہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی خودساختہ تاویل کرتے ہیں۔ دین میں بدعات ایجاد کرتے ہیں، ان کو رواج دیتے ہیں اور ان تمام چیزوں میں رافضیوں کی موافقت کرتے ہیں۔

بتاؤ! تمہارے اور ان (رافضہ) کے درمیان یہ اتفاق کیسے ہوا کہ تم دونوں گروہ اپنے مخالفین کو گالیاں بھی دیتے ہو اور ان کو ''وہابی'' کے نام سے یاد بھی کرتے ہو؟

بتاؤ! شیطان نے تم دونوں گروہوں کو غیر اللہ سے استغاثہ، قبور کی تعظیم، مزارات اور درگاہوں کو آباد کرنے پر کیسے جمع کر دیا؟

بتاؤ! قبروں سے استغاثہ، فوت شدگان سے توسل اہل سنت کا عقیدہ ہے یا پھر گمراہ شیعہ کا ہے؟ جواب یہی ہے کہ یہ عقیدہ اہل سنت کا نہیں بلکہ شیعہ رافضیوں اور باطنیوں کا ہے بلکہ یہ گمراہیاں تو یہودیوں اور عیسائیوں سے شروع ہوئی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان اطہر سے ان پر لعنت فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ کیا تم لوگ یہودیوں، عیسائیوں اور شیعوں کی گمراہیوں کو عقیدہ اہل سنت کا نام دیتے ہو؟

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [1]

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

سے دلیل پکڑتے ہوئے کہا یہ تو توسل بالرحم ہے۔ (صلہ رحمی) کے سبب سے۔

جواب: یہ سوال صلہ رحمی کے سبب ہے اور اس سے مراد نیک عمل ہے۔ جیسا کہ ہم میں سے کوئی اپنے رب سے اپنے صدقے کے ذریعے دعا کرتا ہے کہ وہ اس کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف توسل صدقے کے ذریعے نہیں ہے بلکہ یہ صدقے کے فعل کے ذریعے سے ہے صدقہ نیک عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف نیک اعمال کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ اسی طرح صلہ رحمی نیک عمل ہے۔

[1] النساء: ۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن جریر نے اس آیت کی تشریح میں بہت سے اقوال ذکر کرنے کے بعد جس کو ترجیح دی وہ یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صلہ رحمی اور قرابت داری کو توڑنے سے بچو یا پھر قرابت داری کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔'' ❶

وسیلے کے متعلق ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف:

درمختار جو کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے میں یہ عبارت ہے: ''ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے مگر اسی سے ہی براہ راست جس دعا کی اجازت ہے۔ اس کو اختیار کرنے کا حکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مستفید ہو:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ ❷

''اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو۔''

یہ موقف ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے قدوری اور ابو یوسف نے بھی نقل کیا ہے۔ جب البانی رحمہ اللہ نے ان کا یہ قول نقل کرنے کے بعد کہا ''اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ بات ہمارے لیے فیصلہ کن ہے۔'' تو حبشی نے البانی رحمہ اللہ سے ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور وہ ان کے اس قول سے شدید غصے میں آ گیا۔

ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں اس بات کو ناپسند جانتا ہوں کہ یہ کہا جائے کہ فلاں کے واسطے سے، فلاں کے صدقے سے، فلاں نبی کے واسطے سے یا فلاں ولی کے واسطے سے۔ ❸

ابو یوسف نے کہا: اللہ تعالیٰ کو کسی ذات کے واسطے سے نہ پکارا جائے۔

حبشی نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے اس قول کا اقرار کیا ہے وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ کو کسی کے واسطے سے نہ پکارا جائے۔ ❹

مرتضی زبیدی نے ''شرح احیاء علوم الدین'' میں کہا: ابوحنیفہ اور ان کے دونوں شاگردوں کے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں: اے اللہ میں تجھ سے فلاں کے حق سے سوال کرتا ہوں اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ فلاں نبی اور فلاں رسول کے حق سے سوال کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔'' ❺

یہ قول بلدجی نے ''شرح المختار'' میں، قدوری نے ''شرح الکرخی'' میں اور العلائی نے ''شرح التنویر'' میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے تاتارخانیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

❶ تفسیر ابن جریر: جلد، ۳، ۱۵۲/ ٤۔ در مختار: ۶۳۰/ ۲۔
❷ الاعراف: ۱۸۰۔
❸ فتاوی ھندیہ (عالمگیری): ۲۸۰/۵۔ الفقہ الاکبر: ۱۱۰۔
❹ صریح البیان: ٦۹۔
❺ اتحاف السادۃ: ۲۸۵/۲، جلاء العینین: ٤۵۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن عابدین نے ''رد المختار علی الدر المختار'' میں کہا: ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول کہ ''فلاں رسول کے حق سے'' کہنا مکروہ ہے اس میں ابویوسف نے بھی ان کے مخالفت نہیں کی ہے۔

اس قول کی تشریح میں ''کہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔'' فرمایا: ''فقط الفاظ منع میں کافی نہیں۔ یہ خبر آحاد کے منافی نہیں ہے اسی لیے ہمارے ائمہ نے اس کو مطلق طور پر منع قرار دیا ہے۔''

یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی (حرام ہونا) جو ترکِ واجب کے مقابل ہے۔ علماء نے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ احناف کا قاعدہ ہے کہ جب کراہت مطلق استعمال ہو تو اس سے مراد تحریم ہے۔ اس کی تنبیہ ابن نجیم نے البحر الرائق میں کی ہے۔ فرمایا: ''جب مکروہ مطلق استعمال ہو تو یہ تحریم کا فائدہ دیتا ہے۔'' ❶

احباش نے بھی اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ ''مذہب حنفی میں مطلق کراہت استعمال ہو تو اس سے مراد تحریم ہے جیسا کہ ان کے مجلہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔'' ❷

ان نصوص وعبارات میں سبکی کا واضح رد موجود ہے جس نے دعویٰ کیا ہے کہ توسل (ذاتی) کا انکار سلف اور خلف میں سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے نہیں کیا ہے۔ ❸

سلف میں سے تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی توسل کا انکار کیا ہے۔ جبکہ خلف میں سے تم بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان کے سلف اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

کیا ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تم کو اپنے مقصد سے آگاہ کیا ہے:

حبشی اور اس کے پیروکاروں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کلام میں معنوی تحریف (تبدیلی) کر ڈالی جس طرح انہوں نے رب العالمین کے کلام میں کی ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس شخص کے لیے کراہت کا فتویٰ دیا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ بندوں کے اللہ تعالیٰ پر حقوق ہیں۔ دیکھو احباش کس طرح ائمہ کے الفاظ اور عبارات سے خودساختہ مطلب نکال رہے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ مقصد اور مطلب صحیح سند کے ساتھ ثابت کرو۔

تمہارا بیان کردہ یہ خودساختہ مطلب قرآن مجید کی آیاتِ صفات کے مطلب میں تحریف کی طرح ہی ہے جن کو تحریف کی عادت پڑ چکی ہو وہ اپنی اس حرکت میں مست رہتے ہیں جیسے شرابی شراب کے نشہ میں دھت رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر جو بندوں کا حق رکھا ہے وہ ان کی تکریم کے لیے ہے جیسا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے: ''کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟'' اس حدیث میں آپ نے اس حق کی بنیاد پر توسل کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔

---

❶ الرد علی القبوریین: ۱۳۹۔

❷ منار الهدى: ۱۹/۲۷۔ الهداية: ۴/۷۸۔ ❸ حبشی نے یہ بات اس سے نقل کی ہے۔ المقالات السنية: ۴۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر یہ توسل شرعی ہوتا تو سلف صالحین اس کو ترک نہ کرتے:

اس لحاظ سے حبشی کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اسباب مقرر فرمائے ہیں اور ہم ان اسباب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف۔توسل اختیار کرتے ہیں۔ اگر یہ اسباب مشروع ہوتے تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان کو کبھی مکروہ خیال نہ کرتے۔ یا پھر یہ ہوسکتا ہے کہ وہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی پیدائش سے پہلے ہی وہابی تھے؟

اگر یہ مشروع ہوتا تو صحابہ کرام اس کو ترک کر کے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار نہ کرتے، وہ بارش کے لیے مشروع سبب کی طرف متوجہ ہوئے جیسا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ کی دعا کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔ان کے ہاں توسل کا مفہوم یہی تھا۔

اس کے متعلق حبشی کا موقف:

حبشی نے ان نصوص کا جو اس کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہیں بہت ہی فضول اور بے فائدہ جواب دیا ہے۔[1]

پھر اس نے ان کو ردّ کر دیا ہے کیونکہ یہ تین لوگوں کے غار میں پھنس جانے والی روایت سے متعارض ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کے ذریعے دعا کی تھی۔[2] اس حدیث سے تو عمل صالح کے توسل کا جواز ہی ملتا ہے اور یہ متفق علیہ ہے۔اب اس کو اس سے کیا سمجھ آئی ہے؟

یہ اپنے تئیں مجتہد کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے کہ وہ نصوص کو اقوالِ رجال (علماء) پر ترجیح دیتا ہے یہ بھی یاد رہے کہ اس نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ان کے مذکورہ اقوال کی نفی نہیں کی ہے۔مگر اس نے ان لوگوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے جو اولیاء اور صلحاء کے توسل کے قائل نہیں ہیں۔اس نے ان کو لفظ ''وہابی'' سے موسوم کیا ہے اور یہ الزام لگایا ہے کہ ایسا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کو نہیں مانتا ہے۔پھر ہمارا سوال یہ ہے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے دونوں شاگردوں کے بارے میں اس کا کیا فتویٰ ہے جنہوں نے اس توسل کو وہابیوں سے پہلے ہی مکروہ کہا ہے؟

ہم ان کے اختلاف کو کتاب وسنت کی طرف لوٹاتے ہیں:

شخصیات سے توسل کو ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے ممنوع قرار دیا ہے اور ابن عبدالسلام نے فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے توسل کو جائز قرار دیا ہے آپ کے علاوہ وہ کسی کی بھی ذات سے توسل کے قائل نہیں ہیں۔[3] ان کا کہنا ہے کہ ذاتی توسل فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہونا چاہیے کیونکہ آپ اولاد آدم کے سردار ہیں اور آپ کے علاوہ کسی بھی نبی اور ولی کی اللہ تعالیٰ کو قسم نہیں دی جاسکتی کیونکہ وہ آپ کے درج میں نہیں ہیں آپ کے ساتھ آپ کے رتبے

---

1. حبشی نے ان کا جواب ضعیف اور موضوع روایات سے دے کر دعویٰ کیا ہے کہ یہ نصوص توسل کے منکرین کی آنکھ کا کانٹا ہیں۔
2. صریح البیان: ٦٩٠۔
3. حاشیة الهیثمی علی الایضاح: ٤٥٢۔ فیض القدیر للمناوی: ٢/١٣٥۔ فتاوی العز بن عبدالسلام: ١٢٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مقام کی وجہ سے توسل خاص ہے اور یہ امام احمد سے ایک روایت کے مطابق جائز ہے جبکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان سے یہ غیر معروف صیغے سے روایت کیا ہے (یعنی رُوِی کہا) احباش اس سے غافل ہیں اور ان پر تناقض (تضاد) کا الزام لگایا ہے۔ ❶

اس اختلاف میں ہمارا کیا فرض بنتا ہے، کیا ہم اس اختلاف کو اسی طرح چھوڑ دیں اور کسی ایک قول کو ترجیح نہ دیں؟

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: اگرچہ علماء میں سے کسی نے اس کو جائز کہا تو بہت سے علماء نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یہ مسئلہ اختلافی بن گیا اور تنازع کی صورت میں اختلاف کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانا چاہیے۔ ❷ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ ❸

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔“

ہم یہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا اور رسول کریم ﷺ کا توسل ان کی وفات کے بعد ترک کر دیا اور یہ تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں تھا اور انہوں نے آپ کے اس فعل پر اتفاق کیا اور کسی ایک صحابی نے بھی انکار نہیں کیا۔ ہم عز بن عبدالسلام کے فتویٰ سے اصحاب محمد ﷺ کے فعل کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ادب و احترام کے ساتھ ان کے فتویٰ کو ردّ کرتے ہیں کیونکہ تمام صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ کے توسل کو ترک کر دینا اور عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کے توسل کو اختیار کرنا جبکہ وہ زندہ تھے اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے ذوات (شخصیات) کے توسل کو صحیح نہیں سمجھا ہے۔

ہم زندہ اور فوت شدہ کے توسل کا فرق صحابہ کرام کے فعل سے لیتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بقید حیات تھے تو انہوں نے آپ کا توسل اختیار کیا اور جب آپ دنیا سے رخصت ہو گئے تو انہوں نے آپ کی ذات کا توسل ترک کر کے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا۔ جو آدمی توسل اور استغاثہ کے درمیان فرق نہ کرے تو ہم اس کے خلاف بخاری کی روایت پیش کر سکتے ہیں جسے انہوں نے احمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: ”مخلوق سے استعاذہ (پناہ پکڑنا) نہیں کیا جا سکتا۔“ یہ دلیل ان اہل تلبیس کے باطل عقیدے کا واضح ردّ کر رہی ہے۔ ❹ توسل میں امام احمد سے دونوں قسم کی روایات ملتی ہیں

❶ منار الهدى: ٦٤/٣٢۔
❷ قاعده جليلة: ١٢١۔
❸ النساء: ٥٩۔
❹ خلق افعال العباد: ١٢٣۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایک جواز کی اور ایک عدم جواز کی مگر استغاثہ کے مسئلے میں ان سے کوئی ایسی روایت نہیں ملتی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے استغاثہ کرنا جائز ہے۔ نہ ہی تو ان سے کوئی صحیح روایت ملتی ہے اور نہ ہی ضعیف۔ جو کوئی امام احمد رحمہ اللہ کی روایت کو بنیاد بنا کر رسول کریم ﷺ سے توسل کو جائز قرار دیتا ہے تو وہ ان سے کسی روایت کی بنیاد پر غیر اللہ سے استغاثہ کو جائز ثابت نہیں کر سکتا۔

اہل علم جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں تو کسی ایک کا قول دوسرے کے خلاف حجت نہیں ہوتا لازمی بات ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی طرف لوٹایا جائے کیونکہ ہر ایک کا قول لیا بھی جا سکتا ہے اور چھوڑا بھی جا سکتا ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی بات کو فقط لیا ہی جا سکتا ہے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ جب اہل علم اتفاق اور اجماع کر لیں تو یقینا ان کا اجماع تو دلیل بن سکتا ہے کیونکہ پوری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی لیکن جب اہل علم آپس میں اختلاف کریں تو پھر اس معاملے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانا ضروری ہے۔

لیکن یہ لوگ رسول کریم ﷺ کے توسل کو فوت شدگان سے استغاثہ کا وسیلہ بناتے ہیں، یہ نہ ہی تو عز بن عبدالسلام کے ساتھ متفق ہیں اور نہ ہی ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ ہیں۔ ان لوگوں نے رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی اور دیگر انبیاء و صلحاء کی شخصیات کے توسل کے مسئلہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ وہ اس کو مکروہ جانتے ہیں اور ابن عبدالسلام کی بھی مخالفت کی ہے کیونکہ وہ اس کو فقط رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور ان لوگوں نے اس کو عام کر دیا ہے۔

ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور عز بن عبدالسلام استغاثہ کے مسئلہ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ متفق نہیں ہیں کیونکہ رفاعی سے استغاثہ کرنا یا عبدالقادر جیلانی سے مدد مانگنا ان دونوں کے نزدیک حرام ہے، اور تمہاری یہ بات بھی ان کے عقائد کے برعکس ہے: المدد یا جیلانی، المدد یا شیخ، المدد یا رفاعی۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کی ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مخالفت کا تمہارا دعویٰ:

حبشی کا یہ دعویٰ کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے توسل کے مسئلے میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے۔[1] ہم کہتے ہیں ابن کثیر رحمہ اللہ کی عبارت پیش کرو کہ یہ ان کی کس کتاب میں ہے؟ کیوں غلط بیانی سے کام لے رہے ہو؟ ہاں جو انہوں نے اپنی تفسیر یا اپنی تاریخ میں ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ضعیف یا موضوع ہیں یا پھر منکر درج کی ہیں تو وہ تمہارے لیے کچھ فائدہ مند نہیں ہیں۔ یہ روایات تو رافضہ کے ہاں اہل سنت کے خلاف دلیل ہیں۔

اس کی مثال دو فرشتوں (ہاروت اور ماروت) کا قصہ ہے کہ وہ دونوں زہرہ نامی عورت کے فتنہ میں مبتلا ہو گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ستارے میں تبدیل کر دیا۔ حبشی اور اس کے متبعین اس قصے سے لوگوں کو متنبہ کرتے رہتے ہیں

[1] المقالات السنية: ٤٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ قصہ صحیح نہیں ہے حالانکہ اس کو ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ ❶

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

دلائل ونصوص کے ان چوروں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کلام توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے بعد دعویٰ کیا ہے کہ وہ تضاد کا شکار ہیں کہ انہوں نے عبدالملک سے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی اس کے پاس آیا جو پیٹ کی شدید درد میں مبتلا تھا۔ اس نے اس آدمی سے کہا تجھے ایسی بیماری ہے جس سے افاقہ ہونے کی امید نہیں۔ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا وبیلہ۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ میں تیری طرف محمد ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ ابن تیمیہ نے کہا یہ دعا ہے اور اسی طرح انہوں نے سلف سے دعا کرنے کے کئی قصے نقل کیے اور انہوں نے امام احمد بن حنبل سے منسلک المروزی کی دعا میں رسول اللہ ﷺ کے توسل کا فتویٰ نقل کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں اس قصے میں ان چوروں نے کئی قسم کی زیادتیاں کی ہیں:

❀......ان لوگوں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے موقف کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے کہا: اس باب میں سلف صالحین سے بہت سے اقوال مروی ہیں جن میں سے اکثر ضعیف ہیں۔ ایسی حکایات دعاؤں کی کتب میں مذکور ہیں جیسا کہ ابن ابی الدنیا کی کتاب (مجابی الدعاء) ہے۔

❀......ان لوگوں نے ابن تیمیہ کا یہ قول تو نقل کر دیا کہ یہ دعا ہے اور سلف سے یہ دعا منقول ہے اور یہ کہ امام احمد سے دعا میں رسول اللہ ﷺ کا توسل اختیار کرنے کی روایت ملتی ہے مگر اس کے بعد والی عبارت چھپالی ہے اور وہ یہ ہے ''اور دوسرے بہت سے علماء نے اس سے منع کیا ہے اگر توسل اختیار کرنے والوں کا مقصد رسول اللہ ﷺ پر ایمان، آپ کی محبت، آپ کی دوستی اور آپ کی اطاعت ہو تو اس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے لیکن اگر ان لوگوں کا مقصد آپ کی ذات کا وسیلہ اختیار ہو تو اس میں اختلاف ہے اور جس مسئلہ میں اختلاف ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانا چاہیے۔ کسی دعا میں کوئی مقصد حاصل ہو جانا اس کے جائز ہونے کی قطعاً دلیل نہیں ہے بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ستاروں، درختوں اور مخلوقات کو پکارتے ہیں اور ان کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں (حتیٰ کہ کہا) بعض امور کا حصول اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہے۔'' ❷

❀......ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ روایت غیر معروف صیغہ یُرْوٰی سے نقل کی ہے کہ ایسا کہا جاتا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ صیغہ مشکوک ہے۔ یہ موقف خود حبشی کا ہے۔ اس نے بخاری کا قول **وَ یُرْوٰی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ جُرْهُدٍ، مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ** ذکر کرنے کے بعد کہا یہ صیغہ تو ضعفِ روایت کی دلیل ہے

❶ دیکھیے: تفسیر سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۱۰۲۔

❷ قاعدة جليلة فی التوسل و الوسيلة: ۱۰۶-۱۰۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ صیغہ تمریض (کمزور) ہے۔ ❶

روایت: اَللّٰهُمَّ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ:

ان لوگوں نے ایک حدیث سے توسل بالذات پر دلیل لی ہے جس میں ہے اَللّٰهُمَّ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ۔ ''اے اللہ میں تجھ سے سائلین کے حق کے ذریعے سوال کرتا ہوں۔''

یہ روایت ضعیف ہے اس میں عطیہ العوفی ہے۔ اس کی روایت میں وہن (کمزوری) ہے محدثین نے اس کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس پر تشیع کا الزام ہے جبکہ یہ محدثین کے نزدیک تدلیس بھی کرتا ہے۔ ❷ زبیدی نے کہا: محدثین نے اسے تشیع اور تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ ❸

امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: احمد، نسائی اور محدثین کی ایک جماعت نے کہا یہ ضعیف ہے۔ سالم مرادی نے کہا اس میں تشیع ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے ''الاذکار'' (ص ۵۸، باب ما یقول اذا توجه الی المسجد) میں اس روایت کو دو اسناد سے ذکر کیا ہے پہلی کو ذکر کرنے کے بعد کہا: وازع بن نافع العقیلی کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور دوسری کے بعد کہا: اس میں عطیہ العوفی ضعیف راوی ہے۔

العوفی کے لیے یہی موقف ہے کیونکہ وہ تدلیس کرتا ہے اگرچہ ترمذی نے اس کی بعض روایات کو حسن کہا ہے۔ یہ بات معروف ہے کہ ترمذی روایت کو حسن اور صحیح کہنے میں متساہل (نرم) ہیں۔ ان کی تصحیح پر اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ ذہبی نے اس کی وضاحت کی ہے اور منذری نے ترغیب میں اس پر تنبیہ کی ہے۔ ❹

العوفی کی بیان کردہ ضعیف روایت مثلاً ''ہفتہ مکر وفریب کا دن ہے'' اور حدیث ''انسان کے دونوں ہاتھ پر جبکہ دونوں پاؤں برید (ڈاک) ہیں۔''

مذکورہ روایت میں فضیل بن مرزوق ہے جو غالی قسم کا شیعہ تھا اسے نسائی اور ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے یہ عطیہ عوفی سے جھوٹی روایات بیان کرتا تھا۔ ❺

بعض لوگوں نے اس کی توثیق بیان کی جبکہ بعض نے اسے ضعیف کہا۔ یہ ان راویوں میں سے ایک ہے جن کی وجہ سے امام مسلم پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے اور ان لوگوں کی روایات مسلم میں نقل کرنے کو معیوب سمجھا ہے جیسا کہ

---

❶ صريح البيان: ٢٩٢۔
❷ تقريب التهذيب: ٤٦١٦۔
❸ اتحاف السادة المتقين: ٥/٨٨۔
❹ ميزان الاعتدال: ٣/٧٩۔ تهذيب التهذيب: ٧/٢٢٤۔
❺ تهذيب التهذيب: ٨/٢٩٨۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حاکم نے ذکر کیا ہے۔ ابن حبان نے کہا یہ عطیہ سے جھوٹی روایات ذکر کرتا تھا اور یہ غالی شیعہ تھا جیسا کہ ابن معین اور عجلی نے وضاحت کی ہے۔ "تهذيب التهذيب" (٤/٣٠١، ٣٠٢) میں حافظ نے تقریب میں اس بات پر اختتام کیا ہے یہ صدوق ہے۔ وہم کا شکار تھا اور اس پر تشیع کا الزام ہے۔ (۵۴۳۷)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ایک اور علت بیان کرتے ہوئے کہا اس روایت میں اضطراب ہے، یہ عطیہ سے ہے یا پھر ابن مرزوق سے اس کی روایت ہے، اس نے کبھی تو اس روایت کو مرفوع ذکر کیا ہے اور کبھی ابی سعید پر موقوف بیان کیا ہے جیسا کہ مصنف میں ابن ابی شیبہ نے ابن مرزوق سے موقوف نقل کیا ہے۔ "السلسلة الضعيفة" (١/٣٧)

اس کی سند میں وازع بن نافع العقیلی ہے جس کے متعلق بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا وہ منکر الحدیث ہے۔ نسائی نے کہا متروک ہے۔ احمد نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کو "نتائج الافكار" میں حسن کہا۔ ان کی عبارت یہ ہے "حديث حسن ...... عن فضيل عن عطية قال: حدثني ابو سعيد۔" اس نے ذکر تو کیا مگر اس کو مرفوع نہیں کہا۔ اس طرح عطیہ کی تدلیس سے خطرہ نہیں ہے۔

حافظ کی بات میں اشارہ ہے کہ انہوں نے عطیہ کی تدلیس نہ ہونے کی وجہ سے حدیث کو حسن کہا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے جیسا کہ ذیل میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

❀ ...... عطیہ کی تدلیس سند میں معروف تدلیس نہیں ہے کہ اس سے امن حاصل ہو کہ اس میں لفظ حدثنی ہے بلکہ یہ تدلیس اور ہے عطیہ نے کہا: حدثني ابو سعيد اس کی مراد ابوسعید الکلبی ہے جیسا کہ امام احمد نے ذکر کیا ہے۔ سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ ابوسعید خدری ہیں۔

❀ ...... حافظ نے ذکر کیا ہے وہ روایت جس میں حدثنا ابوسعید ہو تو وہ موقوف ہے۔ اس پر اضطراب کا حکم نہیں لگایا ہے۔ یہ اس میں صحیح موقف ہے۔

بعض حفاظ حدیث نے اس پر ضعف کا حکم لگایا ہے جیسا کہ حافظ منذری نے "الترغيب" (٣/٤٥٩) میں، حافظ نووی نے "اذكار" (٢٥) میں یہ دونوں حافظ حدیث ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حبشی ان دونوں حفاظ کی بات کو کیوں ردّ کر رہا ہے؟

بلال رضی اللہ عنہ کی روایت کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نکلتے: اے اللہ میں تم سے تمام سائلین کے حق سے سوال کرتا ہوں۔ اس کے بارے میں دحلان نے دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث کی سند کیسے صحیح ہو سکتی ہے جس کے متعلق امام نووی نے اذکار میں اور حافظ نے الابکار میں اس کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا؟ اس میں ایک راوی وازع بن نافع عقیلی ہے اس کے ضعف پر اتفاق ہے یہ منکر الحدیث ہے۔

---

[1] لسان الميزان: ٦/٢٥٩۔ ميزان الاعتدال: ٤/٣٢٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور روایت میں ہے کہ ''میں تجھ سے تیرے چہرے کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے تو نے آسمانوں اور زمینوں کو روشن کیا اور ہر اس حق کے ذریعے جو تیرے لیے ہے اور تمام سائلین کے حق سے سوال کرتا ہوں۔'' طبرانی نے اسے الکبیر میں روایت کیا ہے۔ ہیثمی نے زوائد میں کہا: اس میں فضالہ بن جبیر ہے اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

ایک روایت ''خیبر کے یہودی غطفان سے لڑ رہے تھے...... اور وہ کہتے تھے: اے اللہ ہم تجھ سے محمد النبی الامی کے حق سے سوال کرتے ہیں۔'' اس میں یہودی کے فعل سے استدلال ہے یہ بھی اس صورت میں کہ یہ ثابت ہو۔

روایت کی سند:

اس میں عبدالملک بن ہارون بن عنزہ ہے جو کذاب ہے اسے حاکم نے "مستدرك" (٢/٢٦٣) میں روایت کیا ہے اور فرمایا: ''ضرورت اس کی تخریج کی ہے۔'' ذہبی نے کہا: ''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ عبدالملک متروک ہے ہالک ہے۔ حاکم نے "مدخل" (١/١٧٠) میں عبدالملک پر جرح کی ہے وہ کہتے ہیں: یہ اپنے باپ سے جھوٹی احادیث نقل کرتا تھا۔ مذکورہ روایت اگرچہ اس نے ایک اور سند سے روایت کی ہے مگر یہ مذکورہ سند سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ اس کی آفت اور سبب ضحاک بن مزاحم، کلبی اور عطاء خراسانی ہیں۔ [1]

❀...... یہ حدیث صحیح ترین حدیث کے مخالف ہے جو کہ محمد بن اسحاق صاحب السیرۃ سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھے یہ بات ہمارے مشائخ نے بیان کی کہ یہودی ہمارے ساتھ تھے اور وہ اہل کتاب میں سے تھے جبکہ ہم اس وقت بت پرست تھے جب ہم سے وہ کوئی ناپسندیدہ بات دیکھتے تو کہتے: ہمارے نبی مبعوث ہونے والے ہیں ان کا زمانہ قریب آ چکا ہے ہم ان کی اتباع کریں گے اور ان کے ساتھ مل کر قوم عاد اور قوم ارم کی طرح تمہیں قتل کریں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تو ہم نے تو آپ کی اتباع کی جبکہ یہودیوں نے انکار کر دیا۔ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور ان کے متعلق نازل فرمائی:

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾﴾ [2]

''اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس

---

[1] الضعفاء الصغیر للبخاری: ٧٣۔ العلل لمعرفة الرجال: ٢/٣٩٥۔ الجرح و التعدیل: ٥/٣٧٤۔
[2] البقرة: ٨٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔‘‘

قتادہ کہتے ہیں: وہ محمد ﷺ کے ذریعے فتح طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ مبعوث ہونے والے ہیں۔ ❶

اس روایت کی تائید تین مرسل روایات سے ہوتی ہے۔

متن روایت پہ نقد:

❀...... صحابہ کرام نے وہ مفہوم نہیں سمجھا جو حبشی کو سمجھ آیا ورنہ وہ اپنی تمام جنگوں میں رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی کا توسل اختیار کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا انہوں نے کبھی ایک جنگ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے حق کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگا ہے۔ کیا حق بات پر عمل کرنے میں یہودی صحابہ کرام سے بھی سبقت لے جانے والے ہیں کہ صحابہ نے تو اسے ترک کر دیا اور یہودیوں نے اپنا لیا؟ بربادی ان جاہل مشرکوں اور اللہ تعالیٰ کی کلام میں معنوی تحریف کرنے والوں کے لیے ہے جو صحابہ کرام کے فعل سے اور خلفائے راشدین کی سنت سے تو بے خبر ہیں مگر یہود کے فعل کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

❀...... یہ خبر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قاعدے اور سنت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نصرت اور مدد کو اطاعت کے ساتھ مشروط کر رکھا ہے ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ ❷ ’’اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا۔‘‘ یہودیوں پر جب سے اللہ تعالیٰ نے ذلت نازل فرمائی ہے تب سے ان کی مدد نہیں کی گئی مگر یہ کہ وہ لوگ کے پیچھے رہ کر لڑیں۔

❀...... ایسے باور کرایا جا رہا ہے کہ شاید یہ آیت کریمہ خیبر کے یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ یہ مفہوم تمام اہل تفسیر اور اہل سیر کے بیان کے خلاف ہے، یہ آیت کریمہ مدینہ کے یہودیوں بنوقینقاع اور بنونضیر کے بارے میں نازل ہوئی، یہ وہ لوگ ہیں جو اوس اور خزرج والوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی خبر دیا کرتے تھے۔ یہ متضاد دلیل اس روایت کے جھوٹ سے واضح طور پر پردہ اٹھا رہی ہے۔ یہ ایسے جاہل کا بنایا جھوٹ ہے جسے جھوٹ بنانے کا بھی ڈھنگ نہیں ہے۔

حبشی کا فاسد قیاس:

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ حبشی کا قیاس بالکل فاسد ہے جس میں اس نے کہا کہ اگر اعمال صالحہ کا توسل جائز ہے تو پھر انبیاء کی شخصیات اور ذات کا توسل کیوں جائز نہیں ہے؟ ❸ یہ قیاس باطل ہے اس کی کئی وجوہات ہیں:

❀...... یہ قیاس ہے۔ عبادات میں قیاس باطل ہے۔ سلف صالحین میں سے بعض کا قول جن میں ابن سیرین بھی شامل ہیں طبری نے ذکر کیا ہے: سورج اور چاند کی پوجا قیاس کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ سب سے پہلے قیاس ابلیس نے کیا

---

❶ تفسیر طبری: ١/٣٢٥۔ دلائل النبوة: ٢/٧٥۔ الدر المنثور: ١/٨٧۔

❷ محمد: ٧۔ ❸ صريح البيان: ٦٤۔ شفاء السقام: ١٧٤۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جب اس نے کہا: ﴿خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ﴾ [1] ''تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔''

تفسیر طبری: ۱/۳۲۵۔ جامع بیان العلم: ۱/۵۸۔

❀...... جب ایسے عمل صالح سے بھی توسل ناجائز ہے جو کسی اور سے وقوع پذیر ہوا ہے تو پھر لازمی طور پر ذات کا توسل ناجائز ہے۔

❀...... یہ قیاس بذات خود دلیل ہے کہ ان کا توسل بلا دلیل ہے کیونکہ نص کی موجودگی میں قیاس باطل ہے اور قیاس کا مطلب ہی یہی ہے کہ غیر منصوص چیز کو منصوص کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔

❀...... اپنے نیک عمل کو وسیلہ بنانا اپنے کسب اور اپنے عمل کی وجہ سے ہے جبکہ غیر شرعی وسیلہ دوسروں کی نیکی اور ان کی شرافت سے ہے۔ صلحاء کے اعمال پر اعتماد درحقیقت خود نیک اعمال کرنے میں سستی اور اس سے فرار کے مترادف ہے۔ اسے ہی جھوٹی امید اور جھوٹی آرزو کہا جاتا ہے۔ یہی فساد پہلی قوموں میں پھیلا ہے، انہوں نے پہلے پہلے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا اور پھر کبیرہ گناہوں میں پڑ کر فواحش و جرائم کا برملا ارتکاب کیا جس کسی نے انھیں سمجھانے کی کوشش کی تو اسے کہا: فوت شدگان ان کو بروز قیامت سہارا دیں گے اور ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کریں گے۔

❀...... یہ غیر مشروع چیز کو مشروع پر قیاس کرنا ہے۔ عمل صالح کا توسل شریعت میں ثابت ہے تم بتاؤ شخصیات اور ذات کا توسل کس دلیل کی بنیاد پر جائز ہے؟ امور توحید میں قیاس جائز ہی نہیں ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا: اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ توحید کے مسائل میں قیاس نہیں یہ تو صرف احکام میں ہے۔ [2]

❀...... صحابہ کرام کا آپ کی ذات کا توسل ترک کرنا اور عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کرنا اس قیاس کے فاسد ہونے کی واضح دلیل ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

یہ لوگ ایک اور قیاس ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سب سے عظیم اور قابل عزت وسیلہ ہیں۔ ان کا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی بلند ہے۔ الوسی نے کہا: یہ کلمہ تو حق ہے مگر اس سے جو مراد لی گئی ہے وہ باطل ہے اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے۔ آپ کے اقوال اور آپ کے افعال کی اتباع کی جائے اور مومنوں کا راستہ اختیار کیا جائے اور دین میں غلو (زیادتی) سے دور رہا جائے۔ [3]

---

[1] صٓ: ۷۶۔

[2] جامع بیان العلم و فضله: ۲/۵۵۔

[3] جلاء العینین: ۴۵۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اسماء اور صفات کے ساتھ توسل اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے اسماء و صفات سے بڑھ کر کوئی توسل اعظم اور بلند نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رسول کریم ﷺ کا مقام اور مرتبہ مخفی نہیں تھا۔ مگر انہوں نے آپ کے اس عظیم مرتبے کو وسیلہ نہیں بنایا ہے وہ آپ کی دعا کا وسیلہ اختیار کرتے تھے جب آپ بقید حیات تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان تمام صحابہ کرام کو لے کر مدینہ کے باہر تشریف لائے اور تمام کی موجودگی میں یہ اعلان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ان سے دعا کروایا کرتے تھے اور آپ سے درخواست کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سے بارش نازل کر دیا کرتا تھا اب رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں تو ہم عباس رضی اللہ عنہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ دعا کریں۔ پھر انہوں نے آپ کے مقام و مرتبے کا توسل کیوں اختیار نہیں کیا؟

توسل کے متعلق مزید شبہات اور ان کا ازالہ:

شبہ: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اولیاء اور انبیاء کا توسل اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کا توسل اختیار نہ کرنا قرآنی حکم کی مخالفت ہے: ﴿وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ ❶ ''اور اس کی طرف قرب تلاش کرو۔'' اور یہ اولیاء وصلحاء کی ذات پر طعن ہے۔

جواب: آیت کریمہ سے یہ استدلال باطل ہے کیونکہ کسی معتبر تفسیر میں اس آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر میں یہ مفہوم نہیں ملتا ہے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر، طبری اور بغوی وغیرہ۔ ان تفاسیر میں اولیاء وصلحاء سے توسل کا ذکر نہیں ملتا البتہ عمل صالح کا ذکر ضرور ملتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما، سدی اور قتادہ سے اس آیت ﴿وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ کی تفسیر میں اولیاء کے وسیلے کی بجائے مندرجہ ذیل مفہوم ملتا ہے: اللہ تعالیٰ کا تقرب اس کی اطاعت اور ایسے اعمال کے ذریعے حاصل کرو جن سے وہ راضی ہوتا ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ تفسیر وہ ہے جو ان ائمہ سے منقول ہے اور اس میں مفسرین کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور طبری نے بھی اسی طرح کے اقوال نقل کیے ہیں۔ ❷

ابولیث سمرقندی جو کہ حنفیہ کے کبار مشائخ میں سے ہیں کہا ﴿وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب اور فضیلت اعمال صالحہ کے ذریعے تلاش کرو۔ ❸

کسی ایک بھی معتبر مفسر نے اس آیت کریمہ کی تشریح میں یہ نہیں فرمایا ﴿وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ فوت شدگان سے مانگو یا پھر ان اولیاء وصلحاء کو اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بناؤ۔

---

❶ المائدۃ: ۳۵۔

❷ تفسیر ابن کثیر: ۲/۵۲، ۵۳۔ تفسیر طبری: ۶/۴، ۱۴۶، ۱۴۷۔ ❸ بحر العلوم: ۳/۷۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر یہ مفہوم ہوتا جو تم بیان کر رہے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑنا واجب ہوتا پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سے دور رہتے اور اس کو ترک کر دیتے اور تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتے کہ ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل اختیار کیا کرتے تھے یعنی ماضی میں ایسا کرتے تھے مگر اب ایسا نہیں کریں گے اب ہم عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: اے اللہ ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل اختیار کیا کرتے تھے اور تو ہم پر بارش برسا دیا کرتا تھا اب ہم ان کے چچا کے ذریعے تجھ سے سوال کرتے ہیں۔

یہ اولیاء اور صالحین: یاد رکھیں ولایت یعنی ولی ہونے کے لیے دو بنیادی شرطیں ہیں: (۱) ایمان (۲) تقویٰ اور ان دونوں کا تعلق انسان کے دل سے ہے جس پر کوئی دوسرا مطلع نہیں ہو سکتا۔ وہ اندازہ نہیں کر سکتا کہ کسی کے دل میں کیا ہے۔ ان کو ولی اور صالح کہنا اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم ان کو جنتی کہیں اور ان کا تزکیہ بیان کریں جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝ؑ﴾ [1] ''سو اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے کہ کون بچا۔'' جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود اپنا تزکیہ کرنے سے روک دیا ہے تو وہ دوسروں کا تزکیہ کیسے کر سکتا ہے؟ وہ اس انسان کا تزکیہ اور اس کے جنتی ہونے کی گواہی کیسے دے سکتا ہے جس کی دلی کیفیت پر وہ اطلاع نہیں پا سکتا ہے اور اس کے انجام سے وہ کیسے واقف ہو سکتا ہے؟ کچھ لوگ عام لوگوں کے ہاں جنتی خیال کیے جاتے ہیں مگر وہ جہنم میں داخل ہونے والے ہوتے ہیں۔

دوسرا شبہ: ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل لی ہے:

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ؑ﴾ [2]

''اور ان کے نبی نے ان سے کہا بے شک اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تمھارے پاس وہ صندوق آ جائے گا جس میں تمھارے رب کی طرف سے ایک تسلی ہے اور اس میں سے چند باقی ماندہ چیزیں ہیں جو موسیٰ کی آل اور ہارون کی آل نے چھوڑا تھا، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے، بے شک اس میں تمھارے لیے یقیناً ایک نشانی ہے، اگر تم مومن ہو۔''

کہا: یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ انبیاء و صلحاء کے آثار اور ان کی چیزوں سے توسل جائز ہے۔

جواب: یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ ان لوگوں نے طالوت کے حکمران ہونے کا انکار کیا کیونکہ وہ حکمرانوں کی نسل میں سے نہیں تھے تو ان کے نبی نے ان سے کہا: ان کے حکمران ہونے کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا جس کو دیکھ کر تمہارے دل اطمینان پکڑ لیں گے کیونکہ یہ ایک نشانی کے طور پر ہو گا اور اس میں آل موسیٰ اور

---

[1] النجم: ۳۲۔ [2] البقرۃ: ۲۴۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آل ہارون علیہ السلام کی متروکہ اشیاء ہیں جس کو دیکھ کر تمہیں یقین آ جائے گا کہ یہی تمہارے حکمران ہیں، یہ تابوت طالوت کی حکمرانی کی دلیل تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور شریعت نہیں تھا کہ تم اولیاء اور انبیاء کی ذات سے توسل اختیار کرو یا پھر ان کے آثار کو وسیلہ بناؤ۔ ابن جریر نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بہت سے اقوال ذکر کرنے کے بعد کہا: سب سے بہترین اور حق بات یہ ہے کہ (سکینۃ) کا معنی وہی ہے جو عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا ہے کہ ''لوگوں کے دل اس چیز کو دیکھ کر سکون پاتے ہیں جس کو وہ پہچانتے ہیں۔''

❀......تمہارا بیان کردہ مفہوم صحابہ کرام پر طعن اور ان کی توہین ہے۔ ان کو یہ مفہوم سمجھ کیوں نہیں آیا جو تم نے اخذ کیا ہے؟ وہ اس آیت کریمہ کو ایسے کیوں نہیں سمجھ سکے جیسے تم سمجھے ہو؟ صحابہ کرام نے قرآن مجید کی تفسیر رسول اللہ ﷺ سے سیکھی ہے مگر انہوں نے تو کسی جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے آثار میں سے کبھی کوئی چیز نہیں بھیجی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا کرتہ اور آپ کی تلوار وغیرہ ان کے پاس موجود تھی، کسی ایک بھی دلیل سے جو صحیح سند سے مروی ہو ثابت نہیں ہے کہ وہ جنگوں میں یہ آثار لے کر جاتے ہوں اور اس کو بطور وسیلہ استعمال کرتے ہوں۔ وہ لوگ احباش کی نسبت دین کو زیادہ جاننے والے بھی تھے اور اس پر ان لوگوں سے کہیں زیادہ عمل کرنے والے بھی تھے۔

تم لوگ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کیا جواب دے سکتے ہو جس میں انہوں نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ اسی طرح کے کاموں کی وجہ سے برباد ہو گئے وہ اپنے نبیوں کے آثار (نشانیوں) کے پیچھے لگے اور ان کو کنیسہ (گرجا گھر) اور بیعا (یہودی عبادت خانہ) بنا ڈالا۔'' آپ نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ایک جگہ پر نفل پڑھنے کے لیے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ آپ کو بتایا گیا اس جگہ پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے فرمایا: ''کیا تم اپنے نبی ﷺ کے آثار کو مسجد بنانا چاہتے ہو؟ خبردار! تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے برباد ہو گئے۔ جس کو نماز کا وقت جہاں آن پہنچے وہ وہیں نماز پڑھے ورنہ آگے چلتا رہے۔''[1]

آپ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ اس درخت کی زیارت کو آتے ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ کی بیعت ہوئی تھی تو آپ نے اسے اکھاڑنے کا حکم دے دیا اور اسے کاٹ دیا گیا۔[2]

جب ہم کسی نص کے متعلق اختلاف کریں تو ہمیں فہم صحابہ اور ان کے علم کی طرف رجوع کرنا ہے۔

❀......بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ قصہ ایسے ہی ہے جیسے تم بیان کر رہے ہو تو یہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہے نہ کہ ہماری۔ یہ ہمارے لیے شرعی حکم کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ہماری شریعت میں تو اس کے خلاف حکم ملتا ہے۔ اولیاء، انبیاء اور صالحین کے آثار سے توسل یا مدد مانگنے کا حکم نہ تو ہمیں اللہ نے دیا ہے نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے ایسی کوئی تعلیم دی

---

❶ المصنف، ابن ابی شیبہ: ۲/۳۷۶۔ سنن سعید بن منصور۔

❷ فتح الباری (۷/۴٤۷) میں حافظ نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔ اگرچہ اس کی سند منقطع ہے مگر ان کو یہ الزامی جواب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور نہ ہی سلف صالحین سے ایسا عمل ملتا ہے بلکہ اس کے برعکس عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنی اسرائیل اسی لیے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے انبیاء کے آثار کے پیچھے لگ گئے تھے۔ ❶

تیسرا شبہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا تو تین دن کے بعد ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گرا دیا اور قبر کی مٹی اپنے سر پر ڈال لی اور کہا: یا رسول اللہ! آپ نے جو بولا ہم نے سنا، جو کچھ آپ نے اللہ تعالیٰ سے یاد کیا ہم نے آپ سے یاد کر لیا۔ اس میں سے ایک یہ آیت بھی آپ پر اتری:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِـيْمًا ﴾ ❷

”اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے اور اگر واقعی یہ لوگ، جب انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا تو اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان پاتے۔“

یقینا میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ میرے لیے بخشش طلب کریں۔ تو اس کو قبر سے آواز دی گئی، تمہارے گناہوں کو بخش دیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عتبی بیٹھے تھے اور انہوں نے اس اعرابی کو دیکھا......۔

جواب: خطیب نے ”تاریخ بغداد“ (۲/۳۲۶) میں اور ابن خلکان نے ”وفیات الاعیان“ (۱/۵۲۳) میں کہا: عتبی ۲۲۸ھ میں فوت ہوئے۔ سوال یہ ہے کہ جب اعرابی آیا اور انہوں نے اس کو دیکھا تو اس وقت ان کی عمر کتنی تھی؟

عتبی کی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے جس میں حسن زعفرانی اعرابی سے روایت کر رہے ہیں یعنی عتبی سے۔ یہ مذکور زعفرانی ۲۴۹ھ میں فوت ہوئے ہیں ان دونوں کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہم عصر ہوں۔ اس روایت کی سند منقطع ہے اور یہ ضعیف ہے اگرچہ اس روایت کو ان لوگوں نے ذکر کیا جنہوں نے مناسک (حج) پہ لکھا جیسا کہ سبکی نے ”شفاء السقام“ (۸۲) میں اسے نقل کیا ہے۔

یہ واقعہ فقط ایک اعرابی کے فعل سے کیسے شہرت پا گیا جبکہ کسی ایک صحابی سے بھی ایسا فعل وارد نہیں ہے؟ ام المومنین

❶ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نشانی بھیجا گیا اور اس کو فرشتے اُٹھائے ہوئے تھے۔ تا کہ لوگوں کو طالوت علیہ السلام کی بادشاہت کا یقین ہو جائے۔ فرمایا: ﴿تَحْمِلُهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ﴾ (البقرة: ۲۴۸) اسے فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے جبکہ صالحین کی ذات اور قبور کو واسطہ بنانا غیر شرعی ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں۔ (مترجم)

❷ النساء: ٦٤۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جنہوں نے آپ کی قبر کے پہلو میں زندگی کے بقیہ ایام گزارے ہیں ان سے ایسی کوئی ندا (آواز) اور ایسے کوئی کلمات ثابت نہیں ہیں، آخر کیوں؟ اس اعرابی کو اس آیت کریمہ کا یہ خود ساختہ مفہوم کیسے سمجھ آ گیا جو ان صحابہ کرام سے مخفی رہا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے علم سیکھا۔ انہوں نے اس آیت کی عملی تطبیق اس طرح کیوں کر کے نہیں دکھائی ہے؟

کیا کسی روایت کا مشہور ہو جانا اس کے صحیح اور ثابت ہونے کی دلیل ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس روایت کا کیا حکم ہے: ''علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔'' یہ مشہور تو ہے مگر اس کی کوئی اصل نہیں یہ بے بنیاد ہے اور یہ روایت ''اللہ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔'' یہ روایت ضعیف ہے حالانکہ لوگوں کے ہاں مشہور ہے۔ تو یاد رکھیں: اعتبار حدیث کے صحیح ہونے کا ہے نہ کہ مشہور ہونے کا۔ لوگوں کی زبانوں پر کسی روایت کا مشہور ہو جانا اس کے صحیح ہونے کی علامت نہیں ہے۔ کتب فقہ ایسی روایات سے بھری ہوئی ہیں جن کی تحقیق اور نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے جو بھی کتب فقہ کا مطالعہ رکھتا ہے وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہے۔

روایت: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے......:

ان لوگوں نے اس حدیث کو دلیل بنایا ہے ''میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے۔ تم کچھ بیان کرتے ہو تو تم کو کچھ بتایا جاتا ہے اور میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہے میرے اوپر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جب میں اچھا عمل دیکھتا ہوں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جب کوئی برا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔''

حدیث کا حکم:

(۱)...... یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ یہ صحیح ترین حدیث کے خلاف ہے۔ جو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ امت کے اعمال فقط آپ کی زندگی میں ہی پیش کیے جاتے تھے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے اوپر میری امت کے تمام اچھے اور برے اعمال پیش کیے گئے۔ میں نے دیکھا کہ بہترین اعمال میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی ہے اور برے اعمال میں دیکھا کہ مسجد میں تھوک کر اسے دفن نہ کیا جائے۔ [1]

(۲)......اس اضافے پر اعتراض ہے جس کو بیان کرنے میں عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد المرجی متفرد ہے اور یہ اضافہ اس حدیث پر ہے اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ (اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے چلتے پھرتے ہیں) زبیدی نے اس حدیث کے متعلق حافظ عراقی کا حکم نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں عبدالمجید بن عبدالعزیز ہے۔ اگرچہ امام مسلم نے اس کی روایات کو نقل کیا ہے اور اس کی توثیق ابن معین اور امام نسائی نے کی ہے مگر بہت سے محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

حرث بن ابی اسامۃ کی روایت جو انہوں نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے جو کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کا مفہوم

[1] مسلم: ۵۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی یہی ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کے متعلق ابن حبان نے "المجروحین" (۲/۲۰۵) میں کہا یہ انتہائی منکر الحدیث ہے جو روایات کو الٹ پلٹ کر بیان کرتا ہے اور مشہور لوگوں سے منکر روایات بیان کرتا ہے لہٰذا اس کی روایات کو ترک کیا جائے۔ حافظ نے "تقریب" (۴۱۶۰) میں کہا: صدوق ہے غلطیاں کرتا تھا اور یہ مرجی تھا۔

زبیدی نے اسے ایک اور سند سے بیان کیا ہے جو کہ ابن سعد کے ہاں طبقات میں ہے اور یہ بکر بن عبداللہ بن المزنی سے ہے اور یہ روایت مرسل ہے۔ ❶

جو بات حافظ البزار نے کی اس کا آخری حصہ ہم نہیں جانتے کہ عبداللہ سے اس سند کے علاوہ کچھ ذکر کیا گیا ہو۔ اسے "نسائی" (۱۲۸۲) نے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ نہیں ہے۔

یہ حدیث ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹/۲٤) میں ذکر کی ہے اور کہا اسے بزار نے روایت کیا ہے اس کے تمام رواۃ صحیح ہیں۔ یہ عبارت نہ ہی تو سند کو اور نہ ہی حدیث کو صحیح ثابت کر سکتی ہے اور یہ بات اہل حدیث کے ہاں معروف ہے۔ یہ کہنا کہ اس روایت کو ہیثمی نے صحیح کہا تو یہ عام لوگوں کے لیے تلبیس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کسی سند کا صحیح ہونا حدیث کے صحیح ہونے کا معیار نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ مراتب ہیں۔ کتنی ہی صحیح اسناد ہیں اور ان کے رواۃ بھی صحیح ہیں مگر وہ شاذ ہیں یا معلول ہیں۔ صحیح حدیث کی شروط میں سے یہ بھی ہے کہ وہ نہ ہی تو شاذ ہو اور نہ ہی معلول ہو۔

(۳)......اے اشاعرہ! یہ روایت متواتر نہیں ہے حالانکہ تم عقائد میں متواتر روایت سے ہی استدلال کرنے کا دعویٰ کرتے ہو۔ غور کرو! یہ روایت فقط خبر واحد ہی نہیں بلکہ ضعیف ہے ان لوگوں کی جہالت دیکھو کہ کیسے عمر رضی اللہ عنہ کے ترکِ توسل سے بے علم ہیں جبکہ ضعیف آثار کو متواتر احادیث پر ترجیح دے رہے ہیں؟

(۴)......اس روایت میں ارجاء کی ترغیب ہے۔ اس کا ایک راوی عبدالمجید بن عبدالعزیز مبتدع ہے اور اس پر ارجاء کی دعوت کا الزام ہے حتیٰ کہ اس نے اپنے باپ کو اس میں شمار کیا اور یہ وہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جھوٹی روایت نقل کرتا ہے کہ "ہمیں تو حق فقط مرجئہ میں نظر آتا ہے۔" ❷

امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ نے گواہی دی کہ یہ غالی مرجئہ میں سے ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ ارجاء کے متعلق غلو کا شکار تھا۔

ابوداؤد نے کہا: یہ ارجاء کی طرف دعوت دیتا تھا۔ ❸

یہ اصول بہت سے محدثین کے ہاں معروف ہے کہ جب کوئی مبتدع راوی کسی روایت میں متفرد ہو اور اس سے اس

---

❶ اتحاف السادة المتقين: ۹/۱۷٦، ۱۷۷۔ الاحياء: ٤/۱٤۸۔
❷ ميزان الاعتدال: ۲/٦٤۸۔ العلل لاحمد: ۲/۱۱۳۔ الجرح و التعديل: ٦/٦٤۔ القصص الصغير: ۲۳۹۔
❸ تهذيب التهذيب: ٦/۳۸۱، ۳۸۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی بدعت کی تائید ہوتی ہوتو وہ مردود یعنی نا قابل قبول ہے۔ یہ مفسر جرح ہے جو توثیق پر مقدم ہے۔

یہ روایت اس کے مذہب ارجاء کی تائید کرتی ہے، اس میں یہ ہے کہ جب کوئی عمل رسول اللہ ﷺ پر پیش کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ اس کے لیے استغفار کریں تو گناہ کوئی نقصان نہیں دے گا چاہے وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو کیونکہ حدیث میں تو برے اعمال سے استغفار کا ذکر ہے۔

اس روایت کے اخلاقی اور سلوکی اثرات:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ کیوں فرمایا: ''اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ میں اللہ کے حضور تیرے کسی کام نہ آسکوں گا۔'' جبکہ اس صحیح حدیث کے باوجود زانی، چور، قاتل اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب مطمئن ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے لیے استغفار طلب کریں گے۔

یہ حدیث اخلاق وسلوک کے اعتبار سے مسلمانوں کے لیے انتہائی خطرناک ہے یہ حدیث نیکی کرنے والوں کی حوصلہ شکنی اور برائی کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کر رہی اور اس کے لحاظ سے فریقین کا انجام ایک ہی ہوگا اور وہ ہے مغفرت یعنی دونوں کا انجام مغفرت اور بخشش ہوگی۔

کیا مغفرت اور بخشش پر یہ اطمینان اور تسلی عیسائیوں کی تسلی اور اطمینان سے ملتی جلتی نہیں ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم مسیح علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ان کی قربانی ہمارے گناہوں کا کفارہ اور بخشش کا ذریعہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں گناہ گاروں پر حد کیوں قائم کی ہے؟ آپ نے ان کے لیے استغفار کیوں نہیں طلب کیا؟ کیا وہ آپ کی امت کا حصہ نہیں ہیں؟

اگر آپ اپنی امت کے لیے استغفار طلب کرتے تھے تو پھر آپ کی امت سے گروہ در گروہ لوگ جہنم میں کیوں داخل ہوں گے؟

(۵)...... اگر اس حدیث سے یہ پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے استغفار طلب کرتے ہیں تو پھر صحابہ کرام کے فعل کی بنیاد پر آپ سے سوال نہ کرنے اور نہ مانگنے کا پتہ چل رہا ہے۔ قرآن مجید میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی مومنوں کے لیے استغفار طلب کرتے ہیں جو فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں وہ ہمیشہ مومنوں کے لیے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۷﴾ [1]

---

[1] غافر: ۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے ارد گرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے اور انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا۔''

مگر کسی نے ان ملائکہ سے سوال کرنے، مدد مانگنے کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔

رسول کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں اور انبیاء کی وفات کے بعد ان سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان سے سوال کرنا جائز ہوتا تو یہ بات صحابہ کرام کے درمیان مشہور ہوتی اور صحابہ کرام کے بے شمار سوال آپ سے اور سابقہ انبیاء سے ثابت ہوتے اور معلوم ہوتے۔ یہ بات مسلّم ہے کہ یہ شرک ہے اور شرک آپ کی شفاعت سے مانع ہے۔

(۶)...... اس روایت سے یہ پتا چلتا ہے کہ اعمال مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ گویا اعمال دو کے پاس پیش کیے جاتے ہیں فقط اکیلے اللہ تعالیٰ پر پیش نہیں کیے جاتے یہ ایسا شرک ہے جو شیعہ رافضیوں کے ہاں پایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا یہ فرمان ﴿فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [1] ''پس عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی۔'' ائمہ کے متعلق ہے یعنی اس سے مراد ائمہ ہیں۔ [2]

اس امت کے کذابوں نے بھی اس طرح کی کئی احادیث گھڑ لی ہیں جیسا کہ تمہارے اعمال مجھ پر جمعرات کے دن پیش کیے جاتے ہیں۔

اول: حسین بن علی عدوی۔ اسے ابن عدی، دارقطنی اور ابن حبان نے جھوٹا کہا ہے۔ [3]

دوم: ابوسلمہ محمد بن عبدالملک الانصاری، یہ انتہائی منکر الحدیث ہے۔ اس کی حدیث سے استدلال اور دلیل لینا جائز نہیں ہے جیسا کہ ابن حبان نے بھی وضاحت کی ہے۔ [4]

صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ اعمال فقط اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ ہر سوموار اور ہر جمعرات کو لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس روز ہر ایک کو معاف کر دیتا ہے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک

---

[1] التوبة: ١٠٥۔
[2] الكامل لابن عدی: ٣/٩٤٥۔ المجروحين: ١/٢٤١۔ سوالات السهمی: ٢٨٤، ص: ٢١١۔
[3] الكامل لابن عدی: ٣/٩٤٥۔ المجروحين: ١/٢٤١۔ سوالات السهمی ٢٨٤، ص: ٢١١۔
[4] الضعفاء: ٤/٩٦۔ المجروحين: ٢/٢٦٦۔ ميزان الاعتدال: ٣/٥٩٨۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرے اور وہ جس کی اپنے بھائی کے ساتھ دشمنی (قطع تعلقی) ہو۔ ❶

اِس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو معاف نہیں کرتا جبکہ اُس حدیث میں تو مطلق الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب کے لیے استغفار طلب کرتے ہیں۔

(۷)...... یہ روایت اس صحیح ترین حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے بعد اپنی امت کے اعمال سے بے خبر ہیں۔ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ حوض پر آئیں گے جب میں ان کو دیکھوں گا تو پہچان لوں گا۔ لیکن ان کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے اللہ یہ میری امت کے لوگ ہیں۔ تو مجھے کہا جائے گا: آپ کو علم نہیں ہے کہ آپ کے بعد انہوں نے دین میں کیا تبدیلیاں کر دی تھیں؟ تو میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک اور صالح انسان نے اللہ تعالیٰ سے کی:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾﴾ ❷

”میں نے انھیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔“

جب آپ بقید حیات تھے تو اپنی امت کے ان اشخاص کے حالات نہ جانتے تھے جو آپ سے غائب ہوتے تھے۔ جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہو جانے کا قصہ ہے اور بئر معونہ میں دھوکہ سے شہید کیے جانے والے صحابہ کرام، جنہوں نے دعا کرتے ہوئے کہا تھا: اے اللہ ہمارے نبی علیہ السلام کو ہماری خبر پہنچا دے۔ ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ آپ امت کے ہر فرد کی بات سنتے ہیں وہ قریب ہو یا بعید ہو۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

انہوں نے پہلے شبہ کے ساتھ ایک اور شبہ ذکر کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ﴾ ❸

”اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے گا۔“

اور یہ فرمان:

﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾﴾ ❹

---

❶ مسلم: ۲۵۶۵۔ مسند احمد: ۲/۲۶۸۔ ❷ المائدۃ: ۱۱۷۔

❸ البقرۃ: ۱۴۳۔ ❹ النساء: ۴۱۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔"

یہ کہتے ہیں یہ گواہی اس چیز پر ہے جو آپ لے کر آئے اور آپ نے ان کو یہ بات پہنچائی۔

ہم کہتے ہیں: اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ وہ سنتے ہیں تو اس بات کی دلیل کیا ہے کہ اگر وہ سن لیتے ہیں تو جواب بھی دیتے ہیں؟ قرآن مجید کہتا ہے اگر وہ سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے:

﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿14﴾﴾ ❶

"اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔"

﴿وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿5﴾﴾ ❷

"اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔"

اس سے یہ واضح ہے کہ جن کو پکارا جاتا ہے وہ بت نہیں بلکہ نیک لوگ ہیں۔

قیاس کی فاسد ترین قسموں میں سے ایک دنیاوی زندگی کو آخرت کے امور پر قیاس کرنا ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز جنت میں سنی ہے حالانکہ بلال رضی اللہ عنہ اس وقت زندہ تھے؟

ہم اگر یہ بھی کہیں کہ وہ زندہ ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان سے استغاثہ کیا جائے۔ اللہ کو چھوڑ کر ان سے مدد مانگی جائے۔ کوئی ایک آیت اور کوئی ایک حدیث اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ غیر اللہ سے یا پھر جو برزخی حیات پا چکا ہو اس سے دعا کی جائے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی برزخی زندگی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ حی اور قیوم ہے کو چھوڑ کر ان سے سوال کیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿64﴾﴾ ❸

"اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورت بنائی تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمھارا رب، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

---

❶ فاطر: ١٤۔

❷ الاحقاف: ٥۔ ❸ غافر: ٦٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس وہ اکیلا ہی زندہ ہے جس کو ہم پکارتے ہیں۔

حافظ نے دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی میں مکمل فرق بیان کیا ہے کہ اخروی زندگی دنیاوی زندگی سے مکمل طور پر مختلف ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول:

﴿قَالُوا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾ ❶

''وہ کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تو نے ہمیں دو دفعہ زندہ کیا۔''

اگر آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں تو پھر لازم آتا ہے کہ آپ تین مرتبہ زندہ ہوئے اور تین مرتبہ فوت ہوئے۔ یہ بات نص کے خلاف ہے۔ کہا: جواب یہ ہے کہ قبر کی زندگی سوال و جواب کے لیے مستقل زندگی سے مختلف ہے جس میں روح اور بدن کا رشتہ قائم رہتا ہے اور یہ کہ وہ ان تمام چیزوں کا محتاج ہو جس کا زندہ محتاج ہوتا ہے۔ یہ تو فقط امتحان کے لیے روح کا اعادہ ہوتا ہے اس کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں۔ روح کا یہ لوٹنا عارضی ہوتا ہے اور انبیاء کے متبعین کی کثیر تعداد کو زندہ کیا گیا پھر وہ دوبارہ موت کی وادی میں چلے گئے۔ ❷

لیکن صوفیہ اس فرق سے جاہل ہیں۔ یہ لوگ ایسے دعوے کرتے ہیں جن کی بنیاد پر یہ صحابی بن چکے ہیں۔ شیخ شعرانی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر احسان کر رکھے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میری رسول اللہ ﷺ سے بہت گہری قربت ہے۔ میں اکثر اوقات ان کی قبر پر حاضری دیتا رہتا ہوں حتیٰ کہ بعض دفعہ میں ان کے حجرہ پر ہاتھ رکھتا ہوں حالانکہ میں مصر میں ہوتا ہوں اور میں آپ سے ایسے باتیں کرتا ہوں جیسے اپنے ساتھ بیٹھے کسی انسان سے کر رہا ہوں۔ ❸

❀...... اس روایت کا مسجع (ہم وزن) کلام بھی اس کے غیر ثابت ہونے کی دلیل ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے کلام سے تعارض ہے۔ جب عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی دعا پیش کی جاتی جس میں رسول اللہ ﷺ سے مسجع کلام ذکر کیا جاتا تو وہ فرماتے ان لوگوں نے جھوٹ بولا ہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ مسجع کلام کرنے والے نہیں تھے۔ ❹

شبہ اور اس کا ازالہ:

یہ لوگ ابوجعفر المنصور کے قول سے دلیل لیتے ہیں جو اس نے امام مالک رحمہ اللہ سے کہا تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس دعا کروں تو قبلہ کی طرف چہرہ کروں یا پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: تو اس سے کیوں منہ پھیرتا ہے جو تیرے لیے وسیلہ ہیں اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے لیے بھی وسیلہ ہیں؟ بلکہ تو ان کی طرف رخ کر اور ان کے ذریعے شفاعت طلب کر۔

---

❶ غافر: ۱۱۔

❷ فتح الباری: ۳/۲۴۱۔

❸ لطائف السنن و الاخلاق: ۱۲۳۔ ❹ الحوادث و البدع: ۱۲۱۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد حبشی نے ان لوگوں کی تقلید کرتے ہوئے جنہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا اس پر صحیح ہونے کا حکم لگایا۔ ❶

جواب: اس روایت کی سند انتہائی غیر معتبر ہے اس کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے اور وہ ضعیف ہے، اس سے بہت سی منکر روایات مروی ہیں۔ بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی احادیث پر اعتبار نہیں۔ جوزجانی نے کہا: یہ غیر ثقہ ہے۔ نسائی نے کہا یہ ثقہ (قابل اعتماد) نہیں ہے۔ الاسدی نے کہا: میں نے اپنی زندگی میں اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والا اور گناہ کی طرف جلدی کرنے والا نہیں دیکھا ہے۔ ❷

اس روایت کی سند منقطع ہے محمد بن حمید الرازی کی امام مالک رحمہ اللہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ یہ ۲۴۸ھ میں فوت ہوا۔ امام مالک ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔ حبشی کا عقائد کے باب میں ایسی روایات پر اعتماد کرنا اس کے محدث نہ ہونے کی دلیل ہے جبکہ یہ شخص اپنی ہی شرط کو پاؤں تلے روندتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک عقائد میں ضعیف حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ یہ عمل اس کے حدیث کی خدمت کے دعویٰ کو باطل قرار دے رہا ہے کہ وہ ضعیف حدیث کو بھی فقط اس لیے صحیح قرار دے رہا ہے کہ یہ اس کے مذہب کے موافق ہے۔

مزید یہ کہ امام مالک رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت ثابت ہے کہ وہ دعا کے وقت آپ کی قبر کی طرف رُخ کرنے کو مکروہ خیال کرتے تھے۔ ان کا فتویٰ ہے کہ سلام کے وقت تو قبر کی طرف رخ کیا جائے۔ مگر دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ پھیر لیا جائے۔

اہل بدعت کی حرکتوں پر تعجب ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم دعا کے وقت آسمان کی طرف رخ کریں یا قبلہ کی طرف یا پھر قبر کی طرف؟

رسول اللہ ﷺ کی حرمت وعظمت اور مسجد میں اونچی آواز کے ساتھ بات کرنے میں امام مالک آپ کی زندگی اور آپ کی وفات کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے مگر اس کے باوجود مسئلہ توسل میں آپ کی حیات اور آپ کی وفات کے درمیان فرق کیا کرتے تھے۔ اسی طرح زیارت قبر کے معاملہ میں بھی وہ آپ کی حیات و وفات کے درمیان فرق کرتے تھے وہ یہ کہا کرتے تھے: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے کہ میں نے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

ان کا کہنا ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے غلطی سرزد ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دے کر کہا: اے اللہ!

---

❶ صریح البیان: ٦١۔

❷ سیر اعلام النبلاء: ١١/٥٠٣۔ تهذیب التهذیب: ٩/١٢٧، ١٣١۔ تاریخ بغداد: ٢/٢٥٩۔ میزان الاعتدال: ٣/٥٣٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تجھے محمد ﷺ کی عظمت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں میرے گناہ کو معاف فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے تو ابھی ان کو پیدا بھی نہیں کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور میرے اندر اپنی روح پھونک دی، میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ تیرے عرش پر یہ کلمہ لکھا ہے: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو مجھے پتا چل گیا کہ تو اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام لکھ سکتا ہے جو تیرے ہاں انتہائی مقام و مرتبہ والا ہے اور سب سے محبوب ہے۔ اللہ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا۔ آپ میرے ہاں سب سے زیادہ محبوب ہیں تم مجھے ان کے واسطے سے پکارو تو میں تمہاری غلطی کو معاف کر دوں گا کیونکہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا۔

اس روایت کو امام حاکم (۲/ ۶۱۵) نے ذکر کرنے کے بعد کہا یہ روایت صحیح ہے۔ ذہبی نے کہا: یہ روایت موضوع (جھوٹی) ہے۔ سبکی نے کہا یہ قابل قبول درجہ تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ اسے طبرانی نے الاوسط میں ذکر کیا ہے اور ہیثمی نے مجمع (۸/ ۲۵۳) میں اسے ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ ❶

ہم اس روایت کے متعلق چند باتیں ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

❀...... یہ روایت موضوع (جھوٹی) ہے اور اس میں عیسائیوں کے عقیدہ کو مضبوط کیا گیا ہے۔ ❷ شہرستانی نے عیسائیوں کے عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: ''مسیح علیہ السلام اللہ کا فرزند ہے اور ان کی وجہ سے آدم علیہ السلام کی غلطی کو معاف کیا گیا تھا۔'' ❸

❀......حبشی کا یہ کہنا (اسے امام حاکم نے صحیح کہا ہے) غلط ہے۔ انہوں نے صحیح الاسناد کہا جبکہ محدثین صحیح الاسناد اور صحیح حدیث کے درمیان فرق کرتے ہیں۔

❀......حبشی نے سبکی کے کلام سے استدلال کیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ سبکی نے اعتراف کیا ہے کہ اس نے حدیث پر صحیح ہونے کا حکم لگانے میں حاکم کی تقلید کی ہے انہوں نے کہا ہم نے تصحیح میں حاکم پر اعتماد کیا ہے۔ ❹ جس سے اس فن میں اس کی مہارت کا تو پتا چل رہا ہے لیکن تعجب ہے کہ کس طرح مقلد مقلد کی بات سے استدلال کر رہا ہے؟

محدثین کے ہاں حدیث کو صحیح قرار دینے میں حاکم کا تساہل (سستی) مشہور ہے اس بات سے حبشی کبھی تو جاہل ہوتا ہے اور کبھی ضرورت کے تحت اس کا اقرار بھی کر لیتا ہے۔ محمد بن درویش الحوت نے اپنی کتاب "اسنی المطالب" (ص ۵۷۳) میں کہا: حاکم حدیث کی تصحیح میں متساہل ہیں اور انہوں نے حاکم کی صحیح قرار دی ہوئی بہت سی روایات پر مناوی کا تعاقب ذکر کیا ہے۔

حبشی نے امام ذہبی کے تعاقب پر جو انہوں نے حاکم کا ان الفاظ سے کیا ہے بَلْ مَوْضُوْعٌ بلکہ یہ روایت جھوٹی

---

❶ الصغیر: ۳۵۵۔ ❷ صریح البیان: ۶۱۔
❸ الملل و النحل: ۲/۶۱۔ ❹ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: ۱۶۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے'' پر خاموشی اختیار کی ہے۔

اس کی سند میں عبدالرحمن الفہری ہے یہ نا قابل اعتماد ہے۔ حاکم نے خود بھی پہلی حدیث میں کہا: عن عبدالرحمٰن...... اس کو عبداللہ بن مسلم الفہری نے روایت کیا ہے اس کو میں نہیں جانتا۔

❀...... حبشی سے سوال ہوا: کیا حاکم کی تصحیح اور تضعیف قبول کر لینی چاہیے؟ تو اس نے کہا اگر ذہبی ان کی موافقت کریں تو قبول کر لینی چاہیے ورنہ نہیں۔ لیکن یہاں پر اس نے ذہبی کے استدراک سے خاموشی اختیار کی ہے اور حاکم کی تصحیح پر ہی اکتفا کیا ہے۔

❀...... حافظ ابن حجر نے بیان کیا: بعض محدثین نے ذکر کیا ہے کہ حاکم کو عمر کے آخری حصے میں غفلت اور حفظ کے تغیر کی بیماری لاحق ہو گئی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے بعض رواۃ کو ضعفاء کی جماعت میں شمار کیا اور ان کی روایات کو ترک کرنے کا اور ان کی روایات سے دلیل نہ لینے کا کہا ہے۔ پھر ان میں سے بعض کی روایت کو اپنی مستدرک میں ذکر بھی کیا اور ان کو صحیح قرار دیا۔ اس کی مثال: انہوں نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی روایت ذکر کی اور اس کو ضعفاء میں ذکر کیا۔ ان کا کہنا ہے: ''اس نے اپنے باپ سے موضوع روایات ذکر کی ہیں اور یہ بات ہر اس انسان کو پتا چل سکتی ہے جو غور کرتا ہے۔''[1]

❀...... حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق فرمایا: یہ جھوٹی خبر ہے: خبر باطل جیسا کہ ''اللسان'' (۳/ ۴۴۳) میں حالات نمبر (۴۸۱۵) کے تحت ہے۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ (۵/ ۴۸۹) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے اور سیوطی نے اس حدیث کے ضعیف ہونے کی وضاحت "مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفا" میں کی ہے۔[2] زرقانی نے ''شرح المواہب'' (۱/ ۶۷) میں، ابن کثیر نے ''البدایۃ والنہایۃ'' (۲/ ۳۲۳) میں، ملا علی القاری نے ''شرح الشفا'' (۱/ ۲۱۵) میں اور الشہاب الخفاجی نے ''شرح الشفاء'' (۲/ ۲۴۲) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ حافظ نے حاکم اور ابی نعیم سے ذکر کیا ہے کہ عبدالرحمن بن زید اپنے باپ سے جھوٹی اور بناوٹی روایات ذکر کیا کرتا تھا۔

ابن جوزی نے کہا: محدثین اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں۔ ابن حبان نے کہا: یہ روایات کو ہیر پھیر کر بیان کرتا تھا۔ ابن سعد نے کہا: یہ انتہائی ضعیف ہے۔[3]

ہم کہتے ہیں اے حبشی ان حفاظِ حدیث کی عبارات پر غور کرو اور ان کی بات تسلیم کرلو۔

---

[1] لسان المیزان: ۵/۲۶۳۔

[2] ص ۹۴، حدیث: ۳۸۱۔ سمیر القاضی الحبشی نے سیوطی کی مذکورہ کتاب کی تحقیق کی ہے اور بتایا کہ بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' (۵/۴۸۹) میں اسے ضعیف کہا ہے۔

[3] تہذیب التہذیب: ۶/۱۷۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حبشی کے چند مزید دلائل کی حقیقت

روایت اِسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ ''اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجیے'':

مالک الدار سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ قحط کا شکار ہو گئے تو ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی قبر پر آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ ان کو خواب میں ایک آدمی کی زیارت ہوئی اس نے کہا: عمر کے پاس جاؤ اور ان کو سلام کہو اور ان کو بتاؤ کہ عنقریب تمہیں بارش نصیب ہوگی اور اسے کہو کہ عقل مند کے پاس آئے، عقل مند کے پاس آئے۔

جواب (۱)...... اس میں اضطراب ہے۔ مالک الدار مجہول الحال ہے۔ اگر ہم اس کو ثقہ کہیں بھی تو ان کا ضبط (حفظ) صحیح نہیں ہے۔

(۲)...... سیف بن عمر الضبی کی روایت میں ذکر ہے کہ آنے والا آدمی بلال بن حارث ہے تو یہ مردود ہے۔ یہ سیف ماہرین حدیث کے نزدیک زندیق انسان ہے۔ یہ احادیث بنایا کرتا تھا۔ ابن ابی حاتم نے کہا یہ ضعیف ہے۔ [1] ابن حبان وحاکم نے اس کو زندیق کہا ہے۔ [2]

(۳)...... یہ روایت متواتر نہیں ہے۔ اشاعرہ کا یہ قاعدہ ہے کہ عقیدہ کے باب میں وہ خبر آحاد سے استدلال نہیں کرتے ہیں۔

(۴)...... بخاری رحمہ اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے فقط اس قول کو ذکر کیا ہے کہ ''میں حسبِ استطاعت کوتاہی نہیں کرتا۔'' [3] انہوں نے اس آدمی کے قبر پر آنے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ اضافہ اس قصہ میں داخل کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ منکر ہے اور اس میں اوثق کی مخالفت ہے جو کہ بخاری رحمہ اللہ نے صحیح میں ذکر کیا ہے کہ تمام صحابہ کرام نے آپ کی ذات کا توسل ترک کر دیا تھا اور عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا تھا۔

(۵)...... کیا کوئی مسلمان اس بات پر راضی ہو سکتا ہے اور اس کو تسلیم کر سکتا ہے کہ یہ مجہول آدمی رسول اللہ ﷺ کی محبت، تعظیم اور آپ کی سنت کی اتباع میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر تھا جنہوں نے تمام صحابہ کرام کو کھلے صحراء میں نکالا تا کہ سب کو پتا چلے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ذات کا توسل اختیار نہیں جا سکتا اور زندہ آدمی کی دعا کا توسل اختیار کیا جا سکتا ہے جیسا کہ عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا اور تمام صحابہ کرام نے ان کی موافقت بھی کی کسی نے مخالفت نہیں کی؟

---

[1] الجرح و التعديل: ٤/٢٧٨۔
[2] تهذيب التهذيب: ٤/٢٩٥۔
[3] التاريخ الكبير: ٧/٣٠٤، نمبر: ١٢٩٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(٦)...... اس روایت میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ اس آدمی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا بلکہ خواب دیکھنے والا بھی مجہول اور جو نظر آیا وہ بھی مجہول تو اس کو کیسے دلیل بنایا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی جن ہو یا اس کی آواز ہو؟

(٧)...... عقائد کے باب میں خواب حجت اور دلیل نہیں بن سکتے۔ اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ اخبار آحاد کو تو عقائد کے باب میں ردّ کر دیتے ہیں جبکہ اپنے خود ساختہ عقائد کو ثابت کرنے کے لیے خوابوں سے بھی دلیل لے لیتے ہیں؟

روشن دان والی روایت:

اہل مدینہ ایک دفعہ سخت قحط کا شکار ہو گئے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس حاضری دو اور قبر سے آسمان کی طرف ایک روشن دان بنا دو اس طرح کہ آسمان اور قبر کے درمیان کوئی چھت باقی نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تو بہت زیادہ بارش ہوئی حتیٰ کہ زمین سے نباتات اگ پڑے۔ اونٹ فربہ ہو گئے یہاں تک کہ وہ چربی سے پھٹ پڑے۔ اسی لیے اس سال کا نام "عام الفتق" (پھٹ جانے والا سال) رکھا گیا۔

جائزہ: یہ روایت منکر ہے۔ اس کے اسباب درج ذیل ہیں:

(١)...... راوی ابو نعمان محمد بن فضل کو اختلاط ہوتا تھا۔ [1]

(٢)...... عمرو بن مالک النکری: اس کے بارے میں ابن عدی نے کہا: اس سے عمرو بن مالک نے دس ایسی احادیث نقل کی ہیں جو غیر محفوظ ہیں اور النکری بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ [2]

(٣)...... اوس بن عبداللہ (ابو الجوزاء) اس کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی سند میں کلام ہے۔ [3]

(٤)...... سعید بن زید۔ یہ ضعیف راوی ہے۔ اس کو دارقطنی، ابو حاتم، نسائی، جوزجانی اور بزار نے ضعیف کہا ہے۔ امام احمد نے کہا: اس میں حرج نہیں۔ ابن حبان نے کہا: یہ صدوق ہے، حافظ ہے، احادیث نقل کرنے میں غلطی کرتا تھا۔ اس کو وہم ہوا ہے اس کی حدیث سے دلیل لینا صحیح نہیں ہے جبکہ یہ منفرد ہو۔ [4]

❀...... بالفرض اس کی سند کو صحیح بھی مان لیا جائے تو یہ صحیح ترین روایت کے مخالف ہے جس میں ہے کہ صحابہ کرام نے آپ کی وفات کے بعد آپ کا توسل ترک کر دیا تھا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو لے کر کھلے صحراء میں نکلے تھے اور عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا تھا۔

❀...... حدیث "اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے عمامہ پہننے والوں پر سلام بھیجتے ہیں۔" [5]

---

[1] الکواکب النیرات: ٣٨٢، ٣٨٣۔
[2] الکامل: ١/٤٠٢۔ التهذیب: ١/٣٨٤۔ یہ اثر ان روایات میں سے ایک ہے۔ لہٰذا یہ غیر محفوظ ہے۔
[3] التاریخ الکبیر: ١/١٧٢۔
[4] تهذیب التهذیب: ٤/٣٣۔ میزان الاعتدال: ٢/١٣٨۔
[5] المقالات السنیة: ٥٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موضوع (جھوٹی) روایت ہے۔ ابن جوزی نے ''موضوعات'' (۲/ ۲۷) میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں ایوب بن مدرک ہے اس کے متعلق ابن معین نے کہا: وہ کذاب (جھوٹا ترین) ہے اور حافظ نے ''تلخیص'' (۲/ ۷۰) میں کہا وہ ضعیف ہے۔

❀...... حدیث ''کشادگی کا انتظار عبادت ہے۔'' ❶

یہ موضوع روایت ہے۔ اس کی سند میں عمرو بن حمید ہے۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر نے لسان المیزان (۱۹۰۷) میں کہا: یہ احادیث گھڑا کرتا تھا۔

ذہبی نے میزان الاعتدال (۶۳۵۶) میں کہا: یہ احادیث گھڑا کرتا تھا۔ سلیمانی نے بھی اس کو ان رواۃ میں ذکر کیا ہے جو احادیث گھڑا کرتے تھے۔ انہوں نے اس کی بعض من گھڑت روایات کی مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ مذکورہ حدیث بھی ہے۔

❀...... حدیث: ''اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ آپ نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت اور جہنم کو نہ بناتا۔'' ❷

امام حاکم (۲/ ۶۱۴) نے اسے صحیح کہا ہے۔ ذہبی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا: میرے خیال میں یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی سند میں عمرو بن اوس الانصاری ہے۔ اس کے متعلق امام ذہبی نے المیزان (۶۳۳۰) میں کہا: یہ مجہول الحال ہے اور یہ منکر روایات بیان کرتا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے یہ روایت بیان کی ہے۔ امام ذہبی نے یہی بات اللسان (۴/ ۴۰۸، ۶۲۴۸) میں بھی کی ہے۔

❀...... حدیث: ''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔''

یہ جاننے کے باوجود بھی کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس (حبشی) نے اس پر کوئی حکم نہیں لگایا۔ یہ حدیث موسیٰ بن ہلال العبدی سے وہ عبیداللہ بن عمر سے وہ نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ موسیٰ بن ہلال ضعیف ہے۔ اس میں بہت ساری علتیں جمع ہیں ان میں سے ایک جہالت بھی ہے۔ ابو حاتم نے کہا: یہ مجہول ہے۔ عقیلی نے کہا: اس کی حدیث نہیں لی جاسکتی۔ ابن عدی نے کہا: اس میں حرج نہیں۔ ذہبی نے کہا: یہ ضعیف احادیث بیان کرتا ہے اور عبیداللہ بن عمر سے اس نے جتنی بھی احادیث بیان کی ہیں ان کا انکار کیا ہے اور یہ روایت جو عبیداللہ بن عمر سے، وہ نافع سے اور وہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔'' کا انکار کیا ہے۔ یہی بات حافظ نے بھی کہی ہے۔ ❸ ان دونوں نے اور ابن خزیمہ نے اشارہ کیا کہ اس روایت

---

❶ المقالات السنیة: ۹۶۔

❷ المقالات السنیة: ۱۰۶۔

❸ لسان المیزان: ۶/ ۱۵۸۔ میزان الاعتدال: ۴/ ۲۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اضطراب ہے کہ یہ عبداللہ بن عمر سے ہے یا پھر عبیداللہ بن عمر سے۔ حافظ نے ان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ثقہ راوی اس طرح کی منکر روایات ذکر نہیں کرتا۔ انہوں نے عقیلی سے روایت کی کہ اس باب میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہے۔ پھر حافظ نے تاکید بیان کرتے ہوئے کہا: اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں اور کہا اس باب میں جتنی روایات مروی ہیں ان سب میں سے یہ روایت قدرے صحیح ہے۔

جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹاتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ ❶

اس کے باوجود احباش نے حدیث کو صحیح مانا ہے اور اس نقد (اعتراضات) پر توجہ نہیں دی ہے۔ یہاں پر انہوں نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام پر بھی غور نہیں کیا ہے۔ بلکہ سبکی کی بات کو حافظ ابن حجر کے کلام پر ترجیح دی ہے کہ علمِ حدیث میں اس کے مرتبہ پر اس کی کتاب ''شفاء السقام'' دلیل ہے۔ ❷

ان ضعیف ترین احادیث کو صحیح کہنا درحقیقت اُمت کے ائمہ پر براہ راست اعتراض ہے جن میں امام مالک رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کہا: ''امام مالک رحمہ اللہ اس بات کو مکروہ خیال کرتے تھے کہ یہ کہا جائے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی ہے۔'' ❸ قرافی نے ذخیرہ میں اور زبیدی نے شرح الاحیاء میں مالک رحمہ اللہ کے قول پر نص بیان کی ہے کہ ان کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''اے اللہ میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا۔ یا میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب شدید ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا ڈالا۔'' ❹

یہ دلیل ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت پر ابھارنے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔ ورنہ وہ یہ کہنے کی کبھی جرأت نہ کرتے کہ میں اس بات کو مکروہ خیال کرتا ہوں کہ کہا جائے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی۔

حدیث: ''جس نے حج کی اور میری زیارت کو نہ آیا تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔'' ❺

---

❶ التلخيص الحبير: ٢/٢٦٧۔ سیوطی نے تکلف سے کام لیتے ہوئے اس حدیث کی تاویل کی اور اس کے متضاد معانی بیان کیے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے: (ا) روح سننے سے کنایہ ہے اور خرقِ عادات (عادت کے خلاف) اللہ ان کی روح لوٹاتا ہے اور وہ سنتے ہیں۔ (ب) روح سے مراد تسکین ہے روح زندگی نہیں۔ (ج) روح کا مطلب رحمت ہے جو کہ حادث ہے اور مراد ثواب ہے۔ (د) روح سے مراد فرشتہ ہے جو آپ کی قبر کے پاس مقرر ہے اور آپ کو سلام پہنچاتا ہے۔

❷ منار الهدى: ٣٣/٣٠۔

❸ اتحاف السادة المتقين للزبيدى: ٤/٤١٧۔ بغية الطالب: ٢٣٣۔

❹ فتح البارى: ٣/٦٦۔ الذخيرة للقرافى: ٣/٣٧٥۔ تحقيق محمد بوخيزة۔

❺ المقالات السنية: ١٤٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذہبی میزان الاعتدال (۹۰۹۵) میں کہتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوعات (۲/۲۱۷) میں ذکر کیا ہے۔ حبشی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع (جھوٹی) ہے مگر اس کے باوجود اس کو دلیل بنایا ہے۔

حدیث: ''یہ روکنے والی ہے یہ نجات دینے والی ہے۔'' یعنی سورۂ ملک۔ ❶

اس کی سند میں یحییٰ بن عمرو النکری ہے حماد بن زید نے اس پر جھوٹ کا الزام لگایا ہے۔ ابوداؤد نے اسے ضعیف کہا ہے۔ حافظ نے تقریب میں کہا یہ ضعیف ہے۔ ❷

ذہبی نے اس روایت کو اس کی نقل کردہ منکر روایات میں ذکر کیا ہے۔ ❸

حدیث: اپنے مردوں پر یاسین کی تلاوت کرو۔ ❹ حبشی نے ابن حبان کی تصحیح کو اختیار کیا مگر بہت سے حفاظ حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ مگر اس نے ان کو اختیار نہیں کیا۔

اس حدیث میں بہت سی علتیں جمع ہیں جن کا ذکر حافظ ابن حجر نے تلخیص میں کیا ہے۔ ان میں سے (۱) ابی عثمان کی جہالت۔ (۲) اس کے باپ کی جہالت (۲) اضطراب، ابن قطان نے بھی یہ علت بیان کی ہے۔ دارقطنی نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے اور اس کا متن بھی مجہول ہے اور اس باب میں یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ❺

یہ حدیث کی خدمت نہیں کہ حدیث کے ضعف سے انسان انجان بنا رہے اور اپنے مذہب اور اپنی خواہش کے مطابق وارد ہونے والی ضعیف احادیث سے استدلال کرے۔ جو ایسا کرے اس کو خادم الحدیث یا سلطان علماء یا محدث العصر کہنا زبردست زیادتی اور ظلم ہے۔

حدیث: ''سورہ یٰسین قرآن کا دل ہے۔'' ❻ اس حدیث کا ایک ٹکڑا یہ بھی ہے کہ بقرہ قرآن مجید کی چوٹی ہے۔ ❼

یہ سند ظاہری طور پر بھی ضعیف ہے۔ اس اسناد سے یہ الفاظ مروی ہیں: ''کوئی آدمی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے'' تو یہ آدمی کون ہے؟ اور اس کا باپ کون ہے؟ شاید وہ ابوعثمان ہے جو نہدی کے علاوہ ہے اور اس کا باپ جیسا کہ گزر چکا ہے دونوں کا ہی کچھ پتہ نہیں ہے۔

حدیث: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حکم بن کر اتریں گے۔ اس حدیث سے حبشی نے دلیل پکڑی ہے۔ ❽

حدیث کے یہ الفاظ صحیح مسلم میں موجود ہیں مگر اس کے بعد والا ٹکڑا کہ (وہ میری قبر پر آئیں گے) حاکم نے

❶ المقالات السنية: ١١٧۔
❷ تقريب: ٦٧١٤۔
❸ الميزان: ٩٥٩٥۔
❹ اظهار العقيده السنية: ٣١٠۔
❺ التلخيص الحبير: ٢/ ١٠٤۔ ارواء الغليل: ٦٨٨۔
❻ اظهار العقيده السنية: ٢١٠۔
❼ المسند: ٥/ ٢٦۔
❽ الدر المفيد: ١٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲/ ۵۹۵ ذکر کیا ہے۔اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے موافقت بھی کی ہے۔اس میں تین علتیں ہیں۔

(۱)......عطاء کی جہالت: ذہبی نے کہا: اس کا پتہ نہیں اس میں مقبری متفرد ہے۔

(۲)......اسحاق کا عنعنہ (صیغہ عن سے روایت کرنا) اور اس کی تدلیس معروف ومشہور ہے۔

(۳)......سند میں اختلاف، جیسا کہ ابن ابی حاتم نے (العلل: ۲/ ٤١٣) میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ابوزرعہ سے اس حدیث کی سند کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ روایت صحیح ہے جس میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ ''وہ میری قبر پر آئیں گے''، جو حاکم نے روایت کی ہے۔ ❶

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی حاکم کی روایت کو ضعیف کہہ کر سچ واضح کر دیا۔

حدیث: ''جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں اس کو سنتا ہوں۔'' یہ روایت موضوع ہے۔جیسا کہ ابن الجوزی نے (الموضوعات: ۱/ ۳۰۳) میں اس کی وضاحت کی۔اس کی سند میں محمد بن مروان ہے۔جس پر جھوٹے ہونے کا الزام ہے۔اس کی وضاحت حافظ نے تقریب میں بھی کی ہے۔ ۶۲۸۴۔ابن ابی حاتم نے (الجرح والتعدیل) میں وضاحت کی ۳۶۴ کہ یہ جھوٹا ہے اس کی روایت ترک کی گئی ہیں۔اس کی حدیث کو نہ لیا جائے۔

ان متعصب جاہلوں کی گمراہی پر تعجب ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے فرامین سے انجان بنے ہوئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ❷

''اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ﴾ ❸

''اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے۔''

یہ لوگ ان فرامین کو پڑھنے کے باوجود ضعیف اور جھوٹی روایات کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ان روایات کے رواۃ پر اہل علم نے کذاب اور احادیث گھڑنے کے جو الزام ثابت کیے ہیں وہ ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہیں مگر یہ خواہشات کے غلام بنے ہوئے ہیں۔یہ تعجب اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب اخبار آحاد کو یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ عقائد میں اخبار آحاد سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں۔اگرچہ وہ صحیح ہوں فقط متواتر احادیث کو ہی عقیدہ میں دلیل بنایا جا سکتا ہے۔اس کے مقابل ضعیف اور موضوع روایات سے بھی استدلال کر لیتے ہیں جبکہ وہ ان کے فاسد عقائد اور نفسانی

---

❶ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: السلسلة الضعيفة: ۳/ ٦٤٧۔

❷ الاحقاف: ٥۔ ❸ فاطر: ١٤۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خواہشات کے مطابق ہوں۔ بخاری اور مسلم کی اخبار آحاد رد کرتے ہیں اور باطل روایات کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں؟

حدیث: ''نبی ﷺ کے پاس ایک چادر لائی گئی آپ نے اسے اپنے دست مبارک پر رکھا......'' اسے ابوداؤد نے مراسیل میں ذکر یا ہے۔ مراسیل حجت نہیں ہوتی چہ جائیکہ وہ ایسی صحیح ترین روایت کے خلاف ہو جو واضح بھی ہے اور صحیح ترین بھی ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔''

حدیث: ''سفید بادل ان کے چہرے سے پانی بھرتے ہیں۔'' یہ قول ابو طالب سے مروی ہے۔ ایسے اقوال سے وہی آدمی دلیل پکڑ سکتا ہے جس کو کتاب وسنت کے دلائل سے دلیل لینا اچھا نہ لگتا ہو اسے قرآن و حدیث پر ایک ایسے انسان کی بات مقدم محسوس ہوتی ہو جو اسلام نہیں لایا۔ شاید ابو طالب تمہیں آ کر سلام کرتا ہے اور کہتا ہے اپنا عقیدہ مجھ سے سیکھو۔

کیا صحابہ کرام نے آپ کے چہرہ انور سے بارش طلب کی ہے؟ یا پھر یہ فقط ابوطالب کا قول ہے؟ ایک بھی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے آپ کے چہرہ انور سے استسقاء (بارش طلب کرنا) کیا ہو۔ انہوں نے تو آپ کی وفات کے بعد آپ کا توسل ترک کر کے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل اختیار کیا تھا۔

اے احباش! تم صحابہ کرام پر بھی لفظ وہابی کو لاگو کر دو۔

حدیث: ''کسی سوار کے لیے جائز نہیں کہ وہ سواری کرے......'' اس میں شہر بن حوشب صدوق راوی ہے جو اکثر غلطیاں کیا کرتا تھا جیسا کہ تقریب (۲۸۳۰) میں اس کی وضاحت ہے اور دوسری صحیح ترین روایات کی مخالفت بھی ہے۔

میں اپنی اس بات کو ایک روایت کی طرف اشارہ کر کے ختم کر رہا ہوں جو کہ عید میلاد النبی کے متعلق ہے اور یہ طویل روایت خرافات اور جھوٹ کا پلندہ ہے مگر یہاں پر میں طوالت کے ڈر سے ذکر نہیں کر رہا۔ اس کی تفصیل اسی کتاب میں ''بدعت میلاد'' میں ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ یہ قصہ گو اور کذاب لوگ کیسی کیسی خرافات اور بدعات کو رنگین بنا کر پیش کرتے ہیں؟

اس کے بعد ''اے خادم حدیث!''

یہ چند روایات تو میں نے ضمناً بیان کر دی ہیں۔ لیکن قارئین! اس خادم حدیث (حبشی) کو دیکھو کہ کس طرح جھوٹی ترین روایات ذکر کرتا ہے اور یہ انسان کس طرح قرآنی آیت میں مذکورہ ان الفاظ کا انکار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سکھلائے تھے اور ان کی بنیاد پر ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ فرمایا:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾[1]

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور

[1] الاعراف: ۲۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔''

اگر ان کلمات سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سکھلائے پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کا توسل ہے تو پھر صحابہ کرام نے اس توسل کو کیوں ترک کر دیا تھا؟ جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم تیرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا توسل اختیار کرتے تھے جبکہ ہم قحط کی مصیبت میں ہوتے تھے۔'' کیا وہ قرآن مجید کے مفہوم وتفسیر سے آشنا نہیں تھے؟

علمائے اصول نے حدیث کے من گھڑت اور باطل ہونے کی یہ علامت بھی بیان کی ہے کہ وہ قطعی نصوص کے خلاف ہو ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ خود ساختہ جھوٹی روایت آیت کریمہ کے خلاف ہے۔ ❶

آدم علیہ السلام نے یہ بات کہاں کی؟ کہاں یہ جھوٹا کلام اور کہاں اللہ تعالیٰ کا سچا کلام؟

حبشی ذہبی کی امام حاکم کے لیے موافقت سے استدلال کرتا ہے جہاں اس کے خود ساختہ نظریات وعقائد کے موافق عبارت ہے اگرچہ وہ روایت ضعیف ہی کیوں نہ ہو؟ اس لیے اس نے اس حدیث کہ ''ابن مریم نازل ہوں گے......'' سے استدلال کیا ہے اور کہا ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے حالانکہ اس حدیث میں تین علتیں جمع ہیں جبکہ حدیث کے ضعف کے لیے ایک بھی علت کافی ہوتی ہے۔ ❷

اس نے یہ بھی کہا: ہیثمی نے اسے ان کی طرف منسوب کیا ہے مگر وہ ہیثمی کے اس قول سے خاموشی اختیار کر گیا ہے جس میں ہے: اس کی سند میں ایسا راوی ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ یہ طریقہ، محدثین، اہل حدیث یا خدام حدیث کا نہیں ہے، بلکہ یہ طریقہ واردات اہل بدعت اور اہل تعصب کا ہے جن کے دل ضعیف اور موضوع روایات کے ساتھ معلق ہیں کیونکہ وہ ان کی خواہشات اور فاسد عقائد کے مطابق ہیں ورنہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح یہ ذہبی کی حاکم سے موافقت کی شرط لگاتا ہے پھر اس حدیث میں خاموشی اختیار کرتا ہے اور موضوع روایت کو فقط اس لیے قبول کر لیتا ہے کہ وہ اس کے مذہب کے مطابق ہے۔ یہ دلیل ہے کہ وہ طالبِ حق نہیں ہے۔ اہلِ حدیث کا منہج یہ ہے کہ حدیث کی تخریج اور تحقیق سچے دل کے ساتھ کرتے ہیں اگرچہ وہ اپنے مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو؟ یہی منہج حافظ ابن حجر اور امام نووی وغیرہ کا ہے۔

فاسد احادیث حبشی کی متاع عزیز:

حبشی کو چاہیے تھا کہ وہ حدیث کا واقعتا خادم بن کر دکھاتا اور صحیح حدیث کے علاوہ کچھ بھی روایت نہ کرتا۔ حبشی حافظ ذہبی پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے ❸ اور ان پر تہمت لگاتا ہے کہ وہ روایت حدیث میں تساہل (سستی) کا شکار ہیں اور وہ غیر ثابت شدہ احادیث اور تابعین کے کلام کو سند اور متن کی وضاحت کے بغیر نقل کرتے ہیں۔ ❹

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۱۶۔
❷ بغیة الطالب: ۲۳۳۔ الضعیفة: ۷/۱۸۲۔
❸ کہاں یہ خود ساختہ خادم حدیث اور کہاں حافظ حدیث ذہبی رحمہ اللہ۔
❹ اظهار العقيدة السنية: ۹۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن میں جو حقیقت آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حبشی حیلوں بہانوں سے ضعیف احادیث کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی ضعیف احادیث کی واضح علتوں اور اعتراضات سے خاموشی اختیار کرتا ہے۔ جہاں حدیث کا ضعف حیلوں بہانوں سے تصحیح میں بدلنے میں ناکام رہتا ہے تو اس کو چھپا لیتا ہے۔

یہ اس کو دلیل بناتا ہے جس کو خود ہی حسن قرار دیتا ہے حالانکہ یہ اس کے ضعف سے واقف ہوتا ہے۔ یہ شیعہ سے ایسی روایات بکثرت نقل کرتا ہے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع ہوتی ہے۔ اس کی مثال مسعودی ہے جس نے (مروج الذہب) کتاب لکھی۔ اسی طرح سیف بن عمر، ہشام الکلبی اور لوط بن یحییٰ الکوفی ہے۔ ائمہ جرح وتعدل نے ان سے روایت لینے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ لوگ جھوٹے ہیں غلو اور تشیع کا ان پر الزام ہے۔ ابن عدی نے لوط بن یحییٰ کے متعلق فرمایا: یہ شیعہ جھوٹا ہے۔ یہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کا ذکر بھی میں مناسب نہیں سمجھتا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ایسی اخبار بیان کرتا ہے جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ رازی نے کہا: یہ قابل اعتماد نہیں یہ متروک الحدیث ہے۔ ❶

حبشی نے ان لوگوں سے ایسی روایات لی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی عزیز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زبردست توہین ہے۔ ❷

یہ اہل سنت کا طریقہ نہیں ہے بلکہ گمراہ اور ملحدین کا حال ہے۔

❀❀❀❀❀

❶ الکامل فی الضعفاء: ٦/٩٣۔ لسان المیزان: ٤/٥٨٤۔ الجرح و التعدیل: ٧/١٨٢۔
❷ صریح البیان: ٩٣، ٩٦، ٩٧، ٩٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برکت کا حصول

☆ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب بالوں کی سند کی حقیقت۔

☆ رفاعیۃ (فرقے کا نام) نبی ﷺ کی قبر کو اللہ تعالیٰ کے عرش پر فضیلت دیتے ہیں۔

☆ جوینی (زیارت کی غرض سے) سفر کرنے کی حرمت میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر سبقت لے گئے ہیں۔

☆ قبروں سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں شبہات۔

☆ امام شافعی کا امام ابوحنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرنے کا من گھڑت واقعہ۔

☆ فقہی مذاہب کے ائمہ برکت حاصل کرنے سے منع کرتے ہیں۔

☆ شافعی، حنفی، حنبلی اور مالکی مذاہب کے ائمہ برکت کے حصول سے روکتے ہیں۔

☆ امام نووی قبر کو چھونے سے متعلق ناجائز ہونے کا فتویٰ دیتے تھے اور اس پر اجماع نقل کرتے تھے۔

☆ حصولِ برکت کے متعلق اہل بیت کا موقف

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برکت کا حصول

حصولِ برکت کے موضوع میں داخل ہونے سے پہلے میں تین نہایت اہم امور کی تاکید کرتا ہوں۔

(۱) مخالفین کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس کا وہ سہارا لیں سوائے اس آدمی کے قول کے کہ جس کے خلاف کوئی دوسرا قول ہو، یا ایسے عالم کا قول کہ جس کی دوسرا عالم مخالفت کر رہا ہو، بلکہ کبھی کبھار اس عالم کے دو مختلف اقوال ہوتے ہیں ایک قول جائز ہونے کا اور دوسرا اسی (مسئلہ) میں ناجائز ہونے کا، اس طرح کے اقوال سے محل اختلاف میں دلیل پکڑنا جائز نہیں، بلکہ جب ائمہ کرام جیسے شافعی، احمد اور ابو حنیفہ کے اقوال مختلف ہوں تو ان کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ ان دونوں میں سے کسی کے قول کو دوسرے پر حجت نہیں بنایا جائے گا، کیونکہ اختلاف حجت نہیں ہے، سنت کا بیان ہی دو اختلاف کرنے والوں پر حجت ہے پہلے اور بعد والے لوگوں کے لیے۔

(۲) بلاشبہ ہم نبی ﷺ کے آثار (نشانیوں) سے برکت حاصل کرنے پر ایمان رکھتے ہیں۔ برخلاف اس کے جو دوسرے لوگ ہمارے بارے میں مشہور کرتے ہیں، ہم کیسے اس کا انکار کر سکتے ہیں جب کہ یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے؟ علاوہ ازیں ہمارے درمیان آج آپ ﷺ کے آثار اور اشیاء موجود نہیں۔ اس وجہ سے اس موضوع کا نقل کرنا درحقیقت لوگوں کو آپ کی قبر سے برکت حاصل کرنے کی طرف راغب کرنا ہے۔ جبکہ جن لوگوں سے بالوں سے برکت حاصل کرنا ثابت ہے ان سے قبروں سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔

☆ انھوں نے بالوں کی سند ثابت کی ہے جن کے ساتھ وہ برکت حاصل کرتے ہیں۔

بہر حال یہ بال جن کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے۔ (یہ رسول اللہ ﷺ کے ہیں) جن کے ساتھ تم لوگوں پر تسلط قائم کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں ان پر حاکم بنتے ہو۔ اس کی سند کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے تم حدیث نبوی کی سند بیان کرتے ہو۔ یاد رہے صوفیاء نبی ﷺ کی حدیث پر امین نہیں ہیں۔ ان کی احادیث کو محدثین نے موضوع (من گھڑت) احادیث میں درج کیا ہے۔ جیسے یہ حدیث ”ان اللہ سید خل الجنة کل من اسمه محمد“

”بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب ہر اس شخص کو جنت میں داخل کریں گے جس کا نام محمد ہوگا“

اور کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”احبوا العربية لثلاث لانی عربی والقرأن عربی ولسان اهل الجنة عربی“ ❶

---

❶ مجلة ”منارالهدى“ ۲/۳۰، امام سیوطی فرماتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے۔ (اللآلی المصنوعة) ۱/۴۴۲.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

’’تم عربی (زبان) سے تین خصلتوں کی وجہ سے محبت کرو کہ میں عربی ہوں۔ قرآن عربی ہے اور اہلِ جنت کی زبان عربی ہے۔‘‘

آپ کے بالوں کے سلسلہ میں اس شخص کی بات پر کیسے اعتماد کیا جائے جس پر روایت حدیث میں اعتماد ممکن نہیں ہے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امام احمد رحمہ اللہ کے پاس آپ کے چند بال تھے تو پھر بھی تم صوفیاء کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ کہاں تم اور کہاں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ؟ تم حدیثِ رسول ﷺ روایت کرنے میں امین نہیں ہو تو تبرکات کی سند لانے میں کیسے امین ہو گئے؟ جب حدیث کی سند میں منقطع، شاذ، موضوع روایات تم لوگ نقل کرتے ہو تو ان تبرکات میں کہاں صحیح سند کا اہتمام کرنے والے ہو۔ بلکہ یہ روایات ضعیف ترین اور من گھڑت ہیں اور یہ خبر واحد ہے جو تمہارے قاعدے کے مطابق ظنی ہے یقینی نہیں ہے۔

شاید کہ حدیث کی اسناد کی متابعت زیادہ آسان نہ ہو بہ نسبت بالوں کی اسناد کی متابعت سے، پس بالوں کی اسانید کی متابعت میں ماہر علماء کہاں ہیں؟

اور اس میں آپ ﷺ کے آثار کی توہین نہیں ہے۔ اس لیے کہ آپ کی احادیث آپ کے آثار میں سے ہی ہیں۔ جیسے ہم سفر کی تحقیق سے قبل رسول اللہ ﷺ سے منسوب ہر حدیث کو قبول نہیں کرتے، ایسے ہی ہر وہ بال جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو ہم اسے تحقیق کے بغیر قبول نہیں کریں گے اور ہمیں اس کا کوئی نقصان نہیں کہ ہم نامعلوم سند والے اس بال کو بطور سد ذرائع ترک کر دیں تا کہ یہ بال قدر و منزلت کے لحاظ سے درگاہ والا مقام نہ پالیں۔

یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سے ہرگز سوال نہیں کرے گا کہ تم نے اس سے برکت حاصل کیوں نہ کی؟ لیکن وہ (شرک کے) ذرائع کا سدباب کرنے پر ہمیں ثواب ضرور دے گا۔ بے شک بنی اسرائیل کو اپنے انبیاء کے آثار کی خود ساختہ عقیدت پر ہلاک کیا گیا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ہمارے درمیان اور بنی اسرائیل اور ان جیسے لوگوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم انبیاء کے راستے کی پیروی کرتے ہیں نہ کہ ان کے آثار کی۔

(۳) نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص سے برکت حاصل کرنا ثابت نہیں امام شاطبی [1] فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے اپنے بعد ابوبکر و عمر کو چھوڑا، وہ دونوں اس امت کے بہترین فرد تھے اور ان لوگوں سے بھی بہتر تھے جن کو ان کے بعد ولایت سے موصوف کیا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی سے بھی صحیح سند سے ثابت نہیں کہ انھوں نے

[1] وہ اپنے زمانہ کے کبار مالکی علماء میں سے ایک ہیں۔ ان کی کتاب (الموافقات) علمائے اُمت کے درمیان مقبول ہے اور (الاعتصام) بھی متعارف ہے۔ امام کتانی نے کہا: ’’کچھ علمائے اُمت نے امام شافعی کے بیان کردہ اصولِ فقہ پر طویل مدت تک اعتراضات کیے، حتیٰ کہ امام شاطبی اندلسی غرناطی نے ایک عظیم کتاب (الموافقات) کے نام سے تحریر کی اور امام شافعی کی باتوں کا دفاع کیا۔‘‘ الاجتهاد والمجتهدون بالمغرب والأندلس: ۱/ ۴۱۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس طریقے کے مطابق تبرک حاصل کیا ہو جیسے عام لوگ مشائخ کے جسم اور کپڑوں کو چھونے سے حاصل کرتے ہیں۔ ان چیزوں کو ترک کرنے پر ان کا اجماع ہے۔

میں کہتا ہوں ہم اسی چیز کا اہتمام کرتے ہیں جس کا سلف نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ❶

''ہم کہتے ہیں کیا یہ مومنو کا راستہ ہے۔''

کیا صحابہ آپس میں ایسا کرتے تھے؟ کیا یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور علی رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تبرک حاصل کیا۔

میں توقع نہیں کرتا کہ کسی کا اعتقاد ہو کہ بدوی، رفاعی اور جیلانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے زیادہ برکت والے ہیں۔

امام شاطبی فرماتے ہیں: اس بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کے لیے یہ صحیح نہیں کہ وہ برکت حاصل کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرے جو ایسا کرے تو اس کا یہ اقتداء کرنا بدعت ہوگا۔ جیسے چار سے زائد عورتوں سے شادی کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنا بدعت ہے۔ ❷

یقیناً بہت سے علماء برکت کے حصول میں وسعت اختیار کرنے میں پھسل گئے ہیں وہ اس کی حدود پر نہیں ٹھہرے انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسروں کو قیاس کیا ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے۔

حافظ ابن رجب فرماتے ہیں: ایسے ہی آثار سے برکت حاصل کرنا تو صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تھے۔ لیکن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایسا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی تابعین صحابہ کے ساتھ ایسا کرتے تھے۔ باوجود ان کے عالی مرتبت ہونے کے تو یہ اس بات پر دلالت ہے کہ ایسے امور صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی انجام دیے جاسکتے ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے برکت حاصل کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے ہوئے کھانے اور مشروب کو پینا۔ فرماتے ہیں: یہ عمل تعظیم کرنے والے اور جس کی تعظیم کی جا رہی ہے دونوں کے لیے فتنہ ہے اس لیے کہ ان پر غلو کا ڈر ہے۔ جو ان کو بدعت کی طرف دھکیل دیتا ہے اور کبھی شرک تک بھی لے جاتا ہے۔ ❸ لیکن اس بدعت کو تقویت دینے سے بھی خطرناک امر جو بعض فقہاء سے واقع ہوا ہے کہ انھوں نے اس بدعت کو جائز قرار دیا ہے اور اس کے دلائل جمع کیے ہیں کہ عام آدمی ان کی صحت وضعف میں فرق نہیں کرسکتا۔ اس بنا پر میں کہتا ہوں کہ اگرچہ ہم قبروں کو چھونے اور مُردوں سے مدد مانگنے کو شرک سمجھتے ہیں لیکن عوام میں سے کسی معین شخص پر شرک کا حکم لگانا مشکل کام ہے، اس

---

❶ النساء: ١١٥۔

❷ الاعتصام (٢/٩)   ❸ الحکم الجدیرة بالا ذاعة (ص:٥٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ بعض فقہا کا اس (موضوع) میں دلچسپی لینا اور اس پر دلائل پیش کرنا ہے۔ جس سے عام لوگوں پر یہ معاملہ خلط ملط ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس موقف اور ہمارے اس قول کے درمیان کہ یہ عمل شرک ہے کوئی تعارض نہیں ہے۔

اور یہ فتنہ کہ جس کا اکثر علماء نے انکار کیا ہے۔ عام لوگ اس میں مبتلا ہیں جیسا کہ امام سیوطی نے اس کی وضاحت کی ہے۔ [1]

لیکن متاخرین میں سے بعض نے اس (بدعت) کو جائز قرار دیا ہے اور دوسروں نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے لہٰذا یہ سنت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ عام لوگوں نے اس کا انکار کرنے والے کو بدعتی اور مخالف کہا ہے اور یہ کہ یہ اس چیز میں غور وخوض کر رہا ہے۔ جس سے اہل علم نے سکوت اختیار کیا ہے، قلوب جب بدعت میں مشغول ہو جائیں تو سنن سے اعراض کرتے ہیں۔

☆ توسل اور تبرک میں اختلاف:

توسل (وسیلہ پکڑنا) تبرک (برکت کو حاصل کرنا) سے واضح طور پر مختلف ہے اور جو ان دونوں کو برابر سمجھے، اس نے بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا۔

تبرک:

ایسی چیز کو تلاش کرنا جس کے ساتھ صرف دنیوی خیر کی امید رکھی جائے۔

توسل:

اس میں دنیوی خیر کے ساتھ ساتھ اخروی خیر کی بھی امید رکھی جاتی ہے اور یہ جس کا وسیلہ پکڑا گیا ہے، اس کی دعا سے ہوتا ہے نہ کہ اس کی ذات سے۔

توسل:

صرف دعا کے ساتھ ہے۔

☆ توسل میں اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے ناموں اور اس کی بلند و بالا صفات کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے۔

تبرک:

یہ عقلی اور دینی دونوں لحاظ سے ہی صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں میں سے کسی کی متعلقہ چیز کے ساتھ وسیلہ پکڑا جائے گویا کہ کہنے والا کہے: یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف وسیلہ پکڑتا ہوں تیرے نبی کے بالوں کے ساتھ یا ان کے تھوک کے ساتھ یا ان کے جوتوں کے ساتھ یا ان کے پیشاب کے ساتھ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، جو شخص ایسا کرے وہ اپنے آپ کو ایسے پیش کر رہا ہے کہ لوگ اس کی عقل میں شک کریں۔

---

[1] حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة (۱/۱۳۹) الحیلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ صحابہ کرام نے تبرک سے توسل مراد نہیں لیا۔ اور اگر توسل اور تبرک ایک ہی معنی میں ہوں تو ہم کہیں گے کہ اس میں تم پر حجت قائم ہوگی اس لیے کہ اس وقت قحط کے زمانے میں حضرت عمر کے قول کا معنی ہوگا:

"كنا اذا اجدبنا تو سلنا اليك بنبيك"

''جب ہم قحط میں مبتلا ہوتے تھے تو تیری طرف تیرے نبی کا وسیلہ پکڑے تھے۔''

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں (صحابہ) نے آپ ﷺ کی موت کے بعد آپ ﷺ سے برکت حاصل کرنا چھوڑ دیا اور آپ ﷺ کے چچا عباس کے ساتھ برکت حاصل کی۔

یا اللہ میں تیری طرف وسیلہ پکڑتا ہوں تیرے نبی کے پاخانے کے ساتھ:

ہمیں بتاؤ تمھیں اللہ تعالیٰ اجر دے: کہ کیا صحابہ میں سے کسی نے نبی ﷺ کے آثار کے ساتھ اس طرح وسیلہ پکڑا کہ اس نے اپنی دعا میں کہا ہو؟

''یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے نبی کے پاخانے یا پیشاب کے ساتھ کہ تو مجھے شفا دے۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف ولی کی برکت کے ساتھ وسیلہ پکڑنا:

یقیناً اہل بدعت لفظ برکت کو مطلق طور پر استعمال کرنے میں اور اس سے وہ چیز مراد لیتے ہیں جو سلف صالحین کے منہج کے مخالف ہے۔ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ برکت کا حصول ولی کے جسم، اس کی قبر یا اس کی چوکھٹ کو چھو کر ملتا ہے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان من الشجر لما بركته كبركة المسلم"

''بے شک ایک درخت ہے کہ جس کی برکت مسلمان کی برکت کی طرح ہے''۔ (۵۴۴۴)

مسلم میں بھی ایسی ہی روایت وارد ہوئی ہے۔ باوجود اس کے کہ مسلمان کی برکت ہے ہمیں حکم نہیں دیا گیا کہ ہم ہر مسلمان کے ساتھ برکت حاصل کریں اس دلیل کے باوجود کہ نبی ﷺ نے اس کا وصف بیان کیا ہے کہ وہ برکت ہے۔ یہاں برکت سے مراد اس کے عمل کی برکت ہے اور وہ خیر ہے جو اس کے عمل سے پیدا ہوتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔

اسید بن حضیر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا:

"ماهي اول بركتكم يا آل ابي بكر"

''اے آل ابی بکر یہ تمھاری پہلی برکت نہیں ہے۔''

جب نبی ﷺ نے حضرت جویریہ بنت حارث سے شادی کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"فما رايت امرأة اعظم بركة على قومها منها" [1]

[1] اس حدیث کو امام احمد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (۶/ ۲۷۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''میں نے کسی عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم پر برکت میں ان سے زیادہ ہو۔''

حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ نہیں کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تھے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی حفاظت کرنا۔

نیک لوگوں کی برکت ان کی مجالس کو اختیار کرنے اور ان کے علم سے استفادہ کرنے کے ذریعے سے ہوتی ہے جیسا کہ فرشتوں کے متعلق ایک حدیث میں ذکر ملتا ہے کہ وہ زمین میں چکر لگاتے ہیں ذکر کی مجالس کو تلاش کرتے ہیں۔ اس حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ان (فرشتوں) سے فرماتے ہیں: ''اشهد كم انى قد غفرت لهم''

''میں تمھیں گواہ بناتا کہ بے شک میں نے ان کو بخش دیا ہے۔'' فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے ان میں فلاں شخص تھا جو ان میں سے نہیں تھا وہ اپنے کسی کام سے آیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''وله قد غفرت، هم القوم لا يشقى بهم جليسهم''

''اس کو میں نے بخش دیا وہ ایسی قوم ہے کہ جن کا ہم مجلس بھی بد بخت نہیں ہوتا۔''

نیکو کار لوگوں کی مجلس اختیار کرنے کی برکت سے اس گناہ گار بندے کو بھی مغفرت کا پروانہ مل گیا۔ لیکن ذوات کے علاوہ اشیاء سے برکت کا طلب کرنا اس کی انواع کے اعتبار سے مختلف ہوگا سحری سے برکت کا طلب کرنا سحری کھانے کے ساتھ ہوگا۔ زم زم کے پانی سے برکت کا طلب کرنا اس کو پینے کے ساتھ ہوگا۔ مسجد الحرام کی برکت کا طلب کرنا اس میں نماز پڑھنے کے ساتھ ہوگا۔

بہر حال کہنے والے کا یہ قول:

''اللهم انى اسألك ببركة فلان''

''یا اللہ میں تجھ سے فلاں کی برکت کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔''

اہل علم نے وضاحت کی ہے کہ اس قول کا کوئی معنی نہیں ہے یہ وہم زدہ الفاظ ہیں۔ احتمال ہے کہ یہ شرک ہو یا کم از کم بدعت اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے درج ذیل فرمان میں ان وہم زدہ الفاظ سے منع کیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا﴾ [1]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ''رَاعِنَا'' (ہماری رعایت کر) مت کہو اور ''اُنْظُرْنَا'' (ہماری طرف دیکھ) کہو اور سنو''

یہ دعا کے الفاظ میں سلف سے منقول نہیں ہے۔ دعا عبادت ہے اور عبادات دلیل شرعی پر مبنی ہیں۔

[1] البقرة: ١٠٤۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی طرف سے برکت کے حصول کی اجازت دینے میں کیا حکمت ہے؟:

نبی ﷺ نے صحابہ کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کے وضو کا پانی لینے کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں اور آپ ﷺ کے آثار کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہیں اور یہ امر جیسا کہ امام البانی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اہم ترین غرض سے تھا کہ جس نے قریش کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا جب انھوں نے صحابہ کرام کی نبی سے محبت کی شدت کو دیکھا جو اس سے پہلے انھوں نے کبھی نہ دیکھی تھی اور اس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔ بعدازاں آپ ﷺ نے نرمی اور حکمت کے ساتھ اپنے صحابہ کرام کو اس برکت کے حصول سے پھیرنے کا ارادہ فرمایا اور ان کی اعمال صالحہ کی طرف رہنمائی فرمائی جو ان کے لیے اس سے بہتر تھے۔

عبدالرحمن بن ابی قراد سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دن وضو کیا جبکہ صحابہ کرام آپ کے وضو کے پانی کو اپنے ہاتھوں پر ڈال رہے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

”ما یحملکم علی ھذا؟“

”تمھیں کون سی چیز اس پر ابھار رہی ہے؟“

صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔آپ ﷺ نے فرمایا:

”من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ او یحبہ اللہ ورسولہ فلیصدق حدیثہ اذا حدث، ولیؤد اما نۃ اذا اوتمن ولیحسن جو ارمن جاورہ“ ❶

”جو پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرے یا اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ سچی بات کرے جب بھی بات کرے۔ جب اسے امین بنایا جائے تو امانت کو ادا کرے اور اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔“

ذات الأنواط (درخت کا نام) سے برکت حاصل کرنا اس کی عبادت کرنے کے مترادف ہے:

صحابہ کرام نے شروع زمانہ اسلام میں مشرکوں کو دیکھا کہ وہ ایک درخت پر اپنی تلواریں لٹکاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ اس سے برکت نازل ہوگی تو انھوں (صحابہ) نے نبی ﷺ سے عرض کیا ہمارے لیے بھی ذات انواط بنائیں جیسا کہ ان کا ذات انواط ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

قلتم والذی نفسی بیدہ کما قال قوم موسیٰ: ﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾ (الاعراف ۱۳۸) انها السنن لتركين سنن من كان قبلكم“

❶ اس کو طبرانی نے اپنی معجم میں روایت کیا ہے۔ منذری نے اس کے حسن ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام البانی نے اس کو ”السلسلة الصحيحة“ میں نقل کیا ہے۔(۲۲۹۸)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

’’مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے وہ بات کہی ہے جیسی موسیٰ کی قوم نے کہی تھی: ’’ہمارے لیے الٰہ بنائیں جیسا کہ ان کے لیے الٰہ ہے تو انھوں نے فرمایا بے شک تم جاہل قوم ہو۔‘‘ بلاشبہ یہ طریقے ہیں تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر ضرور چلو گے۔‘‘

صحابہ کرام نے درخت کو مقرر کرنے سے اس کی عبادت کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ ان کا مقصد محض اپنی تلواروں کے لیے برکت کا حصول تھا اس کے باوجود نبی ﷺ نے تبرک کی اس نوع کو غیر اللہ کی عبادت شمار کیا اور بنی اسرائیل کے مشابہ قرار دیا کہ جو انھوں نے کہا تھا ﴿اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ﴾ ’’ہمارے لیے الٰہ بنائیں جیسا کہ ان کے لیے الٰہ ہے۔‘‘ اگرچہ وہ لاالہ الا اللّٰہ کہتے تھے۔ نبی ﷺ نے قسم اٹھائی کہ ان (صحابہ) کا قول بنی اسرائیل کے قول کے مشابہ اور بالکل برابر ہے۔

صحابہ کرام نے اس کا نام عبادت نہیں رکھا لیکن رسول ﷺ نے اس کا نام عبادت رکھا اور ان سے یہ نہیں فرمایا کوئی حرج نہیں تمھیں اس کا کوئی نقصان نہیں جب تک کہ تم لاالہ الا اللّٰہ کہتے رہو گے۔

جب درخت سے اسلحہ لٹکانے کو نبی ﷺ نے غیر اللہ کی عبادت اور بنی اسرائیل کے قول کے مشابہ قرار دیا باوجود اس کے کہ صحابہ کرام کا قصد ذات انواط کی عبادت نہ تھا اور نہ ہی انھوں نے اس سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ سوال کیا تو پھر کیا قبروں کے شرک کا حرام ہونا اولیٰ (زیادہ لائق) نہیں ہے جب کہ زندہ مُردوں کے بارے میں اعتقاد رکھیں کہ وہ اپنی قبروں میں تصرف کا حق رکھتے ہیں اور ان کی قبریں تریاق مجرب ہیں؟

جب درخت سے فتنہ پیدا ہوا تو قبر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کے متعلق جہلاء عقیدہ رکھیں کہ صاحب قبر اس میں کھاتا اور پیتا ہے۔ بلکہ قبر سے باہر بھی نکلتا ہے تاکہ لوگوں کی مدد کرے اور ان کی حاجات کو پورا کرے؟

نبی ﷺ قبروں کو مسجدیں بنانے سے روکتے تھے، آپ ﷺ نے ان لوگوں کا وصف بیان کیا کہ جنھوں نے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوقات میں سے بدترین لوگ ہیں۔ یہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو ڈرانے کے لیے کہا نا کہ محض ایک قوم کا قصہ بیان کرنے کے لیے جنھوں نے کفر کیا اور وہ ہلاک ہو گئے اس کے فوراً بعد ہی اس امت کے لیے دوسرا انذار (ڈرانا) آیا کہ عنقریب اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو ان بدترین لوگوں کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ فرمایا:

’’لا تقوم الساعة حتی یلحق اقوام من امتی بالمشرکین ویعبدون الاوثان۔‘‘

’’قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ لوگ مشرکوں کے ساتھ مل جائیں اور وہ بتوں کی عبادت کریں۔‘‘

خاص طور پر بتوں کی بنیاد قبریں ہیں حافظ (ابن حجر) فرماتے ہیں: نیک لوگوں کا قصہ یہ ہے کہ قوم نوح کا ان بتوں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی عبادت شروع کرنا پھر ان کے بعد آنے والے لوگوں کا اس عمل میں ان کی پیروی کرنا ہے۔ ① انہوں نے ذکر کیا کہ وہ صالحین کی دعا سے برکت حاصل کرتے تھے۔ جب وہ نیک لوگ فوت ہوئے تو ان کی مورتیاں بنا لیں اور پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ان کی عبادت شروع کر دی۔

کیا یہ بات معقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت سے تبرک لینے سے تو منع کر دیا اور صحابہ کرام کی بات کو قوم موسیٰ کی عبادت سے تشبیہ دی کہ ﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا﴾ ہمارے لیے الٰہ بنائیں'' اور پھر آپ قبروں سے برکت حاصل کرنے کو جائز قرار دیں؟

اس حدیث کی بنا پر تمہارے اصحاب القبور سے مدد طلب کرنے کو ہم غیر اللہ کی عبادت کہیں گے۔

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے وہی بات کہی جو نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے صالح بندوں سے کہی تھی۔ مدد یا ود۔ مدد یا سواع مدد یا یغوث مدد یا یعوق، مدد یا نسر۔

اسلام شرک کے ذرائع کا سد باب کرتا ہے:

یہ بات جان لی جائے کہ شرک کا بنیادی سبب قبروں سے برکت کا حاصل کرنا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے قبروں کو پکا کرنے سے منع کیا ''كان صلى الله عليه وسلم ينهى ان يجصص القبر وأن يقعد عليه۔''

''نبی ﷺ منع فرماتے تھے کہ قبر کو چونا گچ کیا جائے اور یہ کہ اس پر بیٹھا جائے۔'' اور ایک روایت میں ہے ''وان يكتب عليه'' ② ''یہ کہ اس پر لکھا جائے۔''

آپ ﷺ نے ابتداء اسلام میں قبر کی زیارت سے منع فرمایا پھر اس کے بعد اس کی اجازت دی اور زیارت کے اصل سبب کو واضح فرمایا:

''خبردار اب تم (قبروں کی) زیارت کرو۔ اس لیے کہ یہ آخرت یاد کرواتی ہیں۔''

آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا اس سے حاجات پوری ہوتی ہیں اور نہ یہ فرمایا کہ یہ تریاق مجرب ہیں، آپ ﷺ نے ابتدا میں منع فرمایا تا کہ لوگ قبروں کے بارے ان کے مجرب نسخہ ہونے کے اعتقاد کے مرض سے بری ہو جائیں۔

عام طور پر قبروں کی زیارت کی مشروعیت پر صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس سبب کے ساتھ کہ یہ آخرت یاد دلاتی ہیں اور وہاں میت کے لیے دعا ہوتی ہے۔ جب ہم جنازہ پڑھتے ہیں تو میت کے لیے دعا کرتے ہیں نہ کہ میت سے دعا کرتے ہیں ہم اس کے لیے سفارش کرتے ہیں اس کے ساتھ سفارش طلب نہیں کرتے۔ اس (میت) کو دفن کرنے کے بعد زیادہ لائق ہے کہ ہم اس کے لیے دعا کریں۔ پس اہل بدعت نے قول کو تبدیل کر دیا علاوہ اس کے جو ان سے کہا گیا تھا۔

① فتح الباری: ۸۔ ② اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (۹۷۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے دعا کرنے کو اپنے لیے اس سے دعا کرانے کے ساتھ تبدیل کر دیا اور اس پر رحم کی دعا کرنے کو اس سے رحم طلب کرنے کے ساتھ تبدیل کر دیا وہ ان سے دنیا کے امور طلب کرتے ہیں جو دنیا سے جا چکے ہیں اور موت ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان حائل ہو چکی ہے۔

آپ ﷺ قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکتے تھے درحقیقت یہ حکم شرک کے ذرائع کا سدباب کرنے کے لیے تھا تاکہ سورج کے پوجاریوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو اگرچہ بغیر قصد کے ہی کیوں نہ ہو؟ لہٰذا قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے روکنا زیادہ لائق ہے۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے حالات کی خبر دی کہ وہ لعنت کے مستحق ہوئے۔ شیخ محمد یحییٰ کاندھلوی حنفی فرماتے ہیں: ان کا (قبروں کو) سجدہ گاہ بنانا اس لیے ہے کہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ان کا اپنے انبیاء اور اشراف کی قبروں پر مساجد بنانا کیوں کہ اس میں میت کی تعظیم ہوتی ہے اور بتوں کی عبادت کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ ❶

ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں: ''کیوں کہ قبروں کے پاس نماز پڑھنے کی جگہ خاص کرنا یہ بتوں کی تعظیم، ان کو سجدہ اور ان کا قرب حاصل کرنے کے مشابہ ہے تحقیق ہم تک حدیث پہنچی ہے کہ بتوں کی عبادت کی ابتدا مُردوں کی تعظیم، ان کی صورتیں بنانے۔ ان کو چھونے اور ان کے پاس نماز پڑھنے سے ہوئی۔'' ❷

اسی لیے آپ ﷺ کے بعد صحابہ نے شرک کے تمام ذرائع اور وسائل کو کاٹ کر رکھ دیا مثلاً جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ باری باری ایک جگہ پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے انبیاء کے آثار کو سجدہ گاہ بناؤ بے شک تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جس کو جہاں نماز پالے اسے چاہیے کہ وہیں نماز پڑھے وگرنہ گزر جائے۔'' ❸

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں جہاں نبی ﷺ کی بیعت کی گئی آپ نے حکم دیا اور اسے کاٹ دیا گیا۔ ❹

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم اس کے بعد دوسرے سال لوٹے مگر ہم میں سے کوئی دو شخص اس درخت کی جگہ پر متفق نہ ہوئے جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔ ❺

---

❶ الكوكب الدري على جامع الترمذى (ص ١٥٣)

❷ المغنى لا بن قوامة (٢/١٩٣)

❸ اس کو ابن وضاح قرطبی نے اپنی کتاب "البدع والنهى عنها" میں روایت کیا ہے۔ (٤١)

❹ "فتح البارى" (٧/٤٤٨) فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

❺ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (٢٩٥٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سعید بن مسیب کے زمانے میں کچھ لوگوں نے حج پہ جاتے ہوئے اسے (درخت کو) تلاش کرنے کی کوشش کی تو سعید نے ان سے کہا: مجھے میرے باپ نے بیان کیا وہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ فرماتے ہیں جب ہم دوسرے سال گئے تو ہم اسے بھول گئے ہم اس پر قدرت حاصل نہ کر سکے، ایک روایت میں ہے کہ وہ (درخت) ہم سے گم ہو گیا ایک روایت میں ہے پھر اس کے بعد وہ اوجھل رہا پس میں اسے نہیں پہچان سکا۔"

سعید نے تلاش کرنے والے حجاج سے کہا: بے شک محمد ﷺ کے صحابہ کو اب اس کا علم نہیں ہے، کیا تم اسے کیسے جان لو گے؟ ❶

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں: اس میں حکمت یہ ہے کہ اس سے فتنہ پیدا نہ ہو اگر وہ (درخت) باقی رہے تو ڈر ہے کہ بعض جاہل لوگ اس کی تعظیم کریں۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں عقیدہ بنا لیں اس میں نفع یا نقصان پہنچانے کی استطاعت ہے جیسا کہ اب ہم کئی چیزوں کے متعلق مشاہدہ کر رہے ہیں اسی کی طرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فرمان میں اشارہ کیا تھا "کانت رحمة من اللہ" "یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت تھی" ❷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیسے یہ کام نہ کریں جب کہ نبی ﷺ ان لوگوں پر غضب ناک ہوئے جنھوں نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ان کے لیے ذات انواط بنائیں؟ وہ ایک درخت تھا مشرکین برکت حاصل کرنے کے لیے اس پر اپنی تلواریں لٹکاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"قلتم والذی نفسی بیده کما قال بنو اسرائیل لموسیٰ:

﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ ❸

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے وہ بات کہی جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی: ہمارے لیے "الٰہ بنائیں جیسا کہ ان کے لیے الٰہ ہے۔"

ایسے ہی صحابہ کرام شرک کے ذرائع کو ختم کرتے رہے اور مخلوق سے اس کے وسائل منقطع کرتے رہے۔

یہی کام خلیفہ راشد نے کیا جو ان خلفاء میں سے ہیں جن کی سنت کی اتباع کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اور جن کے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا:

"ان اللہ عزوجل جعل الحق علی لسان عمر" ❹

---

❶ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴)

❷ فتح الباری: ۶/۱۱۸۔

❸ الاعراف: ۱۳۸۔

❹ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ (۲/ ۹۵)، ابوداود (۲۰۹۶۲)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"بے شک اللہ عز وجل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق کو جاری کر دیا ہے۔"

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: "حدثنا ابواسامة عن عبیداللّٰہ عن نافع عن ابن عمر أنه كان يكره مس قبر النبی ﷺ۔"

ہمیں ابو اسامہ نے بیان کیا وہ عبیداللہ سے روایت کرتے ہیں وہ نافع سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی قبر کو چھونا مکروہ خیال کرتے تھے۔ ❶

نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا مستحب ہے:

ہمارا اعتقاد ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا مشروع اور مستحب ہے بخلاف اس کے کہ جسے دوسرے لوگ ہمارے بارے میں مشہور کرتے ہیں۔ ہم تاکید کے ساتھ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں۔ جس میں آپ کی قبر کی زیارت پر رغبت دلائی گئی ہو۔ جو چاہتا ہے وہ ان (مصادر) کی طرف مراجعہ کرے۔ (التلخیص الحبیر: ٢/٢٦٦) یہ حافظ ابن حجر کی ہے۔ اور حافظ العراقی کی تخریج "الاحیاء" (١/٢٥٨) اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین کہ جنھوں ان احادیث کو صحیح نہیں کہا جو آپ ﷺ کی قبر کی زیارت پر ترغیب دلاتی ہیں جیسے یہ حدیث:

"من زار قبری وجبت له شفاعتی"

"جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔"

اس حدیث سے احباش کثرت سے دلیل پکڑتے ہیں۔ ❷

شیخ محمد بن درویش نے اس حدیث کے ضعف (کمزوری) کا ذکر اپنی کتاب "اسنی المطالب" میں کیا ہے۔ (ص ٤٣٤)

یہ حدیث اپنی تمام اسناد کے ساتھ بھی آپ ﷺ پر جھوٹ کے درجہ تک پہنچتی ہے اس کا کوئی طریق بھی صحیح نہیں ہے، لہٰذا رسول اللہ ﷺ سے مروی صحیح احادیث سے اعراض کرتے ہوئے اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد: المسجد الحرام والمجسد الاقصی، ومسجدی هذا"

"نہ سفر کیا جائے (زیارت کی نیت سے) مگر تین مساجد کی طرف مسجد احرام مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد"

آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا میری اس قبر کی طرف، یہ حدیث قبروں کی طرف (زیارت کی غرض سے) سفر کرنے کی حرمت میں نص ہے۔

---

❶ سیر اعلام النبلاء: ١٢/ ٣٧٣۔ شعیب الأرناوط نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔

❷ (صریح البیان) ص ٨٣، یہ حدیث ضعیف ہے اس میں بہت سی علل جمع ہوگئی ہیں ان میں سے: موسیٰ بن ہلال راوی کا مجہول ہونا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے قبروں کی زیارت کو حرام قرار دیا ہے؟

امام سبکی نے امام ابن تیمیہ پر الزام لگایا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کو حرام قرار دیتے ہیں باوجود اس کے کہ ان کو علم ہے کہ وہ (ابن تیمیہ) قبر کی طرف سفر کرنے کو حرام کہتے ہیں صرف زیارت کرنے کو حرام قرار نہیں دیتے۔ بلکہ ان کے نزدیک مسجد نبوی شریف کی زیارت کا قصد کرنا اس کے تحت نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا نیک اور مستحب عمل ہے۔ (1)

یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے کہ وہ زیارت مشروع اور زیارت بدعی کے درمیان فرق کرتے ہیں (زیارۃ بدعی) کہ جس میں قبر کی وجہ سے سفر کیا جاتا ہے یا خلاف شرع امور جن کا لوگ قبر کے پاس ارتکاب کرتے ہیں۔ دیواروں اور جالیوں کو بوسہ دیتے ہیں آپ ﷺ سے مدد مانگتے ہیں یا مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ان کی تنگی دور کریں یا ان کی حاجت کو پورا کریں۔ خشوع اور حضور دل سے دعا کرنا یہ محض قبر کے پاس کھڑا ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے جو کہ عام طور پر مسجد میں یا دوران نماز نہیں ہوتا یہ لوگ قبر والے کے زندہ ہونے، اس کے دیکھنے اور سننے کا اعتقاد رکھتے ہیں قبر کے پاس جاتے ہیں تا کہ صاحبِ قبر سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ یہ شرک کے بہت بڑے دروازے کو کھولنا ہے۔ یہ ہی بتوں کی اصل میں عبادت ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زیارتِ شرعی کا مقصد میت پر سلام بھیجنا اور اس کے لیے دعا کرنا ہے برابر ہے کہ وہ نبی ہو یا غیر نبی، اسی لیے صحابہ جب نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرتے تو آپ ﷺ پر سلام بھیجتے اور آپ کے لیے دعا کرتے پھر چلے جاتے۔ ان میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کی قبر کے پاس دعا کرنے کے لیے کھڑا نہ ہوتا تھا۔

فرماتے ہیں: علماء کا اتفاق ہے کہ جو آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کرے یا آپ ﷺ کی قبر کے علاوہ انبیاء صحابہ اور اہل بیت میں سے نیک لوگوں کی قبر کی زیارت کرے تو اس (قبر) کو چھوئے گا اور نہ ہی اس کا بوسہ لے گا بلکہ دنیا میں جمادات میں سے کوئی ایسی چیز نہیں جس کا بوسہ لینا جائز ہو سوائے حجر اسود کے بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"واللّٰه انی لا علم انك حجر لاتضرولا تنفع، ولولانی رایت رسول اللّٰه ﷺ یقبلك ما قبلتك"

''اللہ کی قسم بے شک میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ ہی نفع پہنچا سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ وہ تیرا بوسہ لے رہے ہیں میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

اسی لیے آئمہ کا اتفاق ہے کہ بیت اللہ کے دو رکنوں کا استلام کرنا یا مقام ابراہیم یا بیت المقدس کے پتھر کو ہاتھ لگانا

(1) (الجواب الباهر: ١٤).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسنون نہیں ہے، اور نہ ہی انبیاء اور صالحین میں سے کسی ایک کی قبر کو چھونا مسنون ہے۔ یہ زیارت بدعی ہے اور یہ نصاریٰ کے دین سے ہے کہ جس میں زیارت کرنے والے کا قصد یہ ہوتا ہے کہ قبر کے پاس اس کی دعا قبول کی جائے گی یا وہ میت سے دعا کرتا ہے یا اپنی پریشانیوں کو دور کرنے اور حاجات طلب کرنے اس کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھاتا ہے۔

یہ ان بدعات میں سے ہی ہے جن کو نبی ﷺ نے جائز قرار نہیں دیا اور نہ ہی ان کو صحابہ نے کیا ہے۔

فرماتے ہیں: قبروں کی مشروع زیارت یہ ہے کہ آدمی میت پر سلام بھیجے اور اس کے لیے دعا کرے جو اس کے جنازے پر نماز کے قائم مقام ہو جیسا کہ نبی ﷺ اپنے صحابہ کو سکھاتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو کہیں:

"سلام علیکم اهل دار قوم مؤمنین" [1]

"سلامتی ہو تم پر گھر والو مومنو کی قوم۔"

سلف میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا کہ جو دعا کی غرض سے نبی ﷺ کی قبر کے پاس حاضر ہوتا ہو وہ تو نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے دو ساتھیوں (ابوبکر و عمر) پر سلام بھیجتے اور چلے جاتے۔ یہ امام مالک رحمہ اللہ کے متعلق منقول ہے جس کو اسماعیل بن اسحاق نے "المبسوط" میں ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

"لا اری ان یقف عند قبر النبی صلی اللہ علیه وسلم ولکن یسلم ویمضی"

"میں نے نہیں دیکھا (امام مالک کو) کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس ٹھہرتے ہوں لیکن وہ سلام کرتے اور چلے جاتے۔"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا حرام ہے بلکہ حدیث کے مطابق زیارت کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے۔

ضروری ہے کہ محض قبر کی زیارت کرنے اور خاص طور پر اس کی طرف سفر کرنے کے درمیان فرق کیا جائے۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کرتے ہیں (کہ وہ ان میں کوئی فرق نہیں کرتے)

اور اگر زیارت کا مقصد میت سے سوال کرنا یا سلسلہ مشائخ سے روحانی تعلق قائم کرنا ہو جیسا کہ نقشبندیوں میں سے صوفی و دیگر حضرات کا خیال ہے کہ وہ اپنے فوت شدہ مشائخ کی قبروں کے پاس ان سے بیعت لیتے ہیں اور اس سے زیارت کرنے والے کے دل اور میت کے دل کے درمیان روحانی اتصال پیدا ہوتا ہے تو یاد رہے یہ کام سلف و صالحین نے نہیں کیا بلکہ ان سے اس کے متعلق ڈانٹ ڈپٹ اور اس کا ترک کرنا بھی ثابت ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو حضرت عمر نے حضرت عباس کی دعا کے ساتھ وسیلہ پکڑا پھر ان (صوفیوں) کو

[1] الزهارة: ۸۱ تا ۸۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میت کے نیک ہونے اور اس کی ولایت کا علم کیسے ہوا؟

اپنے زمانے میں صوفیوں کے امام عبدالوہاب الشعرانی فرماتے ہیں:

"کم من قبر یزار وصاحبه فی النار"

"کتنی ہی ایسی قبریں ہیں کہ جن کی زیارت کی جاتی ہے جبکہ صاحب قبر آگ میں ہوتا ہے۔"

ابن تیمیہ کا رد کرنے میں سبکی کا منہج:

درحقیقت سبکی نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ تفریق اور ان کی کتابوں کی طرف توجہ نہیں کی اور باوجود اس کے کہ اس نے اپنی کتاب "شفاء السقام فی زیارة خیر الانام" میں (ابن تیمیہ) سے زیارۃ بدعی اور زیارۃ شرعی کے درمیان فرق نقل کیا ہے۔ کاش کہ سبکی یہ کتاب نہ لکھتے۔ انھوں نے اس کو موضوع اور جھوٹی روایات سے بھر دیا ہے اس کتاب سے ان کا فن حدیث سے تعلق بھی واضح ہو چکا ہے۔ اور حبشی نے تعصب اور انحراف کرتے ہوئے ان روایات کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ❶ سبکی کا ارادہ تھا کہ اپنی کتاب کا نام "شن الغارة علی من انکر الزیارة" رکھے۔ لیکن اس کا اسلحہ حملہ کرنے کے قابل نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ ضعیف ہے اس کا یہ جھگڑنا صرف اس کے ضعیف ہونے میں اضافہ کرتا ہے۔ قطع نظر اس کے اس نے یہ گمان کیا ہے کہ اس کے مخالف نے زیارت کا انکار کیا ہے یہ بہت بڑا ظلم ہے خاص طور پر جب وہ جان لے کہ ابن تیمیہ کی ایک کتاب ہے اس کا نام "الرد علی البکری واستحباب زیارة قبر خیر البریة" ہے۔

تحقیق حافظ ابن عبدالھادی نے سبکی کی مذکورہ کتاب کا رد ان الفاظ میں کیا ہے:

حمد وصلوٰۃ کے بعد بلاشبہ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس کو ایسی کتاب پایا جو ضعیف اور موضوع احادیث کو صحیح قرار دینے، کمزور اور جھوٹے آثار کو تقویت دینے، صحیح اور ثابت شدہ احادیث کو ضعیف قرار دینے پر مشتمل ہے۔ ❷

سبکی کے رد میں اتنا ہی کافی ہے کہ محض ان احادیث کی تخریج کی جائے جن کو اس نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے تاکہ انصاف کرنے والا ابن عبدالھادی کے کلام کے سچا ہونے کو اور علم حدیث میں سبکی کے ضعیف ہونے اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے لیے اس کے عدم انصاف اور تعصب کو پہچان لے۔ ہم ان میں سے بعض احادیث کا ذکر کریں گے ان کی تخریج میں وسعت سے اجتناب کرتے ہوئے۔

"من زار قبری وجبت له شفاعتی" ❸

---

❶ "المقالات السنیة" (ص ۱۳۹)

❷ الصارم المنکی فی الرد علی السبکی (۱۹،۱۸)

❸ شفاء السقام: ۲۔ اس حدیث کو سیوطی اور البانی نے ضعیف کہا ہے۔ ارواء الغلیل: ۱۱۲۷۔ واللآلی المصنوعة: ۲/۱۲۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔‘‘

”من جاءنی زائرا لایحمله حاجة الا زیارتی کان حقاعلی اللّٰه ان اکون له شفیعا“ ❶

’’جو میرے پاس زیارت کے لیے آیا اس کا مقصد صرف میری زیارت ہو نہ کہ اپنی حاجت کا پورا کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ میں اس کا سفارشی بنوں۔‘‘

”ما من احدمن امتی له سعة ثم لم یزرنی فلیس له عذر“ ❷

’’میری امت میں کوئی شخص کہ اس کے پاس وسعت ہو پھر وہ میری زیارت نہ کرے تو اس کے لیے کوئی عذر نہیں۔‘‘

”من لم یزر قبری فقد جفانی“❸

’’جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔‘‘

”من حج فزار قبری بعد وفاتی فکأنما زارنی فی حیاتی۔ ❹

’’جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔‘‘

شیخ محمد بن درویش الحوت (اسنی المطالب) (ص ۴۲۹) میں فرماتے ہیں: اسے بیہقی نے روایت کیا ہے اس میں (راوی) حفص القاری ہے جس پر جھوٹ کی تہمت لگائی گئی ہے۔

”من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی“❺

’’جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔‘‘

شیخ محمد بن درویش نے کہا:

تعجب کی بات ہے کیسے ممکن ہے کہ رسول ﷺ یہ فرمائیں؟ جب کہ آپ ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہے

---

❶ شفاء السقام: ١٦۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (التلخیص: ٢/٢٦٧)۔

❷ شفاء السقام: ٣٧۔ اس حدیث کو البانی نے اپنی کتاب میں ضعیف کہا ہے ”دفاع عن الحدیث“ (١٠٩)۔

❸ شفاء السقام (٣٩) اس کو ابن جوزی نے ”موضوعات“ میں ذکر کیا ھے۔ (٢/٢١٧)

❹ شفاء السقام: ٢٠۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھئے: (الارواء ١١٢٨) (السلسلة الضعیفة ٤٧) (مشکاة المصابیح ٢٧٥٦)۔

❺ شفاء السقام (٣٩) حافظ العراقی ”تخریج الاحیاء“ میں فرماتے ہیں اسے ابن جوزی نے اپنی کتاب ’’موضوعات‘‘ میں ذکر کیا ہے۔ الاحیاء (١/٢٥٨)۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا تجعلوا قبری عیدا صلوعلی؟ فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم"

"میری قبر کو عید گاہ نہ بنانا مجھ پر درود پڑھنا تمھارا درود مجھ تک پہنچ جائے گا تم جہاں بھی ہو۔"

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ آپ کی قبر کو بت نہ بنائے پھر آپ اس کی طرف سفر کرنے کا حکم بھی دیں؟ بلکہ جو ایسا نہ کرے اسے ڈانٹ پلائیں اور اسے ظلم کے ساتھ موصوف کریں۔

"من زارنی الیٰ المدینة کنت له شفیعاً وشهیداً" ❶

"جس نے مدینہ میں میری زیارت کی میں اس کے لیے سفارشی اور گواہ ہوں گا۔"

"من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیٰمة" ❷

"جس نے قصد کے ساتھ میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔"

"من زارنی بعد موتی فکأ نما زارنی وأنا حیی" ❸

"جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔"

شیخ محمد بن درویش الحوت (اسنی المطالب ص ۴۳۵) میں فرماتے ہیں اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں راوی مجہول ہے۔

یہ احباش کے معتبر مشائخ میں سے ایک کا اعتراف ہے۔ عقل مند لوگو عبرت حاصل کرو پس یہ ضعیف روایات جو قبروں کو سجدہ گاہ بنانے پر اُبھارتی ہیں ان صحیح روایات سے متعارض ہیں جو قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے روکتی ہیں جیسے یہ حدیث:

"لا تتخذوا القبور مساجد فانی انها کم عن ذالك"

"تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ بے شک میں تمھیں اس سے روکتا ہوں۔"

مذکورہ بالا احادیث میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے کہ وہ بیماری سے شفا ہو بلکہ یہ من گھڑت اور ضعیف ترین ہیں اور سبکی کی کل متاع یہی ہے جو اس کے لیے اور اس کے مذہب کے لیے باعث ملامت ہے۔

اہم ترین فائدہ:

حافظ ابن حجر نے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت پر ترغیب دلانے والی احادیث کو ذکر کرنے کے بعد تمام کو ضعیف قرار

❶ شفاء السقام: ٣٦۔ اسے حافظ ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (التلخیص ٢/٢٦٧)۔ دیکھیے: میزان الاعتدال: ١/٥٣۔

❷ شفاء السقام: ٣١۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس پر جرح کی ہے (٩١٦٧)۔

❸ اسے سیوطی نے "الاحادیث الموضوعة" (٢/١٣٠) میں ذکر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا ہے فرماتے ہیں: ''ان احادیث کی تمام اسانید ضعیف ہیں۔'' اور ابن خزیمۃ سے نقل کیا ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ ❶

اے حبشی اسے اختیار کرو کیونکہ حافظ (ابن حجر) نے اس پر نص بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اہل باطل کو رسوا کریں کہ جنھوں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر تہمت لگائی ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کو حرام قرار دیا ہے، اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہی انھوں نے تحریف کی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ زیارت کی تمام احادیث جھوٹی ہیں۔ ❷

پس حافظ ابن حجر کے زیارت کے متعلق تمام روایات کو ضعیف قرار دینے پر وہ کیا کہتے ہیں؟

روایت: نہیں ہے لائق کہ (زیارت کی نیت سے) سفر کیا جائے

حبشی نے حدیث ہذا سے ماخوذ سفر کی حرمت کا ایک دوسری روایت سے تعارض قائم کیا ہے اور اس پر نص بیان کی ہے۔

''لا ینبغی للمطی ان تحمل''

''نہیں ہے لائق کسی سوار کے لیے کہ سفر کیا جائے (زیارت کی نیت سے)'' تاکہ وہ سفر کرنے کے متعلق ممانعت کو کراہت پر محمول کریں نا کہ حرمت پر۔

یہ باطل ہے کیوں کہ

لا ینبغی (نہیں ہے لائق) کا لفظ اہل اصول نے اصطلاح بیان کی ہے کہ اس لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے مراد کراہت ہوتا ہے نا کہ تحریم۔ لیکن اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے کلام میں اس سے مراد حرمت بھی ہوتا ہے اس کا معنیٰ ہوگا یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾﴾ ❸

''حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔''

﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ﴾ ❹

''وہ کہیں گے تو پاک ہے، ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تیرے سوا کسی بھی طرح کے دوست بناتے۔''

پس ینبغی (لائق ہے) کا لفظ حرمت پر بھی دلالت کرتا ہے اگر ہم اس کو کراہت پر محمول کریں تو اللہ تعالیٰ کے متعلق اولاد پکڑنے کا عقیدہ جائز ہوگا مگر کراہت کے ساتھ اس کے مقابل تمھارا کیا جواب ہے؟

---

❶ ''التلخیص الحبیر'' (۲/۲٦۷)
❷ منار الھدی: ۲۸/۲۰۔
❸ مریم: ۹۲۔
❹ الفرقان: ۱۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ نے فرمایا:

”لا ینبغی ان یعذب بالنار الارب النار۔“

”نہیں ہے لائق کہ کوئی آگ کا عذاب دے سوائے آگ کے رب کے۔“

فرمایا:

”لا ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس“

”کسی بندے کے لیے لائق نہیں کہ وہ کہے کہ میں یونس سے بہتر ہوں۔“

فرمایا:

”لا ینبغی لصدیق ان یکون لعانا“

”صدیق کے لیے لائق نہیں کہ وہ کثرت سے لعنت کرنے والا ہو۔“

بلاشبہ یہ روایت جس سے حبشی نے دلیل پکڑی ہے منکر ہے اس میں شہر بن حوشب راوی منفرد ہے اور اس کے وہم کا نتیجہ ہے کہ اس نے صحیح روایات کی مخالفت کی ہے۔ اس کے بارے میں حافظ فرماتے ہیں: ”یہ صدوق ہے اسے بہت زیادہ وہم ہوتا تھا۔“ ❶

تحقیق حافظ نے حدیث کو حسن قرار دینے میں غفلت سے کام لیا ہے۔

ہم اس بنا پر کہ جو (حافظ ابن حجر) نے ”نخبۃ“ میں بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ جو راوی بہت زیادہ وہم کا شکار ہوتا ہے اس کی حدیث ضعیف ہے اس سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی۔ یقیناً انھوں نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ بہت زیادہ وہم کا شکار ہونے والے راوی کی حدیث سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی۔ اس کے بعد تعجب کی بات نہیں کہ ”مجمع الزوائد ٤/٣“ کے مولف اس روایت پر غریب ہونے کا حکم لگائیں۔

اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو متعدد صحیح ترین روایات کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ ہوگی کیوں کہ یہ الفاظ کسی دوسری روایت میں وارد نہیں ہوئے یہ اس روایت میں وہم کے واقع ہونے کی دلیل ہے۔

یہ صحابہ کے عمل کے بھی خلاف ہے اس اعتبار سے کہ جس نے تین مساجد کے علاوہ (کسی دوسری جگہ) کی طرف سفر کا ارادہ کیا۔ انھوں نے اسے رد کر دیا اور اس پر اسے ڈانٹ پلائی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے طور (پہاڑ) کی طرف جانے والے کو منع فرمایا اور اس سے کہا: طور کو چھوڑ دے اس کے پاس نہ جاؤ کیا تو نہیں جانتا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”لا تشدالرحال الا ثلاثۃ“ ❷

---

❶ التقریب: ٢٨٣٠۔

❷ اسے طیالسی نے روایت کیا ہے (١٣٤٨) اور احمد نے ”مسند“ میں صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے (٦/ ٧)۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بصرۃ بن ابوبصرۃ غفاری سے ملے ان سے کہا: آپ کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے کہا طور (پہاڑ) سے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، تو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: اگر میں تجھے اس کی طرف نکلنے سے پہلے پالیتا تو اس کی طرف تو نہ نکلتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے:

”لا تعمل المطي الا الیٰ ثلاثة مساجد“[1]

''کسی طرف نہ سفر کیا جائے سوائے تین مسجدوں کے۔''

اور یہ اَمر اَحباش کے بیان کردہ خود ساختہ مفہوم کو باطل کر دیتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس کا معنی ہے کہ کسی مسجد میں نماز کی غرض سے سفر میں زائد فضیلت نہیں ہے۔ سوائے ان تینوں مسجدوں کی طرف سفر کرنے کے۔[2]

جوینی اس فتوی میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سبقت لے گئے ہیں:

اہل کلام اشاعرہ کے آئمہ میں سے جنہوں نے اسے حرام کہا ہے۔ وہ امام جوینی ہیں جیسا کہ اسے نووی، ابن حجر عسقلانی اور زبیدی نے بیان کیا ہے۔[3]

سبکی نے ذکر کیا ہے کہ جوینی اپنے شیخ سے فتوی نقل کرتے ہیں کہ جس میں تین مسجدوں کے علاوہ کی طرف سفر کرنا منع ہے اور حرام ہے۔ اسی کی طرف قاضی حسین اور قاضی عیاض نے اپنے مختار قول میں اشارہ کیا ہے۔[4]

سبکی نے قاضی کے قول کو نقل کیا ہے کہ نذر کا پورا کرنا ضروری ہے جو تین مساجد کی طرف سفر کی نذر ماننے برخلاف دوسری مساجد کے کہ دیگر کے لیے ضروری نہیں ہے۔ وہاں سفر کرنا ضروری نہیں ہے۔ نذر ماننے والے کے لیے اور نہ ہی ثواب کے حصول کے لیے کیوں کہ اس کے متعلق نہی وارد ہوئی ہے مگر جو محمد بن مسلمۃ نے مسجد قباء کے بارے میں بیان کیا۔[5]

رافضہ درگاہوں سے مدد طلب کرنے کی بدعت میں ممتاز ہیں:

تحقیق ابن تیمیہ نے ایک اہم ترین امر کو واضح کیا ہے وہ یہ کہ سب سے پہلے جس نے درگاہ (آئمہ اور اولیاء کی درگاہ) کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے متعلق جھوٹی احادیث گھڑی ہیں۔ وہ اہل بدعت رافضہ ہیں جو مساجد کو معطل کرتے ہیں اور درگاہوں کی تعظیم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے گھروں کو ترک کرتے ہیں کہ جن کے بارے حکم دیا گیا ہے کہا

---

1. اسے مالک نے ''موطا'' میں روایت کیا ہے (۱/ ۱۰۸، ۱۰۹) اور نسائی نے (۳/ ۱۱۴)۔
2. ”منار الهدى“ (٢٤/٢٨)
3. ”النووى على مسلم“ (٩/١٠٦، ١٦٨) ”فتح البارى“ (٣/٦٥) ”اتحاف السادة المتقين“ (٤/٢٨٦)
4. شفاء السقام: ١٢١ ـ ١٢٢۔
5. شفاء السقام: ١٢٤۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ان میں اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جائے اور درگاہوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے۔ جبکہ کتاب وسنت میں مساجد کی تعظیم کا ذکر ہے نہ کہ درگاہوں کی تعظیم کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ❶

"اور اپنے رخ ہر نماز کے وقت سیدھے رکھو اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔"

نہ کہ ہر قبے اور ہر درگاہ کے پاس

اور وہ آپ اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" میں فرماتے ہیں: اہل توحید اللہ تعالیٰ کے گھروں میں اس کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے اس (اللہ تعالیٰ) نے اجازت دی ہے کہ ان میں اللہ کا نام ذکر اور بلند کیا جائے۔ اسی کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ اسی سے فریاد کرتے ہیں اور مدد طلب کرتے ہیں اسی کو پکارتے ہیں اور سوال کرتے ہیں شیطان نے بہت سے لوگوں کے بُرے اعمال کو مزین کر دیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے خالص دین سے شرک کی طرف پھسلا دیا ہے پس وہ نبی یا کسی نیک بندے کی قبر کا قصد کرتے ہیں۔ اس سے دعا کرتے ہیں اس کی طرف رغبت کرتے ہیں وہ قبر میں مدفون میت سے سوال کرتے ہیں جیسے اس زندہ سے سوال کیا جاتا ہے کہ جسے موت نہیں آئے گی۔

شیعہ صوفی اور رافضیہ کے پیروکاروں کا اجماع:

آپ رحمہ اللہ نے سچ فرمایا کہ تم رافضیوں کے مقالات کی طرف توجہ دو کہ وہ اُحباش کے عقیدہ کے موافق ہیں۔

کسی ایک رافضی نے کہا: شروع اسلام سے اس زمانے تک ہمارے امامیہ علماء کا اجماع ہے کہ وہ آئمہ کی درگاہوں اور ان کی تعظیم کے مستحسن (اچھا ہونے) ہونے پر ہمیشہ قائم رہے اور یہ کہ مرنے کے بعد ان کی قبر کا بوسہ لینا ان کی زندگی میں ان کے ہاتھ کا بوسہ لینے کی طرح ہے۔ ❷

محسن امین عاملی شیعی نے کہا: کہ وہابی قبروں اور قبر والوں کی تعظیم اور ان کو چھونے اور بوسہ لینے اور برکت کے حصول سے روکتے ہیں اور ان کی درگاہوں کو چھونے اور ان کے گرد طواف کرنے کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی علامت بتاتے ہیں۔ ❸

طباطبائی نے وہابیوں کے اس قول پر تنقید کی ہے کہ قبروں پر عمارتیں بنانا اور ان کو پختہ کرنا جائز نہیں۔ کہتے ہیں کہ امامیہ کا قول ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی قبروں پر عمارتیں بنانا اور ان کو پختہ کرنا جائز ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم ہے۔ ❹

---

❶ الاعراف: ۲۹۔

❷ کشف النقاب عن عقائد ابن عبدالوهاب ص ۱۰۴، ۱۱۸، مصنف علی نقی ابراهيم الكهنوری۔

❸ کشف الارتیاب عن اتباع محمد بن عبدالوهاب (۴۲۹) ابن زیدون دمشق (۱۳۴۶)

❹ البراهين الجلية فی رفع تشكيكات الوهابية ص ۴۱ مصنف محمد حسن موسوی الطباطبائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو حق کے ساتھ اصلاح کرنے والا پائیں گے کہ وہ اپنے زمانے میں اہل سنت کے درمیان تشیع کے آثار دیکھتے تھے (جیسے) قبروں کے پاس رونا، گڑگڑانا، فوت شدگان سے فریاد کرنا اور اولیا کے مزاروں پر نذریں ماننا اور اموال کا بہانا۔ اس وجہ سے شیعی وراثت کے متعلق انھوں نے ایک غیور حد تک موقف اختیار کیا۔ ان کی دلیل صحیح اور قوی تھی اور وہ یہ حدیث ہے:

"لا تشدالرحال"

"سفر نہ کیا جائے (سوائے تین مسجدوں کے)"

جب کہ مخالفین کے پاس سوائے ضعیف اور موضوع احادیث کے کوئی دلیل نہ تھی۔ قبروں کا قصد کرنا وہاں دعا کرنا، نقصان کے دور ہونے اور (دعا کی) قبولیت کی امید رکھتے ہوئے حاضری دینا یہ ایسا امر ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے اور یہ پہلا شرک ہے جس میں انسان واقع ہوا۔

اس امر کی تاکید ہوگی کہ جب آپ صوفی اشاعرہ کی کتابوں کو پڑھیں گے جیسے فلاں شخص اس کی قبر کی مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا اور اس کا سرمہ لگایا۔ اور فلاں شخص نے ولی کی قبر کی مٹی کا لعاب بنایا تا کہ اس سے شفا حاصل ہوگئی۔ ❶

اور کوئی قبروں کی مٹی کو مقدس خیال کرتا ہے جیسا کہ حبشی نے کہا ہے کہ "قبر کی مٹی سے کچھ لے پھر اس پر سات مرتبہ سورہ قدر پڑھے پھر اسے کفن میں یا قبر میں کفن کے باہر رکھ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ❷

بلاشبہ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مشروع ہے کیوں کہ اس کی کوئی دلیل نہیں زیادہ مناسب یہی ہے کہ وہ کہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

رفاعیہ نبی ﷺ کی قبر کو رحمن کے عرش پر فضلیت دیتے ہیں:

صادی نے ذکر کیا ہے نبی ﷺ کی قبر جنت سے افضل ہے بلکہ عرش اور کرسی سے بھی۔ ❸

نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا کعبہ اور بیت المقدس کی طرف سفر کرنے سے افضل ہے۔ ❹

الوسی فرماتے ہیں: اسے شہاب خفاجی نے اپنی کتاب "طراز المجالس" میں نقل کیا ہے۔ ❺

---

❶ جامع كرامات الاولياء: ١/١١٧۔ اور یہ نبہانی مافون دعویٰ کرتا ہے کہ حیوانات اور درندے بھی بدر بن محمد قدسی کی قبر پر آتے تھے اس کی درباہ کے پاس برکت کے حصول کے لیے اپنے چہرے مٹی میں رگڑتے تھے۔ اسی طرح علی بن عبداللہ المعروف کی قبر پر آتے اور ان کی تکلیف ختم ہو جاتی۔ (١/ ٣٦٢)

❷ بغية الطالب: ١٥٨۔

❸ "قلادة الجواهر" (١٠٤) "ضوء الشمس" (١/١٧٦)

❹ شفاء السقام (٦١ تا ٧١)

❺ غاية الاماني في الرد على النبهاني (١/٢٢٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے شک صوفیوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مُردوں کو مخاطب کر کے ان سے دعا کرتے ہیں اور ان سے مانگتے ہیں اور ان کی کتب ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔

بے شک ابوالمظفر منصور نے شیخ رفاعی کی قبر کے پاس قصیدہ پڑھا تو قبر سے رفاعی نے آواز دے کر کہا: ''تجھ پر سلامتی ہو۔'' ❶

سیدہ نفیسہ (جس کی درگاہ معروف ہے) صوفیوں کے مشائخ میں سے ایک شیخ کے ساتھ زیادہ کلام کرتی تھی جبکہ وہ (نفیسہ) اپنی قبر میں تھی۔ ❷

سید احمد بدوی نے قبر سے اپنا ہاتھ نکالا اور اسے شعرانی کے ہاتھ پر رکھا تا کہ وہ ان کی بیعت کرے، بیعت کی شروط میں سے یہ شرط تھی کہ وہ جہاں بھی جائے بدوی کی زیر نگرانی رہے گا۔ بدوی نے اس کا اقرار کیا اور کہا جب کہ وہ اپنی قبر میں تھا: ''ہاں''۔ ❸

محمد نور افندی سے ان کا یہ قول منقول ہے۔ ❹

اے رفاعی کے بیٹے بلند مقام والے

اے قطب اور اشراف کے سردار

عراق کی تمام وادیاں روشن ہو چکی ہیں

پس تیری قبر کی وجہ سے ان پر برکات کا نزول ہوتا ہے۔

شیخ احمد صیاد کی قبر کا وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ ''اس زیتون کے درخت کی طرح ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی'' وہ (احمد صیاد) بتولی، فاطمی، سبطی، محمدی، عابدی، باقری، جعفری، کاظمی، مرتضوی اور احمدی ہیں۔ ❺

میں کہتا ہوں زیادہ مناسب ہے کہ وہ کہے ''شیعی، باطنی، قرامطی''

صیادی نے غلو کیا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر جنت سے افضل ہے بلکہ رحمن کے عرش اور اس کی کرسی سے بھی۔ ❻ یہ مخالف ہے اس کے جو حدیث میں ہے ''احب البقاع الی اللہ المساجد'' ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کا زیادہ محبوب ٹکڑا مساجد ہیں۔'' ❼

صیادی نے دعویٰ کیا ہے کہ سلف صالح (شیعہ میں سے اس کے اسلاف) نے اہل بیت کی قبروں کو مقدس جانا ہے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے ان کے جاہ و مقام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ

❶ العقود الجوهرية: ٧٧۔
❷ لطائف المنن والاخلاق (٤٠٣)
❸ طبقات الشعرنی (١/٤٠٣)
❹ الكنز المطلسم (٨١،٨٠)
❺ بوارق الحقائق: ٥٦۔
❻ قلادة الجواهر: ١٠٤۔
❼ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پکڑا ہے۔ بے شک لوگوں نے مشرق ومغرب میں اہل بیت کی قبروں پر تجربہ کیا ہے تو ان کو مصائب کے دور کرنے میں اور حاجات کے پورا ہونے میں وسیلہ کی حیثیت پایا۔ ❶

صیادی نے حکم دیا جسے کوئی حاجت ہو وہ اپنا چہرہ رفاعی کی قبر کی طرف پھیرے وہ دنیا میں جس جگہ بھی ہو۔ تین قدم چلے اور رفاعی پر قسم اٹھائے کہ وہ اس کی حاجت کو پورا کرے۔ ❷

اس نے دعویٰ کیا ہے کہ رفاعی پکارنے والے کو جواب دیتا ہے۔ اسی کی طرف پناہ اور ٹھکانہ تلاش کیا جاتا ہے وہ نعمتوں کا والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کے ساتھ آزمائشوں کو دور کرتے ہیں اسی کے ساتھ آسمان بارش برساتا ہے۔ اسی کی وجہ سے زمین سرسبز وشاداب ہوتی ہے اور نباتات اگتی ہیں۔ ❸

بے شک نبی ﷺ قبر رحمن کے عرش اور اس کی جنت سے افضل ہے۔ ❹

نتیجہ:

یہ اس بات پر دلالت ہے کہ لوگ قبر والوں سے فریاد کرنے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ ان سے مخاطب ہوتے ہیں جیسے (بت پرستوں کے ہاں) پتھر اور بت سے مخاطب ہوا جاتا ہے۔ اور وہ ان سے فائدے کے حصول کا گمان رکھتے ہیں۔ یہ عام طور پر شیعہ اور باطنیہ کا طریقہ کار ہے اسی لیے سلف اس شیطانی دھوکے کو جانتے تھے اور اس سے اجتناب کرتے تھے۔ درحقیقت شیاطین ان قبور کو لازم پکڑتے ہیں اور ان کے ساتھ انھیں گمراہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض ہیں جو خواب میں کسی شخص کو دیکھتے ہیں جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ صاحب قبر ہے حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے جو اس کی صورت اختیار کرتا ہے اور اسے کہتا ہے جب تجھے کوئی حاجت درپیش ہو مجھ سے فریاد کرو۔ یہ شیطانی مکر وفریب کی ایک قسم ہے۔

صحیح مسلم میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شیطان کسی آدمی کی صورت اختیار کر کے لوگوں کے پاس جاتا ہے انھیں جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے پس لوگ اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو سنا میں اس کا چہرہ پہچانتا ہوں اس کا نام نہیں جانتا وہ حدیث بیان کر رہا تھا۔ ❺

ان میں وہ لوگ بھی ہیں کہ جنھیں جنّ اٹھاتے ہیں اور ان کے ساتھ اڑتے ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے انھیں کیسے اٹھایا گیا بلکہ آدمی کو عرفات کی طرف لے جایا جاتا ہے اور واپسی لوٹایا جاتا ہے وہ نہیں جانتا کہ شیاطین نے اسے کیسے اٹھایا یا وہ (شیاطین) اسے گناہ میں واقع کرتے ہیں اور اسے دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ صالحین کی

---

❶ قلادة الجواهر (٤٣٩)
❷ قلادة الجواهر (١٦٦،١٦٥،١٢٩)
❸ قلادة الجواهر (١٣١،١٧،٤٢٧)
❹ قلادة الجواهر: ١٠٤۔
❺ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔(۷)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کرامات میں سے ہے، یہ ان (امور) میں سے نہیں ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے ولی کو عزت بخشتا ہے بلکہ ان امور میں سے ہے جن کے ساتھ شیاطین اسے گمراہ کرتے ہیں اور وہم میں مبتلا کرتے ہیں کہ جو اس نے کیا ہے وہ قربت اور اطاعت کا کام ہے۔ ❶

اہل عبادت وزھد میں سے بہت سے لوگ ہیں کہ جن کے پاس (شیطان) حالت بیداری میں آتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور وہ آدمی اسے حق خیال کرتا ہے ایسے ہی اکثر لوگوں کے پاس مختلف مقامات پر وہ حاضر ہوتا ہے۔ اس کے سامنے دعویٰ کرتا ہے وہ خضر ہے پس وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ خضر ہے حالاں کہ وہ جن شیاطین میں سے ایک شیطان ہوتا ہے۔

اسی لیے شیطان جرأت نہیں کرتا کہ صحابہ میں سے کسی کے پاس آکر کہے کہ وہ خضر ہے اور نہ ہی صحابہ میں سے کسی نے کہا ہے کہ میں نے خضر کو دیکھا ہے، یہ امر صحابہ کے بعد واقع ہوا حتی کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس آیا ان سے کہا کہ وہ خضر ہے یہودیوں کا ایک کنیسہ ہے وہ کنیسہ خضر کے نام سے معروف ہے، عیسائی کثیر تعداد میں کنیسہ خضر کی طرف سفر کرتے ہیں۔ اس خضر کا قصد کرتے ہیں۔ ❷

یقیناً اس نے خطا کی جو اس (خضر) کی حیات کا گمان رکھتا ہے۔ شیخ محمد بن درویش الحوت فرماتے ہیں: ''خضر کی حیات کے متعلق کوئی ایسی دلیل وارد نہیں جس پر اعتماد کیا جائے۔'' ❸ بعض صوفی دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے طریقے کے بنیادی اصول خضر سے حاصل کیے ہیں کہ اس (خضر) نے ان کے شیخ کو ذکر کی کیفیت کی خبر دی ہے جیسا کہ نقشبندی حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ خضر (علیہ السلام) نے ان کو مخفی ذکر کی کیفیت سکھلائی ہے اور وہ پانی میں غوطہ لگانا اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ ❹

حقیقت میں وہ معلم شیطان ہوتا ہے جنّ اور شیاطین اس امر پر ان سے تعاون کرتے ہیں وہ لوگوں کے ساتھ وہ (کام) کرتے ہیں جو وہ کبھی بت پرستوں کے ساتھ کرتے تھے جس وقت وہ ان (بتوں) کے اندر سے کلام کرتے تھے لوگ خیال کرتے تھے کہ یہ کلام ان کے بتوں سے صادر ہو رہا ہے۔ اس سے بتوں کی الوھیت پر ان کے ایمان و اعتقاد میں اضافہ ہو جاتا۔ حتی کہ آج بعض لوگوں کی یہ حالت ہوگئی ہے وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ایسے بھی ہیں جو ان کے لیے زمین اور زمانے کو لپیٹ سکتے ہیں۔ ❺

---

❶ النبوات: ۲۵۹۔ ❷ النبوات (۲۷۳،۲۷٤)

❸ اسنی المطالب (٦١٦) ❹ المواهب السرمدية (۷۷) (الأنوارالقدسية ۱۱۱)

❺ اس بارے متعدد کتب لکھی گئیں جیسے: "القوال الجلی" یا "المنجلی" "المحتلی فی تعدد صور الولی" یہ دونوں سیوطی کی ہیں دیکھیے کتاب: "الحاوی للفتاوٰی" ۱/۲۱۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے نزدیک (اولیاء) ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر ظاہر ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ایک ہی دن میں دنیا کے پانچ مختلف مقامات پر پانچ نمازیں پڑھاتے ہیں۔ مسافات کی دوری ان کی معلومات کے درمیان حائل نہیں ہوتی وہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کے احوال پر مطلع ہوتے ہیں اگرچہ وہ دور ہی کیوں نہ ہوں اور بے شک اللہ تعالیٰ کے اولیاء مراتب میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

سیوطی نے ذکر کیا ہے بعض ان (اولیاء) میں سے ایسے ہیں جن کا جثہ اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ کائنات کو بھر دیتا ہے ہر جگہ پر اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کے متعدد جسم ہیں لہٰذا ہر (ولی) کے دو جسم ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک مستقل جگہ پر ہوتا ہے اور اس کی روحانیت ایک ہی وقت میں متعدد جہات میں ظاہر ہوتی ہے۔ سبکی سے نقل کیا گیا ہے کہ اولیاء کا مختلف اشکال تبدیل کرنا صوفیوں کے ہاں مثالی جہاں کہلاتا ہے۔ ❶

درحقیقت یہ ایسی دنیا ہے جہاں پہنچنا ممکن نہیں مگر نشہ کی حالت میں ایسا ہوسکتا ہے۔

قبروں سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں شبہات:

شبہہ:

حبشی نے اس حدیث کو دلیل بنایا ہے جسے احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ ❷

''بے شک ابوایوب انصاری نے اپنا سر نبی ﷺ کی قبر پر رکھا۔''

حبشی نے اس حدیث کی دلیل پکڑی ہے اور اس کی تخریج سے خاموشی اختیار کی ہے اس بات پر اکتفا کرتے ہوئے کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔ ❸

یہ تخریج نہیں ہے، یقیناً یہ حدیث ضعیف ہے اسے احمد نے روایت کیا ہے اور حاکم فرماتے ہیں یہ (حدیث) صحیح ہے ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور یہ ان دونوں کا وہم ہے کیوں کہ اس میں داؤد بن ابوصالح راوی ہے ذھبی نے اس کے متعلق ''میزان'' میں کہا ہے۔

''حجازی لا یعرف'' ''یہ حجازی ہے جو غیر معروف ہے'' اور حافظ ابن حجر نے ''تہذیب'' میں اس کی موافقت کی ہے۔ ❹

یہ (روایت) صحیح کیسے ہوئی؟ اس پر مزید یہ کہ (راوی) کثیر بن زید کے متعلق اختلاف ہے حافظ ابن حجر اس کے بارے میں فرماتے ہیں: ''صدوق یخطی'' ''یہ صدوق ہے'' ''خطا کرتا ہے'' نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

---

❶ الحاوی للفتاوی: ۱/۲۲۱، ۲۲۲۔ ❷ المسند (۵/۴۲۲) المستدرك (٤/٥١٥)

❸ دیکھئے: ''صریح البیان'' (٦٥) ❹ ''میزان الاعتدال'' (٢٦١٧) تهذيب التهذيب (٣/١٨٨)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابن معین فرماتے ہیں: یہ (قوی) نہیں ہے۔ ❶

سبکی نے اس حدیث کی صحت کی بنا پر موقف اختیار کیا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کو چھونا جائز ہے یہ دلیل ہے کہ وہ مسئلہ میں پختہ نہیں ہیں۔ جب حدیث ضعیف ہے تو ہم اجماع ترک نہیں کر سکتے جسے عام اہل علم نے بیان کیا ہے ان میں قابلِ ذکر نووی ہیں کہ جن کے نزدیک نبی ﷺ کی قبر کو چھونا منع ہے۔

حدیث باوجود ضعیف ہونے کے اس میں بہت بڑا اشکال ہے جو اس سے استدلال کو باطل کر دیتا ہے وہ یہ ہے کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ اپنے سر کو نبی ﷺ کی قبر پر کیسے رکھ سکتے ہیں جب کہ قبر زمین کے برابر تھی وہ اس سے اونچی نہیں تھی؟ اگر انھوں نے یہ کہا ہے تو عام سی بات ہے کہ انھوں نے سجدہ کی شکل اختیار کی کیا کوئی عقل مند شخص کہہ سکتا ہے کہ صحابہ نبی ﷺ کی قبر کو سجدہ کرتے تھے؟ جب کہ آپ ﷺ کی قبر ظاہر نہ تھی۔ اس کی تاکید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ہوتی ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا:

"لعن اللّٰه اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد"

"اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔"

فرماتی ہیں: اگر یہ خوف نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کھلے میدان میں ہوتی۔ علاوہ ازیں ڈر پیدا ہوا کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا جائے گا۔ ❷ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کا یہ قول: "لأبرزوا قبره" "آپ ﷺ کی قبر کو واضح رکھتے" یہ حضرت ابوایوب کی ضعیف روایت سے متعارض ہے۔

شبہ:

زید بن حباب ابو مودودۃ سے روایت کرتے ہیں وہ یزید بن عبدالملک بن قسیط سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے صحابہ میں سے بعض کو دیکھا کہ جب مسجد نبوی میں بھیڑ نہ ہوتی تو وہ منبر پر ہاتھ رکھنے کی جگہ کو چھوتے تھے۔" ❸

اس میں زید بن حباب ہے جو صدوق ہے اور بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا۔ ❹ لیکن ثوری کے غیر سے روایت کرنے میں وہ مقبول ہے۔

اس (حدیث) میں اضطراب ہے یزید بن عبدالملک بن قسیط کے واسطہ سے ہے اس لیے کہ اس نام کا کوئی راوی نہیں پایا جاتا۔ اس میں ابو مودودۃ ہے۔ ❺

---

❶ تهذيب التهذيب: ٨/٤١٤۔

❷ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (١٣٣٠)

❸ (صريح البيان) (٧١)

❹ ميزان الاعتدال (٢/١٠٠) تهذيب التهذيب (٣/٤٠٢)

❺ عبدالعزیز بن ابوسلیمان۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ مقبول ہے۔ [1] اور مقبول ان کے نزدیک لیّن (کمزور) ہوتا ہے۔ جب کوئی اس کی متابعت نہ کرے۔ اور اس روایت میں کسی نے اس کی متابعت نہیں کی۔

اس کے بعد والی روایت مصنف ابن ابی شیبہ کی ہے وہ اس سے زیادہ صحیح اور اس سے متعارض ہے۔

ہمیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں فضیل بن دکین نے بیان کیا وہ سفیان سے وہ عبداللہ بن یزید لیثی سے وہ سعید بن مسیب سے بے شک وہ ناپسند کرتے تھے کہ اپنا ہاتھ منبر پر رکھیں۔ یہ صحیح ہے اسی پر سلف کا عمل ہے۔

یہ اس سے بھی متعارض ہے کہ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انبیاء کے آثار کی تلاش کرنے کے متعلق سخت ممانعت وارد ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ باری باری ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے انبیاء کے آثار کو سجدہ گاہ بناؤ؟ تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جہاں نماز کا وقت ہو جائے تو وہیں پر پڑھ لو ورنہ آگے چلے جاؤ۔" [2]

آپ رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں۔ جہاں نبی ﷺ کی بیعت کی گئی پس آپ نے حکم دیا اسے کاٹ دیا گیا۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اگلے سال لوٹے پس ہم میں سے دو لوگ بھی اس درخت کی جگہ پر متفق نہ ہوئے۔ جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت تھی۔ [4]

سعید بن مسیب کے زمانے میں کچھ لوگوں نے حج کو جاتے ہوئے اسے تلاش کرنے کی کوشش کی۔ سعید نے ان سے کہا: مجھے میرے باپ نے بیان کیا وہ ان میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی فرماتے ہیں۔ جب ہم اگلے سال نکلے ہم اسے (درخت کو) بھول گئے ہم نے اس پر قدرت حاصل نہ کی۔ ایک روایت میں ہے پس وہ ہم پر گم ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے: پھر اس کے بعد میں اسے بھول گیا پس میں اسے نہیں پہچان سکا۔

سعید نے تلاش کرنے والے حجاج سے کہا: یقیناً محمد ﷺ کے صحابہ اسے نہیں جانتے اور تم اسے تلاش کر لو گے؟ [5]

---

1. التقریب: ۴۰۹۹۔
2. اسے ابن وضاح قرطبی نے اپنی کتاب: (البدع والنهي عنها) (۴۱) میں روایت کیا ہے۔
3. "فتح الباری" (۷/۴۴۸) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اس کی سند صحیح ہے۔
4. اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (۲۹۵۸)
5. اسے بخاری سے روایت کیا ہے۔ (۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان جیسی احادیث کو بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کہ جس میں ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی دعا کے ساتھ وسیلہ ترک کرنے اور آپ کے چچا کی دعا کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کا ذکر ہے۔ پر ترجیح دینا اور مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔ لوگ کیسے ضعیف حدیث کو مقدم کرتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قطعی سند والی روایت سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں جو اس پر دلیل ہے کہ سلف نے آپ ﷺ کی موت کے بعد آپ کے ذریعے وسیلہ پکڑنا چھوڑ دیا؟ اور یہ حدیث سے مخلص سچے لوگوں کا راستہ نہیں ہے۔ جو علم کلام سے نابلد ہو ممکن نہیں کہ وہ علم حدیث سے بھی نابلد ہو۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اکثر احادیث علمِ کلام کے اصول سے متعارض ہیں۔

ہاں: امام احمد رحمہ اللہ سے منبر اور اوپر ہاتھ رکھنے کی جگہ کو چھونے کے بارے میں مروی ہے۔

لیکن قبر کے متعلق کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں ہے کہ وہ اسے چھوتے تھے بلکہ ان سے اسے چھونے کی ممانعت وارد ہوئی ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر سے ثابت ہے۔

ابن وضاح اندلس کے محدث فرماتے ہیں: ❶ ''کہ مالک بن انس اور مدینہ کے دیگر علماء نبی ﷺ کے ان آثار اور ان مساجد کی طرف آنے کو ناپسند کرتے تھے سوائے قباء اور اُحد کے''

یہ حبشی کے حق سے اعراض کرنے کی علامات ہیں اس حیثیت سے کہ اس نے دوسری روایت سے اعراض کیا ہے اور پہلی کی طرف مائل ہوا ہے جو اس کے شرکیہ مذہب کے مناسب ہے تاکہ وہ لوگوں کو دیواروں، قبروں اور چوکھٹوں سے معلق کر دے۔

شبہۃ: (اشکال)

مالک دار سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں لوگوں کو قحط کا سامنا ہوا ایک آدمی نبی ﷺ کی قبر پر آیا۔ اس نے کہا: آپ ﷺ اپنی امت کے لیے بارش طلب کریں بے شک وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ ❷ خواب میں اس آدمی سے کہا گیا: عمر کو سلام کہو اور اسے خبر دو کہ بارش برسے گی۔

البانی فرماتے ہیں:

اولاً اس حدیث کا صحیح نہ ہونا ہے کیوں کہ اس میں مالک دار (راوی) ہے اس کا ضبط مجہول ہے۔

عدالت اور ضبط (حافظہ) یہ ہر صحیح سند میں بنیادی شرطیں ہیں جیسا کہ علم المصطلح میں بیان کیا گیا ہے۔

منذری فرماتے ہیں: ❸ ''میں اسے نہیں پہچانتا ایسے ہی ھیثمی نے بھی کہا ہے۔ ❹

---

❶ البدع و النهى عنها، ص: ٤٣۔

❷ صريح البيان (٥٨)، اظهار العقيدة السنية۔

❸ الترغيب: ٢/٤١۔ ❹ الزوائد: ٣/١٢٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس (حدیث) میں مالک راوی متفرد ہے (جو مجہول ہے) یہ بہت بڑا حادثہ (واقعہ) تھا اس کے منتشر ہونے کا امکان بھی تھا اگر یہ حدیث صحیح ہوتی۔ صحابہ کے درمیان متواتر ہوتی۔ جب کہ انھوں نے اسے نقل نہیں کیا اور اس میں مجہول راوی متفرد ہے تو کیسے اس کی توثیق کی جاسکتی ہے اور اس پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

مالک دار سے پہلے معاویہ حضرت عمر کے خزانچی تھے:

احباش کا دلیل پکڑنا کہ وہ (مالک دار) ثقہ تھا کیوں کہ وہ حضرت عمر کا خزانچی تھا اگر ہم اسے راوی کے عادل ہونے کی وجہ تسلیم بھی کر لیں تو پھر حفظ کی شرط کہاں ہے؟ جب کہ معلوم ہے کہ راوی کی شروط میں عدالت اور ضبط کا ہونا لازمی ہے فقط عدالت نہیں۔

حتیٰ کہ اگر مالک ثقہ ہو تو اس کی روایت شاذ ہوگی حضرت عمر کی روایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے کہ جس میں ہے کہ آپ قحط کے سال صحابہ کو لے کر نکلے اور تمام صحابہ کے عمل سے واضح ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ کا وسیلہ ترک کر دیا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے اگر عمر کا خزانچی اس کی مخالفت کرے گا تو ہم اس کی مخالفت کر دیں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کو اپنائیں گے۔ چہ جائیکہ اس کی سند ہی ثابت نہیں۔

ان (احباش) کا یہ کہنا کہ اس کی توثیق کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت عمر نے اس کو اپنے خزانوں پر امین بنایا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ کیا تمھیں حضرت معاویہ کی توثیق کے لیے کافی نہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے ان کو شام کی ولایت پر امین بنایا تھا تو وہ امین اور وفادار تھے۔ تم آج تک ان پر فسق کا حکم لگاتے ہو۔ تم اس کے ذریعے حضرت معاویہ۔ ابوبکر وعمر کے دشمنوں کو خوش کرنا چاہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے دشمنوں کے چہروں کو سیاہ کرے۔

احباش کا مالک دار کی توثیق کرنا۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر کے قول سے دلیل پکڑتے ہوئے کہ **"له ادرك"** اسے ادراک حاصل تھا"۔ یعنی چند صحابہ سے ملاقات۔

ان کا تعاقب کیا ہے ہمارے شیخ علی حسن عبدالحمید نے اپنی بہترین کتاب (کشف التواری من تلبیسات الغماری ص ۸) میں کہ حافظ ابن حجر مالک دار کو اپنی کتاب "الإصابة" میں تیسری قسم میں لائے ہیں وہ المخضر مین کے ذکر میں خاص قسم ہے کہ جنھوں نے جاہلیت اور اسلام کو پایا۔ کبھی بھی ان کے متعلق خبر وارد نہیں ہوئی کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ جمع ہوئے یا آپ کو دیکھا۔ چاہے وہ آپ ﷺ کی زندگی میں اسلام لائے ہوں یا نہ لائے ہوں محدثین کا اتفاق ہے کہ وہ صحابہ نہیں ہیں۔ جیسا کہ خود حافظ ابن حجر **(الاصابة: ٤/١)** کے مقدمے میں فرماتے ہیں باوجود اس کے کہ اس نے اس تمام جہالت کو چھپایا ہے تا کہ وہ گمراہی، تلبیس اور دھوکے سے کام لیتے ہوئے اپنی مراد کو پالے۔ یقیناً اس ذلیل آدمی نے اپنے بیان اور شرح کو بغیر تفصیل یا وضاحت کے حافظ ابن حجر کے قول کے ساتھ ملا دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر اس روایت کو امام بیہقی سے ذکر کرتے ہیں کہ انھوں **"دلائل النبوة"** میں اسے روایت کیا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ معلول ہے اور اس میں متعدد علتیں ہیں ان میں سے:

(۱) اعمش کا عنعن سے روایت کرنا اور وہ مدلس ہے۔ مدلس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی مگر جس میں وہ کہے ''حدثنا'' ''ہمیں بیان کیا'' یا ''اخبرنا'' ''ہمیں خبر دی'' قال 'اس نے کہا' یا عن (اس سے) کے علاوہ۔

جب کہ احتمال ہے کہ اس نے ضعیف راوی سے یہ حدیث نقل کی ہو کہ جس کو ذکر کرنا حدیث کو کمزور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ یہ مصطلح الحدیث میں معروف ہے۔

بے شک اعمش حافظ ابن حجر اور دیگر کے نزدیک مدلسین کے دوسرے طبقے میں ہے۔

یقیناً ابن کثیر نے اپنے طریقے کے مطابق اسناد کو صحیح قرار دیا ہے مجہول کبار تابعین کی توثیق کرتے ہوئے جیسا کہ ان سے تفسیر و دیگر کتب میں معروف ہے۔

اور جب وہ مجہول ہو تو ہمیں اس کی تاریخ وفات کا کوئی علم نہیں۔

(۲) مالک سے روایت کرنے والے راوی ابو صالح اور وہ ذکوان ہے جس کا مالک سے سماع اور اس کے ادراک کا علم نہیں ہے جب کہ مالک کی وفات کے متعلق بھی وضاحت نہیں ہے۔ اور خاص طور پر اس روایت کو عنعن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جس میں انقطاع کا گمان ہے نہ کہ تدلیس کا۔ ❶

(۳) یہ (روایت) مخالف ہے اس امر کے کہ جو شرع سے ثابت ہے کہ آسمان سے بارش کے نزول کے لیے صلاۃ الاستسقاء کا قائم کرنا مستحب ہے جیسا کہ بہت سی احادیث میں وارد ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بھی مخالف ہے۔

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۙ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴾ ❷

''تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگ لو، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے۔''

کسی صحابی سے بھی منقول نہیں کہ اس نے نبی ﷺ کی قبر کی طرف پناہ پکڑی ہو۔ ❸ بلکہ ان سے اس کے برعکس منقول ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشہور قصہ میں ہے ان کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی اور وہ (عمر رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ کی قبر کی طرف نہیں گئے تاکہ آپ سے بارش طلب کریں بلکہ عباس سے مطالبہ کیا کہ وہ بارش طلب کریں جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(۴) اس روایت کو صحیح ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک چیز سے لاعلم رہے اور عام لوگوں میں سے ایک آدمی اس کی طرف راہنمائی حاصل کر گیا۔

---

❶ یہ شیخ صالح آل الشیخ کی کتاب ''هذه مفاهيمنا'' سے نقل کیا گیا ہے۔

❷ نوح: ۱۰۔

❸ التوسل (۱۲۰ تا ۱۲۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شبہ:

حبشی نے سیف بن عمر تمیمی ضبی کی روایت سے دلیل پکڑی ہے اور اس میں صاحب قصہ کا نام بھی ہے وہ صحابی بلال بن حارث ہیں۔

جواب:

(۱) سیف یہ منکر الحدیث ہے اس کے بارے میں محدثین کہتے ہیں کہ یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ ابن عدی اور ابو حاتم فرماتے ہیں: اس سے حدیث لینا چھوڑ دیا گیا ہے۔

ابوداؤد فرماتے ہیں: یہ قوی نہیں ہے۔

ابن حبان فرماتے ہیں: یہ من گھڑت احادیث روایت کرتا ہے۔ ❶

(۲) اس حدیث میں ضحاک بن یربوع اور سحیمی راوی ہیں۔

ازدی ضحاک کے بارے فرماتے ہیں: اس کی حدیث قوی نہیں ہے۔

یہ اور سحیمی مجہول (نامعلوم) رواۃ میں سے ہیں کہ جن سے روایت کرنے میں سیف منفرد ہے۔

یہ امور حبشی کے اس روایت سے استدلال کو باطل کر دیتے ہیں جو وہم میں مبتلا کرتی ہے کہ صحابہ پریشانیوں اور مصائب کے نزول کے وقت نبی ﷺ کی قبر کے ساتھ پناہ پکڑتے تھے۔

(۳) ابن جریر کا اس روایت اور اس کے علاوہ ضعیف اور موضوع روایات کو ذکر کرنا اس لیے ہے کہ اس نے بغیر غور وخوض کے مختلف روایات کو جمع کیا ہے۔

وہ اپنی تاریخ (۱/۸) کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: میری اس کتاب میں بعض روایات جسے ہم نے بعض لوگوں سے ذکر کیا ہے کہ اس کے پڑھنے والا اس کا انکار کرتا ہے یا اس کو سننے والا اسے قبیح خیال کرتا ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کی کوئی صحیح سند معروف یاد رہے یہ ہماری طرف سے وارد نہیں ہوئی بلکہ ہماری نقل کرنے والے کی طرف سے وارد ہوئی ہے۔ ہم نے اسے اسی طرح ادا کر دیا جیسے یہ ہم تک پہنچی تھی۔

تعجب ہے کہ حبشی (اور اشاعرہ) بخاری ومسلم میں مذکور اخبار آحاد کا کیسے رد کرتا ہے پھر ضعیف روایات کو پکڑتا ہے کہ جو صحیح کے مخالف ہیں تاکہ وہ لوگوں کے لیے اپنے شاذ عقیدے کو مقرر کرے جو عقائد میں صحیح (روایات) پر مشتمل ہونے کے خلاف ہے۔

یہ خواہشات پرستوں کا طریقہ کار ہے جو حدیث سے مخلص نہیں اور نہ ہی صحت وضعف میں علمی قواعد کی پابندی کرتے ہیں۔ بلکہ جو ان کے خلاف ہو اسے ضعیف قرار دے دیتے ہیں اگرچہ وہ حقیقت میں صحیح ہو اور جو ان کے مطابق

---

❶ تهذيب التهذيب، مصنف حافظ ابن حجر (٤/٢٩٥) دیکھیے: مقالات الكوثری (٥٢٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو یا جس سے یہ مانوس ہوں اسے صحیح قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ ضعیف ہو۔

کیا اس سے پہلے اس نے سیوطی کے قول کو نہیں لیا؟ ❶ اسے ہی اختیار کرو کہ حافظ نے اس پر نص بیان کی ہے، اور جو ایسے مصنف ہیں کہ جو اپنی تصنیف میں خاص ہیں۔

امام شافعی کا امام ابوحنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرنے کا من گھڑت واقعہ:

احباش قبوریوں نے دعویٰ کیا ہے کہ قبر کو چھو کر برکت حاصل کرنا فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) کا عقیدہ ہے، انھوں نے اس روایت کو دلیل بنایا ہے جسے خطیب بغدادی نے شافعی سے روایت کیا ہے بے شک انھوں نے کہا: ''بلاشبہ میں ابوحنیفہ کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں اور میں ہر روز ان کی قبر پر آتا ہوں (یعنی زیارت کرنے کے لیے) جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر پر جاتا ہوں اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ سے حاجت کا سوال کرتا ہوں، کچھ ہی دیر گزرتی ہے کہ میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔'' ❷

امام شافعی سے اس کی سند میں مجہول رواۃ ہیں جیسا کہ علامہ معلمی نے بیان کیا ہے۔

شیخ البانی فرماتے ہیں: ❸ ''یہ روایت ضعیف ہے بلکہ باطل ہے۔ عمر بن اسحاق بن ابراہیم غیر معروف ہے۔ رجال کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں۔ احتمال ہے کہ وہ (عمرو) بن اسحاق بن ابراہیم بن حمید بن سکن ابومحمد تونسی ہو۔

خطیب نے اس کے حالات بیان کیے ہیں (۱۲/ ۲۲۶) ذکر کیا ہے کہ وہ بخاری ہے جو (۳۴۱ھ) میں حج کرنے کے لیے آیا۔ اس کے بارے میں جرح وتعدیل ذکر نہیں کی پس وہ مجہول الحال ہے۔

اور بعید ہے کہ وہ یہ ہو کیونکہ اس کے شیخ علی بن میمون کی وفات اکثر اقوال کے مطابق (۲۴۷ھ) میں ہوئی۔ ان دونوں کی وفات کے درمیان تقریباً سو (۱۰۰) سال کا فرق ہے لہٰذا بعید ہے کہ اس نے اسے (شیخ کو) دیکھا ہو۔''

تم سے اس روایت کی سند کی صحت کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ ورنہ امام شافعی کے قول سے تمہارے خلاف دلیل پکڑی جائے گی۔

فرماتے ہیں: ''اس آدمی کی مثال جو حدیث کو بغیر سند کے طلب کرتا ہے رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے وہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھاتا ہے اس میں سانپ ہوتا ہے اور وہ نہیں جانتا'' ❹

پس تم رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے ہو اگر تم صحیح سند نہ لاؤ۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ احباش اشاعرہ ہیں اور اشاعرہ عقائد میں سند کے متواتر ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔ محض اس کا صحیح ہونا ان کے لیے کافی نہیں۔

❶ اظهار العقيدة السنية (٢٤٩)
❷ تاريخ بغداد: ١/١٢٣۔
❸ السلسلة الضعيفة: ١/٣١۔
❹ فيض القدير: ١/٤٣٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا یہ روایت متواتر ہے؟

لیکن ہم امام شافعی سے ان کی کتابوں میں سے قوی سند کے ساتھ تمھارے لیے کچھ ذکر کرتے ہیں۔

انھوں نے فرمایا:

''میں ناپسند کرتا ہوں کہ مخلوق کی تعظیم کی جائے یہاں تک کہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے اس پر اور اس کے بعد آنے والے لوگوں پر فتنے سے ڈرتے ہوئے'' ❶ یہ قول و فعل کے درمیان تعارض ہے جب کہ شافعی اس سے بری ہیں اور اگر یہ ان کا برکت حاصل کرنا صحیح ہوتا تو لوگ ان سے کہتے: آپ لوگوں پر فتنے سے ڈرتے ہیں اور اپنے آپ پر کیوں نہیں ڈرتے؟

امام شافعی اور ان کے علاوہ دوسرے متقدمین کراہت کا اطلاق کرتے ہیں اور اس سے مراد تحریم لیتے ہیں۔

غزالی فرماتے ہیں: ''شافعی عموماً فرماتے ہیں میں اسے ناپسند کرتا ہوں جبکہ وہ اس سے حرمت مراد لیتے ہیں۔'' ❷

آلوسی فرماتے ہیں: ''متقدمین اکثر مکروہ سے حرمت مراد لیتے ہیں۔'' ❸

اگر امام شافعی قبروں سے برکت حاصل کرنے کو پسند کرتے تو ان پر عمارتیں بنانے سے نہ روکتے جبکہ تم اس کی موافقت نہیں کرو گے۔

اور تم اہل یمن کا قبروں پر سے قبے گرانے کو قبر کو گرانا سمجھتے ہو۔

امام شافعی کا فتویٰ سنو جو کہ اہل یمن کے فعل کے موافق ہے:

شافعی کے زمانے میں بغداد میں ابو حنیفہ کی قبر اس طرح نہیں تھی کہ لوگ وہاں دعا کے لیے حاضر ہوتے ہوں۔

اور اہل علم کے نزدیک قبروں پر بنی عمارتیں منہدم کرنا معروف تھا اس کا شافعی نے خود اعتراف کیا ہے۔

نووی نے قبروں پر عمارتوں کے متعلق ان کے قول کو نقل کیا ہے: ''میں نے حکمرانوں کو دیکھا کہ وہ قبروں پر سے عمارتیں منہدم کرتے تھے اور میں نے فقہاء کو نہیں دیکھا کہ وہ اس پر اعتراض کرتے ہوں۔'' ❹

اللہ کی قسم! اگر شافعی آجائیں تو تم ان سے الگ ہو جاؤ گے اور اس سے کہو گے: ''تجھے وہابیت کا مرض لاحق ہو چکا ہے۔''

بیضاوی نے وضاحت کی ہے کہ یہود و نصاریٰ نماز اور دعا کے لیے اپنے نیک لوگوں کی قبروں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ ❺

---

❶ دیکھیے: الأم، ١/٢٧٨، المهذب ١/.....١٣٩،١٤٠۔ روضة الطالبين ١/٦٥٢، المجموع ٥/٢٦٦۔

❷ المستصفى: ١/٥٣۔

❸ تفسير الآلوسى: ١٥/٤١١۔

❹ المجموع ٥/٢٩٧، شرح مسلم للنووى ٧/٢٤ الجنائز باب ٣٢، دیکھیے: مواهب الجليل ٣/٦٥۔

❺ حاشية سنن النسائى ٢/٤٢

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر: ۱/۳۱۳، میں قبروں کے پاس دعا مانگنے کے متعلق نہی وارد ہوئی ہے۔

یہ ممکن نہیں ہے کہ شافعی رحمہ اللہ نے یہود ونصاریٰ کی مشابہت اختیار کی تھی۔ ❶

عبدالرزاق نے مصنف میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ بے شک حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آ کر خالی جگہ سے اندر داخل ہوا دعا مانگنے لگا اسے روکا اور فرمایا: کیا میں تمھیں وہ حدیث بیان نہ کروں جو میں نے اپنے باپ سے سنی انھوں نے میرے دادا سے یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا: ''میری قبر کو عید گاہ نہ بنانا اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنا لینا۔ مجھے سلام کہنا تمھارا سلام مجھ تک پہنچ جائے گا تم جہاں بھی ہو گے۔''

سخاوی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ ❷ تمھارے شیخ کوثری اپنے مقالات میں (۳۸۱) اس کمزور روایت سے پورے زور وشور کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور انھوں نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ''**التائیب فی رد اکاذیب الخطیب**'' ہے۔ جس میں اس نے ان روایات پر تنبیہ کی ہے جو ابوحنفیہ سے مروی ہیں اور ان پر طعن کیا گیا ہے اور ان (روایات) کو خطیب نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے۔

جب کہ ان (ابوحنفیہ) سے روایت کرنے والے ایسے لوگ ہیں جن پر حدیث گھڑنے اور جھوٹ بولنے کی تہمت ہے جیسے ابومقاتل سمرقندی، ابومحمد حارثی، ابومطیع بلخی۔ ❸ ابوالمنذر البجلی وہ (کوثری) ان روایات کو جھوٹی خیال نہیں کرتا کیوں کہ وہ اس کے مذہب کی شان کو بلند کرتی ہیں۔

تاریخ الخطیب میں کتنی ہی کمزور سند والی روایات ہیں۔ پس جب تم اس روایت کو اس کی سند پر تحقیق کے بغیر لینے پر مصر ہو تو ان روایات کو بھی لو جو خطیب نے ذکر کی ہیں اور ان پر سکوت اختیار کیا ہے۔

اس روایت کو لو جس میں کرسی کا ذکر ہے ''کہ جس پر رب عزوجل بیٹھتے ہیں، نہیں ہے اس سے زائد مگر چار انگلیوں کے برابر اور اس کی آوازیں ہیں۔ جیسے لکڑی کے نئے کجاوے کی آوازیں ہوتی ہیں۔''

خطیب فرماتے ہیں: ابوبکر مروزی کہتے ہیں کہ مجھے ابوعلی حسین بن شعیب نے کہا وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوبکر بن عابد نے بیان کیا (جس وقت ہم بغداد آئے) انھوں نے اس حدیث کو روایت کیا اسے ہم نے ابوحمزہ سے لکھا تھا تو اس کو

---

❶ دیکھیے: حاشیه ابن عابد بن علی رد المختار ۲/۴۳۹ البحرالرائق ۲/۲۹۸، روح المعانی، آلوس کی ۱۷/۳۱۳۔

❷ القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع ص: ۲۲۸۔ بخاری نے تاریخ الکبیر میں ذکر کیا ہے۔

❸ ابوحنفیہ سے ابومطیع کی روایات کو دوسرے ثقات نے بھی روایت کیا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر بن مسلم نے اپنے خط کے ساتھ لکھا اور ہم سب نے اسے سنا، ابوبکر بن مسلم کہتے ہیں:

''وہ جگہ جو زائد ہے وہ محمد ﷺ کے لیے ہے تاکہ آپ ﷺ اس پر بیٹھیں۔''

ابوبکر صیدلانی نے کہا: ''جو اس کا رد کرے گویا اس نے ابوبکر مروزی اور ابوبکر بن عابد پر طعن کیا'' ❶

ہم اس کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی ہم اسے صحیح قرار دیتے ہیں لیکن اسے ہم نے تمہارے خلاف حجت کے لیے ذکر کیا ہے۔

ابن عباس کی روایت کہ جسے خطیب تاریخ ۹/ ۲۵۱ میں لائے ہیں اور جس سے تمھارے بدن کانپتے ہیں اس لیے کہ اس (ابن عباس) نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر ہے۔

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ❷

''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سمائے ہوئے ہے۔''

فرماتے ہیں:

''اس کی کرسی اس کے دو قدموں کی جگہ ہے۔''

یہ صحیح روایت ہے اسے خطیب نے ثابت بھی کیا ہے اور تمھارے دل اس کا انکار کرتے ہیں۔

اس روایت کو لو۔

''رایت ربی فی صورة شباب امرد'' ❸

''میں نے اپنے رب کو بغیر داڑھی مونچھوں والے نوجوان کی صورت میں دیکھا۔''

اس حدیث کو لو: ان اللہ استوی علی العرش حتی یسمع له اطیط کاطیط الرحل الجدید۔

''یقیناً اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں یہاں تک کہ اس کی آوازیں سنی جاتی ہیں جیسے لکڑی کے نئے کجاوے کی آوازیں ہوتی ہیں۔''

اس حدیث کو لو: ''انا مدینة العلم وعلی بابها'' ❹

''میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔''

اس حدیث کو لو: ''من لم یقل علي خير الناس فقد كفر''

''جو یہ نہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں سے بہتر ہیں اس نے کفر کیا۔''

کتب تاریخ میں ایسی روایات کو نقل کرتے ہوئے ان کی صحت کا التزام نہیں ہوتا اور بہت کم ہیں جو نقل کرتے

---

❶ تاریخ بغداد: ۸/۵۲۔
❷ البقرة: ۲۵۵۔
❸ تاریخ بغداد: ۱۱/۲۱۴۔
❹ تاریخ بغداد ۲/۳۷۷

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اس میں غور وخوض کریں۔اس کی مثال:

تاریخ طبری ہے جو تاریخ میں افضل ترین کتاب ہے اس کے باوجود اس کے مصنف اپنی تاریخ (۱/ ۸) کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

''پس میری اس کتاب میں اگر ایسی خبر مذکور ہو کہ جس کا پڑھنے والا اس کا انکار کرے یا اسے سننے والا اسے قبیح خیال کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحتِ روایت میں کوئی معروف طریقہ نہیں۔ پس جان لیا جائے کہ وہ ہماری طرف بعض نقل کرنے والوں کی طرف سے وارد ہوئی ہے۔ہم نے اسے ایسے ہی ادا کر دیا جیسے ہم تک پہنچی تھی۔''

اور یہ امر صرف تاریخ کی کتابوں میں نہیں ہے بلکہ حدیث کی کتابوں میں بھی ہے اور فقہ کی کتابوں میں بہت زیادہ ہے۔لہٰذا سند کی صحت سے قبل تمھاری کوئی حجت قائم نہیں ہوگی۔

امام مازری فرماتے ہیں:

''متقین لوگوں کی عادت ہے وہ یہ نہیں کہتے مالک نے فرمایا شافعی نے فرمایا ان امور میں کہ جو ثابت نہ ہوں۔'' ❶

اے منصف قاری! تجھ پر مخفی نہ رہے کہ فقط رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہیں بولا گیا بلکہ بہت سے لوگوں نے ائمہ پر بھی جھوٹ بولا ہے ائمہ مذاہب کے نام سے اپنی گمراہیوں کو ترویج دینے کے لیے۔انھوں نے شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو ڈھال بنایا پس وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔کاش کہ وہ شافعی رحمہ اللہ کے مذہب اور اس کے سنی منہج پر ہوتے۔ بہت سے فقہاء نے فقط حدیث کی سند کا اہتمام کیا ہے اور وہ ائمہ مذاہب سے بغیر توثیق کے روایت کرنے میں غفلت برتتے ہیں۔جبکہ ضعیف سے استدلال کی ممانعت صرف حدیث نبوی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔شاید کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو شافعی یا احمد سے وارد ہو ضروری ہے کہ وہ صحیح ہو اور اس کے ساتھ حجت قائم ہوگی؟

اگر معاملہ اسی طرح ہے تو وہ اس خبر کو بھی لیں جسے حنبل بن اسحاق نے احمد سے روایت کیا ہے بے شک وہ کہتے تھے کہ:''جب تو کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو صحابہ میں سے کسی کا برا ذکر کر رہا ہے تو اس کے اسلام پر تہمت لگاؤ۔'' ❷

وہ صبح وشام معاویہ،عمرو بن عاص اور صحابہ کی ایک جماعت پر طعن کرتے ہیں اور یہ کہ شافعی کہاں رہتے تھے کہ ہر روز ابوحنیفہ کی قبر پر حاضری دیں وہ تو ابتداء میں حجاز تھے پھر مصر منتقل ہوئے؟

شافعی حجاز مکہ اور مدینہ میں تھے اور وہاں اس کی قبر ہے کہ جو ابوحنیفہ سے بہتر ہے وہاں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کی قبریں ہیں۔مگر ان سے منقول نہیں کہ وہ آپ یا صحابہ کی قبروں کے پاس آ کر برکت حاصل کرتے ہوں۔ انھیں (شافعی کو) کیا ہے کہ وہ ابوحنیفہ کی قبر کو آدم کی اولاد کے سردار اور اس کے صحابہ کی قبروں پر فضیلت دیں؟

---

❶ طبقات السبکی: ٦/٢٤١.

❷ البدایة والنهایة مصنف ابن کثیر: ٨/١٤٢۔ المسائل والرسائل والمروية عن الامام احمد فی العقيدة: ٢/٣٦٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا تم شافعی کے مذہب کو زیادہ جانتے ہو یا نووی؟ جنھوں نے امت کا اجماع نقل کیا ہے کہ قبر سے قربت حاصل کرنا، اسے ہاتھ سے چھونا اور اس کا بوسہ لینا ناجائز ہے۔

اور ایسا ہی قول حلیمی، زعفرانی اور ابو موسیٰ اصبھانی سے منقول ہے۔ لہٰذا امت کے اجماع کا کون مخالف ہے؟

ابوحنیفہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیاء کے ذریعے وسیلہ پکڑنے سے منع فرمایا ہے اور ممکن نہیں ہے کہ یہ امر شافعی پر مخفی ہو۔ کیا ابوحنیفہ راضی ہوں گے کہ کوئی ان کی قبر کو نماز اور عبادت کی جگہ بنا لے؟

ہاں نماز کا معنی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ [1]

''ان کے مالوں سے صدقہ لے، اس کے ساتھ تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا''

اور دعا عبادت ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''الدعاء هو العبادة'' ''دعا عبادت ہی ہے۔''

جس نے کسی قبر کو دعا کے لیے خاص کیا۔ اس نے اسے نماز اور عبادت کے لیے خاص کیا۔ ابوحنیفہ اور شافعی اس چیز کو ناپسند کرتے تھے کہ جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں۔

ابوحنیفہ کے اصحاب جیسے محمد اور ابو یوسف ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو ان کی موت کے بعد ان کی قبر کے پاس دعا کا طالب ہوا ہو۔ بلکہ وہ ہمیشہ قبر کو چھونے والوں کا انکار کرتے تھے۔ جیسا کہ ''فتاویٰ بزازیة'' ''التتارخانية'' اور ''رد المختار'' میں ہے کہ برکت کے حصول کے لیے قبر کو چھونا عیسائیوں کی عادات میں سے ہے۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اندھی تقلید سے بچایا۔ تحقیق شافعی نے ہمیں سکھلایا کہ ہم کتاب وسنت پر چلیں۔ (اس کے مقابل) کتنے ہی عظیم لوگ کیوں نہ ہوں؟ فرماتے ہیں:

''جب تم دیکھو کہ میرا قول رسول اللہ ﷺ کے قول کے خلاف ہے تو میرے قول کو دیوار سے دے مارو۔''

ابن عباس فرماتے ہیں:

''ہر کسی کے قول کو لیا جا سکتا ہے اور چھوڑا جا سکتا ہے سوائے اس قبر والے کے۔''

شافعی کی تعلیمات کی بنیاد پر ہم ان کے فعل کو جس کا دعویٰ کیا جاتا ہے (اگر وہ صحیح ہو) دیوار پر مارتے ہیں اور نبی ﷺ کے قول کو پکڑتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''الا لا تتخذوا قبور انبیائكم وصلحاء كم مساجد فانی انها كم عن هذا''

''خبردار تم اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ بے شک میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔''

یہی اصل ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم نے شافعی اور تمام افاضل ائمہ کی اس میں کس قدر مخالفت کی ہے؟

---

[1] التوبة: ۱۰۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حق بات یہ ہے کہ امام شافعی ہمارے لیے محبوب ہیں پس اگر یہ متفرق ہو جائیں تو حق بہ نسبت امام شافعی کے ہمارے دل کو زیادہ محبوب ہے۔

اگر اس کی سند کو صحیح فرض کر لیا جائے (پھر بھی تم) ہمیشہ امام شافعی کی مخالفت کرتے رہے، اس روایت سے تو فقط یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ قبر کے پاس اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے لیکن تم صاحبِ قبر کو پکارتے ہو۔'' پس تم کہتے ہو: مدد یا رفاعی، مدد یا اولیاء، اور تم اپنے چہروں اور ہاتھوں کے ساتھ قبر کو چھوتے ہو۔ تم دنیا میں جس جگہ بھی ہو رفاعی کی قبر کی طرف متوجہ ہوتے ہو اور اس کی طرف تین قدم چلتے ہو۔

ممکن نہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ ایسے امور سر انجام دیں۔ بلکہ تم اولیاء کی قبور کی مٹی لعاب دھن پر لگا کے کھاتے ہو جیسا کہ تمھیں تمھارے شیخ نے سکھایا ہے لیکن تم بچو اس میں مبتلا ہونے سے۔

کرخی کی قبر مجرب شرک ہے۔ تریاق مجرب نہیں:

حبشی کا یہ دعویٰ کرخی کی معروف قبر حاجات کو پورا کرنے میں مجرب نسخہ ہے۔ [1] اس کی اسانید کس قدر جھوٹی اور نامعلوم ہیں اور یقیناً اس نے اپنے ہی اصول کو روند ڈالا ہے کہ عقائد میں روایت کرنا جائز نہیں مگر جس کی سند صحیح ہو بلکہ جو متواتر ہو اگر تم اشعریہ عقیدے کے پیروکار رہو۔

جواب:

تم سے پہلے عمرو بن لحی خزاعی نے ملک شام کے بتوں پر تجربہ کیا جس وقت وہ بتوں کے مقام پر حوض کے پاس ٹھہرا تو برص (کوڑھ) کے مرض سے اسے شفا مل گئی۔ اس نے کہا: اگر ان بتوں کی برکت نہ ہوتی تو میں کوڑھ کے مرض سے شفا نہ پاتا۔ وہ ان (بتوں) کو جزیرہ عرب لے آیا۔ اس وقت لوگوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔

عمرو بن لحی کے نزدیک بت تریاق تھے اور تمھارے نزدیک کرخی کی قبر تریاق ہے۔

لیکن ہم تم سے سوال کرتے ہیں:

کیا تم نے اس زندہ کے تریاق کا تجربہ کیا کہ جسے موت نہیں آئے گی؟

یہاں تک کہ تم نے اس پر اس کو فضیلت دی جو فوت شدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ [2]

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے''

---

[1] المقالات السنية (ص ١٣٣ تا ١٦٢)، صريح البيان (١٤٨)

[2] الزمر: ٣٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ نے اپنے سے پہلے انبیاء کی قبروں پر اس طرح کا تجربہ کیوں نہ کیا؟
گویا یہ تجربہ ممنوع اور مشروع کے مابین معرفت میں ایک فاصل اور معیار کی حیثیت رکھتا ہے۔
اور اگر کرخی کی قبر ایسے ہے جیسے تم دعویٰ کرتے ہو تو کرخی کی قبر کی نسبت ہمارے نبی ﷺ کی قبر اولیٰ ہے کہ وہ مجرب نسخہ شفا ہو۔

صحابہ کی حالت یہ ہے کہ انھوں نے اس نسخہ شفا کا تجربہ نہیں کیا اور نہ انھوں نے نبی ﷺ کی قبر پر اعتکاف کیا جیسا کہ ان لوگوں کا حال ہے جو ان کے نقش قدم پر نہیں چلتا (جو قبروں پر اعتکاف کرتے ہیں) اور اس امت کے سلف کی اقتدا کرنے سے یہودیوں اور شیعہ کی اقتدا کرنا زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں۔

جب کہ (سلف نے) اس مزعومہ نسخہ شفا کا تجربہ نہیں کیا اور نہ ہی نبی ﷺ کی قبر پر انھوں نے اعتکاف کیا باوجود اس کے کہ وہ جنگوں، لڑائیوں اور آزمائشوں سے دو چار رہے۔

یہ لوگ یہ نہیں کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مجرب نسخہ شفا ہے اس لیے کہ جب یہ بات کہیں گے تو لوگ ان سے سوال کریں گے کہ آپ ﷺ کے صحابہ نے نبی ﷺ کی قبر کا نسخہ شفا ہونے کا تجربہ کیوں نہ کیا؟
پھر تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا الصمد (بے نیاز) تلاش کرتے ہو؟
تم نے الصمد کی تفسیر اس معنیٰ میں کی ہے کہ حاجات کو پورا کرنے میں جس کا قصد کیا جائے۔ [1]

لہٰذا کرخی تمھاری تفسیر کے مطابق الصمد ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول اللہ ﷺ نے قبر والوں سے دعا کرنے کا حکم دیا ہوتا تو اے حبشی تیرے قول کا کوئی جواز بنتا لیکن تیرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو یا اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہو۔

جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم نہیں دیا وہ نسخہ شفا نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ اصحاب خرافات اپنے تجربے کا دعویٰ کریں جیسے صوفی نقشبندی حضرات مُردہ مشائخ کے طریق سے بیعت اور عہد لینے اور علم کے حصول کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب کہ وہ (مشائخ) اپنی قبروں میں ہیں اسی طرح کا دعویٰ شیعہ مہدی صاحب غار کے بارے میں کرتے ہیں اور وہ حسین، مہدی اور آئمہ کی قبروں کو نسخہ شفا شمار کرتے ہیں۔

اے حبشی تیری ان کے ساتھ کس قدر مشابہت ہے۔
عیسائیوں نے مقدس ہستیوں کی قبروں اور سیدہ مریم کے مقام کا اپنے تئیں تجربہ کیا اور اسے مجرب نسخہ شفا پایا۔
تم اس چیز کا دفاع کیوں کرتے ہو جس کے ساتھ مشرک ہلاک ہوئے؟ اور اس کی وجہ سے انھوں نے بت بنائے۔
تم صحابہ کے افعال میں کوئی ایسی چیز نہیں پاؤ گے جو اس کے موافق ہو ہاں لیکن شیعہ، ان سے پہلے یہود و انصاریٰ

[1] المقصد الاسنی فی شرح اسماء اللّٰہ الحسنیٰ (١٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوران سے پہلے قوم نوح کو پاؤ گے کہ جو ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی قبروں کو تریاق مجرب سمجھتے تھے۔ میری مراد ہے مجرب شرک۔

وہ تمھارے اسلاف تھے اے ان کے جانشینو!

یقینا موحد مومن یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھانا ہی حاجات کو پورا کرنے، مصائب کے دور ہونے اور پریشانیوں کے خاتمہ میں مجرب نسخہ ہے۔

وہ اس پر ایمان رکھتا ہے کہ جو صالح علیہ السلام نے فرمایا:

﴿إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾﴾ ❶

''بے شک میرا رب قریب ہے اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔''

مگر تمہارے قریب تو قبر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ﴾ ❷

''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ ہمارے زیادہ قریب ہیں تمھاری قبروں سے۔

یہی ہمارا نسخہ شفا ہے تم اس کا تجربہ کرو شاید کہ تم ہدایت کی طرف لوٹ آؤ۔ یا صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیں اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

احباش کہتے ہیں کہ ''سیدہ نفیسہ کی قبر کے پاس کی گئی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔'' ❸

یعنی اس کی قبر دعا کو سنتی ہے اور بہت جلد جواب دیتی ہے۔

حاجات کا پورا ہونا یہ مہلت ہے:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٢﴾﴾ ❹

''ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ کھینچ کر لے جائیں گے، جہاں سے وہ نہیں جانتے۔''

---

❶ هود: ٦١۔

❷ البقرة: ١٨٦۔

❸ الدائرة العلمية مكتب شون الخارج (٤)

❹ الاعراف: ١٨٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بدنی تریاق جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمھیں مہلت دی ہے لیکن یہ مرض تمھارے دلوں کی طرف منتقل ہو چکا ہے اس اعتبار سے کہ تمھارا اعتقاد بن چکا ہے درگاہوں اور قبروں سے شفا حاصل ہوتی ہے یہ مرض بدنی امراض سے زیادہ سخت ہے جس کے علاج کا تم کرخی کی قبر کے پاس مطالبہ کرتے ہو۔

کیا قبولیت عقیدے کے صحیح ہونے کی دلیل ہے؟

تجھے یہ امر دھوکے میں نہ ڈالے کہ مخلوق سے فریاد کرنے والے کی کبھی حاجت پوری ہو جاتی ہے کیونکہ یہ آزمائش ومہلت ہے۔

یہ تو بت پرستوں کے ساتھ بھی ہوا جو بتوں سے فریاد کرتے تھے۔ شیطان ان کے لیے ان (بتوں) کی صورت اختیار کرتا جن سے وہ فریاد کرتے تھے اور بتوں کے اندر سے کلام کرتا تاکہ مشرکوں کا شرکیہ عقیدہ مزید پختہ ہو جائے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت کی وجہ سے قبول کرتا ہے حتی کہ مشرکین کی دعا بھی جب وہ اپنی تنگی میں اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

فرمان الٰہی تعالیٰ ہی:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴾ ❶

"پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔"

﴿قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾﴾ ❷

"کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے، یا تم پر قیامت آجائے تو کیا اللہ کے سوا غیر کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو۔ بلکہ تم اسی کو پکارو گے، تو وہ دور کر دے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے، اگر اس نے چاہا اور تم بھول جاؤ گے جو شریک بناتے ہو۔"

شیطان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اس خیال کے ساتھ کہ لوگ اس کی اطاعت کریں گے۔

وہ عیسائیوں کے لیے مریم یا مسیح کی صورت یا جرجس یا بولس کی صورت اختیار کرتا ہے ہر مرتبہ دنیا کے گرجا گھروں میں سے کسی ایک میں کسی راہب یا راہبہ کی آواز ظاہر ہوتی ہے جس کے بارے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مریم اس پر ظاہر ہوئیں۔ یہ محض شیطان ہوتا ہے۔ شیاطین لوگوں کے لیے مُردہ ولی کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور ولی کے نام سے ان

❶ العنکبوت: ٦٥۔ ❷ الانعام: ٤٠ ـ ٤١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی حاجات کو پورا کرتے ہیں جیسا کہ وہ بتوں کے پاس کرتے ہیں وہ بتوں کو پکارنے والوں سے مخاطب ہوتے ہیں اور جہلاء کے لیے حیلہ کرتے ہیں تا کہ وہ شرک میں مزید پختہ ہو جائیں اور اس حیلے کے ساتھ ان کو دھوکے میں مبتلا کریں۔

جیسا کہ شیطان جاہل مسلمانوں کے لیے عبدالقادر جیلانی، بدوی یا رفاعی کی صورت اختیار کرتا ہے۔

جو بھی غیر اللہ سے دعا کرے، اس سے مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نفس کے سپرد کر دیتے ہیں تب شیطان اس پر قدرت حاصل کرتا ہے اور جس سے وہ مدد مانگتا ہے اس کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے دعویٰ کرتا ہے کہ وہ رفاعی، جیلانی وغیرہ ہے۔اور کبھی اس کی دنیاوی حاجت پوری کر دیتا ہے کہ جس میں اخروی خسارہ ہوتا ہے۔

خواب میں مُردوں کو دیکھنا صدق اور کذب کا احتمال رکھتا ہے لیکن حالت بیداری میں میت کو دیکھنا تو اس کے قطعی طور پر جھوٹ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے دین میں ایسے تجربوں سے ہمیں بے پرواہ کر دیا ہے۔فرمایا:

﴿ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ﴾ [1]

"مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔"

صرف اکیلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا سب سے عظیم اور افضل تریاق ہے اللہ تعالیٰ کی شہادت کے ساتھ نہ کہ تجربہ کے ساتھ۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا پر تجربہ کیا تو ہم نے اسے ایسا تریاق پایا کہ جس نے تمھارے زہر آلود نسخوں سے ہمیں بے پرواہ کر دیا ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کا نہ ہونا اس کو زہر آلود کر دیتا ہے اگر چہ اکثر لوگ اسے پیش کریں۔ ہم اس کا نام تریاق کیسے رکھ سکتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ اس کے متعلق ممانعت زنا، سود اور شراب پینے سے بھی بڑھ کر ہے۔

رسول ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ کب اور کہاں قبولیتِ دعا کی امید رکھی جائے، مثلاً رات کے آخری تہائی حصے میں، فرض نمازوں کے بعد، اذان اور اقامت کے درمیان، ذکر کے حلقات میں جبکہ آپ ﷺ نے ان میں نبی یا غیر نبی کی قبر کا ذکر نہیں کیا۔

ہمارا تریاق مساجد ہیں اور تمھارا نسخہ قبر میں ہے جن کو تم نے سجدہ گاہ بنایا ہوا ہے۔تم (جیسا کہ ہم خیال کرتے ہیں) اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے بڑھتے ہو۔تمھارے نزدیک ابراہیم حربی کے قول (مجرب نسخہ شفا) کو لینا نبی ﷺ کے قول کو لینے سے اولیٰ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"لعن اللّٰه اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور انبيائهم وصلحائهم مساجد۔"

---

[1] غافر: ٦٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے کہ جنھوں نے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔''

تم نبی ﷺ سے صحیح سند سے مروی روایت کا اُمتیوں کے پھیلائے ہوئے جھوٹ کے ساتھ مقابلہ کرتے ہو۔

ہم تمنا کرتے ہیں تم لوگوں کو نصیحت کرو کہ دعا اور خشوع میں اللہ تعالیٰ کی توحید ہی تریاقِ مجرب ہے قبل اس کے کہ تم انھیں کرخی کی قبر کے تجربے کے متعلق بیان کرو۔

(التریاق المجرب) (مجرب نسخہ شفا)

یہ شرکیہ عبارت ہے۔ جسے اہل خرافات نے اپنے اسلاف اور ان جیسے لوگوں کی کتابوں سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے بذات خود اس کا تجربہ نہیں کیا یہ خیالی تجربہ ہے۔ وگرنہ حبشی کرخی سے دعا کریں یا وہ اور ان کے ساتھی اس کی قبر کے پاس طواف کریں شاید کہ وہ اس کے ہاں امت کے مصائب کے لیے کوئی نسخہ حاصل کرلیں جیسا کہ بوسنیا، صومالیہ اور فلسطین میں مسلمانوں کی حالت ہے مگر وہ ہرگز نہیں حاصل کرسکیں گے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾﴾ [1]

''پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔''

کہاں ہیں تمھارے اولیاء، کہاں ہیں تمھارے قطب، ابدال، نجات دینے والے، مدد کرنے والے، کہاں ہیں ابوالمعلّمین غوث الثقلین؟ جس کے بارے میں تم دعویٰ کرتے ہو کہ ذئبی (بھیڑ) بھی ان سے فریاد کرتی ہے جب اس کی طرف بھیڑیا بڑھا تو اس نے اس کو پکارا تھا۔ اللہ کی قسم! یہ ذئبی (بھیڑ) شرک میں واقع نہیں ہوسکتی۔ یہ تم سے توحید میں بڑھ کر ہے یہ سلیمان کے ھدھد کی ملت پر ہے۔

موحدین نے اکیلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا تجربہ کیا انھوں نے اسے مجرب نسخہ پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن اس کا تجربہ کیا پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کی۔ براء بن مالک، سعد بن ابی وقاص ودیگر نے اس کا تجربہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں قبولیت سے نوازا۔ بلکہ انھوں نے دعا میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھانے کا تجربہ کیا تو اسے نسخہ شفا پایا۔

رہا نبیل حبشی کا حفاظ حدیث اور فقہا شافعیہ میں سے ابن ملقن کے ذریعے دلیل پکڑنا۔ [2] کہ وہ بذات خود معروف کرخی کی قبر پر گئے پس ان کی دعا قبول کی گئی۔

یہ صوفی کا صوفی سے دلیل پکڑنا ہے جو قاطع اختلاف نہیں ہے اور نہ ہی یہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔

بے شک صوفیہ پر نیند و بیداری اور رات اور دن کا اختلاط ہو جاتا ہے ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ بکری نے چیخ

---

[1] الاعراف: ١٩٤۔

[2] مجلة امنار الهدى: ١٩/٣٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماری صوفیہ میں سے کسی نے کہا میرے سردار میں حاضر ہوں۔ ❶

ہمیں بھولنا نہیں چاہیے کہ ابن ملقن صوفی نے اپنی کتاب ''طبقات الاولیاء'' کو جھوٹی روایات سے بھر دیا ہے جو زندہ اور مردہ اولیاء کی طرف منسوب ہیں اس میں ہے کہ رفاعی نے اپنے شاگردوں کے ساتھ مچھلی کھائی پھر مچھلی کی ہڈیوں سے کہا: مچھلی بن جاؤ جیسے کہ تم پہلے تھی، ان کا کلام پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ زندہ مچھلی بن کر مکمل ہوگئی اس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان کی، نبی ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا اور سید رفاعی کی ولایت عظمیٰ کی گواہی دی۔ وہ رفاعی سے اللہ کے حق کے ساتھ سوال کر رہی تھی کہ وہ اسے کھائے۔

ایک دفعہ رفاعی کے پاس ایک آدمی آیا جس کی پیشانی پر بدبخت لکھا ہوا تھا انھوں نے اسے مٹا دیا یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بدل دیا لہٰذا اس پر سعید (خوش بخت) لکھا گیا۔ ❷

اس کی اس طرح کی شہادت قبول نہیں جائے گی اور نہ ہی ہم اس کے تجربے سے مستفید ہونگے۔ یقیناً اس نے بندوں کے لیے گواہی دی ہے کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرتے ہیں اور لوح محفوظ میں جو اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے اسے تبدیل کرتے ہیں۔

یہ لوگ قبروں کے پاس کیا کچھ نہیں کرتے۔ یہ محض قبر والوں سے فریاد نہیں کرتے بلکہ معاملہ ان کے گرد طواف تک پہنچ گیا جائے۔ جیسے کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے۔

اگر تم تسلی کرنا چاہو تو مصر میں حسین ودیگر کی قبروں پر طواف کرنے والوں کو دیکھو۔ ❸

شیخ محمد بن درویش حضرت فرماتے ہیں۔ ❹ ان میں سے قاہرہ میں مشہد حسینی کے نام سے مشہور جگہ ہے جب کہ بالاتفاق وہاں حسین مدفون نہیں ہیں، قاہرہ عبدالقاہر فاطمی عبیدی نے تعمیر کیا اور ان کی حکومت چوتھی صدی میں تھی۔ شاید کہ یہ فاطمی وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے مشہد حسینی کی تعمیر کی کیوں کہ وہ اہل بیت کی خود ساختہ تعظیم کرتے تھے، اپنے آپ کو حسین کی طرف منسوب کرتے تھے حالانکہ وہ جھوٹے تھے۔

قبروں کو مقدس خیال کرنا اور ان کی طرف متوجہ ہونا یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے:

شریعت نے ان بدعات اور شرکیات سے منع کیا ہے کہ جن کے سبب یہود ونصاریٰ ملتِ ابراہیم علیہ السلام سے قوم نوح کے طریقہ کی طرف منحرف ہوئے۔

---

❶ تلبيس ابليس: ۱۷۰۔

❷ طبقات الصوفية، ص: ۹۸، ۹۹۔

❸ پاکستان کے صوبہ سندھ میں سہون مقام پر لعل قلندر کی درگاہ کا حج کیا جاتا ہے جس میں طواف، سعی، استلام، رمی جمرات اور زمزم پینے کے خود ساختہ شیطانی کام کیے جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ (مترجم)

❹ اسنى المطالب، ص: ۶۰۹۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لاتتخذوا قبری عیدا، ولاتتخذوا بیوتکم مقابر"

"میری قبر کو عیدگاہ نہ بنانا اور نہ ہی اپنے گھروں کو قبریں بنانا۔"

رسول اللہ ﷺ کی قبر روئے زمین پر افضل ترین قبر ہے اس کے باوجود اسے عیدگاہ بنانے سے روکا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ کسی کی قبر بالاولیٰ اس ممانعت میں داخل ہے۔ اور عید وقت اور جگہ کا نام ہے کہ جس میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔

حضرت ثابت بن ضحاک سے روایت ہے ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ اپنا اونٹ "بوانة" (مقام کا نام) پر ذبح کرے گا۔ اس نے نبی ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہاں ان کے بتوں میں سے کوئی بت تھا؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہاں ان کی عیدوں میں سے کوئی عید تھی؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر کو پورا کرو۔ ❶

اس حدیث میں فائدہ ہے:

وہ یہ کہ مسلمانوں کی عیدوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی شرعی دلیل ہو جس پر نص آئی ہو۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے گھروں کو مقبرہ نہ بناؤ۔"

یعنی انھیں نماز، دعا اور قرات سے معطل نہ کرو کہ وہ اس مقبرہ کے قائم مقام ہو جائیں گے جس کا ان امور سے خالی کرنا ضروری ہے۔ گھروں میں عبادات کے اہتمام کا حکم دیا ہے اور قبروں میں اس سے روکا ہے جب کہ مشرکین اس کے برعکس کرتے ہیں ان کے گھر عبادت سے خالی ہوتے ہیں جبکہ وہ کسی ولی کی قبر کے پاس عبادات کا اہتمام کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا:

"لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد۔" ❷

"اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔"

فرماتی ہیں اگر یہ امر نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کھلے میدان میں ہوتی۔ علاوہ ازیں خوف لاحق ہوا کہ اسے سجدہ گاہ بنالیا جائے گا۔ ❸

---

❶ ابوداؤد.

❷ رسول اللہ ﷺ نے یہود و انصاریٰ پر ان کے اشخاص کی وجہ سے لعنت نہیں کی بلکہ ان کے فعل کی وجہ سے کی ہے۔ جب بھی یہ فعل پایا جائے گا تو اس پر لعنت وارد گی وہ کوئی بھی ہو ہمارے نبی ﷺ نے اس سے ڈرایا جبکہ آپ حالتِ نزع میں تھے آپ کے پختہ یقین کی وجہ سے کہ یہ شر اس امت میں بھی واقع ہو گا جیسے یہود و انصاریٰ کے ہاں واقع ہوا آپ نے ان پر حجت قائم کی اور وفات سے پہلے حجت قائم کرنے، وضاحت کرنے اور تبلیغ کرنے میں تاکید کی۔

❸ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (۱۳۳۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ (ابن حجر) فرماتے ہیں:

گویا کہ آپ ﷺ کو علم ہو گیا ہے کہ اس مرض میں آپ رحلت فرما جائیں گے۔ آپ کو خوف لاحق ہوا کہ آپ کی قبر کی تعظیم کی جائے گی۔ جیسا کہ پہلے لوگوں نے کی۔ پس یہود و نصاریٰ پر لعنت کرنا یہ اس شخص کی مذمت کی طرف اشارہ ہے جو ان کے فعل کو انجام دے۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول اس سبب پر دلالت کرتا ہے کہ جس کی وجہ سے انھوں نے نبی ﷺ کو آپ کے حجرہ میں دفن کیا اور یہ اس شخص کا راستہ بند کر دیتا ہے کہ جو آپ ﷺ پر مسجد بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ان کا قول اس کی تاکید کرتا کہ ان امور کا خوف لاحق ہوا جو انھوں (یہود و نصاریٰ) نے کیے یقیناً آپ ﷺ نے اس سے ڈرایا۔ فرمایا:

"الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انهاکم عن ذالك" ❷

"خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ بے شک میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔"

ولید بن عبدالملک کے عہد میں مسجد کی توسیع کی ضرورت کے پیش نظر آپ ﷺ کی قبر کو مسجد میں داخل کیا گیا اور اس امر پر صحابہ خوف زدہ نہیں ہوئے۔ ❸

علاوہ ازیں یہاں کوئی ایک صحابی نہیں تھا۔ لیکن جلیل تابعی سعید بن مسیب نے اس فعل کا انکار کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے اسے بیان کیا ہے۔ ❹

ابن جوزی فرماتے ہیں: ولید بن عبدالملک نے رسول اللہ ﷺ کے حجرے کو خریدنے کے بعد عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ اسے گرا دے تا کہ اسے مسجد میں داخل کرے۔ ❺

عروۃ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے نبی ﷺ کی قبر کے متعلق سخت جھگڑا کیا کہ اسے مسجد میں داخل نہ کیا جائے، انھوں نے انکار کیا اور کہا: امیر المومنین کا حکم نافذ کرنا ضروری ہے۔ ❻

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کو دوسری جہات سے وسیع کیا انہوں نے حجرے کو نہیں چھوا اور نہ ہی اسے مسجد میں داخل کیا۔ فرمایا: "اس کی طرف کوئی گنجائش نہیں۔" ❼

---

❶ فتح الباری: ١/٥٣٢۔

❷ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ (٥٣٢)

❸ کاسانی حنفی نے "بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع" میں اس کی تاکید ہے۔

❹ البداية والنهاية: ٩/٧٥۔

❺ "مشير العزم الساكن انى اشرف المساكن" ٢/٢٩٣۔

❻ "وفاء الوفاء" سمهودی ١/٥٤٨۔ ❼ طبقات ابن سعد: ٤/٢١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں سے امام نووی کی خطا ظاہر ہوتی ہے جب انھوں نے فرمایا کہ صحابہ نے امہات المومنین کے گھروں کو مسجد میں داخل کر دیا۔ ❶

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول: "لابرزو اقبره" ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو ظاہر رکھتے۔''

یعنی وہ کھلی ہوتی اس پر دیوار نہ ہوتی، اس کا مطلب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے گھر سے باہر دفن کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ مسجد کی توسیع سے قبل فرمایا۔ اسی لیے جب مسجد وسیع کی گئی تو ان کے حجرے کی دیوار کو مثلث شکل میں بنایا گیا یہاں تک کہ کسی کے لیے یہ گمان نہ ہو کہ وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہونے کے ساتھ قبر کی طرف بھی نماز پڑھ رہا ہے۔

کرمانی فرماتے ہیں: ''حدیث سے واضح ہے کہ قبر کو سجدہ گاہ بنانا ممنوع ہے۔'' ❷

حافظ (ابن حجر) فرماتے ہیں: اس سے منع کرنے کی وجہ خوف ہے کہ قبر کے ساتھ وہ کچھ کیا جائے گا جو ان ملعون یہودیوں عیسائیوں نے کیا لیکن جب اس سے امن ہو تو کوئی مانع نہیں۔

فرماتے ہیں: مطلق طور پر منع کا وہ قائل ہے جو اسے سد ذریعہ خیال کرتا ہے اور یہ سبب مضبوط ہے۔ ❸

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی:

"انهم كا نوا إذا مات فيهم الرجل الصالح بنواعلى قبره مسجداً اولئك شرار الخلق عندالله"

''بے شک جب ان میں کوئی نیک شخص فوت ہوتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔''

حافظ عراقی فرماتے ہیں: اگر مسجد تعمیر کی جائے اور اس کے بعض حصے میں کسی کو دفن کرنے کا ارادہ ہو تو یہ لعنت میں داخل ہوگا بلکہ مسجد میں دفن کرنا حرام ہے اور اگر مرنے والا شرط لگائے کہ اسے اس میں دفن کیا جائے تو اس کی شرط صحیح نہیں ہوگی کیوں کہ اس نے اس وقف کی مخالفت کی ہے جو مسجد کے لیے خاص ہے۔ ❹

علامہ ملا علی قاری حنفی خیال کرتے ہیں کہ ان پر لعنت کا سبب یہ ہے کہ یا تو وہ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے یہ شرک جلی ہے یا وہ انبیاء کے مقابر میں اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھتے تھے اور یہ شرک خفی ہے۔ ❺

---

❶ شرح مسلم: ۵/۱۴۔
❷ فتح الباری: ۳/۲۰۰۔
❸ فتح الباری: ۳/۲۰۸۔
❹ اسے مناوی نے فیض القدیر: ۵/۲۷۴ میں نقل کیا ہے۔
❺ "مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح" (۱/۴۵۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے اس فرمان:

"اذا مات منهم الرجل الصالح۔"

''جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہوتا۔''

اس میں ان امور سے واضح طور پر ڈرایا گیا ہے جو آج لوگ اولیاء کی قبروں کے پاس کرتے ہیں۔ یہودیوں نے جو اپنے نیک لوگوں کے ساتھ کیا اور اس امت کے جاہل جو اپنے اولیاء کے ساتھ کرتے ہیں ان میں واضح مشابہت ہے۔

اسی لیے نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو تعلیم دی کہ وہ بلند قبروں کو گرائیں اور تصاویر کو مٹائیں۔

ابوالھیاج اسدی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا؟ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر بلند قبر کو زمین کے برابر کردوں اور ہر تصویر کو مٹا دوں۔'' ❶

حضرت ثمامہ بن شفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم فضالۃ بن عبید کے ساتھ برودس سرزمین روم میں تھے ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا۔ فضالہ نے اس کی قبر بنانے کا حکم دیا پس اسے برابر کیا گیا پھر کہا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا آپ اسے برابر کرنے کا حکم دیتے تھے۔ ❷

عبداللہ بن شرجیل بن حسنۃ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان کو دیکھا کہ وہ قبروں کو برابر کرنے کا حکم دے رہے تھے ان سے کہا گیا یہ ام عمرو بنت عثمان کی قبر ہے! ان کے حکم سے اسے بھی برابر کر دیا گیا۔ ❸

اسی لیے عمرو بن شرجیل سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنی موت کے وقت فرمایا: ''میری قبر کو بلند نہ کرنا بے شک میں نے مہاجرین کو دیکھا وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔'' ❹

ابوہریرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ نے وصیت کی جب ان کی موت کا وقت قریب آیا۔ فرماتے ہیں:

''جب تم میرے جنازے کے ساتھ چلو تو جلدی چلو اور میری قبر پر عمارت تعمیر نہ کرنا۔'' ❺

یہ لات (بت کا نام) کی عبادت کا سبب تھا۔ ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے۔

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴾ ❻

''پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔''

---

❶ مسلم: ٩٦٩۔ ترمذی: ١٠٤٩۔ ابوداؤد: ٣٢١٨۔ نسائی: ٤/٨٨۔

❷ اسے مسلم نے روایت کیا ہے (٩٦٨) (٢/٦٦٦)

❸ اسے ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' (٤/١٣٨) میں روایت کیا ہے، البانی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

❹ اسے ابن سعد نے اپنے ''طبقات: ٦/١٠٨'' میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

❺ اسے احمد نے ''المسند: ٤/٣٩٧'' میں روایت کیا ہے۔ البانی فرماتے ہیں: اس کی سند قوی ہے۔

❻ النجم: ١٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں: ایک نیک آدمی تھا جو حاجیوں کے لیے ستو تیار کرتا تھا جب وہ فوت ہوا لوگوں نے اس کی قبر پر اعتکاف کیا۔ ❶

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے روکا۔ کیوں کہ لات کی قبر کی تعظیم کی وجہ سے لات بت بنایا گیا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی کہ جنھوں نے اپنے انبیا اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہونے کے ساتھ ان کا وصف بیان کیا اور آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو منع فرمایا۔ کہ وہ آپ کی قبر کو عید گاہ بنائیں اور انھیں حکم دیا کہ وہ آپ پر درود پڑھیں وہ جہاں بھی ہوں۔

لہٰذا بت، قبر پرستوں کی گمراہی کا نمونہ ہیں کہ جن کے ساتھ یہ لوگ فتنے میں مبتلا ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے پاس نزول برکت کی امید رکھتے ہیں اور ان کے لیے نذر مانتے ہیں۔ گویا کہ یہ مساجد ہیں یہ لوگ قبروں کے سامنے خشوع اختیار کرتے ہیں اور روتے ہیں جب کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی صورت میں ایسا نہیں کرتے۔

وہ لوگ جن کے لیے شیطان نے شرک کو مزین کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو علم ہونے کے باوجود گمراہ کر دیا ہے ان میں سے ایک غماری (ابوالفیض احمد الصدیق) ہیں ان کی کتاب ان کے شرکیہ فیضان سے ہے **"احیاء المقبور من ادلة استحباب بناء المساجد علی القبور"**

اس نے اپنی کتاب صبا میں صحیح متواتر (احادیث) کی مخالفت کی ہے کہ جن میں نبی ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے ڈرایا ہے۔ یہ غماری اپنے جیسے افراد جیسا کہ احباش کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہے۔

فقہی مذاہب کے آئمہ شرکیہ تبرک سے روکتے ہیں:

ان کے خلاف عبدالباسط فاخوری کے ذریعے حجت قائم کرنا:

ہم شیخ فاخوری کے ساتھ ابتدا کرتے ہیں جو کہ لبنان الراحل کے مفتی ہیں انھوں نے محرمات کی اقسام کا ذکر کیا ان میں سے:

"قبروں کا اعتکاف کرنا اور قبروں کو ہاتھ (برکت کے لیے) لگانا۔" ❷

ان کے خلاف ان کے ساتھی بوطی کی حجت قائم کرنا:

محمد سعید رمضان بوطی فرماتے ہیں:

پس جب تو قبر شریف کے قریب ہو تو اس کی کھڑکیوں کو چمٹنے یا اسے چھونے سے اجتناب کرو جیسا کہ اکثر جاہل لوگ ایسا کرتے ہیں پس یہ بدعت ہے پھر قبلے کی جانب متوجہ ہو اور تو وہم میں مبتلا نہ ہو کہ اس میں اللہ کے رسول ﷺ کی

---

❶ تفسیر قرطبی ١٧/٦٦، "تفسیر طبری" (جلد ١١، ٢٧٢، ص٣٥)

❷ الكفاية لذوی العناية: ١٥٤، ١٥٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے ادبی ہے اور یہ کہ دعا قبر کی جانب متوجہ ہو کے کرنا مناسب ہے۔ بلاشبہ دعا اللہ تعالیٰ سے خطاب ہے لہٰذا جائز نہیں ہے کہ اس میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔ ❶

فرماتے ہیں: کہ جو تو جاہلوں اور بدعتیوں کی اکثریت کو ایسا کرتے ہوئے دیکھتا ہے ان کی طرف متوجہ مت ہو۔ ❷

ایک بڑا دھچکا:

سبکی نبی ﷺ کی قبر کو چھونے سے منع کرتے تھے۔

فرماتے ہیں: قبر کو چھونا، اس کا بوسہ لینا، اس پر سجدہ کرنا اور اس جیسے امور جو بعض جاہل کرتے ہیں جائز نہیں۔ جو ایسا کرے اس پر اس کے اس فعل کا انکار کیا جائے گا اور اسے زیارت کے آداب سکھلائے جائیں گے۔ ❸

فرماتے ہیں: کہ آدمی نہ قبر کو چھوئے، نہ اس کے قریب جائے اور نہ اس کا طواف کرے۔ ❹

اور انھوں نے ابن تیمیہ کا قول نقل کیا ہے کہ صحابہ آپ ﷺ کی قبر پر نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے تھے اور نہ اسے چھوتے تھے۔

پھر کہتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ یہ زیارت کے آداب میں سے ہے کہ ہم قبر کو چھونے اور اس کے پاس نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ ❺

سبکی نے امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ ''آدمی قبر کو ہاتھ نہ لگائے۔'' ❻

اے حبشی اسے لازم پکڑو کیونکہ تمھارے حافظ سبکی نے اس پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات کو عقیدہ میں بطور نص بیان کیا ہے۔

ایک اور دھچکا ابوحامد غزالی سے:

غزالی فرماتے ہیں:

''آدمی قبر کو چھوئے نہ پتھر کو بلاشبہ یہ عیسائیوں کی عادات ہیں۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''قبروں اور درگاہوں کو چھونا اور اسے بوسہ دینا یہودیوں اور عیسائیوں کی عادات ہیں۔'' ❼

شافعیہ:

امام شافعی اور ان کے متبعین (رحمہم اللہ) نے قبروں کو چونا گچ کرنے، انھیں بلند کرنے، ان پر لکھنے، ان پر چراغاں کرنے، انھیں سجدہ گاہ بنانے، دعا اور طواف کے لیے ان کی جانب متوجہ ہونے۔ انھیں بوسہ دینے اور ہاتھ لگانے سے

---

❶ اس آدمی کے بہت سے تناقضات ہیں یہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کو جائز قرار دیتا ہے۔

❷ فقه السيرة للبوطي۔

❸ شفاء السقام: ۱۳۰۔

❹ فتاویٰ السبکی: ۱/۲۸۹۔

❺ شفاء السقام: ۱۵۲۔

❻ شفاء السقام: ۱۵۵۔

❼ احياء علوم الدين: ۱/۲۵۹، ٤/٤۹۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منع کیا ہے۔

نووی نے ذکر کیا ہے کہ شافعی اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔ ❶ امام نووی نے شافعی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے قبروں پر بنی عمارتوں کے متعلق فرمایا:

میں نے حکمرانوں کو دیکھا کہ وہ قبروں پر تعمیر کی گئی عمارتیں گراتے تھے اور میں نے فقہاء کو نہیں دیکھا کہ وہ اس پر عیب لگاتے ہوں۔ ❷

ابن حجر ہیثمی نے کہا: قبروں پر بنی عمارتوں کو جلد از جلد گرانا ضروری ہے کہ جن کو سجدہ گاہ بنایا گیا ہے اور ان درگاہوں اور عمارتوں کو بھی جو قبروں پر بنائی گئی ہیں، جب کہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں کیوں کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی معصیت پر تعمیر کی گئی ہیں۔ ❸

اور انھوں (ابن حجر ہیثمی) نے عام اور خاص مقبرے کے درمیان فرق نہیں کیا اور نہ ہی علماء و دیگر کی قبروں کے درمیان۔ یہاں تک کہ "شرح المنهاج" (۳۳) میں فرمایا:

تحقیق انھوں نے مصر میں قبروں پر بنی تمام عمارتوں کو گرانے کا حکم دیا یہاں تک کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے گنبد کو بھی کہ جس کو کسی بادشاہ نے تعمیر کیا تھا اور ہر ایک کے لیے لائق ہے کہ اسے گرائے جب تک کہ اس سے فساد کا خوف نہ ہو۔ ❹

شیخ علاء الدین بن عطار یہ نووی کے شاگرد ہیں ان کا لقب مختصر نووی ہے کیونکہ وہ ان کے ساتھ بہت زیادہ رہتے تھے۔ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب نووی فوت ہوئے تو ان کے گھر والوں نے ان کی قبر پر قبہ بنانے کا ارادہ کیا ان کی پھوپھی نے خواب میں دیکھا کہ یہ انھیں کہہ رہے ہیں: ''ان سے کہو کہ یہ کام نہ کریں اور وہ ہر چیز کو گرا دیں جو انھوں نے تعمیر کی ہے۔'' لہٰذا انھوں نے ان کی وصیت کو نافذ کیا۔ ❺

قبر کو چھونے کو حجرِ اسود کے چھونے پر قیاس کرنا:

شمس الدین رملی کی کتاب "نهاية المحتاج الى شرح المنهاج" میں مذکور ہے کہ ''وہ قبر کو بوسہ دینے اور اسے چھونے کو ناپسند کرتے تھے۔'' ❻ ماسوائے اس کے جو اولیاء کی قبور سے تبرک حاصل کرنے کے لیے دلیل کی بنیاد پر ہو۔

---

❶ المهذب (۱/۱۳۹)، روضة الطالبين (۱/۶۵۲)، المجموع (۵/۲۶۶)

❷ المجموع: ۵/۲۹۸۔ شرح مسلم للنووى: ۷/۲۴۔ الجنائز، باب: ۳۲۔ مواهب الجليل: ۳/۶۵۔

❸ الزواجر عن اقتراف الكبائر: ۱/۱۲۰، ۱۲۱۔

❹ الفتاوىٰ، ابن حجر: ۲/۱۸۔

❺ تحفة الطالبين فى ترجمة الامام محيى الدين: ۱۹۷۔

❻ ۳/۳۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن حجر ہیثمی نے اس استثناء اور سیوطی کے استنباط کا بھی تعاقب کیا ہے کہ جس میں صالحین کی قبروں کو بوسہ دینے کو حجر اسود کو بوسہ دینے پر قیاس کیا ہے اور انھوں نے اسے تسلیم نہیں کیا کیوں کہ یہ موقف قبروں کی تعظیم کی طرف لے جاتا ہے۔ ❶

یہ استنباط عین جہالت ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور عبادت میں قیاس کا کوئی دخل نہیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ توحید کے امور میں قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

کہ توحید میں قیاس کی نفی اور احکام میں اس کے اثبات اس کوئی اختلاف نہیں۔ ❷

تحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے امکان تھا کہ وہ حجر اسود کو اس کے مثل پتھروں پر قیاس کرتے ہوئے حجر اسود کے بوسے سے رک جائیں گے۔ لیکن انھوں نے قیاس کو چھوڑ دیا اور وہ کام کیا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

اسی طرح امکان تھا کہ وہ قبر کے بوسے کو حجر اسود کے بوسے پر قیاس کریں گے لیکن انھوں نے یہ نہ کیا اور اس طرح کے قیاس کی حرمت کا اعلان کیا جب کہ احباش کے اکثر اعمال اس کے برعکس ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقرر کیے تھے۔ جیسے ان کا یہ قول:

"اللّٰهم كنا اذا اجدبناك توسلنا اليك نبينا فتسقينا"

"اے اللہ جب ہم قحط میں مبتلا ہوتے تو تیری طرف تیرے نبی کا وسیلہ پکڑتے تو بارش برسا دیتا۔"

یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہمیں حجر اسود کو چھونے اور اس کو بوسہ دینے کی اجازت دی ہے جب کہ ذات الانواط درخت پر تلواریں لٹکانے کی اجازت نہیں دی باوجود اس کے کہ صحابہ نے اس کو چھونے سے برکت کا مطالبہ نہیں کیا ان کا مطالبہ تو محض تلواریں لٹکانا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قول کو نبی اسرائیل کے قول کے مشابہ قرار دیا جب انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿اجْعَل لَّنَآ إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ﴾ ❸

"ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟"

حافظ ابن حجر فتح الباری (۳/ ۴۶۳) میں نص بیان کرتے ہیں:

"ہمارے شیخ ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں: شریعت میں جس کا بوسہ لینا وارد نہیں ہوا اس کا بوسہ لینا مکروہ ہے۔"

❶ تحفة المنهاج بشرح المنهاج: ۳/۱۷۳، ۱۷٤۔

❷ جامع بيان العلم وفضله: ۲/۵۵۔ ❸ الاعراف: ۱۳۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن جب کوئی قبر کو چھونے کو جائز قرار دے حجر اسود کے چھونے پر قیاس کرتے ہوئے تو پھر ہم ان لوگوں کے متعلق کیا کہیں گے جو نیک لوگوں کی قبروں کے گرد طواف کو کعبہ کے گرد طواف پر قیاس کرتے ہیں؟

کیا ان کے لیے اس طرح کے قیاس کو جائز قرار دیں؟

اور اس نے ''مہذب'' میں قبروں پر عمارات کی ممانعت میں ایک حدیث کے ذریعے دلیل پکڑی ہے:

”لا تتخذوا قبری وثنا فانما هلك بنو اسرائيل لانهم اتخذوا قبور انبياء مساجد“

''میری قبر کو بت نہ بنانا بلاشبہ بنی اسرائیل ہلاک ہوئے کیوں کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔''❶

اور شافعی کے قول کے ساتھ دلیل پکڑی ہے:

”واكره ان يعظم مخلوق حتى يجعل قبره مسجدا، مخافة الفتنة عليه وعلى من بعده من الناس“

''میں ناپسند کرتا ہوں کہ مخلوق کی اس طرح تعظیم کی جائے یہاں تک کہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا جائے اس پر اور اس کے بعد آنے والے لوگوں پر فتنے سے ڈرتے ہوئے۔''

فرماتے ہیں:

میں ناپسند کرتا ہوں کہ قبر پر مسجد تعمیر کی جائے یا اس پر نماز پڑھی جائے، اور اگر نماز پڑھے تو اسے کفایت کر جائے گی لیکن اس نے بُرا کیا۔❷

ابوشامہ شافعی فرماتے ہیں: ''جائز نہیں ہے کہ قبر کا طواف کیا جائے۔''

اور حلیمی نے کسی اہل علم سے بیان کیا ہے ''کہ وہ قبر کی دیوار کے ساتھ پیٹ اور پشت لگانے اور اسے ہاتھ سے چھونے سے منع کرتے تھے اور انھوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ بدعات میں سے ہے۔''❸

نووی کے مجموع اور بیجوری کے حاشیہ میں مذکور ہے ''وہ ناپسند کرتے تھے کہ آدمی قبر پر خیمہ بنائے'' انھوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ جسے بخاری نے روایت کیا ہے ''کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی قبر پر خیمہ کو دیکھا آپ نے اسے اٹھانے کا حکم دیا اور فرمایا: اسے چھوڑ دو اس پر اس کا عمل سایہ کرے گا۔''❹

---

❶ شاید کہ یہ حدیث نہیں ہے بلکہ دو احادیث کا مشترکہ معنی روایت کیا ہے۔
❷ الام (۱/۲۷۸) ”معرفة السنن والآثار“ ۳/۲۰۷۔
❸ الباعث على انكار البدع والحوادث (۱۴۸)
❹ اسے بخاری نے الجنائز (باب ۸۱) میں معلق روایت کیا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور ابن قاسم پر حاشیہ بیجوری میں مذکور ہے کہ وہ قبر کا بوسہ لینے اور اس کا استلام کو ناپسند کرتے تھے۔ ❶

اور اسے امام عبداللہ بن محمد جردانی شافعی نے شرح بیجوری سے نقل کیا ہے۔ ❷

امام بخاری نے باب "مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور" "قبروں پر مساجد بنانا مکروہ ہے۔" میں روایت ذکر کی ہے جب حسن بن حسن بن علی فوت ہوئے تو ان کی بیوی نے ایک سال تک ان کی قبر پر ایک خیمہ لگائے رکھا جو ایک سال کے بعد اٹھا دیا گیا۔ انھوں نے ایک پکارنے والے کو سنا جو کہہ رہا تھا خبردار! کیا انھوں نے پالیا ہے جو ان سے گم ہو گیا تھا۔ دوسرے نے اس کا جواب دیا بلکہ ناامید ہو کر پلٹ گئی ہیں۔"

حافظ فرماتے ہیں: ❸

حدیث باب سے اس اثر کی مناسبت یہ ہے کہ خیمے میں مقیم وہاں نماز پڑھتا ہے تو قبر کے پاس مسجد کو پکڑنا لازم آتا ہے۔

ابن منیر فرماتے ہیں:

پکارنے والوں کی زبان پر ان کے پاس نصیحت آئی کہ انھوں نے ان کے فعل کو برا اور غیر مناسب قرار دیا تھا۔

قبر کو چھونے کے متعلق امام نووی کا موقف:

نووی فرماتے ہیں: نبی ﷺ کی قبر کو ہاتھ لگانا اور اس کا بوسہ لینا مکروہ ہے بلکہ ادب یہ ہے کہ اس سے دور رہے جیسے اگر وہ آپ ﷺ کی زندگی میں موجود ہوتا تو آپ سے دور ہوتا۔ یہی درست ہے اور یہی علماء نے کہا ہے اور اسی پر ان کا عمل ہے۔ ❹

یہ امام نووی رحمہ اللہ کی طرف سے اس پر اجماع کی وضاحت ہے۔ اور اس کے ساتھ حبشی کے اجماع کی مخالفت کرنا اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اس کی موافقت کرنا ثابت ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں: عوام کی کثرت کی مخالفت سے دھوکہ نہ کھایا جائے اس لیے کہ اقتدا اور عمل علماء کے اقوال پر ہوتا ہے۔ بدعتی عوام اور جہلاء کی طرف نہ دیکھا جائے۔

فرماتے ہیں: فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اچھی بات کہی: ہدایت کے راستے کی پیروی کرو۔ اس پر چلنے والوں کی قلت کا تجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور گمراہی کے راستوں سے بچو ہلاک ہونے والوں کی کثرت تجھے دھوکے میں نہ ڈالے اور جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ قبر کو چھونے جیسے اعمال سے برکت حاصل ہوتی ہے تو یہ اس کی غفلت اور جہالت کا نتیجہ ہے کیوں کہ برکت اس عمل میں ہوتی ہے جو شرع کے موافق ہو۔ درست امر کی مخالفت میں فضل کیسے تلاش

❶ ١/٤٨٨۔

❷ فتح العلام بشرح مرشد الانام فی الفقه علی مذهب السادة الشافعية ٣/٣١٣۔

❸ "بخاری" باب (٦١)۔

❹ الزواجر عن اقتراف الكبائر ١/٢٤٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا جا سکتا ہے؟ [1]

مجموع میں فرماتے ہیں: کہ امام محمد بن مرزوق زعفرانی یہ محققین فقہاء میں سے ہیں اپنی کتاب ''جنائز'' میں فرماتے ہیں: کہ آدمی اپنے ہاتھ سے قبر کو نہ چھوئے اور نہ اس کا بوسہ لے، فرماتے ہیں یہی سنت ہے۔

ابوالحسن فرماتے ہیں: قبروں کو ہاتھ لگانا اور ان کا بوسہ لینا جو کہ عام لوگ کرتے ہیں یہ ان بدعات میں سے ہے جن کا شرع میں انکار کیا گیا ہے۔ اس فعل سے اجتناب کیا جائے اور ایسا کرنے والے کو روکا جائے۔''

فرماتے ہیں: جو میت پر سلام کہنا چاہے تو وہ اس کے چہرے کی جانب سے سلام کہے اور جب دعا کرنے کا ارادہ کرے تو اس جگہ سے ہٹ جائے اور قبلے کی طرف متوجہ ہو۔ [2]

زبیدی فرماتے ہیں: ''قبر شریف کی جانب پشت کرے یعنی (دعا کے وقت)۔'' [3]

ابوموسیٰ اصفہانی اپنی کتاب "آداب الزيارة" میں فرماتے ہیں: کبار خراسانی فقہاء کہتے ہیں کہ: قبر کی زیارت میں مستحب ہے کہ آدمی قبلے کی جانب پشت کرے اور میت کی طرف چہرہ کرے، سلام کہے۔ قبر کو نہ چھوئے اور نہ اسکا بوسہ لے کیوں کہ یہ عیسائیوں کی عادت ہے۔ فرماتے ہیں جو انھوں نے ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے کیوں کہ قبروں کی تعظیم کے متعلق ممانعت صحیح ہے۔ اس لیے کہ کعبہ کے ارکان میں سے دو شامی رکنوں کا استلام مستحب نہیں ہے کیوں کہ دوسرے دو رکنوں کے استلام کے مستحب ہونے کے علاوہ انھیں مسنون قرار نہیں دیا گیا پس قبر کے چھونے کا مستحب نہ ہونا بالاولی ہے۔ واللہ اعلم [4]

قبلے کی طرف چہرہ کرے یا قبر کی طرف:

اگر تو اللہ تعالیٰ کے آسمانوں پر بلند کی نفی کرنے والوں سے سوال کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کے وقت آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں اور نگاہوں کو کیوں اٹھاتے ہیں؟ تو وہ کہیں گے: کیوں کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔

اور اگر تو ان سے سوال کرے کیا ہم دعا کے وقت نبی ﷺ کی قبر کی طرف چہرہ کریں یا قبلے کی طرف اور قبر کی

---

[1] الايضاح فی المناسك، نووی ١٦١، ص: ٤٥٣۔

[2] احمد بن دجلان نے دعویٰ کیا ہے ''کہ جو ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ قبلے کی جانب متوجہ ہونا افضل ہے (نبی ﷺ کی قبر کی جانب متوجہ ہونے سے) یہ صحیح نہیں ہے'' جب کہ ابن حجر ہیتمی کا "جوهر المنظم" میں قول اس کی تکذیب کرتا ہے،'' ہم نے ذکر کیا ہے کہ حالت دعا میں یہاں (قبلے کی طرف) متوجہ ہونا ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب ہے اور جب قبر کی جانب متوجہ ہونا قبلے کی جانب متوجہ ہونے سے افضل ہو تو اس لازم آتا ہے کہ آدمی نماز میں قبر کی جانب متوجہ ہو نہ کہ کعبے کی طرف۔

[3] اتحاف السادة المتقين ٤/٤٢١۔

[4] المجوع شرح ٢المهذب: ٥/٣١١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانب پشت کریں؟ تو وہ کہیں گے قبر کی طرف پشت کرنا بے ادبی ہے۔ لہٰذا دعا کے وقت قبر کی طرف چہرہ کرو۔ پس ہر مسئلہ میں ان کے لیے اس میں قبلہ ہے۔

جواب:

(۱) یقیناً صحابہ کرام سبکی کی نسبت نبی ﷺ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے، انھوں نے لوگوں کو آپ ﷺ کی قبر کی طرف سفر کرنے کی ترغیب نہیں دلائی جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں روایات سے واضح ہے اور نووی کا قول گزر چکا ہے کہ قبروں کی تعظیم سے ممانعت صحیح ہے۔ [1]

شافعی کا قول: ''میں ناپسند کرتا ہوں کہ قبر کی ایسے تعظیم کی جائے یہاں تک کہ اسے سجدہ گاہ بنالیا جائے۔'' [2]

پہلے بیان ہو چکا ہے عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے معمر سے وہ ایوب سے وہ نافع سے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب سفر سے آتے تو نبی ﷺ کی قبر پر حاضر ہو کر عرض کرتے:

''اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو۔''

معمر کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے صحابہ میں سے سوائے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا ہے۔ [3]

اور اگر سبکی حقیقت میں نبی ﷺ کی تعظیم کرنے والا ہوتا تو موضوع، ضعیف اور معلول روایات کی طرف نہ لپکتا لہٰذا تو اس کے ساتھ دھوکے میں مبتلا نہ ہوتا جو شیطان نے اس کے لیے مزین کیا۔

اور اس میں سبکی پر رد ہے کہ جس نے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کو واجب قرار دیا ہے۔ کہتا ہے کیوں کہ نبی ﷺ کی تعظیم میں مبالغہ کرنا واجب ہے۔ [4]

باوجود اس کے کہ اس نے اعتراف کیا ہے کہ قبروں پر عمارت تعمیر کرنے میں مانع امر یہ ہے کہ اہل جاہلیت ایسا کرتے تھے اور اس طرح قبروں کی تعظیم کا قصد کرتے تھے۔ [5]

یہ مت بھولو کہ شیعہ لوگوں کو اہل بیت کے ائمہ کی قبروں کی طرف حج کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں اسی دلیل کے ساتھ کہ ان کی تعظیم کرنا واجب ہے۔

(۲) کیا مجوسی خود ساختہ تعظیم کی وجہ سے ہلاک نہیں ہوئے؟ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ شر کو پیدا کرنے سے پاک ہے۔

اور کیا معتزلہ خود ساختہ تعظیم کی وجہ سے ہلاک نہیں ہوئے؟ جنھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان صفات سے پاک ہے جو مخلوق کے مشابہ ہیں انھوں نے اللہ تعالیٰ کو پاک قرار دیا اس امر سے کہ وہ شر کو پیدا کرنے والا ہے۔

---

[1] المجموع: ۵/۳۱۱۔
[2] الأم: ۱/۲۷۸۔
[3] مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر: ۶۷۲۴۔
[4] شفاء السقام: ۸۳۔
[5] فتاویٰ سبکی: ۲/۲۵۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کیا عیسائی مسیح کی تعظیم کی جہت سے ہلاک نہیں ہوئے؟

قبر کو چھونے کی حرمت میں غزالی کا فتویٰ نص ہے:

تم لوگ غزالی کے فتویٰ کو کیوں نہیں لیتے۔

"ولا يمس قبرا ولا حجرا فان ذالك من عادة النصارٰى۔"

کوئی شخص قبر کو نہ چھوئے اور نہ پتھر کو کیوں کہ یہ عیسائیوں کی عادت ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ مزار اور درگاہ کو چھونا اور ان کا بوسہ لینا یہودیوں اور عیسائیوں کی عادت ہے۔ ❶

مرتضیٰ زبیدی نے "شرح الاحیاء" میں اس پر تعلیق ذکر کرتے ہوئے کہا اور تو نہ دیکھ جس پر آج عام لوگ گر پڑے ہیں اور آج سے پہلے (ان کی یہ حالت تھی) وہ زیارت کے لیے داخل ہونے کے وقت اپنی آوازیں بلند کرتے تھے اور حجرہ شریفہ کی کھڑکیوں پر گر جاتے اور ان کا بوسہ لیتے تھے۔ انھوں نے مزید کہا: اس کے متعلق نہیں وارد ہوئی ہے۔ پس اس سے بچنا چاہیے۔" اور انھوں (مرتضیٰ زبیدی) نے غزالی کے قول پر تعلیق لگائی ہے: دیوار کو چھونا اور اس کا بوسہ لینا سنت نہیں ہے۔"

زبیدی فرماتے ہیں جیسا کہ عام لوگ کرتے ہیں ایک دوسری جگہ فرمایا: یہ تمام کام بدعات و منکر ہیں جہلاء اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔" یہ سبکی نے کہا ہے۔ ❷

اس صورت حال میں غزالی اور زبیدی کے اقوال سے دلیل پکڑنے والے کیا کہتے ہیں؟

اور اسی طرح "زواجر" میں ابن حجر ہیثمی کا قول ہے۔

۹۳ کبیرہ گناہ: "قبروں کو سجدہ گاہ بنانا، ان پر چراغاں کرنا، انھیں بت خانہ بنانا، ان کا طواف کرنا، اور ان کو ہاتھ لگانا۔" ❸

سمہودی "وفاء الوفاء" میں فرماتے ہیں: کہ دیوار کو چھونے اور اس کا بوسہ لینے سے اجتناب کریں۔"

اور غزالی سے نقل کیا ہے کہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی عادت ہے۔ ❹

اس کی مثل ناممکن ہے کہ احباش ذکر کریں جب کہ انھوں نے سمہودی اور اس کی کتاب سے دلیل پکڑی ہے جو تضادات پر مشتمل ہے اور اس میں ایسی روایات ہیں جن کی اسانید کی کوئی تحقیق نہیں اور جو عقائد میں آحاد کے علاوہ متواتر پر اکتفا کرے اس پر لازم ہے کہ ان روایات کو امام احمد اور دیگر سے متواتر سند کے ساتھ ذکر کریں۔

---

❶ احياء علوم الدين: ١/٢٥٩، ٤/٤٩١۔

❷ اتحاف السادة المتقين شرح احياء علوم الدين: ٤/٤٥٧۔

❸ الزوا جر عن اقتراف الكبائر: ١/٢٤٤۔

❹ وفاء الوفاء: ٤/١٤٠٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا کراہت کا لفظ تنزیہ یا تحریم کا فائدہ دیتا ہے؟

شیخ ابن حجر نے اس سوال کا جواب یہ کہتے ہوئے دیا: کراہت تنزیہی کا قول صحیح نہیں ہے جب کہ علماء پر گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی ایسے فعل کو جائز قرار دیں کہ نبی ﷺ سے متواتر احادیث میں اس کے فاعل پر لعنت کی گئی ہو۔[1] میں کہتا ہوں کہ اس پر اضافہ کریں کہ نبی ﷺ نے ان کا وصف بیان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں اور لوگوں میں سے ان کو سخت ترین عذاب ہوگا۔

ائمہ اہل علم جیسے شافعی اور دیگر ائمہ کے متعلق گمان ہے کہ وہ کراہت سے مراد لیتے ہیں جسے اللہ اور اس کا رسول محرمات میں سے ناپسند کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ﴾[2]

"اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا۔"

﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا﴾[3]

"یہ سب کام، ان کا برا تیرے رب کے ہاں ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے۔"

اور نبی ﷺ کا فرمان:

"ان الله كره لكم قيل وقال وكثرة السوال واضاعة المال۔"

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے قیل وقال، کثرت سوال اور مال کے ضیاع کو ناپسند کیا ہے۔"

اور مال کو ضائع کرنا کراہت کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے آدمی کے اپنی زنا سے بیٹی کے ساتھ شادی کے مکروہ ہونے کی وضاحت کی ہے کیا اس سے ان کی مراد کراہت کے ساتھ اس کا جائز ہونا ہے؟ ممکن نہیں کہ وہ اسے جائز قرار دیں بلکہ کراہت سے ان کی مراد تحریم ہے۔

اس لیے کہ حرام کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ناپسند کرتے ہیں۔

پس سلف لفظ کراہت کو اس معنیٰ میں استعمال کرتے تھے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے کلام میں استعمال ہوا ہو جیسا کہ آپ کے لیے واضح ہو چکا ہے۔

لیکن متاخرین نے کراہت کی خاص اصطلاح بیان کی ہے جو حرام نہیں ہے۔ اس سے اشتباہ واقع ہوا۔

ہیثمی سبکی کا تعاقب کرتے ہیں:

امام نووی نے نبی ﷺ کی قبر کو چھونے اور اس کا بوسہ لینے کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اس پر سبکی نے

---

[1] الزواجر عن اقتراف الكبائر: ١/٢٤٦۔

[2] الحجرات: ٧۔ [3] الاسراء: ٣٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعتراض کیا ہے حضرت ابوایوب انصاری کی حدیث کی صحیح ہونے کا گمان کرتے ہوئے کہ ''انھوں نے نبی ﷺ کی قبر پر اپنا سر رکھا تھا ان سے کہا گیا: کیا تجھے علم ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں میں پتھر کے پاس نہیں آیا میں تو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف آیا ہوں۔''

سبکی کہتا ہے: ''اگر یہ سند صحیح ہے تو قبر کی دیوار کو چھونا مکروہ نہیں ہے۔''

یہ دلیل ہے کہ اسے خود قصہ کے ثابت ہونے کا یقین نہیں ہے بلکہ یہ اس کے تضاد پر دلیل ہے اس نے اسے جہلاء کا عمل شمار کیا تھا اور یہ کہ جو ایسا کرے اسے روکا جائے۔ ❶

ہیثمی نے اس کا تعاقب کیا اور اس قول کے ساتھ اس پر رد کیا کہ مذکورہ حدیث (یعنی ابوایوب کی حدیث) ضعیف ہے اور جو نووی نے قبر کو چھونے کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے وہ صحیح ہے اس میں کوئی طعن نہیں۔ ❷

یہ بات پہلے گزر چکی کہ حدیث کے ضعیف ہونے کے ساتھ اس میں بہت بڑا اشکال ہے جو اس سے استدلال کو باطل کر دیتا ہے کہ ابوایوب کیسے اپنے سر کو قبر پر رکھ سکتے ہیں؟ کیونکہ قبر برابر تھی جیسا کہ بخاری میں معلق روایت ہے (۱۳۹۰) وہ (قبر) زمین کے برابر تھی اونچی نہ تھی۔ اور اگر ابوایوب نے یہ کہا ہو تو عام بات ہے کہ انھوں نے سجدہ کی ہیئت اختیار کی۔ کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ صحابہ نبی ﷺ کی قبر کو سجدہ کرتے تھے؟

نبی ﷺ کی قبر کے اونچا ہونے کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے جب کہ آپ ﷺ نے قبر پر عمارت بنانے سے منع فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ کسی بلند قبر کو نہ چھوڑیں مگر اسے زمین کے برابر کر دیں جیسا کہ مسلم میں ہے۔ ❸

اگر اس کا صحیح ہونا فرض کر لیا جائے (تو بھی) ابوایوب کا قبر پر سر رکھنا قبر کو چھونے اور اس کا بوسہ لینے پر دلیل نہیں بنتا۔ چھونا اور بوسہ لینا صحابہ میں سے کسی کی عادت نہ تھی جو اس کے برعکس دعویٰ کرے اس پر دلیل لازم ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ اسے صحیح سند کے ساتھ ذکر کرے۔

نووی نے اس کے خلاف علماء کا اجماع نقل کیا ہے جس کا تم دعویٰ کرتے ہو اور انھوں نے قبر کو چھونے اور اس کا بوسہ لینے کے ناجائز ہونے میں مبالغہ کیا حتی کہ فرمایا: یہی بات علماء نے کہی ہے اس پر انھوں نے عمل کیا۔''

تم شافعی کی طرف ایسی چیز کی نسبت کیسے کرتے ہو جب کہ نووی نے اس کے خلاف اجماع بیان کیا ہے؟

ابن حجر ہیثمی، حلیمی اور سلطان العلماء عز بن عبدالسلام کس طرح اس عمل سے کرتے تھے؟

غزالی اور ہیثمی قبروں کو چھونا کیسے عیسائیوں کی عادات قرار دیتے تھے؟ کیا یہ دونوں اس بات سے جاہل تھے کہ جسے تم اہل سنت کا عقیدہ شمار کرتے ہو؟

---

❶ شفاء السقام: ۱۳۰۔ فتاویٰ السبکی: ۱/۲۸۹۔

❷ حاشیہ الایضاح، ص: ۲۱۹۔ ❸ مسلم (۹۶۹) ترمذی (۱۰۴۹) ابوداد (۳۲۱۸) نسائی (۴/۸۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا یہ ان لوگوں کے عمل سے ہے جس کے بارے میں ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا:

"لعن اللّٰه اليهود والنصارىٰ اتخذو اقبور انبيائهم وصلحائهم مساجد، الا لاتتخذوا قبور انبيائكم مساجد الافانی انهاكم عن ذالك۔"

''اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے کہ جنھوں نے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ خبردار! تم اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ خبردار! بے شک میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔''

لیکن حبشی ہمیں عیسائیوں کے عمل کی دعوت دیتا ہے۔ اس نے لوگوں کے لیے نیک لوگوں کی قبروں کو چھونا جائز قرار دیا۔ اس نے ایک آدمی کے تجربے سے استدلال کیا ہے جس نے اپنے ہاتھ سے امام احمد کی قبر کو چھوا اور اسے عافیت مل گئی۔ ❶

گویا (ان کے نزدیک) اچھے اور بُرے فعل کی معرفت تجربہ ہے، کیا اس نے اس سے پہلے نہیں کہا تھا کہ اچھا اور بُرا محض شرعی دلیل کے ساتھ ہے؟ اب اچھے اور بُرے کو تجربے کے ساتھ ثابت کر رہا ہے۔

بغوی فرماتے ہیں:

مکروہ ہے کہ قبر پر خیمہ لگانا مکروہ ہے اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قبر پر خیمہ دیکھا آپ نے اسے اٹھانے کا حکم دیا اور فرمایا: ''اسے چھوڑ دو اس پر اس کا عمل سایہ کرے گا۔'' ❷

بیضاوی نے وضاحت کی ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے نیک لوگوں کی قبروں کی طرف نماز اور دعا کے ساتھ متوجہ ہوتے تھے۔ ❸

حنیفہ:

احناف نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر لیپ کرنے اور اس پر مسجد بنانے سے منع کیا ہے۔ ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد نے اس پر اپنی کتاب ''الآثار'' میں نص بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں:

ہم ناپسند کرتے ہیں کہ قبر کو چونا گچ کیا جائے۔ یا اس کو لیپ کیا جائے، یا اس کے نزدیک مسجد بنائی جائے، یا اس پر لکھا جائے اور ہم ناپسند کرتے ہیں کہ اجرت دے کر اس پر عمارت بنائی جائے یا کوئی قبر میں داخل ہو اور یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔ ❹

---

❶ صريح البيان: ٦١.

❷ المجموع شرح المهذب ٥/٢٦٦.

❸ حاشية سنن النسائى ٢/٤٢.

❹ "الآثار" محمد بن حسن شيبانى، البحرالرائق ٢/٢٠٩، جنائز البدائع ١/٣٢٠

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاسانی فرماتے ہیں:❶

ابوحنیفہ نے قبر پر عمارت بنانے کو ناپسند کیا ہے اور کراہت کا مطلق ہو تو وہ تحریم کے لیے ہوتی ہے۔ احناف میں سے ابن الملک نے تحریم ہونے کے ساتھ وضاحت کی ہے۔

اور مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر (۱/ ۳۱۳) میں قبروں کے پاس دعا کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ❷

ابن وہب کی روایت میں مالک کے قول پر شیخ ملا علی قاری حنفی نے تعلیق لگائی ہے ''کہ وہ قریب ہو، سلام کہے اور قبر کو نہ چھوئے۔''

فرماتے ہیں:

کیوں کہ یہ نصاریٰ کی عادات میں سے ہے۔ ❸

''فتاوی ھندیۃ'' (۱/ ۲۶۵) میں ہے اور وہ اپنا ہاتھ مٹی کی دیوار پر نہ رکھے یعنی نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے وقت۔

محمد علاء الدین حصکفی نے ذکر کیا ہے کہ وہ امور جو عام لوگ اولیاء کی قبور پر نذر و نیاز کی غرض سے سرانجام دیتے ہیں وہ باطل ہے اور اجماع اُمت کی رُو سے حرام ہے۔ ❹

ابن عابدین اس قول کی شرح میں فرماتے ہیں گویا کہ وہ کہے اے میرے فلاں سردار اگر مجھے گم شدہ واپس مل جائے یا میرے مریض کو شفا مل جائے یا میری حاجت پوری کر دی جائے تو تیرے لیے یہ ہوگا۔

اور اس کے باطل ہونے کا سبب بیان کیا ہے کہ یہ تو میت کے لیے یہ نذر مانی جا رہی ہے۔

فرماتے ہیں: اور میت مالک نہیں ہے۔ ❺

انھوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ خالق نہیں ہے اے اصحاب عقل و دانش غور کرو!

تحقیق شاہ ولی اللہ دہلوی ہندی حنفی کے زمانے میں مشرکوں کی مشابہت کے جو امور واقع ہوئے وہ ان کا انکار کرتے تھے۔ اس اعتبار سے کہ لوگ درگاہوں اور قبروں کی طرف جاتے تھے اور شرک کی کئی انواع کا ارتکاب کرتے تھے۔

حدیث میں ہے: ''تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی پیروی کرو گے ایسے جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے

---

❶ بدائع الصنائع ۱/۳۲۰

❷ حاشية ابن عابدين على الدرالمختار ۲/٤۳۹ البحرائق ۲/۲۹۸، روح المعانی، للآلوسی ۱۷/۳۱۳

❸ شرح الشفاء ۲/۱۵۲.

❹ الدر المختار مع ردالمختار: ۲/٤۳۹.

❺ ردالمحتار: ۲/ ٤٤۹، حاشيه مراقی الفلاح على نور الايضاح طحطاوی (۵۷۱) "فتاویٰ خيرية" رملی ۱/۱۷ فتح الرحمانی للفرغانی ۲/۲۳۳،۲۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے برابر ہے۔''❶

اوران کے اس انکار پر امام اسماعیل دہلوی نے ان کی موافقت کی ہے۔❷

طحطاوی حنفی مراقی الفلاح پر اپنے حاشیہ میں نص بیان کرتے ہیں:

نہ تو قبر کو ہاتھ لگائے اور نہ اس کا بوسہ لے بے شک یہ اہل کتاب کی عادت میں سے ہے اور استلام صرف خاص طور پر حجر اسود اور رکن یمانی کا مشروع ہے۔

حنابلہ:

ابن قدامہ ''المغنی'' میں فرماتے ہیں: نبی ﷺ کی قبر کی دیوار کو چھونا مستحب ہے اور نہ اس کا بوسہ لینا۔

احمد فرماتے ہیں: ''میں اسے نہیں پہچانتا۔''

ابن الأثرم فرماتے ہیں:

میں نے اہل مدینہ میں سے اہل علم کو دیکھا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کو نہیں چھوتے تھے بلکہ ایک طرف کھڑے ہو کر سلام کہتے۔❸

گنبد اور قبروں کو گرانے کا حکم:

قبروں یا ان کی دیواروں کو چھو کر برکت حاصل کرنا جاہلیت ہے اور اس چیز کی مخالف ہے جس کی تخصیص ثابت ہے وہ حجر اسود ہے۔ نبی ﷺ نے ہمیں سکھایا کہ ہم اسے چھوئیں، اس کا بوسہ لیں اور اس کے علاوہ کسی کے لیے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تو یہ تخصیص پر دلالت ہے۔

اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! بے شک میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا وہ تیرا بوسہ لے رہے ہیں، میں تیرا بوسہ کبھی نہ لیتا۔''❹

اور یہ خالق کے گھر کے ساتھ خاص ہے مخلوق کے گھر کو خالق کے گھر پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر خیمہ نہ لگایا جائے۔

فرماتے ہیں:

''میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔''❺

---

❶ الفوز الكبير فی اصول التفسير (١٧)۔

❷ تقوية الايمان: ٢٣، ٢٤۔ رسالة التوحيد: ٤١، ٤٤۔

❸ المغنی: ٣/٥٥٩۔ الفروع: ٢/٥٧٣۔ وفاء الوفاء: ٤/١٤٠٣۔

❹ صحيح بخاری: ١٦٩٧۔ صحيح مسلم: ١٢٧٠۔

❺ كشاف المقنع: ٢/١٣٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوالھیاج اسدی سے کہا: کیا میں تمھیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا؟

''یہ کہ تو کوئی تصویر دیکھے تو اسے مٹادے اور بلند قبر یعنی اونچی اسے زمین کے برابر کردے۔'' ❶

سعید بن مسیب نے بھی اسی طرح کی وصیت کی۔ ❷

ایک ہی جملہ میں مورتی اور قبر وارد ہونے سے واضح ہے کہ یہ دونوں (قبر اور بت) لوگوں کے درمیان شرک کے وقوع کے اہم اسباب میں سے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ قبروں پر عمارتیں بنانے سے منع کرتے تھے فرماتے تھے: ''میں نے ائمہ کو دیکھا ہے کہ وہ قبروں پر تعمیر کی گئی عمارتیں گرانے کا حکم دیتے تھے۔'' ❸

امام احمد خیال کرتے تھے کہ قبروں پر تعمیر کی گئی مساجد میں نماز باطل ہے۔

مرعی بن یوسف حنبلی کی کتاب ''غاية المنتهیٰ'' میں مذکور ہے: ''کہ وہ ایک بالشت سے زیادہ قبر کو اونچا کرنے، اسے چونا گچ کرنے اور اس کا بوسہ لینے کو ناپسند کرتے تھے۔''

احمد قبر پر خیمہ کو ناپسند کرتے تھے۔

ابن قیم سے منقول ہے کہ قبروں پر سے گنبد کو گرانا واجب ہے کیوں کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت پر تعمیر کیے گئے ہیں۔

فرماتے ہیں:

''قبروں پر چراغاں کرنا حرام ہے ایسے ہی ان کا طواف کرنا، اور اس پر مسجد تعمیر کرنا، اس کا ازالہ ضروری ہے۔''

سیوطی نے ''حسن المحاضرہ'' میں اس پر نص بیان کی ہے کہ جب ظاہر بیبرس نے قبروں پر بنی عمارتوں کو گرانے کا عزم کیا تو اس نے علماء سے مشورہ طلب کیا تو انھوں نے جواباً لکھا: بے شک ولی الأمر پر واجب ہے کہ ان تمام کو گرائے اور ان میں سے کسی نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا۔

فرماتے ہیں:

یہ ان متاخرین علماء کا اجماع ہے پس اس (قبر) پر عمارت تعمیر کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

اس بناء پر ہر وہ شخص جو یہ کام کرے تحقیق اس نے ان کی مخالفت کی۔ ❹

❶ مسلم: ٩٦٩۔ ترمذی: ١٠٤٩۔ ابوداؤد: ٣٢١٨۔ نسائی: ٤/٨٨۔
❷ احمد: ٢/٤٧٤۔ ابن سعد ''طبقات'': ٥/١٤٢۔
❸ كشاف القناع: ٢/١٣٩۔
❹ ''حسن المحاضرة فی تاريخ مصر والقاهرة'' ١/١٤١۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قاضی ابویعلیٰ نے احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ ان سے کہا گیا: نبی ﷺ کی قبر کو چھوا جائے اور اس پر ہاتھ پھیرا جائے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں اسے نہیں پہچانتا۔''

ان سے کہا گیا: اہل مدینہ کے اہل علم قبر نہیں چھوتے بلکہ ایک طرف کھڑے ہو کر سلام کہتے ہیں۔

فرمایا: ہاں، ایسے ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔

قاضی نے یہ کہتے ہوئے تعلیق لگائی: یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قبر پر ہاتھ رکھنا سنت نہیں ہے۔''

قاضی نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کا طریقہ دلیل پر موقوف ہے انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے دلیل پکڑی ہے جو انھوں نے حجر اسود کے لیے کہا تھا: ''اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا وہ تیرا بوسہ لے رہے ہیں میں تیرا بوسہ نہ لیتا۔'' ❶

حافظ ابن رجب نے ابو محمد تمیمی کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔ جو کہ حنابلہ کے مشہور علماء میں سے ایک ہیں، کہ خلیفہ مطیع احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی قبر پر قبہ بنانے کے لیے کچھ مال مختص کیا تو اسے میرے دادا اور ابوبکر بن عبدالعزیز نے کہا: کیا تو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف قرب حاصل کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں؟ تو ان دونوں نے اس سے کہا: بے شک اس (احمد بن حنبل) کا مذہب یہ ہے کہ اس پر کوئی چیز نہ بنائی جائے۔

اس سے کہا: ایسا مال صدقہ کر دینا چاہیے انھوں نے کہا: بلکہ تو صدقہ کر جس پر تو چاہتا ہے۔ پس اس نے صدقہ کر دیا۔'' ❷

امام احمد سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کا بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تو یہ روایات متواتر قطعی نہیں ہے کہ جس کی اُحباش اور اس جیسے لوگ شرط لگاتے ہیں بلکہ اس کی سند پر تحقیق کی ضرورت ہے جیسا کہ احادیث نبویہ میں شرط ہے۔

کیوں کہ جھوٹ بولنے والوں نے صرف نبی ﷺ پر جھوٹ نہیں بولا بلکہ ائمہ پر بھی جھوٹ بولا ہے۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد کے بعض اصحاب نے اس کو غلط خیال کیا ہے۔ ❸

ابن حجر ہیثمی نے بھی امام احمد سے مروی اس روایت میں شک کیا ہے۔

اور ذکر کیا ہے کہ امام احمد کے بعض اصحاب اسے بعید خیال کرتے تھے۔

اور اس قرینہ کی وہ روایت ہے جسے اثرم نے ان سے روایت کیا ہے کہ ان سے نبی ﷺ کی قبر کو چھونے کے

---

❶ الروایتین والوجهین: ١/٢١٤، ٢١٥۔

❷ طبقات الحنابلة: ٢/٢٥١۔

❸ فتح الباری: ٣/٤٧٥۔ وفاء الوفاء: ٤/١٤٠٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''میں اسے نہیں پہچانتا۔'' ❶

فرماتے ہیں: اور اس کی تائید ''(مغنی الحنابلة)'' میں وارد ہے۔ ''کہ قبر کو چھونا اور اس کا بوسہ لینا مستحب نہیں ہے۔''

''المغنی'' میں اس نہی کا سبب بیان کیا گیا ہے کیوں کہ اس میں قبروں کی تعظیم میں زیادتی ہے جو بتوں کی تعظیم کے مشابہ ہے اور یہ کہ قبروں کے پاس نماز پڑھنا بتوں کی سجدہ کے ساتھ تعظیم کے مشابہ ہے۔ اس لیے کہ بتوں کی عبادت کی ابتدا فوت شدگان کی تعظیم، ان کی صورتیں بنانے، انھیں چھونے اور ان کے پاس نماز پڑھنے سے ہوئی۔ ❷

ابن حجر ہیثمی فرماتے ہیں کہ احمد سے مروی دو روایات میں تعارض ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صاحب ''کشاف القناع'' جو کہ اُحباش کے لیے دلیل ہیں وہ کہتے ہیں کہ قبر کا بوسہ لینا اور اس کا طواف کرنا مکروہ ہے کیوں کہ یہ سب کچھ بدعات میں سے ہیں۔

مٹی کے ساتھ بیماریوں سے شفا طلب کرنا، اس پر چراغاں کرنا اور اس پر مسجد تعمیر کرنا حرام ہے۔ کیوں کہ یہ بتوں کی تعظیم کے مشابہ ہے۔ ❸

بلکہ انھوں نے فرمایا: ''علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نہ اس کا بوسہ لے اور نہ اسے چھوئے بے شک یہ شرک میں سے ہے۔'' ❹

وہ اس پر اجماع نقل کرتے ہیں۔

مرداوی حنبلی ''الانصاف'' میں کہتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا:

''اہل علم قبر نہیں چھوتے تھے۔''

مرداوی فرماتے ہیں:

''صحیح مذہب کے مطابق قبر کو چھونا مستحب نہیں ہے۔'' ❺

''المبدع'' ❻ میں مذکور ہے کہ قبر کو نہ چھوئے۔ بعض کہتے ہیں۔ جائز ہے۔

اور بعض کہتے ہیں: مکروہ ہے کیوں کہ اللہ کا تقرب دلیل سے حاصل کیا جاتا ہے اور اس پر سنت وارد نہیں ہوئی۔

---

❶ ''حاشية الهيتمي على شرح الايضاح في المناسك'' (٤٥٤)۔
❷ المغنی: ٢/٥٠٧، ٥٠٨۔
❸ کشف القناع: ٢/١٤٠، ١٤١۔
❹ کشف القناع ''للبهوتی'': ٢/٦٠٠۔
❺ ''الانصاف فی معرفته الراجح من الخلاف'' ٤/٥٣۔
❻ (٣/٢٥٨،٢٨٤)۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابن عقیل فرماتے ہیں:

''میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس سے بری ہوں۔''

''المغنی'' (۲/۵۰۶) میں مذکور ہے کہ ''قبر کو اونچا کرنا، اس پر عمارت تعمیر کرنا، اور اسے چونا گچ کرنا مکروہ ہے'' اور ''شرح المنتھی'' (۱/۳۵۳) میں قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی حرمت میں نص وارد ہوئی ہے۔

کتاب ''الفروع'' میں ہے۔ ❶

قبروں کا بوسہ لینا اور ان کا طواف کرنا مکروہ ہے۔۔۔ لوگ اس پر بس نہیں کرتے۔ حتی کہ وہ میت سے کہتے ہیں: اس راز کے ساتھ جو تیرے اور اللہ کے درمیان ہے۔۔۔ وہ کون سی چیز ہے؟ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان راز ہے۔۔۔ وہ مٹی کے ساتھ بیماریوں سے شفا طلب کرتے ہیں۔

پس یہ کہتا ہے: میرا اونٹ بیمار ہوگیا ہے۔ اور یہ کہتا ہے: میری زمین خشک ہوگئی ہے۔ گویا کہ وہ زندہ سے مخاطب ہوتے ہیں اور اللہ کو پکارتے ہیں۔''

سمہودی نے صراحت کی ہے کہ شافعی، مالک اور احمد نے قبر پر ہاتھ رکھنے کا سختی سے انکار کیا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

بے شک انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اپنا ہاتھ رکھا آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا:

''ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسے نہیں پہچانتے تھے۔''

''تحفۃ ابن عساکر'' میں فرماتے ہیں: یہ سنت نہیں ہے کہ آدمی قبر شریف کی جالی یا دیوار کو چھوئے یا اس کا بوسہ لے، یا اس کا طواف کرے جیسا کہ جہلاء کرتے ہیں بلکہ وہ اسے ناپسند کرے اور اسے جائز قرار نہ دے۔ فرماتے ہیں: دور کھڑا ہونا احترام کے زیادہ لائق ہے۔''

ابن جماعۃ اپنی ''منسلک'' میں فرماتے ہیں:

میں نے المجد کے کلام پر حافظ جمال الدین بن حیاط یمنی کے خط کے ساتھ حاشیہ دیکھا: ملک اشرف کی حکومت میں جو واقعہ رونما ہوا کہ جالی کے دروازوں اور دہلیز کو توڑ دیا گیا۔''

انھوں نے (یعنی علماء نے) مشہد شریف کو کثرت کے ساتھ ہاتھوں سے چھونے والوں سے پاک کرنے کا قصد کیا۔

یقیناً عرب جہلاء اور دیگر اکثر لوگ اپنی پشتوں کو قبر شریف کے صندوق اور اس کی دیوار کے ساتھ رگڑتے تھے اس سے برکت کا قصد کرتے ہوئے جبکہ تمام بھلائی تو باادب رہنے میں ہے۔ ❷

---

❶ ''الفروع'' ۲/۲۷۴۔

❷ وفاء الوفاء: ۲/۶۱۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابن جماعۃ کہتے ہیں: سروجی حنفی نے فرمایا: ''اپنے پیٹ کو دیوار کے ساتھ نہ رگڑے اور نہ اسے اپنے ہاتھ کے ساتھ چھوئے۔''

زعفرانی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

قبر پر ہاتھ رکھنا، اسے چھونا، اور اس کا بوسہ لینا بدعات میں سے ہے کہ جن کا شرع میں انکار کیا گیا ہے۔''

جزیری نے ''الفقة علی المذاهب الأربعة'' (۱/۲) میں عام اہل فقہ کے قول کو بیان کیا ہے:

نہ قبر کا طواف کرے اور نہ پتھر کا بوسہ لے، نہ چوکھٹ کا نہ لکڑی کا اور نہ صاحب قبر سے کسی چیز کا مطالبہ کرے۔''

فقہ کے مؤلفین پر اعتراض ہے کہ وہ ابواب الردۃ میں اسباب کفر کی تفصیل ذکر کرتے ہیں ان میں سے جن کا وقوع ہو چکا ہے اور جن کا وقوع نہیں ہوا جب کہ اسباب شرک کی تفصیل سے اعراض برتتے ہیں۔ ❶

مالکیہ:

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں: مالک رحمہ اللہ ناپسند کرتے تھے کہ آدمی کہے: میں نے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کی، اس پر قرافی نے ''ذخیرہ'' میں نص بیان کی ہے۔ ❷

ان سے ایک آدمی کے بارے سوال کیا گیا جس نے نذر مانی کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس آئے گا۔ امام مالک فرماتے ہیں:

اگر اس نے قبر کا ارادہ کیا ہے تو وہ نہ آئے اور اگر مسجد کا ارادہ کیا ہے تو آئے'' پھر انہوں نے حدیث ذکر کی۔

''لا تشدالرحال الاالیٰ ثلاثة مساجد۔''

''سفر نہ کیا جائے مگر تین (مساجد) کی طرف'' ❸

یہ سب سے بڑی دلیل ہے اس بات پر کہ امام مالک کے نزدیک نبی ﷺ کی قبر کی زیارت پر ابھارنے والی احادیث صحیح نہیں ہیں، اگر وہ صحیح ہوتیں تو وہ یہ کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ میں ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے میں نے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کی۔''

حبشی نے امام مالک کے قول کا اعتراف کیا ہے اور اس کی علت بیان کی ہے کہ انھوں نے یہ قول نبی ﷺ کے ساتھ ادب کی غرض سے کہا۔

اور اس کے شاگرد نبیل شریف نے نبی ﷺ کے قول میں تحریف کی: ''لاتجعلوا قبری عیدا۔''

''میری قبر کو عید نہ بناؤ'' اس معنی میں کہ تم میری قبر کی زیارت سال میں ایک مرتبہ نہ کرو تم اسے عید نہ بناؤ اور ہمیشہ

---

❶ العقدالثمنین: ۱۸، ۱۹۔

❷ فتح الباوی ۳/۶۶۔ ذخیرہ للقراضی ۳/۳۷۵۔ ❸ المدونۃ: ۲/۸۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میری زیارت کرو،

گویا آپ ﷺ ان کے گمان کے مطابق فرما رہے ہیں، میری قبر کو بہت زیادہ عیدیں بنانا فقط ایک عید نہ بنانا'' یہ حقائق کو مسخ کرنا ہے اور نبی ﷺ کے کلام کے ساتھ کھلواڑ کرنا ہے۔

اس تحریف کو مرتضیٰ زبیدی کا قول باطل کر دیتا ہے کہ نبی ﷺ کے قول کا سبب ((لا تجعلوا قبری عیدا))

''میری قبر کو عید نہ بنانا۔''

آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"اللّٰهم لاتجعل قبری وثنا یعبد اشتدغضب اللّٰه علی قوم اتخذوا قبو انبیائهم مساجد۔" ❶

''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جائے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اس قوم پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔''

پس یہ حجت بالغہ ہے۔

نووی کا قول کہ امام مالک اہل مدینہ کے لیے ناپسند کرتے تھے، جب بھی ان میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو یا نکلے کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس کھڑا ہو نبی ﷺ کے اس فرمان سے دلیل پکڑتے ہوئے۔

"اللّٰهم لاتجعل قبری عیدا۔"

''اے اللہ میری قبر کو عید نہ بنانا''

پس اسے پکڑو کیونکہ امام مالک نے اس پر نص بیان کی ہے۔ اور یہ تعلیل صحیح کیسے ہو سکتی ہے جب کہ حدیث کے آخر میں ہے۔

"وصلوا علی حیث کنتم۔"

''اور مجھ پر درود پڑھو تم جہاں بھی ہو''

اور صحابہ نے اسے کیوں نہ سمجھا کہ جسے تم نے سمجھا ہے؟ اور اگر ایسے ہی سمجھا تو اس وصیت پر عمل کیوں نہ کیا؟ اور صحابہ سے نبی ﷺ کی قبر کی طرف لوٹنے پر دوام اختیار کرنا ثابت نہیں ہے۔

عبدالرزاق نے اپنی ''مصنف'' میں معمر سے روایت کیا ہے وہ ایوب سے روایت کرتے ہیں وہ نافع سے وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر جب سفر سے آتے تو نبی ﷺ کی قبر پر حاضر ہوتے فرماتے:

"السلام علیك یا رسول اللّٰه۔"

---

❶ "اتحاف السادة المتقين" للزبيدى: ٤/٤١٧۔ بغية الطالب: ٢٣٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ کے رسول تجھ پر سلامتی ہو''

معمر کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں جانتے۔ جس نے یہ کام کیا ہو سوائے ابن عمر کے۔'' ❶

امام مالک کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ آدمی کہے: میں نے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کی؟ اسے ان سے حافظ نے فتح الباری میں اور قرافی نے بھی نقل کیا ہے۔

بلکہ نووی نے ان سے بیان کیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس کھڑا ہونے کو ناپسند کرتے تھے جب بھی کوئی داخل ہو یا نکلے اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے کہ جس سے اُحباش دلیل پکڑتے ہیں۔

''اللّٰهم لاتجعل قبری وثنا يعبد۔''

''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جائے۔'' ❷

یا تو صحابہ کرام اور مالک رحمہ اللہ کرتے تھے کہ وہ قبروں کے درپے ہونے کو ناپسند کرتے تھے یا تم نے تحریف کی ہے اور نبی ﷺ کے کلام کو اپنی باطل تاویلات کے ساتھ تبدیل کیا ہے۔

قاضی عیاض ''شفا'' میں امام مالک سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نہیں خیال کرتا کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس ٹھہرے لیکن وہ سلام کہے اور گزر جائے۔''

ابن وہب نے ان سے روایت کیا ہے کہ بے شک وہ کہتے ہیں: ''وہ قریب ہو، سلام کہے اور قبر کو نہ چھوئے'' شیخ ملا علی قاری اس پر تعلیق لگاتے ہیں: کیوں کہ یہ عیسائیوں کی عادت سے ہے۔'' ❸

ابن الحاج مالکی نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں فرمایا: کہ مالک نے ابن وھب کی روایت کے بارے کہا ہے: ''جب نبی ﷺ پر سلام کہے تو اپنے ہاتھ کے ساتھ قبر کو نہ چھوئے۔'' ❹

وہ لوگ جو قبر شریف کا طواف کرتے ہیں جیسے کعبہ کا کرتے ہیں۔ اسے چھوتے ہیں اور اس کا بوسہ لیتے ہیں۔ آپ نے ان کا وصف جہلاء بیان کیا ہے کہ جن کے پاس کوئی علم نہیں آپ نے صراحت فرمائی ہے کہ یہ واضح بدعات میں سے ہے کیوں کہ برکت آپ ﷺ کی اتباع کے ساتھ حاصل کی جاتی ہے۔ ❺

قرافی نے ''ذخیرہ'' (۳/۳۸۱) میں اس پر نص بیان کی ہے کہ بوسہ لینا اور استلام کرنا کعبہ کے ساتھ خاص ہے۔

قاضی عیاض ''شفا'' میں نص بیان کرتے ہیں۔ ❻

---

❶ مصنف عبدالرزاق: ٦٧٢٤۔

❷ فتح الباری: ٣/٦٦۔ ذخیرہ "للفراق": ٣/٣٧٥۔

❸ شرح الشفا: ٢/١٥٢۔

❹ المدخل: ١/٢٦١۔

❺ المدخل: ١/٢٥٦ ۔ ٢٥٧۔

❻ ان کے متعلق سبکی نے "شفاء السقام" ص:۱۵۵ میں کہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احمد بن سعید ہندی کی کتاب میں جو قبر کے پاس ٹھہرے کہ وہ اس کے ساتھ نہ چمٹے، نہ اسے چھوئے اور اس کے پاس زیادہ دیر کھڑا نہ رہے۔ ❶ سمہودی کلام ختم ہوا۔

اسی طرح شہاب خفاجی نے ''نسیم الریاض'' میں عامۃ الناس کا وصف بیان کیا کہ وہ اولیاء کی قبروں کا بوسہ لیتے ہیں۔ ❷

محمد بن وضاح مالکی نے وضاحت کی ہے کہ مالک بن انس اور اس کے علاوہ دیگر علماء جو مدینہ میں موجود تھے مدینہ میں ان آثار اور ان مساجد کی طرف آنے کو ناپسند کرتے تھے سوائے قباء اور احد کے فرماتے ہیں: ''کیوں کہ یہ قبروں کے پاس نماز کے مشابہ ہے جب کہ یہ قبر کو عید بنائے، اور یہ اہلِ کتاب کی مشابہت اختیار کرنے کا ذریعہ ہے۔''

علامہ زروق مالکی ''شرح رسالة خیروانی'' میں فرماتے ہیں: نیک لوگوں کی قبروں پر مساجد بنانا بدعت ہے، زیارت کے وقت قبر کو چھونا یہ عیسائیوں کا فعل ہے اور برکت کے حصول کے لیے قبر کی مٹی اٹھانا یہ تمام امور ممنوع ہیں بلکہ حرام ہیں۔ ❸

ایسے ہی مختصر سیدی خلیل کی شرح زرقانی پر حاشیہ رھونی میں انھوں نے فرمایا۔ ❹

امام مالک فرماتے ہیں: اہل مدینہ کے لیے مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے ہوئے قبر پر ٹھہرنا لازم نہیں ہے یہ (اُمر) تو اجنبیوں کے لیے ہے۔

ان سے کہا گیا کہ اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ جب بھی سفر سے آتے ہیں یا اس کا ارادہ کرتے ہیں تو دن میں ایک یا ایک سے زائد مرتبہ یہ کام کرتے ہیں وہ سلام کہتے ہیں۔ اور کچھ دیر دعا کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں: ہمارے ملک کے اہل فقہ میں سے کسی سے مجھے یہ (خبر) نہیں پہنچی اور کہا: امت کے آخری لوگوں کی اصلاح نہیں ہو سکتی مگر اس سے جس سے اُمت کے پہلے لوگوں کے لیے اصلاح ہوئی ہے۔ مجھے اس امت کے پہلے لوگوں سے یہ خبر نہیں پہنچی کہ وہ یہ کام کرتے ہوں۔

اور جو سفر سے آئے یا اس کا ارادہ کرے تو اس کے لیے ایسا کرنا آپ ناپسند کرتے تھے۔'' ❺

ابن الحاج فرماتے ہیں: اُحمد بن سعید ھندی کی کتاب میں ہے کہ جو کوئی قبر پر ٹھہرے اس کے ساتھ نہ چمٹے، نہ اسے چھوئے اور نہ اس کے پاس زیادہ دیر کھڑا ہو۔ ❻

ابن الحاج مالکی فرماتے ہیں: پس تو دیکھے گا کہ جس کے پاس علم نہیں ہے وہ قبر شریف کا طواف کرتا ہے۔ جیسے کعبۃ

---

❶ وفاء الوفاء: ۱۴۰۲/۴، ۱۴۰۴۔
❷ نسیم الریاض: ۳/۳۳۸۔
❸ شرح رسالة قیروانی: ۱/۲۸۹۔
❹ ۲/۲۱۹
❺ ''المدخل'' ابن الحاج: ۱/۲۶۲۔
❻ ''المدخل'' ابن الحاج: ۱/۲۶۲۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الحرام کا طواف کرتا ہے، اسے چھوتا ہے اور اس کا بوسہ لیتا ہے یہ تمام بدعات ہیں کیوں کہ برکت آپ ﷺ کی اتباع کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور جاہلیت میں بتوں کی عبادت کا سبب یہی باب تھا۔

اسی وجہ سے ہمارے علماء نے کعبہ شریف یا مسجد کی دیوار کے چھونے کو ناپسند کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ان چیزوں کو بھی جن سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں۔ اس باب کو بند کرنے کے لیے۔ کیوں کہ تعظیم کی صفت آپ ﷺ پر موقوف ہے۔

ہر وہ چیز جس کی رسول اللہ ﷺ نے تعظیم کی ہے ہم اس کی تعظیم کریں گے اور اس کی اتباع بھی کریں گے۔

پس مسجد کی تعظیم: اس میں نماز پڑھنا ہے نہ کہ اس کا بوسہ لینا اور اس کی دیواروں کو چھونا۔

ولی کی تعظیم: اس کی اتباع کرنا ہے نہ کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لینا اور اسے چھونا۔

تحقیق نبی ﷺ نے فرمایا:

"لعن اللّٰہ الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد"❶

''اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے کہ جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔''

"المدونۃ" میں نص ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں: ''میں قبروں کو چونا گچ کرنے، اور اس پر عمارت تعمیر کرنے کو ناپسند کرتا ہوں''❷

سحنون فرماتے ہیں:

یہ آثار اسے (قبر کو) برابر کرنے کے بارے میں ہیں پس جو اس پر عمارت بنانے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

"الشرح الکبیر" (۱/۴۲۵) پر حاشیہ دسوقی میں نص ہے کہ قبروں پر بنے گنبد کو گرانا واجب ہے اور قبر پر عمارت بنانا حرام ہے۔''

بالجملہ مالکیہ شرک کے عام وسائل سے منع کرتے ہیں، جیسے قبروں کو چونا گچ کرنا انھیں اونچا کرنا، انھیں مساجد بنانا، نماز اور دعا کے لیے ان کی طرف چہرہ کرنا اور تین مساجد کے علاوہ (زیارت کی نیت سے) سفر کرنا۔❸

قرطبی مالکی نص بیان کرتے ہیں کہ قبروں پر مساجد بنانا ممنوع ہے جائز نہیں ہے۔ ہمارے علماء یعنی مالکیۃ کہتے ہیں: مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ انبیاء اور علماء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں۔''

❶ "المدخل" ابن الحاج (۱/۲۶۳)۔
❷ "المدونۃ الکبرٰی" (۱/۱۸۹)۔
❸ "الکافی" ابن عبدالبر (۱/۲۸۳) "تمھید" ۱/۱۶۷،۱۶۸ (۵/۲۵،۴۵) (۶/۳۸۳) "تنویر المقالۃ" (۳/۳۹،۴۰) "ثمر الدائی" (۲۳۱،۲۳۰) "تفسیر قرطبی" (۱۰/۳۷۹، ۳۸۰)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں: بطور تعظیم اونچی عمارت بنانا جیسا کہ اہل جاہلیت کرتے تھے تو اسے گرایا جائے گا اور ہٹایا جائے گا کیوں کہ اس میں اس شخص کے ساتھ مشابہت ہے جو قبروں کی تعظیم کرتا ہے اور ان کی عبادت کرتا ہے جب کہ یہ حرام ہے۔'' ❶

فرماتے ہیں: سد ذرائع کو اختیار کرنا اور اس کی حمایت کرنا امام مالک اور اس کے اصحاب کا مذہب ہے اس اصل پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں۔

پھر انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی:

کہ اُمّ حبیبہ اور ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حبشہ میں ایک کنیسہ کا ذکر کیا جس میں تصاویر تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک یہ لوگ جو قبر پر مسجد تعمیر کرتے ہیں اور یہ صورتیں بناتے ہیں یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔''

فرماتے ہیں: کہ ہمارے علماء نے کہا ہے:

ان کے پہلے لوگوں نے یہ کام کیا تا کہ یہ ان صورتوں کے ساتھ مانوس ہوں اور ان کے نیک احوال کو ذکر کریں پس ان کے اجتہاد کی طرح اجتہاد کریں اور ان کی قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا پھر ان کے بعد دوسرے لوگ آئے جو ان کی سوچ سے جاہل تھے۔ شیطان نے ان پر وسوسہ ڈالا کہ تمھارے آباؤ اجداد ان مورتیوں کی عبادت کرتے تھے پس انھوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے امور سے ڈرایا اور اس کی طرف لے جانے والے ذرائع کو بند کر دیا۔ فرمایا:

''اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو کہ جنھوں نے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا''

اور فرمایا:

"اللّٰهم لاتجعل قبری وثناً یعبد" ❷

''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جائے۔''

اس حدیث میں اہم ترین فوائد ہیں:

(۱) مشرکوں نے قبروں کو بت بنایا اور قبریں ان کے فتنہ کی بنیاد تھیں۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وثن (بت) کی صفت کا اطلاق ان قبروں پر کیا کہ جنھیں لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے تھے۔

الوثن: یہ جامع اسم ہے ہر ایک کے لیے کہ جس کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جائے درختوں اور پتھروں کے درمیان کوئی فرق نہیں (اس صفت میں)

❶ تفسیر قرطبی: ۱۰/۲٤۷۔ ❷ الجامع لاحکام القرآن: ۲/٤۱۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یقیناً تجھے معلوم ہو گیا ہے کہ دعا عبادت ہے۔ جیسے نماز اور زکوٰۃ عبادت ہے۔

(۳) یقیناً نبی ﷺ اپنی موت سے کچھ دیر پہلے خوف زدہ ہوئے کہ اس امت میں قبروں کو بت بنانے کی عادت سرایت کر جائے گی جیسے اس سے پہلی امتوں میں سرایت کر گئی۔

ابن علیش مالکی کا باطل تبرک سے انکار کرنا:

کتاب "فتح العلیٰ" میں نص ہے:

اس بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جو کچھ اولیاء کے مزارات پر ہو رہا ہے؟ مزار کا خادم زائر کے پاس مٹی لاتا ہے اور اس پر پھینکتا ہے یا تیل لاتا ہے جسے وہ چھوتا ہے وہ اسے (زائر کو) وہم میں مبتلا کرتا ہے کہ اس میں برکت ہے دنیاوی اغراض کی وجہ سے کیا یہ صحیح ہے جو ذکر کیا کیونکہ یہ باطل طریقے سے لوگوں کے اموال کھانا ہے؟ جواب دیں۔

تو انھوں نے کچھ اس طرح جواب دیا: یہ سب کچھ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جھوٹ ہے اس سے منع کیا گیا ہے اگرچہ تیل وقف ہوتا ہے لیکن اس میں ایک اور لحاظ سے حرمت ہے کہ وقف کرنے والے نے اجازت کے علاوہ میں وقف کا صرف کرنا ہے لیکن جو مال ولی کی درگاہ کے خادم کو دیا جاتا ہے وہ اس کے لیے حلال ہے کیوں کہ مال دینے والے کا قصد صدقہ ہوتا ہے نہ کہ معاوضہ حتی کہ وہ اس کا ہے جو اسے کھائے۔ آپ "المدخل" میں نبی ﷺ کی زیارت کی مبحث میں فرماتے ہیں: اور زائر کے لیے جائز نہیں کہ وہ جالی کے اندر داخل ہو۔ کیوں کہ وہ جگہ احترام و تعظیم کا محل ہے۔ لہٰذا علماء لوگوں کو اس پر متنبہ کریں اور ان کو ان بدعات سے ڈرائیں جو یہاں رونما ہوئی ہیں۔ پس تو دیکھے گا جس کے پاس علم نہیں ہے وہ قبر شریف کا طواف کرتا ہے جیسے کعبۃ اللہ کا طواف کرتا ہے، اسے چھوتا ہے، اس کا بوسہ لیتا ہے اور اس پر اپنے کپڑے اور رومال پھینکتا ہے وہ اس کے ساتھ برکت کے حصول کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ تمام بدعات ہیں کیوں کہ آپ ﷺ کی اتباع سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ اور جاہلیت میں بتوں کی عبادت کا سبب یہی تھا۔ ہمارے علماء (رحمہم اللہ) کعبے کی دیوار یا مساجد کی دیواریں یا مصحف کو چھونے کو ناپسند کرتے تھے اور اس کے علاوہ ان امور کو جن کے ساتھ برکت حاصل کی جاتی ہے سنت کے مخالف ہونے کی وجہ سے اور اس باب کو بند کرنے کے لیے جائز نہ سمجھتے تھے کیونکہ تعظیم کی صفت آپ ﷺ پر موصوف ہے۔ پس جیسے آپ ﷺ نے تعظیم کی ہم اس میں آپ کی پیروی کریں گے۔

پس مصحف کی تعظیم اس کی قراءت کرنا اور جو اس میں احکام ہیں ان پر عمل کرنا ہے نہ کہ اس کا بوسہ لینا اور اس کی طرف کھڑے ہونا جیسے بعض لوگ اس زمانے میں کرتے ہیں اور مسجد کی تعظیم اس میں نماز پڑھنا ہے نہ کہ اس کی دیواروں کو چھونا۔

ایسے ہی راستے میں انسان کوئی ورقہ پائے جس میں اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو یا انبیاء میں سے کسی نبی کا نام ہو اسے اٹھائے اور توہین کی جگہ سے اٹھا کے بلند جگہ رکھے نہ کہ اس کا بوسہ لے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی زمین پر پڑی ہوئی روٹی نظر آئے تو اس کی تعظیم اس کا کھانا ہے نہ کہ اس کا چومنا۔

ایسے ہی ولی کی تعظیم اس کی اتباع کرنا ہے نہ کہ اس کے ہاتھ پاؤں چومنا اور اسے چھونا۔

ہمارا منہج یہ ہے کہ اس کی تعظیم اس کی بات ماننے سے ہے نہ کہ اس کے پاس بدعات ایجاد کرنے کے ذریعے ہے۔ ❶

انتهى والله أعلم۔

اس تبرک کے بارے میں اہل بیت کا موقف:

عبدالرزاق نے اپنی ''مصنف'' میں اور ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ بے شک حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نبی ﷺ کی قبر کے پاس کھڑکی کی طرف آیا اس میں داخل ہو کے دعا کرنے لگا آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا: کیا میں تمھیں وہ حدیث بیان نہ کروں جو میں نے اپنے باپ سے سنی انھوں نے میرے دادا سے؟ یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

”لا تتخذوا قبري عيدا ولا تجعلوا بيوتكم قبورا وسلموا علي فان تسليمكم يبلغني أينما كنتم“

''میری قبر کو عید نہ بنانا اور نہ اپنے گھروں کو قبریں، مجھ پر سلام کہنا، بے شک سلام مجھ تک پہنچ جائے گا تم جہاں بھی ہوں۔''

سخاوی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ ❷

دور حاضر میں مدینہ منورہ کے علماء کا فتویٰ:

مدینہ منورہ کے علماء کا فتویٰ صادر ہوا جو ام القریٰ (عدد ۶۹ تاریخ ۱۷۔شوال ۱۳۴۴ھ) کے جریدے میں شائع ہوا۔ اس میں مذکور ہے:

قبروں پر عمارتیں بنانا ممنوع ہے اس پر اجماع ہے کیونکہ اس کی ممانعت میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس لیے اکثر علماء نے اسے گرانے کے وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل پکڑتے ہوئے کہ انھوں نے ابوالھیاج اسدی سے کہا: کیا میں تمھیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا؟ یہ کہ تو کوئی تصویر نہ چھوڑے مگر اسے مٹا دے اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اسے برابر کر دے۔''

لیکن جو جاہل لوگ مزاروں پر کرتے ہیں انھیں چھوتے ہیں، وہاں جانور ذبح کرنے اور نذر ماننے کے ساتھ ان کا قرب حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ فوت شدگان کو پکارتے ہیں تو یہ حرام ہے۔ شرعاً ممنوع ہے۔ یہ فعل

---

❶ ”فتح العلي المالك“ (۹/۲)۔

❷ ”القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع“ (ص ۲۲۸) ”التاريخ الكبير“ بخاری (۲/۳، ۲۸۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصلاً جائز نہیں ہے۔

اور دعا کے وقت نبی ﷺ کے حجرے کی طرف متوجہ ہونا بالاولیٰ منع ہے جیسا کہ یہ مذہب کی معتبر کتابوں میں معروف ہے اس لیے کہ مختلف سمتوں میں سے افضل قبلہ کی جھت ہے۔

لیکن قبر کا طواف کرنا، اسے چھونا اور اس کا بوسہ لینا مطلق طور پر منع ہے۔''

مدینہ منورہ کے علماء کا کلام ختم ہوا۔

روافض کی جانب سے اس فتویٰ میں تعارض ہے۔ خاص طور پر صدر الدین کاظمی کی طرف سے، اس نے رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے:

''رسالة الرد على فتاوىٰ الوهابيين''

کیا علماء نے نبی ﷺ کی قبر پر گنبد کے وجود کا اقرار کیا ہے؟:

''فتاویٰ اللجنة الدائمة'' (۹/۸۳، ۸٤) میں مذکور ہے:

نبی ﷺ کی قبر پر گنبد ہونے میں اس شخص کے لیے دلیل نہیں ہے کہ جو اس علت کی بنا پر اولیاء اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنائے کیوں کہ آپ ﷺ کی قبر پر گنبد بنانا آپ کا حکم نہ تھا اور نہ آپ کے صحابہ کے عمل سے تھا، نہ تابعین سے اور نہ قرون اولیٰ میں ائمہ الھدیٰ میں سے کسی ایک سے وارد ہے جن کے لیے نبی ﷺ نے خیر کی گواہی دی ہے۔ یہ تو اہل بدعت کا کام ہے۔

یقیناً نبی ﷺ نے فرمایا:

''من احدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد۔''

''جو کوئی ہمارے اس اُمر میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے جو اس سے نہ ہو پس وہ مردود ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے بے شک انھوں نے ابوالھیاج اسدی سے کہا: کیا میں تمھیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا؟ یہ کہ تو کوئی تصویر نہ چھوڑے مگر اسے مٹا دے اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اسے برابر کر دے۔''[1]

کہ آپ ﷺ سے قبر پر گنبد بنانا ثابت نہیں ہے اور نہ ائمہ سے ایسا کچھ ثابت ہے بلکہ اس سلسلے میں جو ان سے ثابت ہے وہ اس عمل کو باطل قرار دیتا ہے۔

کسی مسلمان کے لائق نہیں ہے کہ وہ اس سے دلیل پکڑے جو بدعتیوں نے نبی ﷺ کی قبر پر گنبد بنانے کے ساتھ ایجاد کیا۔ انتھی

---

[1] مسلم: ۹٦۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الشیخ عبدالعزیز بن باز، الشیخ عبدالرزاق عفیفی، الشیخ عبداللہ بن غدیان، الشیخ عبداللہ بن قعود۔ ❶

گنبد نہ گرانے کا سبب:

علماء نے قبر پر گنبد بنانے کے حکم شرعی کو واضح کیا ہے اور اس کے بدعی اثرات اہل بدعت پر واضح ہیں وہ اس کے رنگ اور عمارت کے ساتھ معلق ہیں اور ان کی اس گنبد کی تعظیم و مدح میں بہت زیادہ نثر و نظمیں ہیں اس کے انھدام کا حکم حکام نے دینا ہے یہ کام علماء کا نہیں ہے۔

اسے نہ گرانے کا سبب فتنہ سے بچنا ہے، اور ڈر ہے کہ اس سے عوام الناس اور جہلاء میں اشتعال پیدا ہوگا۔ افسوس ہے کہ عوام الناس گنبد کی تعظیم گمراہ علماء اور ائمہ بدعت کی وجہ سے اس درجہ تک کرتے ہیں۔

شیخ صالح العصیمی فرماتے ہیں:

آٹھ صدیوں سے یہ گنبد بنا ہوا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ جائز ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں سکوت اس کا اقرار ہے یا اس کے جواز پر دلیل ہے بلکہ ولاۃ المسلمین پر اس کا ہٹانا واجب ہے اور مسجد کو اسی شکل میں واپس لانا جیسا کہ عہد نبوت میں تھی ضروری ہے مساجد میں نقش و نگار اور ایسے گنبدوں کو زائل کرنا بھی ضروری ہے اور سرفہرست مسجد نبوی ہے بشرطیکہ اس پر اس سے بڑا فتنہ رونما نہ ہو لیکن اگر فتنہ پھیلنے کا ڈر ہو تو حاکم وقت پیچھے ہٹ جائے اس عزم کے ساتھ کہ جب موقع میسر آئے گا وہ ایسا کرے گا۔ ❷

اہل علم اور اہل جہل:

اے قاری! ابن حجر ہیثمی کے قول پر غور کر جس میں انھوں نے سبکی کا رد کیا ہے فرماتے ہیں:

قبر کے چھونے میں کراہت تنزیہی کا قول صحیح نہیں ہے۔ جب کہ علماء کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ نبی ﷺ سے متواتر کسی فعل کو جائز قرار دیں کہ جس کے کرنے والے پر لعنت کی گئی ہو۔ ❸

تم سبکی کے اپنے قول پر غور کرو کہ قبر کو چھونا جہلاء کا عمل ہے۔ ❹

نبی ﷺ کی قبر کے نہ چھونے پر نووی رحمہ اللہ کے اجماع نقل کرنے پر غور کر حتی کہ انھوں نے فرمایا: یہی علماء نے کہا اور اسی پر انھوں نے عمل کیا۔

فرماتے ہیں: علماء کے اقوال پر عمل کیا جائے گا عوام اور ان کے جہلاء کی بدعات کی طرف دھیان نہیں دیا جائے گا۔" ❺

---

❶ "فتاوى اللجنة اللائمة" (٢/٢٦٤،٢٦٥)۔

❷ "بدع القبور أنواعها وأحكامها" ص: ٢٥٣۔

❸ الزواجر: ١/٢٤٦۔

❹ شفاء السقام: ١٣٠۔

❺ "الإيضاح" (١٦١،٤٥٣) "المجموع" (٨/٣٧٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن الأثرم کے قول پر غور کرو وہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے اہل علم کو دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کو نہیں چھوتے تھے۔ وہ ایک طرف کھڑے ہوتے اور سلام کہتے۔ ❶

امام احمد کے قول پر غور کرو وہ فرماتے ہیں کہ اہل علم اسے (قبر کو) نہیں چھوتے تھے۔'' ❷

اور تم مالک کے قول پر غور کرو کہ جب ان سے آپ ﷺ کی قبر پر کثرت سے آنے اور کچھ دیر وہاں دعا کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:

ہمارے ملک کے اہل فقہ میں سے کسی سے مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ وہ ایسا کرتے ہوں'' ❸

اس تفصیل کے بعد حبشی کے قول کی کیا حیثیت ہے جو ہمیں انبیاء اور صالحین کی قبروں کا بوسہ لینے، انھیں چھونے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان سے سوال کرنے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ خیال کرتا ہے کہ وہ (اولیاء) اپنی قبروں سے نکلتے ہیں تا کہ مصیبت زدہ کی دعا کو قبول کریں جب وہ ان کو پکارے اور اس سے مصیبت کو دور کریں۔ پھر تم دعویٰ کرتے ہو کہ یہ فرقہ ناجیہ کا عقیدہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تو اسے جاہل عوام کے ہاں پائے گا۔ بلکہ باطنی روافض کے ہاں بھی دیکھے گا، بلکہ یہ اپنے لیے کوئی موافق نہیں پاتے۔ مگر جو رافضی ہو یا صوفی ہو۔

ابن تیمیہ کے قول سے دلیل پکڑنے کی حقیقت:

اَحباش کے مدلسین میں سے کسی ایک نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قول سے دلیل پکڑی ہے۔

کہا:

امام احمد اور دیگر کئی لوگوں نے منبر اور نبی ﷺ کے بیٹھنے اور ہاتھ رکھنے کی جگہ، کو چھونے کی رخصت دی ہے۔''

اور یہاں مدلس رُک گیا ہے، فقرہ مکمل نہیں کیا کہ ''اس کی قبر کو چھونے میں رخصت نہیں دی۔''

کہتا ہے کہ امام مالک نے منبر کے چھونے کو ناپسند کیا ہے۔ جیسے وہ قبر کے چھونے کو ناپسند کرتے تھے۔ لیکن آج منبر جل چکا ہے اور اس کا کواڑ بھی باقی نہیں رہا۔ لہٰذا جس میں انھوں نے رخصت دی ہے۔ وہ زائل ہو گیا ہے۔ ❹

انھوں نے کلام کے آخر اور اس کے شروع میں اضافہ نہیں کیا کہ جب امام احمد سے پوچھا گیا: نبی ﷺ کی قبر کو چھوا جائے اور اس پر ہاتھ پھیرا جائے؟ فرماتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا۔ میں نے ان سے کہا: منبر؟ انھوں نے کہا: ہاں، منبر کے متعلق آیا ہے۔ میں نے ان سے کہا: کہ میں نے اہل مدینہ کے اہل علم کو دیکھا ہے وہ اسے (قبر کو) نہیں چھوتے، ایک طرف کھڑے ہوتے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ احمد نے فرمایا: ہاں، ابن عمر ایسے ہی کرتے تھے۔'' ❺

---

❶ ''المغنی'' (٣/٥٥٩)

❷ ''الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف'' (٤/١٥٣)

❸ ''المدخل'' ابن الحاج، ١/١٦٢۔

❹ ''اقتضاء الصراط المستقیم'' ٢/٧١٩، ٧٢٠۔

❺ ''اقتضاء الصراط المستقیم'' ٢/٧١٩۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو آثار کی کتب میں غور وخوض کرے اور سلف کے حال کو پہچانے اسے قطعی طور پر یقین ہو جائے گا کہ وہ لوگ قبروں کے پاس فریاد نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اصلاً وہاں اس دعا کے طالب تھے بلکہ اگر جاہلوں میں سے جو ایسا کرتا وہ اسے منع کرتے تھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہ معاملہ جو حال سے خالی نہیں قبروں کے پاس دعا کرنا کہیں اور دعا کرنے سے افضل ہے یا ایسا نہیں ہے۔

یہ افضل ہے تو جائز نہیں ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین پر اس کا علم مخفی رہے۔ تین بہترین زمانوں کے لوگ اس عظیم فضل سے جاہل رہیں اور ان کے بعد والے لوگ اسے جان لیں۔ اور جائز نہیں ہے کہ اس فضیلت کا انھیں علم ہو وہ اس سے بے رغبتی کریں باوجود ان کے ہر خیر میں حریص ہونے کے، خاص طور پر دعا کیوں کہ مصیبت زدہ شخص ہر سبب اختیار کرتا ہے اگرچہ اس میں کراہت کی نوع ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ بہت زیادہ دعاؤں کے محتاج ہوں اور قبروں کے پاس دعا کی فضیلت کا انھیں علم ہو پھر وہ اس کا قصد نہ کریں یہ طبعاً اور شرعاً محال ہے۔''[1]

ان لوگوں کی طرف دیکھیں جو نصوص کو مسخ کرتے ہیں اور ان میں سے جو ان کی خواہشات کے موافق ہو اسے لے لیتے ہیں یہ عوام الناس پر بہت زیادہ تدلیس کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔

امام احمد کا قول فروی کی روایت کا رد کرتا ہے کہ جو اس نے عبید اللہ سے روایت کی ہے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک قبر پر اپنا ہاتھ رکھتے تھے۔''

اس میں فروی نے اس راوی کی مخالفت کی ہے جو اس سے اوثق ہے وہ أبو أسامہ ہے ذھبی فروی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

''نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔''

دارقطنی فرماتے ہیں: ''وہ ضعیف ہے''

مرۃ کہتے ہیں: مضطرب ہے۔

أبوداود نے اسے بہت زیادہ کمزور کہا ہے۔

عقیلی فرماتے ہیں: وہ مالک سے ایسی احادیث لایا ہے جن کی متابعت نہیں کی گئی۔

بخاری ''تاریخ الکبیر'' میں فرماتے ہیں:

انھوں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

---

[1] "اقتضاء الصراط المستقیم" (١/٣٤٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احمد بن حنبل اس سے حدیث لینے سے منع کرتے ہیں۔“ ❶

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ہمیں أبواسامہ نے بیان کیا وہ عبیداللہ سے وہ نافع وہ ابن عمر سے کہ بے شک وہ نبی ﷺ کی قبر کو چھونے کو ناپسند کرتے تھے۔“

اسے أبوالحسن علی بن عمر قزوینی نے ”أمالیہ“ میں روایت کیا ہے اور حافظ ذھبی نے بھی کہ بے شک ابن عمر نبی ﷺ کی قبر کے چھونے کو ناپسند کرتے تھے۔“ ❷

اسماعیل تیمی نے محمد بن منکدر سے بیان کیا ہے کہ وہ گونگے ہو گئے تو انھوں نے نبی ﷺ کی قبر پر اپنا رخسار رکھا اس پر اسے ڈانٹا گیا تو اس نے کہا: کہ وہ نبی ﷺ کی قبر کے ساتھ شفا طلب کرتا ہے۔“

اس أثر کو اسماعیل بن یعقوب تیمی نے گھڑا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں:

اسے ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے اس کی امام مالک سے منکر حکایت ہے۔ جسے خطیب نے بیان کیا ہے۔“ ❸

قبروں کے ساتھ تبرک کے متعلق ابن خلکان کے اقوال اور تقریرات کے ساتھ دلیل پکڑنا یہ حق طلب کرنے کی علامات میں سے نہیں ہے کہ ہم اس امت کے تمام کبار ائمہ کے اقوال کو ترک کر دیں اور ایک مؤرخ کے قول پر اعتماد کریں کہ جس نے ان پر علم وحفظ میں تمیز نہیں کی۔ بلکہ ابن کثیر نے اس پر رد کیا ہے۔

کہتے ہیں:

اور یہ بات جو ابن خلکان نے کہی ہے اس کا اہل علم نے اس جیسے لوگوں پر انکار کیا ہے کہ جو قبروں کی تعظیم کرتے ہیں۔“ ❹

اور اسی طرح أحباش کا کتاب ”البحر الزخار“ کے مصنف أحمد بن یحییٰ مرتضی الزیدی الشیعی کے قول کے ساتھ دلیل پکڑنا۔

”کہ فضلاء کی قبروں پر درگاہیں اور رقبے بنانے میں کوئی حرج نہیں۔“

اور لوگوں سے وہ مخفی رکھتے ہیں کہ وہ زیدی ہے جب کہ زیدیہ شیعہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے۔

أحباش کی سازش ہے کہ وہ شیعہ کو سنی کی صورت میں اہل سنت کے لیے پیش کرتے ہیں یہ بہت بڑا مکر ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں رسوا کرے۔

أحباش کی عادت ہے کہ وہ لوگوں پر حیلہ کرتے ہیں اسی لیے انھوں نے شیعی کتاب کے مؤلف کے مذہب کو پوشیدہ رکھا۔

---

❶ میزان الاعتدال (۱/۱۹۸) ”تهذيب التهذيب“ (۱/۲٤۸)

❷ شیخ شعیب أرناؤوط فرماتے ہیں، اس کے رجال ثقات ہیں، ”سير اعلام النبلاء“ (۱۲/۳۷۳)

❸ ”لسان الميزان“ (۱/٤۹٦) ترجمہ نمبر (۱۳۸۵) ”ميزان الاعتدال“ (۱/۲٥٤)۔

❹ البداية والنهاية: ۱۲/۲۸۷۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کیا تم پر اہلِ سنت کی کتابیں اور سنی ائمہ کے مذاہب تنگ ہو گئے یہاں تک کہ تم نے روافض کی کتب سے دلیل پکڑنا شروع کر دیا ہے؟

وہ روایت جس میں نبی ﷺ نے فرمایا:

”مجھے یہ پلاؤ کہ جس سے لوگ پیتے ہیں میں مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت تلاش کر رہا ہوں۔“

حافظ زین الدین عراقی فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔“ ❶

(جمال صقر) نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے تناقض کا دعویٰ کیا ہے اس لیے کہ وہ (ابن تیمیہ) انبیاء اور اولیاء کی قبروں کے ساتھ برکت حاصل کرنے پر شرک کا حکم لگاتے ہیں۔ جب کہ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ جب ابن تیمیہ فوت ہوئے لوگوں نے ان کی نعش پر اپنے رومال پھینکے اور ایک جماعت نے ان کے غسل سے بچے ہوئے پانی کو پیا اور ان کے لیے متعدد قرآن ختم کیے اور لوگ رات دن ان کی قبر کی طرف آتے جاتے رہے۔ وہ اس کے پاس رات گزارتے اور صبح کرتے۔ پھر کہتا ہے: دیکھو کیسے ابن کثیر نے وھابیۃ کا رد کیا کہ انھیں کوئی شعور نہیں باوجود اس کے کہ وہ اسے اپنے میں سے ایک شمار کرتے ہیں۔

الجواب:

ان کی موت کے بعد عام لوگوں نے جو کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کے مسؤول نہیں ہیں۔ لوگوں نے انبیاء کی تعلیمات کی خلاف ورزی کی نہ کہ فقط ابن تیمیہ کی تعلیمات کی۔ پھر ابن کثیر ایک مؤرخ ہیں جو ایک تاریخی واقعہ نقل کر رہے ہیں ضروری نہیں کہ جو لوگوں نے کہا ابن کثیر رحمہ اللہ اس کو قبول بھی کریں۔

ابن کثیر نے قبروں سے برکت حاصل کرنے کے متعلق اپنے عقیدے کو واضح کیا کہ جب انھوں نے ابن خلکان کا تعاقب کیا کہ جس نے خضر بن نصر کے ترجمہ میں کہا:

”اس کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے اور میں نے متعدد مرتبہ اس کی زیارت کی ہے۔ میں نے لوگوں کو دیکھا ہے وہ اس کی قبر پر آتے ہیں اور اس کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہیں۔“

ابن کثیر اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ وہ بات ہے جو ابن خلکان نے کہی جسے اہل علم نے اس کے اور اس جیسے لوگوں کے بارے میں ذکر کیا ہے جو قبروں کی تعظیم کرتے ہیں۔“ ❷

---

❶ ”احیاء علوم الدین“ (۲/۲۲۵)

❷ البدایۃ والنهایۃ: ۱۲/۲۸۷۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

شبہة: ❶

انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ دلیل پکڑی ہے۔

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ❷

''اور ان کے نبی نے ان سے کہا بے شک اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تمھارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمھارے رب کی طرف سے ایک تسلی ہے اور اس میں سے چند باقی ماندہ چیزیں ہیں جو موسیٰ کی آل اور ہارون کی آل نے چھوڑا تھا، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے، بے شک اس میں تمھارے لیے یقیناً ایک نشانی ہے، اگر تم مومن ہو۔''

کہتے ہیں کہ یہ آیت انبیاء کے آثار کے ساتھ توسل کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔

جواب:

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے طالوت کی بادشاہت کا انکار کیا کیوں کہ وہ بادشاہوں کی نسل سے نہیں تھا۔ ان کے لیے ان کے نبی نے کہا: اس کی بادشاہت کا صحیح ہونا ہے کہ تمھارے پاس صندوق آئے گا اس نشانی کے صحیح ہونے کی وجہ سے تم سکون حاصل کرو گے اور اس میں آل موسیٰ اور آل ہارون کا بقیہ ترکہ ہوگا تم اس بقیہ ترکے کے ساتھ بھی اس کی صحت پر استدلال کرو گے۔

پس وہ صندوق طالوت کی بادشاہت کے صحیح ہونے کی نشانی تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کے آثار کے ساتھ وسیلے کے جواز کا مشروع ہونا نہیں تھا۔ ابن جریر نے اس آیت میں (متعدد) اقوال پیش کیے ہیں۔ پھر فرمایا:

سکینت کے معنی میں مفسرین کے اقوال سے حق کے زیادہ قریب وہ قول ہے جو عطاء بن أبی رباح نے کہا ہے: وہ چیز کہ جس کی طرف نفوس سکون حاصل کرتے ہیں ان نشانیوں کے ساتھ کہ جنھیں وہ پہنچاتے ہیں۔

بے شک اس فہم میں صحابہ کرام پر اعتراض ہے اور ان کے کتاب اللہ کے فہم میں طعن ہے۔

صحابہ نے اس آیت سے یہ کیوں نہ سمجھا، جو تم نے سمجھا ہے؟

بلاشبہ انھوں نے قرآن کی تفسیر اپنے نبی ﷺ سے حاصل کی۔ اس کے باوجود وہ لشکر کے ساتھ آپ ﷺ کے آثار میں سے کوئی چیز نہیں بھیجتے تھے کہ اس کے ذریعے اپنے لیے مدد حاصل کریں اور آپ ﷺ کے آثار آپ کے کپڑے اور تلوار تھی جو ان کے درمیان رہی۔ کوئی بھی صحیح اور واضح اثر نہیں پایا جاتا جس میں بیان ہو کہ صحابہ اپنی جنگوں

---

❶ ضرورت کا تقاضہ ہے کہ اس فقرہ کا تکرار کیا جا رہا ہے۔ جب کہ باب التوسل میں یہ گزر چکا ہے۔

❷ البقرة: ٢٤٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں انبیاء کے آثار میں سے کوئی چیز ساتھ رکھتے تھے اور اس کے ساتھ اپنے رب کی طرف وسیلہ پکڑتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو زیادہ پہچاننے والے تھے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے پر زیادہ حریص تھے۔

یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول سے کیوں بے خبر ہے کہ تم سے پہلے لوگ اسی طرح ہلاک ہوئے وہ اپنے انبیاء کی تلاش میں رہتے تھے اور وہاں کنیسے اور گرجا گھر تعمیر کرتے تھے۔''

اور آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو باری باری ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ وہ جگہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ اپنے انبیاء کے آثار کو مسجد بناؤ؟ بے شک تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے، جس کو جہاں نماز کا وقت ہوا سے چاہیے کہ نماز پڑھے وگرنہ گزر جائے۔'' ❶

آپ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں کہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی گئی آپ نے حکم دیا۔ پس اسے کاٹ دیا گیا۔ ❷

اور ہم جب کسی نص میں اختلاف کریں تو اسے صحابہ کے فہم اور ان کے عمل کی طرف لوٹائیں گے۔

فرض کریں اس قصے سے مراد وہی ہے جس کا ان لوگوں نے دعویٰ کیا ہے تو وہ کیسے پختہ عزم کرتے ہیں کہ ہم سے پہلے لوگوں کی شرع ہمارے لیے (بھی) شرع ہے؟

وہ ہمارے لیے شرع کیسے ہوسکتی ہے؟

جب کہ ہماری شرع میں ایسے (امور) آئے ہیں جو اس (شرع میں قبلنا) کے مخالف ہے۔

پس آثار کے ساتھ مدد طلب کرنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں تھا اور نہ ہمارے سلف صالحین کا طریقہ تھا۔

بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صراحت کی ہے کہ بنی اسرائیل اپنے انبیاء کے آثار کی تلاش اور آثار کی پیروی کے سبب ہلاک ہوئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے دلیل پکڑنے کی حقیقت:

حبشی نے استدلال کیا کہ ابن عمر ان جگہوں کو تلاش کرتے تھے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ ❸

اس کا جواب:

یقیناً حضرت ابن عمر اپنے اس فعل کے ساتھ برکت کے طالب نہ تھے بلکہ وہ محض متابعت کے طالب تھے ہر اس کام کے ذریعے کہ جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام احوال میں کیا حتی کہ کہا جاتا ہے کہ وہ دوران وضوء اپنی آنکھوں میں پانی

---

❶ ابن وضاح قرطبی نے اسے اپنی کتاب "البدع والنهي عنها" میں روایت کیا ہے۔ "وفاء ابوفاء" سمهودی، (٤/١٤١٢)۔

❷ حافظ ابن حجر "فتح الباري: ٧/٤٤٨" میں فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

❸ المقالات السنية: ١٣٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داخل کرتے اورحتی کہ انھوں نے ہر اس جگہ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔ جبکہ وہ ان اماکن کونہیں چھوتے تھے کہ جن کے بارے میں وہ جانتے تھے کہ نبی ﷺ ان کے پاس کھڑے یا بیٹھے ہیں۔

اس کی دلیل: ابن عمر نبی ﷺ کی قبر چھونے سے منع کرتے تھے‘‘ جیسا کہ اسے حافظ ذہبی نے روایت کیا ہے۔ ❶

حضرت ابن عمر کے فعل سے ان کا سمجھنا کہ یہ تبرک کے لیے ہے اس سے لازم آتا ہے کہ صحابہ اماکن اور آثارِ ارضی کے ساتھ برکت حاصل کرتے تھے کہ جن میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی یا ان میں آپ بیٹھے۔

’’نبی ﷺ کے صحابہ کے اقوال یا ان کے افعال سے صحیح دلیل کے ساتھ ایسا کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ بلکہ صحیح سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: کہ سابقہ امتیں اپنے انبیاء کے آثار کو تلاش کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔

بے شک جو کام ابن عمر نے کیا اکثر صحابہ بلکہ خلفائے راشدین نے بھی نہیں کیا وہ ان کی مخالفت میں درست تھے۔ بلکہ ان کی موافقت ان کے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں کی کہ جب انھوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا وہ باری باری ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے۔

آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ وہ جگہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی آپ نے فرمایا: کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ اپنے انبیاء کے آثار کو مسجدیں بناؤ؟ بے شک تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جسے جہاں نماز کا وقت ہوا سے چاہیے کہ نماز پڑھے وگرنہ گزر جائے۔‘‘

اور جب آپ رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں، جس کے پاس نبی ﷺ کی بیعت کی گئی آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا پس اسے کاٹ دیا گیا‘‘۔ ❷

اور جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا اور صحابہ نے اس پر اس کا اقرار کیا ہے وہی درست ہے خاص طور پر جب کہ وہ خلیفہ راشد ہیں جن کی اتباع کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدى۔“

’’تم میری سنت کو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا۔‘‘

شاید کہ تو اس حبشی سے سوال کرے کہ ان کے نزدیک صحابی کا فعل حجت کب ہوتا ہے۔ جب وہ کسی کام میں باقی صحابہ سے منفرد ہو؟ اکثر صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کی موافقت کی ہے۔ صحابی کا قول جب کسی دوسرے صحابی

---

❶ شیخ شعیب اُرناؤوط فرماتے ہیں اس کے رجال ثقات ہیں ”سير أعلام النبلاء“ (١٢/٣٧٣)۔

❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ دیکھئے: ”فتح البارى: ٧/٤٤٨“ میں حافظ ابن حجر کا قول کہ اس کی سند صحیح ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے قول کے خلاف ہوتو وہ حجت نہیں ہوتا۔تو اس وقت اس کی کیا حیثیت ہوگی جب وہ اکثر صحابہ کرام اور خلیفہ راشد کے خلاف ہو؟

اور اگر یہ عمل مستحب ہوتا تو وہ اس کی طرف سبقت لے جاتے۔

ثابت ہوا کہ اجباش فقط دعویٰ کی حد تک رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں جبکہ عملی طور پر آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے طریقے کو چھوڑنے والے ہیں۔

وہ جس قدر بھی اپنی بدعات وانحرافات کا ضعیف سند دلائل کے ساتھ دفاع کریں، بے شک وہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کے طریقے کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں۔پس صحابہ سے اپنے نبی ﷺ کی ولادت پر محافل کا اہتمام کرنا ثابت نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی ولادت کی مناسبت سے نہ انھوں نے محافل کا انعقاد کیا نہ دف اور طبلے بجائے۔اور نہ ہی ان کے لیے صوفیہ کے طرق تھے۔ان کے پاس تو واحد طریقہ اپنے نبی کی سنت تھا۔وہ بدعت سیہ کا دفاع نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہرگز نجات نہ دے گا مگر جب یہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کے طریقے پر چلیں۔

اللہ تعالیٰ حافظ حکمی پر رحم کرے جنھوں نے فرمایا:

جو کسی قبر پر چراغ جلائے یا کسی قبر پر مسجد بنائے۔وہ واضح طور پر یہود ونصاریٰ کی سنن کی تجدید کر رہا ہے۔

متعدد بار مختار (علیہ السلام) نے اس سے ڈرایا اور ایسا کرنے والے پر لعنت کی ہے جیسا کہ اہل سنن نے روایت کیا ہے۔

بلکہ آپ ﷺ نے قبر کو اونچا کرنے سے روکا ہے اور اس سے بھی کہ اسے ایک بالشت سے زائد اوپر کیا جائے۔

ہر اونچی قبر کو آپ ﷺ نے برابر کرنے کا حکم دیا ایسے ہی صحیح خبر ہے۔اور آپ ﷺ نے امت کو اس میں غلو سے ڈرایا ہے اور ابلیس نے ان کو اس پر جرأت کرنے کے ساتھ دھوکے میں ڈالا ہے۔

انھوں نے واضح طور پر اس کی مخالفت کی اور جس سے منع کیا گیا تھا۔اس کا ارتکاب کیا اور انھوں نے اجتناب نہیں کیا۔

پس ان کی طرف دیکھو تحقیق انھوں نے غلو کیا اس میں حد سے بڑھ گئے،قبروں کو بلند کیا اور انھیں پختہ کیا۔

اس (قبر) پر انھوں نے چراغ جلائے اور کتنے ہی جھنڈے اس پر انھوں نے باندھے اپنے مُردوں سے حاجات کو تلاش کیا اور اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنایا۔

تحقیق ابلیس نے ان کا شکار کیا بلکہ بعض تو اس کے ہم خیال ہو گئے۔

کاش کہ اسے شعور ہوتا جس نے اسے مباح قرار دیا ہے اور امت کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔

اے بہت زیادہ فضل وانعام والے ہم تیری طرف اسلام کی آزمائش کا شکوہ کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین میں بدعت

❀...... اشعری کے کلام میں دلیل پکڑنا

❀...... بدعت مذمت کے لیے استعمال ہوئی ہے

❀...... بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کا شبہ

❀...... بدعت کو بہتر جاننے کا بھیانک انجام

❀...... چھ بدعات صغیرہ درحقیقت بدعات کبیرہ کا پیش خیمہ ہیں

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین میں بدعت

دین میں زیادتی قبیح ترین فعل ہے۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے آگے بڑھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ ❶

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔''

پس جب اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کر دیا ہے، اور نعمت کو پورا کر دیا ہے۔

''اکملت'' میں نے مکمل کر دیا۔ ''أتممتُ'' میں نے پورا کر دیا۔

پس کیا ہے وہ خیال جسے لوگوں نے اس کے بعد گھڑ لیا ہے؟

خیر پر ہر اضافہ خیر ہی ہوتا۔

وضو پر اضافے کا کیا حکم ہے؟

گویا کہ وضو کرنے والا اعضاء کو پانچ مرتبہ دھوئے۔ کیا یہ خیر ہے یا شر؟

نبی ﷺ نے فرمایا:

''هكذا الوضوء فمن زاد على هذا فقد أساء وظلم وو تعدّى۔'' ❷

''وضو اس طرح ہے پس جس نے اس پر اضافہ کیا اس نے بُرا کیا، ظلم کیا اور زیادتی کی۔''

نبیل شریف حبشی کہتا ہے: جب تو رکوع سے اُٹھے تو کہہ: ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔''

اور تو یہ نہ کہہ: ''ربنا ولك الحمد والشكر۔''

کیونکہ شکر کا لفظ سنت میں وارد نہیں ہوا یہ اضافہ ہے۔ ❸

یہی بات ہم تمھیں کہتے ہیں۔

احباش نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کا شیخ اہل بدعت پر بہت سخت تھا۔ جبکہ ان کے لیے زیادہ مناسب ہے کہ وہ کہیں: وہ

---

❶ المائدہ: ۳۔

❷ ابوداود نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

❸ سلسلة أشرطة مجالس الهدى: ۹/ ۹۰۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدعت کے منکرین پر بہت سخت تھا۔

آپ نے فرمایا جس نے کوئی عمل کیا جس پر میرا عمل نہیں تو وہ مردود ہے۔ (متفق علیہ) کسی بدعتی عمل کا جاری ہونا اس اُمر کو جائز کر دینا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی یہ ان کی طرف سے اعتراف ہے کہ اس زیادتی کو نہ اللہ کے رسول ﷺ نے پہچانا اور نہ آپ ﷺ کے صحابہ نے نبی ﷺ نے فرمایا:

"اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی۔"

''جب تم مؤذن کو سنو پس اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو۔''

اس سے تاکید ہوتی ہے کہ درود غیر مؤذن کے لیے ہے۔

وگرنہ اس قول کیا مطلب ہی:

"فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی"

''تم ایسے کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو۔''

اگر وہ صیغہ مؤذن کہتا ہے تو پھر نبی ﷺ کو ضرورت نہ تھی کہ آپ فرماتے: ''پھر مجھ پر درود پڑھو۔'' ان پر وجوب کی وجہ سے کہ وہ وہی کہیں جو وہ (مؤذن) کہتا ہے۔

پھر حبشی اپنی عادت کے مطابق نصوص کو پھیرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے کہا: اذان کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھنا مستحب ہے اس دلیل کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ﴾ ❶

''اور نیکی کرو۔'' ❷

دلیل اچھی ہے لیکن استدلال بُرا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ "

یہ نہیں فرمایا: "وافعلو البدع" کہ بدعت کرو۔''

بدعت خیر کے مسمّٰی میں کیسے داخل ہو گئی؟ جب کہ نبی ﷺ نے اس کا وصف بیان کیا ہے کہ وہ گمراہی ہے۔

میں اعتقاد نہیں رکھتا کہ تم اس شخص سے راضی ہو گے جو ایک رکعت میں تین سجدے کرے دلیل پکڑتے ہوئے کہ یہ خیر کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم خیر کے کام کریں۔ اور تم خیر کے کام کرنے پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے زیادہ حریص اور سبقت لے جانے والے نہیں ہو۔ انھوں نے اس آیت سے یہ نہیں سمجھا جو تم نے سمجھا ہے اور اگر وہ بھلائی ہوتی تو وہ اس کی طرف سبقت لے جاتے۔ خیر کے کام سے جو تم ولادت کی محافل کا اہتمام کرتے ہو یہ نہ صحابہ نے اور نہ ہی تابعین نے کیا۔

❶ الحج: ۷۷۔ ❷ "صریح البیان" (۱۸۵) "منارالھدی" (۲۹/۲۵) (المقالات السنیة) (۱۸۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا تو تم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا تم نے رسول کی مخالفت کی ہے اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کی پیروی کی ہے اشاعرہ کے ائمہ میں سے کسی ایک نے کہا ہے۔ ❶

''ہر خیر سلف کی اتباع میں ہے اور ہر شر خلف (بعد میں آنے والے لوگ) کی اختراع میں ہے۔''

پس سنت کی اتباع خیر کا کام کرنا ہے، اور نئی چیز ایجاد کرنا بُرا کام کرنا ہے۔

دوران رکوع فاتحہ پڑھنا خیر کے کاموں میں سے نہیں ہے۔ عیدین، یا نماز استسقاء یا نماز جنازہ کے لیے اذان بدعت ہے باوجود اس کے کہ اذان اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہے۔ خیر کے کام کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقید ہو۔ سنت کے موافق ہو وگرنہ وہ خیر کی صورت میں شر ہوگا اور وہ کلمہ حق ہوگا جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔

بعینہ اس چیز کے ساتھ شیعہ اذان میں اپنے اضافے پر استدلال کرتے ہیں:

"حی علی خیر العمل"

''بھلائی کے کام کی طرف آؤ۔''

اس کا انکار کرنے والے پر وہ نبی ﷺ کے فرمان کے ساتھ دلیل پکڑتے ہیں۔

"واعلموا أن خير أعمالكم الصلاة"

''جان لو! تمھارے اعمال میں سے بہترین نماز ہے۔''

پھر کہتے ہیں: اسی لیے ہم نے اذان میں اس کا اضافہ کیا ہے اور اضافے کی کوئی حدود نہیں ہے۔

سلیم علوان نے دعوی کیا ہے۔ ❷

بے شک صلاح الدین ایوبی نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ اذان شروع کرنے سے پہلے وہ منادی کریں: ''اللہ موجود بلا مکان'' ''اللہ تعالیٰ موجود ہے بغیر جگہ کے'' غور کرو! نمازوں یا دیگر اعمال کی بدعات میں سے بدعت کا ارتکاب کرنے والا کہتا ہے کہ وہ بھلائی کا کام کرتا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے تو یہ بُرا کیسے ہوا؟ جب کہ یہ نماز ہے یا اللہ کا ذکر ہے۔

جواب:

یہ اس چیز کو مشروع کرنا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار نہیں دیا لہٰذا وہ شر ہے جس پر اسے سزا دی جائے گی اگرچہ وہ اس صورت میں ہے جو شرع کے موافق ہے۔ سعید بن مسیب نے ایک آدمی کو دیکھا جو فجر کے بعد دو سے زائد رکعتیں پڑھ رہا تھا اس میں بہت زیادہ رکوع اور سجدے کر رہا تھا۔ آپ نے اسے منع کیا۔ اس آدمی نے کہا: اے ابو محمد

---

❶ "جوهرة التوحيد" للقاني۔
❷ "شريط سليم علوان" (١/٣٨٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ مجھے نماز پر عذاب دے گا؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ لیکن سنت کی خلاف ورزی پر تجھے عذاب دے گا۔'' ❶

اہلِ بدعت نے عام لوگوں میں تلبیس سے باطل کو پھیلایا ہے کیوں کہ ہر بدعت حق اور باطل پر مشتمل ہوتی ہے۔

نبی ﷺ کی محبت حق ہے اور آپ کی ولادت پر محافل کا انعقاد باطل ہے نہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا اور نہ ہی آپ نے صحابہ سے یہ کام کہا۔

اس کے ساتھ آپ پر اُحباش کا تلبیس اور ظلم واضح ہو جائے گا۔

ان کے مجلہ میں عنوان ہے ''احذروا الوهابية'' (وہابیوں سے بچو) کہ وہ وہابی کلمہ ''لا الٰه الا اللّٰه'' کو بھی ناپسند کرتے ہیں، وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

وہ کلمہ ''وحداو اللہ'' کے خلاف ہیں۔ ❷

کیوں کہ وہابی عام لوگوں کو اس عادت سے منع کرتے ہیں کہ وہ ان میں معروف ہے کہ وہ جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان کرتے ہیں۔

یہ منع کرنا اللہ کی توحید سے کراہت کے طور پر نہیں ہے جیسا کہ مالک ناپسند کرتے تھے کہ لوگ قرآن کی قراءت کے لیے جمع ہوں۔

فرماتے ہیں:

''یہ مکروہ اور منکر ہے جو ہمیں اچھا نہیں لگتا اور یہ سلف صالحین کا عمل نہیں ہے۔''

جیسا کہ ابوشامہ جمعہ میں خطیب کی دعا کے وقت لوگوں کے ہاتھ اٹھانے کو قدیم بدعت شمار کرتے تھے۔

اور جنازوں پر خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی قراءت کرنا بدعات میں سے ہے۔ ❸

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر کے پہلو میں ایک آدمی نے چھینک ماری اس نے کہا:

''الحمد للّٰه والسلام على رسوله''

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور اس کے رسول پر سلامتی ہو۔''

ابن عمر نے کہا: اور میں تو کہتا ہوں:

''الحمدللّٰه والسلام على رسول اللّٰه''

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور رسول اللہ ﷺ پر سلامتی ہو''

---

❶ اسے بیہقی نے ''السنن الكبرى'' (٢/٤٦٦) میں روایت کیا ہے اور خطیب نے ''الفقيه والمتفقه'' (١/١٤٧) میں اور دارمی (١/١١٦) نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

❷ ''منار الهدى'' (٢٩/٦١)

❸ ''الباعث على انكار البدى والحوادث'' لابی شامه، (١٤٣، ١٣٨، ١٢٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں سکھایا۔ ہمیں سکھایا ہے کہ ہم کہیں:

"الحمدللّٰہ علی کل حال۔" ❶

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہر حال میں"

آپ ﷺ نے فرمایا تحقیق میں نے تم کو واضح روشن راستے پر چھوڑا ہے جس کی رات اس کے دن کی طرح (روشن) ہے۔ میرے بعد اس سے نہیں ہٹے گا۔ مگر ہلاک ہونے والا۔ اور جو تم میں سے زندہ رہے گا پس عنقریب وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس تم میری سنت کو لازم پکڑو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو۔ تم اسے اپنے دانتوں کے ساتھ پکڑو اور تم نئے امور ایجاد کرنے سے بچو۔ بے شک ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" ❷

اور "کل" کا لفظ اہل لغت کے نزدیک عموم کے الفاظ میں سے ہے۔

اس حدیث نے بدعت اور دوسری (بدعت حسنہ) کے درمیان فرق نہیں کیا۔ اور نکرہ جب مضاف ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے اور عموم خاص نہیں کیا جاتا مگر استثناء کے ساتھ اور یہاں استثناء کہاں ہے؟

اسی کو صحابہ نے سمجھا ہے اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے حسن خیال کریں" ❸

ہم سوال کرتے ہیں: صحابہ اور تابعین اس بدعت کو حسن کہنے سے غافل کیوں ہوئے کہ جسے فاطمی متاخرین (حسن) خیال کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ناک خاک آلود کرتے ہوئے اسے نشر کرتے ہیں؟

فاطمیوں کے ہم خیال رسول اللہ ﷺ کی ولادت پر محافل کے انعقاد سے آپ کی تکریم پر کیسے حریص ہیں جب کہ سلف کے خیال میں یہ نہیں کھٹکا؟

یا تو وہ نبی ﷺ کے صحابہ سے زیادہ ہدایت والے راستے پر ہیں انھوں نے خیر کی خصلتوں میں سے ہر خصلت کی طرف جلدی کی ہے۔ یا وہ گمراہ ہیں ان کے راستے کے علاوہ (دوسرے راستے) کی پیروی کرنے والے ہیں۔

تمام بدعات مذموم ہیں:

یہ قول: "کل بدعة ضلالة"

"ہر بدعت گمراہی ہے۔"

---

❶ "ترمذی" (٢٧٣٨) "حاکم" (٤/٢٦٥) اور مروی نے "تهذيب الكمال" (٦/٥٥٣) میں حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

❷ اللالکائی نے اسے روایت کیا ہے۔ (١/٢٢) ابن ماجه (٤٣) "حاکم" (١/٩٦) أحمد، (٤/١٢٦) البانی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے "سلسلة" (٩٣٧)۔

❸ اللالکائی نے اسے (شرح اصول الاعتقاد نمبر ١٢٦) میں روایت کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین میں بدعت کی مطلق مذمت پر دلیل ہے شاطبی فرماتے ہیں:

بے شک ہر بدعت اگرچہ وہ قلیل ہو شریعت میں اضافہ کرنا ہے یا اصل صحیح کو تبدیل کرنا ہے۔ پھر بدعتی شخص اپنے آپ کو شریعت بنانے والے کے مرتبہ پر رکھتا ہے۔ کیوں کہ شارع نے شرع کو وضع کیا اور مخلوق پر لازم قرار دیا کہ وہ اس کے طریقے پر عمل کرے اور وہ (شارع) اس کے ساتھ متفرد ہو گیا ہے۔

اور یہ شخص جو اللہ کے دین میں بدعت ایجاد کرتا ہے تحقیق اس نے اپنے آپ کو شارع کے مثل اور مشابہ قرار دیا ہے اس اعتبار سے کہ اس نے شارع کے ساتھ شریعت بنائی ہے۔" ❶

بلاشبہ بدعت کا ایجاد کرنا سنت کے چھوڑنے کی طرف لے جانا ہے۔

خبر میں مذکور ہے:

"جو قوم بھی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اس کے برابر سنت اٹھالی جاتی ہے۔ سنت پر عمل کرنا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔"

حافظ ابن حجر "فتح الباری" میں فرماتے ہیں:

اسے اُحمد نے "مسند" میں جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ❷

حسان بن عطیہ فرماتے ہیں:

جو لوگ اپنے دین میں بدعت ایجاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے برابر ان سے سنت کھینچ لیتے ہیں پھر اسے قیامت کے دن تک ان کی طرف نہیں لوٹاتے۔" ❸

بلکہ اللہ تعالیٰ اس آدمی سے تقویٰ سلب کر لیتے ہیں اوزاعی فرماتے ہیں:

جو شخص بھی بدعت ایجاد کرتا ہے اس سے تقویٰ سلب کر لیا جاتا ہے۔" ❹

بدعت کو حسن قرار دینا اور اس کی تقسیم بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ میں کرنا یہ عام مسلمانوں پر فساد کے دروازے کو کھولنا ہے۔ جب کہ ہم انھیں سمجھائیں کہ بدعت دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ گمراہی نہیں ہوتی۔

علاوہ ازیں اس کے بعد ہم ہرگز استطاعت نہیں رکھیں گے کہ ان کے لیے کوئی ضابطہ یا قانون پیش کریں جس کے ساتھ وہ بدعۃ الھدی (ہدایت یافتہ بدعت) اور بدعۃ الضلالۃ (گمراہ کن بدعت) میں فرق کریں اور نہ ہی ہم استطاعت رکھیں گے کہ ان کو کوئی ایسا نقشہ بنا دیں جو ان دونوں قسموں کی انواع میں سے ہر نوع کو شامل ہو اور مفصل ہو۔

---

❶ "الاعتصام" (١/٦١)

❷ "فتح الباری" (١٣/٢٥٣) البانی نے اسے "المشكاة" (١٨٧) میں ضعیف کہا ہے۔

❸ اسے دارمی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (۱/ ۴۵)

❹ "سیر اعلام النبلاء" (٧/١٢٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس ہم ان کے لیے شر (برائی) کا دروازہ کھولیں گے پھر ہم انھیں شیطان کے لیے چھوڑ دیں گے وہ ان کے ساتھ خلوت اختیار کرے گا اور ان کے لیے بدعت کی اقسام کو مزین کرے گا بعد اس کے کہ ہم نے ان کے لیے ہر سمت سے خواہشات کے دروازے کو کھول دیا ہے۔ عوام کو ان کے دین میں کیا نقصان ہے کہ وہ سمجھیں کہ ہر وہ چیز جو شریعت میں وارد نہیں ہوئی اسے بدعت شمار کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی مشروعیت میں کتاب اللہ یا سنت رسول سے کوئی صحیح نص آجائے؟ کیا یہ گمراہی ہے؟ شر پسند اور اپنے علم کو ظاہر کرنے والے لوگوں پر ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو اس سے ڈرائیں؟

بے شک بدعات میں سے کسی چیز کو حسن قرار دینا جائز نہیں ہے اور نہ ہی حسنہ اور سیئہ کی تقسیم کرنا جائز ہے بعد اس کے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بُرا قرار دیا ہے۔ شرع میں بدعت کا ذکر صرف محل ذم پر ہوا ہے۔

اور اگر آپ چاہتے تو بدعت کو بدعت ھدٰی اور بدعت ضلالۃ میں تقسیم کرتے جیسے سنت کو سنت حسنہ اور سنت سیئہ میں تقسیم کیا ہے۔''

آپ ﷺ کے اس فرمان کے بعد: ''کل بدعة ضلالة'' ''ہر بدعت گمراہی ہے'' کوئی عقل مند شخص کیسے سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس میں سے بدعت ھدٰی ہے؟

بلکہ بعض کے نزدیک بدعۃ واجبۃ ہے جیسا کہ ابن عابدین نے کہا ہے:

''کبھی بدعت واجب ہوتی ہے۔'' ❶

شرع میں بدعت محل مذمت پر وارد ہوئی ہی:

ہمارے نبی ﷺ کی زبان پر بدعت کا ذکر صرف بطور مذمت وارد ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عرفِ شرع میں بدعت مذموم ہے بخلاف لغۃ کے کہ اس میں ہر وہ چیز جو غیر مثال پر وجود میں آئے اسے بدعت کہا جاتا ہے برابر ہے کہ وہ محمود ہو یا مذموم۔'' ❷

بے شک بدعت کا شرعی معنی فقط مذموم کے ساتھ خاص ہے۔ ❸

اسی طرح سبکی نے کہا ہے جیسا کہ اس سے زبیدی نے بیان کیا ہے۔'' ❹

قرینہ حال تاکید کرتا ہے کہ بدعتی کا لفظ مذمت طعن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے یہی اصل ہے اگر کسی آدمی کی صفت بدعتی بیان کی جائے تو اس سے مقصود محض اس کی مذمت اور جرح ہوتی ہی۔ جب کسی جماعت کا اہل بدعت اور بدعتی فرقہ ہونے کے ساتھ وصف بیان کیا جائے تو فوراً ان کی مذمت ذہن میں آتی ہے۔

---

❶ ''ردالمحتار'' (١/٣٧٦)
❷ فتح الباری: ١٣/٢٥٢ تا ٢٥٤۔
❸ فتح الباری: ١٣/٢٧٨۔
❹ ''اتحاف السادة المتقين'' (٣/٤٢١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارا خیال نہیں کہ جس کا بدعتی ہونے کے ساتھ وصف بیان کیا جائے پھر وہ کہے: کون سی بدعت تم مراد لیتے ہو، کیا تم سیئہ کا قصد کرتے ہو یا حسنہ کا؟ بلکہ وہ فوراً سیئہ کی طرف متوجہ ہوگا کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ یہ لفظ مذمت کے لیے استعمال ہوتا ہے مدح کے لیے نہیں۔

اسی لیے اُحباش جب اپنے شیخ کا ترجمہ بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''وہ اہل بدعت پر سخت تھے۔'' یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لفظ بدعت کا اطلاق کرتے تھے اور اس سے مراد بدعت مذمومہ لیتے تھے۔

بے شک بعض مشائخ میں سے جب کوئی منبر پر چڑھتا ہے تو اپنے خطبے کا آغاز معروف مقدمے سے کرتا ہے۔

''وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة فى النار۔''

''امور میں سے بُرے جو نئے ایجاد کیے جائیں، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔''

پس جب وہ منبر سے اترتا ہے تو بدعت پر انکار کرنے والوں سے کہتا ہے: ہر بدعت گمراہی نہیں ہے بلکہ بدعت تقسیم ہوتی ہے بدعت حسنہ اور بدعت ضلالہ کی طرف۔''

کبھی وہ شمول (ہر چیز) کے ساتھ استدلال کرتا ہے اور کبھی اس کا انکار کرتا ہے۔

☆......تحقیق سلف صالحین نے آپ ﷺ کے کلام سے بدعت کا مطلق مذموم ہوتا ہی سمجھا ہے۔

☆......عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''كل بدعة ضلالة وان رأها الناس حسنة'' [1]

''ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا خیال کریں۔''

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

''اتباع کرو، بدعت ایجاد نہ کرو، تحقیق تم کفایت کیے گئے ہو۔'' [2]

حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر وہ عبادت جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کی تم اسے نہ کرو'' [3]

فرماتے ہیں: ہم اقتداء کرتے ہیں نئے کام ایجاد نہیں کرتے، اتباع کرتے ہیں، بدعت ایجاد نہیں کرتے، اور ہم ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے جب تک ہم دلائل کو پکڑ کر رکھیں گے۔ [4]

اُحباش نے اس قول پر تعریف کی ہے انھوں نے کہا ہے: علماء کا کہنا ہے اتباع کرو بدعت ایجاد نہ کرو حتی کہ

---

1. اسے لالکائی نے ''شرح أصول السنة'' نمبر ۱۲۶ میں روایت کیا ہے۔
2. اسے طبرانی اور دارمی (۱/۶۹) نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ أحمد (۱/۱۳۹)۔
3. ''الباعث على انكار البدع والحوادث'' أبو شامہ۔
4. اسے اللالکائی نے ''شرح اصول السنة'' (۱/۸۶) میں روایت کیا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قول میں بھی۔"❶

لیکن ان کا شیخ اس کی مخالفت کرتا ہے کہ جو کہتا ہے: تم بدعت ایجاد نہ کرو۔"

تو یہ اس سے فوراً کہتے ہیں: تجھے یہ کہنا کافی ہے کہ بدعت، بدعت ھدیٰ اور بدعت ضلالہ میں تقسیم ہوتی ہے۔

ابن ماجشون کہتے ہیں: میں نے مالک کو سنا وہ کہتے تھے: جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی وہ اسے اچھا خیال کرتا ہے تحقیق اس نے گمان کیا کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ ❷

"آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔"

پس جو اس دن دین نہیں تھا وہ آج دین نہیں ہوسکتا اور اس امت کے آخری لوگ درست نہیں ہو سکتے مگر اسی چیز کے ذریعے جس کے ساتھ اس کے پہلے لوگ درست ہوئے۔"❸

حبشی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ دلیل پکڑتا ہے:

﴿فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ﴾ ❹

"پس وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔"

ہم اس پر اس کی موافقت کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سیاق اور اسی آیت میں قرینہ کو واضح کیا ہے جو تخصیص پر دلالت کرتا ہے پس "كل بدعة ضلالة" "ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اس کی تخصیص کہاں ہے؟

کیا اتباع کرنا بدعت ایجاد کرنے سے اولیٰ نہیں ہے؟ کیا سنت پر جمع ہونا اختراع اور بدعت پر جھگڑنے سے بہتر نہیں ہے؟

جی ہاں مسلمانوں کے درمیان اتباع کرنا اجنبی ہو چکا ہے اور بدعت کا ایجاد کرنا ان کے لیے مانوس ہو گیا ہے جس سے نفرت نہیں کی جاتی۔ خبر دار! رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا جب آپ نے کہا:

"بدأ الاسلام غريباً وسيعود غريبا كما بدأ فطوبى للغرباء"❺

---

❶ "منار الهدى" (٢٥/١٣)

❷ المائدة: ٣۔

❸ اسے ابن ماجشون نے روایت کیا ہے اور یہ مالک کے قول سے مشہور ہے "الاعتصام" للشاطبی (١/٤٩)۔

❹ الأحقاف: ٢٥۔

❺ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ (١٤٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اسلام اجنبی شروع ہوا اور عنقریب اجنبیت کی طرف لوٹ جائے گا پس اجنبیوں کے لیے خوشخبری ہے۔"

اور اگر علم الکلام، تصوف، فلسفہ اور اس کے اہل کا اس کی طرف مائل ہونا اور ان لوگوں کا اس سے مزین ہونا بدعت نہیں ہے تو اور بدعت کیا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ دلیل پکڑنا: "نعمت البدعة" "اچھی بدعت ہے"

اگر کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: "نعمت البدعة هذه" "یہ اچھی بدعت ہے"

(۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے قول کا حضرت عمر اور ان کے علاوہ کسی کے قول کے ساتھ تعارض قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سے بدعتی شخص نتیجہ نکالے گا کہ وہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام "كل بدعة ضلالة" "ہر بدعت گمراہی ہے۔" کو غیر معصوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ ملائے گا اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر حضرت عمر کے قول کو ترجیح دینا اخذ کرے گا کیا عمر راضی ہوں گے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو رد کریں اور (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے کلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر فضلیت دیں؟

کیا ہم معصوم کے کلام کو غیر معصوم کے کلام کی وجہ سے ترک کر دیں؟

پس اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی اقتدا کا حکم دیا ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ خطا سے معصوم نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑا ہونے سے رک گئے تھے جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں فرمایا:

"قوموا فأحرموا وانحروا واحلقوا"

"کھڑے ہو جاؤ، احرام باندھو، نحر کرو اور حلق کرو"

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا موقف ان (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے خلاف تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی مخالفت کی جب انھوں نے انکار کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ بیٹھیں" اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے متعلق ان کے موقف کی مخالفت کی اور ان سے کہا: اے عمر کیا تم جاہلیت میں سخت اور اسلام میں نرم ہو؟ اور حضرت عمار بن یاسر نے تیمم کے بارے ان کے موقف کی مخالفت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خیال کرتے تھے کہ تیمم فقط وضو سے ہے جنابت سے نہیں ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اس سے متعارض نہیں ہے:

"اقتدوا بالذين من بعدي: أبي بكر وعمر"

"میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدا کرو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے شک صحابہ میں سے بعض خطا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تصحیح کے لیے کسی کو مقرر کر دیا جیسا کہ ہم ان دلائل میں دیکھ رہے ہیں کہ جنھیں ہم نے ذکر کیا ہے۔

(۲) جسے تم تعارض گمان کرتے ہو ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو دین میں بدعت ایجاد کرنے کی اجازت دیں ان کے متعلق اس طرح کا خیال نہیں رکھا جا سکتا۔ ہمیں کیا ہے ہم سنتے ہیں (قال رسول اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ہم انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: بلکہ عمر نے فرمایا؟ کیا واجب نہیں کہ تنازع کے وقت معاملہ اللہ اور رسول کی طرف لوٹایا جائے؟ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ﴾ ❶

''پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو''

تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے لوگوں کا امتحان لیا کہ جب وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نکلیں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اس امتحان کی وضاحت کی فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! بے شک یہ (حضرت عائشہ) دنیا و آخرت میں تمھارے نبی کی بیوی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے تمھیں آزمایا ہے تاکہ وہ جان لے کہ تم اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتے ہو یا ان (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کی۔'' ❷

اور اللہ تعالیٰ تمھارا امتحان لے رہا ہے۔ تاکہ وہ جان لے کیا تم معصوم کے قول کی طرف مائل ہوتے ہو یا غیر معصوم کے کلام کی طرف مائل ہوتے ہو؟

تمام سلف بدعت ایجاد کرنے والے پر سخت انکار کیوں کر رہے ہیں خاص طور پر تابعین کا دور اور ائمہ اربعہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی بنا پر ان میں سے کسی نے بھی بدعت کے جائز ہونے کا نہیں کہا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا اس روایت میں فہم باطل ہے۔

یہ عبداللہ بن عمر جو کہتے ہیں:

''كل بدعة ضلالة وان رأها الناس حسنة''

''ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا خیال کریں۔''

یہ امام مالک جو بدعت ایجاد کرنے سے سختی سے منع کرتے ہیں۔

اس پر باقی سلف کو قیاس کریں۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ بدعت کو حسن قرار دیتے تھے یا پھر بدعت کرنے والے کو ڈانتے تھے؟ انھوں نے جشن ولادت کی بدعت کا آغاز کیوں نہ کیا، فرماتے: یہ اچھی بدعت ہے''؟

بلکہ انھوں نے اسلامی کیلنڈر کے لیے ہجرت کا قصد کیا نہ کہ ولادت کا!

---

❶ النساء: ۵۹۔ ❷ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (۷۱۰۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے اذان میں کسی چیز کا اضافہ کیوں نہ کیا پھر فرماتے: یہ اچھی بدعت ہے‘‘؟
اورتم خیر و بھلائی پر اس سے زیادہ حریص نہیں ہو یہاں تک کہ تمھیں اس کی طرف توفیق مل جائے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے انھیں توفیق نہیں دی جب کہ وہ خیر کی طرف سبقت لے جانے والے تھے۔
صحابہ کے حال پر مطلع ہوئے بغیر صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے: کیا وہ بدعت کو اچھا قرار دیتے تھے؟
جو شخص سلف کے کلام کو سامنے رکھے وہ نہیں استطاعت رکھے گا کہ محافل ولادت پر ان کے فعل کے ساتھ استدلال کرے وہ سلف کے عمل پر محصور ہوگا۔ جب تک وہ ان کے کلام سے ملتے جلتے امر پر پکار رہے گا۔ کیونکہ انھوں نے بدعات میں سے کسی ایسی چیز کا ارتکاب نہیں کیا کہ جس کا ارتکاب ان کے کلام سے حجت پکڑنے والے کرتے ہیں۔
انھوں (سلف) نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور نصف شعبان پر محافل کا انعقاد کیوں نہ کیا؟ انھوں نے نظموں اور نعتوں میں کتب تالیف کیوں نہ کیں؟ اور انھوں نے اذان میں کسی چیز کا اضافہ کیوں نہیں کیا؟
جب کہ وہ خیر کی طرف سبقت لے جانے والے اور اس میں رغبت کرنے والے تھے اور انھوں نے خیر کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ نہیں چھوڑا مگر اس کی طرف جلدی کی کیا وہ اس خیر سے جاہل رہے اور اس سے گمراہ ہوگئے اور اپنے امور میں ان کے عمل کی مخالفت کرنے والا اس کی طرف ہدایت پا گیا؟

حجت پکڑنے میں اہل بدعت کا اعتماد دو امور پر ہے:

اول:
نماز تراویح میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول وفعل۔ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسنون امر ہے۔

دوسرا:
حدیث: ”من سن سنة حسنة۔“
”جس نے اچھے طریقے کا آغاز کیا۔“
یہ حدیث اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مسنون صدقے سے متعلق ہے کہ اس میں ایک آدمی کے صدقہ کرنے نے لوگوں کو صدقے پر ابھارا اور انھیں یاد دہانی کرائی (عنقریب اسی حدیث کی تفصیل آئے گی) نہ کہ اس نے صدقے کی بدعت کا آغاز کیا۔ کیا یہ صحابہ کرام کے ادب کا نمونہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی بدعت کا آغاز کرتے؟

سبکی اعتراف کرتے ہیں:

(۳) اگر ہم فرض کریں کہ تراویح کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کیا گیا تو بے شک اسے بدعت نہیں کہا جائے گا بلکہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ سنت ہے نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے

"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی"

"تم میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔"

آپ ﷺ نے ان کے فعل کا وصف بیان کیا ہے کہ وہ سنت ہے۔

سبکی نے اس اہم حقیقت کا اقرار کیا ہے، کہا:

ہم متقدمین اور متاخرین علماء میں سے کسی کو نہیں جانتے کہ جس نے خلفائے راشدین کے فعل میں سے کسی چیز پر مطلق بدعت کا اطلاق کیا ہو۔" ❶

اس لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کو گھڑ لیا بلکہ یہ سنت ہے نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے:

"ان اللّٰه فرض صیام رمضان وسنتُ لکم قیامه" ❷

"بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کیے اور میں نے تمھارے لیے اس کے قیام کو مسنون قرار دیا۔" ❸

نماز تراویح پر نبی ﷺ کے پیچھے صحابہ کا جمع ہونا ثابت ہے۔

اسی لیے حنفیہ کے شیخ ملا علی قاری فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول: "نعمت البدعة" "اچھی بدعت ہے۔"

وہ اسے زندہ کرنے کے اعتبار سے ہے۔

یا اس پر جمع ہونے کے سبب سے ہے۔ بعد اس کے کہ لوگ اس میں منفرد تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین۔" ❹

"تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔"

حنفیوں کا عظیم قاعدہ:

کبار علمائے احناف نے جو قواعد مقرر کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب اُمر سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہو جائے تو اسے چھوڑنا ضروری ہے۔ اور جو اُمر بدعت اور واجب اصطلاحی کے درمیان متردد ہوا سے (بھی) چھوڑا

❶ "فتاوی السبکی" (۲/۱۰۷) "اتحاف السادة المتقین" (۳/۴۲۱)

❷ "أحمد" (۱/۹۱) "نسائی" (۴/۱۵۵) احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

❸ کتاب "التراویح" باب فضل من قام رمضان نمبر ۲۱۰، ۲۱۲، "مسلم" نمبر (۱۷۸)۔

❹ "شرح الفقه الأکبر" (۶۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔ جیسے سنت میں ہے۔

کہتے ہیں: کیوں کہ بدعت کا ترک کرنا لازم ہے اور سنت کو ادا کرنا غیر لازم ہے۔'' متابعت جیسے فعل میں ہوتی ہے ترک میں بھی ہوتی ہے اور جیسے ہم نبی ﷺ کے کیے ہوئے کام کو کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف قرب حاصل کرتے ہیں۔ بے شک ہم آپ ﷺ کے چھوڑے ہوئے کام کو ترک کرنے کے ساتھ بھی اس کی طرف قرب حاصل کرتے ہیں۔

بے شک آپ ﷺ نے جب عیدین کے علاوہ جمعہ میں اذان کا حکم دیا تو عیدین میں اذان ترک کرنا سنت ہو گیا اور جب عیدین میں اذان کہنے میں کوئی دینی مصلحت یا منفعت ہوتی تو نبی ﷺ اس پر عمل کرتے۔ پس جب آپ نے اسے نہیں کیا اور نہ ہمیں اس کے کرنے پر ابھارا تو معلوم ہوا کہ ہمارے اُمر دینی میں اس میں کوئی خیر نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔ علامہ لکھنوی فرماتے ہیں۔

اُمر جب کراہت اور اباحت کے درمیان متردد ہو تو اس کے منع کا فتویٰ دینا مناسب ہے کیوں کہ نقصان دور کرنا منفعت کے حصول سے اولیٰ ہے۔'' ❶

اس اُصل کے ساتھ اس مروجہ بدعت کو ترک کرنا لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ❷

''اور وہ جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے اور اگر وہ بات نہ ہوتی۔''

مسلمانوں کی وحدت واجب ہے، بدعت کو ایجاد کرنے والوں کے لیے ممکن نہیں ہے کہ اس کو واجب قرار دیں اکثر جو وہ کہتے ہیں کہ یہ مستحب ہے پھر دوسرے مسلمان اس کی مخالفت کرتے ہیں اور معاملہ امت کے اختلاف تک پہنچ جاتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کا آپس میں متفق ہونا واجبات میں سے ایک واجب ہے اور محض امر مستحب کی وجہ سے اس اُصل واجب میں کوتاہی جائز نہیں۔

جب ہمارے پاس علم کی بنیاد پر کوئی ایسی چیز آئے کہ جس پر ہم جمع ہوں تو ہم اس چیز میں غور وخوض کیوں کریں جو ہمیں افتراق کی طرف لے جائے؟

(۴) کیا مانع ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام میں اس اُمر کی مدح ہو کہ جسے نبی ﷺ نے بغیر سابق مثال کے شروع کیا؟ خاص طور پر لوگوں کا نماز تراویح پر جمع ہونا یہ ان امور میں سے نہیں تھا جسے حضرت عمر نے گھڑ لیا اس سے قبل رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں یہ کام کیا جب لوگ نماز تراویح پر آپ کے پیچھے جمع ہوئے۔ تو معنی ہوگا۔ بہترین ہے کہ جس کی ابتدا ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے اور اللہ تعالیٰ

❶ ''البحر الرائق'' لابن نجیم: ٢/١٦٥۔ السعاية شرح الوقاية: ٢/٢٦٥۔ ❷ الشورىٰ: ١٤.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اپنے معاملے سے جس کا چاہے آغا کرتا ہے۔

(۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرنا کتاب وسنت سے کسی نص کو پیش کرنے سے عاجز آنے کی دلیل ہے جو (استدلال) بدعت کو جائز اور اسے حسن قرار دینے میں ان کے مذہب کی تائید کرتا ہے۔ بعد اس کے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرمت بیان کی اور اسے قبیح کہا۔

حافظ ابن رجب نے اس پر نص بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کلام لغوی بدعت سے متعلق ہے شرعی سے نہیں، اور آپ رضی اللہ عنہ کی مراد کہ یہ فعل اس وقت سے پہلے اس وجہ پر نہیں تھا لیکن شریعت میں اس کی اصل تھی جس کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔'' ❶

بلکہ ہم قرافی کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو بدعت کو تقسیم کرتے ہیں، وہ صوفیہ کے رقص کا زندیق کے ساتھ وصف بیان کرتے ہیں اور اسے بدعت شمار کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

عرف شرع میں بدعت مذموم ہے بخلاف لغت کے کہ اس میں ہر وہ چیز جسے غیر مثال پر ایجاد کیا جائے اسے بدعت کہا جاتا ہے برابر ہے وہ محمود ہو یا مذموم ہو۔'' ❷

بے شک بدعت کا شرعی معنی فقط مذموم کے ساتھ خاص ہے۔'' ❸

اسی کی مثل سبکی نے کہا ہے جیسا کہ اسے زبیدی نے اس سے نقل کیا ہے۔ ❹

کیا بدعت حسنہ پر شریعت دلالت کرتی ہے؟

عز بن عبدالسلام اور قرافی کے کلام میں جو مذکور ہے کہ بدعت حسنہ وہ ہے جس پر شرع سے کوئی دلیل دلالت کرے۔ یقیناً یہ قول تسلیم نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کی اس تقسیم پر اجماع منعقد ہوا ہے بلکہ دوسرے علماء نے اس کا رد کیا ہے۔ مالکیہ کے امام شاطبی فرماتے ہیں:

بے شک یہ تقسیم من گھڑت ہے اس پر کوئی شرعی دلیل دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ بذات خود مردود ہے کیوں کہ بدعت کی حقیقت یہ ہے کہ اس پر کوئی شرعی دلیل دلالت نہ کرے نہ شرعی نصوص سے اور نہ اس کے قواعد سے اگر یہاں کوئی ایسا امر پایا جائے کہ شرع اس کے واجب یا مستحب یا مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے تو وہ بدعت نہیں ہوگا۔

اعمال کے عموم میں داخل ہونے کی وجہ سے کہ جن کا حکم دیا گیا ہے کہ جن کے بارے میں خبر دی گئی ہے۔ ان انبیاء کے بدعت شمار کرنے اور ادلۃ کے ان کے واجب ہونے یا مستحب ہونے یا مباح ہونے کے درمیان جمع کرنا دو مخالف

❶ ''جامع العلوم والحکم'' (۲۳۳)۔
❷ ''فتح الباری'' (۱۳/۲۵۲تا۲۵٤)
❸ ''فتح الباری'' (۱۳/۲۷۸)
❹ ''اتحاف السادة المتقین'' (۳/٤۲۱)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

چیزوں کو جمع کرنا ہے۔" شاطبی نے کہا: قرافی کا بدعت کو تقسیم کرنا اس کے اپنے قول سے متعارض ہے۔ (اس کا قول ہے) کہ ساری خیر اتباع کرنے میں ہے اور سارا شر بدعت ایجاد کرنے میں ہے۔" ❶ اور جب ہم اختلاف کریں اور کسی چیز میں تنازع کریں تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹائیں گے بدعت کے مسئلہ میں سنت کو ہم گمراہی شمار کریں اور بدعت کی تقسیم کا ہونا (صحیح نہیں) اس اعتبار سے کہ معصوم ﷺ نے اس کی تقسیم نہیں کی۔

بدعت کا دو انواع میں تقسیم ہونے شبہ:

وہ امام شافعی سے منقول قول کے ساتھ دلیل پکڑتے ہیں کہ بدعت کی دو اقسام ہیں:

اوّل: وہ بدعت جو کتاب یا سنت یا اثر یا اجماع کے خلاف ہو تو یہ بدعت ضلالہ (گمراہی) سے۔

دوم: جو بدعت خیر کے لیے ایجاد کی جائے اور ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو یہ بدعت مذموم نہیں ہے۔" ❷

اس کا جواب:

(۱) یہ کہنا مناسب نہیں کہ شافعی بدعت کا اچھا ہونا خیال کرتے ہیں جب کہ وہ کہتے ہیں: جس نے کسی (امر) کو اچھا قرار دیا تحقیق اس نے شریعت سازی کی۔" ❸

یہ اس کے ساتھ ان کا رد کرتے ہیں جو شرع میں استحسان کو دلیل بناتے ہیں۔

فرماتے ہیں: بلاشبہ استحسان لذت لینا ہے اور اگر دین میں استحسان جائز ہوتا تو یہ اہل ایمان کے علاوہ اہل عقل کے لیے ہوتا اور البتہ جائز ہوتا کہ وہ دین میں ہر باب میں شریعت سازی کریں اور یہ کہ انسان اپنے لیے جدید شرع نکالے۔" ❹

(۲) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جو لوگوں میں سے شافعی رحمہ اللہ کو زیادہ پہچانتے ہیں وضاحت کرتے ہیں کہ عرفِ شرع میں بدعتِ مذموم ہے بخلاف لغت کے کہ اس میں ہر وہ چیز جسے غیر مثال پر ایجاد کیا جائے اسے بدعت کہا جاتا ہے برابر ہے کہ وہ محمود ہو یا مذموم ہو۔" ❺

فرماتے ہیں:

یہ لغت میں اسے شامل ہے جس کی تعریف کی جائے اور مذمت کی جائے۔ جب کہ اہل شرع کے عرف میں مذمت کے ساتھ خاص ہے۔" ❻

---

❶ "الاعتصام" (۱/۱۹۰،۱۹۲،۱۹۳)۔
❷ "صریح البیان" (۷٦)
❸ "المنخول" للغزالی،ص(۳۷٤) "المحلی فی جمع الجوامع" (۲/۳۹۵)
❹ "الرسالة" فصل ابطال الاستحسان "الأم" (۷/۲۹٤،۲۹۸)
❺ فتح الباری: ۱۳/۲۵۲ تا ۲۵٤۔
❻ "فتح الباری" (۱۳/۲۷۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ابن حجر ھیتمی کا قول بھی ہے۔“[1]

(۳) گمان کیا جاتا ہے کہ شافعی رحمہ اللہ کا کلام بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کی صراحت کرتا ہے۔

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: ”کل بدعة ضلالة“ ”ہر بدعت گمراہی ہے“ کا کسی امتی کے قول سے موازنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر اسے مقدم کرنا جائز ہے؟

(۴) شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ ”جب تم میرے قول کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف ہے تو میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔“

ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو شافعی کے قول پر ترجیح دینے میں شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار کیا ہے۔

وگرنہ ہمیں کیا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو دیوار پر ماریں اور شافعی رحمہ اللہ کی طرف مائل ہوں؟ کیا شافعی رحمہ اللہ خود اس پر ہم سے راضی ہوں گے؟

صحیح بات یہ ہے کہ بدعت فقط لغوی اعتبار سے دو انواع کی طرف تقسیم ہوتی ہے:

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔

یہ تقسیم باعتبار شرع جائز نہیں ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ لغت میں نماز کا معنی دعا ہے اور لغت میں ایمان کا معنی محض تصدیق ہے؟

شریعت میں ان دونوں کا معنی بالکل مختلف ہے۔

نماز عبادت ہے ان مخصوص اقوال اور افعال سے جو تکبیر کے ساتھ شروع ہوتے ہیں اور سلام کے ساتھ اختتام پذیر ہوتے ہیں اور ایمان پس وہ قول وعمل اور اعتقاد ہے فقط محض اعتقاد نہیں۔

دنیا میں بدعات اور نئے امور ایجاد کرنے والے بہت زیادہ ہیں ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کی بدعت اچھی ہے جیسے گاڑیوں اور ہوائی جہازوں کو ایجاد کرنا اس بنیاد پر کہ گاڑی کو چوپائے پر قیاس کیا گیا ہے اسی لیے چوپائے پر سوار ہونے کی دعا گاڑی پہ سوار ہوتے وقت پڑھنا صحیح ہے کیوں کہ آج کی سواری (گاڑی) ماضی کی سواری (چوپایا) کی جگہ لے چکی ہے۔

اور کچھ ایسے ہیں کہ جن کی ایجاد بُری ہے جیسے ہلاک کرنے والی اشیاء اختراع کرنا اور رذیل وسائل ایجاد کرنا جبکہ شریعت سازی میں لوگوں کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشارکت کرنا یہ تمام کا تمام بہت بڑا شر ہے۔

حسن بن عطیہ فرماتے ہیں:

جو لوگ دین میں بدعت ایجاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی مثل ان سے سنت کھینچ لیتے ہیں پھر قیامت کے دن تک

[1] ”فتاوی ابن حجر“ (۲۸۰)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اسے ان کی طرف نہیں لوٹاتے۔''❶

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں: ''اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دو گے تو تم گمراہ ہو جاؤ گے''❷

بدعت ایجاد کرنا سنت کے چھوڑنے کا سبب ہے اللہ تعالیٰ صرف مشروع عمل کو قبول کرتے ہیں تم اپنے لیے جو چاہو بدعتی اعمال ایجاد کرو اللہ تعالیٰ ہرگز تم سے قبول نہیں کریں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو مشروع کیا ہے صرف اسی کے ساتھ اس کی عبادت کی جاتی ہے۔

چھوٹی بدعات بڑی بدعات کا سبب ہیں:

شیطان لوگوں کے لیے چھوٹی بدعات مزین کرتا ہے اور انھیں اس پر مائل کرتا ہے، جب ان کے ہاں وہ مقبول ہو جاتی ہیں اور نفوس کا اس کی طرف میلان دیکھتا ہے تو آہستہ آہستہ ان کو اپنے مکروفریب کے ساتھ اس سے بڑی بدعت کی طرف لے جاتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ﴾❸

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو۔''

اسی لیے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

بے شک جو آدمی بدعت ایجاد کرتا ہے اول امر میں اس کے خفیف ہونے کی وجہ سے اسے چھوٹا خیال کرتا ہے اور جو فساد اس پر مرتب ہوتا ہے وہ اس کا شعور نہیں رکھتا۔''❹

بے شک شرع کی غرض وغایت وہ ذکر اور عبادت کی مختلف اقسام ہیں انسان کو چاہیے کہ ان کی طرف مشروع وسیلے کو نہ بھولے جو ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں فرائض وسنن اور مستحب اذکار ودعاؤں کی صورت میں سکھلایا ہے۔

اور ہم ان تمام کو ان کی اکمل صورت پر پورا کرنے سے پہلے فوت ہو جائیں گے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے افضل ترین محمد ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا وہ فرائض وسنن کی ادائیگی کے ساتھ عبادت میں جتنا بھی اجتہاد کرے۔

یہ عقلمندی نہیں کہ ہم پر ہمارے نبی کی سنت تنگ ہو جائے یہاں تک کہ ہم اس سے بدعت کی طرف جائیں۔

گویا ہم کہتے ہیں کہ ہم نے ہر وہ کام پورا کر لیا جو نبی ﷺ نے کیا اور اب ہم آپ ﷺ کے فعل پر اضافے کا ارادہ کرتے ہیں۔

---

❶ اسے دارمی (١/٤٥) نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔
❷ "مسلم" (٦٥٤)
❸ النور: ٢١۔
❹ "فتح الباری" (١٣/٣٠٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ عقلمندی نہیں کہ ہم دعویٰ کریں کہ ہم نے واجبات اور سنن کو پورا کرلیا ہے اور اب ہم دین میں اضافہ جات اور بدعات کے منتظر ہیں کہ جن کی طرف سنت نے راستہ نہیں پایا۔ تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ اس کا قرب حاصل کریں۔

بے شک ہم عنقریب فوت ہوجائیں گے قبل اس کے کہ ہم تمام سنن کو پورا کریں کہ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے سنن مقرر کیا ہے اور اگر ایسا نہیں تو بدعت ایجاد کرنے کی وجہ اور بدعتیوں کا عذر کیا ہے؟

کیا ہم عبادت میں ان سے زیادہ سخت زیادہ حریص اور خیر کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں؟

تحقیق وہ عبادت وعمل میں بہت آگے تھے۔ اس کے باوجود وہ سمجھتے تھے کہ وہ کتاب وسنت کی نصوص پر عملی تطبیق میں کوتاہی کا شکار ہوئے ہیں۔

بدعت کو حسن قرار دینے کے بعد کون سی چیز باقی رہتی ہے؟

بدعت کو حسن قرار دینے کا نتیجہ صوفیہ کے طرق [1] ان کے ٹھکانے، عبادت گاہیں اور مجلسیں بدعتی اذکار کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ جیسے خشکی کا وظیفہ، سمندر کا وظیفہ، فضا کا وظیفہ، کاٹنے والی تلوار کا وظیفہ، اور طلوع ہونے والے ستارے کا وظیفہ اور دینی نمود ونمائش، تسبیح کے موسیقی آلات، رقص اور اہل حق (صوفیاء) کا دینی میلان نہیں ہے۔

جب لوگ اس امر میں غفلت کا شکار ہوئے تو فضول اور بیکار چیزیں دین میں پھیل گئیں۔ بدعت کے مظاہر واضح ہوئے یہ آثار اذانوں، لوگوں کی نمازوں اور ان کی مساجد پر ظاہر ہوئے اور اس کے لیے کسی حد کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کے طریقے کو یکسر تبدیل کردیا گیا۔ یہ ایسا امر ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہیں ہوتے۔

آج جو ہمیں مصیبت پہنچی ہے کہ اللہ کے دشمن اس امت پر مسلط ہوچکے ہیں یہ ہماری طرف سے ہے اور ہمارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ ہم نے دین میں اضافہ کرنے اور بدعات پھیلانے سے باز نہیں آئے اور نہ ہم نے تقلید، جمود اور سخت تعصب کو چھوڑا ہے۔ أمر بالمعروف اور نهي عن المنكر کو ترک کردیا ہے بے شک اس امت کی حالت بری ہوچکی ہے۔

بدعت کے بارے میں امام السنہ کا موقف:

تحقیق امام احمد نے اتباع سنت کے اصول کو اپنے اس قول کے ساتھ واضح کیا ہے:

"ہمارے نزدیک سنت کی بنیاد اس چیز کو لازم پکڑنا ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تھے، ان کی اقتداء کرنا

---

[1] حبشی خیال کرتا ہے کہ رفاعیہ، قادریہ، نقشبندیہ، الرشادیہ، یہ چالیس کے قریب طرق ہیں ان تمام نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا ہے اس لیے کہ یہ قرآن وحدیث سے موافق ہیں۔ اگرچہ ان کے تمام مذکور نہیں ہیں۔ "مجالس الهدیٰ" (۲۶۰/۳۰)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بدعت کو ترک کرنا ہے (ہر بدعت گمراہی ہے) اور دین میں لڑائی و جھگڑا اور اختلاف کو ترک کرنا ہے۔''[1]

اتباع محبت کا میزان اور اس کی دلیل ہے:

بے شک نبی ﷺ کی سنت کی محبت اور آپ کی سنت پر اضافے بلکہ رب تعالیٰ کی کتاب پر اضافے کے درمیان تطبیق ممکن نہیں کیوں کہ اتباع ہی محبت کا میزان ہے۔

قتل کے وقت خبیب رضی اللہ عنہ کا دو رکعت پڑھنے کی ابتدا کرنا:

اس (حبشی) کا خبیب رضی اللہ عنہ کے قصے سے دلیل پکڑنا کہ جب انھوں نے قریش سے مطالبہ کیا کہ اسے قتل کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دیں۔

حبشی کا باطل استدلال تجھے دھوکے میں نہ ڈالیں۔ بے شک نماز بہترین عبادت ہے اور وہ بہترین امر ہے جسے ہر وہ مسلمان سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔ جسے معلوم ہو کہ وہ چند گھڑیوں بعد فوت ہو جائے گا۔

بلاشبہ خبیب رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ بہتر حالت میں دنیا چھوڑیں۔ سلف نے خبیب رضی اللہ عنہ کے فعل سے وہ نہیں سمجھا۔ جو حبشی نے سمجھا ہے وگرنہ وہ جشن میلاد کی بدعات اور تصوف کی بدعات کو ایجاد کرتے بلکہ وہ اہل بدعت پر اہل اسلام میں سے زیادہ سخت تھے۔ کیا تم کہنے والے کے لیے جائز قرار دیتے ہو وہ کہے: کہ صحابہ اللہ کے دین میں بدعت ایجاد کرتے تھے؟

اگر تم نے یہ کہا تو تم زنادقہ ہو۔ بے شک صحابہ کا فعل نبی ﷺ کے اقرار پر موقوف تھا اور خبیب رضی اللہ عنہ کا فعل اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے تھا کہ جس میں دین کے مکمل ہونے اور نعمت کے پورا ہونے کی بشارت ہے لیکن جو بعد کے لوگوں نے بدعات ایجاد کی ہیں تو انھیں کیسے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اس کا اقرار کرتے تھے یا اس سے منع کرتے تھے؟

کیا صوفی کو کشف ہوا ہے؟

قسطلانی فرماتے ہیں:

خبیب رضی اللہ عنہ کا فعل سنت بن چکا ہے کیوں کہ یہ کام انھوں نے شارع ﷺ کی زندگی میں کیا اور آپ ﷺ نے اسے مستحسن جانا اور برقرار رکھا۔''[2]

شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ حنفی فرماتے ہیں: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کے قصے سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں لفظ "السنۃ" اور لفظ ''سن'' کا معنی ہے۔ وہ فعل جو دین میں مشروع اتباع کیا گیا ہو اس پر غور و فکر کرنے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ قتل کے وقت دو رکعت نماز کے مسنون ہونے پر اس حدیث سے استدلال کرے کہ اس میں لفظ (سن) آیا ہے لہٰذا ان دونوں کی نماز سنت مستحب ہے یہاں دو رکعت نماز کے مسنون ہونے کا حکم دوسری دلیل سے

[1] "طبقات الحنابلة" (١/٢٤١)
[2] (٥/١٦٥،٢٦١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخذ کیا گیا ہے جس میں لفظ (سن) نہیں ہے وہ رسول ﷺ کا اس کے فعل کو برقرار رکھنا ہے۔"❶

نبی ﷺ نے خبیب رضی اللہ عنہ کے فعل اور بلال کے ہر وضو کے بعد نماز کے فعل کو برقرار رکھا ہے۔ بے شک آپ ﷺ نے براء بن عازب کو اس دعا میں اس کی خطا پر برقرار نہیں رکھا:

"أمنت بكتابك الذى أنزلت وبنبيك الذى أرسلت"

"میں تیری کتاب پہ ایمان لایا، جسے تو نے نازل کیا اور تیرے نبی پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا۔"

براء کہتے ہیں میں اسے اس طرح یاد کرتا تھا۔ "و بر سولك الذى أرسلت" "تیرے رسول پر جسے تو نے بھیجا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ (یہ کہو) "ونبيك الذى ارسلت" "تیرے نبی پر جسے تو نے بھیجا"❷

نبی ﷺ نے عثمان بن مظعون کو شادی نہ کرنے پر برقرار نہیں رکھا اور اس کا نام رہبانیت رکھا اور آپ ﷺ نے صحابہ کو ذات الانواط کے پکڑنے پر برقرار نہیں رکھا۔

پس تم کیسے اپنی بدعت کے لیے نبی ﷺ کے اقرار کی ضمانت دیتے ہو؟ جبکہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور اپنی موت سے پہلے تم تک یہ حکم پہنچا دیا کہ بدعت دین میں مردود ہے۔

کیا بدعت ایجاد کرنے کی حاجت ہے یا یہ وہ شر ہے کہ شیطان نے تم کو جس کا آلۂ کار بنایا ہے؟

کیا تمھیں وہ کافی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے خیر اور طاعات کے ابواب میں مشروع کیا ہے۔ یہاں تک کہ تم اضافی بدعت اور خود ساختہ عبادات کے محتاج ہو گئے ہو جو دین میں مردود ہیں؟

کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمھارے بارے کہا جائے کہ تم اہل بدعت ہو؟ اس لیے کہ تم بدعت کے متعلق دفاع کو جائز قرار دیتے ہو۔

یا تم ناپسند کرتے ہو کہ تمھارا یہ وصف بیان کیا جائے؟

پس تم پر لازم ہے اس قول کو ناپسند کرو کہ بدعت کو جائز قرار دینا سنت سے ہے۔

(حبشی) کا صوفیہ کے خود ساختہ طرق سے استدلال کرنا:

اس کا صوفیہ کے خود ساختہ طرق کے ساتھ دلیل پکڑنا یہ قبیح استدلال ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان طرق سے لوگوں اور شہروں میں فساد برپا ہوا ہے۔ تصوف ایک کلمہ ہے لیکن وہ اپنے تحت سینکڑوں طرق کو جمع کیے ہوئے ہے۔ ان کے درمیان اللہ کا راستہ ایک ہے۔

---

❶ "السنة النبوية وبيان مدلولها الشرعى" عبدالفتاح أبوغدة۔

❷ "بخارى" (٦٣١١) (مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ﴾ [1]

''اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔''

یہ طرق وہ راستے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور جو (راستے) تشیع، رھبانیت، اور قدیم ملتوں کی خرافات کا مجموعہ ہیں۔ جو ان طرق کی حقیقت سے واقفیت چاہے تو وہ ان دو کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

''الرفاعیہ'' ''النقشبندیة''

تا کہ وہ ان کے انحراف، شیعہ سے قرب اور دین کے دشمنوں سے دلی دوستی کو دیکھ لے۔

طریقہ تیجانیہ: اس کی خیانت اور فرنسی استعمار سے موالاۃ (دوستی) میں بہت بڑا رجسٹر بھرا پڑا ہے۔

اور رفاعیہ ماضی میں تاتاریوں کے دوست رہے اور ان کی اولاد نے اس سفر کو مکمل کیا پس انھوں نے تمام کفریہ ملتوں سے دوستانہ قائم کیا اور جو ان کے طریقے پر اعتراض کرتا وہ اسے اپنی لاٹھیوں کے ساتھ اشارہ کرتے تھے یہ دین کے نام پہ غلبہ حاصل کرنا تھا۔

مسلمانوں کے اعراض کا سبب انحراف شدہ دین کو اختیار کرنا ہے:

مسلمان اصل دین سے پیچھے ہٹ گئے کیونکہ جو انھوں نے دین کے نام پر خرافات کو دیکھا یہاں تک کہ دین صوفیت، درویشی، رقص، اور مختلف حرکات کا نام بن گیا اور جشن ولادت کے موقع پر گانے والوں کے لیے کرایے کا دین بن گیا۔ اور وہ ان منکرات پر اعتراض کی استطاعت نہیں رکھتے تھے ورنہ متعصب قسم کے لوگ ان سے جھگڑا کرتے اور ان پر اولیاء سے جنگ اور اللہ پر اعتراض کی تہمت لگاتے۔ پس دین سے اعراض اور پیچھے ہٹنا یہی ان کی بہ نسبت مثالی اور محفوظ طریقہ تھا۔

اذان کے صیغہ میں اضافے کے ساتھ دلیل پکڑنا:

ان بدعات میں سے ایک کہ جن کے ساتھ حبشی دلیل پکڑتا ہے: اذان کے بعد نبی ﷺ پر جہری درود ہے جسے آٹھویں صدی میں ایجاد کیا گیا اس سے پہلے اس پر عمل نہیں کیا جاتا تھا۔'' [2]

اس کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اذان کے بعد نبی ﷺ پر درود مطلوب ہے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے:

''فقولوا مثل مايقول المؤذن ثم صلوا علی''

[1] الأنعام: ۱۵۳۔ [2] ''صريح البيان'' (۸۰)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''پس تم اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو۔''

کیا صحابہ نے اسے اسی طرح سمجھا ہے جس طرح تم سمجھتے ہو؟ انھوں (صحابہ) نے حدیث سے اذان کے بعد جہری درود کیوں نہ سمجھا؟ پھر نبی ﷺ کے ایام میں بلال کی اذان کیسے ہوتی تھی؟

کیا ہمیں وہ کافی نہیں جس (طریقے) پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ چلے ہیں؟ ابن کثیر فرماتے ہیں: جسے رسول اللہ ﷺ اور سابقہ مومنوں کا طریقہ مطمئن نہ کرے پس اللہ تعالیٰ اسے مطمئن نہیں کرتے۔''❶

حافظ ابن حجر نے اس پر نص بیان کی ہے کہ نبی ﷺ پر درود اذان میں سے نہیں ہے نہ لغۃ ''اور نہ شرعاً''۔❷

ابن جوزی نے اس فعل کی مذمت کی ہے۔''❸

شعرانی نے ذکر کیا ہے:❹

کہ بے شک یہ (بدعت) فاطمی روافض کے ایام میں گھڑی گئی ہے۔''❺

بلکہ سیوطی یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ چھینک کے بعد نبی ﷺ پر دورود پڑھنا مذموم بدعت ہے۔''❻

چھینک کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھنے سے روکنے میں کیا تم سیوطی کو وہابی شمار کرتے ہو؟ کیا نبی ﷺ سے کراہت کی وجہ سے انھوں نے اس سے منع کیا ہے؟ یا دین میں بدعت ایجاد کرنے سے کراہت کی وجہ سے انھوں نے اس سے روکا ہے؟

اذان کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھنے کو مستحسن کیوں خیال کرتے ہو جب کہ تم اقامت کے بعد یہ نہیں کرتے؟ آپ ﷺ پر اذان کے بعد درود کیوں پڑھتے ہو جب کہ تم اذان کے دوران **أشهد أن محمد رسول الله** کہنے

---

❶ "تفسير القرآن العظيم" لابن كثير (٤/٦١٩)

❷ "فتح البارى" (٢/٩٢)

❸ "تلبيس ابليس" (١٤٦)

❹ کبھی ہم سے کہا جاتا ہے کہ تم سیوطی، ہیتمی اور شعراری کے ساتھ دلیل پکڑتے ہو جب کہ دوسرے مسائل میں تم ان کی مخالفت کرتے ہو یا تو تم ان کے سارے کلام کی موافقت کرو یا ان سے دلیل نہ پکڑو۔

جواب: ہمارا منہج رجال کے ساتھ چلتا ہے کہ جب وہ حق کے ساتھ چلیں پس جب وہ اس کی مخالفت کریں ہم ان کی مخالفت کریں گے۔ یہ نہ کہا جائے کہ آئمہ کے سارے کلام کو لینا ضروری ہے لیکن جب ان کے قول میں ایسی چیز پائی جائے جو اللہ اور اس کے رسول کے کلام کے مخالف ہو تو ہم ان کے قول کو چھوڑ دیں گے۔ امام مالک کے قول کا یہی مطلب ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ہر کسی کے قول کو لیا جا سکتا ہے اور اس پر رد کیا جا سکتا ہے سوائے اس قبر والے (محمد) کے قول کے۔''

پس یہی ہمارا طریقہ ہے جس کے ساتھ ہم اللہ کے دین کو اختیار کرتے ہیں بخلاف اہل تقلید کے طریقے کے کہ وہ تنازع کے وقت تقلید کو حاکم بناتے ہیں اور رجال کے اقوال پر تمسک کرتے ہیں پس حجت ان پر ہے ہم پر نہیں۔

❺ "الابداع فى مضار الابتداع" للشيخ محفوظ (١٧٥)

❻ "الحاوى للفتاوٰى" (١/٣٣٨)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر درود نہیں پڑھتے؟

کیا آپ ﷺ کے نام کا ذکر کرنے کے فوراً بعد آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھا جائے گا؟

کیا مانع ہے کہ تم اذان کے دوران "أشهد أن لا اله الا الله" کہو اور ہم پر حرام قرار دو کہ ہم اذان کے دوران اللہ کی تنزیہ و تسبیح بیان کریں؟

تم سے سوال ہے میں تمھارے سلطان ❶ سے فتوی طلب کرتا ہوں

جو شخص اس آیت کے درمیان میں نبی ﷺ پر درود کے صیغے کا اضافہ کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ ❷

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں مت داخل ہو مگر یہ کہ تمھیں کھانے کی طرف اجازت دی جائے۔''

جب اسے (اضافے کو) جائز قرار دے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی وحی پر اضافہ کیا اور اگر اس کا انکار کرے (انکار میں اس کے لیے کوئی راہ فرار نہیں) ہم اس پر حکم لگائیں گے کہ یہ وہابی ہو گیا ہے جو نبی ﷺ پر درود کو ناپسند کرتا ہے یہ تمھاری تشویش کے بالمقابل تشویش ہے۔ بے شک ہم مؤذن کے لیے اذان کے بعد نبی ﷺ پر درود کے صیغے کے اضافے کا انکار کرتے ہیں اس پر اکتفا کرتے ہوئے کہ اذان کا صیغہ اسی لفظ کے ساتھ باقی رہے جسے اللہ تعالیٰ نے وحی کیا ہے اور وہی اذان رہے گی جس پر حضرت بلال ثابت تھے بغیر اضافہ کیے ہوئے۔ اگر مانع ثابت نص پر جمے رہنا ہے تو ہم تم سے تنازع نہیں کرتے مگر اس سبب سے لیکن تم تعارض قائم کرتے ہو۔ کبھی تم نص پر تمسک کرتے ہو اور کبھی اس پر اضافہ کرتے ہو پھر تم اذان میں شیعہ کے اضافے پر موافقت کیوں نہیں کرتے کہ تم اذان میں اضافہ کرو: "أشهد أن عليًّا بالحق ولی الله"؟ (حضرت علی اللہ کے ولی حق ہیں) کیا ہم اہل سنت اس کی گواہی نہیں دیتے کہ وہ اللہ کے ولی حق ہیں؟

پھر تم اذان میں یہ اضافہ کیوں نہیں کرتے؟

"حی علی خیر العمل" ''بہترین عمل کی طرف آؤ''

کیا نماز بہترین عمل نہیں ہے؟ کیا نبی ﷺ نے نہیں فرمایا: "واعلمو أن خير أعمالكم الصلاة" ❸

''جان لو تمھارے اعمال میں سے بہترین (عمل) نماز ہے۔''

---

❶ یہ حبشی کے القاب میں سے ہے اس کے پیروکاروں کے نزدیک۔

❷ الأحزاب: ٥٣.

❸ اسے أحمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ اپنے جمع طرق کے ساتھ اس کی سند حسن ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کس قانون کے تحت تم بندے پر حرام قرار دیتے ہو کہ وہ اذان میں جو چاہے اضافہ کرے؟ اور کس وجہ کے ساتھ تم شیعہ روافض کو اضافے سے منع کرتے ہو، جسے انھوں نے گھڑ لیا ہے؟

اور اس حدیث سے استدلال کرنا جسے ابوداؤد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ وہ تشہد میں اضافہ کرتے تھے:

"وحده لا شريك له"

اور فرماتے ہیں: ''میں نے یہ اضافہ کیا ہے۔'' ❶

یہ حدیث ابوداؤد کے ہاں (۹۷۱ نمبر) ہے علاوہ ازیں جو اس حدیث سے متصل حدیث (۹۷۳) کی طرف مراجعہ کرے پس وہ جان جائے گا کہ یہ اضافہ نبی ﷺ کے قول سے ہے ابن عمر کا اضافہ نہیں ہے۔ علامۃ الخلق پر تلبیس کیوں؟ یہ امانت علمی نہیں ہے اور نہ حدیث کی خدمت۔ جب کہ اس پر اکتفا کرنا اور ٹھہرنا ضروری ہے کہ جس پر ہمیں شارع حکیم نے ٹھہرایا ہے اور یہ کہ ہمارا حال ان لوگوں کی طرح نہ ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ﴾ ❷

''پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس میں ضد کی وجہ سے۔''

پس اگر ہم سنتوں پر اضافہ کریں کہ جو حرام میں وقوع اور واجب میں کمی کی طرف لے جائے تو یہ مسلمانوں کے کلمے میں تفرق ہے ان کے درمیان نزاعات کو پھیلانا ہے اور ان پر ان کے دین میں تشویش و تلبیس پیدا کرنا ہے۔

تحقیق ہمارے پاس اذان کے صیغے کا علم آیا پھر ایک گروہ آیا جس نے اس پر زیادتی و اضافے کا دفاع کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم آیا۔

پس اے لوگو! ہم تمھیں اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ تم اس میں واقع نہ ہونا جس میں واقع ہونے سے ہم سے پہلی امتوں کے اقدام پھسل گئے۔

صحیح بات یہ ہے بے شک نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب ہم مؤذن کو سنیں آپ پر درود پڑھیں اور صحیح ہے کہ آپ ﷺ نے نہیں فرمایا: "صلوا على سرا"

''مجھ پر مخفی درود پڑھو'' جیسا کہ حبشی نے کہا ہے۔ ❸

لیکن آپ ﷺ کے عہد میں اذان بغیر صلاۃ کے رہی۔ پس ہم دو امور کو جمع کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہم صیغہ اذان پر اضافہ نہ کریں اور آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے علاوہ اس کے کہ مؤذن اسے جہری پڑھے۔

❶ "صريح البيان" (۷۵)

❷ لجاثية: ۱۷۔

❸ "رسالة الدرالمفيدفى دروس الفقه والتوحيد" (۷) اسے کنعان دبوسی نے حبشی کی کیسٹوں سے جمع کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمعہ کے دن دوسری اذان سے دلیل پکڑنا:

حبشی نے دلیل پکڑی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی اذان سے قبل اذان کا حکم دیا اور یہ اس سے پہلے مشروع نہیں تھی۔

جواب:

☆......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل شرعی سنت ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص بیان کی ہے فرمایا:

”عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدی“ [1]

”تم میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔“

یقیناً جائز نہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے علاوہ کسی پر قیاس کیا جائے اور نہ ہی کسی کے لیے جائز ہے وہ کہے: میرے لیے جائز ہے کہ میں بدعت اختراع کروں اس دلیل کے ساتھ کہ حضرت عثمان نے اللہ کے دین میں اس طرح بدعت ایجاد کی ہے۔

☆......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے درپیش مصلحت کی وجہ سے یہ کام کیا۔ بخاری میں سائب بن یزید کی روایت میں اس کی وضاحت ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ بہت زیادہ ہوگئے تو ایک اذان کا اضافہ کر دیا گیا۔“

یہ علت اپنے معلول کے ساتھ قائم ہے۔ پس جب یہ علت پائی جائے معلول بھی پایا جائے گا اور جب علت نہ ہو تو معلول بھی نہیں ہوگا۔

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ کوفہ میں تھے۔ انھوں نے اس عمل کی طرف توجہ نہیں کیا لہٰذا وہ اصل پر اکتفا کرتے تھے۔

اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی مخالفت کہ جس دن انھوں نے حج تمتع سے روکا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی مخالفت کی اور کہا: ”لبيك بحج وعمرة“

پھر فرمایا: میں کسی ایک کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑوں گا۔

آپ تو اس کام سے روک رہے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو انھوں نے دونوں (حج وعمرہ) کا تلبیہ پکارا۔ (البخاری)

رہبانیت کی بدعت کے ساتھ دلیل پکڑنا:

حبشی اور اس کے ساتھی اپنے زعم میں دلیل پکڑتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے رھبان کی تعریف کی ہے۔ کیوں کہ انھوں نے رہبانیت کی بدعت ایجاد کی ہے۔ حالانکہ اس کی مذمت میں واضح ہے۔

اس رہبانیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منع کیا ہے اور یہ ہماری شریعت میں نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی

---

[1] اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے، دیکھیے: (صحيح الجامع الصغير) (٢٥٤٩)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ترک کرنے سے منع کیا ہے اور خبر دی ہے کہ یہ (کام) آپ کی سنت میں سے نہیں ہے۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کا وصف بیان کیا ہے: ”وسیداو حصورا“

الحصور: وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو عورتوں سے روکتا ہے لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور اپنی امت کو زواج اور کثرت اولاد پر ترغیب دلائی ہے۔

بے شک سلف نے اس آیت سے بدعت کے ارتکاب کا جواز نہیں سمجھا اور نہ ہی انھوں نے بدعت کو انجام دیا ہے تحقیق عالم اور جاہل پہچانتا ہے کہ وہ بدعت سے بہت دور تھے اور اس آیت کی بنا پر انھوں نے بدعت کی اجازت نہیں دی۔ یا تو ان کی جہالت اور غفلت کی وجہ سے ان سے بہترین بدعت فوت ہوگئی ہے۔ یا تم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ راستے پر ہو اور یہ کہ اگر رہبانیت جسے رھبان نے گھڑ لیا ہے بہتر ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے اسے مشروع کرتے لیکن فرمایا:

”ما کتبناھا علیھم“ ”ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا“ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا منتظر نہیں ہے کہ وہ اپنے لیے ہدایت کے راستے مشروع کریں بلکہ ان کے دین و دنیا کی ہر خیر جو انھیں ان کے رب کے قریب کر دے۔ اس پر ان کی راہنمائی فرمائی ہے۔ لیکن انھوں نے اپنے آپ پر سختی کی جیسا کہ ابن جوزی فرماتے ہیں: انھوں نے زہد، عورتوں سے قطع تعلق اور مخلوق سے علیحدگی کا التزام کیا اور یہ ان کی جہالت تھی لیکن جسے انھوں نے اپنے آپ پر منقطع کر لیا۔ اس کا التزام نہیں کیا۔“ [1]

وہ جہالت پر تھے لیکن انھوں نے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو تلاش کیا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے صحیح مقصد کا اجر عطا فرمایا اور ان کی جہالت کی وجہ سے ان کا مؤاخذہ نہیں کیا وہ اپنے دین میں جہالت پر تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٢٧﴾﴾ [2]

”تو ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں سے ایمان لائے ان کا اجر دے دیا اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔“

بخلاف یہودیوں کے کہ جن پر غضب نازل ہوا۔ جب کہ ان کے پاس کتاب کا علم تھا وہ اس سے انحراف کرتے تھے۔ لہٰذا لوگوں کا ان کے علم اور جہل کے حساب سے مؤاخذہ کیا جاتا ہے۔

جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی عمل کرے باوجود اس کی جہالت کے اسے حُسنِ نیت پر اجر ملے گا اور اچھے مقصد کے ساتھ اس کے جاہل ہونے کی وجہ سے اس سے درگزر کیا جائے گا۔

---

[1] ”زادالمسیر“ (۸/۱۷۶، ۱۷۷)
[2] الحدید: ۲۷۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں حبشی اور اس کے علاوہ دوسرے لوگ جب نصاریٰ کی رہبانیت سے دلیل پکڑتے ہیں تو وہ اس سے جاہل ہوتے ہیں، نبی ﷺ نے رہبانیت کی مذمت بیان کی ہے۔ اور اس میں تکلف اور غلو کرنے سے براءت کا اظہار کیا ہے حتی کہ فرمایا:

"لاتكونوا كرهبانية النصارىٰ" ❶

''تم نصاریٰ کی رہبانیت جیسے نہ ہوجانا۔''

آپ ﷺ نے ایک دوسری نوع سے رہبانیت کی وصیت کی۔ فرمایا:

"وعليك بالجهاد فانه رهبانية الاسلام" ❷

''تم جہاد کو لازم پکڑو بے شک یہ اسلام کی رہبابیت ہے۔''

آپ ﷺ نے عیسائیوں کی رہبانیت اور اسلام کی رہبانیت کے درمیان فرق کیا۔ اور آپ ﷺ نے عثمان بن مظعون سے فرمایا:

"يا عثمان، انی لم أبعث بالرهبانية وان خير الدين عندالله الحنيفية السمحة."

''اے عثمان! بے شک میں رہبانیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا اور بے شک اللہ کے نزدیک بہترین دین جو یک طرفہ اور آسان ہو۔''

اور ایک روایت میں ہے:

ان الرهبانية لم تكتب علينا أفمالك اسوة فی؟

''بے شک رہبانیت ہم پر فرض نہیں کی گئی کیا تیرے لیے مجھ میں اسوہ نہیں ہے؟''

کتاب وسنت میں واضح طور پر رہبانیت کی مذمت وارد ہوئی اور وہ (رہبانیت) ملتِ حنیفہ کے خلاف ہے۔

پس جب رسول ﷺ وضاحت فرماتے ہیں کہ "الرهبانية لم تكتب علينا" رہبانیت ہم پر فرض نہیں کی گئی'' اور قرآن اس پر نص بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں پر اسے فرض نہیں کیا تھا۔

تو پھر بدعتی کہاں سے اس کی مزعومہ تعریف لائے ہیں؟ اگر وہ کہیں: ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہمارے لیے بھی شریعت ہے بشرطیکہ ہماری شریعت میں ایسا حکم نہ آئے جو اس کے مخالف ہو۔ پس ہم کہتے ہیں: ثابت کرو کہ اس (رہبانیت) کو اصلاً اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مشروع قرار دیا ہے پس جب رہبانیت یک طرفہ اور آسان دین کے مخالف ہو تو وہ ممنوع ہوگی اس دین کی عظمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے۔ پس یہ ہم سے پہلے لوگوں کے لیے جائز ہے جب کہ

---

❶ اسے بیہقی نے "السنن" (۷/۷۸) میں حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے شواھد ہیں۔
❷ اسے اُحمد نے (۳/ ۸۲) صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ "سلسلة الأحاديث الصحيحة" (۳/۸۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم پر حرام ہے۔کیا تم دیکھتے ہو کہ یہ لوگ کیسے صریح نصوص سے اعراض کرتے ہیں جیسے آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

"كل بدعة ضلالة۔"

'ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور وہ اس سے مشابے کے ساتھ معلق ہوتے ہیں لوگوں کو اتباع سے پھیرتے ہوئے اور بدعات کے ساتھ دھوکے میں مبتلا کرتے ہوئے۔

جو اسلام میں اچھے طریقے کی ابتدا کرے:

حبشی اور اس کے ہم نواؤں نے آپ ﷺ کے اس فرمان کے ساتھ دلیل پکڑی ہے:

"من سن فی الاسلام سنه حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها" [1]

''جس نے اسلام میں کسی اچھے طریقے کا آغاز کیا اس کے لیے اس کا اجر ہے اور اس کا اجر بھی جو اس پر عمل کرے۔''

بہتر ہوگا کہ تو اس حدیث سے استدلال کرنے والے سے سوال کرے: سنت کے معنی کو بیان کرو تو تو دیکھے گا کہ اس کا رنگ سرخ و زرد ہو جائے گا۔

بے شک سنت کا معنی وہ نبی ﷺ کے اقوال و افعال کا مجموعہ ہے اور لغت میں مطلق خصلت، طریقے اور راستے کو کہتے ہیں جب کہ نبی ﷺ کا قول: "كل بدعة ضلالة"''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' یہ عبادت کے امور میں ہے پس تم نے کیوں کہا؟ یہ عام ہے جسے خاص کہا گیا ہے؟ نووی کا قول (یہ عام ہے جسے خاص کہا گیا ہے) ان کی غلطی ہے۔ بے شک یہ عام اپنے اصل پر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول: (نعمت البدعة هذه) (یہ اچھی بدعت ہے) اور شافعی کا قول: (محدثات کی دو قسمیں ہیں) یہ بدعت لغوی پر محمول ہے پس یہ عام ہے۔ جسے خاص کہا گیا ہے۔"كل بدعة ضلالة" (ہر بدعت گمراہی ہے)

اس عموم کی تخصیص ممکن نہیں ہے کیوں کہ شارع نے شرعی معنی پر اس کا اطلاق کیا ہے۔ بخلاف اس کے کہ جس نے بدعت کو تقسیم کیا ہے اور ان میں سے کسی نے نہیں کہا: کہ وہ اس کے ساتھ بدعت شرعی کا قصد کرتا ہے۔ یہ التباس متعصب لوگوں نے پیدا کیا کہ جو نبی ﷺ کے قول کو آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے قول کے ساتھ رد کرتے ہیں۔

اہم ترین فائدہ:

یقیناً انھوں نے نبی ﷺ کے اس فرمان کی تفسیر کی ہے:

"من سن سنة حسنة"

[1] "صریح البیان" (٧٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’جس نے اچھے طریقے کی ابتدا کی‘‘
یعنی جس نے اچھی بدعت کا آغاز کیا۔
ان کے قول کے مطابق نبی ﷺ کے اس فرمان کا معنی ہوگا:’’کل بدعة ضلالة‘‘ (ہر بدعت گمراہی ہے)
کیوں کہ سنت ان کے خیال میں بدعت کے معنی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا معنی ہوگا۔’’سنة اللّٰه التی فدخلت من قبل‘‘
یعنی اللہ کی بدعت۔

یہ رسول ﷺ پر جھوٹ باندھنا ہے اس لیے کہ جب آپ ﷺ نے بدعت کے بارے کلام کیا تو اس کا نام بدعت رکھا اس کے لیے سنت کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

کیا تمھارے پاس اس پر کوئی یقینی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے سنت سے بدعت مراد لیا؟ یا یہ احتمال ہے تم عقیدہ میں احتمال پر بنیاد رکھ رہے ہو اور یہ تمھارے اصل کے خلاف ہے کہ عقیدے میں دلیل نہیں پکڑی جائے گی مگر اس کے ساتھ جو قطعی السند ہو اور قطعی الثبوت ہو۔

اہل بدعت کی گمراہی کی علامت یہ ہے کہ وہ بدعت کو تقسیم کرتے ہیں۔ جب کہ نبی ﷺ نے اس تقسیم نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے یہی کہنے پر اکتفا کیا۔’’کل بدعة ضلالة‘‘ (ہر بدعت گمراہی ہے) یہ نہیں فرمایا: ہر بدعت پانچ اقسام پر مشتمل ہے۔

اسی طرح وہ نبی ﷺ کی سنت کی تقسیم سے بھاگتے ہیں اس حدیث سے دلیل پکڑتے وقت ’’من سن فی الاسلام سنه حسنة‘‘ ’’جس نے اسلام میں اچھے طریقے کی ابتدا کی۔‘‘

وہ آپ ﷺ کے اس فرمان کو مکمل نہیں کرتے:’’ومن سن فی الاسلام سنه سیئة‘‘ ’’جس نے اسلام میں کسی بُرے طریقے کی ابتدا کی‘‘ اور کبھی اسے بغیر سمجھے مکمل کرتے ہیں۔ کیوں ’’السنة السیئة‘‘ (بُری سنت) کے لفظ کا حدیث میں وارد ہونا کے دلیل پکڑنے کو ختم کر دیتا ہے۔

وہ لوگوں کو وہم میں مبتلا کرتے ہیں کہ اس سے مقصود سنت شرعی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت شرعی میں سنت سیئہ نہیں ہے۔

یہ لوگ بدعت کو تقسیم کرتے ہیں نبی ﷺ نے اس کی تقسیم نہیں کی جبکہ سنت میں آپ ﷺ نے کی ہے وہ اس سے جاہل ہیں۔

گویا کہ وہ تمنا کرتے ہیں کاش کہ نبی ﷺ بدعت کو حسنۃ اور سیئۃ کی طرف تقسیم کرتے، اور سنت کو حسنۃ اور سیئۃ کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

طرف تقسیم نہ کرتے اس پر غور کرو اور اہل بدعت کے حال سے عبرت پکڑو: کیسے وہ بہک گئے ہیں، پھیر دیے گئے ہیں اور وہ عقل نہیں رکھتے۔ اور ہم ہمیشہ تم پر سلف کے فہم کے ساتھ رد کریں گے کہ جو انھوں نے کتاب وسنت کی نصوص سے حاصل کیا ہے۔

اس حدیث: ”من سن سنة حسنة“ ”جس نے کسی اچھے طریقے کی ابتدا کی“

سے انھوں نے یہ نہیں سمجھا جو تم نے دین میں بدعت کے جواز، جشنِ ولادت کی محافل اور اذان کے بعد نبی ﷺ پر درود کے صیغے کے اضافے کو سمجھا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ خیر پر حریص تھے۔ اس کی طرف سبقت لے جاتے تھے اور اس میں رغبت کرتے تھے لہٰذا کیا یہ سنت ہے کہ تم اس کی طرف ان سے سبقت لے گئے ہو یا یہ بدعت ہے جسے تم نے ان کے بعد ایجاد کیا ہے؟

ہم تمھارے فہم کا ان کے فہم کے ساتھ اور پھر تمھارے عمل کا ان کے عمل کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں اگر انھوں نے اس سے وہی سمجھا جو تم نے سمجھا ہے تو وہ بدعت ایجاد کرتے۔ جسے تم نے ایجاد کی ہے اگر یہ امر جسے لوگوں نے سمجھا ہے حدیث کا صحیح فہم ہو تو نبی ﷺ کے فرمان:

”فمن رغب عن سنتي فليس مني۔“

”جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔“

سے واضح تناقض ہے۔ سنت سے اعراض پر ابھارنا ہے اور جو آپ ﷺ کی سنت سے بے رغبتی کرے اس کی تعریف کرنا ہے۔ جب کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”علیکم بسنتي“ ”تم میری سنت کو لازم پکڑو۔“

آپ ﷺ اس پر پکے رہنے کی دعوت دیتے ہیں اسے مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیتے ہیں اور اسے پکڑنے کو انگارہ پکڑنے کے برابر قرار دیتے ہیں۔ اور وہ ہمیں یہاں کون سی سنت پکڑنے کی دعوت دیتے ہیں جسے مسلمانوں میں سے جو چاہے مسنون قرار دے اور جو محض آپ ﷺ کی سنت کے ساتھ مقید نہ ہو!

یقیناً لفظ سنت کا لغوی اور شرعی معنی سمجھنا ضروری ہے۔

اور میں ہمیشہ الفاظ کے معانی اور مصطلحات کی تفصیل کی ضرورت پر تاکید کرتا ہوں مناقشہ میں داخل ہونے سے پہلے کیوں کہ یہ بڑی مشکل کو حل کر دیتا ہے۔

پس لائق ہے کہ کامل حدیث پر لازماً اطلاع حاصل کی جائے اور اس سے کسی عبادت کی قطعیت لینا حرام ہے کہ جس سے حدیث کا معنی تبدیل ہو اور اس معنی میں تحریف ہو جس کا نبی ﷺ نے قصد کیا ہے۔ اور جب تک ہم حدیث کو مکمل نہیں پڑھیں گے ہم ہرگز استطاعت نہیں رکھیں گے کہ اس کے معنی کا ادراک حاصل کریں اس لیے کہ حدیث ہے جو سنت پر عمل کرے نہ کہ جو سنت کو اختراع کرے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی سے روایت ہے کہ کچھ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے چادریں لپیٹی ہوئی تھیں۔ تلواریں لٹکائی ہوئی تھیں ان میں سے اکثر مضر قبیلہ سے تھے نبی ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اس وجہ سے کہ جو آپ ﷺ نے ان پر فاقہ اور ان کے پھٹے کپڑوں اور ان کی ظاہری حاجت کو دیکھا۔ پس آپ منبر پر تشریف لائے اور صدقے کی ترغیب دی۔

انصار میں سے ایک آدمی تھیلی کے ساتھ آیا جسے وہ اٹھانے سے عاجز آ رہا تھا بلکہ وہ عاجز آ گئی۔ پھر لوگ ایک دوسرے کے پیچھے آئے یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑوں کے دو ڈھیروں کو دیکھا۔ نبی ﷺ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا جب آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ انصاری کی ترغیب کے بعد صدقے میں ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے ہیں۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من سن فی الاسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها، من غير أن نيقص من أجور هم شيء ومن سن فی الاسلام سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده۔“ [1]

”جو اسلام میں اچھے طریقے کا آغاز کرے اس کے لیے اس کا اجر ہے اور اس کا اجر جو اس پر عمل کرے علاوہ اس کے کہ ان کے اجور میں کوئی کمی ہو اور جو اسلام میں کسی بُرے طریقے کا آغاز کرے اس پر اس کا بوجھ ہوگا اور اس کا بوجھ جو اس کے بعد اس پر عمل کرے۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں نبی ﷺ کے قول اور اس انصاری کے فعل کے درمیان ربط ہے کہ جس نے مسلمانوں کو صدقے پر ابھارا تھا۔

اسی لیے ہم سوال کرتے ہیں: وہ سنت کیا ہے جس کا اس انصاری نے آغاز کیا ہے؟ کیا اس نے بدعت ایجاد کی ہے۔ (بدعت کا معنی: کسی چیز کو سابق مثال کے غیر پر (ایجاد کرنا) یا اس نے لوگوں کو سنت کے ساتھ نصیحت کی ہے (یہ صدقے کی خصلت ہے)؟

تحقیق اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت میں مشروع قرار دیا ہے۔

پس حدیث کا سیاق پر اس شخص کے لیے واضح ہے جس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے پردہ نہیں ڈالا کہ وہ اسے سمجھے اور نہ اس کے کانوں میں بوجھ ہے بے شک جو کام صحابی نے کیا وہ سنت مشروع ہے۔ جس کی طرف انھوں نے اپنے فعل کے ساتھ دعوت دی ہے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ سنت حسنہ ہے بدعت نہیں ہے۔

[1] مسلم: ۱۰۱۷۔ نسائی: ۵/۷۵۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ نبی ﷺ کا قول: "من سن سنة حسنة" ''جس نے اچھی بدعت کا آغاز کیا'' اس کا معنی ہے: جس نے سنت پر عمل کیا نہ کہ جس نے سنت کو اختراع کیا۔

یہاں سے آپ بدعت کو حسن قرار دینے والوں کے انحراف کو جان لو گے جب کہ وہ نبی ﷺ کے قول کے ساتھ استدلال کرتے ہیں حدیث کی مناسبت وارد نہیں کرتے جو اس کے معنی پر دلالت کرتی ہے۔ ❶

قاطع حجت:

واضح رہے کہ نبی ﷺ نے بدعت کو حسنۃ اور سیئۃ کی طرف تقسیم نہیں کیا باوجود اس کے آپ ﷺ نے سنت کو سنت حسنہ اور سنت سیئہ کی طرح تقسیم کیا۔ اہل بدعت نہیں سمجھتے کہ بدعت کی تقسیم کیوں ممنوع ہے اور سنت میں یہ تقسیم ممنوع نہیں ہے۔ اگر ہم ان سے پوچھیں کہ تمھارے پاس (بدعت حسنہ) کی کیا دلیل ہے تو کہتے ہیں ((من سنَّ فی الاسلام سنة حسنة)) ''جس نے اسلام میں اچھا طریقہ زندہ کیا۔''

اس صورت حال میں ہم ان سے کہیں گے اگر (بدعت) یہاں (سنت) کے معنی میں ہے تو پھر تمھارا کیا خیال ہے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ((کل بدعة ضلالة)) ''ہر بدعت گمراہی ہے'' کا ترجمہ تمھارے نزدیک ہوگا ''یہ سنت گمراہی ہے۔''

شریعت میں سنت حسنہ ہی ہے اور بدعت بُری اور گمراہی ہی ہے یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے لفظ (السنة) کے شرعی معانی مراد نہیں لیے بلکہ فقط لغوی معنی مراد لیے ہیں۔ اگر ہم کہیں کہ شرعی معنی مراد لیے ہیں تو پھر ہر ایک کے لیے جائز ہوگا کہ وہ کوئی بھی طریقہ ایجاد کرے اور اسلام میں داخل کر دے اسی لیے لفظ (السنة) شرعی معنی کے ساتھ مفید استعمال ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ((علیکم لبسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدبین من بعدی)) ''تم پر میری سنت اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین کی سنت کو پکڑنا لازم ہے۔'' اور یہ کہ شرعی سنت کی حسنہ اور بدعہ کی طرف تقسیم مقبول نہیں ہے۔

جو اللہ نے شروع کیا اور خلفاء اس پر متفق ہوئے وہ ہمیشہ بہترین ہی ہے:

ایسی جگہ لفظ سنت کو لغوی معنی میں استعمال کرنا جائز ہے اور کوئی خطرہ نہیں کیونکہ یہ بات معلوم ہے اور ہر عاقل اس کو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ اس کے رسول کی سنت اور خلفائے راشدین کا راستہ (حسنۃ اور سیئۃ) کی تقسیم قبول نہیں کرتا جبکہ لوگوں کے ایجاد کردہ طریقے حسنۃ بھی اور سیئۃ بھی ہیں۔

انصاری صحابی نے آپ کا حکم سن کر سب سے پہلے صدقہ کیا یہ کوئی نیا طریقہ ایجاد نہیں کیا بلکہ اس پر تو کتاب وسنت کی نصوص میں ترغیب موجود ہے اس لیے دوسری روایت میں ہے ''جس نے نیکی کی طرف بلایا اسے خود کا بھی اجر ملے گا

❶ "اصول البدی" (١٢٤) علی حسن عبدالحمید۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جو عمل کریں گے ان کا بھی ثواب ملے گا اور جس نے برائی کی طرف بلایا اسے خود کا بھی گناہ ہوگا اور جو عمل کریں گے اس کا بھی عتاب اس پر ہوگا۔"

بعض احادیث کی تشریح اور وضاحت کرتی ہیں لہٰذا ((من سن فی الاسلام سنة حسنة)) کی تشریح ((من دعا الی الهدی)) کر رہی ہے یعنی جس نے نیکی کی طرف لوگوں کو بلایا۔ اس کا قطعاً مطلب یہ نہیں ہے کہ "جس نے اسلام میں کوئی نیا طریقہ ایجاد کیا۔"

ایک روایت سے حبشی کا غلط استدلال:

حبشی نے ایک روایت سے یقیناً غلط استدلال لیا ہے۔ یہ روایت اس طرح ہے: "جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جس کو مسلمان بُرا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بُرا ہے۔"

جواب:

۱۔ یہ حدیث نبی ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں ہے یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ [1]

جو لوگ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے دلیل لیتے ہیں وہ درحقیقت ان کے فہم سے ناواقف ہیں۔ انھوں نے فرمایا: اتباع کرو اور بدعات ایجاد نہ کرو یہ (اتباع) تمھارے لیے کافی ہے۔ [2]

۲۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس وقت تھا جب خلیفہ مقرر کرنے میں اختلاف ہوا۔ حاکم رحمہ اللہ نے اس قول کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد اس کا زائد حصہ بھی ذکر کیا ہے (تمام صحابہ نے یہی خیال کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی خلیفہ بنایا جائے) [3]

۳۔ امام ذہبی نے بھی اس (المسلمون) میں (ال) استغراق کے لیے ہے یعنی اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا کہ خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے کیونکہ وہ آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کے مصلے پر امامت کے لیے کھڑے ہوئے۔

۴۔ اگر اس کو عام مراد لیا جائے تو پھر وہی کام (حسنہ) ہوگا جس پر امت کا اجماع ہو جائے۔

معتزلہ کی باقیات:

حبشی اور اس کے پیروکاروں نے شاید غور نہیں کیا کہ اس روایت کہ جس کو مسلمان اچھا جانیں۔۔۔) سے استدلال معتزلہ کی عقلی تحسین اور تقبیح کی طرف رجوع ہے اس میں اشعری نے ان کی مخالفت کی ہے۔

انھوں نے کہا: حسن (بہترین) وہی ہے جسے شریعت نے حسن کہا اور قبیح (بُرا) وہی ہے جسے شریعت نے بُرا کہا ہے۔

---

[1] سیوطی نے الأشباه والنظائر الفقمية، میں کہا ۸۹، حافظ العلائی نے کہا یہ مرفوع ثابت نہیں ہے بلکہ یہ کسی ضعیف سند سے بھی ثابت نہیں یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا موقوف قول ہے۔

[2] أخرجه أحمد: ۱/ ۱۳۹ الداری: ۱/ ۶۹، اعتقاد أهل السنة: ۱/ ۱۹۰۔

[3] المستدرك: ۳/ ۷۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس دروازہ کو پہلے ہی بند کیا ہے۔ انھوں نے کہا ((من استحسن فقد شرع.)) جس نے استحسان (کسی چیز کو اچھا جان کر حکم لینا) کہا اس نے شریعت سازی کی۔

بدعت کے متعلق رفاعی کا موقف حبشی کے مخالف ہے:

احمد رفاعی اور حبشی کا موقف بدعت کے متعلق مختلف ہے۔

احمد رفاعی نے کہا: بدعات سے بچنے کی کوشش کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے ہمارے دین میں کوئی کام کیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' تم لوگ اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا سوال کرو۔ اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق ہدایت کا معیار مقرر نہ کرو جس نے ایسا کیا اس نے پہلا قدم ہی گمراہی میں رکھ دیا۔

مجھے پتہ چلا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ تربوز اس لیے نہیں کھاتے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کو کھانے کی کیفیت وارد نہیں ہے۔ یاد رکھو جس نے سنت سے اعراض کیا اور بدعات کو سینے سے لگایا اس پر اللہ تعالیٰ نے دشمن کو مسلط کر دیا اور جس قوم نے سنت کو اپنایا اور بدعات سے نفرت اور ان کا خاتمہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق بھی عطا فرمایا ان کی مدد بھی کی اور ان کے تمام امور درست فرما دیے۔ ❶

انھوں نے مزید کہا: اگر کسی عابد نے پانچ سو طریقوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مگر شرعی طریقہ نہ اپنایا تو وہ عبادت مردود ہے اور قیامت کے دن اس پر بوجھ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی وزن مقرر نہ فرمائے گا۔ عالم اور فقیہ کی دو رکعت نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں جاہل کی دو ہزار رکعات سے بہتر ہے۔ ❷

❀❀❀❀❀

❶ الفجر المنير: ٢١، البرهان المؤيد: ٣، ٢٠، ٥٧، ٦٥، المعارف المحمدية: ١٣، قلادة الجواهر: ٢٢٠۔

❷ البراهان: ٤، حالة أهل الحقيقة مع الله: ٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جشن عید میلاد کی بدعت سے استدلال

- ملک اربل کا اقتباس کہ جشن عید میلاد عیسائیوں کا ایجاد کردہ ہے
- نبی کریم ﷺ کی تاریخ ولادت میں اختلاف
- ماہ وفات یا ماہ جشن
- جشن عید میلاد کے منع پر ابن الحاج کا فتویٰ
- مفتی الازہر بخیت المطیعی کی ملک اربل کی بدعت پر گفتگو
- نبی کریم ﷺ کے والدین کے متعلق
- الفقہ الاکبر سے ابوحنیفہ کا کلام حذف کرنا
- کیا جشن فقط میلاد نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے یا اولیاء کا بھی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جشن عید میلاد کی بدعت سے استدلال

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جشن عید میلاد اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہے؟

اگر تمہارا جواب ہاں میں ہے تو نبی کریم ﷺ کے اس قول کا کیا مطلب ہے ''ہر وہ چیز جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرسکتی ہے اس کے کرنے کا میں نے تمہیں حکم دے دیا ہے'' اگر جشن میلاد اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہوتا تو آپ ہمیں ضرور حکم فرماتے۔

مومنوں کی عیدوں کی حد بندی خود شارع نے کر دی ہے ''جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ زمانہ جاہلیت کے دو ایام میں خوشی مناتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان دنوں سے بہتر ایام عطا فرمائے ہیں: (۱) عید الفطر، (۲) عید الاضحیٰ۔'' ❶ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان دنوں کے بدلے عید میلاد عطا نہیں فرمایا۔

حبشی کا اعتراف کہ اس دن کی اصل عیسائیوں سے ثابت ہے:

حبشی نے دعویٰ کیا ہے کہ ''اس دن کی ابتداء ملک اربل نے اس وقت کی جب اس نے عیسائیوں کو دیکھا کہ وہ جشن عید میلاد عیسیٰ علیہ السلام مناتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے محمد ﷺ کا عید میلاد منایا۔'' ❷

ہم تو حبشی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے یہ اعتراف کیا کہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے اور ساتھ ساتھ یہ وضاحت بھی کرتے ہیں کہ شکر منانے کا یہ طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں کہ انہوں نے آپ کی آمد پر ایسا کچھ کیا ہو۔ پھر بعد والے ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عیسائی کیسے آپ کی آمد کی خوشی منانے میں بڑھ سکتے ہیں؟

تمہارا جشن میلاد عیسائیوں کے جشن میلاد کی طرح ہے:

تم لوگ عیسائیوں کی تقلید میں ایسا کرتے ہو پھر تمہارے جشن میلاد اور ان کا جشن میلاد میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے؟ تمہارا حال دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا قول مبارک یاد آتا ہے کہ ''تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔ آپ سے پوچھا گیا، کیا آپ کی مراد یہودی عیسائی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اور کون؟

ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو ہم یہ کہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس لیے جشن میلاد نہیں منایا کیونکہ وہ ان صوفیوں اور عیسائیوں کی نسبت اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے کم محبت رکھتے تھے یا پھر یہ کہیں انہوں نے جشن میلاد نہیں منایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اسے مشروع قرار نہیں دیا ورنہ وہ ہم سے سبقت لے جاتے۔

❶ ابو داؤد: ۱۱۳۴۔
❷ اظهار العقيده السنية: ۲۴۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دعویٰ باطل ہے کہ اسے سب سے پہلے ملک اربل نے منایا:

حبشی کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ جشن میلاد سب سے پہلے ملک اربل نے منایا۔ ابوشامہ شافعی نے ذکر کیا ہے کہ موصل میں سب سے پہلے جشن میلاد شیخ عمر بن محمد الملا نے منایا اور ملک اربل نے اس کی پیروی کی۔ ❶ یہ صوفی آدمی بھی دو لوگوں کے درمیان فیصل نہیں بن سکتا تو پھر بادشاہوں کا عمل دو جھگڑنے والوں کے درمیان کیسے فیصلہ کن ہو سکتا ہے؟

بلکہ کتب تاریخ گواہ ہیں کہ جشن میلاد کی ابتداء فاطمی باطنیوں ورافضیوں نے کی جنھوں نے مسلمانوں کی مساجد میں بدعات کا جال بچھا دیا اور جشن میلاد کی بھی ابتداء کی''۔ ❷

ابوحفص تاج الدین فاکھانی نے کہا: ❸ ''اس جشن عید میلاد کی کوئی اصل اور بنیاد میرے نزدیک کتاب وسنت میں نہیں ہے۔ علمائے امت جو ہمارے لیے نمونہ ہیں اور سلف کے آثار پر عمل کرنے والے ہیں ان سے بھی ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہے بلکہ یہ جھوٹے لوگوں کی بنائی ہوئی بدعت ہے اس بات پر اجماع ہے کہ نہ یہ واجب ہے، نہ مستحب ہے بلکہ شریعت نے تو اس کی اجازت ہی نہیں دی ہے۔ اسے نہ ہی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منایا اور نہ ہی تابعین نے ایسا کیا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی میرا یہی جواب ہوگا'' ❹

سیوطی نے فاکھانی کا مکمل فتوی نقل کیا ہے اور اسے شیخ عدوی مالکی نے مختصر الشیخ المالکی کے حاشیہ پر ذکر کیا ۸۔۱۲۸۔ کہا ''فاکھانی نے جشن میلاد کو مکروہ کہا ہے۔ اسے شیخ محمد عیش نے **''فتح العلی المالك فی فتوی علی مذهب الامام مالك''** میں قبول کیا ہے۔

المناوی ۱/۱۹۶، المواهب اللدنیة ۱/۱۴۰ میں ہے کہ اس کوئی اصل نہیں ہے یہ بدعت ہے قرونِ ثلاثہ میں اس کا وجود نہ تھا''۔

سیوطی نے اسے بدعت شمار کرنے کے باوجود اسے بدعت حسنہ کہا ہے کیونکہ یہ بعض اچھی چیزوں پر مشتمل ہے۔ ہم سیوطی سے سوال کرتے ہیں اگر یہ اچھائیوں پر مشتمل ہے تو ہمارے اسلاف سے کس طرح یہ اچھائی پوشیدہ رہ گئی؟

اسی لیے تو ابن الحاج نے المدخل میں اس کی مخالفت کی ہے۔ کہا: یہ بدعت ہے اور سلف صالحین کے طریقہ کے بالکل مخالف ہے۔ المدخل ۲/۱۱ میں ہے:

''یہ دین میں بدعت اور زیادتی ہے سلف صالحین سے ایسا ثابت نہیں ہے۔ سلف صالحین کی اتباع لازمی اور بہتر

---

❶ الباعث علی انکار البدع والحوادث: ۴۳۔

❷ الخطط المقریزیة: ۴۳۲۔

❸ اہل علم نے فاکھانی کی فضیلت بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا وہ فقیہ فاضل ماہر حدیث وفقہ۔ اصول وادب کے استاد اور نیک آدمی تھے۔ الدیبا ج ۱۸۶۔ الدررالکامنة ۲۵۴/۳۔ الهدایة والنهایة ۱۵۳/۱۴۔

❹ الموزد فی عمل المولد ۲۰۔۲۲۔ الحاوی للفتاوی ۱۹۰۔۱۹۲۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ سنت کی پیروی کرنے والے تھے۔ ہم ان کے بعد آنے والے ہیں لہٰذا ان کی بات سننا اور ان کا طریقہ اپنانا ہم پر واجب ہے‘‘۔ ان کا کلام دلیل ہے کہ جس فعل کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرانجام نہیں دیا جو کوئی بھی اس فعل کو مستحب کہے گا وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا مخالف ہے۔

اگر جشن میلاد کے معاملہ میں اہل علم میں اختلاف بھی واقع ہوتا تو ہم اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاتے بشرطیکہ وہ اختلاف معتبر ہوتا۔

محمد صالح شامی جو کہ سیوطی کے شاگرد ہیں نے سخاوی سے ان کے فتاویٰ میں نقل کیا کہ ’’جشن میلاد قرون ثلاثہ میں کسی سے بھی منقول نہیں ہے یہ بعد کی ایجاد ہے‘‘۔ ❶ اسی طرح کا موقف ملا علی قاری حنفی نے ’’المدد الاوی فی المدلد النبوی‘‘ میں ۱۲۴ پر ذکر ہے۔

انہوں نے سخاوی کے قول کا تعاقب کرتے ہوئے جو ’’التبر المسبوك فی ذیل السلوك‘‘ میں ۱۴ میں ہے کہ ’’جب عیسائیوں نے اسے بڑی عید قرار دیا ہے تو اہل اسلام کے لائق ہے کہ وہ بھی جشن میلاد کو ان سے بھی بڑی عید قرار دیں‘‘ کہا یعنی شیخ ملا نے کہ ’’ہمیں تو اہل کتاب کی مخالفت کا حکم ہے‘‘ حل ۲۹۔ سخاوی کا پہلا کلام اس پر دلیل ہے۔

بعض صوفیاء نے جشن عید میلاد کے دن روزہ رکھنا ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ یہ ان کے نزدیک عید کا دن ہے‘‘۔ ❷

کاش کہ یہ لوگ اس دن روزہ رکھتے اور اسے عید قرار نہ دیتے تو شاید سنت کے کچھ قریب ہو جاتے۔ آپ کی ولادت سوموار کے دن ہوئی اور آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور فرمایا! میں اس دن پیدا ہوا اور اسی دن مبعوث کیا گیا‘‘۔ ❸

یہ بات واضح ہے کہ آپ سوموار کو دن کے وقت پیدا ہوئے لیکن بعض نے کہا رات کو پیدا ہوئے اور اس رات کو لیلۃ القدر سے بھی افضل قرار دیا۔

جیسا کہ قسطلانی نے (المواهب اللدنية ۱/۱۳۵) میں دعویٰ کیا جبکہ زرقانی اور ملا علی قاری نے ’’المورد‘‘ میں اس پر رد کیا ہے۔ دیکھئے ص: ۹۷۔

جشن میلاد ہیتمی نے ڈھونڈ نکالا جبکہ صحابہ کرام کو نہ مل سکا

ابن حجر ہیتمی نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے جشن عید میلاد کی دلیل ڈھونڈ نکالی ہے ❹ اور وہ عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم نبوی ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی نجات کے شکر کے طور پر تھا۔ ہم کہتے ہیں یہ استدلال صحابہ سے کیسے مخفی رہا اور وہ ولادت نبی ﷺ پر اس طرح کا شکر نہ منا سکے کیا یہودی ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے پر حریص ہیں؟

---

❶ سبل الهدى والرشاد ۱/۴۳۹۔

❷ مواهب الجليل ۲/۴۰۶۔

❸ صحيح مسلم ۱۱۶۲۔

❹ الفتاویٰ الحديثية ۹۰۹۔۹۷۴۔

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ پر ان لوگوں کا اتفاق نہیں ہے:

جیسے ہم نصاریٰ کے خلاف دلیل پیش کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی یوم ولادت میں ان کا زبردست اختلاف ہے تو ایسے ہی ان بدعتیوں کے خلاف بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ لوگ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت پر متفق نہیں ہے۔ خود حبشی نے کہا: آپ کی ولادت کے سال میں بھی اختلاف ہے اکثر کے نزدیک یہ عام الفیل (ہاتھیوں کا سال) ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا: ہاتھیوں کے واقع سے ایک ماہ قبل آپ پیدا ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چالیس دن پہلے اور یہ بھی کہا گیا پچاس دن پہلے"۔ ❶

پھر مختصر کرتے ہوئے کہا: آپ سوموار کے دن ربیع الاول میں عام الفیل کے سال پیدا ہوئے"۔

ان سے پہلے کوثری بھی اس حیرت میں مبتلا ہوا اور کہا کہ راجح بات یہ ہے کہ آپ کی ولادت آٹھ ربیع الاوّل کو ہوئی ہے جبکہ بہت سی علمی بحوث میں تاریخ ولادت نو ربیع الاوّل ہے۔ کوثری نے بھی ۹ نو ربیع الاوّل کو بہترین قرار دیا ہے۔ ۱۲ ربیع الاوّل والی روایات کمزور ہیں ان میں سے بعض کی سند ہی نہیں ہے۔ کوثری نے اعتراف کیا ہے کہ ملک مظفر الدین جیسے (الذئب الأزرق) کے لقب سے جانا جاتا ہے جو کہ اربل کا حکمران ہے علماء کے درمیان جشن میلاد کے اختلاف کو ابھارا کرتا تھا۔ یہ جشن میلاد کا اہتمام کرتا تھا آٹھ ربیع الاوّل کو بھی اور اس طرح اگلے سال ۱۲ ربیع الاول کو بھی۔ ❷

یوم ولادت میں زبردست اختلاف ہے:

ابن کثیر نے کہا: کہا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت ۳ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ یہ عبدالبر نے ''استیعاب'' میں ذکر کیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ آٹھ ربیع الاوّل یہ حمیدی نے ابن حزم سے نقل کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے مورخین نے اسی تاریخ کو صحیح کہا ہے۔ ابن دحیہ نے اپنی کتاب "التنویر فی مولد البشر النذیر" میں اسے راجح قرار دیا ہے اور قسطلانی نے "المواهب اللدنية" میں کہا: اسے اکثر اہل حدیث نے اختیار کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۸ یا ۱۷ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ حلبی نے "انسیان العیون" میں کہا ہے کہ دحیہ نے کہا یہی صحیح تاریخ ہے۔

بعض نے کہا ۱۱ ربیع الاوّل ہے۔ دمیاطی نے ''السیرۃ'' میں اسے راجح کہا ہے۔ ابوجعفر محمد الباقر نے کہا آپ کی ولادت ۱۱ ربیع الاول ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام روایات کو سامنے رکھ کر جو بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۹ ربیع الاوّل کو ہوئی جیسا کہ استیعاب، التنویر اور نتائج الأفهام فی تقویم العرب قبل الاسلام، میں ہے۔ آپ ولادت کی تاریخ کے متعلق کوثری نے کی مقالات لکھے ہیں"۔ ❸

---

❶ الروائع الزکیة ۲۸۔ یہ کتاب یہ لوگ بدل کے طور پر لائے ہیں اور اپنے شیخ کی کتاب (ردالمولد الشریف) چھاپی کیونکہ اس میں بے شمار جھوٹ ہیں۔

❷ مقالات الکوثری: ۴۷۶۔

❸ المواهب ۱۳۱، السیرة النبویة / ابن هشام ۱۹۸/۱۔ السیرة للزهبی (ماخوذ من تاریخ اسلام)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اربل کے حکمران نے اس اختلاف کا کیسے خیال رکھا؟

اس اختلاف کے پیش نظر اربل کا حکمران ایک سال جشن میلاد ۸ ربیع الاوّل کو مناتا۔ اگلے سال ۱۲ ربیع الاوّل اور اس سے اگلے سال تاریخ بدلتا رہتا ہے۔ جیسا کہ ابن خلکان اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ ❶

اربل کا حکمران ظالم بادشاہ تھا:

یا قوت الحموی نے "معجم البلدان ۱۳۸" میں کہا: یہ بادشاہ ظالم اور رعایا کو تنگ کرنے والا تھا۔ یہ لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے ہڑپ کرتا اور اس کے ساتھ ساتھ قراء وغیرہ پر خرچ کرتا تھا۔ شاعر کا قول ہے یہ اس خیرات کرنے والی طوائف کی طرح ہے جو اپنی شرمگاہ کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہے۔ تو برباد ہو جائے زنا سے رُک جا اور اس طرح کی خیرات مت کر۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان فرق کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم رسولوں کے درمیان فرق نہ کریں۔ لیکن اے صوفیاء کی جماعت! تم محمد ﷺ کا جشن میلاد تو مناتے ہو مگر عیسیٰ، موسیٰ، داؤد، سلیمان، نوح اور ابراہیم علیہم السلام کا جشن نہیں مناتے۔ اگر تم یہ جواب دو کہ ان کی تاریخ پیدائش یعنی یوم ولادت معلوم نہیں تو ہم کہیں گے تم نبی کریم ﷺ کا یوم ولادت بھی صحیح طور پر بتانے سے عاجز ہو۔ اس معاملہ میں تو تمام انبیاء برابر ہیں پھر تم یہ فرق کیوں کرتے ہو؟ یہ تو ایسے ہی ہے کہ جس چیز میں تم نے اختلاف کیا اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کی بجائے اپنی عادات کی طرف لوٹا رہے ہو۔

یہاں دلیل یہ بھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ نبی ﷺ کا جشن میلاد منایا جائے تو آپ کی تاریخ پیدائش محدد ہوتی اور لوگ اسے صحیح طریقے سے پہچانتے مگر ایسا نہیں ہے۔

لیکن جو لوگ ۱۲ ربیع الاوّل کو جشن میلاد مناتے ہیں وہ آپ ﷺ کی تاریخ ولادت میں زبردست اختلاف کا انکار نہیں کر سکتے۔

اتفاق اس بات پر ہے کہ آپ کی ولادت سوموار کو ہوئی لیکن یہ بدعت ایجاد کرنے کے لیے بنیاد نہیں ہے۔ آپ کو علم ہے کہ "جمعہ" کا دن تمام دنوں سے بہتر ہے مگر فقط جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے حالانکہ اس دن کی فضیلت زیادہ ہے۔

تاریخ وفات اور تاریخ پیدائش ایک ہی ہے:

اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ آپ کی وفات ربیع الاوّل کو ہے اور سوموار کے دن ہے اور جمہور مورخین اور ابن اسحاق کے نزدیک آپ ﷺ کی وفات ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوتی ہے۔ ❷

---

❶ الفياق ۴۳۷/۱۔

❷ البداية والنهاية: ۲۵۵/۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ فاکھانی نے کہا: جس مہینہ میں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے اسی میں ہی فوت ہوئے میں لہٰذا خوشی منانے کا تو کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

ابن الحاج نے مدخل میں کہا: ایسے لوگوں پر سخت تعجب ہے جو اس مہینے میں آپ کی ولادت کی خوشی کے نام پر فرحت وسرور کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ وہ اس سے مہینے میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے اور امت اسلامیہ ایک عظیم صدمہ سے دو چار ہوئی اور غم واندوہ کے بادل چھا گئے...... ان لوگوں کو دیکھو کہ وہ اس ماہ عظیم میں کسی طرح رقص وسرور کا اہتمام کرتے ہیں اور غمزدہ نہیں ہوتے، اگر وہ ایسا کرتے بھی تو وہ بھی بدعت کہلاتا حالانکہ آپ کی وفات پر غمزدہ ہونا ہر مسلمان پر واجب ہے۔۔۔ درحقیقت یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ اپنی رقص وسرور اور لہو ولعب والی طبیعت کو سکون پہنچانا چاہتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ میں ایک دن ان کی ولادت کی خوشی میں فرحت وسرور کا اہتمام کرتا ہوں اور دوسرے دن آپ کی وفات کے غم میں حزن اور رونے کا مظاہرہ کروں گا تو اس کا جواب یہ ہے یہ دونوں امور ہی ایک جیسے ہوں گے۔ اگر کسی نے آپ کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکایا اور لوگوں کو مدعو کیا اور پھر آپ کی وفات کے غم میں کھانا پکایا اور لوگوں کو مدعو کیا تو یہ دونوں کام ہی بدعت ہیں۔ شرعی لحاظ سے دونوں امور قابل مذمت ہیں۔'' [1]

ابن الحاج نے یہ بھی کہا کہ اگر جشن میلاد تمام مروجہ برائیوں سے پاک بھی ہو تو پھر بھی یہ بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں زیادتی ہے۔ یہ سلف صالحین کا طریقہ نہیں ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی میلاد کی نیت تک نہیں کی۔

سیوطی نے ابن الحاج کا فتویٰ نقل کیا:

سیوطی نے ابن الحاج کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ الحاوی للفتاویٰ (۱/ ۱۹۳۔ ۱۹۵)۔ پھر کہا ''اللہ ابن الحاج پر رحم کرے اس نے جشن میلاد کی مذمت صرف شریعت کے مخالف امور کے ارتکاب کی وجہ سے کی ہے'' مگر ابن الحاج کا آخری جملہ اس دعویٰ کی تردید کر رہا ہے۔ یہ اس کا عجیب وغریب مذہب ہے''۔ [2]

دیار مصر کے مفتی محمد بخیت المطیعی

حبشی نے مفتی مصر محمد بخیت المطیعی کو اپنی کتاب ''احسن الکلام'' میں جھوٹا قرار دیا ہے یہ موسسه الكتب الثقافية الجشيه سے طبع ہوئی ہے۔ شیخ مصر نے ایک سوال جو کہ جشن میلاد کے متعلق تھا کا جواب دیتے ہوئے کہا:

''جشن میلاد سب سے پہلے قاہرہ میں فاطمیوں نے منایا اور ان میں سب سے پہلے المعزلدین اللہ کا نام ہے۔ یہ شوال ۳۶۱ھ میں مغرب سے آیا اور رمضان میں قاہرہ میں داخل ہوا اس نے جشن میلاد کو جاری کیا۔ یہ چھ میلاد مناتا تھا۔

[1] المدخل / ابن الحاج۔

[2] احسن الكلام فيما بتعلق بالسنة والبدعة من الاحكام ۵۹۔۶۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جشن میلاد نبی ﷺ جشن میلاد علی رضی اللہ عنہ، جشن فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، جشن حسن رضی اللہ عنہ، جشن حسین رضی اللہ عنہ اور خلیفہ وقت کا جشن میلاد...... یہ مختلف جشن اسی طرح منائے جاتے رہے حتیٰ کہ الافضل بن امیر الجیوش نے ان کو ختم کر دیا..... الآمر باحکام اللہ کی خلافت میں دوبارہ شروع کر دیے گئے حالانکہ لوگ ان کو بھول چکے تھے...... یہ بات جو انہوں نے بیان کی کہ جشن میلاد اربل میں شروع کیا گیا یہ اس کے منافی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ اسے قاہرہ میں فاطمی وباطنیوں نے شروع کیا۔ دراصل فاطمیوں کی حکومت سوموار ۱۰ محرم ۵۶۷ھ میں العاضد باللہ ابو محمد عبداللہ بن حافظ بن مستنصر کی موت سے ہی ختم ہوگئی اور جشن میلاد فاطمیوں سے پہلے اسلامی حکومت میں حکومتی سطح پر متعارف نہ تھا۔ ❶

المطیعی ملک اربل کی بدعت بیان کرتے ہوئے:

پھر انہوں نے شاہ اربل کی بدعت بیان کرتے ہوئے کہا: یہ لکڑی سے چار پانچ منزلوں پر مشتمل خیمہ بنواتا تھا، ان خیموں کی تعداد کم از کم بیس ہوتی تھی۔ صفر کا مہینہ شروع ہوتے ہی ان خیموں میں فرحت وسرور، موسیقی، گانے اور خوش گپیوں کی محافل کا انعقاد کیا جاتا۔ لہوولعب کے دلدادہ افراد ان میں براجمان ہوتے۔ ان خیموں کو روزانہ سجایا جاتا تھا۔ یہ عمل اس قدر وسیع پیمانے پر کیا جاتا تھا کہ لوگوں کے کاروبار معطل ہو جاتے تھے۔ ان کے پاس ایک ہی کام رہ جاتا تھا کہ وہ اس لہوولعب میں شریک ہوں اور موسیقی وغیرہ سنتے رہیں۔

سب سے بڑی تقریب ۸ ربیع الاوّل اور پھر ۱۲ ربیع الاول کو منعقد کی جاتی تھی جشن عید میلاد سے دو دن قبل اونٹوں، گائیوں اور بکریوں کو انتہائی سجا کر باہر نکالا جاتا، طبلہ سرنگی اور آلات موسیقی کی شیطانی آوازوں میں انہیں ایک کھلے میدان میں لاکر ذبح کیا جاتا اور کھانے کی دیگیں چڑھا دی جاتیں۔ انواع واقسام کے لذیز کھانے تیار کیے جاتے۔ میلاد کی رات سماع کا اہتمام ہوتا اور یہ باہر نکلتا اس کے سامنے مشعل بردار جلوس ہوتا''۔ ❷

یہ ایک مشعل بردار خچر پر سوار ہوتا جسے جانور کی پیٹھ پر باقاعدہ باندھا ہوتا تھا۔

پھر کہا اگر تو دیکھے کہ یہ لوگ جشن میلاد کے نام پر کیا کچھ کرتے ہیں تو تو کبھی بھی اس کو جائز نہیں کہہ سکتا''۔ ❸

یہ فتویٰ مصر کے مفتی کا ہے جو احباش کے ہاں انتہائی معتبر ہیں بلکہ ان لوگوں نے شیخ موصوف کی ایک کتاب بھی طبع کی ہے جس میں ان کا فتویٰ شامل ہے کہ جشن میلاد منانا حرام ہے تو پھر کم از کم معاملہ وہ تو ہے جو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''اگر جشن میلاد بعض فضل وکرامت والوں نے منایا ہے تو ان کے زمانہ کے بعض اہل فضل وعلم نے اسے کراہت کی بنیاد پر ترک بھی کیا ہے اور بعض نے اس کا سرے سے ہی انکار کیا ہے۔ تو پھر ایسی شکل یہ تنازع اولی الأمر کے مابین کے

❶ احسن الكلام فيما يتعلق بالسنة والبدعة من الآحكام ٥٧_٦٦_

❷ یہ تو عیسائیوں کی تقلید ہے۔ وہ لوگ اپنے کنسیاؤں میں مشعلیں روشن کرتے ہیں۔

❸ احسن الكلام: ٦٦_

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درمیان ہے جس کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانا چاہیے۔ اس مسئلہ میں سنت کا حکم تو یہی ہے کہ یہ خلاف سنت ہے۔

میلاد کے متعلق شبہات

حبشی نے دعویٰ کیا ہے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جشن میلاد کو حرام نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ ''اس میں اجر عظیم ہے''۔ [1] ان دلائل ونصوص کے چوروں نے حسب عادت عبارت کو کاٹ کر پیش کیا۔ جس قدر ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جشن میلاد کا رد اپنے زمانہ میں کیا ہے شاید ہی کسی نے کیا ہو۔ انہوں نے اس عبادت سے پہلے یہ وضاحت کی اس طرح کے جشن میں جو اچھا کام ہے وہ اگر کوئی اجتہاد یا تقلید کی بنیاد پر کرتا ہے تو اس کے لیے اجر ہوگا اور اگر اس کا اجتہاد کا یا تقلید صحیح نہ بھی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے بخشنے والا ہے لیکن اس کے باوجود یہ موقف اس کے مکروہ ہونے اور اس سے منع کی بنیاد نہیں بن سکتا اور نہ ہی ایسے کاموں سے روکنے کا سبب ہے جو مشروع ہیں۔

انہوں نے مزید کہا: اگر اس میں کچھ اچھے اعمال ہیں کیونکہ ان کی بنیاد مشروع امور پر ہے تو اس میں بدعتی اعمال بھی موجود ہیں''۔ انہوں نے مزید تاکید کی کہ ''تمام بدعات ایسے شر پر مشتمل ہیں جن کی بنیاد خیر کے اعمال کو بنایا جاتا ہے...... ہمارا استدلال یہ ہے کہ یہ بدعت ہے کیونکہ اس کا گناہ اس کے فائدہ سے کہیں بڑا ہے۔

انہوں نے ذکر کیا کہ جشن عید میلاد درحقیقت عیسائیوں کے جشن عید میلاد کے بالمقابل ہے، رہا رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ تو ثواب آپ کی محبت اور اجتہاد کا ہوگا بدعت پر کبھی بھی ثواب نصیب نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ اگر یہ آپ کی محبت کا ذریعہ ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف سبقت لے جاتے کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم میں ہماری نسبت بہت زیادہ شدید تھے۔ آپ کی محبت کا کمال اور تکمیل تو آپ کی اتباع اور پیروی میں ہے۔''

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس طرح یہ فرق واضح کیا ہے کہ جو جشن منا رہا ہے اور اس کے حکم سے بھی واقف ہے اور وہ جو حسن ظن اور حسن قصد کی بنیاد پر اس کو منا رہا ہے اور اپنی جہالت کی وجہ سے اس میں حصہ لے رہا ہے تو حسن قصد کی بنیاد پر اچھے کاموں کا اجر ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا، بعض لوگ اس کو فقط ایک جشن اور ایک مناسبت کے لحاظ سے مناتے ہیں تو حسن قصد کی بنیاد پر ثواب ہوگا''۔

یہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے لیکن یہ لوگ اللہ کے کلام میں متشابہ آیات کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں تو ان سے کیا بعید ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دیگر علماء کے متشابہ کلام کے پیچھے نہ لگیں۔

ابن حجر ہیتمی نے اسی انداز سے جشن میلاد میں تعظیماً کھڑا ہونے کے مسئلہ میں فرق کیا ہے انہوں نے فتاویٰ الحدیثیۃ

[1] مجلۃ منار الھدیٰ ۲۹/۴۷ یہ عبارت الاقتضاء الصراط المستقیم'' سے نقل کی گئی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۵۸ میں کہا: بہت سے لوگوں نے جشن میلاد میں تعظیماً قیام کو اپنایا تو یہ بدعت ہے شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لوگ یہ تعظیماً کرتے ہیں تو یاد رہے اس مسئلہ میں خواص عوام سے الگ ہیں''۔

ملک مظفر دنیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے والا پہلا شخص نہیں ہے جس نے آپ کی آمد پر شکر ادا کیا بلکہ اس نعمت پر سلف صالحین نے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا مگر وہ ملک مظفر کے طریقہ پر نہیں انہوں نے سنت کو زندہ کر کے اور آپ کی اتباع کے ذریعے شکر ادا کیا اور جشن میلاد نہیں منایا اور سلف ملک مظفر سے کہیں زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنے والے تھے اور اس بات کا اعتراف احباش بھی کرتے ہیں۔ الحمد للہ، جشن میلاد پہلے تین ادوار (قرون ثلاثۃ) کے بعد شروع ہوا ہے۔'' [1]

احباش کا یہ دعویٰ کہ جشن عید میلاد کی دلیل اور اس پر خوشی کا اظہار قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی بنیاد پر ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ [2] ''کہہ دیجیے لوگوں کو اللہ کے انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے'' تو کیا صحابہ کرام اور تابعین اس طرح خوش ہوئے جیسے تم ہوتے ہو؟ یا پھر انہوں نے اس آیت پر عمل سے منہ موڑ لیا تھا اور یہ تمہارے اور باطنیوں کے حصہ میں آیا۔

ایسا کہنے والا تو درحقیقت ان باطنیوں کو جنہوں نے جشن میلاد شروع کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دے رہا ہے کیونکہ انہوں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔ دیکھو یہ لوگ اپنے باطل مذہب اور بدعات کو کسی طرح قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس دلیل ہے۔

یہ گمراہی کی بدترین شکل ہے کہ ہم صحابہ کی راہنمائی کو ملک اربل کی راہنمائی پر قربان کر دیں۔ یقیناً اس بادشاہ کی راہنمائی صحابہ کی راہنمائی سے بڑھ کر نہیں ہے ورنہ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ جشن منا کر اللہ کا شکر ادا کیوں نہ کیا؟ اگر یہ کہا جائے کہ صحابہ کرام تو آپ کے ساتھ رہتے تھے آپ کی زیارت کرتے تھے تو ہم کہیں گے پھر تابعین اور تبع تابعین نے ایسا کیوں نہ کیا؟

اسلامی کلنڈر کی بنیاد ہجرت ہے میلاد نہیں:

اسلامی کیلنڈر کی ابتدا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہجرت کی بنیاد پر ترتیب دی اور آپ ﷺ کے میلاد سے شروع نہ کی جبکہ عیسائیوں نے اپنے کیلنڈر کی ابتدا اس کے میلاد کے حساب سے کی جس کے بارے میں وہ الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بات کو بخوبی جانتے تھے مگر پھر بھی انہوں نے اسلامی کیلنڈر ہجرت کے حساب سے شروع کیا مگر شاہ اربل نے ان (عیسائیوں) کے طریقہ کو اپنایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ ہم عیسائیوں کی نسبت آپ کی ولادت کی نسبت سے اسلامی کیلنڈر شروع کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ لہٰذا اے جشن منانے والو تم نے تو خلفائے

[1] مجلة منار الهدىٰ ۲۴/۱۱۔ [2] یونس: ۵۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

راشدین کی سنت کو چھوڑ کر عیسائیوں کے طریقے کو اپنا لیا ہے۔

انبیاء کے میلاد کے دن کو بطور جشن منانا عیسائیوں کا طریقہ ہے سلف صالحین نے اس راستہ کو نہیں اپنایا۔ تم لوگوں نے مومنین کا راستہ چھوڑ رکھا ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کے یوم وفات کو غم کا دن منائے تو تمہارا کیا خیال ہے؟ جو تم دو گے وہی ہم تم کو جشن میلاد کے مقابل دیں گے۔ اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم کے نام پر آپ کی وفات کے دن کو ''یوم سوگ'' منائے اور سارا دن رونے دھونے میں گزارے تو تمہارا کیا خیال ہے؟

پھر معاملہ اس پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اب تو احباش نے اولیاء کے جشن میلاد منانا شروع کر دیے ہیں۔ احباش نے دعویٰ کیا ہے کہ جو علماء احمد البدوی کا جشن میلاد منانے سے منع کرتے ہیں، ان کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کو قید و بند کی صعوبتیں بھگتنا پڑیں گی اور احمد البدوی کے جشن میلاد سے منع کرنے کی بنیاد پر وہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں کے مستحق ہوں گے۔'' ❶

شبہ:۔

احباش نے سیوطی کی کتاب کو دلیل بنایا ہے ''حسن المقصد فی عمل المولد'' ہم کہتے ہیں کہ سیوطی دیگر انسانوں کی طرح ایک انسان ہے۔ وہ بھی غلطی کر سکتا ہے اور صحیح بات بھی کرتا ہے۔ اس کے علمی مقام و مرتبہ کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایسے عجیب و غریب واقعات اور دلائل ذکر کرتا ہے کہ بہت سے علماء اس پر تنقید کرتے ہیں جن میں سب سے اہم نام ملا علی قاری ہے۔ الغماری نے بھی اپنی کتاب ''المغیر علی الاحادیث الموضوعة الموضوعة فی الجامع الصغیر'' ص نمبر ۶ میں اس پر تنقید کی ہے۔

انہوں نے کہا (سیوطی) ایسی جھوٹی احادیث بھی ذکر کر دیتا ہے جن کے متن سے ہی واضح ہوتا ہے کہ یہ من گھڑت روایت ہے۔ جیسا کہ یہ روایت ''اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا''۔

سیوطی عجیب و غریب چیزیں ذکر کرتا ہے مثلاً نبی کریم ﷺ نے ابوحنیفہ کے متعلق فرمایا: کہ اگر علم ثریا ستارے میں ہوتا تو وہ لے آتے'' اور یہ کہ ابوحنیفہ نے پتالیس سال ایک ہی وضو سے تمام نمازیں پڑھی ہیں۔ اور یہ کہ وہ دو رکعات میں مکمل قرآن پڑھ لیتے تھے''۔ ❷

شبہ: ان لوگوں نے بخاری کی ایک روایت سے دلیل لی ہے کہ حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ثوبیہ ابولہب کی لونڈی تھی ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا (جب آپ کے پیدا ہونے کی خبر اس نے دی تھی) اس نے آپ کو دودھ بھی پلایا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کو اس کے کسی رشتہ دار نے اسے بری حالت میں دیکھا۔ اس نے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ ابولہب نے کہا۔ مجھے آرام اور سکون نہیں ہے سوائے اس کے کہ مجھے کچھ پانی پلایا جاتا ہے اس وجہ سے کہ میں نے ثوبیہ کو آزاد

❶ منار الهدیٰ ۱۸/۳۵ـ۱۹۔ ❷ تبیض الصحیفه ۲۹۴۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کر دیا تھا''۔ ❶

ان کا دعویٰ ہے کہ ابولہب نے لونڈی کو جشن میلاد کی خوشی میں آزاد کیا تھا کیونکہ اس نے آپ کی ولادت کی خبر دی تھی۔

یہ بخاری پر صاف جھوٹ ہے۔ روایت میں ایسا کچھ نہیں کہ ابولہب نے اسے بچے کی خوشخبری کی وجہ سے آزاد کیا اور ایسا بھی کچھ نہیں کہ اس دن سوموار تھا اور ہر سوموار اس کو پانی پلایا جاتا ہے جیسا کہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے یا اس کا عذاب ہر سوموار کم ہوتا ہے۔

ابولہب نبی کریم ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا اور آپ کو ایذاء دیا کرتا تھا۔ اگر اس کی خوشی اور لونڈی کو آزاد کرنے کا دعویٰ صحیح بھی مان لیا جائے تو اس کی دشمنی اس سب پر پانی پھیر دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا**'' الفرقان: ۲۳۔ ''انہوں نے جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر ذرات کی طرح اڑا دیا''۔

حافظ ابن حجر نے وضاحت کی ہے کہ یہ خبر مرسل ہے۔ ❷ جو شخص خبر آحاد سے دلیل نہیں پکڑتا تو اس کے لیے اس سے دلیل لینا قطعاً درست نہیں ہے۔ یہ قرآن کے ظاہر کے بھی خلاف ہے۔ حضرت عروۃ نے اسے مرسل بیان کیا اور یہ وضاحت نہیں کی کہ ان کو کس نے بیان کیا حافظ نے وضاحت کی کہ ثوبیہ کی آزادی آپ کی ولادت کے کافی عرصہ بعد تھی جب اس نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ ❸

یہ خبر خواب پر مشتمل ہے جو ابولہب کے کسی رشتہ دار نے دیکھا تو یاد رہے کہ عقائد خوابوں سے ثابت نہیں ہوتے لہٰذا اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ شیطان کے لیے کتنا آسان ہے کہ وہ دوسرے شیطان کے لیے اسی طرح کی صورت بنائے۔

حبشی، ابن وحیہ کی تعریف اور اسے حافظ کہتا ہے جبکہ سبکی اس کی مذمت اور اس کو جھوٹا کہتا ہے۔

حبشی ابو الخطاب بن دحیہ کے عمل کو دلیل بناتا ہے کہ اس نے شاہ اربل کو ایک کتاب لکھ کر دی جس کا نام ''التنویر فی مولا السراج المنیر'' اس کا دعویٰ ہے کہ وہ حافظ حدیث تھا۔ ❹ اس کے پیروکاروں کا دعویٰ ہے کہ ابن دحیہ بہترین سیرت اور کردار کا مالک تھا اور اس کی خلوت بھی پاکیزہ تھی''۔

ان لوگوں کا خلوت پر حکم لگانا اللہ تعالیٰ پر الزام لگانے کے مترادف ہے کیونکہ انسان کے رازوں کو فقط وہی جانتا ہے جہاں تک سیرت و کردار کی بات ہے تو تمہارے شیخ سبکی نے ابن دحیہ پر طعن کے مسئلہ میں اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ جھوٹا اور دغاباز تھا۔ وہ جھوٹا ہے اس کی روایات قبول نہیں کی جائیں گی۔ ❺ لہٰذا تم لوگ بھی وہی اختیار

❶ بخاری: ۵۱۰۱۔ ❷ فتح الباری ۱۴۵/۹۔
❸ مجلة منار الهدیٰ ۳۴/۳۸۔ ❹ کیسٹ ۹۔ پہلی سائیڈ ۳۷۰۔۳۰۰۔ ❺ طبقات السبکی ۱۸۹/۵۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرو جو تمہارے شیخ سبکی نے کیا ہے۔

ذہبی نے کہا: یہ شخص جھوٹے دعوے کرنے میں مشہور تھا۔ حافظ ضیاء نے کہا: میں اس سے ملا ہوں مگر مجھے اس کا حال اچھا معلوم نہیں ہوا۔ یہ ائمہ اکرام پر زبان طعن دراز کرتا تھا۔ ابن نجار نے مزید کہا: سلف صالحین کو بھی برا بھلا کہتا تھا اور اس کی زبان انتہائی غلیظ تھی، بے وقوف اور بہت متکبر تھا۔ دینی امور کے بارے میں بہت ہی کم معلومات رکھتا تھا اور عمل میں سست تھا...... میں نے علماء کو دیکھا کہ وہ اس کے ضعف پر متفق تھے اور اسے جھوٹا شمار کرتے تھے اور اس بات پر ان کا اتفاق تھا کہ یہ ایسے مشائخ سے سماع کا دعویٰ کرتا ہے جن سے اس کی ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ انہوں نے ''العبر'' میں کہا: یہ قوی نہیں ہے محققین کی ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کی کتابیں جھوٹے دعووں اور حیران کن امور سے بھرپور ہیں۔ ان کی عبارت انتہائی تعصب اور بغض ظاہر کرتی ہے۔ ❶

حافظ ابن حجر نے ابن نجار کے بارے میں کہا: جب ابن دحیہ آیا تو اس کے حاکم نے اس کی عزت کی، اس نے نماز کے لیے جائے نماز بچھایا اسے بوسہ دیا اور کہا: میں نے اس جائے نماز پر کئی ہزار رکعات پڑھی ہیں اور اس پر کھڑے ہو کر کعبہ شریف میں کئی مرتبہ قرآن مجید مکمل کیا ہے۔ دن کے آخری حصہ میں ایک آدمی آیا اس نے بتایا کہ ابن دحیہ نے یہ جائے نماز مجھ سے آج ہی صبح کے وقت خریدا ہے جب لوگوں نے یہ سنا تو اس کی قدرومنزلت ان کے ہاں ختم ہوگئی''۔

ابن خلکان نے کہا: ملک اربل نے جشن میلاد پر ایک کتاب لکھی اور اس کی تعریف ایک قصیدہ میں کی پھر کہا یہ اسعد بن مماتی کے دیوان میں شامل ہے۔ ابن نقطہ نے کہا: وہ ایسے دعویٰ کیا کرتا تھا جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ انہوں نے ابوالقاسم بن عبدالسلام سے نقل کیا کہ ''ابن وحیہ ہمارے ہاں ٹھہرا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اس نے صحیح مسلم اور جامع ترمذی زبانی یاد کر رکھی ہے وہ کہتے ہیں میں نے ترمذی مسند اور موضوعات (من گھڑت) سے پانچ پانچ احادیث لیں۔ میں نے اس پر سب سے پہلے ترمذی کی احادیث پیش کیں تو اس نے کہا یہ صحیح نہیں ہیں۔ دوسری احادیث پیش کیں تو اس نے کہا: میں ان کے بارے میں نہیں جانتا، درحقیقت اسے کچھ علم نہ تھا۔ سیوطی نے بھی کہا وہ احادیث نقل کرنے میں جھوٹے دعوے اور بڑی بڑی باتیں کرنے والا تھا''۔ ❷

حافظ ابن کثیر نے کہا: لوگوں نے اس پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں بعض نے کہا کہ اس نے نماز مغرب میں قصر کرنے کی روایت خود بنائی ہے''۔ ❸

اے حبشی تیری علمی دیانت داری کہاں ہے؟ تم لوگوں کو کیوں دھوکہ دے رہے ہو؟ تو اس شخص کی شان

---

❶ میزان الإعتدال ۱۸۸/۳، تذکرہ الحفاظ ۱۴۲۱/۴۔
❷ لسان المیزان ۳۳۶/۴۔ طبقات الحفاظ ۵۰۱۔ نمبر ۱۱۰۲۔
❸ البدایۃ والنھایہ ۱۴۴/۱۳۔ وفیات الأعیان ۶۹/۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور قدر و منزلت کو بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے جس پر محققین نے جھوٹے اور مکار ہونے کا حکم لگایا ہے، اس کی زبان دراز اور سلوک انتہائی بُرا ہے کیا تو یہ سب کچھ بدعات و خرافات کو پھیلانے کے لیے کر رہا ہے؟

جشن میلاد کے متعلق جھوٹ اور مبالغہ آمیزی:

جشن میلاد کے متعلق جو جھوٹ بولے گئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے، ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں میری یہ بھی ایک کرامت کہ میں مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوا ہوں شیخ ملا علی قاری نے (المورد الروی) میں کہا: حافظ عراقی کہتے ہیں یہ حدیث ثابت نہیں ہے حافظ ابن حجر نے کہا: اہل علم نے جو حاکم اور ان کی روایات پر اعتراضات کیے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی بعض روایات قابل قبول نہیں ہیں جیسا کہ یہ حدیث کہ نبی اکرم ﷺ مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوئے پھر یہ قول کہ یہ متواتر ہے۔ ❶ یہ اعتراض حبشی پر بھی وارد ہوتا ہے جس نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ ❷

جشن عید میلاد میں جو کچھ مبالغہ آمیزی کی جاتی ہے اس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ یہ لوگ آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے جیسا کہ احمد بن زینی دحلان نے اس کا ذکر اپنی کتاب **(السیرہ النبویہ والاثار المحمدیہ ١/٢٤)** میں کیا ہے حتیٰ کہ معاملہ یہاں تک آ پہنچا کہ جو میلاد کے ذکر پر کھڑا نہ ہو اس کو کافر قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ شیخ محمد علی بن حسی المالکی نے اپنی کتاب **(تہذیب الفروق والقواعد السنیہ فی الاسرار الفقیہ ٤/٢٧٧)** میں ذکر کیا ہے۔

شیخ محمد بن یوسف صالحی شامی نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں میں یہ عادت عام ہوتی جا رہی ہے کہ وہ میلاد کے ذکر کے وقت تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں تو اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔ ❸

ابن حجر مکی کی ہیتمی نے اپنی کتاب (الفتاوی الحدیثیہ ص ۲۴) میں کہا: اس کی ایک مثال یہ ہے کہ بہت سے لوگ میلاد کے وقت نبی کریم ﷺ کے لیے جگہ خاص کرتے ہیں یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کے متعلق شریعت میں کچھ بھی وارد نہیں ہے لوگ تعظیم کے نام پر ایسا کرتے ہیں اس بارے میں عام لوگ تو معذور ہیں جبکہ خاص لوگوں کا حکم اور ہے ایسی صورت میں تو ہیتمی بھی دحلان کے ہاں کافر قرار دیا جائے گا کیونکہ وہ میلاد کے ذکر کے وقت کھڑا ہونے سے منع کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے گا جو بدوی کے جشنِ میلاد میں حاضر نہیں ہوئے:

احباش اسی طرح کی باتیں کر کے لوگوں کو ڈراتے اب معاملہ نبی کریم ﷺ کے جشنِ میلاد پر ہی نہیں ختم ہوتا بلکہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے علاوہ بھی کئی لوگوں کا جشنِ میلاد منانا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کہ بدوی، شاذلی اور جیلانی

❶ لسان المیزان ٥/٢٦٣۔
❷ المولد الشریف۔ ١٨۔ ❸ السیرۃ الحلبیۃ ١/٤١٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا جشنِ میلاد مناتے ہیں اوران محفلوں میں ہزاروں لوگ حاضر ہوتے ہیں اور احباش یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ان اولیا کے جشن میلاد کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا۔ ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو بادشاہ نے معزول کر دیا گیا، کچھ کو ملک بدر کر دیا گیا، کچھ کو بیڑیاں پہنا کر جیل میں ڈال دیا اور کچھ وہ تھے جن کی بادشاہ کی مجلس میں پہلے تو بہت عزت اور وقار تھا لیکن اب وہ اس کے ہاں ذلیل وخوار ہو گئے۔ [1]

اساطیر الاوّلین (پہلے لوگوں کے قصے) اور میلاد کے جھوٹے واقعات:

ہر انصاف پسند قاری کو چاہیے کہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے تاکہ حبشی کی خدمتِ دین اور خدمتِ علم سے آگاہ ہو سکے۔ وہ اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہو جائے گا کہ جو موضوع من گھڑت اور ضعیف روایات سے استدلال کرے اور عقیدہ کے مسائل بے کار قصوں اور جھوٹے واقعات سے ثابت کرے [2] تو وہ اہل حدیث نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کا شمار خدام حدیث میں ہوسکتا ہے۔

میں اس کی کتاب ''المولد الشریف'' [3] سے چند روایات آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں اس میں جھوٹے قصے اور من گھڑت روایات ہیں۔

حبشی کہتا ہے جب آمنہ حاملہ ہوئیں تو پرندے ان کے آس پاس آکر بیٹھ جاتے کیونکہ ان کے بطن میں رسول اللہ ﷺ تھے۔ جب وہ کنویں پر پانی لینے آتیں تو پانی منڈیروں تک چڑھ آتا۔

وہ کہتی ہیں میں اپنے آس پاس فرشتوں کو تسبیح کرتے ہوئے سنتی تھی۔ پھر ایک فرشتہ آیا جس کے پاس سبز رنگ کا ورق تھا اس نے خوشخبری دی کہ آپ سیدالمرسلین کے حمل سے ہو۔

❀ جب عبداللہ فوت ہوئے تو ملائکہ نے چیخ چیخ کر اور روتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ تیرا نبی تو یتیم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے میرے ملائکہ خاموش ہو جاؤ۔ [4]

---

[1] مجلة منار الهدیٰ: ۱۸/۳۵۔

[2] یہ خرافات سے استدلال کرتا ہے تاکہ غیر اللہ سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) ثابت کر سکے۔ دیکھئے اس کا مقالہ: ۴۹۔

[3] احباش نے اس کتاب کا پہلا طبعہ غائب کر دیا ہے اور بازار سے اُٹھا لیا ہے کیونکہ پہلے طبع کی خرافات میں نے اپنی کتاب ''الشبہات'' میں ذکر کر دی تھیں۔ ان لوگوں کے اس کتاب کے متعلق تین مؤقف ہو گئے۔

اوّل: ان کے شیخ کی کتاب "التعقیب الحثیث" کے آخر میں انہوں نے اعلان کیا کہ کتاب "المولد الشریف" مفت تقسیم کی جائے گی۔

دوم: اس کتاب کی نسبت انہوں نے اپنے شیخ کی طرف ثابت کی دیکھئے (اظهار العقیده السنیه ص۱٦ طبع ۱۹۹۲ اور مختصر عبداللہ الہروی طبع ۱۹۹۵۱۔ صریح البیان۔ ۱۹۸۔

سوم: کتاب کا نام بدل ڈالا، اور نئی کتاب تیار کی جس کا نام "الروائح الذکیه فی مولدخیر البریة"۔ صریح البیان کے جدید طبع میں "المولدالشریف" نام ختم کر دیا اور مذکورہ کتاب "الروائح..." کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ پہلا طبع ہے اس کتاب کا نام "بغیته الطالب" کے قدیم نسخہ میں ہے نئے نسخہ سے اپنے شیخ کا نام اور اس کی مؤلفات کا ذکر غائب کر دیا۔

[4] یہ خرافات اور جھوٹ یہ شخص کہاں سے ذکر کر رہا ہے کیا اللہ تعالیٰ فرشتوں سے اس طرح بات کرتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ آمنہ کہتی ہیں جب حمل کا پہلا مہینہ تھا تو ایک خوبصورت شخص میرے پاس آیا اس کی خوشبو بھی بہترین تھی وہ اپنے ہاتھ سے میرے دل کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہا تھا۔ اے محمد مرحبا۔

❀ دوسرے مہینے میرے پاس ایک جلیل القدر بندہ آیا اس نے میرے دل کی طرف اشارہ کر کے کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ تو اس نے کہا میں شیث پیغمبر ہوں اور کہا: اے آمنہ خوش ہو جاؤ تمہارے بطن میں نبی کریم ﷺ کائنات کے سردار ہیں جن کے لیے گوہ باتیں کرے گی۔ پتھر کلمہ پڑھیں گے۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

❀ تیسرے مہینے ایک صاحب وقار شخص آیا اور اس نے میرے دل کی طرف اشارہ کر کے کہا: السلام علیک یا مزمل۔ میں نے کہا: میرے سردار آپ کون ہیں؟ اس نے کہا میں نبی ادریس ہوں۔ میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے آمنہ خوش ہو جاؤ تمہارے بطن میں نبیوں کے سردار ہیں۔ پھر وہ چلے گئے۔

❀ جب چوتھا مہینہ تھا تو میرے پاس گندمی رنگ کا باوقار شخص آیا۔ اس نے میرے دل کی طرف اشارہ کر کے کہا: السلام عليك يا صادق۔ السلام عليك يا صفوة الكريم الخالق۔ میں نے کہا: میرے سردار آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نوح پیغمبر ہوں۔ میں نے کہا: اے نوح علیہ السلام آپ کیا چاہتے ہیں؟ اے آمنہ خوش ہو جاؤ تمہارے بطن میں ایسا نبی ہے جس کی شہرت آفاق میں پھیل جائے گی۔ پھر وہ چلے گئے۔

❀ جب پانچواں مہینہ ہوا تو ایک خوبصورت روشن چہرے والا میرے پاس آیا اور میرے دل کی طرف اشارہ کر کے کہا: السلام عليك يا امام المتقين۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں انہوں نے کہا میں ہود پیغمبر ہوں۔ میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا مبارک ہو آپ کے بطن میں صالح و نیک سیرت نبی ہیں۔ پھر وہ چلے گئے۔

❀ جب چھٹا مہینہ ہوا تو ایک خوب سیرت وخوب صورت پُر رونق چہرے والا شخص آیا اور میرے دل کی طرف اشارہ کر کے کہا: السلام عليك يا بغية المطلوب۔ میں نے کہا میرے سردار آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ابراہیم پیغمبر ہوں۔ میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے آمنہ خوش ہو جاؤ تیرے بطن میں جلیل القدر نبی اور صاحب فضیلت رسول ہیں۔ پھر وہ چلے گئے۔

❀ جب ساتواں مہینہ ہوا تو میرے پاس چوڑی پیشانی اور چاند سے چہرے والا شخص آیا اور میرے دل کی طرف اشارہ کر کے کہا: السلام عليك يا عظيم الجاه۔ میں نے کہا: اے میرے سردار آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں اس کا باپ اسماعیل ذبیح ہوں میں کہا: میرے سردار آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے آمنہ خوش ہو جاؤ تمہارے بطن میں فصیح اللسان اور اعلیٰ نسب والا نبی ہے۔ پھر وہ چلے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ جب آٹھواں مہینہ ہوا تو میرے پاس طویل قامت اور خوبصورت شخص آیا۔ اس نے میرے دل کی طرف اشارہ کر کے کہا: السلام علیك یا امام الاٴبرابر۔ اسلام علیك یا حبیب الملك الجبار۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں موسیٰ پیغمبر ہوں۔ میں نے کہا: اے موسیٰ آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا اے آمنہ خوش ہو جاؤ۔ تیرے بطن میں وہ نبی ہے جس پر قرآن نازل ہو گا اور اس سے اللہ تعالیٰ بات کرے گا۔ پھر وہ چلے گئے۔

❀ جب نواں مہینہ ہوا تو ایک آدمی صوف کا لباس پہنے داخل ہوا اس نے میرے دل کی طرف اشارہ کر کے کہا: السلام علیك یا زین الخلائق میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں عیسیٰ پیغمبر ہوں۔ میں نے کہا: آ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے آمنہ خوش ہو جاؤ تم نبی کریم ﷺ کو بطن میں اٹھائے ہوئے ہو اور اسی مہینے یہ بچہ پیدا ہو گا۔ ❶

❀ آمنہ کہتی ہیں میں گھر میں اکیلی بیٹھی تھی کہ میں نے زمین وآسمان کے درمیان ایک حرکت محسوس کی۔ ❷ میں نے ایک عظیم فرشتے کو دیکھا جو تین جھنڈے اُٹھائے ہوئے تھا۔ اس نے ایک جھنڈا مشرق میں اور ایک مغرب میں گاڑ دیا جب کہ تیسرا بیت اللہ شریف کی چھت پر لگایا پھر میں نے اپنے گھر کے کونے کی طرف دیکھا تو وہاں سے دراز قد چاندسی خوبصورت چار عورتیں نمودار ہوئی ان میں ایک نے کہا میں مریم بنت عمران ہوں اور جو بائیں طرف ہے وہ سارا ہے اور جو تجھے پیچھے سے بلا رہی ہیں وہ ہاجرہ ہے جو کہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہیں اور جو تمہارے سامنے ہے وہ فرعون کی بیوی آسیہ ہے اتنے میں سامنے والی آگے ہوئی اور کہنے لگی اے آمنہ تجھے خوشخبری ہو تیرے بطن میں زمین وآسمان کا بادشاہ ہے پھر وہ میرے سامنے بیٹھ گئی اور کہا کہ اپنا آپ میرے اوپر گرا دو۔

❀ آمنہ کہتی ہیں اسی دوران میں نے مختلف ستارے اور شہاب اپنے دائیں اور بائیں اُڑتے ہوئے دیکھے اور میں نے دیکھا کہ میرے گھر میں مختلف آوازیں آ رہی ہیں جن کی زبانیں بھی مختلف ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کے دربان رضوان کی طرف وحی کی کہ جنت کو سجاؤ، اللہ تعالیٰ کا عرش بھی خوشی سے رقص کرنے لگا اور اللہ کی کرسی بھی عجیب وغریب حرکت کرنے لگی پھر اللہ تعالیٰ ظاہر ہوئے لیکن کوئی حرکت نہیں کی۔

❀ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کی شراب کے پیالے سجا دیے جائیں ❸، کستوری کی خوشبو پھیلا دی جائے، پوری کائنات کو معطر کیا جائے اور میرے قرب کا سجادہ بچھا دیا جائے پھر اللہ تعالیٰ نے جہنم کے داروغے سے کہا: اے مالک جہنم کے دروازے بند کر دو اور شیاطین کو قید کر دو۔

---

❶ المولد الشریف: ۱۰۔۱۱۔ ❷ المولد الشریف ۱۲۔۱۳۔

❸ دیکھو یہ لوگ کس قدر جھوٹے ہیں۔ فرشتے نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ اور کیسے پتہ چلا کہ عرش حرکت کر رہا ہے اور اللہ کلام کر رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ آمنہ کہتی ہیں مجھے ولادت کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی بس اتنا ہے کہ مجھے سخت پسینہ آیا جس میں سے کستوری کی خوشبو پھیل رہی تھی اس طرح کی خوشبو میں نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی، میں نے پیاس کی شکایت کی تو اچانک ایک فرشتے نے مجھے چاندی کا سفید برتن پیش کیا اس میں ایسی شراب تھی جو شہد سے بھی میٹھی تھی میں نے وہ شراب پی تو اچانک میرے اوپر ایک بہت بڑا نور ظاہر ہوا، میں ابھی اسی طرح بیٹھی تھی کہ ایک بہت بڑا سفید پرندہ جو کہ دو پروں پر اُڑ رہا تھا میرے بدن میں داخل ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے نبی نازل ہو جائیں مجھے عالم الغیب والشھادۃ نے ولادت کو آسان کرنے کے لیے بھیجا ہے تو میں نے اللہ کے حبیب محمد ﷺ کو جنم دیا [1] یا جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو مجھ سے ایک ایسا نور نکلا جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے، نبی کریم ﷺ جب پیدا ہوئے تو آپ کی آنکھوں میں سرما اور سر پر تیل لگا تھا اور آپ ﷺ مختون بھی تھے۔

❀ جب آپ پیدا ہوئے آپ کی طرف تین فرشتے جلدی سے آئے ایک کے ہاتھ میں سونے کی مالا تھی، دوسرے کے ہاتھ میں چاندی کا جگ تھا اور تیسرے کے ہاتھ میں سبز رنگ کا ریشمی رومال تھا۔

❀ آمنہ کہتی ہیں جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا تو آپ کا سر آسمان کی طرف اُٹھا ہوا تھا اور آپ شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر رہے تھے [2] آپ کو جبرائیل نے اُٹھایا اور فرشتوں کے پاس لے گئے میکائیل نے آپ کو سفید کپڑے میں لپیٹا اور جنت میں لے جا کر جنت کے نگران رضوان کے سپرد کر دیا وہ آپ سے اس طرح مانوس ہو رہا تھا جیسے پرندہ اپنے بچے سے ہوتا ہے [3]، رضوان فرشتے نے کہا اے اللہ کے حبیب! آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ کو تمام نبیوں کا علم اور بردباری عطا کر دی گئی ہے پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی تم مشرق اور مغرب میں پھیل جاؤ اور ان کو تمام نبیوں کے وسائل عطا کر دو اور بنی نوع انسان کی تمام شرافت ان کے حوالے کر دو، آسمان کے پرندے کہنے لگے ہم آپ کی پرورش کریں گے، فرشتوں نے کہا یہ ہمارا حق ہے، وحشی جانوروں نے کہا کہ ہم آپ کو دودھ پلائیں گے، اللہ تعالیٰ نے کہا میں اپنے حبیب اور اپنے نبی محمد ﷺ کا سب سے زیادہ حق دار ہوں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کو میری بندی حلیمہ کے علاوہ کوئی دودھ نہیں پلائے گی حلیمہ نے آپ کو اپنا بائیاں دودھ پیش کیا لیکن آپ پر الہام کے ذریعے آپ کو منع کر دیا گیا گویا کہ ان کو یہ علم ہو گیا کہ ان کے ساتھ دودھ پینے میں اور بھی کوئی شریک ہے۔ [4]

اس قدر جھوٹ اور خود ساختہ قصے بیان کرنے کے بعد حبشی کہتا ہے لوگوں کو علم ہونا چاہیے جشن میلاد کے متعلق جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان میں سے اکثر صحیح نہیں ہیں اور اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی تحریر کی گئی ہیں جو جھوٹے

---

[1] المولدالشریف: ١٦۔١٧۔

[2] اگر یہ ثابت ہو تو پھر یہ بھی ثابت ہو گا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے۔

[3] المولد الشریف: ٢٠۔

[4] المولدالشریف: ٢٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقعات سے بھرپور ہیں۔

میں کہتا ہوں اے حبشی! ان میں سے ایک تیری کتاب بھی ہے۔ میں اس کتاب کے رد کے لیے حبشی کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سیوطی کی کتاب "تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص" کا مطالعہ کرے یہ طریقہ جو حبشی اور اہل کلام نے اپنایا ہے کہ احادیث آحاد پر تو طرح طرح کے اعتراض لگا کر رد کر دیتے ہیں جبکہ جھوٹے قصوں اور من گھڑت روایات پر اعتماد کرتے ہیں۔ ان لوگوں پر یہ حدیث صادق آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب آخری زمانہ میں کئی ایک جھوٹے اور دجال قسم کے لوگ ہوں گے وہ تمہیں ایسی ایسی احادیث بیان کریں گے جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے بھی نہ سنی ہوں گی ان سے بچ کر رہنا کئی وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اور تمہیں گمراہ نہ کر دیں"۔ ❶

دیکھو حبشی امام ذہبی رحمہ اللہ کو کیسے مورد الزام ٹھہرا کر اپنے عقیدہ اور اپنی بیان کردہ خرافات کا دفاع کر رہا ہے۔

نبی ﷺ کے والدین کے متعلق قول

حبشی نے ایک روایت ذکر کی کہ نبی کریم ﷺ کی والدہ اسلام پر فوت ہوئی ہیں۔

مجلة الأحباش میں ایک عنوان "نبی کریم ﷺ کے والدین کامیاب ہیں" کے تحت نبیل الشریف نے کہا: علماء کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی والدہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتی تھیں اور یہ کہ آپ کے والدین آخرت میں نجات پانے والے ہیں۔

یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی ملاقات عیسیٰ علیہ السلام کے بعض پیروکاروں سے ہوئی اور ان سے اسلام سیکھا۔ ❷

یہ رسول اللہ ﷺ کے کلام کی صریح مخالفت ہے اور علمائے امت کے کلام بھی مخالف بات ہے جیسا کہ ابوحنیفہ نے کہا "نبی کریم ﷺ کے والدین اسلام پر نہ تھے"۔ محمد بن درویش الحوت نے اس حدیث کے متعلق کہا: ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "حدیث انتہائی منکر ہے"۔ ❸

سیوطی نے ابن دحیہ سے نقل کیا ہے جن کو حبشی حافظ الحدیث کہتا ہے کہ "نبی کریم ﷺ کے والدین کی نجات والی روایت من گھڑت ہے۔ اس کا رد تو قرآن مجید سے ہو رہا ہے ﴿وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ ❹ "اور نہ ہی وہ لوگ جو کفر کی حالت میں فوت ہو گئے" اور فرمایا: "البقرۃ: ۱۸۔" "جو فوت ہوا اور وہ کافر ہوا لہٰذا جو کفر کی حالت میں فوت ہوا اسے کوئی چیز فائدہ نہیں دے سکتی حتیٰ کہ دوبارہ زندہ ہو جائے۔ ❺

الفقہ الأکبر کی عبارت میں تحریف (تبدیلی):

ہم اس موضوع میں داخل ہونے سے پہلے یہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ عبارت الفقه الأكبر میں موجود ہے مگر اسے اکثر دستیاب نسخوں سے حذف کر دیا گیا۔ بہت کم نسخے اس تحریف سے محفوظ رہے ہیں میں نے بہت سے قدیم نسخوں

---

❶ مسلم / مقدمہ: ۷۔ ❷ مجلة منار الهدىٰ ۲۷/۱۶۔

❸ اسنی المطالب: ۵۱۔ ❹ النساء: ۱۸۔ ❺ نشر العلمين: ۲۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مراجعہ کیا ہے ان میں یہ عبارت موجود ہے میں نے ایک نسخہ ایسا بھی دیکھا جس میں سے یہ عبارت حذف کرنے کی کوشش کی گئی مگر حذف کرنے والا کامیاب نہ ہوا اور اس عبارت کے کچھ نشانات موجود ہیں۔

عام اشاعرہ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ آپ کے والدین نجات پا گئے ان میں بیجوری بھی شامل ہیں ❶۔ جس نے ایک من گھڑت روایت سے استدلال کیا ہے ''کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کے والدین کو زندہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا ان دونوں نے اسلام قبول کیا اور پھر فوت ہو گئے''۔ ❷

بیجوری نے کہا: شاید یہ حدیث اہل حقیقت کے ہاں بذریعہ کشف ہی صحیح ہو سکتی ہے۔ یہ پاگلوں کا قول ہے اور اس سے بھی زیادہ پاگل پن پر مبنی یہ قول ہے کہ ''جس کی کرامت موت کے بعد ظاہر نہ ہو وہ صادق (سچا) نہیں ہے''۔

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم منسوب کرتے ہیں:

یہ لوگ جو بات کرتے ہیں وہ اس مناظرہ کے متضاد ہے جو ابوالحسن اشعری اور جبائی کے مابین ہوا تھا اور اشاعرہ ہمیشہ اس کو دلیل بناتے ہیں۔ اس میں ہے کہ اشعری نے جبائی سے پوچھا: کہ تین بھائی ہیں ان کا حکم کیا ہوگا۔ (۱) مومن (۲) کافر (۳) بچہ۔

جبائی نے کہا: جو زاہد ہے اس کے لیے تو درجات ہیں، کافر کے لیے جہنم کی وادیاں ہیں اور جو بچہ ہے وہ سلامتی والوں میں شامل ہے۔ اشعری نے کہا: اگر یہ بچہ درجات والے کے پاس جانا چاہے تو اسے جانے کی اجازت ہوگی؟ جبائی نے کہا: نہیں کیونکہ اسے کہا جائے گا کہ تیرا بھائی اپنی بہت سی نیکیوں کے سبب ان درجات کا وارث بنا ہے جبکہ تیرے پاس تو کوئی نیکیاں نہیں ہیں۔ اشعری نے کہا: اگر بچہ یہ کہے یا اللہ اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے تو نے مجھے نیکیاں کرنے کا موقع ہی نہیں دیا ہے۔ جبائی نے کہا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ مجھے علم تھا اگر تو زندہ رہتا تو میری نافرمانیاں کرتا اور عذابوں کا مستحق ٹھہرتا۔ اس لیے میں نے تو تیری مصلحت کا خیال رکھا ہے۔ اشعری نے کہا: پھر تو اس کا جہنمی بھائی چیخ چیخ کر کہے گا یا اللہ تو نے میری مصلحت کا خیال کیوں نہیں رکھا اور بچپن میں ہی ہمیں موت کیوں نہ دی تاکہ ہم بڑے ہو کر تیری نافرمانی سے بچ جاتے؟ اس طرح مناظرہ مکمل ہو گیا ان لوگوں کے خلاف جو اپنے آپ کو اشعری کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ان کو کہا جائے گا کہ اس طرح تو تمام اہل کفر جو جہنم میں ہیں چیخ اُٹھیں گے کہ اے اللہ تم نے ہمیں زندہ کیوں نہ کیا تاکہ ہم اسلام قبول کر کے جہنم کی آگ سے محفوظ رہتے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کو تو نے زندہ کیا اور وہ اسلام لا کر جہنم کی آگ سے محفوظ ہو گئے۔

یہ میں نے اس لیے ذکر کیا ہے کہ آپ کو پتہ چلے کہ یہ لوگ کس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم منسوب کرتے ہیں۔

---

❶ شرح البیجوری علی جوهرة التوحید: ۲۹۔

❷ سیوطی نے اس کو ضعیف کیا ہے۔ الآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة ۱/۲۷۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملا علی قاری نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر فوت ہوئے۔ ❶ پہ تبصرہ کرتے ہوئے کہا: یہ اس کا رد ہے جو کہتا ہے کہ وہ ایمان پر فوت ہوئے یا پھر کفر پر فوت ہوئے اور ان کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور انہوں نے اسلام قبول کیا میں نے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے“۔ ❷

اس رسالہ میں انہوں نے ابوحنیفہ کی عبارت کو دلیل بناتے ہوئے کہا: اگر یہ مسئلہ اعتقادی نہ ہوتا تو ابوحنیفہ ”الفقه الاکبر“ کے اختتام پر اس کو ذکر نہ کرتے“۔ ❸

ابن حزم نے ذکر کیا کہ بعض بنی ہاشم کو آپ کی شفاعت فائدہ نہ دے گی جیسا کہ آپ والدین“ ❹ بیہقی رحمہ اللہ نے جملہ احادیث ذکر کرنے کے بعد کہا: آپ کے والدین کفر پر فوت ہوئے، اوران کے بارے میں کیوں نہ ایسا سوچا جائے کیونکہ وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ آپ کے والدین۔ آپ کا دادا بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اسی حالت میں فوت ہو گئے۔ وہ عیسیٰ بن مریم کے دین پر نہ تھے اور انہوں نے السنن الکبریٰ ۷/ ۱۹۰ میں کہا: آپ کے والدین مشرک تھے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جس میں ہے، ”تیرا اور میرا باپ جہنم میں ہیں“۔

نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں کہا: جو کفر پر فوت ہوا وہ جہنم میں جائے گا اور اسے کوئی رشتہ داری فائدہ نہ دے گی۔ ❺

ملا علی قاری نے کہا: شیخ جلال الدین سیوطی پر تعجب ہے کہ ان آثار واحادیث کا علم ہونے کے باوجود جو کہ متواتر کے درجہ کو پہنچتی ہیں، ان احادیث کو دلیل بنانے کی بجائے ان آثار کی مخالفت کی اور ائمہ دین کے بھی خلاف راہ اپنائی اور ایک ضعیف ترین حدیث سے استدلال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اپنی والدہ کی قبر پر حاضر ہوا اور اللہ تعالیٰ سے اس کو زندہ کرنے کی دعا کی وہ میرے اوپر ایمان لائی اور دوبارہ فوت ہوئی۔ یہ روایت تمام محدثین کے نزدیک ضعیف ترین ہے جیسا کہ سیوطی نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ ❻

پھر انہوں نے ابن حجر مکی پر تعجب کا اظہار کیا کہ انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا۔ حالانکہ سیوطی نے اس حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ذکر کیا ہے۔ ابن کثیر نے ابن دحیہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: یہ حدیث من گھڑت ہے اور اس کا رد قرآن اور اجماع دونوں سے ہوتا ہے“۔ ❼ اے حبشی! تیرے نزدیک تو ابن دحیہ حافظ حدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اس کو علم ہے کہ سیوطی اور بھی بہت سی من گھڑت روایات سے دلیل پکڑتا ہے جیسا کہ یہ حدیث ”میں قیامت والے دن اپنے باپ، ماں اور چچا کے لیے سفارش کروں گا“ اور اس کے بعد اس کا یہ تعلیق

---

❶ الفقه الاکبر ۱۳۰۔ دھلی ۱۳۱٤ء۔ ❷ أدلة معتقد ابی حنیفه۔ ٤٠۔
❸ ادلة معتقد ابی حنیفه فی ابوی الرسول علیه الصلاة والسلام: ۱٤۱۔
❹ دلائل النبوة: ۱/ ۱۹۲۔ ❺ شرح مسلم ۳/ ۷۹۔
❻ أدلة معتقد ابی حنیفه ۸۵۔ ❼ تفسیر ابن کثیر: ۲/ ٤٠۸۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نقل کرنا کہ اس کو محب الطبری نے ذکر کیا ہے اور وہ حفاظ میں سے ہے اور اس کا یہ اعتراف کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن کثرت طریق کی وجہ سے قوی ہے۔ ❶

پھر اس نے ایک اور حدیث سے دلیل لی ہے کہ ''اللہ نے میری ماں کو زندہ کیا اور وہ مجھ پر ایمان لائی''۔ ذہبی نے کہا: مجھے پتہ نہیں کہ یہ کس حیوان اور جھوٹے کا دعویٰ ہے کیونکہ یہ اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے کہ میں نے اپنے رب سے استغفار کی اجازت طلب کی مگر اس نے اس کی اجازت نہیں دی''۔ ❷

سیوطی پر مزید تعجب ہے کہ اس کا اعتراف ہے کہ یہ حدیث ''کہ اللہ تعالیٰ نے میری ماں کو زندہ کیا اور وہ ایمان لائی'' انتہائی ضعیف ہے مگر اس کے باوجود اس نے ابن شاہین کی بات کو دلیل بنایا ہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے لیے ناسخ ہے جس میں ہے کہ میں نے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی مگر اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔'' ❸

ملا علی قاری نے اس کی تاکید کی ہے یہ رافضیوں اور بدعتیوں کی وضع کردہ روایت ہے جنہوں نے اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ❹

یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ابوحیان نے (دار البحر المحیط ۷ / ۴۷) میں کہا: رافضہ کا دعویٰ ہے کہ آپ کے والدین مومن تھے۔ انہوں نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کو دلیل بنایا ہے ﴿وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ﴾ ❺ ''اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان آپ کا گھومنا'' ہیثمی بھی اسی طرف مائل ہے کہ آپ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ ایمان لائے۔ ❻ اس کی دلیل من گھڑت اور ضعیف ترین روایات ہیں جبکہ اس نے صحیح احادیث کی مخالفت کی ہے جیسا کہ مسلم: ۹۷۶ میں ہے کہ میں نے اپنی والدہ کی بخشش مانگنے کی اجازت چاہی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہ دی'' اور مسلم: ۲۰۳ میں ہے کہ آپ نے ایک آدمی سے کہا: تیرا اور میرا باپ جہنم میں ہیں''۔

ملا علی قاری نے طبری کا تعاقب کیا: اس نے طبری ۳۰ / ۲۳۲ میں ابن عباس سے اس آیت کریمہ ﴿وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ ❼ ''تجھے تیرا رب بہت جلد دے گا اور تو راضی ہو جائے گا'' کی تفسیر میں جو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں حکم بن ظہیر فرازی ہے جس کے متعلق یحییٰ بن معین نے کہا: یہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ کبھی کہا: یہ کچھ بھی نہیں ہے محدثین نے اس کو ترک کر رکھا ہے نجدی رحمہ اللہ نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے'' ❽۔ انہوں نے مزید کہا: یہ اعتقادی مسئلہ ہے جس میں یقینی دلائل کا ہونا ضروری ہے یہ فقہی فروعات نہیں ہیں جن میں ظنی دلائل ذکر کیے جائیں۔ یہ مقالہ مقلدین کی ایک

❶ مسالك الحنفا في والدي المصطفىٰ ٢٤-٢٥۔
❷ ميزان الإعتدال: ٢/٦٨٤۔
❸ نشر العلمين: ٢٠٢۔
❹ أدلة معتقد ابي حنيفه: ٩٠-١٣٢۔
❺ الشعراء: ٢١٩۔
❻ الزواجر: ١/٢٣۔
❼ الضحىٰ:٥۔
❽ ميزان الإعتدال: ١/٥٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جماعت کے علاوہ کسی سے منقول نہیں ہے جیسا کہ ابن شاہین، خطیب بغدادی، سہیل، قرطبی محب طبری اور ابن المنیر"۔ ❶

ملا علی قاری نے سیوطی کے بارے میں کہا: یہ فضول باتیں کرنے والا اور تباہی کو آواز دینے والا ہے۔ کبھی تو کہتا ہے کہ آپ کے والدین اہل ایمان میں سے تھے اور فطرتی ایمان رکھتے تھے اور کبھی کہتا ہے وہ کافر فوت ہوئے تھے پھر ان کو زندہ کیا گیا اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ کبھی کہتا ہے کہ نہ ہی مسلمان تھے اور نہ ہی کافر تھے بلکہ اس کے مابین تھے۔ لہٰذا قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا اور غالب گمان یہ ہے کہ وہ کامیاب ہوں گے۔ ❷

انہوں نے سیوطی اور فخر الرازی کے اس مؤقف پر سخت تعجب کا اظہار کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والدین مومن تھے اور قرآن مجید نے جو آپ والد (آزر) کا ذکر کیا ہے وہ آپ کے والد نہیں بلکہ چچا تھے۔ انہوں نے ان کو بدعت کی طرف منسوب کرتے ہوئے سیوطی کے استدلال کو بے معنیٰ قرار دیا ہے۔ یہ اللہ کے کلام میں تحریف (تبدیلی) ہے کیونکہ قرآن میں ﴿يَا أَبَتِ﴾ کا لفظ ہے۔

سخاوی نے بھی (قلاوہ الجواہر ص ۴۲۲) میں سیوطی کے اس قول کی مخالفت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین مومن تھے۔

مرتضیٰ زبیدی نے بیان کیا ہے کہ سیوطی کے ہم عصر بہت سے علماء نے اور اسی طرح بعد میں آنے والوں نے اس کا رد کیا ہے۔ پھر کہا: میرے خیال کے مطابق اس مسئلہ میں نفی یا اثبات کسی قسم کی رائے کا اظہار نہیں کرنا چاہیے"۔ ❸ اگر اس مسئلہ میں صریح دلیل ہوتی تو زبیدی کبھی بھی توقف کا نہ کہتے۔

سیوطی سے استدلال لینے میں توقف کرو:

سیوطی نے دعویٰ کیا ہے کہ قریش کائنات کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے نور کی صورت تھے یہ نور اللہ کی تسبیح کرتا تھا اور اس کی تسبیح سن کر فرشتے بھی تسبیحات پڑھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ نور آدم علیہ السلام کی پشت میں ڈال دیا۔ ❹

اس نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ ❺

اس نے اس حدیث کو حسن کہنے پر پورا زور صرف کیا ہے "میری ماں کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور وہ ایمان لے آئی"۔ ❻

وہ عجیب وغریب باتیں بیان کرتا ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے

---

❶ أدلة معتقد ابی حنیفه: ۱۳۳۔
❷ أدلة معتقد ابی حنیفه : ۱۳۳۔
❸ المقامة السندسية: ۱۳۳۔
❹ المقامة السندسية: ۱۳۳۔
❺ حواله سابقه: ۱۲۲۔
❻ المقامة السندسية: ۱٤۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے خوشخبری دی ہے ''اگر ایمان ثریا ستارے میں بھی ہوتا تو فارس کے لوگ اسے حاصل کر لیتے''۔ ❶

سیوطی نے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان ''مگر اللہ تعالیٰ میرے اوپر میری روح کو لوٹاتا ہے اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں'' کے متضاد اور خود ساختہ معانی بیان کیے ہیں۔

۱۔ روح سننے سے کنایہ ہے اللہ تعالیٰ ان پر خرق عادت (عادت کے خلاف) سماعت کی قوت لوٹاتا ہے اور وہ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں۔

۲۔ روح کے معانی اطمینان کے ہیں روح حیات مراد نہیں ہے۔

۳۔ روح بمعنی رحمت ہے جو درود پڑھنے والے کے لیے نئے سرے سے پیدا ہوتی ہے تاکہ درود کا ثواب حاصل ہو سکے۔

۴۔ روح سے مراد فرشتہ ہے جو آپ ﷺ کو سلام پہنچانے پر مامور سے یعنی ایک فرشتہ کی ذمہ داری ہے جو آپ ﷺ کو سلام پہنچاتا ہے۔

۵۔ روح سے مراد (آپ کے سپرد کرنا ہے) یعنی رحمت کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے سپرد کیا ہے جب کہ حدیث میں ہے ''اللہ تعالیٰ نے رحمت کا معاملہ میرے سپرد کیا ہے جو میرے سبب مسلمان کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ میرے ہاں دعا لے کر جاتا ہے کہ میں لفظ سلام بولتا ہوں۔''

۶۔ روح سے مراد وہ رحمت ہے جو نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو دی ہوتی ہے''۔ ❷

❀ اس نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو میری خوشبو لینا چاہتا ہو وہ سرخ پھول سونگھا کرے۔ ❸

سیوطی نے کہا: چاول کھاتے وقت کثرت سے رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھو۔ کیونکہ یہ وہ جوہر ہے جس میں نور محمد ﷺ بطور امانت رکھا گیا۔ جب وہ نور نکل گیا تو یہ اناج بن گیا۔ ❹

مزید کہا: جرائیل علیہ السلام سیبوں سے بھرا تھال لے کر اترے۔ اس کے ایک طرف یہ لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہدیہ ہے اور دوسری طرف لکھا تھا: جو صدیق سے بغض رکھے وہ زندیق ہے۔ ❺

اس نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ کعب الأحبار نے جنت میں ہر جگہ نبی کریم ﷺ کا نام لکھا ہوا دیکھا اور کہا: میں نے

---

❶ بتییض الصحیفة: ۲۹٤۔
❷ انتباہ الأذکیاء فی حیاۃ الأنبیاء۔ ص ۲٦٦۔۲٦٤۔
❸ الحاوی للفتاویٰ: ٤١۔
❹ حوالہ سابقہ۔
❺ الحاوی للفتاویٰ ۲/٤٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسم محمد جنت کی حوروں کے گلے پر لکھا ہوا دیکھا۔ ❶

اس کے علاوہ سیوطی کے تفردات اور عجائبات بہت زیادہ ہیں۔

رفاعی شیعت سے متاثر ہے اور لوگوں کو بھی ادھر ہی کھینچتا ہے:

یہ واضح ہے کہ احباش جو کہ رفاعی سلسلہ پر چلنے والے ہیں وہ لوگوں کو شیعت کی طرف کھینچتے ہیں۔ صیادی رفاعی جو احباش کے ہاں ایک بہت بڑا شیخ ہے جس نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "السهم الصائب لكيدمن آذىٰ أباطالب" اسی طرح (الكنز المطلسم) ترتیب دیا جس میں دعویٰ کیا کہ اہل بیت تمام کے تمام پاک ہیں اور تمام کے تمام لوگ جنت میں ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے والدین بھی جنت میں ہیں، جس نے ان لوگوں پر کوئی اعتراض کیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دی اور وہ دائرہ اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا۔ ❷

انہوں نے شیخ کمال الدین حنفی سے نقل کیا کہ جس نے کہا وہ دونوں جہنم میں ہیں تو وہ ملعون ہے۔ اس لیے جب صیادی نبی کریم ﷺ کی والدہ کا ذکر کرتا ہے تو رضی اللہ عنہا کہتا ہے اور جب آپ کے باپ کا نام لیتا ہے تو ان کی صفت معظم ذکر کرتا ہے۔

شیعہ نے بھی اس اس کی موافقت کی ہے۔ انہوں نے ابوطالب کے ایمان پر رسائل لکھے ہیں۔ جیسا کہ شیخ مفید نے لکھا۔ (ایمان ابوطالب) خنیزی نے لکھا "مومن اهل البیت اور حُر عاملی نے لکھا "شیخ الابطح" اس میں ہے کہ: شیعہ امامیہ ابوطالب کے ایمان کے قائل ہیں جبکہ انہوں نے مصلحتاً قریش کی وجہ سے اپنا اسلام چھپائے رکھا۔ ❸ صیادی جس چیز کا اعتبار کرتا ہے۔ وہ نبی ﷺ کی توہین ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میرا باپ جہنم میں ہے" اگر یہ توہین اور گستاخی ہے تو صیادی نے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جبکہ ان کو شعور بھی نہیں ہے۔

ہاں جو شخص اس چیز کو آڑ بنا کر نبی کریم ﷺ کی گستاخی یا توہین کی کوشش کرے تو اس کو منع کیا جائے گا۔ جیسا کہ منافق (عبس وتولی) بار بار پڑھتا تھا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو روکا۔ اور جب لوگوں نے ابوجہل کے مرنے کے بعد اسے بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے ان کو منع کر دیا اور فرمایا: کہ فوت شدہ کو بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ دنیا سے جا چکے ہیں۔

آپ ﷺ کا فرمان جھٹلاتے ہیں۔ یہ کیسی محبت ہے؟

ان لوگوں پر تعجب ہے جو نبی کریم ﷺ سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر آپ کے فرامین کو جھٹلاتے ہیں نبی کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: میرا باپ جہنم میں ہے" مگر یہ لوگ کہتے ہیں نہیں ہماری

❶ ذخيره المعاد: ٥٠٤۔

❷ ذخيرة المعاد ٥٠٤۔ النجوم الزواهر: ٤٨۔ ❸ الأعلام للزركلي ١٦٦/٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات آپ سے زیادہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ کے والد اور والدہ جنت میں ہیں۔

یہ پہلی دفعہ نہیں ہے بلکہ یہ لوگ اکثر ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں مگر ان کو شعور نہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بدعت گمراہی ہے'' مگر انہوں نے کہا ''نہیں ہر بدعت گمراہی نہیں ہے''۔

آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے'' انہوں نے کہا۔ نہیں ہرگز نازل نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تو مانگے تو فقط اللہ تعالیٰ سے ہی مانگے'' انہوں نے کہا ''نہیں فقط اللہ سے نہیں بلکہ دوسروں سے بھی مانگو'' بدوی۔ رفاعی جیلانی وغیرہ سے مانگو۔ آپ نے فرمایا: ''میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو انہوں نے کہا نہیں۔ نبی کریم ﷺ کو وسیلہ بناؤ اور ان سے وسیلہ طلب کرو اس طرح کئی اقوال وافعال میں جن میں یہ لوگ نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسماء وصفات

- تاویل کرنے والوں کی حالت
- تاویل پر نقد کے بنیادی اصول
- باطنیوں کو باطنی کیوں کہا جاتا ہے؟
- کیا آیات کے ظاہر پر عمل کفر ہے؟
- اشعری اور دیگر معتبر ائمہ کا صفات باری تعالیٰ کے متعلق مذہب
- بہت سے ائمہ اشعریہ کا تاویل سے رجوع
- منقول کے بارے میں عقل کا موقف۔
- اشعری کی کتاب ''الابانۃ'' کے بارے میں
- صفات باری تعالیٰ متشابہات نہیں ہیں۔
- کیا صفات توقیفی ہیں۔

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاویل اور اثبات کے مابین اسماء وصفات

تاویل کرتے وقت اہل تاویل کی حالت:

اگرچہ تاویل کرنے والوں نے اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی مکمل کوشش کی مگر کیونکہ یہ تاویلات بغیر علم کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر دلیل اور بغیر علم کے گفتگو ہے تو ان کے دل و دماغ قلق، دکھ، پریشانی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا سینہ تنگ اور یہ پریشان ہیں اور اندھیرے میں تیر مارتے ہیں۔

ان کا اعتراف کہ تاویل میں احتمال ہے:

حبشی نے اعتراف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی تاویل بہرحال احتمال والی ہی ہے" [1] یہ بات ماتریدی نے بھی استواء کی تاویل کرتے ہوئے کہی کہ ہم احتمال کی بنیاد پر کوئی قطعی بات نہیں کر سکتے" اور تاویل کی تعریف کرتے ہوئے کہا: کسی ایک احتمال کو غیر یقینی کی بنیاد پر ترجیح دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق گواہی دینا ہے"۔ [2]

کوثری نے بھی اعتراف کیا ہے کہ کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ فلاں تاویل اللہ تعالیٰ کی یقینی مراد ہے اسی لیے محققین نے تاویل کی تعیین نہ کرنے کا مذہب اپنایا ہے"۔ [3]

غزالی اور رازی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ تاویل درحقیقت اس احتمال کا ہی نام ہے جس کو غالب گمان کی بناء پر اپنایا جاتا ہے اور ظاہری معانی کو ترک کیا جاتا ہے۔ [4]

تم دیکھو گے کہ اس کے باوجود لوگوں کو احتمالی معانی کا پابند بناتے ہیں جیسا کہ رازی نے کہا: استواء کی استیلاء سے تاویل کرنا ضروری۔ [5]

اس کے باوجود یہ لوگ بہت ساری صفات کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں اور کسی ایک رائے پر متفق نہیں ہیں جیسا کہ ان کے علماء اس کا اعتراف کر چکے ہیں مثلاً عز بن عبدالسلام اور ابن حجر ہیثمی کے اقوال کہ "تعجب ہے کہ اشاعرہ بہت سی صفات باری تعالیٰ میں اختلاف کا شکار ہیں۔ جیسے قدم، بقاء، چہرہ، ہاتھ، آنکھیں، احوال اور تعدد کلام وغیرہ ہے۔ [6]

---

[1] الدليل القويم: ٤٧، تحفة المريد: ٩١، اتحاف ٤/٥٣٢۔
[2] الإتقان للسيوطی: ٢/٢٢١۔ كتاب التوحيد: ٧٤۔
[3] تعليق الكوثری/ كتاب دفعه الشبيه: ٧٤۔
[4] المستعفی ١/٣٧٥۔ المحصول ١/٢٣٢۔
[5] اساس التقديس ٢٠٦۔
[6] قواعد الاحكام ١٧٢، الاعلام بقواطع الاسلام: ٢٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عز بن عبدالسلام نے ذکر کیا ہے کہ اشعری کے اصحاب بقاء اور قدم (ازلی) کی صفت میں اختلاف کا شکار ہیں کہ یہ صفات سُلب میں یا پھر صفات ذات ہیں۔ ❶

جس نے یہ دعویٰ کیا اس نے سچ کہا کہ یہ لوگ صفات کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) نفسیہ (۲) معنویہ۔ بعض نے تین اقسام بیان کی ہیں۔ (۱) ذاتیہ (۲) معنویہ (۳) فعلیہ کسی نے کہا چار اقسام ہیں: (۱) نفسیہ (۲) سلبیہ (۳) معنویہ (۴) معانیہ۔ ❷

اپنے رب کی صفت تنزیہ (پاک) بیان کرنے میں بھی اختلاف کرتے ہیں۔ جب اشعری اور ماتریدی اختلاف کرے: کیا اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر بقاء کے ذریعے باقی ہے یا نہیں؟ تو ایسی صورت میں ہم کیا کریں؟ کیا ہم ووٹ ڈال کر کوئی فیصلہ کریں؟

سلف صالحین کا فقہی فروعات میں اختلاف ہونے کے باوجود صفات باری تعالیٰ کے بارے میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

ایک ایسے بندے کا اعتراف دیکھئے جو تاویل کرنے میں خاص تھا مگر اس نے اس سے توبہ کر لی اور وضاحت کی کہ تاویل درحقیقت بغیر علم کے بات کرنا ہے۔ احمد بن ابراہیم الواسطی نے کہا: میرے دل میں ان تاویلات سے کھٹکا لگا رہتا تھا اور میں دلی طور پر مطمئن نہ تھا۔ میرا سینہ تنگ اور مجھے اندھیرا سا محسوس ہوتا تھا۔ میں انتہائی پریشان اور مضطرب تھا۔ ❸

تم اشعری مذہب سے کیوں منہ موڑ گئے ہو؟

اشعری مذہب سے رجوع کرنے والے ایک شخص سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ مذہب کیوں ترک کر دیا؟ تو اس نے کہا: میرے دل میں ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اگر قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے میری صفات کی ایسی تاویل کیوں کی جس کا نہ تو میں نے حکم دیا اور نہ ہی میرے رسول ﷺ نے؟ تو میرے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے میری صفات کا اثبات کیوں کیا؟ تو میں عرض کروں گا یا اللہ میں نے تو اسی چیز کا اثبات کیا ہے جس کا تو نے خود کیا ہے۔ اسی لیے میں نے تاویل والا مذہب چھوڑ کر اثبات والا اختیار کیا ہے۔

کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟

تحذیر (تنبیہ) میں یہ غلو (زیادتی) جو تشبیہ کے خطرہ کے پیش نظر اختیار کی گئی ہے، بدعت ہے۔ درحقیقت یہ تو ایسی چیز سے تنبیہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لیے بیان فرمایا ہے۔ اس میں بہت سے مفاسد (خرابیاں) ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تنزیہ (پاک بیان کرنا) کو اہمیت نہیں دی اور اس کا حق ادا نہیں کیا۔

---

❶ قواعد الاحکام الکبریٰ: ۱۷۰۔

❷ الإرشاد للجوینی ۵۱۔ لوامع البینات للرازی: ٤٧، اتحاف المرید: ٦٩۔

❸ النصیحة فی صفات الرب جل وعلا۔ ۱۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ علم کلام اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنے میں زیادہ حریص ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کفر کی طرف کھینچا کیا ہے، ان کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کو اشاعرہ کفر خیال کرتے ہیں جیسا کہ مستوی علی العرش ہونا۔ رات کے آخری پہر میں آسمان دنیا پر نزول۔ اس نے تشبیہ کو تو مفصل بیان کیا جبکہ تنزیہ کو مجمل، پھر تنزیہ کو تشبیہ پردے مارا بلکہ اس نے دعا میں شرک کو تفصیل سے بیان کیا جبکہ شرک التشبیہ کو مفصل بیان نہ کیا۔ اس نے اپنے بندوں سے کہا: ﴿تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ [1]

''کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے۔''

اس نے اپنے غیر سے دعا کو حرام کیا۔ اسی طرح اس نے زنا، یتیم کا مال کھانا اور قتل وغیرہ کو بار بار بیان کیا لیکن ان پر اس چیز کو بیان نہ کیا جس کو یہ غالی قسم کے لوگ دن رات بیان کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نصوصِ صفات وحی کی جیسا کہ عرش پر مستوی ہونا، نزول، آنا، ہاتھ، آسمانوں سے اوپر ہونا، پاک کلمات کا اوپر چڑھنا، فرشتوں کا آسمانوں کی طرف اوپر جانا، لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے درمیان ہونا، نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی صفات اور دجال کے صفات کے درمیان فرق بیان کرنا، اس کا ہنسنا، لونڈی سے سوال (أین اللہ) اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ آسمان دنیا پر نزول، قیامت کے دن پنڈلی کھولنا، ہر مومن اور مومنہ کا سجدے میں گر جانا۔ جہنم پر قدم رکھنا، جہنم کا کہنا: قط قط (بس بس) اللہ تعالیٰ کا مومن کے قریب ہو کر اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھنا وغیرہ۔

اس سب کے باوجود ایک بھی دلیل ایسی نہیں ہے جو تشبیہ میں واقع ہونے کے خطرہ کے پیش نظر تنزیہ (پاکی بیان کرنا) بیان کرتی ہو جیسا کہ اہل کلام کا انداز ہے۔

کیا نصوصِ صفات کے ظاہر پر ایمان لانا کفر ہے؟ یہ تو باطنیہ اور معتزلہ کا مذہب ہے:

اس انداز سے تو ان لوگوں پر باطنیہ کا مذہب اپنانا ثابت ہو رہا ہے۔ انہوں نے بعض آیات کی شرح میں کہا: اس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر حرام قرار دیا ہے مگر باطنی طور پر حلال ہے یہ صوفیاء زنادقہ، باطنیہ جو کہ شیعہ ہیں کے مذہب کو رد کرنے کی قوی ترین دلیل ہے اور قرآن کے ظاہر پر عمل کرنے میں نص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نصوص قرآنی کے ذریعے حجت قائم کی ہے لہٰذا ان کا ظاہر بھی حجت ہے زبیدی نے کہا: سعد اپنی شرح میں کہتے ہیں۔ ملحد باطنیوں کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کی ظاہری نصوص پر عمل نہیں ہوگا بلکہ آیت کریمہ کا ایک باطنی معانی ہے جو استاد کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ [2]

یہ اشعری کا زبیدی کے لیے اعتراف ہے کہ جس نے یہ کہا وہ باطنی ہے۔ بلکہ یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔

---

[1] الانعام: ۱۵۱۔ [2] اتحاف السادة المتفین للزبیدی ۵۳٤/٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاضی عبدالجبار معتزلی نے کہا: صفات کے مسئلہ میں نصوص کے ظاہر کو لینا کفر ہے دیکھئے (متشابه القرآن لعبدالجار المعتزله۔۱۹) جہمیہ بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے: کہا جس نے صفات ظاہری نصوص کی بنیاد پر ثابت کیں وہ کافر ہے یہ حافظ نے ذکر کیا۔ ❶

حافظ ابن حجر نے اس کلام کو باطل قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا: اگر آئمہ دین کا یہ عقیدہ ہوتا کہ نصوص کا ظاہر مراد لینا کفر ہے تو ان پر واجب تھا کہ وہ اس کی وضاحت کرتے اور اُمت کو اس کی تنبیہ فرماتے کیونکہ یہ مسلمانوں کے لیے نصیحت ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے عملی احکام و اعمال میں تو اُمت کو خوب نصیحت کی مگر اعتقادی مسائل میں نصیحت ترک کردی۔ یہ مذہب باطل ترین ہے۔ ❷

امام ترمذی اہل السنہ کا عقیدہ بیان کرتے ہیں:

اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ صفات کے متعلقہ اور اس سے مشابہہ روایات جو صفات کے بارے میں ہیں جیسا کہ نزول باری تعالیٰ آسمان دنیا پر، اس طرح کی روایات ثابت ہیں اور ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم کسی وہم کا شکار نہیں ہیں اور یہ بھی سوال بھی نہیں کیا جائے گا کہ کیسے؟ امام مالک، سفیان بن عینیہ اور عبداللہ بن مبارک جیسے لوگوں نے کہا: جس طرح یہ روایات ذکر ہوئی ہیں اسی طرح ان پر ایمان رکھو۔ یہی قول اھل السنہ والجماعۃ کا) بھی ہے۔ جہیمہ نے ان روایات کا یہ کہہ کر انکار کیا ہے کہ یہ تو تشبیہ ہے'' یہ بات انہوں نے حدیث نمبر ۶۶۲ پر تعلیقاً ذکر کی ہے اور ان سے حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے۔ ❸

حافظ ابن عبدالبر کا موقف یہی ہے:

ان کی بات حافظ ابن عبدالبر کے موقف کے بھی متضاد ہے۔ انہوں نے کہا: اہل سنت کا ان صفات کے اقرار پر اتفاق ہے۔ کتاب وسنت میں وارد تمام صفات پر یقین ہے لیکن وہ ان کی کیفیت بیان نہیں کرتے جبکہ جہیمہ، معتزلہ اور خوارج نے کہا: جس نے ان صفات کا اقرار کیا تو وہ مشبہہ ہے۔ انہوں نے ایسا اقرار کرنے والے کو معطلہ کہا ہے۔ ❹

حافظ ابن حجر کا تناقض (تضاد):

حافظ ابن حجر کا یہ قول ان کے اپنے ہی ایک قول کے متضاد ہے جو دوسرے مقام پر موجود ہے۔

ان کا کہنا ہے: ''ہمارا رب آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے''۔ اس حدیث سے اس نے دلیل پکڑی جو جہت کا قائل ہے اور وہ جہت علو (بلندی) ہے۔ جمہور نے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ اس سے احاطہ لازماً آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے۔ نزول کے معانی میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ بعض نے تو اس کو اس کی حقیقت اور ظاہر کے لحاظ سے اختیار کیا ہے۔

---

❶ فتح الباری ۴۰۷/۱۳۔
❷ فتح الباری ۴۱/۶۔
❸ فتح الباری ۴۰۷/۱۳۔
❹ حوالہ سابقہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تو مشبہہ ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بلند ہے۔ ❶

شوکانی نے کہا: جان لو! ظاہر ایک شرعی دلیل ہے اور اجماع صحابہ کی بناء پر اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ ❷

حافظ ذہبی نے بھی کہا: سفیان نے کہا: ان آیات کی قرأت اور تفسیر یعنی یہ بالکل واضح اور معروف ہیں۔ ان کو تاویل اور تمثیل وتحریف وغیرہ کے ذریعے محدود کرنا صحیح نہیں ہے۔ سلف صالحین کا یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات سے مشابہہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مثل نہ اس کی ذات میں ہے اور نہ ہی اس کی صفات میں ہے۔ ❸

حافظ ذہبی نے کہا: میں نے سلف صالحین سے یہی سیکھا ہے۔ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ کتاب وسنت کی نصوص کا کوئی باطن نہیں ہے جب کہ مالک اور ان کے علاوہ کئی سلف نے فرمایا: استواء معلوم ہے۔۔۔ یہی قول دیگر صفات جیسا کہ سننا، دیکھنا، علم، کلام کرنا ارادہ اور چہرہ وغیرہ کے بارے میں اختیار کیا جائے گا۔ تفسیر اور بیان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تمام صفات میں ہمارے نزدیک کیفیت مجہول ہے۔ ❹ لیکن اہل بدعت نے کہا: کتاب وسنت کے ظاہر کو اپنانا کفر کی بنیاد ہے۔ ❺ ان لوگوں کا کہنا ہے: اصول عقائد میں کتاب وسنت کا ظاہر مراد لینا اور عقلی طور پر غور وخوض نہ کرنا گمراہی کی بنیاد ہے۔ ❻

انہوں نے احمد رفاعی کی کتاب ''البرہان المؤید'' میں سے نقل کیا کہ ''اپنے عقائد کو قرآن وسنت کے ظاہری متشابہات سے بچاؤ کیونکہ یہ اصول کفر میں شامل ہے۔

یہ منہج سلف اور منہج خلف (بعد والے) کے مابین واضح تعارض (تضاد) ہے بیہقی نے فوقیت، نزول اور آنے کی صفات ذکر کی ہیں۔ پھر انہوں نے اپنی سند سے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: اوزاعی، مالک، ثوری، لیث بن سعد سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یہ جیسے ذکر ہوئی ہیں اسی طرح ان پر ایمان رکھو اور گذر جاؤ۔ ❼

شنقیطی نے کہا: وحی پر مشتمل نصوص سے ان کے لغوی مدلولات (جس پر دلالت ہے) مراد لینا واجب ہے۔ مگر یہ کہ کوئی دلیل اس کو خاص کرے یا پھر اس کو اس کے ظاہر سے پھیر دے جس کی طرف ذہن جلدی جاتا ہے جیسا کہ اصول میں یہ بات مقرر ہے۔ ❽

مزید کہا: علماء کے ہاں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ کتاب وسنت کی نصوص کو ان کے ظاہر سے پھیرنا جائز نہیں ہے مگر دلیل

---

❶ فتح الباری ۳۶/۳۔
❷ ارشادالفحول ۳۲/۲۔
❸ کتاب العلو: ۱۵۱۔
❹ العلوم: ۵٤۔
❺ حاشیہ الصاوی علی تفسیر جلالین ۱۰/۳۔
❻ شرح ام البراھین للسنوسی: ۷۲۔
❼ الأسماء والصفات: ٤۵۳۔
❽ اضواء البیان ۲۹/۱٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ جس کی طرف رجوع واجب ہے۔ ❶

کیا شریعت نے تنزیہ (پاکی بیان کرنا) کو اس کا حق دیا ہے؟

تاویل کرنے والے شخص کو غور کرنا چاہیے کہ کیا شریعت اس موضوع کو ایسے ہی چھوڑ دیا ہے اور تنزیہ کو وہ اہمیت نہیں دی جو اہل کلام دے رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی صفات شریعت نے بے شمار بیان کی ہیں پھر کیا لوگوں کو گمراہ ہونے کے لیے چھوڑ دیا ہے کہ وہ تشبیہ کی بنیاد پر صراط مستقیم سے ہٹ جائیں؟ یا پھر یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑ دیا گیا کیوں کہ وہ جانتا کہ صفات نصوص بیان کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور تنزیہ (پاکی بیان کرنا) لوگوں کی فطرت میں ہی شامل ہے اور تشبیہہ میں واقع ہونے کا کوئی خوف نہیں ہے؟

درحقیقت لوگوں کو اس انداز سے گمراہ کرنے کا یہ مذہب جہمیہ نے شروع کیا ہے پھر ان سے معتزلہ نے لیا ہے۔ ان سے اشاعرہ کے پاس آیا ہے حتیٰ کہ ان لوگوں کے ہاں تشبیہ کے خطرہ کا کلام توحید بیان کرنے سے کہیں زیادہ ہو گیا ہے وہ توحید جسے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام لے کر آئے ''فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ❷

''اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔''

پھر نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی تفسیر کیسے کی جائے گی؟ ''اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لے گا اور فرمائے گا ''میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں ظالم؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟ جبکہ ایک روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اپنے ہاتھ میں لے کر فرمائے گا ''میں اللہ ہوں''۔ وہ اپنی انگلیاں کھولے گا اور بند کرے گا اور فرمائے گا ''میں بادشاہ ہوں'' ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں نے منبر کو دیکھا اس کا نچلا حصہ حرکت کر رہا ہے۔ میں نے سوچا یہ کہیں رسول اللہ ﷺ کو گرا ہی نہ دے۔ ❸

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا ''اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا'' بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنا انگوٹھا اپنے کان پر اور ساتھ والی انگلی آنکھوں پر رکھی آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور اپنی انگلیاں آنکھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ ابو داؤد فرماتے ہیں۔ یہ جہمیہ کا رد ہے۔ ❹

عقبہ بن عامر کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو برسر منبر یہ فرماتے ہوئے سنا ''ہمارا رب سننے والا اور دیکھنے والا ہے'' اور آپ نے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ ❺

---

❶ اضواء البیان ۲۲/۱۹۷۔ ❷ الاعراف: ۵۹۔ ❸ مسلم: ۲۷۸۸۔

❹ السنة / ابی داؤد ۲۳۳/۴۔ حاکم نے صحیح کہا۔ حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا۔

❺ فتح الباری ۳۷۳/۱۳۔ انہوں نے بیہقی سے نقل کیا ہے۔ الأسماء والصفات۔ اس کی سند حسن ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کتاب کا ایک فرد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: اے ابوالقاسم! یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنی ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، مٹی کو ایک انگلی پر اور کائنات کو ایک انگلی پر رکھ کر فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں۔ میں بادشاہ ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسکرانے لگے حتی کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ یہ تعجب اور تصدیق کی بناء پر تھا۔ پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ [1] ''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی، جو اس کی قدر کا حق تھا۔ ہمارے نبی کے لائق نہیں کہ وہ کفریہ قول پر ہنسے ہوں۔ پھر اس کو اسی طرح مقرر رکھا ہو اور اس کا رد نہ کیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ [2] ''اور ہماری آنکھوں کے سامنے'' کی تفسیر میں فرمایا: یعنی اللہ تعالیٰ کی آنکھوں کے سامنے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔

لونڈی نے جو کلمہ بولا تھا وہ سن کر تو صفت علو کی نفی کرنے والوں کے بدن کانپ جانے چاہئیں۔ جب اس سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ''أین اللہ..... اللہ کہاں ہے'' تو اس نے کہا: آسمانوں کے اوپر، تو آپ نے اس کے مالک کو فرمایا: اس کو آزاد کر دو یہ مومنہ ہے''۔

لیکن اشاعرہ ابھی تک لوگوں کو وہ بات کرنے سے منع کر رہے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ کہ یہ نہ کہا جائے کہ ''اللہ کہاں ہے''۔ [3]

ہم سوال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا امتحان لے کر اس کو ثابت کیا لیکن تنزیہ کا امتحان کیوں نہ لیا؟

کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کو باطل پر باقی رکھا ہے؟ کیا آپ نے لونڈی کو اس عقیدہ سے روکا ہے کہ ''اللہ آسمانوں پر ہے''۔ یا کسی اور مجلس میں اس سے ڈرایا ہے؟ خبردار کچھ ایسا ثابت نہیں ہے۔ کیا معطلہ میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو لونڈی کو اس لفظ پر ثابت رکھے اور اپنے دل میں اپنے من پسند معانی مراد ہے۔ ہرگز نہیں کوئی ایسا مراد نہیں لیتا۔

ایسے متشابہہ اور وہم والے الفاظ سے تم دور رہنے والے ہو یا پھر نبی کریم ﷺ تمہاری نسبت زیادہ دور جانے والے ہیں؟ ایسی حالت میں تو تمہارے پاس ایک ہی جواب بچتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ دین میں کوتاہی سے کام لیا ہے وہ لونڈی کو تنبیہ کرنے میں تم سے بہت کم حریص نکلے اور انہوں نے ایسے الفاظ کے استعمال پر اس طرح تنبیہ کا اہتمام نہیں کیا جس طرح اشاعرہ اور اہل کلام کرتے ہیں، بلکہ آپ نے تو اس لونڈی کے ایماندار ہونے کی گواہی دی ہے۔

اے تاویل کرنے والے! شاید تو اپنے دماغ میں شریعت کے لیے بُرا گمان لیے پھرتا ہے کہ شریعت ان صفات کے متعلق تفصیل سے بات کر کے تشبیہ پیدا کر رہی ہے اور اہل کلام کے طریقہ سے ٹکرا رہی ہے۔ پھر یہ کہ وہ تنزیہ (پاکی بیان کرنا) کی تفصیل بیان نہیں کرتی اور لوگ اس باب میں گمراہ ہو رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو اس خطرہ سے اس طرح آگاہ

---

[1] انعام: ۹۱۔ [2] ھود: ۳۷۔ [3] الرسالة القشرية۔ ۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کر رہی جس طرح تم اہل کلام کرتے ہو۔ گویا کہ اہل کلام نے وہ مسئلہ لوگوں کو بیان کیا جس سے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور صحابہ کرام خاموش رہے۔ تم ایسی تلاوت اور خود ساختہ مفاہیم بیان کرتے ہو کہ اس کی مثال نہیں ملتی حالانکہ تو جانتا ہے کہ وقت حاجت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔

کیا شریعت نے اس کا بیان اہل کلام کے لیے ترک کر دیا ہے کہ وہ قرآن وسنت کی نصوص کے ساتھ جس طرح چاہیں لوگوں کو گمراہ کریں، کیا شریعت نے معاملہ ان کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ باطل کے ذریعے گمراہی پھیلائیں جس کو کوئی نظیر پہلے نہیں ملتی تا کہ یہ تاویلات نصوص کا بدل ہوں؟ جیسے ہاتھ سے مراد قدرت ونعمت، استواء سے مراد استیلاء، نزول سے مراد رحمت کا نزول، ہنسنے سے مراد محبت، رضا سے مراد ثواب، غضب سے مراد عذاب۔ آسمان رحمتوں کا خزانہ اور مصدر اور دعا کرنے والوں کا قبلہ وغیرہ اور جو کوئی آسمان کی طرف اس لیے متوجہ ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ ''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے۔ تو یہ کفر ہے؟''

اے تاویل کرنے والے! کیا تو یہ ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کتاب میں بیان کر دی اور کوئی کمی نہیں رہنے دی یا پھر تو زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ نہیں کمی باقی ہے، اور تم شک کی بیماری میں مبتلا ہو؟ کیا تو یہ تمنا کر رہا ہے کہ کاش رسول اللہ ﷺ اس کلام کی وضاحت نہ کرتے جس نے تجھے مشکل میں ڈال رکھا ہے۔ آپ لونڈی کے ایمان کی گواہی نہ دیتے، یہودی کی تصدیق میں نہ مسکراتے جس نے آپ کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو انگلیوں پر رکھے گا اور یہ بھی نہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ پنڈلی کھولے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے؟

اگر یہی کچھ تیرے دل میں ہے تو تو گمراہ ترین انسان ہے اور تو یہ سمجھتا ہے کہ علمائے علم کلام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے اللہ کی تنزیہ بیان کرنے میں زیادہ حریص تھے۔

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے وہ مشبہہ ہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔'' کی تفسیر میں فرمایا: اس کے مشابہہ (یعنی اللہ تعالیٰ)، لہٰذا شرک سے مراد نفع ونقصان کے لحاظ سے مخلوق کو خالق کے ساتھ اس کی خصوصیات میں تشبیہ دینا ہے۔ تم لوگ مجسمہ اور مشبہہ ہو اور یہی کپڑے ہمیں بھی پہنانا چاہتے ہو۔ تم لوگ کل قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے کہو گے جن سے آج تم مدد مانگتے ہو۔ ﴿تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اللہ کی قسم! بے شک ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمھیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔'' یہ ایسی تشبیہ ہے جس سے قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ منع کیا ہے۔ لیکن تم لوگ غیر اللہ سے مدد مانگتے ہو اور لباس تنزیہ جھوٹا پہناوا پہنتے ہو جبکہ حقیقت میں تشبیہ سے دور رہنے والوں کو مشبہہ کہتے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم تم سے ایک سوال کرتے ہیں اس کا صحیح صحیح جواب دو: کیا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کیا وہ اس کے لائق ہے یا نہیں؟ اگر تو اس کے لائق ہے تو پھر تمہارے بدن کیوں کانپ رہے ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ اپنے لیے بطور وصف بیان کی اور تم نے کیوں اس کے معانی تبدیل کر دیے کہ یہ وصف اس کے لائق بن جائے؟

اگر جو کچھ اس نے اپنے لیے بیان کیا ہے اس کے لائق ہے تو تم بھی اس کو ثابت کرو اور اس میں تحریف (تبدیلی) سے کام نہ لو اور اس کی حقیقت کا علم اس کے سپرد کر دو جو تم سے کہیں زیادہ علم والا ہے۔

یہ موضوع خطرناک ہے:

اسماء اللہ اور صفات باری تعالیٰ کے متعلق کلام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور جس کے بارے میں کلام کر رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس سے خوب ڈرنا چاہیے کیونکہ اس موضوع میں غلطی اور گمراہی، احکام میں حلال وحرام کی بحث کرنے والوں کی گمراہی سے کہیں زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [1] ''کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔''

قشیری کا اہم ترین اعتراف:

اشاعرہ کے خلاف دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان کا اپنا ایک فرد قشیری کہتا ہے ''اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف بیان کرنے میں ہر بندے کو بغیر علم کے بات کرنے سے منع کیا ہے اگرچہ وہ اپنی بات میں سچا ہی کیوں نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ کہ تم اللہ پر وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ نے بغیر علم کے اس کی صفات اور اسماء میں کلام کرنے والوں کے لیے عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ ﴿وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

جب یہ اہل تاویل اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو جان لیں گے کہ باطل تاویل کا کیا خطرناک انجام ہوا ہے جسے یہ بہت ہلکا تصور کر رہے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی عظیم ہے۔ فرمایا: ﴿حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا، حالانکہ تم نے ان کا پورا علم حاصل نہ کیا تھا، یا کیا تھا جو تم کیا کرتے تھے؟'' اور ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ

[1] الاعراف: ۳۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾ ''بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انھوں نے احاطہ نہیں کیا۔''

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کو اپنی خواہشات اور تاویلات کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے یہ درحقیقت اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں، اس طرح تو اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء میں جاہل لوگ بھی کلام کریں گے کہ اس میں یہ جائز اور فلاں ناجائز گویا کہ وہ ریاضی کے مسئلہ میں محو گفتگو ہیں۔

امام احمد اپنے بیٹے کے ساتھ ایک قصہ گو خطیب کے پاس سے گذرے جو حدیث نزول بیان کرتے ہوئے کہہ رہا تھا ''کہ جب شعبان کی نصف (۱۵ شعبان) رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ بلا زوال۔ بلا انتقال اور بلا تغیر حال نزول فرماتا ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں: میرے والد کا بدن کانپنے لگا اور ان کا رنگ زرد ہو گیا انہوں نے میرا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔ جب ان کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے مجھے کہا۔ مجھے اس قصہ گو کے پاس لے چلو، جب اس کے قریب آئے تو کہا: اے شخص رسول کریم ﷺ تجھ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ پر غیرت کھانے والے تھے وہی بات کرو جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ [1]

جب ایک آدمی نے امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا ''الرحمن علی العرش استوی'' کا بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کیسے مستوی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ اس قدر غصہ میں آئے کہ کبھی ان کو اس قدر غصہ میں نہیں دیکھا گیا حتیٰ کہ وہ پسینہ میں شرابور ہو گئے۔ لوگ جواب کا انتظار کر رہے تھے۔ جب ان کی حالت درست ہوئی تو انہوں نے فرمایا: استواء معلوم ہے، اس کی کیفیت مجہول ہے۔ اس پر ایمان واجب ہے اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے۔ پھر کہا مجھے لگتا ہے تو گمراہ ہے۔ اس کو یہاں سے نکال دو''۔

اہل کلام یہ اعتراف کر چکے ہیں کہ ان تاویلات کے لیے یہ کہنا کہ یہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے ممکن نہیں بلکہ تاویل احتمالی ہوتی ہے جیسا کہ حبشی نے اس پر نص بیان کی ہے۔ [2] یہ بات ان کے قواعد سے متعارض ہے کہ عقائد کی بنیاد احتمالات پر نہیں رکھی جاسکتی۔ اس کے باوجود یہ تاویلات کے ذریعے عقائد بیان کرنے پر بضد ہیں۔ ان کی حالت یہ ہو گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ ثابت کرتے ہیں جس کی اس نے نفی کی ہے اور اس کی نفی کرتے ہیں جو کچھ اس نے اپنے لیے ثابت کیا ہے۔ اللہ کی صفات کے ساتھ اس کھلواڑ نے ان سے تقویٰ کی دولت چھین لی ہے اور ان کے دل سخت ہو گئے ہیں۔

تنبیہ: حق کی طرف رجوع کرنے والوں کے اقوال کو دلیل بنانا۔

اشاعرہ ان لوگوں کے اقوال سے دلیل پکڑتے ہیں جنھوں نے اپنی موت سے قبل تاویل سے توبہ کر لی تھی اور اس سے خبردار کیا جیسا کہ جوینی، غزالی اور رازی وغیرہ۔ یہ بددیانتی اور تدلیس ہے۔ جو اس بات سے آگاہ ہو کہ ان حضرات نے اس مذہب سے توبہ کر لی تھی تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ ان کے اقوال سے دلیل پکڑے۔

---

[1] الإقتصاد فی الإعتقاد: ص: ۱۱۰۔

[2] الدليل القويم: ۴۷۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کیا تاویل واجب ہے؟

حبشی نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں تاویل واجب ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی طرح ہوتیں تو جو مخلوق کے لیے جائز ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی فنا اور حدوث کے لحاظ سے جائز ہوتا۔ ❶

حبشی نے کہا: جب یہ بات ظاہر ہے کہ ان آیات کو ان کے ظاہر پر مراد لینا محال ہے اور ان کی ممکنہ تاویل کرنا واجب ہے۔ ❷

یہ بات رازی پہلے ہی کہہ چکا ہے۔ جمہور اہل کلام کا مذہب متشابہات میں خوب غور وخوض کرنا ہے۔ ❸

بیہقی نے اس وجوب کا انکار کیا ہے۔ اس کے نزدیک تاویل واجب نہیں ہے بلکہ تفویض (سپرد کرنا) یہی محفوظ راستہ ہے۔ ❹ یہ واضح ہے کہ بیہقی نے تفویض کو تاویل پر مقدم کیا ہے۔ بہت سے اشاعرہ ان کی بات کو بطور دلیل مانتے ہیں مگر اس کے باوجود تاویل کو تفویض پر مقدم کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے ابن فورک وغیرہ کا قول نقل کیا ہے کہ متقدمین صفات کی تفسیر نہیں کرتے تھے اور ان کی تاویل سے مشغول نہیں ہوتے تھے۔ ❺

اس نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ ابوالحسن طبری جو کہ ابوالحسن اشعری کے خاص لوگوں میں شامل ہے کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے اور اپنے عرش پر مستوی ہے یعنی بلند ہے جسے کہا جاتا ہے "**استوت الشمس على رأسي**" سورج میرے سر پر بلند ہوا۔ یا کہا جاتا ہے "**استويت على ظهر الدابة**" میں سواری کی پشت پر برابر ہوا۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے عرش پر بلند ہے۔ ❻

حبشی کے پیروکاروں نے حلفاً کہا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات بغیر تاویل کے ثابت کرے، وہ اسلام کے لیے یہود ونصاریٰ، مجوسیوں اور بت پرستوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے ❼۔ حالانکہ ان کا شیخ حبشی بُت کو سجدہ کرنا کفر شمار نہیں کرتا بلکہ اسے کبیرہ گناہ کہتا ہے۔ دیکھو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرنے والے پر بت پرست کی نسبت کہیں زیادہ بغض کا اظہار کر رہے ہیں ان پر لازم آتا ہے کہ یہ ان اشاعرہ کو بھی جو تفویض کے قائل ہیں اسلام کے لیے یہود ونصاریٰ سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک قرار دیں۔ کیونکہ وہ تاویل کرنے والے اشاعرہ کے خلاف تاویل کو حرام جبکہ تفویض کو واجب کہتے ہیں۔

---

❶ اظهار العقيدة السنية: ٩٨۔
❷ اظهار العقيده السنية: ١١٠۔
❸ أساس التقديس ١٨٢۔١٨٣۔
❹ فتح الباری ٣/٣٠۔
❺ الأسماء الصفات: ٤٢٣۔
❻ الأسماء والصفات: ٥١٧۔
❼ منارالهدىٰ ١٢/٢٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاویل کے متعلق اشاعرہ کے مابین اختلاف:

یہ لوگ اس بات سے بھی جاہل ہیں کہ تاویل کے مشروع ہونے یا نہ ہونے میں اشعری کا اختلاف اشعری سے یا پھر اشعری کا اختلاف ماتریدی سے ہے۔ بلکہ یہ آیات کے متشابہ ہونے یا نہ ہونے میں بھی اختلاف کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابو منصور بغدادی نے کہا: بلکہ یہ لوگ آیات صفات کے مشابہہ ہونے یا نہ ہونے میں بھی اختلاف کرتے ہیں، بعض نے کہا: آیت استواء متشابہات میں سے ہے جس کی تاویل کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علم نہیں ہے۔ ❶

اہل تاویل اشاعرہ نے جس آیت کی بھی تاویل کی وہ ان کے اہل تفویض اشاعرہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ یہ عقیدہ میں جوہری و بنیادی اختلاف ہے۔

اگر تمہاری تاویل علم کی بنیاد پر ہوتی تو تم میں سے اہل تفویض پیدا نہ ہوتے۔ اے اہل تاویل اور اے اہل تفویض تم ہدایت پر ہو یا گمراہی اختیار کر چکے ہو۔ اگر تمہاری تاویل نبی کریم ﷺ کی اس دعا کی طرح ہوتی جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے تھی "اللهم علمه التاويل" (اے اللہ اس کو تفسیر کا علم عطا فرما) تو پھر تم میں سے اہل تفویض نہ نکلتے۔ ان لوگوں نے تمہاری مخالفت کی۔ اس کی وجہ شاید یہی ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں بغیر علم اور بغیر ہدایت کے گفتگو کی۔

مرتضی زبیدی نے بعض اہل علم کا قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب سے تاویل کے وجوب کا قول منقول نہیں ہے اسی طرح منع کا موقف (جو اللہ نے اپنی صفات بیان کی ان سے منع) بھی ان سے مروی نہیں ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پوری شریعت کی تبلیغ کا حکم دیا پھر یہ آیت کریمہ بھی نازل ہوئی ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔" اور پھر اس باب کو ادھورا چھوڑ دیا گیا......؟ جس نے ان کے بعد اس کے خلاف ذکر کیا اس نے ان کے راستہ کی مخالفت کی۔ ❷

حافظ ابن حجر نے بھی وجوبِ تاویل کے قول کا رد کیا ہے اور اس بات کا قطعی طور پر انکار کیا ہے کہ تاویل کے واجب ہونے پر کوئی دلیل موجود ہے بلکہ انہوں نے سلف کا تاویل سے دور رہنا ثابت کیا ہے۔ انہوں نے جوینی کی توبہ اور تاویل سے رجوع کو دلیل بنایا ہے۔

انہوں نے مزید کہا: اگر تاویل حتمی اور لازمی ہوتی تو سلف صالحین فروعی مسائل پر توجہ دینے سے کہیں زیادہ تاویل پر اپنی توجہ مرکوز کرتے۔ عہد صحابہ و تابعین تاویل کے وجود سے خالی ہے اور یہی ادوار شریعت کا منبع ہیں۔

دہلوی نے ابن حجر کے اس کلام کی تعریف کی ہے۔ ❸ اس سے مجلۃ المنار میں بولا گیا جبشی جھوٹی واضح ہو جاتا ہے کہ

---

❶ اصول الدين ١١٢۔

❷ اتحاف: ٢/ ١١٢۔ ❸ فتح البارى ١٣/ ٤٠٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشاعرہ کا عقیدہ سلف کا ہی عقیدہ ہے۔ [1]

اگر تاویل واجب ہے تو پھر اشاعرہ تاویل اور تفویض کے مابین متردد کیوں ہیں؟ کیا اشاعرہ میں ایک قسم اہل تفویض ہے، یا پھر تفویض جائز ہے؟ ان کے نزدیک تفویض کا جائزہ ہونا وجوبِ تاویل کے برعکس ہے۔

اگر تاویل واجب ہوتی تو قرون اولیٰ کے سلف نے اس کو کیوں ترک کیا اور چند اشاعرہ نے جو یونانی فلسفے کے پیروکار ہیں اسے اپنا لیا۔

اگر تم یہ کہو کہ عقل تاویل کی ضرورت کا تقاضا کرتی ہے تو تمھیں کیا جائے گا کہ سلف صالحین کے پاس بھی عقل سلیم تھی مگر ان کی عقل نے تو ایسا کوئی تقاضا نہ کیا یا پھر تم یہ کہو کہ ان کی عقلیں کامل نہ تھیں؟

اگر تم کہو کہ وہ آیات صفات کی تفسیر جانتے تھے تو تم سے کہا جائے گا کہ سلف صالحین نے آیات صفات کی تفسیر تمہاری تاویل کے خلاف کی ہے اور یہ تفسیر انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کے لیے بھی کی ہے کیونکہ دین فقط صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ لہٰذا ایسا دعویٰ تو شارع پر تہمت تصور ہوگا کہ اس نے ایک نسل کے سکھلانے کا اہتمام تو کیا لیکن باقی اُمت کا خیال نہ کیا خصوصاً وہ لوگ جو نصوص کے معانی سے ناواقف ہیں۔

اسی طرح بعض باطنیوں اور معتزلہ کا بھی موقف ہے کہ سلف تو ان کے معانی جانتے تھے مگر جب عرب اپنی لغت سے ناواقف ہوئے تو ان کو تاویل کا سہارا لینا پڑا جیسا کہ ثواب کا انتظار اور ثواب کی روایت وغیرہ۔

ایک شبہہ کا ازالہ:

اس سے پہلے کہ مسئلہ تاویل پر گفتگو کریں ایک شبہہ کا ازالہ ضروری ہے:

اوّل:۔ اگر معاملہ ایسے ہی ہے جیسے حبشی کہہ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ایسی کیوں بیان کی ہیں جو الفاظ کے لحاظ سے مشترک اور حقائق کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

دوم۔ کسی صفت میں دو کا مشترک ہونا اس بات کو لازم نہیں ہے کہ وہ اس مشترکہ صفت کی حقیقت میں برابر اور مشترک ہیں۔ ہر دور میں قدر مشترک بھی ہوتی ہے اور قدر مختلف بھی جس کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے ورنہ ہم کلام سے استفادہ اور اس کے معانی ومفہوم کے ادراک کا دروازہ بند کر دیں گے۔

اختلاف کی صورت دونوں کی طرف صفت کے اضافہ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان صفات کے باب میں فقط لفظی اشتراک ہے مثلاً انسان بھی زندہ ہے اور نباتات بھی زندہ ہیں یہ فقط صفت میں اشتراک ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ نباتات کو انسان کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔

ہمارے اجسام میں روح موجود ہے۔ اس کی صفات بیان کی گئی ہیں جو زندگی سے تعبیر ہیں۔ حیات، قدرت،

---

[1] منار الهدیٰ ٤٤/٤١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزول، اوپر چڑھنا، مگر ہماری عقلیں اس کی کیفیت بیان کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ انہوں نے پہلے سے اس کی مثال نہیں دیکھ رکھی ہے کیونکہ کسی بھی چیز کا ادراک اس کو دیکھنے یا کم ازکم اس جیسی چیز کو دیکھنے سے ہوتا ہے۔ جب روح ان صفات سے متصف ہے مگر اس کی حقیقت کا ادراک ممکن نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تو اس کا کہیں زیادہ حق رکھتا ہے کہ ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ اس کی صفات کی حقیقت وکیفیت کو سمجھنا انسانی عقل کے بس کی بات نہیں ہے۔ عقلیں اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں۔ ❶

جنت میں بہت سے پھل انگور وغیرہ اور دودھ وشہد کی نہریں ہیں اور یہ نام دنیا میں پائے جانے والے ناموں اور پھلوں سے مشابہت رکھتے ہیں مگر حقیقت میں دونوں قطعاً برابر نہیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت میں کوئی ایسی نعمت نہیں ہے جو دنیا کی نعمتوں سے مشابہت رکھتی ہو مگر فقط نام کے اندر (حقیقت میں نہیں) لہٰذا ثابت ہوا کہ فقط نام میں مماثلت ہونا حقیقت میں مماثلت اور برابری کی دلیل نہیں ہے۔ ❷

اسماء میں مشابہت کے اسباب:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا سبب واضح کرتے ہوئے فرمایا: کسی بھی غائب کے بارے میں خبر کو سمجھنا ممکن نہیں مگر ایسے معلوم ومعروف ناموں کے ساتھ جن کے معانی مشاہدہ میں واضح ہوں اسی مشاہدہ کے واسطے سے غائب کا علم حاصل ہوتا ہے جبکہ ان دونوں کے درمیان فرق کا بھی علم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو غیب کے بارے میں بتایا ہے وہ مشاہدہ سے بھی کہیں زیادہ عظیم ہے۔ ❸

کلام کے قرائن، سیاق وسباق، اضافت، مقید، خاص سے مراد تو معلوم ہو جاتی ہے اور تشبیہ کی بھی نفی ہوتی ہے کیونکہ ہر دو چیزوں میں قدر مشترک بھی ہوتی ہے اور قدر مختلف بھی ہوتی ہے۔ جس نے قدر مشترک کی نفی کر دی تو اس نے تعطیل (انکار) کیا اور جس نے قدر مختلف کی نفی کی اس نے تشبیہ دے ڈالی جس نے دونوں کو ثابت کیا وہ تعطیل اور تمثیل دونوں سے محفوظ رہا۔

اللہ تعالیٰ نے جو اپنا نام خود رکھا اور مخلوقات کا بھی وہی نام ہے جیسا کہ علیم، قدیر وغیرہ تو ہمیں عقلی طور پر ادراک وشعور ہے کہ مخلوق کے نام ہونا معنوں میں قدر مشترک ہے لیکن خارج میں یہ معانی مشترک نہیں ہیں۔ ❹

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رؤوف ورحیم کے لفظ سے بیان کی ہے۔ فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ ”بے شک اللہ یقیناً لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کی ﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ ”مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

---

❶ الرسالة التدمرية: ٥٠-٥٧۔
❷ السلسله الصحيحة: ٢١٨٨۔ ذكره المنذري۔
❸ الرسالة التدمرية: ٩٦۔
❹ شرح الطحاوية: ١٠٤۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کا مہربان ہونا اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی طرح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان کی حفیظ اور علیم پھر یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ﴾ ''اس نے کہا مجھے اس زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے، بے شک میں پوری طرح حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں۔''

اس سے یہ مراد نہیں لیا جائے گا کہ یوسف علیہ السلام کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت ایک جیسی ہے۔ جس نے اس حقیقت کو پا لیا وہ تمثیل، تشبیہ اور تعطیل جیسے وسوسوں سے محفوظ رہا۔

سوم: مطلق طور پر تشبیہ کی نفی کرنا درحقیقت تعطیل اور انکار ہے جیسے مطلق طور پر برابری اللہ رب العالمین کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔ لفظ تشبیہ میں عموم وخصوص ہے اکثر لوگ اس مسئلہ میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ اگرچہ مخلوقات کی صفات بعض لحاظ سے خالق کی صفات کے مشابہ ہیں مگر ان میں کامل مماثلت اور مشابہت ہرگز نہیں ہے۔

سیوطی نے حاوی میں کہا: مماثلت، مشابہت اور قدرے زیادہ کو لازم ہے جبکہ مشابہت مماثلت کو لازم نہیں ہے۔ مماثلت ہر لحاظ سے برابری جبکہ مشابہت بعض لحاظ سے اشتراک کا تقاضا کرتی ہے۔ ❶

علامہ ملا علی قاری حنفی نے کہا: مماثلت تمام لحاظ سے برابری کا تقاضا کرتی ہے جبکہ تشبیہ اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ ❷

اشاعرہ بھی اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ بعض چیزوں میں مشترک ہونا مماثلت کا تقاضا نہیں کرتا۔ یہ قاعدہ ان صفات میں لاگو کرنا لازم تھا جن کا وہ تشبیہ اور مشارکت کے خوف سے انکار کر چکے ہیں۔ رازی نے کہا: صفات کمال میں مشارکت درحقیقت الوھیت میں مشارکہ ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ بعض بعید لوازم میں مشارکہ کثیر امور میں مخالفت ہونے کے ساتھ الوہیت میں مشارکت کا متقاضی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ❸ ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا۔'' ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں'' اس اعتراف سے واضح ہے کہ یہ لوگ مماثل چیزوں میں فرق کے مسئلہ میں تضاد اور اختلاف کا شکار ہیں۔

چہارم: جبشی کے دعویٰ کے مطابق اگر مخلوق کو اس صفت کے ساتھ متصف کرنا جائز نہ ہوتا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کیا ہے تو پھر مخلوق کے لیے جو بھی ایسا کہتا کہ وہ رحیم، لطیف اور علیم وغیرہ ہے تو وہ کافر قرار پاتا۔ کیونکہ اس نے بشر کے لیے وہ صفت بیان کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے کی ہے۔

یہ جہمی عقیدہ کی بنیاد ہے جیسا کہ جہم بن صفوان نے کہا: اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی صفت بیان کرنا جو مخلوق کی ہو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تشبیہ کا تقاضا کرتا ہے''۔

ذہبی نے کہا: یہ شخص صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرتا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ سے پاک کر رہا ہے۔ ❹

---

❶ الحاوی للفتاویٰ: ۲/۲۷۳۔ ❷ الفقه الأكبر: ۱٤۔
❸ الشوریٰ: ۱۱۔ ❹ سیر اعلام النبلاء: ٦/۲٦۔ الفصل فی الملل والنحل: ۱/۱۰۹۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پنجم: مذہب سلف ان دو گمراہیوں کے مابین ہے، صفات کا اثبات اور تشبیہ اور تمثیل کی نفی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ﴾ اہل تعطیل اور اہل تشبیہ کی نفی ہے مشبہہ صنم (بُت) کے اور معطلہ عدم (نہ ہونا) کے بچاری ہیں۔ ❶
ابن مندہ نے کہا: تشبیہ اور تمثیل کی نفی درحقیقت صفات اور معانی میں تفاوت کا علم اور نیت ہے۔ اور خالق اور مخلوق کے درمیان تمام امور میں فرق کا ادراک ہے جس نے جاہلوں کو تشبیہ اور تمثیل کی طرف دھکیل دیا ہے۔ خالق اور مخلوق کا اشتراک فقط نام میں ہے جبکہ تمام معانی اور حقائق مختلف ہیں۔ خالق کی صفات ازلی وابدی ہیں اور ان کی کیفیت کا ادراک ناممکن اور اس کی کوشش ممنوع ہے کیونکہ اس نے فرمایا ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔ ❷

مسئلہ تاویل میں اختلاف کا بیان:

تاویل کا اختلاف لفظ تاویل کے معانی کی تحدید کا تقاضا کرتا ہے۔
قرآن مجید میں لفظ تاویل دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) التفسیر (۲) المرجع والمصیر (رجوع)
ابن جریر نے کہا: کلام عرب میں لفظ تاویل تفسیر اور مرجع ومصدر کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ❸
۱۔ تاویل بمعنی تفسیر:۔ ابن جوزی نے کہا: جمہور متقدمین اہل تفسیر کے نزدیک تاویل کے معانی تفسیر ہیں۔ ❹ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ﴾ ❺ ''اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر بالکل جاننے والے نہیں۔'' اس لیے ہم دیکھتے ہیں ابن جریر طبری ہر آیت کے بعد کہتے ہیں ''ہمارے نزدیک اس آیت کریمہ کی تاویل (یعنی تفسیر) اس طرح ہے''۔ ❻
۲۔ تاویل بمعنی رجوع اور مصیر (چلنا): اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ﴾ ❼ یعنی اس چیز کا وقوع جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ اور رکوع میں اکثر یہ کہا کرتے تھے ''سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی''قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے (یتاول القرآن) حافظ ابن حجر نے فرمایا: یعنی وہ کرتے جس کا ان کو حکم دیا گیا۔ یہی وہ کرتے جس کا ان کو حکم دیا گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ﴾ ❽ ''تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ۔''
ابن شہاب کہتے ہیں۔ وہ اللہ کے قول کی تاویل کرتے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

---

❶ مجموعه الفتاویٰ: ۱۹۶/۵۔
❷ الحجة فی بیان المحجة ۹۴/۱۔
❸ تفسیر طبری ۱۲۲/۳۔ تیسری جلد۔
❹ زادالمیسر ابن جوزی: ۴/۱۔
❺ یوسف: ۴۴۔
❻ زادالمیسر ابن جوزی ۴/۱۔
❼ الاعراف: ۵۳۔
❽ النصر: ۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ [1] ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی، یہ لوگ! ان کے بعض بعض کے دوست ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا وہ اللہ کے فرمان کی تفسیر کیا کرتے کہ ﴿بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ یعنی ولایت میراث کے لحاظ سے۔ میراث میں ایک دوسرے کے وارث بنتے ہیں۔ [2]

یعقوب نے کہا: اوّل الامر الی أهله کا مطلب یعنی اس کو گھر والوں کے پاس لوٹایا۔ [3]

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾ [4] پھر جن لوگوں کے دلوں میں تو کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں۔

لفظ کو سمجھنے کے لیے علماء کا فہم فائدہ مند ہے جیسا کہ مجاہد کہتے ہیں: میں ان اہل علم میں سے ہوں جو تفسیر جانتے ہیں۔

ابن قتیبہ اپنی سند سے ان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: تم اس کو جانتے ہو اور کہتے ہو کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ [5] یہ دلالت ہے کہ اس پر ایمان لانا ہے جہالت مراد نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ علم میں پختگی کے ساتھ ان کی خصوصیت بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے جو بیان کیا ہے اس سے جہالت عام نہیں کہلا سکتی اگر مجرد ایمان مراد ہوتا تو تمام مومنین کا ذکر ہوتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والمؤمنون لیقولون: آمنا به۔

(وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ) اس سے واضح ہے کہ علماء کو اس کی کیفیت اور حقیقت کا اندازہ نہیں ہے لہٰذا وہ اس لیے توقف اختیار کرتے ہیں اور وہ معانی سے ناواقف نہیں ہوتے، آیت کریمہ میں دو مقامات پر وقف ثابت ہے اور سلف نے اسے اختیار کیا ہے اور دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ معتزلہ (الرا سخين فى العلم) پر وقف کرتے ہیں بغدادی نے اشعری کی موافقت معتزلہ کے لیے ثابت کی ہے جبکہ بغدادی نے (الا الله) پر وقف کو اختیار کیا ہے۔ [6]

تاویل بمعنی: لفظ کو اس کے راجح معانی سے پھیر کر مرجوح کی طرف کسی دلیل کی بنیاد پر لے جانا۔ [7] یہ معانی شرعی نہیں ہیں اور سلف صالحین سے منقول نہیں یہ اہل کلام معتزلہ اور اشاعرہ کی اصطلاح ہے یہ معانی ان لغت کی کتابوں میں ملتے ہیں جو پہلی تین صدیوں کے بعد لکھی گئی ہیں، ان لوگوں کو یہ اندازہ نہیں کہ یہ لفظ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ تو اس کے وہی معانی مراد لینے ہوں گے جو قرآن مجید نے لیے ہیں نہ کہ معتزلہ و اہل کلام والے مراد ہوں گے۔

اہل بدعت لغوی معانی کو اپنا کر قرآنی اصطلاحی معانی سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

اہل کلام پہلی قرأۃ کے تحت وقف کر کے اپنے لیے تاویل کا دروازہ کھولتے ہیں اور ایسی تاویلات لے کر آتے ہیں

---

[1] الانفال: ۷۲۔
[2] فتح الباری ۴۵۲/۳۔
[3] معجم مقاليس اللغة۔
[4] آل عمران: ۷۔
[5] مشكل القرآن: ۱۰۰۔
[6] اصول الدين ۲۲۳۔
[7] یہ دعویٰ احباش نے مجلۃ منار الہدیٰ میں کیا ہے، اساس التقديس ۲۳۵، ا حکام للآمدی ۵۳/۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو سلف سے ثابت نہیں۔ اسی لیے ان کو تحریف کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں مستعمل لفظ تاویل کے معانی کی مخالفت کے بعد احباش قرآنی الفاظ تو استعمال کرتے ہیں مگر ایسی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں۔ جو مختلف ہیں حتیٰ کہ اشاعرہ کی معروف تعریف کہ تاویل سے مراد: لفظ کو اس کے ظاہری معانی سے پھیر کر ایسے معانی کی طرف پھیرنا جو ایسا کرنے والے کو کتاب وسنت کے موافق نظر آئیں۔

پھر وہ تاویل اور تفسیر میں عجیب وغریب فرق کرتے کہ تفسیر منقول سماعت والی ہے جبکہ تاویل صحیح فہم ہے۔ ❶

سلف صالحین احتمالی تفسیر نہیں کیا کرتے تھے جس نے ان کی طرف ایسی بات منسوب کی اس نے ان پر طعن کیا۔ سلف تمہارے ساتھ اس پر قطعاً متفق نہیں ہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی مراد کا قطعی علم نہ ہو اس سے قرآن کی تفسیر کی جائے بلکہ وہ تو منقول سے تفسیر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ پر بغیر علم کے بات کرنے سے خوف کھاتے تھے۔ احتمال علم نہیں ہے بلکہ یہ تو اندازہ اور ظن (گمان) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ ❷ وہ تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سے منع کیا ہے اور فرمایا: قرآن عربی زبان میں ہے۔ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن کو ظاہر سے ہٹا کر باطن کی طرف لے جائے سوائے اس کے کہ اس پر قرآن اس پر دلالت کرے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر سنت رسول اللہ ﷺ کے ذریعے۔ اگر یہ جائز ہوتا کہ حدیث کے ظاہری معانی سے باطنی کی طرف جایا جائے تو اکثر احادیث بہت سے معانی پر مشتمل ہیں تو کسی کے لیے جائز نہ ہوگا کہ وہ ایک معانی کو دوسرے کے لیے حجت بنائے جس نے دوسرے معانی اختیار کیے ہیں۔ ❸

سلف نے جدل وکلام کی مذمت اس لیے بھی بیان کی ہے کہ اہل کلام شرعی اصطلاحات لیتے ہیں پھر ان کے خود ساختہ معانی مقرر کرتے ہیں جو کہ دین میں بہت بڑی تشویش کا باعث ہیں۔ ہر آیت کے متعلق طبری کہتے ہیں ''تاویل الآیۃ'' یہاں تاویل تفسیر کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ تحریف کے معانی میں نہیں جو اللہ تعالیٰ نے منع کر رکھا ہے۔ سلف کی تاویل سے مراد تفسیر ہے۔

تمہارے لیے قرآن مجید سے استدلال درست نہیں حتیٰ کہ تم وہی معانی مراد لو جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ نے لیے ہیں کیونکہ لغت عرب جس میں قرآن نازل ہوا ہے اسی میں رسول اللہ ﷺ امت سے مخاطب ہوا کرتے تھے بلکہ ضروری ہے کہ ان الفاظ کو استعمال کرنے میں اسی طرف رجوع کیا جائے جن معانی میں وحی کے نزول کے وقت ان کو استعمال کیا گیا ہے۔ تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم ان الفاظ کو اپنے مابین خاص معانی میں استعمال کرو ورنہ یہ زیادتی اور تحریف تصور ہو

---

❶ منار الهدیٰ: ۱/۱۵۔

❷ الانعام: ۱۱۶۔ ❸ اختلاف الحدیث للشافعی حاشیہ کتاب الأم ۲۷/۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گی۔تمہارے نزدیک واحد وہ ہے جو تقسیم نہ ہو، تاویل لفظ کو اصل معانی سے پھیرتا اور توسل سے مراد غیر اللہ سے دعا کرنا ہے۔

کوثری نے اعتراف کیا ہے نصوص و آثار کوئی اصطلاحات میں استعمال کرنا قرون اولی اور وحی کے نزول کے زمانہ میں نہیں تھا" یہ عربوں کے خطاب سے دور، اور سلف کے فہم اور واضح عربی زبان سے بعید ہے۔ جو اس کا دعویٰ کرتا ہے اس نے کتاب وسنت کے منہج میں ٹیڑھی راہ اختیار کی۔ اس نے سلف کا راستہ چھوڑ دیا اور اہل نقد کا بھی طریقہ ترک کر دیا۔ ❶

❀ اگر رسول اللہ ﷺ کے نزدیک استواء، ہاتھ (ید) اور نزول کی تاویل۔ استیلاء قدرت اور نزول امر ہے تو انہوں نے یہ تاویل کیوں نہ کی جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تاویل سکھائی ہے۔

اس تفصیل سے عام لوگوں کو دھوکہ دینے اور تلبیس کی تمہاری کوشش واضح ہو جاتی ہے تم لوگ شرعی الفاظ کو لیتے ہو پھر ان کو معانی سے خالی کر کے یعنی اصل معانی سے ہٹا کر اپنے خودساختہ خاص معانی میں استعمال کرتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ اور ابن عباس کے نزدیک تاویل سے مراد تفسیر ہی ہے اور حقیقی معانی مراد ہیں جبکہ تمہارے نزدیک معروف اور ظاہر معانی سے ہٹ کر احتمالی معانی ہیں جن پر وہ لفظ دلالت ہی نہیں کرتا ہے۔ تم نے تو کلام اللہ میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ تمہارے مفہوم کے مطابق سلف نے تاویل کا مراد نہیں لی ہے۔ سلف کی تاویل (تفسیر) علم کی بنیاد پر تھی تمہاری طرح احتمال پر نہ تھی۔ یہ واضح فرق ہے جو سنت کے مخالفین کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

❀ نبی کریم ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے تاویل (تفسیر) کی دعا کی تھی جبکہ تمہاری تحریف کا نبی کریم ﷺ کی ابن عباس کے لیے کی گئی دعا کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔

❀ تم لوگوں نے لفظ تاویل لے لیا مگر اس کے قرآنی معانی کو پس پشت ڈال دیا اور وہ ہے تفسیر، تحقیق اور مصیر (چلنا) تم نے وہ فلسفی معانی اختیار کر لیے جو اہل کلام نے مراد لیے۔ یعنی لفظ کو اس کے ظاہری اور حقیقی معانی سے پھیر کر احتمالی معانی مراد لینا ہے۔ لہٰذا تمہارے نزدیک جو تاویل کے معانی ہیں وہ قرآن مجید، فہم رسول ﷺ اور ابن عباس کے قطعاً خلاف ہیں۔

میرے خیال میں اس دعا سے تاویل پر استدلال کرنے والا حق و باطل کو خلط ملط کر رہا ہے اور عوام کے سامنے جھوٹ بول رہا ہے ورنہ وہ خود بھی جانتا ہے کہ وہ تاویل کے معانی جو مراد لے رہا ہے وہ قرآن مجید، سنت رسول ﷺ اور فہم سلف کے خلاف ہیں۔ ایسے شخص کو وہی کہا جائے گا جو اہل کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَآَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ❷ "اے اہل کتاب! تم کیوں حق کو باطل سے خلط ملط کرتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو۔"

---

❶ تعليقات الكوثري على الأسماء و الصفات: ٥٧١۔ ❷ آل عمران: ٧١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ اگر تمہاری تاویل ابن عباس کی تاویل کے مطابق ہوتی تو وہ تم سے پہلے استواء کی تاویل استیلاء سے کرتے۔ ید کی قدرت، نزول کی نزول رحمت، پاؤں کی ٹڈی کے پاؤں، ہنسنے کی ثواب وغیرہ سے کرتے مگر ان سے تو تمہاری تاویل کے برعکس تفسیر ثابت ہے۔ اگر ان سے کوئی تاویل مروی ہوتی تو تم لوگ اس کو انتہائی شدت سے اختیار کرتے جیسا کہ تم نے ایسی بات کو شدت سے اختیار کیا جو ان سے ثابت بھی نہیں ہے۔ اس کی تخریج آگے بیان ہوگی۔ اگر ان سے کوئی ایسی تاویل ثابت نہیں ہے تو پھر ہمیں کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تو تاویل نہیں سکھلائی مگر تمہیں سکھلا دی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اس سے ناواقف ہیں یا پھر یہ کہ تمہاری تاویل حقیقت میں تحریف ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿وَّ جَآءَ رَبُّكَ﴾ ❶ کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ آئے گا اور لوگ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔ ❷ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ❸ کی تفسیر میں فرمایا: یعنی وہ آسمانوں پر بلند ہوا۔ ❹

ان دونوں تفاسیر کی سند درج ذیل ہے: أبنا نا محمد بن احمد بن علی، عن یونس بن ابی اسحاق عن علی بن الحسین أن محمد بن ناصر کتب إلیهم أنا عبدالرحمٰن بن محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ، أنا عبدالعزیز بن عبدالواحد الشیبانی، ثنا ابوبکر الشافعی ثنا یعقوب بن اسحاق القزوینی، حدثنا محمد بن سعید بن سابق۔ ثنا ابوجعفر بن عیسیٰ بن ماہان الرازی۔ عن الربیع بن انس عن أبی العالیہ.... اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ﴾ کہا: یعنی وہ بلند ہوا جبکہ مجاہد کا قول فریابی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں۔ ہمیں ورقاء نے ابی نجیح سے انہوں نے مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿اسْتَوٰٓى عَلَى الْعَرْشِ﴾ کی تفسیر میں نقل کیا ”یعنی وہ عرش پر بلند ہوا۔ ❺

”اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ ❻ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے۔ کی تفسیر میں فرمایا: یعنی وہ اللہ تعالیٰ جیسا کہ ان سے ابن الجوزی نے روایت کیا ہے۔ ❼ ایک روایت میں قرطبی نے ذکر کیا ہے: کیا تم اس کے عذابوں سے بے خوف ہو گئے جو آسمانوں کے اوپر ہے کہ تم اس کی نافرمانی کرو۔ ❽

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر تھا اور آسمانوں کے اوپر سے ہی آواز آئی تھی۔ ❾

---

❶ الفجر: ٢٢۔
❷ تفسیر طبری: ج ٣۔١١٨۔
❸ فصلت: ١١۔
❹ تفسیر لغوی: ٧٨/١۔
❺ تغلیق التعلیق: ٣٤٤/٥۔
❻ الملك: ١٦۔
❼ زادالمسیر: ٣٢٢/٨۔
❽ تفسیر القرطبی: ٢١٥/١٧۔
❾ خلق أفعال العباد: ٤٠۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا﴾ ❶ بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم پر مخفی نہیں رہتے۔ سلف کی تاویل (تفسیر) جو لفظ کے عین مطابق ہے اور خلف (بعد والے) کی تاویل جو درحقیقت تحریف میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ تحریف باطل معانی کے ساتھ تفسیر کا نام ہے جس پر لفظ دلالت نہیں کر رہا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا﴾ ❷ بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم پر مخفی نہیں رہتے۔

❀ تم نے اس تاویل کے ذریعے معتزلہ اور باطنیہ کے لیے شرعی عذر پیدا کر دیا جو عذاب قبر کی تاویل نفسیاتی عذاب سے کرتے ہیں جو انسان خواب میں دیکھتا ہے اور تم ان کے لیے عذر ڈھونڈ لیا جو وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی تاویل انتظار ثواب سے کرتے ہیں۔ معتزلہ نے کہا: نبی کریم ﷺ کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا تاویل نصوص کے لیے بہت زبردست دلیل ہے کہ اللہ کے دیدار کی تاویل انتظار ثواب سے کی جائے اور تم نے باطنیہ کے لیے بھی دلیل مہیا کر دی جو دوبارہ اُٹھنے کی تاویل روح کے لحاظ سے اُٹھنے سے کرتے ہیں اور جسمانی بعثت کا انکار کرتے ہیں۔ اگر تم یہ کہو کہ انبیاء جسموں کے زندہ ہونے کا اثبات لے کر آئے تھے تو تم سے اہل السنہ کہیں گے کہ رسول اثبات صفات کے لیے آئے تھے۔

باطنیہ کا نام باطنی کیوں رکھا گیا؟

زبیدی نے کہا: سعد نے اپنی شرح میں کہا: باطنی ملحدین کو باطنیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک نصوص اپنے ظاہر پر نہیں ہیں بلکہ ان کا باطنی معنیٰ ہے جن کو استاد کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔ ❸

اس لحاظ سے تاویل کے لیے تمہاری رخصت معتزلہ اور باطنیہ کے لیے بھی رخصت ثابت ہوگی اشاعرہ معتزلہ اور باطنیہ کے لیے وہ کچھ حرام قرار دیتے ہیں جو وہ اپنے لیے حلال تصور کرتے ہیں یہ تو زبردستی اور اجارہ داری کے سوا کچھ نہیں ہے۔

❀ کیا تم اس کو تاویل کی اجازت دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کی سات صفات کا قائل ہے جیسا کہ سمع، بصر، قدرت......." کہ وہ نبی کریم ﷺ کی دعا سے اپنی تاویل پر دلیل تمہارے پاس سوائے ہٹ دھرمی اور ضد کے کوئی جواب نہیں ہے۔

❀ اگر تمہاری بات سچ ہے تو پھر اشعری، جوینی، رازی، غزالی وغیرہ نے اپنی آخری عمر میں تاویل سے رجوع کیوں کر لیا تھا۔ اور یہ کہ اکثر اشاعرہ اور ماتریدیہ نے تمہاری مخالفت کرتے ہوئے تفویض کو کیوں ترجیح دی ہے؟ اور کیا امام طحاوی نبی کریم ﷺ کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے کی گئی دعا سے لاعلم تھے کہ انہوں نے کہا: تاویل معتبر یہ ہے کہ تاویل کو ترک کیا جائے اور تسلیم کو لازم پکڑا جائے یہی مسلمانوں کا دین ہے؟

---

❶ فصلت: ٤٠۔ ❷ فصلت: ٤٠۔ ❸ اتحاف ٥٣٤/٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ ابن عباس رضی اللہ عنہ لغت کے ماہرین میں شامل ہیں، ان سے صفات کی لغوی اعتبار سے کوئی تقسیم ثابت نہیں ہے۔ کہ یہ مجازی ہیں اور ان کو مجاز پر محمول کرنا واجب ہے اور ان کا ظاہر مراد لینا انسان کو کفر میں واقع کر سکتا ہے اور کچھ صفات ایسی ہیں جن کو ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے وگرنہ ان کی تاویل کفر ہے۔

❀ تمہاری تاویل سلف صالحین میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے بلکہ ابن عباس کے نزدیک یہ یہودیوں کی تاویلات کی طرح ہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾ [1] ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں۔ کی تفسیر میں فرمایا: وہ ان کی تاویل ان کی اصل تفسیر کے علاوہ کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا: نصوص کے معانی میں تحریف (تبدیلی) اہل کتاب سے بکثرت منقول ہے۔ [2]

تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف ضعف (کمزوری) کی نسبت کر کے ان (یہودیوں) کی مشابہت اختیار کی ہے۔ تمہارا قول ﴿اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ﴾ درحقیقت یہودیوں کے اس قول سے مشابہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمین آسمان تخلیق کرنے کے بعد تھکاوٹ پہنچی۔ تھکاوٹ کمزوری ہے قوت کے بعد جبکہ استیلاء قوت ہے کمزوری کے بعد۔ کیا اللہ تعالیٰ کے عرش پر قبضہ سے پہلے وہ اس کی ملکیت اور بادشاہت میں شامل نہ تھا۔

تمہارا یہ قول اللہ تعالیٰ کی طرف حدوث کے قیام کی نسبت واضح طور پر کر رہا ہے۔ کیونکہ تم نے اس کے لیے قبضہ کی نسبت کی جو زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے نہ تھا۔

یہودیوں سے تمہاری دوسری تشبیہ۔ ان کو کہا گیا تھا کہ وہ (حطة) کہیں مگر انہوں نے نون کا اضافہ کر کے (حنطة) کہا۔ ن کا اضافہ کر دیا ایسے ہی تمھیں (استوی) کہا گیا اور تم نے لام کے اضافہ سے (استولی) کر دیا۔ لام کا اضافہ کر دیا۔

❀ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تاویل کے متعلق ہوتی تو پھر تاویل ایک عظیم امر ٹھہرتا پھر تم اشعری کو یہ اختیار کیوں دیتے ہو کہ وہ تاویل کو اختیار کرے یا پھر تفویض کو؟ بلکہ پھر تمہارے دعوے کے مطابق اہل حق وہ دو طبقوں میں کیوں تقسیم ہو گئے (۱) اشاعرہ (۲) ماتریدیہ۔ پھر ہر فریق کے لوگ دو حصوں میں کیوں تقسیم ہو گئے۔ ایک فریق تاویل کو جائز جب کہ دوسرا اسے حرام کہتا ہے اور تفویض کی طرف بلاتا ہے۔

خود ہی اپنے قاعدہ کی مخالفت کرتے ہیں:

ان لوگوں نے تاویل کو قرینہ کے ساتھ مقید کیا تھا مگر انہوں نے سب سے پہلے اس قید کو خود توڑا ہے اور اپنا وعدہ پورا نہیں کیا ہے۔ اب ان کے نزدیک تاویل فقط احتمال کی بنیاد پر ہے اور وہ ہے ان کی (نفسانی خواہش) بعض نے عذر خواہی کی کہ قرینہ تنزیہ (پاکی بیان کرنا) کی ضرورت ہے مگر یہ عذر غیر مقبول ہے کیونکہ تم خود ساختہ نام رکھتے ہیں۔ جہمیة اور معتزلہ نے تشبیہ اور تمثیل سے بچنے کے نام پر اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی نفی کر دی معتزلہ نے اللہ تعالیٰ سے ظلم کی نسبت

---

[1] النساء: ٤٦۔ [2] فتح الباری: ١٣/٥٢٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دور کرنے کے نام پر تفویر کی نفی کر دی۔ خوارج سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نکلے اس دعویٰ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کو غیر اللہ کی طرف حاکمیت کی نسبت سے پاک کیا جائے۔ رافضہ نے اہل بیت کی عصمت (معصوم ہونا) کا دعویٰ کیا کہ یہ تو ان کے لائق ہی نہیں ہے۔ صوفیاء نے عقیدہ حلول اور وحدۃ الوجود کو اللہ کی طرف بلندی پانے کا ذریعہ قرار دیا۔

شرک بھی صالحین کی تکریم اور تعظیم کے نام پر شروع ہوا۔ صفات کے انکاری کا نام منزہ (پاک کرنے والا) اور صفات کو ثابت سمجھنے والے کا نام مشبہہ رکھ دیا گیا۔

کیا آیات کے ظاہر پر عمل کفر ہے؟

حبشی نے دعویٰ کیا ہے کہ آیات کا ظاہر مراد لینا کفر ہے۔

یہ معتزلہ کے قول کے عین مطابق ہے، انہوں نے کہا: صفات باری تعالیٰ کے متعلق آیات کا ظاہر مراد لینا کفر ہے۔ [1] ان کے ساتھ جہمیہ بھی اسی راستہ پر چل پڑے۔ انہوں نے کہا: جس نے صفات کو ظاہر پر مراد لیا تو وہ مشبہہ ہے۔ یہ بات حافظ نے ذکر کی [2]۔

ان لوگوں نے قرآنی نصوص کی اہمیت کم کرتے ہوئے ان کا نام ظواہر رکھ دیا ہے کیونکہ ان کو اپنی گردنوں پر تلوار لٹکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اس لیے انہوں نے کہا آیات کا ظاہر کفر کا وہم ہے لہٰذا ظاہر مراد نہ لیا جائے۔

اگر آیات کے ظاہر میں کوئی وہم ہوتا تو لوگ اللہ تعالیٰ کے ان فرامین سے بھی وہم میں مبتلا ہو جاتے ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ [3] سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ﴿اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ﴾ [4] بے شک میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ان آیات سے کفر کا وہم پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جن آیات میں اپنی صفات ہمارے لیے ذکر کی ہیں اور وہ جانتا ہے کہ ان سے لوگ ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے اور نہ ہی ان آیات سے خالق اور مخلوق کے مابین تشبیہ کا وہم ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے بلکہ ان آیات کے نزول سے قبل اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ ان سے بعض نفس پرست لوگ ضرور گمراہ ہو جائیں گے۔ فرمایا: ﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَ مَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ﴾ [5] وہ اس کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔

---

1. متشابه القرآن لعبدالجبار المعتزلی: ١٩۔
2. فتح الباری: ٤٠٧/٣۔
3. المؤمنون: ١٤۔
4. آل عمران ٤٩۔
5. البقرہ: ٢٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں برا گمان ہے اور نصوص کے ساتھ ظلم کا برتاؤ ہے۔ ان لوگوں کے نظریے سے تو اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت پر اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ حق اہل کلام کی تاویلوں میں پوشیدہ ہے یا پھر علم نہ تھا۔ اگر تم کہو کہ اس کو علم تھا تو یہ اس کی نصیحت کرنے پر اعتراض ہوگا اور اگر کہو کہ اس کو علم نہ تھا تو یہ اس کی قدرت پر اعتراض ہے۔

گویا کہ تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے الفاظ سے پکارتا ہے جن کا ظاہر کفر ہے۔ پھر عہد رسالت اور عہد خلافت میں کسی ایک نے بھی اس کفر پر تنبیہ نہیں کی پھر اسلام کو بہترین کلام کے لیے اہل کلام کی ضرورت پڑی اور الفاظ کفر سے بچنے کے لیے قرآن وسنت کی نصوص سے زیادہ محتاط الفاظ ضروری ہوئے۔ یہ لوگ تاویلات ذکر کرتے ہیں اور آیات قرآنی کو گمراہی اور ضلالت کا مصدر قرار دیتے ہیں اسے تشبیہ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہدایت اور بیان ان کی تاویلات میں ہے۔

گویا تم یہ بھی کہنا چاہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کو تشبیہ پر تنبیہ کرنے میں سستی کا مظاہرہ کیا ہے اور خلفائے راشدین نے بھی کوتاہی کی ہے حتیٰ کہ اہل کلام آئے اور انہوں نے صحیح انداز سے تبلیغ کی اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی موت کے بعد اس کمی کو پورا کیا۔

اگر آیات کا ظاہر کفر ہے تو عیسائی، یہودی اور مجوسی وغیرہ دین اسلام میں داخل نہ ہونے میں معذور ہیں کیونکہ وہ تو آیات کا ظاہر ہی مراد لیں گے جو تمہارے نزدیک کفر ہے نہ ہی وہ تمہاری تاویلات کو پڑھیں اور نہ ہی ان کو علم ہو۔ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پوچھا تم قرآن مجید پر ایمان کیوں نہ لائے؟ تو وہ کہیں گے۔ اے اللہ تیرے قرآن کے ظاہر میں تو کفر ہے اس لیے ہم ایمان نہیں لائے۔ جب ہم نے ایمان لانے کا ارادہ کیا تو حبشی آیا اور اس نے کہا قرآن کی آیات کا ظاہر مراد لینا کفر ہے۔ اے اللہ اگر تو ہمارے پاس اپنے بندے حبشی کی کتب نہ بھیجتا جیسا کہ ”الدلیل القویم“ تو ہم ایمان لے آتے اور ہم پر حجت قائم ہو جاتی کیونکہ تیری کتاب تو کفر اور گمراہی کا وہم پیدا کرتی ہے۔ تو کس طرح ہم پر حجت قائم کر رہا ہے؟

گویا کہ حجت تو حبشی، ماتریدی ایجی تفتازانی اور نسفی کی کتب سے قائم ہوتی ہے جبکہ اللہ کی کتاب حجت قائم کرنے سے قاصر ہے کیونکہ قرآن وحدیث کی نصوص میں تشبیہ کا عنصر غالب ہے جو اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے، نازل ہونے، ہنسنے، آنے، ہاتھ اور انگلیاں کو ثابت کرتی ہیں۔

ان لوگوں کے قول کے مطابق تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس بات کا مکلف بنایا ہے کہ وہ قرآن کے ظاہری الفاظ کے خلاف مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں۔ اسے (تکلیف ما لا یطاق)[1] (یعنی طاقت سے بڑھ کر بوجھ) کہا جاتا

[1] اشاعرہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈال سکتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس میں انسانی عقل کو عذاب اور دلوں کا اضطراب ہے۔ یہ ایسے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں کتاب اللہ کو پڑھنے اور اس کو سمجھنے کا حکم دیا ہے پھر وہ یہ کہے کہ جو میں نے وحی کا کہا ہے اس کا ظاہر کفر ہے مگر کچھ ایسے ٹوٹکے ہیں جو میں نے فقط اہل کلام پر الہام کیے ہیں جن کا مالک شافعی اور احمد بن حنبل کو علم نہیں ہے۔جس نے ان کو نہ سمجھا اس نے میری آیات کے ساتھ کفر کر دیا کیونکہ اس نے فقط ظاہر پر عمل کیا ہے۔

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم کتاب وسنت کے معانی پر ہرگز غور نہ کریں حتیٰ کہ ہم طویل اور ضخیم بحثیں پڑھ لیں۔ دوسرے لفظوں میں قرآن کریم میں ہمیں توقف کرنا ہوگا اور قرآن پڑھنے والا اس میں سے کچھ بھی نہیں سمجھ سکے گا۔ وہ کفر میں واقع ہونے کے ڈر سے فقط تلاوت کرے۔ اور یہ بات احباش سے ثابت ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن مجید سمجھنے سے روکتے ہیں اور فقط تلاوت کرنے کا حکم دیتے ہیں تاکہ کوئی قرآن کے ظاہر سے متاثر نہ ہو جائے۔ان لوگوں نے کلام اللہ کے لیے بُری جبکہ اہل کلام کے لیے اعلیٰ مثال بیان کی۔

وہ کون ہے جس نے بعض نصوص (سمع، بصر، قدرت، حیات) کے ظاہر کو مراد لینا ایمان قرار دیا جبکہ بقیہ صفات (استواء، نزول) وغیرہ کے ظاہر پر ایمان لانا کفر قرار دیا؟ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا قاعدہ ہے کہ تم ان دونوں کے درمیان فرق کر سکو اور کیا تمہارا قول اللہ تعالیٰ کی اپنے لیے بیان کردہ تمام صفات کو شامل ہے؟

ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کا امتیاز و وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا یہ ہدایت اور ہر چیز کی وضاحت ہے۔فرمایا: ﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [1] اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے۔اور اس نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو کتاب اللہ کے معانی اور مفہوم بتائیں۔فرمایا: ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ [2] اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ یہاں تاویل سے مراد متکلم کے بیان کی تفسیر اور وضاحت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی مراد کو واضح کیا اور اسے چھپایا نہیں ہے۔جس نے اس کے برعکس کہا تو درحقیقت اس نے نبی کریم ﷺ پر رسالت کے ساتھ خیانت کا الزام لگایا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے تمام امور کی وضاحت کی ہے اور نصوص کو ان کے ظاہر سے پھیرا نہیں ہے۔سلف صالحین میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے کہ اس نے ید (ہاتھ) کی تاویل قدرت یا نعمت، پاؤں کی، ٹڈی کے پاؤں، نزول کی نزول ملائکہ سے، غضب کی سزائے رحمت کی ثواب سے اور سننے کی نعمت سے کی ہو۔ان لوگوں کا کہنا ہے کہ تاویل واجب ہے اور آیات کا ظاہر مراد لینا کفر اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ضرورت کے وقت بیان کو متاخر کرنا صحیح نہیں ہے۔سلف میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہو کہ آیات کا ظاہر مراد لینا کفر ہے۔درحقیقت یہ جھنڈا جہمیہ نے اُٹھایا

[1] النحل: ٨٩۔ [2] النمل: ٤٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور معتزلہ نے ان کی پیروی کی ہے۔ یہ مقالہ بہت بڑا بہتان ہے، یہ معتزلہ کی حجت ہے جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق نصوص کا ظاہر مراد لینا کفر ہے اور اس کے باطنی معانی کا اثبات واجب ہے۔ لہٰذا تم لوگ ان کو کیا جواب دیتے ہو؟

ہم ان تضاد کا شکار لوگوں سے کہتے ہیں:

کیا تمہارا یہ دعویٰ تمام نصوص کے متعلق ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات بیان کیں یا پھر بعض آیات کے متعلق دعویٰ کرتے ہو؟

تم لوگوں نے رؤیت کی نصوص کو کیسے اختیار کر لیا اور تمہارے لیے تجسیم کا خطرہ ظاہر نہ ہوا اگر اس سے تجسیم لازم آتی ہے تو پھر ان بقیہ صفات میں بھی لازم ہے جن پر تم ایمان رکھتے ہو جیسا کہ ارادہ، کلام کرنا، سننا وغیرہ۔ ان صفات میں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ان کی تاویل واجب ہے اور ان کا ظاہر مراد لینا حرام ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ ہم ہاتھ، پاؤں، انگلی کا تصور نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ جسم مانا جائے تو ہم تمہیں کہیں گے کہ سمع، بصر اور کلام وغیرہ بھی جسم کے بغیر تصور نہیں کیے جا سکتے۔ ہمارا جواب وہی ہوگا جو تمہارے ہاں ثابت شدہ صفات کے بارے میں ہوگا۔ کیونکہ کانوں کے پردے کے بغیر سماعت کا اور زبان کے بغیر بولنے کا تصور نہیں ہے۔

یا پھر تم اس کو معطل کرو جو تم نے ثابت کیا ہے یا پھر تمام صفات کے متعلق وہ ثابت کرو جو ان بقیہ صفات میں ثابت کیا ہے۔

❀ یقیناً جب شارع علیہ السلام نے کوئی بات کی مگر ان کی مراد اس کے ظاہر کے خلاف تھی تو لازم تھا کہ آپ اپنی امت کے لیے واضح کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ تاکہ اس پر حجت قائم ہو جاتی جس کے لیے تم کہہ رہے ہو کہ آیات کا ظاہر مراد لینا کفر ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی کلام کا ارادہ کرتا ہے جس کا ظاہری مفہوم گمراہی اور اس کے باطن کے خلاف ہو تو ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے لیے دلیل قائم کرے اور مکمل وضاحت کرے کہ اس کا ظاہر مراد نہیں ہے اور وہ عام لوگوں کو اس طرح گمراہ ہونے کے لیے نہیں چھوڑ دے گا اور نہ ہی اہل کلام کو چھوڑے گا کہ وہ اس کے بگاڑ کی اصلاح کریں جو ظاہر میں ہے اس کی مثال۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ اے ابن آدم! میں بیمار ہوا لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی وہ کہے گا اے میرے رب! میں تیری تیمارداری کیسے کرتا تو تو رب العالمین ہے؟ اللہ نے فرمایا: کیا تمہیں پتہ نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے لیکن تو نے اس کی عیادت نہیں کی؟ کیا تجھے علم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، اے ابن آدم!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا مگر تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھانا کھلا سکتا ہوں تو تو رب العالمین ہے؟ اللہ فرمائیں گے۔ کیا تجھے علم نہیں کہ فلاں میرے بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے اسے نہیں کھلایا۔ اگر تو اسے کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ پھر فرمایا: میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے نہیں پلایا۔ وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب میں تجھے کیسے پلاتا تُو تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے اسے نہیں پلایا اگر تو اسے پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ [1]

اس حدیث کی وضاحت حدیث کے لفظ سے ہوئی اس کی تفسیر دوسرے لفظ سے ہوئی ''میں مریض ہوا۔ میں نے کھانا طلب کیا، میں نے پانی طلب کیا'' حاجت کے وقت نصوص کا بیان مؤخر ہونا صحیح نہیں ہے۔ یہ اعتقاد رکھنا بھی قطعاً صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ نصوص کے ظاہر کو بیان کریں اور پھر لوگوں کو گمراہ ہونے کے لیے چھوڑ دیں اور پھر ایسے لوگ آئیں جو ان کا باطن بیان کریں۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کرو: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [2] ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔ اس آیت کریمہ کے پیش نظر خوارج کے لیے ممکن تھا کہ وہ اس کو سب سے بڑی دلیل بناتے لیکن اس کی تفسیر خود اللہ تعالیٰ نے کر دی ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [3] بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو ایسی دلیل کی طرف پھیر دے جسے چند افراد اصحاب فلسفہ ہی جانتے ہوں اور پھر اس کو اپنانا واجب قرار دے یہ تلبیس اور دھوکہ ہے۔ یہ بیان شفا یا ہدایت قطعاً نہیں ہے، اس طرح تو اللہ تعالیٰ کی کتاب اختلاف وافتراق کا باعث بنے گی اور لوگوں کے جھگڑوں میں فیصل نہ ہوگی۔

- اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہدایت تمہاری تاویلات میں ہے قرآن مجید کی آیات میں نہیں ہے۔
- وہ بیان جو اللہ تعالیٰ کا ہے وہ متکلمین کی تاویلوں کا محتاج نہیں ہے۔ یہ اس کا رد ہے جو کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزمایا ہے کہ تاویل کرتے ہیں یا نہیں۔

شہرستانی نے ذکر کیا ہے کہ تعطیل کے معانی کتاب اللہ اور سنت رسول کو ان معانی سے ہٹانا ہے جس پر وہ دلالت کرے۔ یہ فلاسفہ کا مذہب ہے۔ [4] اشاعرہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے ان کا کہنا ہے کہ آیات صفات کا ظاہر مراد نہیں ہے۔ انہوں نے ظاہر لفظ کو صفت کا فاسد معنی قرار دیا اور پھر تاویلات کی طرف مجبور ہوئے جو ظاہر کے خلاف ہیں۔

انہوں نے بغیر دلیل کے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر کے خلاف باطنی معانی مراد لیے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف وحی کرتا ہے کہ فلاں معانی مراد ہیں اور فلاں مراد نہیں ہیں۔

---

[1] مسلم: ٢٥٦٩۔
[2] الانعام: ٨٢۔
[3] لقمان: ١٣۔
[4] نهاية الإقدام ١٢٣:١٢٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حبشی حق معانی کورد کر رہا ہے جو کہ لفظ کا ظاہر ہے حالانکہ اس نے آیات صفات کو ظاہر پر محمول کرنے کا فتویٰ دے رکھا ہے بشرطیکہ تشبیہ کا خدشہ نہ ہو۔ [1]

یہ ہمارا طریقہ ہے اور ہم اس شخص سے اللہ کے لیے لاتعلق ہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ ہم آیات کا ظاہر مراد لیتے ہیں حالانکہ ہم تو تشبیہ کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ فریقِ مخالف کا مذہب صحیح طریقے پر پیش نہیں کرتے جیسا کہ کوثری نے ہمارے بارے میں کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لیے داڑھ بھی ثابت کرتے ہیں۔ [2]

حبشی کا تاویل کا قول سلف صالحین کے اس قول کے خلاف ہے ''آیات صفات سے اس طرح گزر جاؤ اور کیفیت بیان نہ کرو'' اور ان کے اس قول کے بھی خلاف ہے ''ان کی تفسیر ان کا ظاہر ہے''۔ سلف صالحین تو جہمیہ کی مخالفت کا حکم دیتے تھے جو صفات کے باطنی معانی مقرر کرتے ہیں اور اس موقف سے اختلاف کر کے ظاہر پر ایمان رکھنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ ہم کس کی پیروی کریں؟ سلف صالحین کی جنھوں نے کہا: ان آیات کی تفسیر ان کا ظاہر ہی ہے یا پھر جہمیہ کی جنھوں نے کہا: ان کا ظاہر مراد لینا کفر ہے؟

ہم تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ کیا تم میں سے کوئی ایک ایسا کرنے کے لیے تیار ہے کہ جو حلفاً کہے کہ اے اللہ میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں تیری آیات کے ظاہر کا کفر کرنے والا ہوں اور ان کے ظاہر پر ایمان لانا کفر ہے اور ان کے ظاہر کا انکار اصل ایمان ہے؟

❀ درحقیقت حبشی جہمیہ کے راستے پر چل کر سلف صالحین کی مخالفت کر رہا ہے۔ اگر ہم صفات سے متعلقہ نصوص کا ظاہر مراد لیتے ہیں تو اس کو کفر قرار دیتا ہے ہم تو اس سے اختلاف کر کے مومنوں کے راستے کی پیروی کر رہے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ کیا نبی کریم ﷺ کو اس کا علم تھا یا نہیں تھا، امت کو اس سے ڈرایا یا نہیں؟ نبی کریم ﷺ نے تو فرمایا ہے: ''تمھیں جو چیز بھی جنت کے قریب کر سکتی تھی میں نے تم کو اس کے کرنے کا حکم دیا ہے اور جو چیز بھی تمھیں آگ کے قریب کر سکتی تھی اس سے میں نے تم کو منع کر دیا ہے''۔ ہم آپ سے کہتے ہیں کہ ہمارے خلاف دلیل قائم کرو ورنہ تمھیں یہ کہنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ نصوص صاف کا ظاہر مراد لینا کفر ہے۔

یہ دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کا ظاہر مراد نہیں لیا بلا دلیل ہے کیونکہ تمہارے نزدیک بھی یہ احتمال کے دائرے سے خارج نہیں ہے یہ اپنے تئیں ہمیں ظاہری کفر سے نکال کر ایسے باطن کی طرف لے جانا چاہتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ کی مراد سے متفق ہونا مشکوک ہے بلکہ یہ چیز تو ہمیں حیرت و شک میں مبتلا کر رہی ہے۔ ان لوگوں کو تو چاہیے تھا کہ یہ ہمیں کفر سے ایمان کی طرف لاتے نہ کہ کفر سے حیرت و شک کی طرف لے آئیں۔

---

[1] الدلیل القویم: ۴۳۔ [2] مقالات الکوثری: ۳۹۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دعویٰ تو درحقیقت پوری شریعت کو مسخ کر دے گا حتیٰ کہ کسی نص کا ظاہر مراد لینا صحیح نہ ہوگا اور شارع کے مقرر کردہ مقاصد شریعت پر وہ خفا میں رہ جائیں گے یہ تو باطنیوں کا راستہ ہے۔

ہم سوال کرتے ہیں اگر تم سچے ہو تو کیا کوئی اس سے بہتر راستہ ہے جس کی ہم پیروی کر سکیں۔ کیا کبار ائمہ اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ تاویل کا اللہ تعالیٰ کی مراد سے متفق ہونا احتمالی ہے یقینی نہیں ہے جبکہ سلف کا طریقہ نصوص کا اثبات اور تاویل کی حرمت ہے۔

جوینی نے کہا: اگر کسی لفظ کو ایسے معنی پر محمول کیا جائے جو احتمالی معنی ہیں اور ان کی دلیل بھی نہیں ہے تو یہ نصوص کے ظاہر پر عمل کو باطل قرار دے گا اور نصوص پر اعتماد باقی نہ رہے گا۔ اس سے تو ہر اس شخص کے لیے شرعی نصوص کو تاویل واحتمال کے نام پر باطل قرار دینے کا دروازہ کھل جائے گا جو شریعت پر اعتراضات اور طعن کرنا چاہتا ہے۔ [1]

غزالی تاویل کرنے والا ہے مگر کہا: احتمالات کے تعارض کے وقت تاویل کے تعین سے رک جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کو احتمال کی بنیاد پر لینا انتہائی خطرناک ہے۔ تاویل کے باب میں توقف محفوظ راستہ ہے۔ [2]

تمہارے پاس آیات کا ظاہر مراد لینے والے کے خلاف کیا دلیل ہے؟ تمہارے باطنیہ کی محتمل (احتمال والی) تاویلات جو کہ معتزلہ کے موافق ہیں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور جرأت کے پردے میں چھپی ہوئی ہیں، ظاہر کو لینے والے کی تکفیر بلا دلیل ہے درحقیقت تم اپنے حصے کی نیکیاں اسے دے کر اور اس کے گناہ اپنے سر لے رہے ہو۔

- بتاؤ یہ کہنے میں کیا رکاوٹ ہے کہ ہم کہیں: تشبیہ سے بچتے ہوئے ان کا ظاہر ہی اللہ تعالیٰ کی مراد، آیت استواء اپنے ظاہر پر ہی مبنی ہے مگر اس کا استواء ہمارے استواء کی طرح نہیں ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت اس چیز سے کیوں بیان کی جس کا ظاہر کفر ہے۔ کیا یہ بیان میں نقص ہے یا لوگوں کو گمراہ کرنا مقصود ہے؟ حالانکہ اس نے یہ کتاب لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے اتاری ہے نہ کہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کے مرض کو زیادہ کرنے کے لیے، اللہ تعالیٰ اس سے بلند اور پاک ہے کہ وہ ایسا کلام کرے جس سے کفر کے علاوہ کچھ ظاہر نہ ہو۔
- ہمارے لیے جو ظاہر ہوتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے جو تمہارے لیے ظاہر ہوتا ہے۔ ہم تمہاری یہ بات قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ آیاتِ صفات کا ظاہر کفر ہے اور نہ ہی سلف صالحین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے تنزیہ کے بیان کے لیے تمہارا طریقہ کار نہیں اپنایا یہ تو معتزلہ، جہمیہ اور اب تم سے سننے کو ملتا ہے۔

---

[1] البرهان في أصول الفقه۔

[2] قانون التأويل: ٢٤٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن وحدیث کی نصوص کبھی بھی عقل سلیم سے متعارض نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ان کا فہم وشعور عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ اور محروم کر دیتا ہے اہل کلام کی سزا اللہ تعالیٰ کے کلام سے محروم ہونا ہے۔ تمہاری حالت ان لوگوں کی طرح ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے جاتے ہوئے کہا تھا ﴿مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا﴾ [1] اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ قرآن مجید میں معنوی تحریف نے ان کے دلوں پر تالے اور کانوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔

یہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسے کسی نے کہا: ان کو ذہانت تو دی گئی مگر خدا خوفی نہیں، عقل تو دی گئی مگر علم نہیں فرمایا: ﴿فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ [2] تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔

پہلا قاعدہ: اگر ظاہر غیر مراد ہے تو پھر اس غیر مراد کو ظاہر کرنے کا کیا فائدہ ہے جس سے کوئی علمی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ یہ ایمانی لحاظ سے لوگوں کے لیے نقصان دہ ہے اور اس سے تشبیہ کا دھوکہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کس طرح ایسے کلام سے مخاطب کر سکتا ہے جو ہمارے فہم وشعور کے خلاف ہو؟ کیا وہ اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف وحی نہ کر سکتا تھا کہ ہم اس سے خبردار ہو جائیں اور اس کفر کے قریب نہ جائیں جس سے اس نے آدم علیہ السلام کو منع کیا تھا مگر یہ اس نے نہیں کہا کہ درخت کے قریب جاؤ لیکن اس کی مراد اس کے ظاہر کے خلاف تھی۔

کیا تم اللہ تعالیٰ کو جھوٹ سے پاک نہیں کہہ سکتے؟

رازی نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: عوام الناس کا خیال کرتے ہوئے ابتدائی طور پر ان کو ایسے صیغے سے مخاطب کیا گیا ہے جو جسم، احاطہ اور جہت کو ثابت کرتا ہے کیونکہ یہ ان کے تخیل اور وہم سے مطابق ہے۔ پھر اس نے اپنے قول کا اعادہ فلاسفہ کے قول کے مطابق کیا جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عوام سے تجسیم کی زبان میں خطاب کیا اور لغت تنزیہ استعمال نہیں کی مثلاً۔ اللہ تعالیٰ جہت میں نہیں ہے اور نہ ہی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی نفی اور تعطیل ہی نہ کر دیں۔

رازی نے کہا: جہاں باب تشبیہ میں مذکورہ روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہاں تشبیہ کی تقویت بھی مضبوط ہے اور یہ اثبات ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے جُثے والا ہے اور اس کے اعضاء بڑے بڑے ہیں اور یہ تاویل کے قابل نہیں۔ [3]

تفتازانی نے کہا: اگر یہ کہا جائے جب دین حق احاطہ اور جہت کی نفی کرتا ہے۔ پھر سماوی کتب اور احادیث نبویہ کا کیا کریں جن سے یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے اور یہ بے شمار ہیں اور اس کی نفی کی تصریح کسی ایک مقام پر بھی نہیں ہے۔

---

[1] المدثر: ۳۱۔

[2] الاحقاف: 26۔ [3] اساس التقدیس: ۱۹۲۔ التفسیر الکبیر ۱۷۲/۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحمدللہ۔تفتازانی نے سائل کو اس کے عدم وجود پر ہی قائم رکھا؟

تفتازانی نے جواب ذکر کرتے ہوئے کہا: جہت سے تنزیہ عام لوگوں کی عقلوں سے بھاری بات ہے ممکن ہے وہ اس سے اللہ کی نفی نہ کر دیں تو ان کو مخاطب کرنے اور ان کی اصلاح کے لیے یہی بہتر تھا کہ ظاہر میں تشبیہ والا خطاب کیا جاتا۔ ❶

اگر خطاب کا انداز لوگوں کے مناسب اور حق پر مبنی ہے تو تم لوگ اس طرح خطاب کیوں نہیں کرتے بلکہ ایسا کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہو؟ تم لوگ اس خطاب کی وجہ سے کیوں لوگوں پر کفر کے فتوے لگاتے ہو۔

اور کہاں ہے دوسرا مرحلہ (تنزیہہ) جو مرحلہ اولیٰ (پہلے مرحلہ تشبیہ) کے بعد ہونا تھا اللہ تعالیٰ نے ایسا کلام کیوں نہ کیا؟

تمہارے اقوال قرامطہ اور باطنیہ کے اقوال کے موافق ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ عوام کو جھوٹ کے ذریعے بتدریج حق تک لے کر آتا ہے۔

تم تباہ ہو جاؤ: تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو کفر اور تجسیم کا جال قرار دیا ہے

دوسرا قاعدہ: ان لوگوں کا قول: ان کے ظاہر سے کفر کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ باطل کتاب اللہ پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے صیغے سے کلام کرتا ہے جس کا ظاہر فساد ہے۔ تمہارے کلام کے خلاف (استوٰی) بھی یہ ظاہر اور باطن ہر لحاظ سے درست ہے اور اس پر حملہ آور نہیں ہوتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے متعلق فرمایا: ﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ ❷ اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ظاہر میں باطل حملہ آور ہو سکتا ہے۔

تیسرا قاعدہ: یہ لوگ جو ہم سے کہتے ہیں کہ ظاہر کو اختیار نہ کرو ہمارے پاس باطن ہے اس کو لے لو تو درحقیقت یہ خود ان احتمالی معانی میں اختلاف کا شکار ہیں مثلاً: کسی نے (ید) سے مراد قدرت لیا، کس نے کہا، نعمت، کسی نے کہا ذات مراد ہے حتیٰ کہ حافظ نے مختلف پچیس تاویلیں ذکر کی ہیں۔ ❸

آیت کریمہ "أَأَمنتم مَنْ فِي السَّمَآءِ" اس سے کسی نے جبرائیل، کسی نے فرشتوں کا جمع ہونا اور کسی نے رحمت مراد لیا ہے۔ اللہ کے نزول سے کسی نے رحمت کا، کسی نے فرشتے کا، کسی نے اللہ کے حکم کا نزول مراد لیا ہے۔

بلکہ ان میں سے کسی نے کہا: نزول قرآن کا مطلب بندوں کو فرائض سمجھانا ہے یہ اجسام کے نزول کی طرح نہیں۔ ❹

تمہاری عقلوں نے تم کو معتزلہ کی تقلید میں لگا رکھا ہے۔ اس لیے ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: علمائے علم کلام ہی لوگوں کو تقلید

---

❶ یعنی اس کے عرش پر ہونے اور فوقیت کی نفی۔ شرح المقاصد: ۲/۵۰۔

❷ فصلت: ۴۲۔

❸ فتح الباری: ۱۳/۳۹۴۔

❹ یہ ابن بطال کا مقولہ ھے (فتح الباری) ۱۳/۴۶۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی طرف بلاتے ہیں۔

ان کے تناقض کی ایک مثال ابن المنیر نے ذکر کی ہے کہ اہل کلام اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں تین گروہوں میں تقسیم ہیں۔

۱۔ یہ صفات شریعت سے ثابت ہیں ان میں عقل کا کوئی عمل دخل نہیں۔

۲۔صفات کی تاویل کی جائے گی جیسے (ید) سے مراد قدرت ہے۔

۳۔اس کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہوگا۔

یاد رہے سلف صالحین سے یہ تینوں اقوال ثابت نہیں ہیں ان کی عقلیں تو مخلوقات کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں کرسکتی ہیں تو خالق کے بارے میں حکم لگانے میں کیسے کامیاب ہوسکتی ہیں؟ ابومنصور بغدادی نے کہا: ''یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ زمین کو اللہ نے پھیلایا ہے۔ اسی لیے اس کا نام (بساط) رکھا ہے یہ فلاسفہ اور نجومیوں کے خلاف ہے جو کہتے ہیں زمان پھیلائی ہوئی نہیں ہے۔ ❶

کسی نے سچ کہا ہے کہ یہ لوگ کتاب اللہ پر تو متفق نہیں ہیں مگر کتاب اللہ کی مخالفت پر متفق ہیں۔

❀ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب اللہ کی ظاہری نصوص سے ان کا باطن نکالنے کی کوئی نیابت نہیں ہے اور نہ ہی اجازت ہے۔ احتمالی معانی مراد لے کر کتاب اللہ کا مفہوم بیان کرنا اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ تاویل کے بغیر ہی تنزیہ حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ اور فرمایا: ﴿وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔ جب کوئی اس طرح کا نہیں ہے تو پھر مخلوق کے ساتھ تشبیہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ مگر اہل تاویل اسے مخلوق کے مطابق سوچتے ہیں اور ان کی دلیل ان کا یہ قاعدہ ہے ''ہمیں مشاہدہ تو فقط جسم کا ہی ہوسکتا ہے''۔ یہ درحقیقت شاہد (حاضر) کو غائب پر قیاس کرنا ہے۔

جوینی اور غزالی نے حاضر کو غائب پر قیاس کرنے کے قاعدے پر خوب نقد (اعتراض) کیا ہے کیونکہ غائب پر کوئی حکم ثابت کرنے کے لیے حاضر پر قیاس صحیح نہیں ہے۔ ❷ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل کلام اور فلاسفہ اپنے اس مقالے میں غائب کو حاضر پر قیاس کرنے میں انتہائی مضطرب ہیں۔۔۔۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ صراط مستقیم پر نہیں ہیں۔

حبشی نے اعتراف کیا ہے کہ وہم اور اضطراب کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ کو شاہد (حاضر) پر قیاس کرنا ہے۔ ❸

---

❶ اصول الدین ٦٠۔١٢٤۔

❷ البرهان فی أُصول الفقه ١٠٤، معيار العلم: ١٣٥۔

❸ اظهار العقيده السنية: ١١٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن وہ خود بھی اس وہم میں مبتلا ہے اور کہتا ہے ''استواء ارتفاع (بلندی) کے معنوں میں ہے اور یہ حرکت ہے۔ اگر یہ ثابت کریں تو جسم ثابت ہوتا ہے کیونکہ حرکت جسم کے لوازمات میں سے ہے کیونکہ جسم ایک دوسرے سے مشابہ ہیں تو ہم تشبیہ میں واقع ہو گئے۔

یہ قاعدہ شرعی اور عقلی طور پر باطل ہے:

کیونکہ صفات اجسام اور بغیر اجسام دونوں کے لیے ثابت ہیں ''رات طویل ہے اور دن چھوٹا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس'' حالانکہ ان دونوں کا جسم نہیں ہے۔

اجسام میں مماثلت بھی نہیں ہے۔ ہوا بھی جسم ہے اور پانی بھی جسم ہے جبکہ پانی ہوا کی طرح نہیں ہے۔ حیوانات کا جسم لوہے کی طرح نہیں ہے۔ اجسام لفظ میں تو متفق ہیں لیکن حقائق میں مختلف ہیں لہٰذا خالق اور مخلوق کا مختلف ہونا تو اپنے آپ ہی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وہی وصف بیان کیا جائے گا جو اس نے اپنے لیے کیا ہے۔ اجسام میں مماثلت کا قول عقلی طور پر بھی باطل ہے یہ تو معتزلہ کے افکار ہیں۔ آگ برف کے اور روٹی لوہے کے مشابہ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر تنزیہ کے لیے تاویل ضروری ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کا ضرور حکم دیتے اس نے تو خود ہی تنزیہ بیان کر دی ہے۔ عقل سلیم رکھنے والے آیات صفات اور آیات تنزیہ کو جمع کرتے ہیں اور نتیجہ اخذ کرتے ہیں مگر ان لوگوں کی تنزیہ دراصل تنزیہ کو باطل قرار دینا ہے، یہ تو لوگوں کو بتدریج تعطیل (انکار) کی طرف کھینچنا ہے بلکہ اہل کلام کی تنزیہ تو عمارت دین کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔

ہم حبشی سے سوال کرتے ہیں کہ کیا تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ آیت کریمہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ تشبیہ کا شبہ زائل کرنے کے لیے کافی ہے یا کہ نہیں کہ تمھیں اہل کلام کی طرف مائل ہونا پڑے۔ اگر تو کہے کہ کافی نہیں تو زبانِ حال سے تیرا دعویٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بیان کے لیے کافی نہیں ہے اور اس میں سینوں کی شفا نہیں ہے بلکہ یہ دلوں کو گمراہی کی طرف لے کر جاتا ہے۔ اگر تو کہے کہ یہ آیت کریمہ کافی ہے تو پھر تجھ پر حجت قائم ہو چکی۔

صفات کے معانی میں تحریف (تبدیلی) یہودیوں کا کام ہے:

اہل کلام عوام الناس سے ایک حقیقت چھپاتے ہیں کہ وہ صفات سے متعلقہ نصوص کے معانی میں تحریف کرتے تھے یہ ان سے ثابت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ ''کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں'' کی تشریح میں فرمایا: وہ زائل کرتے ہیں، کسی کے لیے یہ تو ممکن نہیں کہ اللہ کے کلام سے کچھ زائل کر سکے مگر وہ اس کے معانی کی تاویل کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ اہل کتاب سے بے شمار مواقع پر کتاب اللہ کے معانی میں تحریف ثابت ہے۔ [1]

---

[1] فتح الباری ۵۲۵/۱۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دہلوی نے تحریف کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ دوسری قسم: تاویل فاسد ہے یعنی آیت کے غیر مرادی معانی صراط مستقیم سے ہٹ کر تحریف کی شکل میں بیان کرنا ہے۔ پھر کہا: اگر تم نے اس امت میں یہودیوں کا نمونہ دیکھنا ہو تو ان علمائے سوء کو دیکھ لو جو دنیا کے طلب گار ہیں۔ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ کر من گھڑت روایات اور فاسد تاویلات کو اپنایا ہے۔ جب تو قرآن پڑھے تو یہ مت سوچو کہ تمہارا جھگڑا ایسی قوم سے ہے جو ختم ہو چکے یا گزر چکے ہیں بلکہ کوئی ایسی مصیبت نہیں جو پہلے لوگوں میں پائی جاتی تھی مگر وہ آج بھی موجود ہے۔ اس حدیث کے مصداق کہ فرمایا: ''تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلنا شروع کر دو گے''۔ ❶

اہل تاویل جیسا کہ حبشی اس حقیقت سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ لوگ اس بات کو عام نہ کریں کہ حبشی یہود ونصاریٰ کی تحریف میں موافقت کر رہا ہے اور اسے تاویل کا نام دیتا ہے جیسا کہ استواء کی تاویل استیلاء، غضب کی سزا سے اور رضیٰ کی ثواب سے۔۔۔ وغیرہ، اسے یہ لوگ تنزیہ کا نام دیتے ہیں پھر اس سے بھی بڑا جرم یہ کرتے ہیں کہ خود ساختہ دعویٰ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تاویل سلف صالحین سے ثابت ہے۔ حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ثابت کیا کہ تاویل کی اصل یہودیوں سے ثابت ہے۔

ان لوگوں نے نصوص قرآن پر دو طرح کا ظلم ڈھایا ہے (۱) ظاہر کی نفی حالانکہ نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں (۲) خود ساختہ معانی کا اثبات جن پر نص دلالت نہیں کرتی ہے۔

تنزیہ تعطیل کا زینہ اور اس کی ملمع سازی ہے:

سادہ سی بات ہے شر کو مزین کیا جاتا ہے اور تحریف کی ملمع سازی کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ❷ اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں۔ اور فرمایا: ﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾ ❸ تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا۔ یہ لوگ عوام الناس کو تنزیہ کے ذریعے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حدود، جہات سے پاک ہے۔ اور اجزاء سے بھی پاک ہے۔ سننے والا دھوکے میں آجاتا ہے کہ شاید یہ اللہ تعالیٰ کو ایسی صفات سے پاک قرار دے رہے ہیں جو اس کے لائق نہیں مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا انکار ہے جو اس نے خود اپنے لیے یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کی ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو درجے بنائے ننانوے اپنے پاس رکھے اور زمین میں فقط ایک اتارا۔ ❹ ''اور اس نے قرآن مجید کے تین حصے بنائے۔'' ❺

---

❶ الفوز الكبير في اصول التفسير: ۲۷، ۲۸۔
❷ النمل: ۲٤۔
❸ فاطر: ۸۔
❹ بخاري ٦۰۰۰، مسلم ۲۷۵۲۔
❺ تفسير الالوسي: ۲۹۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے واضح ہے کہ اجزاء سے ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ چہرہ ہے نہ ہاتھ نہ انگلیاں۔ اور حدود کی تنزیہ سے مراد یہ ہے کہ اس کا عرش پر بلند ہونا ثابت نہیں۔ ہونٹوں اور زبان سے تنزیہ سے مراد اس کا حقیقی طور پر کلام نہ کرنا ہے اور جبرائیل اللہ کے کلام کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن درحقیقت جبرائیل کا کلام ہے۔

تاویل تحریف ہے اور تحریف تاویل ہے:

تاویل تحریف ہے اور تحریف کسی چیز کو اس کی حقیقت سے ہٹانا ہے۔ کلام کی تحریف یہ ہے کہ تو حروف کے دو احتمالی معانی بیان کرے۔ آلوسی نے [1] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾ [2] ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں۔ کی تفسیر میں کہا: وہ تورات سنتے ہیں اور اپنے مقصد کے مطابق اس کی فاسد تاویل کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جمہور کا یہی موقف ہے کہ ان کی تحریف کلام اللہ کے مفہوم کو بدلنا تھا۔

تاویل سلف کا طریقہ کار نہیں ہے:

حبشی کا دعویٰ ہے کہ سلف نے بھی تاویل میں غور وخوض کیا ہے''۔ [3]

لیکن جوینی نے اسے یہ کہہ کر حیرت زدہ کر دیا کہ: ائمہ سلف نے تاویل سے روکا ہے۔۔۔ ہم جس بات پر راضی ہیں اور عقلی طور پر بھی اسے دین تسلیم کرتے ہیں وہ ہے سلف کی اتباع۔ اتباع زیادہ بہتر ہے اور یہ کہ بدعت کو ترک کرنا چاہیے۔ [4]

غور کرو انہوں نے کس طرح تاویل کو ابتداع (بدعت) کہا ہے۔

حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ سلف اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور وخوض نہیں کرتے تھے کیونکہ اس کے بارے میں عقلی لحاظ سے کیفیت معلوم کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ عقل میں اتنی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

اور فرمایا: سلف کا طریقہ کار تو یہ ہے کہ جیسے یہ صفات ذکر ہوئی ہیں ان پر اسی طرح ایمان لاتے ہوئے گزر جاؤ اور ان کی تاویل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ [5] نووی کا قول ہے کہ سلف کا طریقہ کار تاویل نہ کرنا ہے جبکہ خلف (بعد میں آنے والے) کا مذہب تاویل ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ [6]

ہم اس قول کا ردان کے پیروکاروں کی زبانی ہی کریں گے۔ احباش نے اعتراف کیا ہے کہ سلف نے کہا: اللہ ہی ان کی مراد بہتر جانتا ہے جبکہ خلف نے تو ان کے معانی متعین کر دیے۔ [7]

مرتضیٰ زبیدی نے قشیری کا اعتراف ذکر کیا ہے کہ سلف میں سے ''شافعی، مالک، احمد، محاسبی اور قلانسی وغیرہ نے

---

[1] تفسیر الالوسی: ۲۹۸/۱۔
[2] النساء: ٤٦۔
[3] اظهار العقیده السینة۔
[4] الرسالة النظامة ۱۳۸۔
[5] فتح الباری ۳۵۰/۱۳۔
[6] شرح مسلم للنوی ۳٦/٦۔
[7] مجلة منار الهدیٰ ۵۲/۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متشابہات کی تاویل نہ کرنے کا قول اپنایا ہے۔ امام احمد نے تو تاویل کا باب مطلق طور پر ہی بند کر دیا۔ ❶ جیسا کہ جوینی کے والد سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ اکثر سلف نے تاویل میں غور وخوض کرنے سے منع کیا ہے۔ ❷

جوینی نے تاویل سے رجوع کر لیا اور کہا کہ یہ سلف کے طریقے کے خلاف ہے حافظ ابن حجر نے کہا: ❸ امام الحرمین نے الرسالۃ النظامیہ) میں کہا کہ ائمہ سلف تاویل نہیں کرتے تھے اور سلف کا مذہب بھی یہی ہے کہ صفات کو ان کے ظاہر پر مراد لیا جائے اور ان کی تاویل نہ کی جائے۔ اس معانی میں تاویل سلف کا طریقہ کار نہیں تھا جیسا کہ شہرستانی نے امام احمد اور سلف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم تاویل نہیں کرتے ہیں۔ ❹ سلف کے ہاں جو تاویل کا تصور ہے وہ درحقیقت یہ تاویل نہیں ہے جو خلف کے ہاں ہے۔ وہ اپنی رائے سے تفسیر نہیں کرتے تھے جیسا کہ بعد والے لوگ کر رہے ہیں، یہ تو اپنے خلاف ہی دلیل پیش کر رہے ہیں کہ ان کی تاویلات احتمالی ہیں اور یہ جہمیہ کا طریقہ ہے۔ ابن خزیمہ نے کہا: جہمیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "بل یداہ مبسوطتان" سے مراد اس کی دو نعمتیں ہیں۔ یہ تحریف (تبدیلی) ہے تاویل (تفسیر) نہیں ہے۔ ❺

یہ دعویٰ کہ سلف نے تاویل کی:

یہ دعویٰ کرنے والا یا تو یہ کہے کہ سلف کو ہماری تاویلات کا علم تھا پھر تو ہم اس سے دلیل کا مطالبہ کریں گے۔ اگر وہ عاجز آ گیا اور وہ عاجز ہی آئے گا تو ہم اس سے پوچھیں گے۔ انہوں نے اسے کیوں چھپایا اور لوگوں تک کیوں نہ پہنچایا اور تو نے لوگوں تک پہنچا کر ان پر برتری اور امتیاز حاصل کر لیا۔ اگر انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں بتائی تو تم تک یہ کیسے پہنچ گئی؟

اگر وہ یہ کہے کہ ان کو علم نہ تھا تو ہم کہیں گے اگر ان کو علم نہ تھا تو تم کو کہاں سے علم ہو گیا؟

اگر تم کہو کہ ہم نے تو تاویل کو سلف صالحین کی اقتداء میں اپنایا ہے تو ہم تم سے پوچھیں گے کیا تمہارا یہ قول (استویٰ بمعنیٰ استولیٰ) ہے کیا یہ صحابہ کی پیروی ہے؟

طحاوی نے کہا: جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے ایسے ہی ہے جیسے آپ نے فرمایا اور اس کے معانی وہی ہیں جو آپ نے مراد لیے اس میں ہم اپنی آراء سے تاویل نہیں کریں گے بلکہ تاویل کو ترک کر کے صفات کو تسلیم کریں گے۔ وہی اپنے دین میں محفوظ رہے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے محفوظ ہوا۔ ❻

---

❶ اتحاف السادۃ المتقین ۲/۱۲، ۷۹۔
❷ اتحاف ۲/۱۱۰۔
❸ فتح الباری ۱۳/۴۰۷۔
❹ الملل والنحل: ۱/۱۳۷، ۱۳۸۔
❺ التوحید الابن خزیمہ: ۱/۱۹۷۔
❻ متن العقیدہ الطحاویۃ فی کتاب (اظہار العقیدۃ۔۲۵۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجمالی اور تفصیلی تاویل کی ہدایت:

حبشی نے ایک جدید بدعت ایجاد کی ہے۔ اس نے تاویل کو اجمالی اور تفصیلی دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس نے سلف کے قول اور (استویٰ بلا کیف) کو اجمالی تاویل (حالانکہ حافظ وغیرہ نے تو اس کا نام اثبات رکھا ہے) اور خلف کے قول (استویٰ بمعنی استولیٰ) کو تفصیلی تاویل کہا۔ ❶

حبشی نے طحاوی کی عبارت کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے (ولا متأولین بارائنا) اس نے کہا: طحاوی کی اس سے مراد وہ تاویل ہے جو قطعی عقلی دلیل کے بغیر ہو سمعی ثابت تاویل مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ معتزلہ کی تاویل اور نہ ہی اہل سنت کی تفصیلی تاویل کا رد مراد ہے جیسا کہ (استواء کی تاویل قھر اور غلبہ سے کرنا۔۔۔۔۔ لہٰذا طحاوی کی عبارت سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تاویل کی نفی چاہتے ہیں۔ ❷ غور کر! حبشی کی بہت سی تاویلات معتزلہ سے اُدھار لی ہوئی ہیں۔

تعاقب:

حبشی نے طحاوی کے قول کو دلیل بنایا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا وصف بشر کے متعلقہ معانی سے کیا تو وہ کافر ہے یہ اپنی خود ساختہ تاویلات کو ثابت کرنے کے لیے ہے۔ یہ قول کئی لحاظ سے باطل ہے:

(۱) طحاوی نے یہ بات تاویل کے قصد سے نہیں کی ہے۔ آپ پہلے طحاوی کا کلام پڑھ آئے ہیں تاویل حرام جبکہ تسلیم واجب ہے۔

(۲) حبشی کی تاویلات بھی اللہ کے اوصاف کی تشریح بشری اوصاف سے کرتی ہیں مثلاً (استویٰ بمعنی استولیٰ)۔ استیلاء عجز و کمزوری کے بعد حاصل شدہ قوت کو کہتے ہیں۔ یہ خالق کے لائق نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ عرش کے بارے میں جھگڑا کرنے والا کوئی نہیں ہے کہ وہ اس پر غلبہ پاتا۔ یہ انتہائی رذیل قول ہے ابن فورک نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس نے کہا: ہمارے مخالفوں کا قول ہے یعنی معتزلہ کا: ❸

(۳) جو تاویلات حبشی اور اشاعرہ کے ہاں پائی جاتی ہیں وہ طحاوی کے ہاں نہیں ہیں۔

نقدِ تاویل کے بقیہ قواعد:

چوتھا قاعدہ: اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت کا مخلوق کے پاس کوئی ذریعہ اور وسیلہ نہیں ہے سوائے ان صفات کے جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان کر دی ہیں یا پھر رسول اللہ ﷺ نے ذکر کی ہیں۔ یہ تمام مسلمانوں کے درمیان متفق اصول ہے اہل تاویل اس کی مخالفت نہیں کر سکتے۔

پانچواں قاعدہ: اللہ تعالیٰ ان صفات کے ذریعے اپنی حمد و ثناء کرانا چاہتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ''اے اللہ میں

---

❶ اظہار العقیدہ السنیة: ۲۳٤۔

❷ اظہار العقیدہ السنیة: ۱۲۱۔

❸ مجرد مقالات ابی الحسن اشعری: ۳۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیری پناہ چاہتا ہوں، میں تیری ثناء شمار نہیں کر سکتا تو ایسے ہی ہے جیسے تو نے اپنی ثناء بیان کی ہے‘‘۔ اس نے اپنے آپ کو صفاتِ کمال سے متصف کیا ہے جبکہ اہل تاویل یہ کہتے ہیں ان صفات کا ظاہر مراد لینا اللہ تعالیٰ کے لیے نقص ثابت کرنا ہے جس کی تنزیہ (پاکی بیان کرنا) ضروری ہے۔ سلف کبھی بھی اس پر رضا مند نہیں ہیں کہ قرآن وحدیث کے ظاہر کو کفر یا گمراہی قرار دیا جائے اور باطنی تاویلات ذکر کی جائیں۔ اہل تاویل سلف کی مخالفت کرتے ہیں وہ اپنی تاویلات کو اس کی تعریف کہتے ہیں حالانکہ وہ نقص ہے۔ ❶

چھٹا قاعدہ: ہمیں حکم ہے جو اللہ تعالیٰ کا بہترین کلام نازل ہوا ہے اس کی پیروی کریں مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں حق اس میں ہے جو ظاہری نازل شدہ کے خلاف ہے اور جس کو ان کی عقلیں (اُحسن) بہترین کہہ رہی ہیں اس کی اتباع کرو۔

ساتواں قاعدہ: اشاعرہ ان ائمہ کو دلیل بناتے ہیں جو کہ اپنی موت کے وقت تاویل سے توبہ کر چکے ہیں اور اس سے لوگوں کو ڈرایا بھی ہے جیسا کہ جوینی، غزالی اور رازی وغیرہ۔ یہ علمی خیانت ہے کہ ان کے قدیم اقوال اور موقف تو لوگوں کو بتلائے جائیں مگر ان کے رجوع کا ذکر نہ کیا جائے۔

آٹھواں قاعدہ: جو لوگ تاویل کے نام پر جس کی بنیاد تنزیہ ہے اللہ کی صفات کے بارے میں ہم پر رد کرتے ہیں اور ہماری بات کا انکار کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کا انکار کر رہے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں مذکور صفات کا اقرار اور ان پر ایمان لانے کا حکم ہمیں اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کریم ﷺ نے دیا ہے۔

نعیم بن حماد کا قول کس قدر بہترین ہے: جس نے اللہ تعالیٰ کو مخلوقات سے تشبیہ دی وہ کافر ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ صفات کا انکار کیا وہ بھی کافر ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے اس میں قطعاً کوئی تشبیہ نہیں ہے۔

نواں قاعدہ: عقیدے کے باب میں تاویل ایسا اجتہاد ہے جس کی کوئی دلیل کتاب وسنت سے معلوم نہیں ہے۔ ان لوگوں نے تو خود عقیدے کے مسائل میں اجتہاد اور ظن کی بنیاد پر ثابت کرنا حرام قرار دے رکھا ہے جیسا کہ ماتریدی۔ جوینی اور اہل کلام کے بہت سے ائمہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔ صفات کے تاویل ایسا اجتہاد ہے جس کی کسی نص میں تائید موجود نہیں ہے۔ ان کا یہ بھی نظریہ ہے کہ تاویل سے لی گئی مراد کبھی اللہ تعالیٰ کی مراد کے موافق ہو سکتی ہے اور کبھی نہیں۔ اگر ہم اہل تاویل کے قانون کے مطابق بھی ان پر حکم لگائیں تو کفر کا حکم لگتا ہے۔

دسواں قاعدہ: تاویل کے لیے ایسا کوئی قانون موجود نہیں ہے جس سے ہمیں یہ پتہ چلے کہ ہمارے لیے کیا جائز ہے اور کیا جائز نہیں ہے؟ جس قانونِ تاویل کے ذریعے تم نے استویٰ سے استیلاء مراد لیا ہے اسی قاعدے اور قانون کے تحت معتزلہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی تاویل ثواب کے انتظار سے کرتے ہیں۔ کیا قانون صرف اور صرف سینہ زوری کا نام ہے؟

❶ جوزی نے کہا باطنیہ قرآن کے ظاہر کو چھوڑ کر خود ساختہ تاویل کرنے والے ہیں (تلبیس ابلیس: ۱۰۲۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے ہاں قانون تحکم، سینہ زوری اور ہٹ دھرمی کا نام ہے اور یہ کہ دلیل شرعی ان کے اصول اور ان کی عقلوں کے مطابق ہو۔ جو ان کی عقل کے مطابق ہو اس کو تسلیم کرتے ہیں اور جو ان کی عقل کے خلاف ہو اس کی تاویل کر دیتے ہیں جیسا کہ ابوحیان نحوی نے کہا: جس کی عقلی طور پر اللہ کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اس کی ہم نے نسبت کر دی اور جس کی عقلی طور پر صحیح نہیں ہے اس کی تاویل کر دی ہے۔

یہ خود ساختہ قانون ہے:

جب تاویل کا کوئی ضابطہ ہی مقرر نہیں ہے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ قرآن پر نگران کیسے ہو سکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا کہ یہ میزان ہے؟ یہ قوم کس قدر گمراہ ہو گئی اور انہوں نے کس طرح ان تاویلات، اہل کلام کے منہج اور جدل و مناظرے کو اللہ کے کلام اور اللہ کی کتاب کا نگران سمجھ لیا۔ انہوں نے قرآن مجید کے ظاہر کا ترک وحی بنا لیا۔

❀ ہم لوگ انتہائی بہترین منہج رکھتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کے باب میں کسی قسم کے تناقض کا شکار نہیں ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات اس قاعدے کے تحت کرتے ہیں کہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ اس کی طرح کوئی نہیں ہے۔ جیسا کہ غزالی نے کہا: ''وہم تشبیہ کا علاج، تعطیل کے علاج سے انتہائی آسان ہے۔ ان ظواہر کو دیکھ کر فقط اتنا کہہ دیا جائے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾۔

یہ قرآنی طریقہ ہے جس نے ہمیں تمہارے خود ساختہ قاعدے سے بے نیاز کر دیا ہے۔ تمھاری تاویلات سے بھی بے پرواہ کر دیا ہے جیسا کہ (استویٰ) کی تاویل (استیلاء سے کرنا) قرآن ایسی دوا ہے جس کے بعد کسی اور دوا کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ تمھاری دوا کی مثال یہ ہے کہ کسی مجنون کا علاج جسم کو آگ سے داغ کر کرنا۔

اسی لیے سلف صالحین کو تاویل کی قطعاً کوئی حاجت نہ تھی۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے اس کو ثابت کرتے تھے۔ لوگوں کی باتوں کو جب تک ایک متعین قاعدہ کا پابند تو بنایا جائے تو وہ نفسانی خواہشات اور من پسندی کے دروازے کھول لیتے ہیں۔ اس طرح تو شریعت نشانہ بن کر رہ جائے گی اور کبھی بھی لوگوں کا اتفاق اس پر نہ ہو گا جیسا کہ باطنیہ کی تاویلات کا حال ہے۔

غزالی نے صراحت کی ہے کہ الفاظِ شرع کو ان کے ظاہری مفہوم سے ہٹا کر باطنی تاویلات کی طرف پھیرنا شریعت کے ساتھ سنگین مذاق ہے کیونکہ باطن کا کوئی قاعدہ اور قانون نہیں ہے۔ باطن تو خیالات اور سوچوں کا اختلاف ہے۔ اس کی کئی وجوہ پر اسے پھیرا جائے گا یہ ایسی بدعت ہے جس کا ضرر عظیم تر ہو گا۔ ❶

گیارھواں قاعدہ: اہل تاویل نے اعتراف کیا ہے کہ ان کی تاویل احتمالی ہے کہ وہ اللہ کی مراد ہے یا نہیں جیسا کہ جوینی، شہرستانی اور ماتریدی نے بیان کیا۔ ❷ کوثری نے بھی کہا: تاویل کرنے والا کوئی ایک شخص بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا

❶ احیاء علوم الدین: ۳۷/۱۔ ❷ التوحید للماتریدی: ۷۴: الملل والنحلل: ۱۳۸/۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ تاویل لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ اسی لیے محققین نے تاویل نہ کرنے کو اختیار کیا ہے۔ ❶

بارھواں قاعدہ: اہل تاویل کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سلف صالحین نے تاویل نہیں کی ہے۔ یہ خلف (بعد میں آنے والے) کا طریقہ ہے۔ اسی لیے اللقانی نے (جوھرۃ التوحید) میں کہا۔

ہر خیر اتباع سلف میں ہے۔ اور ہر برائی خلف کی بدعت میں ہے۔ ان لوگوں کی تاویلات کا مطالعہ کرنے والا دیکھے گا کہ وہ کثرت سے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال اس میں یہ احتمال ہے۔ ❷ ابن فورک کی تاویلات میں اگر یہ کلمہ شمار کیا جائے تو تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی ہے کوثری نے اس کے متعلق کہا: درحقیقت یہ باطنیوں کی تاویلات ہیں۔ ❸

حافظ ابن حجر نے اسی لیے کہا: جو بھی خلف کے طریقے پر چلا وہ پُراعتماد طریقے سے نہیں کہہ سکتا کہ اس (آیت) سے یہی مراد ہے، انہوں نے مزید کہا کہ صاحب تاویل کو پکا عزم نہیں ہے کہ اس کی تاویل صحیح ہے۔ مرتضیٰ زبیدی نے اس عبارت سے استدلال کیا ہے۔ ❹

فخر رازی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے اس اعتبار سے کہ تاویل ترجیح ہے اور ترجیح ظن ہے۔ اور ظن پر اصول اور قطعی مسائل کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ ❺ شعرانی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے عین الفاظ پر ایمان لانے کا ہمیں حکم دیا ہے جو اس نے نازل کیے ہیں نہ کہ اس تاویل پر جو ہم نے اپنی عقلوں سے کی ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری تاویل اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق نہ ہو۔ ❻

اگر ظن تاویل کی بنیاد ہے تو اس سے استدلال باطل ہے۔ مشہور قاعدہ ہے کہ ''جہاں احتمال آجائے وہاں استدلال باطل ہو جاتا ہے'' اگر تاویل فقط ظن پر مبنی ہے تو تاویل کرنے والا بروز قیامت اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ❼

یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا، حالانکہ تم نے ان کا پورا علم حاصل نہ کیا تھا، یا کیا تھا جو تم کیا کرتے تھے؟ اور فرمایا: ﴿اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ❽

کیا تم اللہ کے ذمے وہ بات لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

تیرھواں قاعدہ: اگر تاویل قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کی مراد ہوتی تو آیات کے ظواہر پر ایمان اور ظاہر مراد لینا جائز نہ ہوتا۔ مگر ہمیں ظاہر مراد لینے سے روکنے والے کے پاس ظن اور احتمال کے علاوہ کچھ نہیں ہے پھر وہ ظاہر مراد لینے کو کس

---

❶ تعلیق کوثری لکتاب (دفع شبه التشبیه: ۷۴۔
❷ دیکھیے: کتاب مشکل الحدیث۔
❸ تعلیمات علی أسماء والصفات: ۴۵۲۔
❹ فتح الباری: ۱۳/۳۵۳، ۳۸۳۔
❺ التفسیر الکبیر للرازی ۷/۱۶۹۔
❻ الیواقیت والجواهر ۱/۱۰۶۔
❼ النمل: ۸۴۔
❽ الاعراف: ۲۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح کفر قرار دے رہا ہے اور احتمال کو لینا کیسے واجب قرار دے رہا ہے؟

چودھواں قاعدہ: الفاظ میں اصل ان کی حقیقت ہی مراد ہوتی ہے مگر یہ کہ کوئی قرینہ یا دلیل اس کو ظاہر سے پھیر دے۔ اس کے بغیر پھیرنا درحقیقت اس کو اصل سے نکالتا ہے۔ یہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے درمیان بھی متفقہ عقیدہ ہے۔ [1]

ابن عبدالبر نے کہا: اہل السنہ قرآن وسنت میں وارد اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں مجاز پر نہیں مگر یہ ہے کہ وہ ان میں سے کسی کی کیفیت بیان نہیں کرتے اور نہ ہی اس معاملے میں کسی صفت کی حد بندی کرتے ہیں۔ [2] اس طرح دونوں طریقوں میں جمع ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے ان صفات کو ثابت کرنا اور تعطیل سے دور رہنا اور اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں سے پاک سمجھنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں بلکہ مخلوق کی صفات ہیں اور تشبیہ سے پاک رہنا۔ حبشی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ نص کی تاویل کرتے ہوئے حقیقت سے مجاز کی طرف جانا نصوص کو بیکار کرنے کے مترادف ہے۔ [3]

پندرھواں قاعدہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ہدایت، بیان اور شفاء بنا کر نازل کیا ہے مگر یہ لوگ اپنے کلام سے لازم کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اچھے انداز سے بیان نہیں کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کو چھپا لیا جس کی تاویل کرنا واجب تھا۔ اور قرآن کا ظاہر گمراہی کی طرف لے کر جاتا ہے اور اس کے خفا کو اہل کلام نے دور کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ لوگ صحابہ کرام اور نبی کریم ﷺ پر سبقت لے جا چکے ہیں اور یہ کہ اہل منطق قرون اولیٰ کے تین زمانوں سے بھی افضل لوگ ہیں کہ جن زمانوں کی تعریف وتوثیق خود رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔

سولھواں قاعدہ: صفات کی کیفیت کا علم ذات کے علم کو لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی بھی نہیں ہے نہ ہی اس کی صفات میں، نہ ہی ذات میں اور نہ ہی افعال میں۔ جب اس کی ذات مخلوقات میں سے کسی کی مثل نہیں ہے تو اس کی صفات بھی مخلوقات میں سے کسی کے مثل نہیں ہیں۔

سترھواں قاعدہ: اشاعرہ دوہرا معیار رکھتے ہیں صفات میں تو تاویل کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ اس کے علاوہ اسی قسم کے امور میں تاویل حرام قرار دیتے ہیں جیسے عذاب قبر۔ حالانکہ قبر کے متعلق اس طرح کی بات بغیر علم کے اتنی بڑی نہیں ہے جتنی اللہ تعالیٰ کے متعلق بغیر علم کے بات کرنا ہے۔

اسی لیے جب اشاعرہ نے فلاسفہ کی عذاب قبر کی تاویل عذاب نفسی سے کرنے کا انکار کیا کہ جیسے خواب دیکھنے والا ڈراؤنا خواب دیکھتا ہے تو ہم نے فلاسفہ نے ان سے کہا: ہمارا عذاب قبر کے متعلق وہی قول ہے جو تمہارا اللہ کی صفات کے

---

[1] الطراز ۷۷/۱۔ المحصول للرازی ۴۷/۱/۱۔
[2] التمهيد الابن عبدالبر ۱۴۵/۷۔
[3] صريح البيان: ۱۴۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعلق ہے۔ان دونوں کے درمیان تفریق ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں کا معاملہ ایک ہی ہے۔

اگر تم کہو کہ تمام رسولوں نے عذاب پر اتفاق کیا ہے اور اس کی نصوص ذکر کی ہیں جن کی تاویل ممکن نہیں ہے۔

تو پھر تمہیں کہا جائے گا۔ تمام رسول صفات باری کی نصوص پر بھی متفق ہیں۔ اگر ان کا اجماع وہاں (عذاب قبر) میں تاویل کرنے میں مانع ہے تو پھر یہاں بھی تاویل سے رُکنا واجب ہے۔

اگر تم کہو کہ عذاب کی نصوص کی تاویل عقلی طور پر ممنوع ہے۔تو پھر تم سے کہا جائے گا کہ ایسی عقلی دلیلیں لاؤ جن سے تم صفات کی تاویل کرتے ہو تو پھر ہم تمھیں ایسی عقلی دلیلیں پیش کریں گے جن کی بناء پر ہم نے عذاب قبر، حشر اور آخرت کے متعلق نصوص کی تاویل کی ہے۔ان دونوں کے درمیان موازنہ کریں گے تا کہ پتہ چلے کہ اس میں قوی کون ہے؟

اگر تم کہو کہ آخرت کا انکار درحقیقت اس کی تکذیب ہے جو رسولوں کی تعلیمات سے ضروری طور معلوم پر ہے تو تمہیں کہا جائے گا۔ صفات کا انکار بھی درحقیقت اس کی تکذیب ہے جو رسولوں کی تعلیمات سے ضروری طور پر معلوم ہے۔

اگر عذاب قبر کی تاویل جُرم ہے تو صفات کی تاویل اس سے کہیں بڑا جُرم ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمیں تو ہماری تاویل پر عذاب ہو اور تمہیں تمہاری تاویل پر ثواب ہو؟

اٹھارھواں قاعدہ: اللہ تعالیٰ کا وصف کسی صفت کے بغیر بیان کرنا ممکن ہے جس فرقے نے بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا ہے اس نے کسی نہ کسی صفت کو مجبوراً ثابت کیا ہے اگر چہ وہ اس سے بھاگنے کی مکمل کوشش کرے۔

❀ **فلاسفہ:** نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا انکار کر دیا مگر کہا کہ وہ محض خیر اور بھلائی ہے اور اس سے مخلوقات عشق کرتی ہیں لہٰذا وہ معشوق ہے۔

❀ **جہمیہ:** نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کی مگر اللہ تعالیٰ کے لیے صفت موجود ماننے پر مجبور ہوئے مثلاً (صفت وجود) انھوں نے کہا: اس میں کوئی تشبیہ نہیں۔ ان لوگوں نے اعتراف کیا: (وہ موجود ہے ـــــ بندہ بھی موجود ہے) پھر کہا: ضروری طور پر معلوم ہے کہ اس صفت میں تشبیہ نہیں ہے۔ اہل السنۃ کا یہی دعویٰ ہے رازی نے (نہایۃ المقول) میں اور جوینی نے (الشامل) میں اسی کو ترجیح دی ہے۔

❀ **معتزلہ:** نے صفات کا انکار کیا ہے جبکہ اسماء کا اقرار کیا ہے۔ان سے کہا گیا کہ تم جس چیز کی نفی کر رہے ہو اور جس کو ثابت کر رہے ہو دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر تمہارے نزدیک شاہد میں صفت بیان نہیں کی جاسکتی مگر جس کا جسم ہو تو پھر شاہد میں نام بھی نہیں رکھا جاسکتا مگر جس کا جسم ہو۔تشبیہ سے فرار کے نام پر اس طرح کی دلیل پکڑنا معتزلہ اور جہمیہ کے مابین مشترک ہے جس کے سبب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اپنے لیے بیان کردہ صفات کی نفی کرتے ہیں۔معتزلہ تین صفات کے علاوہ سب کا انکار کرتے ہیں۔

❀ **اشاعرہ:** اللہ تعالیٰ کی سات صفات کا اقرار کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں ارادہ، حیاۃ، علم، قدرت، سمع، بصر اور کلام، ان کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ سات صفات ضروری ہیں اور یہ کہ ان میں تشبیہ کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ معتزلہ اور اشاعرہ کے درمیان صفات کے عدد کا اختلاف ہے۔ یہ صفات معتزلہ کے نزدیک تین اور اشاعرہ کے نزدیک سات ہیں۔ ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے خبری صفات ثابت کرتے ہیں جیسا کہ ابن فورک اور بیہقی۔ ❶

❀ **ماتریدیہ:** اللہ تعالیٰ کے لیے چار صفات بالاتفاق ثابت کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ حیاۃ، علم، قدرت اور ارادہ جبکہ سمع اور بصر کے اثبات میں اختلاف کرتے ہیں۔ وہ ایک اور صفت کا بھی اضافہ کرتے ہیں جس کو (التکوین) کہتے ہیں یہ تمام متعدی افعال کا مرجع ہے مگر اشاعرہ اس کا اعتراف نہیں کرتے۔ صفت کلام کے متعلق ان لوگوں میں الحاد پایا جاتا ہے۔ یہ اشاعرہ کے الحاد سے کہیں بڑھ کر ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ لوگ تیرہ (۱۳) صفات کا اقرار کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے نزدیک بیس (۲۰) صفات جبکہ بعض کے نزدیک آٹھ (۸) ہیں جیسا کہ بیاضی اور قاری ❷ اس طرح یہ اپنی عقل کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات کم اور زیادہ کرتے رہتے ہیں۔ ابن ہمام نے اعتراف کیا ہے کہ متاخر احناف کا یہ دعویٰ کہ صفات فعلیہ تکوین کی طرف لوٹتی ہیں اور یہ سات صفات سے زائد ہے یہ ابوحنیفہ اور متقدمین اصحاب احناف کے ہاں نہ تھا یہ بعد میں ماتریدی کے زمانے کی پیداوار ہے۔ ❸

انیسواں قاعدہ: بعض صفات کے متعلق بات کرنا بقیہ صفات میں بات کرنے کی طرح ہے یعنی ان سات صفات کی اضافت مخلوق کی طرف بھی جائز ہے۔ انسان زندہ ہے، جانتا ہے، بولتا ہے، دیکھتا ہے، سنتا ہے، ارادہ کرتا ہے۔ پس بتاؤ جو صفات تم نے ثابت کی ہیں اور وہ جن کی تاویل کی ہے ان میں کیا فرق ہے؟ بتاؤ جن کو تم نے عقلی صفات کہا جیسا کہ حیاۃ، علم، قدرت سمع بصر اور جن کو تم نے خبری کہہ کر رد کر دیا جیسا کہ استواء، نزول، ہاتھ، آنکھ کے مابین کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ جو سات صفات تم نے ثابت کی ہیں جیسا کہ حیاۃ، علم وغیرہ ان میں تشبیہ کا وہم کیوں پیدا نہیں ہوتا جیسے بقیہ صفات میں ہوتا ہے جیسے استواء، نزول، ہاتھ اور چہرہ وغیرہ؟ یہ دونوں قسم کی صفات ایسی ہیں جن کا اضافہ خالق اور مخلوق دونوں کی طرف جائز ہے۔

اسی لیے جوینی نے متقدمین اشاعرہ پر لازم قرار دیا ہے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے خبری صفات کا اثبات کیا ہے جیسا کہ چہرہ اور ہاتھ اور بقیہ صفات کی تاویل کی ہے جیسا کہ استواء اور نزول وغیرہ۔ اس نے کہا: جب تم نے خبری صفات کا اثبات آیات کے ظاہر کی بناء پر کیا ہے تو تم پر لازم ہے کہ بقیہ صفات کو بھی ثابت کرو جیسا کہ استواء اور نزول وغیرہ ان کو بھی آیات کے ظاہر سے ثابت کرو ❹ یہ اشعری مذہب کے ایک فرد کا اپنے مذہب پر ہی رد ہے اور یہ رد صحیح ہے۔

---

❶ مشکل الحدیث وبیانہ: ۱۲۳۔
❷ اشارات المرام: ۱۱۴۔ الفقه الأكبر: ۱۹۔
❸ المسايرة: ۹۰۔
❹ الإرشاد ۱۵۷۔۱۵۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعویٰ ترکیب کا باطل ہونا:

اگر مستوی نہیں ہوتا اور نازل نہیں ہو سکتا مگر جس کا جسم ہو تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم کہو نہیں سن سکتا اور نہیں دیکھ سکتا مگر جس کا جسم ہو اور وہ ترکیب (مرکب) ہو۔ ہم کئی ایسے اجسام دیکھتے ہیں جو صفات اور اعضاء سے نہیں بنے پھر تم پر صفات کی نفی لازم ہوگی۔

جوینی نے کہا: اگر وہ ہمیں کہیں کے کہ استواء میں تم تشبیہ دے رہے ہو تو ہم کہیں گے تم سمع میں تشبیہ دے رہے ہو، اور تم نے اس کو عرض سے موصوف کر دیا بس جو کچھ بھی ہمیں استواء اور نزول والی صفت میں تم لازم کرو گے ہم تمہیں حیاۃ، سمع، بصر اور علم میں لازم کریں گے۔ ❶ یہ تمام صفات ایک ہی موضع میں ہیں۔

تشبیہ، تجسیم اور ترکیب کے نام پر صفات کی نفی کرنا فلاسفہ کا نظریہ ہے اور معتزلہ نے بھی اسی قاعدہ کو ہی بنیاد بنایا ہے جس کی بناء پر صفات باری تعالیٰ کی نفی کی ہے متقدمین فلاسفہ کی حجت متاخرین اشاعرہ کی حجت بن گئی۔ غزالی نے اسے فلاسفہ سے حکایت کیا ہے اور اپنی کتاب میں یہ کہتے ہوئے اس کا رد کیا ہے ''قائل کا یہ کہنا کہ ہر ترکیب مرکب کی محتاج ہوتی ہے جیسا کہ ہر موجود اپنے موجد کا محتاج ہے۔ جب تم لوگوں نے صفت کے لیے ذات، وصف اور حلول ثابت کیا درحقیقت ترکیب ہی تو ہے۔ ❷ جوینی نے (الشامل) میں پوری فصل قائم کی ہے (یعنی مبنی پر جسم) اور معتزلہ کے عاجز آنے کی بھی بات کی ہے کہ وہ اس پر دلائل پیش نہیں کر سکے کہ قدیم کے لیے جسم کا ہونا ضروری ہے۔ رازی نے (الدلیل فی مباحث الشرقیۃ) اور (المطلب العالیہ) میں اس کا فساد ذکر کیا ہے۔

تمہیں چاہیے کہ یا تو تمام صفات کو ثابت کرو اس قاعدہ کے تحت کہ جیسے اس کی شان کے لائق ہے یا پھر تمام صفات کی تاویل کرو۔ پھر تم لوگ اور جہمیہ برابر ہو جاؤ گے۔ کیونکہ صفات کا موضع حکم کے لحاظ سے ایک ہی ہے۔ اگر انسان استواء، نزول کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اور تم نے اس لیے اللہ تعالیٰ سے نزول واستواء کی نفی کر دی تو اسی طرح انسان سمع وبصر کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے لہٰذا پھر تم لوگ اس کی بھی نفی کرو ان صفات میں تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ (پاکی بیان کرنا) کیوں نہیں کی اور اس کی تاویل کیوں بیان نہیں کی؟ یہاں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف اعراض کی نسبت کرنا کیسے جائز ہو گیا؟ اگر ان صفات کے اثبات میں ترکیب (مرکب ہونا) نہیں ہے تو تم پر لازم ہے کہ استواء وغیرہ میں بھی یہی موقف اپناؤ۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اشاعرہ نے صفت رضا غضب، محبت کی تاویل کرتے ہوئے ان صفات کو (ارادۃ) سے کنایہ بیان ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ انہوں نے کہا (یغضب) (وہ غصہ ہوتا ہے) یہ کنایہ ہے غصہ کے ارادہ سے، اور (یرضی۔

---

❶ الإستواء والفوقية ضمن الرسائل المنير: ١٨٢/١۔

❷ تهافت الفلاسفة: ١٧٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راضی ہوتا ہے) کنایہ ہے ارادہ ثواب سے ❶ یہ اشاعرہ کے جملہ تضادات میں سے ہے جو ان کے مابین موجود ہے۔ جمہور اشاعرہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے۔ اگر وہ کفر کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور یہ کہ ارادہ، رضا اور محبت کا ایک ہی معنی ہے۔ ❷

سبکی نے محبت اور ارادہ کے اتحاد کا قول جمہور اشاعرہ کی طرف منسوب کیا ہے مگر اس نے اپنے لیے اس کے خلاف قول اپنایا ہے اور یہ کہا کہ رضا ارادہ کے علاوہ ہے۔ ❸

محبت کی تاویل ارادہ سے کرنے کا موقف اس سے بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ مراد ارادہ سے متأخر ہوتی ہے۔ بہت سے امور ایسے ہیں جن کو اللہ پسند بھی کرتا ہے اور ان سے راضی بھی ہوتا ہے مگر وہ واقع نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند تھا کہ ابوجہل اسلام لائے مگر ایسا نہ ہوا لہٰذا اللہ کی مراد یعنی محبت متأخر ہوگئی۔

یہ دعویٰ نبی کریم ﷺ کی اس دعا سے بھی رد ہوتا ہے ”اللهم إنی أعوذبك برضاك من سخطك، و بعفوك من عقوبتك“ اس دعا میں رسول اللہ ﷺ نے غضب اور عقوبت (سزا) کے درمیان فرق کیا ہے۔

بہت سے اشاعرہ نے نزول اور استواء کی تاویل کو اس دلیل کی بناء پر جائز قرار دیا ہے کہ اس سے اعضاء اور ترکیب (مرکب ہونا) کا وہم پیدا ہوتا ہے لیکن وہ (ید) ہاتھ کے بارے میں تناقض کا شکار ہو گئے اور اس کا اثبات کیا۔ یہ بھی ایک عضو ہے جس سے جسم کا شعور حاصل ہوتا ہے۔ تمہارے دعویٰ کے مطابق یہاں بھی تجسیم کا وہم پیدا ہوتا ہے۔

الفقہ الاکبر کے شارح نے امام طحاوی کا قول نقل کیا ہے کہ ”یہ نہیں کہا جائے گا کہ رضا سے مراد انعام کا ارادہ ہے اور غضب سے مراد انتقام کا ارادہ ہے یہ تو صفت کی نفی ہے۔

پھر شارح نے تاویل کرنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: تو نے غضب کی تاویل ارادہ انتقام سے اور رضا کی تاویل ارادہ ثواب سے کیوں کی ہے؟ تو وہ لازمی طور پر کہے گا کہ غضب دل کے جوش مارنے کا نام ہے جبکہ رضا شہوت اور مائل ہونے کا نام ہے تو اسے کہا جائے گا ارادہ اور مشیت ہمارے نزدیک اسی طرح ہے کہ زندہ آدمی کا اپنی مناسب اور پسندیدہ چیز کی طرف مائل ہونا ہے۔ جس معنیٰ کو تو نے مراد لیا ہے وہ اسی لفظ کی طرح ہی ہے جسے تو نے ترک کیا ہے اور اس کی تاویل کی ہے۔ ❹

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: جس کو تم نے ثابت کیا ہے اور جس کی تاویل کی ہے اس کے مابین کوئی فرق نہیں بلکہ ایک صفت میں کوئی قول دوسری صفات میں اسی قول کی مانند ہے کیونکہ ارادہ ایسی صفت ہے جس کے ساتھ مخلوقات کو بھی

---

❶ الاسماء والصفات ۱/۳۰۶، تمهيدالأوائل: ٤٧۔ مشكل الحديث وبيانه ۳۳۲۔

❶ نظم الفرائد ۹، مجرد مقالات الأشعری لابن فورك: ۱۵۔

❸ طبقات السبكی ۱۰/۲۹۵۔

❹ الفقه الأكبر شرح ملا علی قاری: ۳٤۔۳۵۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

متصف کیا جاتا ہے یا تو تم اس کے ارادہ کو مخلوق کے ارادہ جیسا سمجھو گے تو یہ تشبیہ ہے یا پھر اس کے دو ارادے شمار کرو گے اور یہی صحیح موقف ہے یہی کچھ تمہیں بقیہ صفات غضب اور رضا وغیرہ میں بھی کہنا ہوگا۔ کہ اس کی یہ صفات اس کی شان کے مطابق ہیں۔ [1]

ان لوگوں نے متماثل چیزوں کے درمیان فرق کر دیا ہے اگر یہ غور کرتے تو انہیں پتہ چلتا کہ جس صفت کو انہوں نے ثابت کیا ہے اور جس کی تاویل کی ہے ان کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔

بیسواں قاعدہ: اگر ہم تمہارے ساتھ تاویل کے قاعدہ پر متفق ہو جائیں تو ہم سب سے پہلے جس چیز کی تاویل کریں گے وہ تمہارا کلام ہے تمہارا قول (استولیٰ) درحقیقت (استوی) کی تاویل ہے۔ ہماری تاویل کا قرینہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ سے پاک کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اپنے لیے وصف بیان کرنا تمہارے وصف سے کہیں بہتر اور اعلیٰ ہے اگر تمہیں ہماری بات غصہ دلائے اور تم اسے ہمارا عبث قول خیال کرو تو ہم کہیں گے تم نے اللہ تعالیٰ کو نصوص میں عبث تاویل کر کے غصہ دلایا ہے۔ اگر ہمیں کہا جائے کہ تم مشبہہ ہو تو ہم کہیں گے ہم نے اللہ تعالیٰ کے لیے وہی ثابت کیا جو اس نے اپنے لیے ثابت کیا ہے۔ لفظ (استویٰ) اگرچہ مشترک ہے لیکن اس کی حقیقت مختلف ہے۔

لیکن جب ہم تاویل کرنے والوں سے سوال کریں کہ تم نے خالق کو مخلوق کے ساتھ کیوں تشبیہ دی تم لوگوں نے اس کی طرف (استیلاء۔غلبہ) کی نسبت کی جبکہ یہ لفظ تو خالق اور مخلوق کے درمیان مشترک بھی نہیں۔ یہ تو فقط مخلوق کا وصف ہے؟ تو یہ کبھی نہیں کہہ سکیں گے (استیلاء) یعنی اس نے قبضہ کیا جیسے اس کی شان کے لائق ہے کیونکہ یہ وصف اصل میں اللہ تعالیٰ کے لائق ہی نہیں ہے۔ اگر اس کے لائق ہوتا تو وہ اسے اپنے لیے بیان کرتا۔ وہ تمہارا انتظار اے تاویل کرنے والو کبھی نہ کرتا کہ تم اسے اس صفت کے ساتھ تشبیہ دو۔ تمہارے اوپر تشبیہ اور تجسیم کا قول اس شخص کی نسبت زیادہ لاگو ہوتا ہے جس کو تم یہ الزام دیتے ہو۔

صفات کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب:

شافعی رحمۃ اللہ علیہ اہل کلام کے طریقہ پر تاویل کو تعطیل کا نام دیتے ہیں، انہوں نے فرمایا: ''میں نے اہل کلام کی تعطیل پر اطلاع پائی ہے۔ [2]

ان کا مذہب صفات کا اثبات تھا اور تاویل نہ تھا جیسا کہ انہوں نے کہا: ہم ان صفات کو ثابت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کی ہیں اور اس چیز کی نفی کرتے ہیں جس کی نفی اس نے اپنے لیے کی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [3] اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا۔ اس طرح حافظ ابن حجر نے ان

---

[1] الرسالة التدمرية: ۲۱۔

[2] سیر اعلام النبلاء ۲۸/۱۰۔

[3] الشوری: ۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے نقل کیا ہے۔ ❶

اور کہا: وہ سنت جس پر میں ہوں اور میں نے اپنے اصحاب اہل الحدیث کو پایا ہے اور ان سے سیکھا ہے جیسا کہ سفیان و مالک وغیرہ وہ یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول میں اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر آسمانوں کے اوپر ہے۔ اپنی مخلوق کے قریب ہوتا ہے جیسے چاہتا ہے اور آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ ❷

اسی طرح کا جواب حدیث نزول کے متعلق سوال پر ابن مبارک نے دیا ہے جب ان سے پوچھا گیا کہ کیسے نزول فرماتا ہے تو انہوں نے فرمایا: وہ جیسے چاہتا ہے نزول فرماتا ہے۔ ❸

حافظ ابن حجر نے امام شافعی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات جو اس کی کتاب میں وارد ہوئی ہیں یا پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو خبر دی ہے کسی ایک کے لیے ان کو رد کرنا جائز نہیں ہے۔ جو دلیل قائم ہو جانے کے بعد ان کا انکار کرے تو وہ کافر ہے البتہ دلیل قائم ہونے سے پہلے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے معذور ہے ❹ کیونکہ ان صفات کا علم عقل سے حاصل نہیں ہوتا۔ ہم یہ صفات ثابت کرتے ہیں اور تشبیہ کی نفی اسی طرح کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کی ہے ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ﴾ ❺ اس سے ان کا یہ دعویٰ یعنی (الصفات العقلیہ) بھی باطل قرار پاتا ہے (کہ یہ عقل سے ثابت ہوتی ہیں) سمع ہی دلیل ہے جس سے ہم صفات ثابت کرتے ہیں عقل سے نہیں۔

حبشی شافعی رحمہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہوئے:

حبشی نے واضح طور پر شافعی رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔ شافعی رحمہ اللہ کا مطلق قول ہے کہ ''صفات کا علم عقل کی بنیاد پر حاصل نہیں ہوسکتا'' جبکہ حبشی نے دعویٰ کیا کہ شافعی رحمہ اللہ کے ہاں صفات کی دو قسمیں ہیں:۔

ایک جن کا ادراک عقل سے ہوسکتا ہے۔ یہ تیرا (۱۳) صفات میں جیسا کہ قیام بالنفس اور قیام الحوادث وغیرہ اور ان کا انکار کرنے والا کافر ہے اور دوسری قسم جن کا ادراک عقل کے ذریعے نہیں ہوتا ہے۔ ❻

ابو نصر سجزی نے کہا: ہمارے آئمہ جیسا کہ سفیان دونوں حماد، ابن عیینہ فضیل۔ ابن مبارک، احمد بن حنبل اور اسحاق

---

❶ فتح الباری: ۱۳/۴۰۷۔
❷ عون المعبود ۱۳/۴۱، ۴۷۔ طبقات الحنابلۃ ۲/۱۹۸، ۱۹۹۔
❸ الأسما والصفات: ۵۶۹۔
❹ یہ ہمارا مسلک ہے نہ کہ وہ جو مخالف کہتا ہے کہ ہم کفر کا فتویٰ لگانے میں غیر محتاط ہیں۔
❺ فتح الباری ۱۳/۴۰۷۔ سیر اعلام ۱۰/۸۰۔
❻ صریح البیان: ۱۰۱۔۱۰۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ پر ہے اور یہ کہ وہ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور وہ غضبناک اور راضی ہوتا ہے اور جیسے چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ ❶

یہ اہل حدیث کا موقف ہے جس کی تم مخالفت کرتے ہو، تم جس قدر چاہو جھوٹ بولو، جس قدر چاہو وہم پیدا کرو، جس قدر چاہو اختلاف کرو اور تنزیہ وغیرہ کے نام پر جتنے بھی عذر لاؤ مگر یاد رکھو اہل حدیث نے ان صفات کو ثابت کیا ہے اور ان احادیث کو ان کی متابعت کے بعد صحیح قرار دیا ہے اور ان کو اپنی کتب میں باب التوحید کے تحت درج کیا ہے یہ تمہارے خلاف حجت کے لیے کافی ہے۔

کیا عرش رب العالمین کے نیچے ہے؟

بعض اشاعرہ (احباش) نے میرے متعلق کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے تحت (نیچے) کسی چیز کو ثابت کیا ہے کیونکہ میں نے کہا ہے کہ عرش رب العالمین کے تحت ہے۔ اس کو انہوں نے جہالت قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں اس لحاظ سے تو انہیں اپنے شیخ رازی کو بھی جاہل قرار دینا پڑے گا۔

رازی کہتا ہے محمد (ﷺ) اللہ کے تحت ہیں:

رازی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قارون کو دھنسا دیا اور زمین اس کے اوپر کر دی اور محمد ﷺ کو بلند کیا حتیٰ کہ (قاب قوسین) ان کے نیچے کر دیا۔''

تم رازی کے متعلق کیا کہو گے، کیا وہ بھی تمہارے ہاں جاہل ہے؟ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ لوگ لغت سے بھی قطعی طور پر ناواقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں لغت کے تقاضوں کے مطابق مخاطب کیا ہے۔ سلف صالحین نے اسی تقاضا کے پیشِ نظر یہی سمجھا کہ وہ عرش پر ہے۔ فوقیت کے دو ہی معانی ہیں (۱) مکان کے اعتبار سے (۲) منزلت کے اعتبار سے۔

تم پر تیسرے معانی لازم ہیں کہ سلف جہت کے قائل تھے کیونکہ انہوں نے صراحت کی ہے کہ وہ عرش کے اوپر ہے پھر انہوں نے جہمیہ کا رد کیا ہے کہ فوقیت سے مراد منزلت کی فوقیت ہے اور انہوں نے ان پر الزام دیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو آسمانوں پر خیال نہیں کرتے کیونکہ وہ پہلی قسم کی فوقیت کا انکار کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا جو آج فوقیت منزلت مراد لیتا ہے درحقیقت وہ جہمیہ اور فرعون کے موافق ہے جس نے موسیٰ علیہ السلام کے اس عقیدہ کا رد کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے۔ جیسا کہ طبری نے اس کی وضاحت کی ہے طبری نے کہا: اس (فرعون) نے کہا میں موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا سمجھتا ہوں کہ یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ آسمانوں پر ہے اور اس نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے) دیکھئے تفسیر طبری (جلد نمبر ۲۴، صفحہ نمبر ۴۳) اسے ابن الجوزی نے (زاد المسیر ۶ / ۲۲۳) میں بھی نقل کیا ہے۔

❶ سیر اعلام النبلاء: ۶۵۶/۱۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا تم فرعون کے موافق ہو اور موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے والے ہو؟

اے صوفیاء تم کس مقام پر ہو؟

تمہارے شیخ بہاء (الکفر)۔ (1) شاہ نقشبند نے کہا: بہت دفعہ مجھے عرش پر لے جایا گیا اور اتنا بلند کیا گیا جتنا زمین اور عرش کا فاصلہ ہے اور میں نے امام شاہ نقشبند کا مقام دیکھا۔۔۔ (پھر کہا) میں جب چاہتا ہوں آسمان کا معراج کر لیتا ہوں۔ (2)

تم لوگ اللہ تعالیٰ کے علو کا انکار کر کے اور موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کر کے فرعون کے منہج پر ہو۔

صفات باری تعالیٰ کے متعلق عبدالقادر جیلانی کا مذہب:

شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب (الغنیۃ) میں کہا: یقیناً اللہ تعالیٰ بند کرتا ہے اور کھولتا ہے، خوش ہوتا اور محبت کرتا ہے، غضب ناک ہوتا ہے اور ناراض ہوتا ہے، اس کے دو ہاتھ ہیں اور دونوں ہی دائیں ہیں اور بندوں کے دل اس کی انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ جہتِ بلندی میں اپنے عرش پر مستوی ہے، پوری کائنات کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی سے پوچھا تھا کہ (أین اللہ) اللہ کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر ہے اور وہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ وہ نور و ظلمت کے ستر ہزار پردوں میں ہے عرش کی حد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (3)

صفت استواء کو بغیر تاویل کے ماننا چاہیے، یہ استواء ذاتی ہے بیٹھنے کے معانی میں نہیں ہے جیسا کہ کرامیہ نے کہا ہے اور نہ ہی علو منزلت مراد ہے جیسا کہ اشعریہ نے کہا ہے اور نہ ہی استیلاء کے معانی میں ہے جیسا کہ معتزلہ نے کیا ہے۔ (4)

وہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ اس سے رحمت کا نزول مراد نہیں ہے نہ ہی ثواب ہے جیسا کہ معتزلہ اور اشاعرہ نے دعویٰ کیا ہے۔ (5)

جہمیہ نے تاویل فلاسفہ اور باطنیہ سے لی ہے اور جہمیہ سے معتزلہ سے لی ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے سچ کہا اس کی گواہی ابن عساکر وغیرہ نے دی ہے۔ جعد بن درہم (6) نے یہ بدعت بیان بن سمعان سے حاصل کی اور اس نے اسے طالوت بن اخت لبید بن اعصم سے لیا جو اس کی بیٹی کا شوہر ہے اور طالوت نے لبید بن عاصم سے لیا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا اور لبید نے مدینہ کے یہودیوں سے حاصل کیا۔ (7)

---

(1) اس کا نام بہاء الدین ہے۔
(2) المواهب السرمدیه: ۱۸٤۔ انوار القدسیه: ۱۸۲۔
(3) الغنیة لطالبی الحق ٥٤/٥٥۔
(4) یہ عام اشعریہ کا قول ہے۔
(5) الغنیة لطالبی الحق۔
(6) یہ جہمیہ کا سربراہ ہے۔ وہب بن منبہ نے کہا میرے خیال میں یہ ہلاک ہونے والوں میں سے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ہاتھ، آنکھ کی خبر نہ دیتا تو ہم ایسی بات نہ کرتے۔ سیر اعلام النبلاء ٤٣٣/٥۔
(7) البداية والنهاية: ۹/۳٥۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اشعری مذہب کی سند ہے جو جعد اور واصل بن عطاء کے واسطہ سے جہم تک پہنچتی ہے ابوموسیٰ اشعری تک نہیں۔
شہرستانی نے کہا: واصل بن عطاء نفی صفات میں قولِ ظاہر پر شریعت سازی کی کوشش کرتا تھا، اس کے اصحاب نے فلسفہ کی کتب کے مطالعہ کے بعد ایسا کیا ہے۔ ❶

صفات کے متعلق ابوالحسن اشعری کا مذہب:

ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ پہلے پہل تو معتزلہ میں شامل تھے مگر انہوں نے یہ مذہب چھوڑ کر صفات باری تعالیٰ کے اثبات کا مذہب اپنایا۔ وہ صفات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کی ہیں انہوں نے مذہب اہل السنہ والجماعت کو اپنانے کا اعلان کیا اور تاویل کو ترک کر دیا اور کہا کہ وہ ہاتھ اور آنکھیں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرتے ہیں۔ اسی طرح چہرہ اور استواء ثابت کرتے ہیں اور اس کی تاویل نہیں کرتے۔ ❷

ذہبی نے اشعری کا عقیدہ ذکر کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ انہوں نے تاویل کو چھوڑ اہل السنہ کا راستہ اپنا لیا تھا اور معتزلہ کے مذہب کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ ❸

اشعری کی طرف منسوب ہونے والے اپنی جہالت کی بنیاد پر یہ بھی نہیں جانتے کہ انہوں نے تاویل کا مذہب چھوڑ کر اثبات کا مذہب اپنایا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتلایا ہے۔ یہ لوگ معتزلہ کے ان عقائد سے بھی واقف نہیں ہیں جو ان کی کتب میں موجود ہے۔ متأخرین اشاعرہ معتزلہ کی تاویلات سے بھی ناواقف ہیں۔ وہ ان کی تاویلات کا دفاع اہل السنہ والجماعۃ کی تاویلات سمجھ کر کرتے ہیں، حالانکہ وہ خالص معتزلہ کی تاویلات ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ معتزلہ تو صفات کی تاویل نہیں کرتے بلکہ وہ تو تاویلات کو جھٹلاتے تھے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ وہ وہی بات کہتے تھے جو آج بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم ان صفات پر ایمان لاتے ہیں لیکن یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا ظاہر مراد نہیں ہے۔ ❹

بلکہ احمد بن حنبل نے نص بیان کی کہ صفوان قرآن مجید کی تاویل اس کی تفسیر کے علاوہ کیا کرتا تھا۔ ❺

اگر معتزلہ صفات کا رد کرتے تو ان کے کفر میں کوئی بھی شک نہ کرتا لہٰذا انہوں نے صفات کی تاویل کی اور ان سے اشاعرہ نے تاویل کو حاصل کیا۔ یہ (ید۔ ہاتھ) کی تاویل قدرت سے، استواء کی استیلاء سے آنے کی حکم آنے سے اور نزول کی فرشتہ کے نزول سے کرتے ہیں۔

---

❶ الملل والنحل: ۱/۴۶، ۳۰۔
❷ مقالات الاسلامیین: ۲۹۱۔
❸ سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۴۔
❹ متشابہ القرآن لعبدالجبار معتزلی: ۱۹۔
❺ الرد علی الزنادقہ والجہمۃ: ۶۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے ابوالحسن اشعری نے ہمارے لیے تاویلات کے نقل کی ہیں۔ کہ اللہ کے نزول کا مطلب اس کی آیات کا نزول ہے یا پھر فرشتہ کا نزول ہے۔ ❶ اس تاویل پر حبشی بضد ہے کہ یہ اہل السنہ والجماعۃ کا مذہب ہے۔

اس میں دلیل ہے کہ معتزلہ تاویل پر اعتماد کرتے تھے جب ابوالحسن اشعری نے اعتزال کا مذہب ترک کیا تو تاویل کو بھی ترک کر دیا۔ اس نے معتزلہ کی تاویل کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار تصور کیا۔ اس نے اپنی کتاب (الابانۃ) میں وضاحت کی ہے کہ وہ امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہے۔ اشعری مذہب کی طرف منسوب لوگ آج تک اس کتاب سے تجاہل عارفانہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور ان کے آخری موقف سے بھی تجاہل برتتے ہیں کہ انہوں نے تاویل چھوڑ کر اثبات کا موقف اپنایا اور اہل تاویل کو چھوڑ کر امام احمد بن حنبل کے مسلک پر آگئے۔

اشعری کے فکری مراحل:

مرتضیٰ زبیدی نے ابن کثیر سے اشعری کے فکری مراحل ذکر کیے ہیں۔ یہ مراحل تین ہیں۔

پہلا:۔ اعتزالی فکر جس سے اس نے رجوع کر لیا۔

دوسرا:۔ سات عقلی صفات کا اثبات (حیاۃ، علم، ارادہ، سمع، بصر اور کلام) جبکہ خبری صفات کی تاویل جیسا کہ چہرہ، ہاتھ، قدم، پنڈلی وغیرہ اس طریقہ میں اس نے عبداللہ بن سعید بن کلاب کی تقلید ہے۔

تیسرا:۔ سلف کے مذہب پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا اثبات بغیر کیفیت اور تشبیہ کے، اس کی وضاحت ان کی کتاب (الابانۃ) میں ہے۔ ❷

لیکن اشاعرہ ان کے دوسرے مرحلہ پر اٹکے ہوئے ہیں۔ سبکی نے تاکید کی ہے کہ اشعری نے مذہب سلف کی طرف رجوع کر لیا اور وضاحت کی کہ: ''میرا عقیدہ امام احمد بن حنبل والا ہے۔'' سبکی نے کہا اشعری کی یہ عبارت کئی مقامات پر دیکھی جاسکتی ہے۔ ❸

اشعری کی کتاب (الابانۃ کا تذکرہ):

بعض لوگوں نے اشعری کے تیسرے مرحلہ میں شک وشبہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور (الابانہ) کی ان کی طرف نسبت کا انکار کیا ہے۔ مگر بہت سے محققین نے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرتے ہوئے اس کتاب میں موجود عقیدہ کا اشعری سے اثبات کیا ہے اور اس بات کا انکار کیا ہے کہ کتاب (اللمع، واستحسان الخواص فی علم الکلام) ان کی آخری کتاب تھی۔ ❹

---

❶ مقالات الاسلامیین ۲۹۱۔

❷ اتحاف السادۃ التقین ۴/۲۔

❸ طبقات الشافعیۃ ۹۹/۳۔

❹ مذاهب الاسلامیین للبدری ۵۱۸/۱۔ (مقدمہ الابانۃ) الفوقیۃ محمود: ۲۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احباش نے (الابانۃ) کے متداول نسخہ میں شک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور کہا ہمارے مخالفین جو نسخہ پیش کر رہے ہیں وہ ملاوٹ شدہ ہے اور وہ قابل اعتماد نہیں اور وہ معتمد نسخہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ❶

ہم کہتے ہیں کیا احباش کے پاس وہ نسخہ ہے جو ملاوٹ سے پاک ہو۔ اگر ان کے پاس یہ نسخہ ہوتا تو ضرور پیش کرتے مگر ایسا نہیں ہے۔

ہم ان کے سامنے (الابانۃ) سے وہ اقتباسات پیش کرنا چاہتے ہیں جو حافظ ابن عساکر نے ذکر کیے ہیں اور ان کو کوثری نے بہترین کہا ہے اور ان کو حافظ ابن عساکر کے رسالۃ (التبین) کی تحقیق میں برقرار رکھا ہے۔

حافظ ابن عساکر اور بیہقی کی کتاب (الابانۃ) کی توثیق:

اشعری مذہب کو سب سے زیادہ جاننے والے حافظ ابن عساکر اور بیہقی نے ان لوگوں کی مخالفت کرتے ہوئے اس کتاب کو (اشعری) سے ہی ثابت کیا ہے۔ ❷

ابن عساکر نے یہ بھی تاکید کی ہے کہ قدیم اشاعرہ کتاب (الابانۃ) کے مضامین پر مکمل اعتماد اور یقین رکھتے تھے۔ ❸

میں کہتا ہوں مگر فقط بعد کے اشاعرہ۔

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں، ہمارے بعض اصحاب نے (الابانۃ) کی تعریف کرتے ہوئے کہا: اگر وہ (الابانۃ) اور (اللمع) کے علاوہ کچھ نہ بھی لکھتے تو یہ کافی ہوتا۔ انہوں نے مختلف فنون کو جمع کر دیا۔

ابن عساکر ابو عثمان صابونی نیساپوری سے روایت کرتے ہیں۔ وہ جب بھی گھر سے نکلتے ان کے ہاتھ میں ابوالحسن اشعری کی کتاب (الابانۃ) ہوتی تھی اور اس کو بہت ہی پسند کرتے تھے۔ ❹

ابن عساکر اور صابونی نے بھی اشعری کے عقیدہ کی تبدیلی کی وضاحت اور تعریف کی۔

ابن عذبہ حنفی نے بھی اس کتاب کی تعریف کی۔ ❺

ابومرتضیٰ زبیدی نے بھی اپنی کتاب (اتحاف السادۃ المتقین) میں اس کا اثبات کیا ہے۔ دیکھئے جلد ۲ صفحہ ۴۔

امام ذہبی نے بھی اس کتاب کی نسبت کو ثابت کیا ہے، کہا: الابانۃ۔ ابوالحسن اشعری کی معروف تصانیف میں سے ایک ہے۔ حافظ ابن عساکر نے بھی اسے ثابت کیا اور اس پر اعتماد کیا ہے۔ امام محی الدین نووی نے اسے اپنے ہاتھ سے بھی لکھا ہے۔ ❻

---

❶ مقدمه (منتخب حدائق الفصول وجواهرا الأصوال): ص ١٠۔

❷ الإعتقاد ٩٦، ١٠٩۔

❸ تبيين كذب المفترى ٣٨٨۔

❹ الروضة البهية: ٥٣۔

❺ الروضة البهية: ٥٣ ❻ مختصر العلولرهبى: ٢٣٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوثری بھی شاید اسی لیے اس اعتراف پر مجبور ہو گیا مگر اس نے (تبیین کذب المفتری) کی تعلیق میں واضح کیا کہ ابوالحسن اشعری اس کتاب سے حنابلہ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ ❶ یعنی دھوکہ دینا چاہتا تھا۔

ہم اسے قطعاً تقیہ (دھوکہ) شمار نہیں کرتے کیونکہ اشعری نے علی الاعلان مسجد کے اندر پوری جرأت کے ساتھ تاویل چھوڑ کر سلف کا مذہب اپنانے کا اعلان کیا۔ تاریخ میں یہ موقف ثابت شدہ ہے اور یہ لکھا جاتا رہے گا۔ کوثری کی یہ بات فقط اشعری پر طعن و تشنیع ہے۔

اس کتاب کا انکار کرنے والے بعض لوگوں نے کہا ابوبکر فورک نے اشعری کی تصنیفات کا ذکر کیا مگر ان میں (الابانۃ کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن ابن عساکر نے ابوبکر فورک کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ان سے اس کتاب کا ذکر غلطی سے رہ گیا ہے جیسا کہ اشعری کے ایک اور رسالہ کا بھی ذکر نہیں ہو سکا (رسالة الأشعری الی أهل لثغر) اور (رسالة الحبث علی البحث) اور یہ قاعدہ ہے کہ (مثبت۔ ذکر نے والا) نفی کرنے والے پر مقدم ہوتا ہے۔

ابن فورک کا (الابانۃ) ذکر نہ کرنا نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ اشعری نے ایک کتاب (مقالات الاسلامیین) مذہب سلف کے مطابق ترتیب دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا تذکرہ کیا ہے جیسا کہ ہاتھ، چہرہ، استواء اور نزول جیسے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔

رازی کے (القاعدة العلية) کا تعاقب:

رازی نے عقلی دلیل کو شرعی دلیل پر مقدم کرنے کا قاعدہ ذکر کیا ہے اور یہ دلیل دی ہے کہ شرعی احکام ثابت کرنے میں اصل عقل ہے لہٰذا عقل کو مقدم کرنا اور شرعی دلیل کی تاویل کرنا ضروری ہے اور ایسی تاویل لازم ہے جو عقل کے مطابق ہو۔ ❷ غزالی نے کہا عقل ہی حاکم (فیصلہ کن) ہے جو کبھی غلطی نہیں کرتی ہے اور یہ کہ جس نے عقل کو جھٹلایا اس نے شریعت کو جھٹلا دیا اگر عقل تصدیق نہ کرتی تو کبھی سچے نبی اور جھوٹے نبی کا فرق نہ ہو سکتا۔ ❸

❶ تعلیقات تبیین کذب الفتری ۳۹۲۔ یہ متأخر جہمی ہے جو سلف پر طعن و تشنیع کرتا تھا اس کی حقیقت جاننے کے لیے دیکھئے احمد الغماری کی کتاب: بیان تلبیس المفتری محمد زاہد الکوثری الغماری نے اس کے بارے میں ابدع التفاسیر (۱۸۰،۱۸۱) پر بھی ذکر کیا ہے اور کہا یہ شدید متعصب حنفی ہے حتیٰ کہ ہمارے بھائی ابوالفیض نے اسے (مجنون ابوحنیفہ) کہا۔ اس نے آئمہ حدیث پر طعن کیا ہے جیسا کہ ابن حجر کے متعلق کہا کہ وہ سر بازار نوجوان لڑکیوں کو چھیڑا کرتا تھا اور اس نے انس بن مالک کو بے وقوف کہا کیونکہ وہ ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف روایت کرتا تھا۔ اس نے ایک موضوع روایت کو صحیح کہنے کی پوری کوشش کی کیونکہ اس میں ابوحنیفہ کی بشارت ہے۔ حسام الدین مقدسی نے اپنی کتاب (الانتعّاء) میں اس کے ظلم و زیادتی کا پردہ چاک کیا ہے۔ محمد العربی نے بھی اپنے رسالۃ (تنبیه الباحث السری) میں اس پر رد کیا ہے۔
کوثری آئمہ اہل السنہ پر طعن و تشنیع کرتا ہے جیسے اس نے امام دارمی پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ امام احمد کے فرزند عبداللہ کو کافر کہا۔ ابن خزیمہ کی کتاب التوحید کو (کتاب الشرك) کہا۔ حماد بن سلمہ کو بھی طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ حالانکہ ان آئمہ کی توثیق و تعریف امت کے کبار علماء و فقہاء کر چکے ہیں اور ان پر طعن کرنے والے کو متعصب اور ظالم قرار دے چکے ہیں۔

❷ محصل أفكار المتقدمين والمتأخرين: ۷۱۔۱۵۰۔ أساس التقديس ۱۷۲۔

❸ قانون التاويل: ۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معتزلہ کے موافق مذہب کی طرف پلٹنا:

ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اشاعرہ نے مذہب اہل السنہ والجماعت عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے یہی بات ان سے پہلے معتزلہ بھی کہہ چکے ہیں۔ یہ تو لوگوں کو معتزلہ کے مذہب کی طرف بوٹانا ہے اس کے بعد کہ اشعری ان کو اس مذہب سے دوری اختیار کر چکا تھا، قاضی عبدالجبار جو کہ معتزلہ کا سردار ہے نے صراحت کی ہے کہ دلائل چار قسم کے ہیں (۱) حجۃ العقل (۲) کتاب اللہ (۳) سنت (۴) اجماع اور کہا اللہ تعالیٰ کی معرفت تو عقل کے ذریعے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ ❶

مرتضیٰ زبیدی نے صراحت کی ہے کہ معتزلہ نے اپنی عقل کے مطابق الفاظ میں تاویل کی ہے اوران کو بدل ڈالا ہے۔ ❷ یہ دلیل بطور ثبوت کافی ہے کہ معتزلہ مرض اشعری مذہب میں سرایت کر چکا ہے۔

معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ ❸ اوراس کے لیے عقلی دلیل کو سہارا بنایا ہے ان لوگوں نے اس بناء پر کتاب وسنت کی نصوص کی تاویل کی۔ انہوں نے کہا: اگر ہم میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کھولیں تو عذاب کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ ہماری عقلیں تو اس کا فیصلہ (یقین) کرتی ہیں جو آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ رازی کے عقل کو مقدم کرنے کی وجہ سے یہ اپنی تاویل میں معذور ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ رازی کا قانون اعتزالی مذہب سے ماخوذ ہے۔

کس میزان کے تحت رازی نے فیصلہ کیا ہے عقلی دلیل (غیر معصوم) شرعی دلیل (معصوم) پر مقدم ہے؟ اور تمہاری عقلوں نے کیسے فیصلہ کر لیا کہ اگر قبر کا معائنہ کرنے والے کو عذاب قبر نظر نہیں آتا تو عذاب ہوتا ہی نہیں ہے؟ تم پر لازم ہے کہ تم کہو کہ عذاب نفسانی عقل اور نقل (منقول) میں تعارض ہو تو ہم عقل کو مقدم کریں گے۔

اس شخص نے انصاف کے ترازو کو کس قدر فاسد کر ڈالا جو عقل (غیر معصوم) کو نص ومنقول (معصوم) پر ترجیح دے اور اس کو مؤخر کر دے یہ تو کتاب وسنت کو بے اہمیت کرنے کا دعویٰ ہے نبی کریم ﷺ نے کتاب وسنت میں (عصمت) کی بات کی ہے۔ فرمایا ’’میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے اگر ان کو تھامے رکھو گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت‘‘ عصمت کا دعویٰ آپ نے ایسے شخص کے لیے نہیں کیا جو عقل کو تھامے رکھے۔ اکثر گمراہ لوگ اپنے آپ عقلمند بنتے ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ عصمت اس کو حاصل ہے جو عقل سے ثابت ہو۔

کیا سلف نے یہ موقف اپنایا ہے۔ ان کے نزدیک ہر حال میں شریعت عقل پر مقدم رہی ہے۔ غور کرو اور سوچو۔

صحابہ کے عقل کو استعمال کرنے کے چند نمونے:

جب اعرابی نے انکار کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑا اسے بیچا ہے اور اس پر آپ سے گواہ طلب کیا تو خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور گواہی دی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کو گھوڑا بیچا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان

---

❶ شرح اصول الخمسۃ۔ ۸۸۔

❷ اتحاف السادۃ المتقین: ۲/۸۷۔

❸ مقالات الاسلامیین ۴۷۳، فضل الاعتزال: ۲۰۲۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے پوچھا آپ کیسے گواہی دے رہے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا آپ کی تصدیق کی وجہ سے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی گواہی کو دو لوگوں کے برابر شمار کیا''۔ ❶

یہ واقعہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کے کلام کے بارے میں عقل سلیم کا معیار بتلا رہا ہے۔ یہ عقل کتاب وسنت کے لیے صدق وکمال کی گواہی دے رہی ہے نہ کہ ان پر حاکم ہے۔

سمع (سننا) کو یہ نہ ہی تو تسلیم کرتا ہے اور نہ صحابہ اس کی تعظیم ہے کہ اس پر عقل کو مقدم کیا جائے ورنہ یہ تو عقل پر ہی اعتراض ہوگا کیونکہ نصوص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اس میں کوئی تضاد نہیں ہوتا۔ فرمایا ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ ❷ اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

ایسی عقل کا کوئی اعتبار نہیں ہے جو سمع (دلیل) کی تصدیق نہ کرے۔ نقل (منقول) معصوم ومحفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے جبکہ عقلوں کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا کہ عقل غلطی نہیں کر سکتی۔

اللہ تعالیٰ کی صفات، صفاتِ کمال ہیں۔ عقل نے بھی اللہ تعالیٰ کو صفات کمال کے ساتھ متصف کرتی ہے۔ عقل اس بات کا بھی تقاضا کرتی ہے کہ ہر وہ صفت جس کے ساتھ مخلوق متصف ہو سکتی ہے اور وہی صفت اللہ کے لیے بھی ممکن ہو تو اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اس صفت کے کمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو متصف کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ ❸

پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنے عقلوں کی طرف لوٹاؤ۔ کیونکہ مختلف لوگوں کی عقلیں مختلف اور ان میں تفاوت (درجہ بندی) ہے۔ بعض لوگوں کی عقل نے سات صفات ثابت کیں۔ پھر دوسرے لوگوں کی عقل نے چھ اور بڑھا کر تیرہ کر دیں پھر کچھ لوگوں کی عقل نے سات اور بڑھا کر بیس کر دیں۔ کسی کی عقل نے کہا جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کیں حتیٰ کہ ایک صفت بھی تو وہ کافر ہے، پہلے عز بن عبدالسلام کی وضاحت گزر چکی ہے کہ اشاعرہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں مختلف ہیں۔ ❹

عقلی دلیل مضبوط نہیں عقل کسی ایک چیز پر ثابت نہیں رہتی جبکہ شرعی دلائل مستقل اور ثابت شدہ ہیں۔ اس کی مثال ابن سینا ہے۔ اس کی کتاب (القانون فی الطب) سے یورپ نے بھی استفادہ کیا مگر دینی امور میں اس کی عقل خبط واختلاف کا شکار ہے وہ اپنی عقل کی بنیاد پر زندیق بن گیا۔

---

❶ مسند احمد ۲۱۶/۵، ابوداؤد ۳۶۰۷۔
❷ النساء: ۸۲۔
❸ النساء: ۵۹۔ ❹ قواعد لأحكام ۱۷۲، الاعلام بقواطع الاسلام ۲۴۔ الزواجر ۳۵۰/۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اندھی تقلید والے ہیں، عقلانی نہیں:

یہ لوگ حقیقت میں مقلد ہیں عقلانی نہیں ہیں۔ کس عقل نے اشاعرہ کو بلا محل رؤیت کے اعتقاد پر کی دلالت کی ہے؟ بلکہ عقلی طور پر اللہ تعالیٰ کی رؤیت کی نفی لازم ہے کیونکہ رؤیت محل اور مقابلہ میں ہوتی ہے اور جو نہ تو اوپر ہو نہ نیچے نہ دائیں نہ بائیں نہ داخل نہ خارج تو اس کی رؤیت عقلی طور پر ناممکن اور شرعی طور پر بھی مردود ہے۔

تو عدم کی رؤیت کونسی عقل قبول کرتی ہے؟

اگر تو تم اللہ تعالیٰ کے بلند اور اوپر ہونے کی نفی کرو تو تمہیں اللہ کی رؤیت کی نفی بھی لازم آئے گی یا پھر تم اس کا علو (بلندی) ثابت کرو ضروری طور پر تا کہ اس کی رؤیت ثابت کر سکو ورنہ ہم تمہیں وہی بات کریں گے جو تم نے معتزلہ سے کی کہ جو بندہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت میں نہیں ہے اور پھر وہ اس کی رؤیت (دیدار) کا دعویٰ کرے تو لوگ اس کی عقل پر ہنسیں گے۔ ❶

(صفات میں) عقل کو استعمال کرنے کی چند برائیاں:

اشاعرہ عقل کو دلیل بنانے میں تضاد کا شکار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے مسئلہ میں وہ عقل ونقل کے مابین رہتے ہیں۔

دو عقلی دلائل کو بہترین یا بدترین ماننے کے سلسلہ میں نقل کو عقل پر ترجیح دیتے ہیں یہ موقف معتزلہ کے خلاف ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ سزا وجزاء اور حیاتِ اخروی کے متعلق احکام نقلی دلائل سے ہوں گے عقلی نہیں۔

صفات کے مسئلہ میں انہوں نے تمام مسائل کو عقلی بنا ڈالا۔ یہ منہج کا اضطراب اور واضح تضاد ہے۔ جو شخص حلال وحرام، بعث ونشور (دوبارہ اٹھنا) میں اس قدر احتیاط برتتا ہے تو صفات باری تعالیٰ کے متعلق تو مزید احتیاط اور خوف الٰہی کی ضرورت ہے۔

عقلانی ماتریدیہ، معتزلہ سے متاثر ہیں:

عقیدہ کے مسائل میں ماتریدیہ کے ہاں عقل بنیادی مصدر ہے۔ یہ عقلی فلسفہ ان لوگوں میں اس قدر سرایت کر چکا ہے حتیٰ کہ الشیخ زادہ نے عام احناف مشائخ ماتریدیہ سے نقل کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ رسولوں کو مبعوث نہ کرتا تو اللہ تعالیٰ کی حجت عقل کی بنیاد پر ہی کافی ہوتی۔ ❷ اس قول میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی واضح مخالفت کی ہے ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ❸ یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔ یہ اعتزالی اثر ہے۔

---

❶ شرح اصول الخمسه ۲۴۹۔ المغنی لعبدالجبار ۱۳۹/۴۔
❷ نظم الفرائد: ۳۵۔
❸ الاسراء: ۱۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ موقف انہوں نے اپنے شیخ ماتریدی سے موقف اپنایا ہے۔اس نے عقل کو دین کی علت سمجھنے کے لیے معیار بنایا اصول طور پر بھی اور فروعی طور پر بھی، اس نے کہا: رسولوں کی دلیل پہچاننے کے لیے عقل ہی بنیاد ہے۔۔۔۔ اللہ کے احکام کے معانی معلوم کرنے کے لیے عقل ہی اصل ہے۔۔۔۔ عقل ہی عواقب امور کو سمجھنے کا ذریعہ ہے۔[1] اس نے مزید کہا: عقل ہی منعم کے شکر کا راستہ ہے۔[2]

اس سب کے باوجود ماتریدی نے عقل کے ناقص ہونے کا اعتراف کیا ہے کہا: ''یہ مخلوق ہے اس کی بھی دوسرے وسائل ادراک کی طرح حدود ہیں۔اس کو بھی دوسری اشیاء کی طرح مشکلات، ابہام اور بندش کا سامنا رہتا ہے۔[3]

ماتریدی کے جملہ احتمالات:

جب ماتریدی نے دیکھا کہ قرآن مجید کی آیات ایمان کے زیادہ ہونے کے بارے میں واضح ہیں اور اس کا مذہب باطل ہے کہ ایمان زیادہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِيَزْدَادُوٓا إِيمَٰنًا مَّعَ إِيمَٰنِهِمْ﴾[4] تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں زیادہ ہو جائیں۔ تو وہ احتمالات کی صورتیں بیان کرنے پر مجبور ہو گیا۔اس نے کہا:

۱۔ احتمال ہے کہ یہاں دلائل وبراہین کا زیادہ ہونا مراد ہو۔

۲۔ احتمال ہے کہ ایمان کی زیادتی اس کی شروط کے ساتھ اس کو پورا کرنے کا سبب ہو۔

۳۔ احتمال ہے کہ فضیلت اور کمال کے لحاظ سے زیادتی ہو، عدد اور عمل کے لحاظ سے نہیں۔

۴۔ احتمال ہے کہ قوت کی زیادتی مراد ہو۔

۵۔ احتمال ہے کہ ایمان پر مزید پکا ہونا مراد ہے۔

ابن فورک کے جملہ احتمالات:

ابن فورک نے یہ لفظ (احتمال ہے کہ۔۔۔۔) اتنی بار استعمال کیا ہے کہ اس کو شمار کرنا بھی مشکل ہے جو یہ منظر دیکھنا چاہتا ہو وہ اس کی کتاب (مشكل الحديث وبيانه) یہ کتاب احتمالات سے بھرپور ہے اور اس میں ضعیف اور موضوع روایات کی تاویلیں کی گئی ہیں مگر ان کی سندوں پر کوئی غور وفکر نہیں کیا گیا۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث ''اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھے گا....'' کی تشریح میں ابن فورک کا قول نقل کرتے ہوئے کہا: ابن فورک سے منقول ہے کہ یہ کہنا جائز ہے کہ انگلی اس کی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق ہو اور اس پر اللہ تعالیٰ وہ چیزیں رکھے جو انگلی اُٹھاتی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد قدرت اور سلطان ہو۔[5]

---

1. تاويلات أهل السنة: ١/٤٩٩، ٥٤٤۔
2. تاويلات أهل السنة: ١/٤٤٤، بحر الكلام: ٥، ٦۔ التوحيد ١٨٥۔
3. التوحيد ١٨٣، تاويلات أهل السنة: ١/٦٨٤
4. الفتح: ٤۔
5. فتح الباري: ١٣/٣٩٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ معاملہ جس کی بناء پر کوثری نے کئی دفعہ ابن فورک کا تعاقب کیا وہ یہی ہے اس نے کہا ''ابن فورک تاویل کے باب میں ہر وقت تیر اندازی کرتا رہتا ہے وہ ہر اس چیز کی تاویل کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے مشبہہ نے استدلال کیا (وہ ثابت ہو یا نہ ہو)۔ ❶

میں کہتا ہوں: اسی سلسلہ میں اس کا یہ قول ہے۔ (جب اللہ تعالیٰ مخلوقات کو بنانے سے فارغ ہوا تو کچھ دیر کے لیے لیٹ گیا اور اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے اوپر رکھا۔ پھر کہا: اس میں تاویل کی دو صورتیں ہیں۔ ❷

جب اللہ تعالیٰ زمین والوں کو ڈرانا چاہتا ہے تو اپنا بعض ان کے لیے ظاہر کر دیتا ہے'' اس نے کہا: احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی بعض نشانیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ ❸

''اللہ تعالیٰ کی مدد تمہاری مدد سے اور اس کی ہمدردی تمہاری ہمدردی سے بہتر ہے''۔ ❹ ابن فورک نے کہا: یعنی اس کا حکم تمہارے حکم سے بہتر ہے اور اس کا یہ قول (وهو ساه أحد من موساك) کے بارے میں کہا اگر اس سے مراد کاٹنے کا آلہ ہے تو آلہ سے کاٹنا ہی مراد ہوگا۔ ❺

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے قبل سورۃ طٰہٰ اور سورۃ یٰسین پڑھی'' اس نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنا کلام فرشتوں کو سمجھایا اور ظاہر کیا جس فرشتے کے لیے چاہا''۔ ❻

حبشی نے حافظ سے نقل کیا ہے کہ: حافظ ابن حجر نے صفات کے متعلق روایات کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے رواہ کی ثقاہت پر اتفاق ہونا چاہیے۔ ❼

اہل بدعت کا منہج میں تضاد ملاحظہ کیجیے۔

اہل کلام نے اپنی ہی شرط کا خیال نہیں رکھا انہوں نے شرط لگائی تھی کہ عقائد میں فقط قطعی دلائل ہی لیے جائیں گے۔ اس شرط کی بنیاد پر انہوں نے بخاری و مسلم کی اخبار آحاد کو رد کر ڈالا حالانکہ اُمت نے ان کو قبولیت سے نوازا ہے۔

تاویل ماتریدی کے اعتراف کے بناء پر ظنی دلالت ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے عقائد کے باب میں اسے کثرت سے استعمال کیا۔ اور انہوں نے عقل کو نقلی دلائل پر عقائد کے باب میں ترجیح دی حالانکہ ماتریدی عقل کے ناقص ہونے کا اعتراف کر چکا ہے۔

کون سی چیز اصل ہے۔ عقل یا شریعت:

❀ تاویل کا مصدر کیا ہے؟

❶ تعليقات الكوثري على الاسماء والصفات: ٤٥٢۔ کسی نے سچ کہا علم کلام انسان کو حدیث اور اس کے فنون سے دور کر دیتا ہے۔
❷ مشكل الحديث وبيانه ١٢٠۔١٢١۔
❸ مشكل الحديث وبيانه ٢٥٤۔
❹ اسے ابن ابی حاتم نے ابی اسحاق السبیعی سے نقل کیا۔
❺ مشكل الحديث وبيانه: ٢٨٩۔
❻ مشكل الحديث وبيانه: ٢٥٧۔
❼ الدليل الكويم: ٤٨۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

❀ سات صفات کو بغیر تاویل کے قبول کرنے کا سبب کیا ہے؟

❀ شریعت سے قبل عقل کو معیار بنانے کی دلیل کیا ہے؟

ہمیں باقلانی اور اشاعرہ جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ عقل نے ہی اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کی ہے۔ اشاعرہ نے بھی اس موقف کی حمایت کی ہے کہ عقل ہی احکام سمجھنے کی اصل ہے اور ایسی دلیل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر قائم کیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ رسول نہ بھی بھیجتا تو عقل سے ہی احکام کا ادراک کیا جاسکتا تھا۔ ان کے نزدیک رسول تو دین کے احکامات مکمل کرنے آئے تھے۔ دین اصلی طور پر تو عقل سے ہی سمجھ آتا ہے۔ ❶ ان کے نزدیک عقیدہ کے باب میں عقلی دلائل شرعی دلائل سے مقدم ہیں۔

یہ موقف مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر باطل ہے۔

(۱) شریعت کا وجود ثابت ہے اس سے پہلے کہ عقل اپنا وجود ثابت کرے اور شریعت عقل کے ثبوت کا انتظار نہیں کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عقلوں کی تخلیق سے پہلے ہی شریعت کو وجود بخشا ہے۔ جب تیری عقل سے پہلے شرعی دلیل موجود ہے تو پھر تیری عقل شریعت سے پہلے کیسے دلیل بن سکتی ہے؟

(۲) ادلۃ عقلیہ جن کو تم (قواطع عقلیہ) کہتے ہو۔ اس کے آگے پیچھے سے باطل حملہ آور ہوتا ہے جبکہ شرعی دلائل پر باطل کہیں سے بھی حملہ آور نہیں ہوسکتا۔ عقلی مسائل میں التباس (خلط ملط) ہو جانا عقل پر شریعت کے مقدم ہونے کی دلیل ہے جو کہ (کامل) ہے اور انسانی عقل (ناقص) ہے۔ باقلانی نے جب دلائل کے مراتب ذکر کیے تو عقل کو پانچویں درجہ میں رکھا۔ ❷ کاش کہ اس کی مقال اور زبان ایک ہی ہوتی۔

(۳) عقل کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وہ عقل جس پر مہر (پردہ) ہے۔ (۲) وہ عقل جو ہدایت یافتہ اور موافق ہے۔ جو عقل مہر شدہ ہے اس میں وسوسے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور شیطان باطل کو مزین کر کے اور حق کو باطل بنا کر پیش کرتا ہے۔ مرض فقط پیٹ اور جسمانی اعضاء کو ہی نہیں لگتا بلکہ عقلوں پر بھی حملہ آور ہوتا ہے۔

اہل کلام کا حال معلوم ہے کہ ان کا پہلا آخری سے اور آخری پہلے سے سبق حاصل کرتا ہے۔ یہ اندھی تقلید ہے یہ غور وفکر کا نتیجہ نہیں ہے۔ ان کے اکثر دعوے عقلیات کی بجائے نقلیات ہیں جو انہوں نے معتزلہ سے لی ہیں۔

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے جرأت کرتے ہوئے کہنا چاہتے ہیں۔ جب عقل اور نقل (منقول) کا تعارض (ٹکراؤ) ہو تو ہم عقل کو مقدم کریں گے۔ جبکہ یہ نہیں کہیں گے کہ اگر میرا قول میرے شیخ کے قول سے ٹکرا جائے تو میرے قول کو مقدم کرو بلکہ یہ لوگ جب تصوف اختیار کرتے ہیں تو ان کو بنیادی قاعدہ یہ پڑھایا جاتا ہے اعتراض نہ کرو ورنہ دھتکارے جاؤ گے یہ لوگ کتاب وسنت کی تعظیم نہیں کرتے ہیں۔

---

❶ المسایرۃ: ۹۷۔ شرح الفقہ الاکبر: ۹۷، اشارات المرام: ۷۵۔۹۷۔ ❷ الانصاف: ۱۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقل کے کردار کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف:

اہل السنہ ایمان رکھتے ہیں:

۱۔عقل سلیم اور عقل صحیح کبھی بھی صریح نص کے خلاف نہیں ہوسکتی۔احباش نے کہا: شریعت کوئی ایسا حکم نہیں دیتی جسے عقل محال سمجھتی ہو۔ [1] عقل کی حدبندی ہے اگر یہ اپنی حد میں رہے تو بہتر ورنہ یہ گمراہ اور ضائع ہوجاتی ہے۔

۲۔عقل شریعت کے کامل اور سماعت کے صدق اور عدم تضاد پر گواہ ہے اور رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے خبر پہنچانے میں معصوم ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ نے بتلایا وہ حقیقت پر مبنی ہے عقل کے لیے اس کا ثبوت واضح ہو یا نہ ہو۔ کسی چیز کا علم نہ ہونا اس کے نہ ہونے کا علم ہرگز نہیں ہے۔شریعت کے ثبوت کے لیے عقل اصل نہیں ہے۔کیا عام طور پر عقل اس کو تسلیم کرتی ہے کہ موزوں کے اوپر مسح کیا جائے اور مکھی کو برتن میں ڈبویا جائے۔اگر یہ شریعت کا حکم نہ ہوتا تو عقل اس کو تسلیم نہ کرتی اس کے باوجود بعض اشاعرہ عقلی بنیاد پر مکھی والی حدیث کی تاویل کرتے ہیں۔

کیا کسی چیز کا ادراک کرنے میں عقلیں مختلف نہیں ہیں۔بعض عقلیں اللہ تعالیٰ کے دیدار کو جائز ثابت کرتی ہیں جبکہ بعض محال اور ناممکن سمجھتی ہیں اگر حق عقلوں کی اتباع کرے تو وہی فساد کا شکار ہوجائے اور حق وباطل کا اختلاط ہوجائے۔

۳۔نقل کے لحاظ سے عقل کا کام سورج کے لحاظ سے آنکھ والا ہی ہے۔اگرچہ آنکھ دیکھنے کے لیے بنیادی ضرورت ہے لیکن اگر سورج اپنی روشنی نہ پھیلائے تو آنکھ دیکھنے کا کام نہیں کرسکتی۔اگر سورج کی روشنی نہ ہو تو آنکھ اپنا وظیفہ (کام) بھول جائے۔شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے جس نے عقل کو پیدا کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی شریعت سے بڑھ کر عقل پر اعتماد قطعاً صحیح نہیں ہے۔

۴۔عقل (نقل۔شرع) کے مقابلہ میں ایک غلام کی حیثیت رکھتی ہے۔بہتر یہی ہے کہ غلام کو سید کے تابع رکھا جائے لیکن معتزلہ نے عقل کو سردار اور شرع کو غلام بناڈالا۔

۵۔اگر نبی کریم ﷺ پر شریعت نازل نہ ہوتی تو ہماری عقلیں یا تو یہودیوں اور عیسائیوں والی ہی ہوتیں یا پھر مجوسیوں اور بت پرستوں والی ہوتیں۔اس لیے عقل پر لازم ہے کہ وہ شریعت کی فضیلت کا اعتراف کرے نہ کہ شریعت کے اوپر اپنے آپ کو فاضل اور افضل سمجھے۔

۶۔یہ فلاسفہ اور اہل کلام نصوص سمع میں شک کرتے ہیں۔انہوں نے اپنی عقلوں کو شریعت پر مقدم کر رکھا ہے یہ اپنے دعوؤں میں میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں کہا ہے؟ یہ تو منافقوں سے بھی بڑھ گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ہاں سے اُٹھ کر کہا کرتے تھے ﴿وَ لِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا﴾ [2] اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو کفر کرنے والے ہیں کہیں اللہ نے اس کے ساتھ

[1] الدائرة العلمية لشئون الخارج۔ ورقه نمبر: ٥۔ [2] المدثر: ٣١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثال دینے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو اس کو گمراہ کر دیتا ہے جس کے دل میں مرض ہو چاہے اس کی عقل میں ہی مرض ہو۔ یہ اپنے بیمار عقل سے سوچتا ہے کہ شریعت کے دلائل عقل سے متفق نہیں ہیں۔

۷۔ عقل پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی کے سامنے جھک جائے کہ جس کے صاحب کا دعویٰ ہو کہ وہ مسلمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حصول ایمان کی شرط بیان کرتے ہوئے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی حاکمیت کے اقرار کو بنیاد بنایا ہے اور یہ کہ اس کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہوئے دل میں تنگی اور حرج نہ ہو اور اسے کھلے دل سے تسلیم کیا جائے۔ کسی صاحب ایمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کہے کہ میں رسول کریم ﷺ پر تب ایمان لاؤں گا جب آپ کی بات عقل سے متضاد نہ ہو۔ عقل اور نصوص کا ٹکراؤ ظاہر کرنا کفار کی عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: ﴿مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ❶ اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا۔

اگر نصوص اور عقل کے درمیان تضاد ہوتا تو سلف صالحین کی عقلوں اور دلائل میں ضرور تضاد ہوتا کیونکہ سلف صالحین بعد میں آنے والوں کی نسبت کہیں زیادہ عقلمند تھے۔ ان کے ہاں تو یہ تضاد (یعنی وسوسہ) نہ تھا۔ انہوں نے ایسی تاویلات ذکر نہیں کی ہیں جو بعد کے لوگوں نے کی ہیں۔ ان لوگوں نے یہ شرط لگائی کہ نصوص سے استدلال کے لیے شرط ہے کہ وہ عقل کے خلاف نہ ہو حتیٰ کہ ایجی نے کہا: عقلیات میں ان سے یقینی فائدہ محل نظر ہے۔ ❷ آمدی نے کہا: کتاب وسنت سے یقینی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ ❸

شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صفات کے متعلق بات کو قبول کرنا، رد کرنا اور اس کی تاویل کرنا عقل کی بنیاد پر ممکن ہی نہیں۔ ❹

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق اپنی طرف سے بات کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کیا ہے اس کو ہی ثابت کیا جائے اور اپنی رائے سے کوئی بات نہ کی جائے۔ ❺ بتاؤ۔ استیلاء کی رائے تمہاری ہے یا سلف سے بھی ثابت ہے۔ کیا سلف میں کسی نے ایسی بات کی ہے؟

اس کے باوجود کہ یہ لوگ اس حدیث (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں سوچو اس کی ذات کے متعلق نہ سوچو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ ❻ سے استدلال کرتے ہیں مگر اپنی رائے اور سوچ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق گفتگو کرتے

---

❶ غافر: ٤۔
❷ المواقف فی علم الکلام: ٤٠۔
❸ غاية المرام فی علم الکلام۔ ص: ١٧٤۔
❹ سیر اعلام النبلاء: ١٠/٨٠۔
❺ الدلیل القویم: ١٦١۔
❻ الحلیة۔ ابونعیم کی بیان کردہ سند ضعیف ہے مگر اس کے شواہد موجود ہیں۔ السلسلة الصحیحه: ١٧٨٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہتے ہیں۔ استواء کو استیلاء کہتے ہیں ہاتھ کو قدرت سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کے نفس میں جو کچھ تھا اسے سمجھا اور پھر اپنے الفاظ میں بیان کیا۔۔۔۔۔ الخ)۔

یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ (اچھائی اور برائی کا معیار شریعت ہے) مگر اپنی عقلوں سے شریعت کی بیان کردہ بہترین چیزوں کو بدترین قرار دیتے ہیں۔

ابن سمعانی نے کہا: ہمارے اور مبتدعہ (بدعتی) کے مابین عقل کا مسئلہ ہے، ان لوگوں نے دین کی بنیاد عقل پر رکھی اور نصوص کو عقل کے تابع بنایا۔ ان کا کہنا ہے ''جو کچھ ہماری عقلوں کے مطابق ہے اسے ہم ایمان اور تصدیق کے لحاظ سے قبول کرتے ہیں اور جو ہماری عقلوں کے مطابق نہیں اسے تسلیم اور قبول کے لحاظ سے لیتے ہیں۔ ❶

پھر حقیقت یہ ہے کہ عقل ان چیزوں کے ادراک کی اہلیت ہی نہیں رکھتی ہے اگر عقل ان معانی کو سمجھنے کی طاقت رکھتی جو ظاہری نصوص کے خلاف ہیں تو پھر ماتریدیہ اور اشاعرہ کی ایک بہت بڑی تعداد عقل کو اس اہم کام سے کیوں دور رکھے ہوئے ہے انھوں نے صفات کے متعلق نصوص کی تفویض (سپرد کرنا) کی اور عقل سے علم حاصل نہ کیا؟ کچھ نے اگر تاویل کی بھی تو ان کی عقلیں قطعی معانی بیان نہ کرسکیں بلکہ وہ احتمالی معانی ہیں۔ اور عقائد میں محتمل سے استدلال ان کے لیے قطعاً جائز نہیں ہے عذاب قبر کی نصوص کی تاویل میں اشاعرہ اور ماتریدی، معتزلہ کی تاویل میں اعتراض کرتے ہیں، معتزلہ عذاب قبر کی نصوص سے عذاب حقیقی کی بجائے نفسانی تکلیف مراد لیتے ہیں۔ یہ لوگ معتزلہ کو ان نصوص کی تاویلات سے رجوع کا درس دیتے ہیں اور اسے ان لوگوں کی گمراہی شمار کرتے ہیں۔ اس موقع پر شرعی نصوص کو عقل پر مقدم کرتے ہوئے معتزلہ سے بھی ایسا کرنے کی اپیل کرتے ہیں اور جو شخص عذاب قبر کی نصوص کی عذاب مجازی سے تاویل کرے اس پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں حالانکہ یہ خود صفات کے باب میں عقل کو شرعی نصوص پر مقدم کرتے ہیں اور اللہ کی صفات کے بارے میں اپنے لیے مجاز کو جائز قرار دیتے ہیں اور بغیر علم وہدایت کے نصوص کو ان کے ظاہر سے ہٹا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ ❷ جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔

یاد رہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق اس طرح غور وخوض تاویل سے کہیں بڑا جرم ہے۔ ان لوگوں کے پاس عذاب قبر سے متعلقہ نصوص میں عقل کو مؤخر کرنے اور صفات میں عقل کو مقدم کرنے کی کیا دلیل ہے؟ جبکہ دونوں مسائل غیب سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں ہم کتاب وسنت کے دلائل کے علاوہ کہیں سے علم حاصل نہیں کرسکتے۔

اسی لیے جب اشاعرہ نے معتزلہ پر عذاب قبر کی نصوص کی تاویل کرنے کا رد کیا تو انہوں نے کہا ''ہماری دلیل عذاب قبر کے بارے میں وہی ہے جو صفات کے متعلق تمہاری ہے'' مطلب یہ ہے کہ ہم اور تم تاویل میں برابر ہیں۔

❶ صون المنطق والكلام: ٤٩۔ ❷ القصص: ٥٠۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تم اپنے لیے صفات میں تاویل کو جائز اور ہمارے لیے عذاب قبر میں تاویل کو حرام کیوں قرار دیتے ہو؟

یہ بدعتی مسائل میں بہتر اور بدتر کے پیش نظر عقل پرستوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں جسے ہم بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ اللہ کے ہاں بھی حسن (اچھا) ہے۔ یہ واضح طور پر معتزلہ سے متاثر ہونے کا ثبوت ہے۔ وہ اپنی رائے کو دین میں اصل بنا کر اس پر اعتماد کرتے ہیں اور اشاعرہ نے جو یہ کہا کہ تحسین (اچھا جاننا) اور تقبیح (برا جاننا) میں عقل کو عمل دخل نہیں ہے۔ اسے وہ شریعت کے اچھا جاننے سے خاص کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ تفتازانی نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اس چیز کے کرنے کا حکم دیتا جس سے اس نے منع کیا ہے تو وہ اچھا ہوتا''۔ ❶

قدیم اور جدید اشاعرہ:

قدیم اشاعرہ کو (الصفاتیہ) بھی کہا جاتا تھا کیونکہ وہ معتزلہ سے الگ تھے اور تمام صفات کو ثابت سمجھتے ہیں۔

پھر بعد میں آنے والے اختلاف کا شکار ہو گئے۔ ایک گروہ نے تو صفات کی تاویل کی۔ ایک نے تاویل کا انکار کیا ان کو (اشعریہ اثریۃ) ❷ کہا جاتا ہے۔ ان کے بعد میں آنے والوں نے اپنے شیخ ابوالحسن کی حد بندی کو توڑ ڈالا حتیٰ کہ اس کا مذہب فلسفہ کی بھول بھلیوں میں گم ہو گیا۔ ❸

متقدمین میں اگر ایک بالشت غلطی واقع ہو جائے تو بعد میں آنے والوں کے درمیان وہ کئی ہاتھ اور کئی بازو کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

ابوالحسن نے اکثر مسائل میں حق کی موافقت کی مگر مسئلہ کلام اور افعال العباد میں اس کا مواخذہ ہوا۔ اس معاملہ میں وہ عبداللہ بن کلاب کا دستِ نگر ہے جیسا کہ متقدمین اشاعرہ بغدادی شہرستانی وضاحت کی وہ ان کا شیخ ہے۔'' ❹

ابن حزم نے اسے قدیم اشاعرہ کا سچ کہا ہے''۔ ❺

اسی لیے ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اشعریہ عام طور پر (الاسماء والاحکام) باب میں مرجئہ ہیں جبکہ (قدر) کے باب میں جبریہ ہیں۔ صفات کے باب میں اگرچہ خالص جہمی تو نہیں ہیں مگر ان میں جہمیہ کی چھاپ دکھائی دیتی ہے''۔ ❻

صفات میں باقلانی کا مذہب:

باقلانی نے تاویل چھوڑ کر صفات کے اثبات کا مذہب اپنایا اور مذہب سلف کی طرف رجوع کیا اس نے چہرہ، ہاتھ کو حقیقی صفت کے طور پر تسلیم کیا۔ یہ تفصیل اس کی کتاب (التمہید) میں ہے جس کو ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ نے بطور حجت ذکر کیا ہے اور انہوں نے ان تاویلات کو باطل قرار دیا ہے جو آج کے تاویل کرنے والے کر رہے ہیں۔ اس نے ان

---

❶ شرح المقاصد للتفتازانی ٢٨٢/٤۔
❷ الخطط المقریزیة ٣١٠/٣۔
❸ دائرة المعارف الاسلامیة۔
❹ اصول الدین ١٠٤۔ نهایة الاقدام۔
❺ الفصل ٢٠٨/٤۔
❻ مجموع الفتاویٰ: ٥٥/٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفات کو ذاتی اور فعلی میں تقسیم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں۔ مثلاً حیاۃ، علم، قدرت، سماعت، بصارت، کلام کرنا، ارادۃ، بقاء، چہرہ، دو ہاتھ، دو آنکھیں غصہ اور ناراضگی وغیرہ۔ ❶

رازی کا تاویل سے رجوع کرنا:

رازی متکلمین اشاعرہ میں مشہور ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے عقل کو نصوص پر مقدم کرنے کے قاعدہ کو مضبوط کیا اور وضاحت کی کہ نصوص یقین کا فائدہ نہیں دیتی ہیں لہٰذا ان کو لینا قطعاً صحیح نہیں ہے۔ ❷ یہ براہ راست اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے جس نے شرعی نصوص کو نازل کیا اور ان کا نام برہان (دلائل) رکھا۔ فرمایا: ﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ❸ اے لوگو! بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آئی ہے۔ اس سے دوبارہ جی اُٹھنے کے تمام دلائل بھی مشکوک ہو جاتے ہیں جن کے بارے میں اشاعرہ کا دعویٰ ہے کہ یہ مسائل دلائل سے ثابت ہوتے ہیں۔ اس سے تو تمام دین ظن (گمان) کی بنیاد پر قائم ہو جائے گا جبکہ دین کی بنیاد تو (جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔۔۔ اور جو رسول اللہ ﷺ) پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظن (گمان) کی پیروی کرنے سے روکا ہے۔

شرعی نصوص کو قبول کرنے کے لیے اعتزالی شرط:

رازی نے کہا: لفظی دلائل (کتاب وسنت) پر اعتماد صحیح نہیں ہے اور یہ دس شروط مکمل ہونے کے بغیر یقین کا فائدہ نہیں دے سکتے۔ راویوں کا ان الفاظ کے مفردات (معانی) سے محتاط و محفوظ ہونا الفاظ کی تصریف، اعراب، مجاز، نقل، تخصیص، عدم اشتراک، تاخیر، تقدیم، نسخ اور عقل کے معارض نہ ہونا کہ اگر یہ نہ ہوتا تو پھر اس پر ترجیح ہوتی۔ ❹

یہ دین میں الحاد اور شک کی اصل بنیاد ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے کلام پر عدم اعتماد ہے۔

اسی لیے حافظ ابن حجر نے رازی کے متعلق گواہی دی۔ (وہ مسائل دین کے متعلق ایسے شک کا شکار ہے جو انسان کو

❶ مذکورہ کتاب التمہید کی تحقیق عبدالہادی ابوریدۃ اور محمود خضیری (۱۹۴۷ء) نے پیرس کے نسخہ کو بنیاد بنا کر کی ہے۔ ان دونوں کو اس وقت شدید حیرت ہوئی جب اس کتاب کی فہرست میں (باب القول في الوجه والعين...... آنکھ اور ہاتھ کا بیان) کا عنوان تو موجود تھا مگر نسخہ میں اس کا کہیں ذکر نہ تھا ان کی حیرت اس وقت مزید بڑھ گئی جب دیکھا کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے (اجتماع الجیوش) میں اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (الحمدیۃ) نے التمہیہ کی عبارت سے صفات پر دلیل پکڑی ہے حالانکہ مخطوطہ میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ دونوں محققین نے کہا۔ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد نے جو کچھ نقل کیا وہ باقلانی کے مذہب کے بالکل برعکس ہے۔ انہوں نے کوثری سے رابطہ کیا جس نے دعویٰ کیا تھا کہ دونوں استاد شاگرد باقلانی پر الزام لگا کر گئے ہیں تاکہ مسلمانوں کو دھوکہ دے سکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی بے گناہی ثابت کر دی جس کا کوثری نے ان پر الزام لگایا تھا۔ جس نے استنبول میں التمہید کے دو نسخے دیکھے جس کی فوٹو کاپی ادارۃ الثقافۃ، جامعہ درل العربیہ نے مکتبہ عاطف سے نمبر ۲۲۲۳ کے تحت کی پھر استاد محمد عبدالرزاق حمزۃ نے اس مخطوطہ اور پیرس کے مخطوطہ کے درمیان موازنہ کیا تو دیکھا کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی ذکر کردہ عبارت اس میں موجود ہے۔ جس نے دونوں محققین اور کوثری کی بات غلط ثابت ہوگئی۔ اور ان کی حیرت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

❷ المطالب العالية: ۹/۱۱۳۔ ۱۱۸۔

❸ النساء: ۱۷٤۔

❹ محصل أفكار المتقدمين والمتاخرين: ۷۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ وہ فریق مخالف کا اعتراض بڑی باریک بینی اور محنت سے ذکر کرتا ہے پھر اہل سنت کا مذہب وہم کی بنیاد پر ذکر کرتا ہے۔ ❶

اس کی بیان کردہ شروط بغیر ضرورت کے مقدمات کی کثرت ہے۔ یہ ظاہری جھوٹ ہے کیونکہ صحابہ کرام، تابعین، ائمہ فقہہ، ائمہ نحو، ائمہ تفسیر نے نصوص کو قبول کرنے کے لیے ایسی عاجز کرنے والی شروط ذکر نہیں کی ہیں۔

اور وہ لوگ ﴿بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ ❷ اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں لفظی دلائل سے یہی یقین کا فائدہ ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کی عقلیں آخرت اور اخروی زندگی کے بارے میں کچھ بھی اپنے آپ معلوم نہیں کر سکتی ہیں۔ اس بات کا اعتراف خود اہل کلام بھی کرتے ہیں کہ اخروی امور میں عقل کو کوئی دخل نہیں ہے۔

رازی فلسفیانہ گفتگو کرتا تھا۔ وہ فلاسفہ کے قواعد لیتا اور اسے اشعری مذہب پر داخل کر دیتا تھا۔ اس نے کتب فلاسفہ کی تشریحات کی ہیں جن میں سے اہم (شرح اشارات ابن سینا) (المباحث الشرقیہ) ہیں۔ وہ آخر الذکر کتاب میں ۱/ ۳۲۸، ۳۸۳ فلاسفہ پر اعتراض کرنے والوں کو ملامت کا نشانہ بناتا ہے اور ان کے کلام کو بہترین کلام قرار نہ دینے والوں پر غضبناک ہوتا ہے۔ اسی لیے اسنوسی نے (الکبریٰ) میں اسے فلاسفہ کی آراء کو پسند کرنے والا بتایا ہے۔ ❸

یہ بھی ہے کہ رازی نے عقل انسانی پر اعتماد کم کر دیا تھا اس نے ایک وصیت کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا عقیدہ بہتر ہو گیا تھا۔ اس نے موت سے قبل کہا: میں نے کلامیہ کی کتب اور فلاسفہ کے منہج کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ یہ کوئی قابل احترام چیزیں نقل نہیں کرتے۔۔۔۔ ❹

سبکی نے اس وصیت کی تفاصیل (طبقات السبکی ۱/ ۲۰۲) میں نقل کی ہیں۔ سبکی رازی اور غزالی کو مجددِ دین کہتا ہے۔ اس وصیت میں وہ علم کلام پڑھنے پر حالانکہ وہ اشعری تھا ندامت کا اظہار کر رہا ہے۔ اور یہ کہ اس نے اعتزال سے توبہ کیوں نہ کی؟ کیا لوگوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی وصیت کو نظر انداز کر کے اس کی قدیم باتوں کی اقتداء کریں؟ مسئلہ تحسین و تقبیح (برا جاننا) کے متعلق معتزلہ اور اشاعرہ کے اقوال پیش کرتے ہوئے اس نے عقل پر بہت ہی کم اعتماد کیا ہے۔ اس نے کہا: ان میں سے ہر ایک مذہب کی اچھائیاں اور برائیاں ہیں۔ اصحاب حیرت و دہشت نے کہا ہے: یہ دلائل کثرت قوت میں اتنے زیادہ نہیں ہیں کہ بات واضح ہو اور شک ختم ہو جائے بلکہ ان میں سے ہر ایک میں ابہام ہے۔ ❺

---

❶ لسان المیزان: ١٤/ ٤٢٦۔ ٤٢٩۔

❷ النمل: ٣۔

❸ شرح السنوسية الكبرىٰ: ٤١۔

❹ اتحاف السادة المتقين للزبيدي ١/ ١٧٤، سبکی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے، طبقات ٥/ ٣٧۔

❺ طبقات الشافعية: ٥/ ٣٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غزالی کا تاویل سے رجوع:

غزالی تاویل کرنے والوں میں ایک بہت بڑا نام ہے جس نے تاویل سے رجوع کر لیا تھا۔ وہ علم کلام پر تنقید کرنے والوں پر غضبناک ہوتا حتیٰ کہ وہ تصوف کی اتھاہ گہرائیوں میں زندگی گزار رہا تھا مگر اپنی موت سے چند دن پہلے اس نے تاویل اور علم کلام کا سختی سے انکار کر دیا اور واضح کیا کہ یہ بدترین بدعت ہے اور سلف کے مخالف مذہب ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ تاویل درحقیقت تعطیل ہی ہے۔ اس نے یہ فتویٰ بھی دیا کہ علماء اور واعظین کا تاویل میں غور وفکر کرنا حرام ہے۔ یہ بات مرتضیٰ زبیدی نے نقل کی ہے۔ اس نے یہ بھی وضاحت کی کہ تشبیہ کے وہم کا علاج تعطیل کے علاج سے آسان ہے اور ان ظاہری نصوص کے متعلق یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [1] اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا۔

جوینی کا صفات کے متعلق مذہب اور تاویل پر اعتراض:

حافظ ابن حجر نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق لوگوں کے مذاہب ذکر کرنے کے بعد امام الحرمین جوینی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا جو ان کے رسالۃ النظامیہ میں ہے کہا: جس رائے پر ہم راضی ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کا دین سمجھتے ہیں وہ سلف صالحین کے عقیدہ کا اتباع ہے یہ قطعی دلیل کی بنیاد پر ہے کہ اجماع اُمت حجت ہے اگر تاویل حتمی اور لازمی ہوتی تو لازمی ہے کہ وہ لوگ شریعت کی فروعات کی نسبت اس کا زیادہ اہتمام کرتے اگر صحابہ کرام اور تابعین کا دور تاویل سے خالی ہے تو وہی زیادہ لائق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شہاب الدین سہروردی سے جوینی کے کلام کی مثل ذکر کیا ہے۔ اس نے کہا: نبی کریم ﷺ سے تاویل کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ہر اس چیز کی تبلیغ کا حکم دے جو آپ پر رب العالمین کی طرف سے نازل کی گئی اور یہ آیت بھی اتاری ہو ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [2] ''تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا، پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کر دیا جائے۔'' [3]

نووی کے شاگرد ابن العطار کا تاویل پر اعتراض:

ابن العطار نووی رحمہ اللہ کے خاص شاگردوں میں سے ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے شیخ کی تاویل پر رضامند نہیں ہے۔ اس نے وضاحت کی کہ ''جب کتاب وسنت میں کوئی نص ثابت ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے

---

[1] الشوریٰ: ۱۱۔

[2] المائدہ: ۳۔ [3] فتح الباری: ۳۹۰/۱۳، اتحاف ۱۱۲/۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ سے پیدا کیا، اللہ نے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی تو اس کو ثابت سمجھنا واجب ہے اور ہم پر یہ کہنا حرام ہے کہ یدین (دو ہاتھ) سے مراد دو نعمتیں ہیں یا پھر دو قدرتیں ہیں یہ ایسی تحریف ہے جو حقیقت میں تعطیل ہے اس لیے کہ اس پر اجماع ہے کہ صفات توقیفیۃ (نص سے ثابت) ہیں۔ ❶ (تاویل) معتزلہ اور جہمیہ کا فعل ہے۔ اس نے مزید کہا: (بعض لوگوں نے صفت نزول کا انکار کیا ہے اور اس کے متعلق روایات کو ضعیف کہا ہے یا پھر احاطہ بندی یا حرکت کے خوف سے ان (روایات) کی تاویل کر دی ہے جبکہ محققین علمائے کرام نے اس کو ثابت کیا ہے اور اس پر ایمان کو واجب قرار دیا ہے کہ عین اسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ ❷

ابن قتیبہ اور شعرانی کا تاویل پر اعتراض:

جب اشاعرہ اور ماتریدیہ نے عقلی دلیل کو نصوص پر مقدم کیا۔ اس پر انہوں نے احکام کو ثابت اور اس کی دلالت کو قطعی سمجھا ہے تو انہوں نے شرعی نصوص کو عقل کے تابع بنا دیا جو عقل کے مطابق ہے اسے لے لیا اور جو مخالف ہے اس کی تاویل کر دی اور اسے اصل معانی سے ہٹا دیا۔ اسی لیے ابن قتیبہ نے کہا: ❸ اہل کلام ایسی آراء کو لیتے ہیں جو ان کی عقل کے مطابق ہوں پھر وہ کتاب اللہ کو دیکھتے ہیں کہ اگر دلیل ان کے قیاس کے خلاف ہو اور ان کے خیال کے مطابق نہ ہو تو وہ اس کی تاویل کر دیتے ہیں۔ ❹

اس لیے کسی نے سچ کہا ہے کہ یہ لوگ کتاب وسنت کے دلائل ان پر اعتماد کے لیے ذکر نہیں کرتے بلکہ فقط تائید کے لیے کرتے ہیں۔ اگر وہ ان کی عقلوں کے مطابق ہو تو لے لیتے ہیں اور اگر ان کی عقلوں کے مخالف ہو تو اس کی تاویل کر دیتے ہیں۔ ❺

❀❀❀❀❀

❶ ابن حجر ہیتمی نے تاکید کی کہ صفات باری تعالیٰ توقیفیہ ہیں۔ فتح المبین: ۸۱۔
❷ الاعتقاد الخالص من الشك والافتقاد ۲۲، ۷۵۔
❸ تاریخ بغداد ۱۰/۱۷۰، سیر أعلام ۱۳/۲۹۷۔
❹ الاختلاف فی اللفظ: ۱۲۔
❺ الدليل القويم: ۴۹۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کیا تاویل سلف کا مذہب ہے؟

حبشی کا مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تاویل ثابت کرنے کا دعویٰ:

حبشی نے کہا: امام مالک سے حدیث نزول کی تاویل ثابت ہے کہ انہوں نے کہا: نزولِ رحمت مراد ہے نزولِ انتقال نہیں ہے۔

اس کا یہ قول کئی لحاظ سے مردود ہے:

اوّل:۔ عام اشاعرہ کے نزدیک یہ بات معتمد ہے کہ سلف صالحین آیات صفات کی تاویل کی بجائے تفویض (سپردگی) کے قائل تھے۔ تاویل تو بعد والوں کی ایجاد ہے اس لیے تفویض کے قائل اشاعرہ ان دیگر اشعری لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں جو تاویل کے قائل ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ سلف تاویل کرتے تھے۔

دوم:۔ حبشی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی سند نقل نہیں کی ہے اس نے فقط خالی دعویٰ کیا ہے یہ بات دراصل بعض جھوٹے اور کذاب لوگوں نے جیسا کہ حبیب کاتب مالک اور جامع بن سوادۃ نے کہی ہے۔

جہاں تک حبیب کی بات ہے تو یہ بات ثابت شدہ ہے کہ وہ کذاب (جھوٹا) تھا اور ائمہ کرام سے جھوٹی روایات بیان کرتا تھا'' [1] جیسا کہ ابن عدی نے کہا: حبیب حدیث گھڑنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتا تھا، اس کا معاملہ واضح ہے کہ وہ کذابین (جھوٹوں) میں شامل ہے، ابوداؤد نے کہا۔ وہ لوگوں میں سے جھوٹا ترین ہے۔ امام احمد نے کہا: وہ قابل اعتماد نہیں ہے۔

جبکہ جامع بن سوادۃ کو دارقطنی نے ضعیف کہا ہے۔ امام ذہبی اور حافظ نے اس کی دو باطل روایات بھی ذکر کی ہیں۔ [2]

امام مالک سے یہ روایت یا تو مجہول سند سے ہے یا حبیب کذاب سے بیان کی جا رہی ہے۔ تمام اہل جرح وتعدیل اس کے جھوٹ پر متفق ہیں۔

کیا ان جیسوں کی گواہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حلفاً گواہی کی طرح ہے۔ انہوں نے کہا: جس سنت پر میں ہوں اور میں نے اپنے اہل حدیث اصحاب کو دیکھا ہے اور میں ان کے بارے میں قسم کھاتا ہوں جیسا کہ سفیان، مالک وغیرہ۔۔۔۔ کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر بلند ہے جیسے چاہتا ہے اپنی مخلوق کے

---

[1] میزان الاعتدال: ۴۵۲/۱، الکامل فی الضعفاء: ۸۱۸/۲۔

[2] میزان الاعتدال: ۳۷۸/۱۔ لسانی المیزان: ۹۳/۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قریب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ ❶

سوم:۔ امام مالک رحمہ اللہ سے اس کے خلاف موقف ثابت ہے۔ امام بیہقی نے فوقیت، نزول اور اتیان (آنا) کی صفات کا ذکر کیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی سند سے ولید بن مسلم سے ذکر کیا اس نے کہا: اوزاعی، مالک، ثوری اور لیث بن سعد سے ان احادیث کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ''یہ جیسے ذکر ہوئی ہیں ایسے ہی ان سے گذر جاؤ'' اسی طرح صابونی نے بھی سلف صالحین اور اصحاب الحدیث کا عقیدہ ذکر کرتے ہوئے اس کی وضاحت کی ہے۔ اور ابن عبدالبر نے بھی مالک رحمہ اللہ سے اسے ثابت کیا ہے اور وہ دوسروں کی نسبت مذہب مالک کو زیادہ جانتے ہیں۔ ❷ کوثری نے اس کی امانت داری اور حفظ کی تعریف کی ہے''۔ ❸

تاویل کرنے والے اشاعرہ (نزول رحمت) کا قول اپنائے ہوئے ہیں جبکہ تفویض کے قائل اشاعرہ اس عبارت (جیسے ذکر ہوئی ہیں ایسے ہی گذر جاؤ) کو اپنائے ہوئے ہیں، اور یہ کہ (ان کی تفسیر ان کا ظاہر ہی ہے)۔

عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اہل سنت کا عقیدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جیسے اور جس طرح چاہتا ہے انہوں نے نزول کی نزولِ رحمت سے تاویل کو اشاعرہ اور معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ ❹ انہوں نے یہ تاویل ائمہ سلف میں سے کسی کی طرف منسوب نہیں کی ہے۔

ابونصر سجزی نے کہا: ہمارے ائمہ جیسا کہ سفیان، مالک، حماد، ابن عیینہ، فضیل ابن مبارک، احمد بن حنبل اور اسحاق متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے وہ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، وہ غصے ہوتا ہے، راضی ہوتا ہے اور جیسے چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ ❺

چہارم:۔ مالک رحمہ اللہ نے استواء کی تاویل (استیلاء) سے نہیں کی ہے، جب ان سے یہ مشہور سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کیسے مستوی ہے تو انہوں نے کہا: (استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے''۔ انہوں نے معنیٰ معلوم اور کیفیت مجہول کے درمیان فرق کیا ہے۔

اگر وہ صفات کی تاویل کرنے والے ہوتے تو صفت استواء کی بھی یقیناً تاویل کرتے۔ مذکورہ روایت امام مالک رحمہ اللہ کی معتمد اور معروف ترین ہے جو صفات کے باب میں ان کے موقف کی وضاحت کر رہی ہے۔

---

❶ عون المعبود: ۱۳/۴۱،۴۷۔ اسے ابن ابی یعلی نے طبقات الحنابلة میں ذکر کیا ہے۔ ۱/۲۸۳۔
❷ الغنية: ۵۷۔ اس کی نسبت زبیدی نے بھی ثابت کی۔ اتحاف ۲/۲۴۲،۲۴۹۔
❸ تانیب الکوثری۔ ۱۷۵۔۱۷۸۔
❹ الغنية: ۵۷۔ اس کی نسبت زبیدی نے بھی ثابت کی۔ اتحاف ۲/۲۴۲،۲۴۹۔
❺ سیر أعلام النبلاء: ۱۷/۶۵۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ثبوت تاویل کا حبشی دعویٰ:

حبشی نے کہا: احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تاویل ثابت ہے۔ اس نے بیہقی کی روایت ذکر کی جو حنبل بن اسحاق نے احمد بن حنبل سے روایت کی ہے۔ ❶

جواب: ہاں قرآن کریم کے معانی کی تاویل اس کی تفسیر اور بیان کی صورت میں تو ثابت ہے مگر جو تو مراد لے رہا ہے اسے تو زبیدی نے ہی رد کر دیا ہے۔ اس نے کہا: احمد بن حنبل کے مذہب سے ظاہر ہے کہ تاویل نہ کی جائے اور یہی موقف شافعی اور مالک نے بھی اختیار کیا ہے، ان سب نے اور احمد بن حنبل نے عدم تاویل کا مذہب اختیار کیا ہے۔ ❷

محمد بن درویش الحوت نے کہا: (ہمارے سید امام احمد تاویل سے منع کرتے تھے) اور وضاحت کی کہ تاویل معتزلہ کا مذہب ہے۔ ❸

سبکی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح ہی بیان کی جائے۔ جیسے اس نے خود یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے: ہم قران وحدیث سے تجاوز نہ کریں گے'' ❹ حافظ ابن رجب نے کہا: ان میں سے کسی ایک سے بھی اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں ہے خصوصاً امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے۔ ❺

اس کا دعویٰ شہرستانی کے اس قول سے بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ عام اہل حدیث جیسا کہ امام احمد، امام مالک اور سلف کی جماعت سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم جو کچھ کتاب وسنت میں وارد ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں کسی چیز کی تاویل نہیں کرتے اس کے بعد کہ ہمیں قطعی طور پر علم ہے کہ مخلوقات کسی بھی لحاظ سے خالق کے مشابہ نہیں ہیں۔ ❻

بلکہ امام احمد نے جہمیہ کی تاویلات کا رد کیا ہے جن میں سے بہت سی تاویلات اشاعرہ نے اپنا رکھی ہیں۔ دیکھئے ان کی کتاب (**الرد علی الجهمية**) حافظ ابن حجر نے اس کتاب کی نسبت ان کی طرف ثابت کی ہے۔

بہر حال ان سے جو تاویل کے بارے میں منقول ہے اس کا جواب درج ذیل ہے:۔

(۱) غزالی نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد نے تاویل کو تین نصوص کے ساتھ خاص کیا ہے۔ (۱) حجر اسود اللہ کا دائیاں ہاتھ ہے۔ (۲) بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے درمیان ہیں (۳) میں نے رحمان کا نفس (دل) دائیں طرف دیکھا ہے۔ اگر تم احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں تاویل کرتے ہو تو فقط تین نصوص میں ہی کرو۔ اور اس کی تاویل نہ کرو جس کی

---

❶ الدليل القويم: ٥٠، اظهار العقيده السنية: ١٢٨۔
❷ اتحاف السادة المتقين: ١٢/٢۔
❸ رسائل فی عقائد اصل السنة، والجماعة: ٣١ تحقيق كمال الحوت۔
❹ طبقات السبكى ٣٩/٩۔
❺ فضل علم السلف على علم الخلف ١٤٠/١٣٩۔
❻ الملل والنحل: ١٣٧/١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے نہیں کی ہے جیسا کہ استواء کی تاویل استیلاء کے ساتھ کرنا، ید کی تاویل قدرت کے ساتھ کرنا، نزول کی نزول ملک سے کرنا۔ اشعری نے متعدد بار اعلان کیا ہے کہ وہ احمد بن حنبل کے عقیدہ پر ہے۔

(۲) غزالی نے کہا میں نے احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے اصحاب یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام احمد بن حنبل نے فقط تین نصوص کی تاویل کی ہے۔ ❶ کیا غزالی امام احمد کے اصحاب میں سے کسی کا ہم عصر ہے اس کی امام احمد سے اسی روایت میں بہت بڑا انقطاع ہے۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر اصحاب صفات میں تاویل نہ کرنے کی وضاحت کر چکے ہیں۔ احباش نے تو ان کو (منزہ الحنابلہ) کا لقب دیا ہے۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ: ''ان احادیث کی تفسیر اسی طرح ہی کی جائے گی جس طرح یہ وارد ہوئی ہیں۔ ❷

احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تاویل نہ کرنے کی روایت متواتر ہیں جبکہ تاویل کرنے کی روایات فقط تین ہیں جو کہ آحاد اور ضعیف بھی ہیں لہٰذا اس شخص کے لیے جائز نہیں جو عقائد میں متواتر کو دلیل بناتا ہو کہ وہ ان روایات کو سے استدلال کرے۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتب تاویل نہ کرنے کے اقوال اور وضاحت سے بھری پڑی ہیں اور صفات باری تعالیٰ کے اثبات پر مبنی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ کچھ ثابت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے۔

(۳) رازی نے احمد رحمۃ اللہ علیہ سے فقط تین تاویلات کا ذکر کیا ہے اس دعویٰ کے بعد چوتھی روایت بھی ذکر کی جس سے رازی کا اپنا دعویٰ ہی بے بنیاد ثابت ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سورۃ بقرہ اور آل عمران کے آنے سے ان کا ثواب آنا مراد لیا ہے۔ اس سے رازی کا یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ سلف نے صفات باری تعالیٰ میں تفویض کو واجب قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان کی تاویل میں غور وخوض جائز نہیں ہے۔

اس نے جو روایت ذکر کی ہے وہ حنبل بن اسحاق کے واسطہ سے ہے اور یہ شخص قابل اعتماد نہیں ہے۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ متفرد ہے اور عجیب وغریب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ ❸ اسحاق بن شاقلا نے کہا: یہ حنبل سے ثابت نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

(۴) اگر حبشی حنبل بن اسحاق کی روایت لیتا ہے تو اسے چاہیے کہ امام احمد رحمہ اللہ کی روایت بھی لے جس میں وہ علمائے اہل کلام کی مذمت بیان کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں ''میں ان لوگوں کو اسلام پر نہیں سمجھتا'' جیسا کہ حافظ ذہبی نے حنبل بن اسحاق سے اور اس نے امام احمد سے روایت کیا ہے۔ ❹

(۵) احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے خلاف موقف ثابت اور محفوظ ہے جیسا کہ روزی اور خلال نے نقل کیا ہے بلکہ انہوں نے حنبل بن اسحاق سے نقل کیا ہے ''ہم ان صفات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں اور جانتے ہیں

---

❶ احیاء علوم الدین: ۱۰۳/۱۔
❷ مناقب الامام احمد: ۱۵۵۔
❸ سیر اعلام ۵۱/۱۳۔
❹ سیر اعلام: ۲۹۰/۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ حق ہے۔ ❶

قبر احمد کی زیارت کا قصہ:

ابن جوزی نے اپنی کتاب (مناقب احمد۔ ۴۵۴) میں نقل کیا کہ (مجھے ابوبکر بن مکارم بن ابی یعلی الحربی نے بیان کیا اور وہ بہت ہی صالح بزرگ تھے۔ کہا: ایک سال رمضان سے قبل شدید بارش ہوئی۔ تو میں نے رمضان المبارک میں ایک رات خواب دیکھا کہ میں حسب معمول امام احمد کی قبر پر آیا تو میں نے دیکھا کہ ان کی قبر زمین کے ساتھ ملی ہوئی ہے میں نے کہا شاید بارش کی وجہ سے امام احمد کی قبر زمین کے برابر ہوگئی ہے۔ پھر میں نے قبر سے یہ آواز سنی نہیں، نہیں یہ تو اللہ عزوجل کی ہیبت سے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری زیارت کی ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ہر سال اس کی زیارت کرنے کا سبب پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے احمد! تو نے میرے کلام کی نصرت کی ہے جو مسجد کے محرابوں میں پڑھا جاتا ہے میں قبر کو چومنے کے لیے جھکا لیکن میں نے پوچھا۔ آپ کی قبر کو چومنے کا راز کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ میری نہیں بلکہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی کرامت ہے کیونکہ میرے پاس آپ کے کچھ بال ہیں۔ خبردار! جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ رمضان میں میری زیارت کرے۔ یہ انہوں نے دو دفعہ کہا۔

اس نے اجماع کی مخالفت کی جو اس نے ہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ اس نے کہا: سلف کا اجماع ہے کہ اس آیت کی قرأت پر کچھ زیادہ نہ کیا جائے۔ ❷

یہ تاکید ہے اس موقف کی جو علماء نے ابن الجوزی سے نقل کیا ہے کہ وہ صفات کے بارے میں مضطرب عقیدہ رکھتا ہے۔ قاری دیکھے گا کہ اس نے اپنی کتب میں صفات کا اثبات بھی کیا ہے۔ تفویض بھی کی ہے اور تاویل سے بھی کام لیا ہے۔ حافظ ابن وحب نے نقل کیا ہے کہ ابن الجوزی کی صفات کے بارے میں آراء مختلف ہیں یہ درحقیقت اس کے استاد ابوالوفاء بن عقیل کی سوچ وفکر کا مظہر ہے۔ ❸

اس کی کتب میں یہ جابجا موجود ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے اسے ثابت سمجھا جائے۔ اس نے اشعریہ کو تاویل کرنے پر برا بھلا کہا ہے۔ مثلاً اس نے کہا: صفات کی تاویل اور صفات کی نفی اہل کلام کی عوام الناس کے لیے سب سے نقصان دہ چیز ہے۔ ابن الجوزی نے صفات کی تاویل کرنے والوں کو صفات کی نفی کرنے والے شمار کیا ہے۔ انہوں نے معتزلہ کی لفظ (ید) سے قدرت کی تاویل کو غلط کہا اور انہوں نے واضح کیا کہ صحابہ کرام نے استویٰ کی تاویل (استولیٰ) سے نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی ینزل کی تاویل (رحمت کے نزول) سے کی ہے۔ ❹

---

❶ سیر ۳۰۳/۱۱۔
❷ زاد المیسر ۲۱۳/۳۔ (۲۵۵/۱)۔
❸ الدلیل علی طبقات الحنابلہ: ۴۱۴/۱۔
❹ صیدانحاطر: ۱۰۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اس نے اعتراف کیا کہ سلف کا طریقہ تاویل کے خلاف ہے۔ اس نے کہا اکثر سلف تاویل کے خلاف تھے اور نصوص صفات سے اسی طرح ہی گذر جایا کرتے تھے جیسا کہ حافظ نے نقل کیا ہے۔ ❶ پھر تو دیکھے گا کہ وہ تشبیہ کے شبہ کو ختم کرنے کے لیے ص ۱۱۴ پر (ید) کی تاویل قدرت سے کر رہا ہے۔

اگر چہ وہ تاویل کرتا تھا مگر اس کے باوجود اہل کلام میں سے نہ تھا بلکہ اس نے تو علم کلام پر اعتراض کیا ہے اور اہل کلام سے ڈرایا ہے اور ان کی مذمت میں اس نے امام شافعی، امام احمد، امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ کے اقوال ذکر کیے ہیں اور ان لوگوں کو زنادقہ کہا ہے۔

ابن الجوزی نے کہا: پھر ابلیس نے نظر دوڑائی اور مسلمانوں کے ایک گروہ میں فتنہ پیدا کیا اس نے ان کو دکھایا کہ ظاہری شریعت پر رکے رہنا تو عوام الناس کا کام ہے لہٰذا اس نے ان کے لیے علم کلام کو مزین کیا۔۔۔۔ یہ لوگ اہل حدیث کو (حشویۃ) کہتے ہیں۔ ❷

اس نے مزید کہا: بغداد میں عجمی بدعتیوں کی ایک جماعت آئی۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ آسمان پر نہیں ہے۔ اور وہ لونڈی جسے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تھا (أین اللہ) وہ تو گونگی تھی اس لیے اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یعنی وہ ایسا بُت نہیں ہے جس کی دنیا میں پوجا کی جاتی ہے۔ ❸

انہوں نے مزید کہا: اللہ آسمانوں پر نہیں ہے اور یہ بھی نہ کہا جائے کہ وہ عرش پر مستوی ہے۔ وہ آسمان دنیا پر نازل نہیں ہوتا بلکہ اس کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے تمام افراد کے دل سے وہ بات نکال دی جس کو ثابت کرنا تھا۔ ❹

جب ابن الجوزی سے تاویل ثابت ہے تو تلبیس ابلیس میں وہ نہیں جانتا کہ کیا کچھ لکھ دیا ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنی تاویل کے ذریعے اشعری نہیں ہے کیونکہ اس شخص کے مابین جس نے کہیں کہیں تاویل تو کی اور اس کی کتب میں اس کے خلاف بھی ثابت ہے اور اس جماعت کے مابین فرق سمجھا جائے جنھوں نے علم کلام کو اپنا شعار بنایا اور اس پر فخر کیا جیسا کہ احباش اپنے شیخ کو (امام علم کلام) کا لقب دیتے ہیں، ان لوگوں نے فاسد تاویل کو اپنا منہج بنایا جس نے فریقین کو برابر سمجھا اس نے انصاف سے کام نہیں لیا ہے۔

اس سے واضح ہے کہ یہ یا تو ابن الجوزی کا تناقض ہے یا پھر اس کی کتب میں یہ چیزیں داخل کر دی گئی ہیں جیسا کہ (الفقہ الاکبر) للشافعی ہے۔ (واللہ أعلم بالصواب)

---

❶ فتح الباری ٦/٤٠۔ زادالمسیر: ١/٢٥٥۔
❷ صیدالخاطر لابن جوزی: ٤٧١۔
❸ امام ذہبی نے جو کچھ ابن الجوزی سے نقل کیا ہے یہ اسی کے موافق ہے کہ (آسمانوں میں رب نہیں) سیر ٢١/٣٧٦۔
❹ صیدالخاطر: ١١٥، ١١٦، ١٨١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن جوزی کی تاویل کی حقیقت:

(۶) اوپر کی تفصیل کے بعد یاد رکھیں کہ اللالکائی اور ابن الجوزی دونوں نے امام احمد سے روایت کی ہے کہ ”صفات کے متعلقہ احادیث کو اسی طرح قبول کیا جائے گا اور ان کی تفسیر نہ کی جائے گی۔ [1] ہمارے لیے یہ حجت ہے جو اس نے امام احمد سے نقل کیا ہے اور ہم اس کی کتاب (دفع شبہ التشبہ) کی طرف توجہ نہ کریں گے اگر یہ اس سے ثابت ہو جائے)۔

ابن الجوزی اور ابن حزم اشعری کو ڈانٹ پلاتے ہوئے:

ابن الجوزی نے اشعری کو ڈانٹ پلاتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ ”لوگ صفات کے بارے میں متفق تھے حتیٰ کہ علی بن اسماعیل اشعری آیا اس نے کبھی تو معتزلہ کا موقف اپنایا اور کبھی دعویٰ کیا کہ علم کلام ذاتی طور پر قائم ہے اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ ہمارے نزدیک مخلوق نہیں ہے۔ [2]

سبکی نے نقل کیا ہے کہ ابن حزم تو اس پر کفر کا فتویٰ لگاتے تھے اور کئی مقامات پر اس کی طرف بدعت کو منسوب کیا ہے۔ [3]

(۷) امام احمد کی طرف جو تاویل منسوب کی گئی ہے اس کی کوئی سند نہیں ہے جیسا کہ یہ حدیث ”حجر اسود زمین پر اللہ تعالیٰ کا دائیاں ہاتھ ہے جس نے اس کا استلام کیا گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کیا۔ امام احمد عقائد میں ضعیف احادیث کو قبول نہ کیا کرتے تھے۔ پھر حدیث میں یہ ہے کہ (گویا کہ اس نے اللہ سے مصافحہ کیا) یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے مصافحہ کیا۔

قولِ سلف (بلا کیف۔ بغیر کیفیت کے) کا مفہوم:

بعد میں آنے والوں نے جو یہ خیال کیا کہ سلف اثبات صفات میں لفظ (بلا کیف) کو ساتھ ہی بیان کرتے تھے تو ان لوگوں نے اس لفظ پر حملہ آور ہو کر اس میں تحریف (تبدیلی) کر ڈالی اور دعویٰ کیا کہ (بلا کیف۔۔۔ بلا کیفیت) کا مطلب سلف کے نزدیک کیفیت کی نفی ہے۔ بندوں کی کیفیات سے تشبیہ کی کیفیت کی نفی مراد نہیں ہے۔ اس کے لیے انہوں نے امام مالک کے قول (وكيف غير معقول) کو دلیل بنایا ہے اور اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے ”کہ یہ بات عقل میں آنے والی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی کیفیت ہے“۔

اس کے جواب مندرجہ ذیل ہیں:۔

اوّل:۔ (بلا کیف) کا مطلب (کیفیت کے متعلق غور وخوض نہ کرنا ہے) ابن حجر مکی ہیثمی نے کہا: بعض علماء نے کہا:

---

[1] مناقب الامام احمد: ۱۵۵: شرح اصول الاعتقاد للالکائی ۱/۱٦٤۔

[2] صيدالخاطر: ۱۸۱۔ [3] طبقات الشافعية للسبكي: ۱/۹۰۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق (کیفیت) سے خاموش رہنا اور اس کے افعال کے متعلق (لم۔ کیوں) سے چپ رہنا)۔ [1]

دارقطنی نے اپنی سند سے عباس الدوری سے بیان کیا کہ میں نے ابوعبید قاسم بن سلام کو سنا وہ صفات کے متعلقہ بعض احادیث بیان کر رہے تھے جیسا کہ حدیث دیدار باری تعالیٰ اور یہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ جہنم پر اپنا قدم رکھے گا۔ پھر انہوں نے کہا: یہ تمام احادیث صحیح ہیں اور اہل حدیث اور فقہاء نے ان کو ایک دوسرے سے نقل کیا ہے۔ یہ ہمارے نزدیک حق ہیں اور ان میں کوئی شک نہیں ہے لیکن جب یہ سوال ہو کہ کیسے ہنستا ہے؟ کیسے قدم رکھتا ہے؟ تو ہم کہیں گے: ہم ان کی تفسیر نہ کریں گے اور نہ ہی ہم نے کسی کو ان کی تفسیر کرتے ہوئے سنا ہے۔ [2]

اس سے واضح ہے کہ کیفیت بیان کرنے سے مراد منفی تفسیر اور باطل تشریح بیان کرنا ہے جسے جہمیہ نے نشر کیا ہے۔

دوم:۔ حافظ ابن حجر نے (بلا کیف) کے معانی کی حد بندی کی ہے انہوں نے کہا کہ سلف کا طریقہ کار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اسی طرح تسلیم کیا جائے اور ان کی تفسیر اور کیفیت میں غور وخوض نہ کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا عقل سے ادراک کرنا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ عقل محدود ہے۔ [3]

ان کا یہ قول ''ان کی کیفیت عقل سے سمجھنا ممکن نہیں'' حبشی کی اور اس کے ہم نوا دوسرے لوگوں کی تحریف کو باطل کر دیتا ہے جو لفظ (غیر معقول) یعنی (غیر ممکن) سے اس کی تفسیر کرتے ہیں قرطبی نے کہا: سلف میں سے کسی ایک نے بھی (استواء علی العرش) کا انکار نہیں کیا مگر ان لوگوں نے کیفیت بھی بیان نہیں کی اور وہ اس سے لاعلم رہے۔ [4] یعنی انسانی عقلیں کیفیت کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں۔ ابوبکر اسماعیلی نے اہل سنت کا مذہب بیان کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ آخر کار عرش پر مستوی ہوا مگر اس نے یہ نہیں بتایا کہ یہ استواء کس طرح ہے؟ [5]

اس سے اس قول سلف کی وضاحت ہوتی ہے (غیر معقول) یعنی مجہول ہے جیسا کہ دیگر روایات نے اس کی وضاحت کی ہے۔

امام ذہبی نے امام مالک کے قول پر تعلیق لگاتے ہوئے کہا: یہ تمام اہل سنت کا قول ہے کہ استواء کی کیفیت کا کسی کو کوئی علم نہیں ہے۔ [6] ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''والد ابوحفص بن شاہین نے کہا: میں ابوجعفر ترمذی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے حدیث نزول کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: نزول تو معقول ہے جبکہ کیفیت مجہول ہے۔ اس پر ایمان واجب اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے۔ [7]

---

[1] فتح المبین شرح الأربعین: ۷۳۔
[2] دارقطنی فی الصفات: ۳۹۔
[3] فتح الباری ۱۳/۳۵۰۔ الحجة البالغة: ۱/۶۳۔
[4] تفسیر قرطبی: ۷/۱۴۰۔
[5] سیر اعلام النبلاء: ۱۶/۲۹۵، تذکرة الحفاظ: ۳/۹۴۹۔
[6] العلو للذهبی: ۱۰۴۔
[7] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۴۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوم:۔ مالک رحمہ اللہ سے سوال کرنے والا دراصل کیفیت کا علم حاصل کرنا چاہتا تھا اس کے سوال کا یہ مطلب نہ تھا کہ اس کی کیفیت ہے یا نہیں؟ مالک رحمہ اللہ کی اس روایت کہ (الكيف مجهول) کیفیت مجہول اس کی تائید کرتی ہے۔ اس سے ایجی نے بھی گواہی لی ہے اور اس کی روایت امام احمد سے بھی ثابت ہے جو اگرچہ وہ اس کی نصوص سے دور اور منطق وفلسفہ میں غرق تھا۔ [1] اسی طرح غزالی، جوینی اور (الفقہ الاکبر) میں بھی ہے۔ [2]

چہارم:۔ یہ لوگ کبھی کہتے تھے (بلا کیفیۃ) کبھی کہتے ہیں (کیف یشاء) یعنی جیسے چاہے جیسا کہ شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے قریب ہوتا ہے جیسے چاہتا ہے اور آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ [3] ابن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: وہ کیسے نزول فرماتا ہے؟ انھوں نے کہا: جیسے چاہتا ہے۔ [4]

ان کا یہ قول: کیف یشاء: کیفیت پر دلیل تو ہے مگر مخلوق کی کیفیات سے کوئی تشبیہ نہیں ہے۔

پنجم: جو آدمی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں ہے اسے (بلا کیف...... بلا کیفیت) کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ جو ثابت ہی نہ ہو اس کی کیفیت کی نفی بیان کرنا لغو قول شمار ہوتا ہے۔ اس کو تو وہی بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے کیفیت ثابت تو کرتے ہیں مگر جو اس کی شان کے لائق ہے اور وہ مخلوق کی کیفیات سے الگ ہے (الاستواء بلا کیف) یعنی بلا کیفیت کے استواء ان لوگوں کے مفہوم کے مطابق استواء کی نفی کا سبب ہے اور مالک رحمہ اللہ کے قول (الاستواء معلوم) کے مخالف ہے۔

ششم:۔ ان کا قول (بلا کیف۔ بلا کیفیت) سے انہوں نے مشبہ کی نفی مراد لی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ کبھی بھی کیفیت کے اثبات یا نفی پر کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا ہے بلکہ جھگڑا تنزیہ اور تشبیہ کے موضوع پر ہوا ہے:۔ کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان مشترکہ صفت کی مشترکہ ہی کیفیت بیان کریں یا اس صفت کو مانیں جو کیفیت میں تشبیہ اور مشابہت کا تقاضا نہیں کرتی۔ مشبہہ پہلی صورت کا اقرار کرتے ہیں جبکہ منزہۃ (تنزیہ بیان کرنے والے) دوسری صورت کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے سلف صالحین، تابعین کے ایک گروہ سے نقل کیا ہے کہ وہ تشبیہ کے قائل نہ تھے۔ وہ یہ احادیث بیان کرتے تھے مگر کیفیت کے قائل نہ تھے۔ [5]

اس کی تائید اہل السنہ کے اس موقف سے بھی ہوتی ہے جو اشعری نے ذکر کیا ہے (ولا يتأ و لونها۔۔۔۔ وہ ان کی کیفیت بیان نہیں کرتے) یہ اس نے ان کے اس قول (بلا کیف) کی تشریح میں لکھا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ ان کی مراد

---

[1] المواقف للايجي: ۲۷۳۔
[2] فيصل التفرقه: ۱۰۳۔ العقيدة النظامية: ۲۳۔ الفقه الأكبر۔
[3] عون المعبود: ۱۳/۴۱۔
[4] الأسماء والصفات: ۵۶۹۔
[5] فتح الباري: ۱۳/۴۰۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیفیت میں غور وخوض سے بچنا ہے نہ کہ کیفیت کی نفی مراد ہے۔

کیا صفات کے اثبات میں تشبیہ ہے:

تشبیہ سے بچنے کی دلیل دے کر (صفت کا انکار) جہمیہ کی دلیل ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: جہم نے قرآن کی تاویل تفسیر قرآن کے علاوہ کی ہے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جھٹلایا ہے اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح ہی بیان کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے کی ہے (ظاہری معنی مراد لیے) تو وہ کافر ہے۔ یہ مشتبہ میں سے تھا اور اس نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر ڈالا۔ اس کے اس قول کی پیروی ابوحنیفہ اور عمرو بن عبید کے ساتھیوں نے بصرہ میں کی ہے اس نے جہمیہ فرقہ کی بنیاد رکھی ہے۔

دہلوی نے حافظ ابن حجر سے فتح الباری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ان صفات کو اصل معانی کے ساتھ لینا تشبیہ نہیں ہے۔ تشبیہ تو یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ بندوں کی طرح سنتا ہے۔ یا اس کی آنکھ بندوں کی آنکھ کی طرح ہے۔ یہ اسحاق بن راہویہ سے مروی ہے۔ [1]

اہل بدعت کا اہل حدیث سے نفرت کرنا:

دہلوی نے علم کلام میں غور وخوض کرنے والوں کی ایک بری عادت کا ذکر کرتے ہوئے کہا "یہ لوگ اہل حدیث پر طعن درازی کرتے ہوئے ان کو (مجسمة) اور (مشبهة) کہتے ہیں۔ میرے لیے بات واضح ہو چکی ہے کہ ان لوگوں کے دعویٰ میں قطعاً کوئی صداقت نہیں ہے یہ اپنی بات میں واضح غلطی پر ہیں اور ہدایت کے آئمہ (اہل حدیث) پر طعن کرنے پر یہ لوگ دھوکہ میں ہیں۔ [2]

زبیدی نے کہا: معتزلہ نے اہل السنہ والجماعۃ کو مشبہہ کہا ہے۔ اس کا سبب درحقیقت حاضر کو غائب پر قیاس کرنا ہے۔ یہ عین تشبیہ ہے۔ یہ عجیب ہے آپ رحمہ اللہ نے تشبیہ کو دو اقسام میں بیان کیا ہے (۱) تشبیہ مذموم (۲) تشبیہ محمود۔

تشبیہ مذموم سے مراد اللہ تعالیٰ کو مخلوقات سے تشبیہ دینا۔ جبکہ تشبیہ محمود سے مراد اللہ تعالیٰ کے لیے صفات کا ثبوت۔ یہ عظیم تشبیہ ہے اور یہ کمال کے مراتب میں سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ تو نہ دو مگر ان کو ثابت کرو۔ یہ ان دونوں کے درمیان جمع اور اس کے اکمل ہونے کی صورت ہے۔ [3] خلاصہ یہ ہے کہ اس کی وہ صفات ثابت کرو جو اس نے خود اپنے لیے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ثابت کی ہیں مگر مخلوق کی صفات سے تشبیہ نہ دو۔

---

[1] فتح الباری: ۴۰۷/۱۳۔ جامع ترمذی: ۵۰/۳۔
[2] حجة الله البالغة: ٦٤۔
[3] اتحاف السادة المتقين: ۴۰۷/۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن مبارک نے کہا: جو تجھے مشبہہ کہے تو جان لو کہ وہ جہمی ہے[1]۔ابوحاتم الرازی نے کہا: اہل بدعت کی علامت ہے کہ وہ اہل حدیث پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اور جہمیہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل السنہ کو مشبہہ کہتے ہیں۔[2]
احمد بن سنان سے روایت ہے کہ دنیا کا ہر بدعتی اہل حدیث سے بغض رکھتا ہے جب کوئی شخص بدعت کا ارتکاب کرتا ہے تو حدیث کی مٹھاس اس کے دل سے نکال دی جاتی ہے۔[3]

عبدالقادر جیلانی اور ابن قتیبہ نے کہا: جہمی اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات کرنے والوں کو مشبہہ کہتے ہیں جیسا کہ اس کا علم، قدرت اور حیاۃ وغیرہ اور زندیقوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو حشویہ۔مجسمۃ اور مشبہہ کہتے ہیں۔[4]

جس کسی نے بھی کسی چیز کی نفی کی تو اس کو ثابت کرنے والے نے (مجسم مشبہہ) کہا، اشاعرہ معتزلہ کے نزدیک مجسمہ ہیں کیونکہ انہوں نے بعض صفات کو ثابت سمجھا ہے۔اسی طرح اہل السنہ اشاعرہ کے ہاں مجسمہ ہیں کیونکہ وہ ان کے ساتھ اس چیز کی نفی میں متفق نہیں جس کی وہ نفی کرتے ہیں۔

رؤیت (دیدار الٰہی) کا اثبات کرنے والے معتزلہ کے ہاں مشبہہ ہیں:

اگرچہ اشاعرہ نے تنزیہہ کے نام پر تاویل میں غلو (زیادتی) سے کام لیا ہے لیکن انہوں نے معتزلہ کے اعتراضات کو تسلیم نہیں کیا۔ جب انہوں نے جہت اور مقابلہ کی نفی کے باوجود قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا اقرار کیا تو معتزلہ نے ان کا مذاق اڑایا اور ان کو تضاد اور تناقض کا طعنہ دیا۔ انہوں نے کہا: جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت میں نہیں ہے اور اس کے باوجود یہ دعویٰ کیا کہ اس کا دیدار کیا جاسکتا ہے تو اس نے لوگوں کو اپنی عقل پر ہنسنے کا موقع دیا۔[5] انہوں نے کہا: جس نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کا دعویٰ کیا وہ کافر ہے۔ کیونکہ اس نے مخلوق کو اللہ تعالیٰ سے تشبیہ دے دی اور جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی ان لوگوں کی طرح کافر ہی ہے۔[6]

ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا اثبات درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حدوث کے اثبات کا ذریعہ ہے کیونکہ وہ چیز دیکھی جاسکتی ہے جو سامنے ہو یا سامنے کے حکم میں ہو۔ یہ جسم کی صفات ہیں۔ اس سے تو اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ثابت کرنا ہوگا۔ جب وہ جسم ہے تو وہ حادث تصور ہوگا اور اگر وہ جسم ہے تو اس کے لیے حاجت کا تصور جائز ہوگا۔[7] اہل کلام

---

[1] ابن مندہ نے اسے شرح حدیث نزول میں نقل کیا ہے: ۵۳۔
[2] اعتقاد أهل السنة والجماعة ۱۷۹/۲۔ عقیدہ السلف للصابونی: ۱۳۲/۱۔
[3] سیر اعلام ۲٤٥/۱۲۔ تذکرۃ الحفاظ: ۵۲۱/۲۔
[4] الغنیۃ: ۵۸۔ الفقه الاکبر بشرح القاری: ۱۳۔
[5] شرح اصول الخمسۃ: ۲٤۹، المغنی لعبدالجبار: ٥٤۔
[6] المغنی لعبدالجبار ۱۳۹/۳، شرح اصول الخمسۃ: ۲۳۲۔
[7] شرح اصول الخمسہ: ۲۷٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہاں قاعدہ یہ ہے جس کو دیکھا جاسکتا ہے وہ لازمی طور پر کسی جہت میں ہوتا ہے۔ اسی بناء پر اے اشاعرہ تم پر لازم ہے کہ تم رؤیت کا انکار کر دو۔

اشاعرہ اور ماتریدیہ، معتزلہ کے نزدیک تہمت زدہ ہیں جیسا کہ وہ اہل سنت پر تہمت لگاتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مسئلہ رؤیت میں وساوس سے محفوظ ہیں مگر بقیہ مسائل میں ایسا نہیں ہے حالانکہ دونوں مسائل قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ یہ ظلم اشاعرہ کے ظلم کے مشابہہ ہے جو یہ کہتے ہیں استواء سے تو جسم کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ (قعود۔۔۔ بیٹھنا) جسم کی صفات میں سے ہے اور جسم کے بیٹھنے کے لیے مقعد ضروری ہے اور مقعد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا کفر ہے۔

کیا تم غور نہیں کرتے کہ تم ہم پر ظلم کرتے ہو اور تم ہم پر وہ چیز لازم کرتے ہو جو معتزلہ تم پر کرتے ہیں اور تم ہم پر وہ حکم لگاتے ہو جو معتزلہ تم پر لگاتے ہیں تم ہم پر تجسیم کی تہمت لگاتے ہو جبکہ معتزلہ تم پر یہی تہمت لگاتے ہیں۔ ہم نے تو فقط وہی کچھ ثابت کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا جبکہ معتزلہ تم پر تجسیم، تشبیہ اور کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں حالانکہ فقط تم نے اللہ تعالیٰ کے لیے رؤیت ثابت کی ہے تم باقی صفات پر رؤیت والا قاعدہ اور کلیہ کیوں لاگو نہیں کرتے تاکہ تم اثبات اور تنزیہ کو جمع کر سکو؟

تمہارے اس رویے سے تاویلات پر غور کرنے والا اس نتیجہ تک پہنچے گا کہ تمہاری عقلیں جن کو تم نصوص پر مقدم کرتے ہو فقط اپنے مذہب کے دفاع میں لڑتی ہیں اگر تمہاری عقل آزادانہ کام کر رہی ہوتی تو تمہیں ضرور تنبیہ کرتیں کہ تم معتزلہ کی موافقت کر رہے ہو۔

کبھی یہ معتزلہ ہیں اور کبھی سنت کی راہ اپناتے ہیں:

ماتریدی نے ان صفات میں جن کی معتزلہ تاویل کرتے ہیں اور ان کی دلیل تشبیہ اور تجسیم کا قاعدہ ہے اپنے موقف کا دفاع کیا ہے اور معتزلہ کے خلاف اس قاعدہ اور قانون سے دلیل پکڑی ہے جس سے ہم اس کے خلاف دلیل لیتے ہیں۔

اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کا یہ وصف کہ وہ قادر ہے، عالم، کریم اور جواد ہے اور ایسی صفات سے اس کا نام رکھنا اس کو عقل ونقل کے لحاظ سے صحیح مانا گیا ہے [1]۔۔۔۔۔ مگر یہ کہ قوم نے کسی طرح ان اسماء کو اللہ کے علاوہ دوسروں کے لیے استعمال کیا ان کا گمان یہ ہے کہ ان کو اللہ کے لیے استعمال کرنے میں تشبیہ ہے اس کے اور دیگر اسماء کے درمیان۔۔۔۔ پھر جو ہم نے کہا اس کی دلیل رسولوں اور آسمانی کتابوں کا نازل ہونا ہے۔ اگر جو کچھ رسول لے کر آئے اس سے تسمیہ (نام رکھنا) میں تشبیہ ہوتی تو وہ توحید کو ختم کرنے کا سبب ہوتے۔ [2]

''یہ عین وہی بات ہے جو ہم اشاعرہ سے کہتے ہیں کہ ان صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موصوف کرنا دلائل سے ثابت

[1] دیکھو معتزلہ سے مناظرہ کرتے وقت وہ کس طرح شریعت کا ادب کر رہا ہے اور شریعت کو کبھی نقل کو عقل پر مقدم کر رہا ہے۔

[2] التوحید للماتریدی۔ ۹۳۔۹۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔۔۔مگر یہ کہ قوم (اشاعرہ اور ماتریدیہ) نے گمان کیا ہے کہ ان صفات کے اثبات میں تشبیہ ہے اس کے اور ہر موصوف کے درمیان اور جو کچھ ہم نے کہا اس کی دلیل رسولوں اور آسمانی کتابوں کا نزول ہے اگر اس میں جو کچھ رسول ﷺ لے کر آئے تشبیہ ہوتی تو وہ توحید کو ختم کرنے کا سبب ہوتے۔

المشبہہ معطلۃ:

تشبیہ درحقیقت تعطیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں'' کیونکہ مشبہہ نے مخلوقات سے مشابہہ معبود بنا ڈالا ہے تو وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ جبکہ تشبیہ سے ڈرنے میں اس قدر مبالغہ آمیزی درحقیقت (غلو) ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات رسول کریم ﷺ نے متعدد بار اور بہت سی بیان فرمائی ہیں مگر ایک مرتبہ بھی تشبیہ سے نہیں ڈرایا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ تنزیہ (پاکی بیان کرنا) میں غلو سے کام لینا درحقیقت شیطانی جال ہے جس سے وہ اہل غلو کا شکار تعطیل کے مورچے سے کرتا ہے۔

۱۔ اہل کلام اپنے آپ کو سلف سے زیادہ تنزیہ بیان کرنے والا اور ان سے زیادہ عقل کو استعمال کرنے والا سمجھتے ہیں۔

۲۔ صوفیاء اپنے آپ کو سلف سے زیادہ عبادت کرنے والا سمجھتے ہیں۔

۳۔ شیعہ اپنے آپ کو سلف سے زیادہ اہل بیت سے محبت کرنے والا سمجھتے ہیں۔

۴۔ خوارج اپنے آپ کو سلف سے زیادہ اللہ کے حکم کی تعظیم کرنے والا سمجھتے ہیں۔

اس لیے تو محمد انور کشمیری نے بیان کیا کہ جب اشعری نے تنزیہہ (پاکی بیان کرنا) میں غلو سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ کی ان بہت سی صفات کا انکار کر دیا جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں قرآن مجید ان باطل تنزیہات کو بیان نہیں کرتا۔ [1]

عوام الناس سے پردہ پوشی (دھوکہ):

اہل کلام عوام الناس کو تشبیہ کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں درحقیقت وہ مذہب تاویل کو رواج دینا چاہتے ہیں گویا کہ ان کے مذہب میں عوام الناس کو تشبیہ کے گناہ سے بچانے کی صلاحیت موجود ہے۔

ان اشکالات کو عوام الناس میں بیان کرنے کا کوئی مقصد نہیں ہے کیونکہ انسانی فطرت اس طرح کی تشبیہ کو تسلیم ہی نہیں کرتی اور اس کی تاکید ابن قتیبہ نے بھی کی ہے۔ [2] انہوں نے کہا: ''اگر عوام الناس کو ان کی فطرت پر ہی چھوڑ دیا جائے تو ان کے ہاں اس تشبیہ کا قطعاً کوئی خطرہ نہیں ہے''۔ غزالی نے کہا: عوام الناس کا ایمان ان علمائے کلام کے بے کار کلام اور غیر ثابت شدہ یقین سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ لوگ تو ہوا کے جھونکوں سے کبھی ادھر جاتے ہیں اور کبھی ادھر [3] یہ

[1] فیض الباری: ۴/۴۷۳۔

[2] بغدادی، ذہبی اور ابن الجوزی نے کہا: وہ ثقہ اور فاضل آدمی تھا تاریخ بغداد ۱۰/۱۷۰، سیر اعلام ۱۳/۲۹۷۔ میزان ۲/۵۰۳۔

[3] احیاء علوم الدین ۱/۹۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو صفات کے قائلین کے خلاف استعمال کرتے ہیں اور تشبیہ سے ان کی نفرت کو موقع غنیمت کے طور پر لیتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے کفر اور نواقض ایمان کی ایک ایک چیز کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ مگر آپ نے اور آپ سے پہلے کسی نبی نے بھی تشبیہ سے اس طرح لوگوں کو نہیں ڈرایا ہے۔

عوام کی فطرت کو یہ لوگ کس طرح استعمال کرتے ہیں:

اہل کلام اور الحادی سوچ رکھنے والے تشبیہ سے نفرت رکھنے والی فطرتِ عوام کو استعمال کرتے ہیں اور انہیں آہستہ آہستہ تعطیل کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ عوام کو تشبیہ سے اس قدر ڈرانا ان کو تشبیہ سے دور رکھنے کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ توان کو غلو میں داخل کرنے کے لیے ہے جس کی انتہا اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لیے بیان فرمائی ہیں جیسا کہ کہا گیا، ان لوگوں نے تنزیہہ کو بطور ڈھال استعمال کیا کہ لوگ تعطیل میں داخل ہو جائیں۔

جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں سے کہا تھا: "کلمة حق یراد به الباطل---" سچی بات سے باطل مراد لیا گیا ہے۔ جب انہوں نے اس آیت کریمہ ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو۔ کو بطور حجت پیش کیا۔

ہم بھی صفات کے معاملہ میں یہی بات کہیں گے کہ (سچی بات سے باطل مراد لیا گیا ہے) یہ آیت کریمہ کا پہلا حصہ بیان کرتے ہیں ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ اور اگلا حصہ بیان نہیں کرتے یعنی ﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ اگر آیت کریمہ علم کلام اور تصوف کے موافق آئے تو وہ حکم قرار پاتی ہے اور اگر علم کلام اور تصوف کے خلاف ہو تو متشابہہ ہو جاتی ہے۔

اہل غلو کے لیے تشبیہ شیطان کی رسی اور اس کی چال ہے۔ وہ تشبیہ کو ختم کرنے کے نام پر ان لوگوں کو تعطیل تک لے جاتا ہے۔ ان لوگوں کو اندازہ نہیں ہے کہ شیطان تشبہہ کے نام پر پھونکتا ہے اور تعطیل تک لے جاتا ہے۔ اہل غلو اس کا شکار ہوتے ہیں۔ شیطان نے چاہا کہ وہ اس بات کو ثابت نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نفس کے لیے ثابت کی ہے ان کی تاویلات نے تجسیم کا وہم بھی ختم نہ کیا بلکہ انہوں نے تو اسے ثابت کیا۔ انہوں نے دین میں طعن (اعتراض) کا دروازہ کھول دیا۔ جو چیز وہم اور وسوسہ کو ختم کرتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا ہے۔ انسان کو بعض دفعہ اور قسم کے وساوس میں بھی گھیر لیتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی صحابی نے عرض کیا کہ بعض دفعہ میرے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے جس کو زبان پر لانے کی نسبت مجھے آسمان سے گرنا محبوب ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (یہ واضح ایمان ہے) یعنی اس کی طرف سے انکار اور خوف واضح ایمان ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ "الحمد للہ جس نے اس (ابلیس) کی چال کو وسوسہ میں بدل ڈالا"۔ [1] (فقط وسوسہ پر مواخذہ نہیں ہے۔)

[1] ابوداؤد: ۵۱۱۱، مسند احمد ۳۹۷/۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاویل حقیقت میں تعطیل (انکار) ہے:

سلف صالحین نے اہل تاویل کو (معطلہ) کہا ہے۔ کیونکہ انہوں نے الفاظ کو تو ثابت کیا مگر فقط احتمال کی بنیاد پر معانی کو بدل ڈالا۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: (یداللہ) سے مراد اللہ کی قدرت لینا قطعاً صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ تو صفت کا انکار کرنا ہے۔ ①

ان لوگوں نے صفت علو کو بدل ڈالا۔ انہوں نے علو اللہ کا مطلب تشبیہ سے بلند لیا اور اللہ تعالیٰ کو بلندی سے محروم کر دیا جبکہ یہ بلندی فرشتوں کو عطا کر دی۔ اللہ تعالیٰ سے صفت کلام ختم کر کے جبرائیل کو دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کو رحمت سے خالی کر کے اس کا معانی خیر و بھلائی کا پہنچنا کر دیا۔ غضب کی تاویل سزا اور محبت کی تاویل ارادہ سے کر ڈالی۔ اسی لیے شافعی رحمہ اللہ نے کہا: علم کلام سے مشغول نہ ہونا کیونکہ میں نے اہل کلام کے ہاں تعطیل کو پایا ہے۔ ②

یہ دلیل ہے کہ:

(۱) تاویل کرنے والوں کو صفات کی نفی کرنے والے کہنا غلط نہیں ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی تاویل درحقیقت تعطیل ہے اسی لیے اہل تاویل کو معطلہ کہا جاتا ہے۔

(۲) سلف تاویل کو تنزیہ کی بجائے تعطیل شمار کرتے تھے۔ معتزلہ نے آیات صفات کے انکار کی وضاحت نہیں کی۔ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ ہم ان صفات کا انکار کرتے ہیں جو قرآن مجید میں ہیں لیکن کہا: ہم ان کا ظاہر مراد نہیں لیتے اور ان کی تاویل کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کے نزدیک اپنے ظاہر پر نہیں۔ اس لیے سلف نے ان کا نام معطلہ رکھا ہے۔

(۳) ہم اشاعرہ سے پوچھتے ہیں جو سات صفات کی تاویل کرے اس کا کیا حکم ہے۔ اگر تم اسے تعطیل کہتے ہو تو پھر ان سات کے علاوہ بقیہ صفات کی جو تاویل کرے وہ ہمارے نزدیک بھی تاویل ہے۔

تعطیل، تشبیہ کی دوا نہیں ہے:

بعض تاویل مخالف لوگوں نے کہا ہے کہ جب دل میں وسوسہ گہرا ہو رہا ہو اور تشبیہ کا خیال مضبوط ہو رہا ہو تو تاویل کرنا جائز ہے۔ اس دعویٰ پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

(۱) یہ بات گذر چکی ہے کہ تاویل ایسی بیماری ہے جو تعطیل کی طرف لے کر جاتی ہے تو پھر تاویل تشبیہ کی دوا کیسے ہو سکتی ہے ہم نے ایک طویل تلخ تجربہ کیا ہے جس کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاویل کا راستہ بے فائدہ ہے اور اس کے امت پر انتہائی برے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

(۲) ہم اگر عذاب قبر سے متعلقہ نصوص کے متعلق کسی کو دیکھیں جو حیران و پریشان ہو اور تنزیہ کے نام پر اور اللہ و رسول ﷺ سے کذب (جھوٹ) کو دور کرنے کے نام پر تاویل کو واجب قرار دے تاکہ وسوسہ ختم ہو سکے کیونکہ وہ

① الفقہ الأکبر: ۳۳۔ ② سیر اعلام ۱۰/۲۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عذاب قبر کے متعلق احادیث تو سنتا ہے مگر جب اس نے قبر کھود کر دیکھی تو عذاب کے کوئی نقصانات نہ پائے اور نہ ہی کوئی آواز سنی ❶ تو کیا ہم اس کو عذاب قبر سے متعلقہ نصوص کی تاویل کی اجازت دیں گے؟

(۳) جو شخص تاویل کی مذمت کرے اور علم کلام کو اچھا نہ سمجھے، کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ تاویل کا دروازہ کھولے جس نے اسماء اللہ اور صفات باری تعالیٰ کو ہی معطل کر ڈالا اس کے لیے قطعاً جائز نہیں کہ وہ ضرر رساں چیز کو دوا بنائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو چیز تم پر حرام کی ہے اس میں دوا نہیں رکھی۔

حبشی کا تصرف:

حبشی نے ابوحنیفہ کا قول ذکر کیا ہے ''یہ نہیں کہا جائے گا کہ (ید) سے مراد قدرت ہے'' مگر اس نے ان کا یہ قول حذف کر دیا ہے ''کیونکہ ایسا کرنا صفت کو باطل کرنا ہے'' کیونکہ یہ عبارت مذہب تاویل کی قلعی کھول رہی ہے اور واضح کر رہی ہے کہ یہ حقیقت میں تاویل ہے۔ ابوحنیفہ کے کلام سے لازم ہے کہ حبشی (معطلہ) میں سے ہے اسی لیے تو اس نے ابوحنیفہ کی عبارت حذف کر دی ہے۔

شہرستانی نے تعطیل کے معانی ذکر کرتے ہوئے کہا ''کتاب وسنت کے ظاہری معانی سے تعطیل جس پر ان کی دلالت ہے یہ فلاسفہ کا مذہب ہے۔ ❷

ابن الجوزی نے کہا: عوام الناس کے لیے سب سے نقصان دہ چیز اہل تاویل اور صفات کی نفی کرنے والوں کا کلام ہے۔ ❸

الشیخ علاء الدین العطار نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ ❹ ''اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔'' کی تشریح میں کہا (یداللہ ۔۔۔ اللہ کا ہاتھ) کی تاویل اللہ کی قدرت سے کرنا حرام ہے۔ یہ ایسی تحریف ہے جس میں تاویل ہے ۔۔۔ یہ معتزلہ اور جہمیہ کا فعل ہے۔ ❺

تعطیل: اللہ تعالیٰ کو معدوم (نہ ہونا) سے تشبیہ دینا ہے

معطلہ حقیقت میں مشبہہ ہیں:

اوّل: کیونکہ وہ تشبیہ کے وہم میں مبتلا ہو گئے ہیں، انہوں نے کتاب وسنت کی ظاہری نصوص کو تشبیہ کے باب میں شمار کیا ہے۔ حتیٰ کہ ان کے سردار رازی نے کہا: باب تشبیہ میں مذکورہ اخبار (احادیث) کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ تشبیہ میں بہت زیادہ قوی ہیں۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کا رب انسان کی طرح کا بہت بڑا وجود رکھتا ہے جس

---

❶ شرح اصول الخمسته لعبدالجبار معتزله: ۷۳۳۔
❷ نهاية الأقدام: ۱۲۳۔
❸ صيدالخاطر: ۱۰۱۔
❹ المائده: ٦٤۔
❺ الاعتقاد الخالص: ۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اعضاء انتہائی بڑے ہیں۔ ❶ یہ لوگ پھر تحریف (تاویل) کی طرف مجبور ہوئے جیسا کہ تشبیہ کے وسوسہ کو ختم کرنے کا دعویٰ ہے۔ اس بناء پر یہ تعطیل میں واقع ہو گئے ان کی مثال ایسے ہی ہے کہ آگ کے ذریعے گرمی سے بچنے کی کوشش میں ہیں۔

دوم:۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سلبی (نفی) صفات بیان کرتے ہیں۔ یہ حقیقت میں محمود معبود کو ثابت نہیں کرتے بلکہ موجود کا اثبات بھی نہیں کرتے۔ مثلاً یہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نہ ہی تو کائنات میں داخل ہے نہ خارج ہے نہ ہی کائنات سے الگ ہے نہ ہی جُڑا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو معدوم سے تشبیہ دے ڈالی۔ اگر ہم ان سے کہیں اس معدوم کی کوئی صفت بیان کرو تو یہ کسی معدوم صفت سے اپنے رب کی صفت بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ اسی لیے کہا گیا ہے (**المشبهة بعيد صنمًا والمعطل يعبد عدما**) مشبہہ بت کی پوجا کرتے ہیں۔ جبکہ معطلہ معدوم کی پوجا کرتے ہیں کیونکہ نفی (عدم) نہ ہونا ہے اور عدم کچھ بھی نہیں ہے۔ ❷ اگر کوئی ان کی بات پر غور کرے اور ان کی تاویل کا جائزہ لے تو اسے پتہ چلے گا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو ایک خیال اور ایک سراب بنا ڈالا۔ ایسی صورت میں تو کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ایک ایسی چیز سے بیان کی ہے جس کا کوئی وجود نہیں۔ ❸

ان کے غلط دعویٰ کی ایک اور دلیل:

ان کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نہ ہی کائنات میں داخل ہے اور نہ ہی خارج۔ سن کر صوفیاء نے ان سے کہا: ہم اس بات پر تو متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کائنات سے بلند نہیں ہے۔ اب اس کا کائنات کے اندر ہونا متعین کرنا پڑے گا۔ یا تو اس کا وجود ہی کائنات کا وجود ہے یا پھر وہ کائنات میں حلول کر گیا ہے۔ یہ درحقیقت اہل باطل کا آپس میں تعلق اور ربط ہے کیسے ایک دوسرے کی طرف جھوٹی باتیں اور جھوٹے اقوال وحی کر رہے ہیں؟

جو لوگ معدوم کی پوجا کرتے ہیں ان پر دیدار الٰہی کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ رؤیت (دیدار) ہمیشہ محل اور مقابلہ میں ہوتا ہے۔ ایسی ذات کا دیدار تو عقلاً ہی ناممکن ہے۔ جو نہ اوپر ہو نہ نیچے ہو، نہ دائیں ہو نہ بائیں ہو، نہ داخل ہو نہ خارج ہو۔ یہ شرعی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے۔

یا تو تم اللہ کی فوقیت کا انکار کرو تو تمہیں رؤیت (دیدار) کی نفی لازم آئے گی یا پھر تم اس کی فوقیت کا ضروری طور پر اقرار کرو جیسا کہ ضروری طور پر رؤیت کا کر رہے ہو ورنہ ہم تمہیں وہی بات کہیں گے جو معتزلہ نے کہی ہے۔ ❹

---

❶ المطالب العالية: ٢١٣/٩۔

❷ الرسالة التدمرية: ٣٩۔

❸ اصول اعتقاد أهل السنة: ٤٣٢/٣، ٤٣٣۔

❹ شرح اصول الخمسة: ٢٤٩، المغنى لعبدالجبار: ١٣٩/٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں سے نہیں ہیں:

یہ جائز نہیں ہے کہ قرآن مجید وہ بات بیان کرے جس کے معانی ہی معلوم نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾ ① تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اس حکم سے آیات صفات کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔

اللہ تعالیٰ کی صفات تو زیادہ حق رکھتی ہیں کہ وہ متشابہات میں سے نہ ہوں کہ جن کے معنی کی معرفت حاصل کرنا ہی جائز نہ ہو بلکہ یہ محکم آیات ہیں اور ان کا معنیٰ واضح ہے مگر کیفیت مجہول ہے۔ ان کے معانی کے واضح ہونے کے پیش نظر سلف کہا کرتے تھے کہ (ان کی تفسیر ان کا ظاہر ہی ہے) اسی طرح مالک رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے (استواء تو معلوم ہے مگر کیفیت مجہول ہے)۔ اگر استواء معلوم نہ ہوتا تو وہ کہتے (استواء مجہول ہے اور کیفیت بھی مجہول ہے) جو اشتباہ ہے وہ نسبتی ہے بعض دفعہ ایک چیز تمہارے لیے مشتبہ ہو سکتی ہے دوسروں کے لیے نہیں جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ان کے درمیان متشابہ امور ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔'' ②

سلف صالحین سے ثابت ہے کہ وہ آیات صفات کی تفسیر بیان کرتے تھے جیسا کہ مجاہد اور ابوالعالیہ نے استواء کی تفسیر علو اور بلندی سے کی ہے۔

ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: جہمیہ نے ان آیات کی تفسیر اہل علم کی تفسیر کے خلاف کی ہے۔ مثلاً انہوں نے کہا: ید۔ (ہاتھ) سے مراد قوت ہے۔ ③ یہ صریح نص ہے کہ اہل علم آیاتِ صفات واحادیث کی تشریح جہمیہ کے خلاف کرتے تھے۔ اشاعرہ بھی تاویل آیات میں جہمیہ کی طرح ہی ہیں۔

یہ ان متشابہات کے خلاف ہے جن کی تفسیر جائز نہیں کیونکہ اگر آیات صفات متشابہات میں سے ہوتیں تو سلف ان کی تفسیر کبھی نہیں کرتے۔ سلف سے اس کی تفسیر ثابت ہونا ہی مذہب تفویض اور مذہب تشبیہ کو باطل قرار دے دیتا ہے۔

احباش نے محکم کی تفسیر کرتے ہوئے کہا وہ حکم جس میں فقط ایک ہی صورت کا احتمال ہو اور متشابہ وہ ہے جس کی دلالت واضح نہ ہو اور اس میں لغوی اعتبار سے متعدد صورتوں کا احتمال ہو۔

اس طرح ان لوگوں نے عقل کو بنیاد بنا کر محکم اور متشابہ کا فرق کیا جو ان کی عقلوں کے موافق ہے اسے محکم کہا اور جو عقل کے خلاف ہے اسے متشابہ کہا۔

معتزلہ کے نزدیک آیاتِ قدر اور نصوصِ قبر متشابہ ہیں۔ وہ متشابہ کو محکم کی طرف نہیں لوٹاتے بلکہ عقل پر پرکھتے ہیں۔ یہ ایک متشابہ چیز کو اس کی طرف لوٹاتے ہیں جو ان کے ہاں متشابہ ہے۔ صفت ضحک (ہنسنا) ان کے نزدیک متشابہ ہے اسے وہ رضا اور رحمت کی طرف لوٹاتے ہیں یہ دونوں صفات ان کے نزدیک متشابہ ہیں۔

---

① محمد: ۲٤۔

② صحیح بخاری: ۲۰۵۱۔ ③ سنن ترمذی۔ حدیث نمبر ٦٦۲ پر تعلیقًا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ اشاعرہ آپس میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیات صفات متشابہ میں داخل ہیں یا نہیں۔

ابو منصور بغدادی نے کہا: ہمارے اصحاب اختلاف کا شکار ہیں ان میں سے کچھ نے کہا: آیات استواء متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ ❶ پس تم آپس میں ہی متفق کیوں نہیں ہوتے؟ ورنہ تم مزید حیرت کا شکار ہو جاؤ گے۔

۲۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمام آیات صفات متشابہ ہیں یا پھر بعض ہیں۔ لازمی کہیں گے۔ سب نہیں۔ اشاعرہ سات صفات ثابت کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک محکم ہیں جبکہ بقیہ صفات متشابہ ہیں۔ ان سات صفات کو انہوں نے ان کے ظاہر پر مراد لیا ہے اور ان کی عقلوں میں یہ بات بالکل نہیں کھٹکی کہ یہ صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ ہیں جیسا کہ سمع (سننا) بصیر (دیکھنا) اور کلام وغیرہ۔

تم نے کس ضابطہ یا دلیل کی بنیاد پر کہا ہے کہ یہ سات صفات محکم ہیں متشابہ نہیں ہیں اور اس کے علاوہ تمام متشابہ ہیں؟ جب ان سے اس فرق کی وضاحت مانگی جاتی ہے تو کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکتے۔

۳۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ جب تم پر کچھ متشابہ ہوا تو تم نے لغت کا سہارا لیا تو ایسی صورت میں تم اسی چیز میں واقع ہو گئے جس سے راہ فرار اختیار کر رہے تھے۔ استواء کے لغوی معانی جلوس (بیٹھنا) کے ہیں لیکن ہم تو اس کی جو بخاری میں مجاہد اور ابو عالیہ کی ثابت شدہ تفسیر سے آگے پیچھے نہیں ہوتے بلکہ وہی مراد لیتے ہیں اور وہ ہے بلندی اور فوقیت جبکہ قرآن وحدیث اور سلف صالحین کی تفسیر کو چھوڑ کر لغت کا سہارا لینا واضح گمراہی ہے۔

۴۔ اگر صفات متشابہات میں سے ہوتیں تو سلف صالحین ان کی تفسیر سے دور رہتے جبکہ حق بات یہ ہے کہ سلف نے صفات سے متعلقہ بے شمار نصوص کی تفسیر کی ہے۔

۵۔ ان کا یہ کہنا کہ ان کی تفسیر (عقل کی محتاج ہے) یہ تو معتزلہ کے راستہ پر چلنے کا ثبوت ہے۔ انہوں نے صفات کی تفسیر اپنی عقلوں کے مطابق کی ہے، یہ انحراف ہے اور یہ سمعی نصوص کی اہمیت کو کم کرنے والی بات ہے۔

پھر یہ موقف منہج قرآنی کے بھی یکسر خلاف ہے جس میں متشابہات کو محکم کی طرف پھیرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۶۔ ہم ان سے پوچھیں گے کیا جو چیز عقلی دلیل کے خلاف ہو وہ متشابہ ہے کیا تمہاری عقلوں نے جو (استوی) کی تاویل (استولیٰ) سے کی ہے کیا وہ قطعی ہے یا احتمالی ہے؟ اگر تم اس سوال کا جواب نہ بھی دو تو تمہارا شیخ حبشی اس کا جواب دے چکا ہے۔ اسی طرح ماتریدی نے بھی وضاحت کی۔ دونوں کا کہنا ہے تاویلات قطعیت کا فائدہ نہیں دیتی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے بلکہ یہ تو احتمال کا ہی فائدہ دیتی ہیں۔ ❷

---

❶ اصول الدین: ۱۱۲۔

❷ الدلیل القویم: ٤٧، التوحید للماتریدی: ۷٤۔ الرسائل فی بیان عقائد اھل السنۃ: ۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشاعرہ نے معتزلہ سے استواء کی تفسیر حاصل کی ہے اور حافظ ابن عساکر کے قول کی واضح مخالفت کی ہے کہ اشعری نے معتزلہ کی تاویل کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے اس کے اور مشبہہ کے موقف میں درمیانہ راستہ اختیار کیا۔

پس اے اشاعرہ تم معتزلہ کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ ❶

حبشی کے ہاں تاویل:

حبشی شروع شروع میں صفات کا قائل تھا۔ اس نے کہا: جان لو! جو کچھ کتاب وسنت میں وارد ہوا جس کے ظاہر سے جسم کا شبہ ہوتا ہے جیسا کہ ہاتھ، آنکھ وغیرہ تو اس پر ایمان لانا بمعہ تنزیہ واجب ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ اگر چہ یہ اعضاء شمار نہ ہوں گے۔ ❷

اس نے اللہ تعالیٰ کے اپنے لیے بیان کردہ اوصاف پر ایمان لانے کا موقف اپنایا کہ تنزیہ کی بنیاد پر ایمان لانا واجب ہے اور رائے کو ترک کر دیا کیونکہ صریح نص کی تاویل نہیں ہوتی اور نصوص کو رد کرنا کفر ہے۔ ❸ اس نے کہا ''جب خبر (نص) ثابت ہو جائے پھر غور وفکر کی ضرورت نہیں'' ❹ مگر کیا حبشی نے ابوحنیفہ کے قول کو اپنایا ہے کہ صفات کی تاویل اپنی رائے کا اظہار ہے اور ابوحنیفہ نے اس سے منع کیا ہے اور کہا: ''اگر تشبیہ کا عقیدہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو ثابت کرنا جائز ہے'' اور یہ کہ اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہے یا ہاتھ ہے اور جسم کا عقیدہ نہ رکھا تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا''۔ ❺

مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ صفات ثابت کرنے والوں کو مختلف القابات سے نوازتے ہیں۔ ان کو حشویہ، مجسمۃ اور مشبہہ کہتے ہیں مگر حکم لگانے سے پہلے ان سے یہ نہیں پوچھتے کہ وہ جسم کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ نہیں۔ کیا ان میں سے کسی نے کہا ہے کہ وہ صفات کا اثبات کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے جسم سے تشبیہ دیتا ہے۔ بلکہ وہ احباش کے ہاں ہمیشہ تہمت زدہ رہے ہیں کہ وہ جسم کا عقیدہ رکھتے ہیں اگر چہ وہ صراحتاً اس کی نفی کرتے رہیں۔

بلکہ ان کے مجلۃ (رسالۃ) میں یہ عبارت موجود ہے ''معاملہ یہاں تک پہنچا ہے کہ جو لوگ تاویل سے منع کرتے ہیں وہ حقیقت میں تشبیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں اور تدلیس (غلط بیانی) کرتے ہوئے کہتے ہیں (اس کا ہاتھ ہے جو مخلوق کے ہاتھ سے مختلف ہے) ❻ مجھے علم نہیں کہ ان کو اس بات کی کس نے خبر دے دی ہے جبکہ یہ دل کا غیبی معاملہ ہے؟

مگر اس نے پھر یہ بات کہی: ''ان صفات کی تاویل عوام الناس کو جسم کے عقیدہ سے بچانے کے لیے کی جائے گی۔ اس طرح اس نے بُرا گمان کیا اور ان سے جسمیت کا عقیدہ جانے بغیر ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس کے باوجود اس نے

---

❶ تبین کذب المفتری: ١٥٠۔
❷ الدلیل القویم: ٤٧۔
❸ الدلیل القویم: ١٥٢۔
❹ الدلیل القویم: ١٦١۔
❺ الدلیل القویم: ١٥٩۔
❻ منارالهدیٰ ٢٧/١٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکمرانوں کا وضعی قانون بنانے پر بھی دفاع کیا۔ حالانکہ یہ شریعت کے قوانین سے ہٹ کر فیصلہ سازی ہے۔۔۔۔ کہا: یہ لوگ یہ اعتقاد تو نہیں رکھتے کہ وضعی قوانین اللہ تعالیٰ کی شریعت سے بہتر ہیں۔ دیکھو یہ لادینوں کا کسی طرح دفاع کا کام کر رہا ہے حالانکہ انہوں نے اسے اس قسم کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی ہے؟ جبکہ صفات ثابت کرنے والوں کی نیت پر یہ شخص طعن کرتا ہے حالانکہ وہ بار بار وضاحت کر چکے ہیں کہ وہ صفات کا اثبات تو کرتے ہیں مگر تشبیہ نہیں دیتے۔

حبشی کے ہاں سات صفات کی تاویل کا حکم:

باوجود اس کے کہ اس نے کہا: ''ان تمام صفات کی تاویل کی جائے گی'' مگر انہوں نے ان سات صفات کی تاویل کر کے اشاعرہ کی مخالفت کی جرأت نہیں کی ہے (یہ صفات جیسا کہ ارادہ، علم، قدرت، سمع، بصر کلام) ہیں۔ ان کے نزدیک ان صفات میں تشبیہ کا وہم نہیں ہے اور یہ کہ ان پر عقل دلالت کرتی ہے بقیہ صفات کے برعکس جیسا کہ غضب، رضی (رضامندی) سخط (ناراضگی) میں تشبیہ کا وہم ان کے ہاں جو پایا جاتا ہے وہ عقل کے خلاف ہے۔ اس کو انہوں نے ان سات صفات کے تحت درج کر ڈالا اور اسے ان کے معانی میں سے شمار کیا۔ یہ اندراج بہت بڑی گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کو قرآن میں نازل کیا کہ یہ صفات معانی پر مشتمل ہیں یہ دوسری صفات کا معانی نہیں ہیں۔ انہوں نے فقط اللہ تعالیٰ کی صفات کو دوسری صفات کے معانی میں ہی تبدیل نہیں کیا بلکہ انہوں نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کی ہیں جو اس نے خود اپنے لیے بیان نہیں فرمائی ہیں۔ جیسا کہ استیلاء اور مخالفتِ حوادث وغیرہ۔

ان کا یہ کہنا کہ صفت (غضب، ناراضگی، ہاتھ، آنکھ، چہرہ اور آنے) سے جسم کا وہم ہوتا ہے یہ قول باطل ہے۔ یہ بات معلوم ہے کہ حواسِ انسانی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حواس کو پیدا کرنے والا ہے اور ان کے متعلق خوب جانتا ہے فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ﴾ [1] اور بلا شبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ان چیزوں کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو وہم اور وسوسہ کا قیدی بنا کر پیدا نہیں کیا۔ اس نے ان کے لیے آیاتِ تنزیہ اتاری ہیں جس سے شیطانی وسوسہ ختم ہو جاتا ہے۔

حبشی کے ہاں تاویل کی شروط:

حبشی کے نزدیک تاویل کی شروط مندرجہ ذیل ہیں:

اوّل:۔ جس کی تاویل کرنی ہے وہ نص خبر واحد ہو۔ [2] یہ شرط اس کے اپنے ہی موقف کے خلاف ہے جو اس نے آیت استوٰی اور علو (بلندی) کی تاویل میں اختیار کیا ہے چہ جائیکہ حدیث متواترہ ہوں۔ اگر تاویل فقط خبر آحاد میں جائز ہے تو قرآنی آیات کی تاویل کیوں؟

[1] ق: ١٦۔ [2] الدلیل القویم: ٤٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوم:۔ تاویل اجتہاد کی بنیاد پر نہ ہو کیونکہ اصول عقیدہ میں اجتہاد کا کوئی عمل دخل نہیں ہے یہ اس کا موقف ہے اور اس کی بنیاد ابوحنیفہ کا قول ہے "اللہ تعالیٰ کی صفات میں رائے کا کوئی عمل دخل نہیں ہے"۔ [1]

یہ شرط بھی اس کے عمل کے خلاف ہے کیونکہ اس نے عقلی دلائل کو نصوص پر مقدم کیا ہے اور یہ لوگ عقل کی بنیاد پر ہی فیصلہ کرتے ہیں کہ کون سی نص کی تاویل ہوگی اور کون سی کی نہیں ہوگی۔ یہ اعتزالی قاعدہ ہے جس پر وہ عمل پیرا ہیں۔ اس نے عقل کو شرع پر حاکم مقرر کیا اور اسے قدسی امتیاز سے نواز ڈالا۔ [2]

وہ اس قاعدہ کے تحت کہ عقل کو شرع پر فوقیت حاصل ہے۔ عقل کو وہ مقام دے رہا ہے جو شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔ حبشی کہتا ہے عقلی طور پر یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں کو سزا دے جب کہ یہ شرعی طور پر ناجائز ہے۔ [3] یہ اس فرقہ کے عجائب وغرائب میں سے ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں کو عذاب دے سکتا ہے اور انبیاء، اولیاء کو بھی عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے جبکہ کافر کو جنت میں بھیج سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے اور اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اگرچہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مصداق بنتا ہے کہ "اے لوگو! اپنی رائے پر تو تہمت لگالو مگر جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہیں بیان کیا جاتا ہے اس کے بارے میں اچھا گمان رکھو۔ [4] مگر حقیقت یہ ہے کہ اس نے نصوص پر تو طعن کیا ہے اپنی رائے پر نہیں کیونکہ نصوص میں تو استواء، نزول، ہاتھ، قبضہ (مٹھی) پاؤں اور انگلی کا ذکر ہے مگر اس نے ان پر طعن کرتے ہوئے اپنی عقل کو مقدم کیا اور کہا (ایسا کہنا عقلی اور شرعی طور پر جائز ہے)۔ [5]

اگر یہ شخص واقعتاً علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنے والا ہوتا کہ تو عقل پر شریعت کو مقدم کرتا اور صفات کو بغیر تاویل کے قبول کر لیتا کیونکہ تاویل درحقیقت تسلیم کے متضاد ہے جیسا کہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہم اس معاملہ میں تاویل کرنے والوں کی آراء تسلیم نہیں کرتے اور ہم خواہشات پر وہم میں مبتلا نہیں ہوتے کیونکہ دین میں کوئی بھی محفوظ نہیں سوائے اس کے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔۔۔ معتبر تاویل یہ ہے کہ تاویل کو ترک کیا جائے اور نصوص کو تسلیم کیا جائے یہی مسلمانوں کا دین ہے۔ [6] تاویل اہل تسلیم کا طریقہ نہیں ہے بلکہ یہ اہل تعطیل کا طریقہ ہے۔

حبشی کا اعتراف کہ تاویل تاکیدی نہیں ہوتی:

ان تمام تر شروط وقیود کے باوجود حبشی کا کہنا ہے کہ تاویل ظن (گمان) کا فائدہ دیتی ہے یقین کا نہیں۔ احتمال ہے

---

1. الدلیل القویم: ۱۶۱، ۱۷۶، لیکن کیا حبشی نے ابوحنیفہ کے قول پر عمل کیا ہے؟ اس نے اپنی رائے سے تاویل کی جس سے ابوحنیفہ نے منع کیا۔
2. اساس التقدلیس ۲۲۰۔ قانون التاویل: ۱۶۔ الغزالی۔
3. الدلیل القویم: ۱۴۔
4. اظہار العقیدہ السنیہ: ۱۸۵۔
5. اظہار العقیدة السنة: ۱۱۸، وبغیة الطالب: ۹۔
6. عقیدہ الطحاویة: (اظہار العقیدة السنیة) کے تحت ۲۵۲، ۲۵۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہ ہو۔ ❶

اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اہل تاویل علم میں پختہ لوگوں میں شامل نہیں ہیں جو ان نصوص کی تفسیر اور مفہوم جانتے ہیں۔ یہ لوگ ایسی تاویلات کرتے ہیں جو علم میں پختہ لوگوں کی تاویل کے خلاف ہے اور جہمیہ ومعتزلہ کے موافق ہے یا پھر ایسی تاویلات کرتے ہیں جو ان سے پہلے اہل علم نے نہیں کی ہیں اس اعتراف کے ساتھ کہ یہ تاویلات ظنی ہیں۔

اہل علم جو تاویلات (تفسیر) جانتے ہیں وہ ظنی نہیں بلکہ یقینی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ ایسی بات کرتے ہی نہیں جو جانتے نہ ہوں۔ اسی لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: خلف (بعد میں آنے والے) کے طریقہ پر چلنے والا با اعتماد نہیں ہے کہ وہ کہہ سکے کہ جو وہ تاویل کر رہا ہے وہی مراد ہے اور وہ جو تاویل کر رہا ہے وہ قطعی ہے۔ ❷

میں نے ان سے پوچھا: اگر اللہ تعالیٰ کی آیات کا ظاہر مراد لینا جائز نہیں ہے تو پھر اس کی تاویل کو میں کیسے پہچان سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ ان کی مراد ان کے شیوخ ہیں لیکن ان کے شیوخ کہتے ہیں جو ہمارے لیے تاویل کرے وہ یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے۔ ہم اس کی تاویل کو کیسے قبول کر لیں چہ جائیکہ ہم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ علم میں پختہ لوگوں میں شامل ہیں۔ علم میں پختہ علماء لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰؤُا﴾ ❸ اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں۔ ان کے ڈرنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بغیر علم کے کوئی بات نہیں کرتے اور اس کی صفات ظنی طور پر بیان نہیں کرتے۔

صفات میں اصل توقیف (وحی پر اعتماد) ہے:

حبشی نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا نام رکھنا جائز نہیں جس کی شریعت میں دلیل اور اجازت نہیں ہے۔ ❹

اس نے ابوحنیفہ کے قول کو دلیل بنایا ہے: یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ذاتی رائے سے کوئی بات کی جائے۔ اس کی تعریف اسی طرح ہو گی جیسے اس نے اپنی تعریف کی ہے اس کے متعلق اپنی رائے سے بات کرنا جائز نہیں۔ ❺

کاش کہ یہ اس بات پر عمل کرتا جو ان سے روایت کرتا ہے۔ اس نے فقط توقیف کا دعویٰ تو کیا مگر اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی کم از کم تیرہ صفات ذکر کر دی ہیں، مزید یہ کہ اس نے دعویٰ کیا ہے جو ان کا قائل نہیں ہے اس پر شافعی رحمہ اللہ نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ ❻

اگر حبشی اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو ان دعووں کی دلیل پیش کرے۔ شافعی رحمہ اللہ نے کہاں ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ

---

❶ التوحید للماتریدی۔
❷ فتح الباری: ۱۳/۳۵۳۔
❸ فاطر: ۲۸۔
❹ الدلیل القویم: ۷۹۔
❺ الدلیل القویم: ۱۶۱۔
❻ صریح البیان: ۳۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگایا؟ شافعی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں کہاں ذکر کیا ہے (حوادث کا مخالف) وغیرہ۔

ان خود ساختہ صفات کی تحدید تو شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہوتی ہے جیسا کہ صفت قدیم اور مخالف للحوادث وغیرہ۔ پھر کس نے یہ ذہن بنایا کہ قرآن وحدیث کی لاکھوں نصوص فقط تیرہ صفات پر ہی مشتمل ہیں۔

ابن عبدالسلام نے اشاعرہ کے اختلاف کا اعتراف کیا:

عز بن عبدالسلام نے ذکر کیا ہے کہ اشعری کے پیروکار صفت بقاء اور صفت، قدیم میں اختلاف کا شکار ہیں کہ یہ سلبی صفات ہیں یا پھر ذاتی؟ اشعری نے اپنی موت سے قبل صفات صفات ضروریہ سے جاہل انسان کی تکفیر سے رجوع کر لیا تھا حالانکہ وہ اہل قبلہ کی تکفیر کا قائل تھا۔ پھر کہا: صفات سے جہالت موصوفات سے جہالت کا سبب نہیں ہے۔ انہوں نے مزید کہا: بہت سے اشاعرہ نے بہت سی صفات میں اختلاف کیا ہے جیسا کہ قدم، بقاء، چہرہ، دو ہاتھ، آنکھیں اور کلام وغیرہ مگر اس کے باوجود کس نے ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کی ہے۔ [1] اسی لیے غزالی نے کہا: ایک گروہ نے عام مسلمانوں کی تکفیر کی ہے کہ وہ اصولِ عقائد کو دلیل کے ساتھ نہیں سمجھتے یہ عقلی اور نقلی طور پر بعید ہے۔ [2]

ان کی بات اس حدیث کے برعکس ہے جس میں ایک شخص نے اپنے آپ کو مرنے کے بعد جلانے کا حکم دیا تھا اس نے اپنے ورثاء سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور پھر میری راکھ دریا میں بہا دینا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر قدرت پائی تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا جو اس نے کسی کو بھی دونوں جہانوں میں نہیں دیا ہوگا۔ اس کے ورثاء نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کس لیے تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس نے کہا: تیرے خوف کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔ (بخاری)۔

اس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کیا اور عقیدہ رکھا کہ اگر اسے جلا کر راکھ بنا دیا جائے تو دوبارہ نہیں اُٹھایا جائے گا یہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر ہے لیکن وہ جاہل تھا اس کا اسے علم نہ تھا مگر یہ ایمان رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے سزا دے گا اس وجہ سے اللہ نے اسے معاف کر دیا۔

اس حدیث پر حافظ ابن عبدالبر نے تعلیق ذکر کرتے ہوئے کہا: اس بندے کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے لاعلم ہونے نے اسے دائرہ اسلام سے نہیں نکالا"۔ [3]

اس حدیث میں اس دعویٰ کا بھی رد ہے کہ تیرہ صفات پر ایمان رکھنا ایمان کی شرط ہے جیسا کہ حبشی کا دعویٰ ہے۔ حالانکہ حبشی نے اعتراف کیا ہے اشاعرہ سات صفات پر عقیدہ رکھتے ہیں پھر باقی چھ صفات کہاں ہیں؟ شافعی رحمہ اللہ نے سات ماننے والے اور باقی کا انکار کرنے والوے کو کافر نہیں کہا۔

---

[1] قواعد الأحكام: ١٧٢، اصول الدين للبغدادى: ٩٠:١٠٩۔

[2] التمهيد: ٢٤/١٨۔ [3] التمهيد: ٢٤/١٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ (الثالوث) (تین خدا) کے عقیدہ کا کوئی وجود نہیں ہے حتیٰ کہ تحریف شدہ انجیل میں بھی اس کا ذکر نہیں ایسے ہی لفظ (المخالف للحوادث) صفت کا کہیں بھی وجود نہیں ہے نہ قرآن میں نہ سنت میں اور نہ ہی صحابہ کرام کے اقوال میں۔ یہ ان کے خلاف ایسے ہی حجت ہے جیسے عقیدہ تثلیث عیسائیوں کے خلاف حجت ہے۔

حبشی نے اعتراف کیا ہے کہ اشاعرہ سات صفات پر متفق ہیں تو پھر ہم کہتے ہیں باقی چھ پر کیوں اتفاق نہیں ہے؟

کیا صفات توقیفی (دلیل پر مبنی) ہیں:

حبشی نے خطابی سے اہل السنہ کا موقف نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات توقیفی ہیں ہم ان کو اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جیسے وہ مذکور ہیں مگر ان کی کیفیت بیان نہیں کرتے اور اتنی ہی صفات شمار کرتے ہیں جتنی قرآن وحدیث میں ذکر ہوئی ہیں، اہل السنہ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے۔ ❶

اس سے واضح ہوتا ہے اشاعرہ، ماتریدیہ اور دیگر اہل کلام کے مختلف فرقوں کا موقف خطابی کے ذکر کردہ قاعدہ کے خلاف ہے۔

ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ان صفات کی نفی کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کی اور ایسی صفات ثابت کیں جو خود اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ ﷺ نے بیان نہیں کی ہیں ان میں سے چند صفات ہیں:

(۱) صفۃ القِدم (قدیم) (۲) صفۃ مخالفۃ الحوادث

(۳) صفۃ القیام بالنفس (۴) صفۃ التکوین۔ حبشی نے کہا یہ صفت قدرت کا مفہوم ہے۔ ❷

حبشی کا یہ کہنا کہ (یہ مفہوم) ہے یہ تو اپنی رائے سے صفات بنانا ہے جسے اس نے صفت (التکوین) کہ کر اس کی تشریح قدرت سے کی۔ یہ معنی جو اس نے نکالا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان نہیں کیا۔ یہ مفہوم ان تیرہ صفات میں سے ایک کیسے ہوسکتا ہے؟ اس نے اس پر ہی اکتفا کیوں نہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کیا ہے کیا اس میں اثبات اور تنزیہ نہیں ہے؟

یہ موقف اشاعرہ کے اپنے اصولِ مذہب کے خلاف ہے کہ صفات میں اصل توقیف ہے اور یہ ابوحنیفہ سے مروی موقف کے بھی خلاف ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنی طرف سے کوئی بات کہے۔ اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ کہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کیا ہے اور اپنی رائے سے کچھ بھی نہ کہے۔ ❸

یہ صفات درحقیقت علم کلام کا خیال رکھتے ہوئے اصطلاح قدیم اور جدید کے پیش نظر مرتب کی گئی ہیں۔ لوگوں کو ان نئی مصطلحات سے متعارف کرانے کے لیے ضروری تھا کہ ان کو شرعی رنگ دیا جائے لہٰذا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے

---

❶ الدلیل القویم: ۸۱۔

❷ الدلیل القویم: ۱۱۔ ❸ الدلیل القویم: ۱۶۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ صفات بیان کیں جو اس نے اپنے لیے ذکر نہیں کی ہیں اور اس سے ان صفات کی نفی کر دی جو اس نے اپنے لیے بیان کی ہیں اور یہ نئی مصطلحات ان جیسے معانی دینے سے قاصر ہیں۔

صفۃ القدیم اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان نہیں کی بلکہ اس نے اپنی مخلوقات کے لیے بیان کی ہیں جیسا کہ مرتضی زبیدی نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ❶

اگر تم یہ کہو کہ یہ معانی ثابت شدہ صفات سے لیے گئے ہیں تو تمھیں کہا جائے گا کہ تم نے ان سے اللہ تعالیٰ کی تیرہ (۱۳) صفات ہی کیوں نکالی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ جو ان صفات کو نہیں جانتا وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے؟ پھر تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو جو اوّل اور آخر صفت سے تو واقف ہے مگر وہ صفت قِدم اور مخالفۃ الحوادث سے واقف نہیں۔ کیا وہ گناہگار ہوگا؟

اگر صفت تکوین قدرت سے مفہوماً لی گئی ہے تو پھر تم نے اس کو مستقل صفت بنا کر تیرہ صفات میں کیوں شامل کر دیا؟ صفات کے مفہوم سے اخذ کی گئی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات نہیں ہوسکتی ہیں کیونکہ صفات توقیفیہ ہیں۔

جب صفت قدرت تمہارے نزدیک قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے تو پھر تم اس سے ایک ایسی صفت کیوں بنا رہے ہو۔ (تکوین) جو قرآن میں ذکر نہیں ہے؟ اور اسے تکوین کا نام دے رہے ہو۔

اگر تم یہ کہو کہ یہ ایسے معانی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بطور خبر اپنے لیے بیان فرمائے ہیں کیونکہ بابِ اخبار باب انشاء سے وسیع ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو معاملہ مختلف ہوتا۔ پھر تم نے اللہ تعالیٰ کے اپنے لیے بیان کردہ اوصاف کو تیرہ میں ہی کیوں محدود کر دیا ہے؟ کتاب وسنت سے تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟

پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف کے باب میں بیان کیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو اہل کلام نے بیان کیا ہے۔ وہ مصطلحات جو اہل کلام نے ایجاد کیں وہ مشکل اور لوگوں کے اذہان سے بعید ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ اصطلاحات آسان اور اذہان کے قریب ہیں۔ صفت خالق (مخالف للحوادث) سے کہیں زیادہ بہتر اور آسان فہم ہے اسی طرح صفت اوّل وآخر (القدیم اور ازلی) سے کہیں بہتر اور آسان ہے۔

صفت قدیم:

حبشی نے کہا: القدیم علمائے کلام کی اصطلاح میں ''یہ اس کا اعتراف ہے کہ یہ صفات اہل کلام کی بیان کردہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان نہیں کی ہیں'' وہ ہے جس کے وجود کی ابتداء نہ ہو۔ ❷

اس تعریف سے جوینی متفق نہیں ہے بلکہ وہ ابوالحسن اشعری کی تعریف کی طرف مائل ہوا اور وہ یہ ہے وجود پر متقدم مبالغہ کے لیے ہے یہ اس کی تخصیص کے لیے نہیں ہے کہ جس کے وجود کا اوّل نہ ہو بلکہ اس پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور اس

❶ اتحاف السادة المتقين: ۲/۲۱۔
❷ اظہار العقیدہ السینۃ: ۲۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر بھی ہوتا ہے جو حوادث سے متقدم ہے۔ یہ ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کے لیے بھی ذکر کی ہے، فرمایا: ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾ [1] نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

حتیٰ کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ کو قدیم نام سے پکارنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ نام ذکر نہیں کیا ہے یہ مخلوقات کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ [2]

❀ اسی لیے بعض نے کہا: جس چیز کے ذریعے حقیر چیز کا وصف بیان کرنا ناممکن ہو اس کے ذریعے کبیر اور اعلیٰ کا وصف کیسے بیان کیا جا سکتا ہے؟ [3]

اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف (الاول) بیان کیا ہے کہ اس سے پہلے کوئی چیز نہیں اور (الآخر) بیان کیا ہے کہ جس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ قدیم کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔ لفظ قدیم ان دونوں الفاظ کے مترادف نہیں ہے جیسا کہ حبشی نے دعویٰ کیا ہے۔ [4] جس کی ابتدا ذکر کرنا صحیح ہو اس کی فناء ذکر کرنا بھی صحیح ہے۔ [5]

الفیومی نے المصباح المنیر میں اس صفت کا مشروع ہونا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ بیہقی نے اس کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ [6] میں نے الاسماء والصفات کی طرف رجوع کیا مگر صفت قِدم پر ایک بھی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے یہ اصطلاحات اور صفات علم کلام کے لیے بطور تمہید ذکر کی گئی ہیں اور یہ بات معروف ہے کہ کوئی بھی علم مصطلحات اور الفاظ کے بغیر ناممکن ہے۔

❀❀❀❀❀

---

❶ یٰسین: ۳۹۔
❷ الدرة فیما یجب اعتقاوه: ۲۴۷۔
❸ المصباح المنیر للفیومی: ۴۹۳۔
❹ اظہار العقیدة: ۱۶۳۔
❺ اظہار العقیدہ السینہ: ۲۸۔
❻ اظہار العقیدہ: ۲۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی صفات میں مجاز کا ابطال

اللہ تعالیٰ کی صفات میں تفویض کا ابطال

❀ اشاعرہ وماتریدیہ مؤولہ (تاویل کرنے والے) اشاعرہ، ماتریدیہ مفوضہ (تفویض کرنے والے)

❀ ان کا آپس میں شدید اختلاف۔ کیا یہ مؤولین ہیں یا مفوضین ہیں؟

❀ مؤولین اشاعرہ، مفوضہ اشاعرہ کا رد کرتے ہیں۔

❀ قشیری تفویضی اشاعرہ پر طعن کرتے ہوئے اور ان کو نبی کریم ﷺ کو جاہل سمجھنے کا طعنہ دیتے ہوئے۔

❀ تفویض سے کیا لازم آتا ہے۔

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسماء اللہ وصفات میں مجاز کا ابطال

حبشی نے بعض صفات کو مجازی اور بعض کو حقیقی کہا ہے اور سبکی سے نقل کیا ہے کہ مجاز تبدیل ہو سکتا ہے۔

اس کا جواب مندرجہ ذیل نکات میں دیا جا سکتا ہے۔

۱۔ حبشی نے اعتراف کیا ہے کہ نصوص کو حقیقت سے مجاز کی طرف لے جانا درحقیقت نصوص کے ساتھ کھلواڑ کرنا ہے۔ [1]

۲۔ اشاعرہ مفوضہ ان مؤولہ اشاعرہ کی مخالفت کرتے ہیں جو مجاز مراد لیتے ہیں۔

۳۔ مجاز غیر مستقل اصطلاح ہے جس میں عقلی، شرعی اور لغت کے لحاظ سے کئی خرابیاں ہیں عقلی خرابی تو یہ ہے کہ یہ مستقل قانون نہیں ہے۔ لغوی خرابی یہ ہے کہ اس میں لغوی قوانین ملحوظ خاطر نہیں ہیں جن کا لغت اور شرع نے خیال رکھا ہے۔ شرعی لحاظ سے خرابی یہ ہے کہ یہ معانی میں تحریف ہے اور شک بھی ہے کیونکہ جو کلام غیر مستقل اور غیر حقیقی ہو تو یہ ایسی چیز ہے جس کی دلیل اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے خلاف اپنی صفات کی وضاحت کی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے بعض کلام میں مجاز مراد لینا اور بعض میں نہ لینا سینہ زوری ہے۔ کون سا قاعدہ ہے جس کے ذریعے پتہ چل سکے کہ فلاں میں مجاز ہے اور فلاں میں مجاز نہیں ہے؟ جو لوگ اس باب میں حقیقت اور مجاز کے درمیان فرق کرتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی معیاری تعریف ہے۔

۵۔ مجاز کے قائلین اس بات پر متفق ہیں کہ کلام میں اصل حقیقت ہی ہے جب کہ مجاز اصل کے خلاف ہے، حقیقت سے مجاز کی طرف مائل ہونا فقط قرینہ کی بنیاد پر ہوگا، جن لوگوں نے اصول دین میں مجاز کو اختیار کیا انہوں نے اس شرط کا اہتمام نہیں کیا ہے۔

۶۔ اگر مجاز مستقل نہیں ہے تو یہ صفت رؤیت کو بھی شامل ہے۔ معتزلہ کے نزدیک آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت مجازی ہے جیسے تمہارے نزدیک صفت علو (بلندی) غضب، رضا اور رحمت وغیرہ مجازی ہیں تو یاد رکھیں جیسے معتزلہ کے پاس کوئی شرعی دلیل اس دعویٰ پر نہیں ہے تو تمہارے پاس بھی نہیں ہے۔

۷۔ تم لوگ معتزلہ پر تاویل کو کیسے حرام کہتے ہو؟ کیا کوئی شرعی قانون ہے یا فقط سینہ زوری ہے؟ کس قاعدہ کے تحت تمہارے لیے تو جائز ہے اور ان کے لیے حرام ہے؟ آلوسی نے کہا۔ بعض صفات میں حقیقت مراد لینا اور بعض میں مجاز

---

[1] الدلیل القویم: ۳۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراد لینا سینہ زوری کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ [1] ان تاویلات کے لیے انہوں نے اعتزالی سوچ وفکر کا دعویٰ کیا ہے۔

معتزلہ نے کہا: جن نصوص میں ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے ان کی تاویل ہدایت کی زیادتی سے کی جائے گی۔ [2]

انہوں نے (لوگوں کے جہنم سے نکلنے) کی تاویل۔اہل دوزخ کے عمل سے نکلنے کے ساتھ کی ہے اور اس حدیث کی تاویل کہ (اہل کبائر کی میں سفارش کروں گا) کی تاویل (جبکہ وہ توبہ کریں کے ساتھ کی ہے)۔ [3]

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ﴾ [4] ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ [5] کی تاویل زبان حال سے کی گویا وہ یہ کہتے ہیں۔ [6]

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ [7] اور انھیں ڈھیل دے رہا ہے، اپنی سرکشی ہی میں حیران پھرتے ہیں۔ کی تاویل (کہ شیطان نے ان کو طغیانی میں زیادہ کر دیا) کے ساتھ کی ہے۔ [8]

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا﴾ [9] وہ انھیں دور جگہ سے دیکھے گی تو وہ اس کے لیے سخت غصے کی اور گدھے کی سی آواز سنیں گے۔ کی تاویل (اس کے جوش کی آواز) سے کی ہے (یا کفار پر غضب سے کی ہے)۔ [10]

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ﴾ [11] کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ کی تاویل (خشوع سے کی ہے کیونکہ زمین اور پہاڑوں کا سجدہ کرنا عقلی طور پر محال ہے)۔ [12]

۸۔ بعض کلمات کے متعدد معانی ہیں جیسا کہ لفظ (الرأس) ہے۔ اس سے مراد انسان کا سر، چشمہ کے پھوٹنے کی جگہ، قوم کا سردار، مہینہ کی ابتداء، راستہ کی ابتدأ، بعض کلمات کسی معنیٰ اور اس کے متضاد پر بھی دلالت کرتے ہیں جیسا کہ (الجون) سیاہی اور سفیدی پر بولا جاتا ہے۔ اور (القرء) حیض اور طہر دونوں پر بولا جاتا ہے۔ (الالوک) زوال اور غروب دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس میں سے کیا حقیقت ہے اور کیا مجاز ہے؟

۹۔ مجاز درحقیقت تعطیل کی سیڑھی ہے اس کے لیے جو بھی اہل کلام کے منہج کے خلاف ہے۔ اشاعرہ نے قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا مجازی جبکہ جبرائیل کا حقیقی کلام قرار دیا ہے۔ ہاتھ مجازی، استواء مجازی، علو (بلندی) مجازی، نزول مجازی

---

[1] تفسیر روح المعانی: ۱/ ۶۰۔

[2] متشابه القرآن: ۲۶۲۔

[3] شرح الأصول الخمسة: ۲۷۲۔

[4] الإسراء: ٤٤۔

[5] تنزیه القرآن عن المطاعن: ۲۲۹۔

[6] تنزیهه القرآن: ۲۲۹۔ الکشاف: ۲/ ٤٥١۔

[7] البقرہ: ۱۵۔

[8] تفسیر بیضاوی سے منقول ۱/ ۲۹۔

[9] الفرقان: ۱۲۔

[10] تنزیهه القرآن: ۳۹۸۔

[11] الحج: ۱۸۔

[12] الفتاویٰ السبکة: ۱/ ۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ رحمت بھی مجازی۔ [1] لفظ ایمان کی اعمال پر دلالت اشعریہ مرجعۂ کے ہاں مجازی ہے جبکہ تصدیق پر حقیقی ہے؟ [2] مشرکین مکہ بھی یہی کہتے تھے کہ بتوں سے ان کی طلب مجازی جو کہ ولی یا نبی سے مجاز ہے، غزالی اور وحدۃ الوجود کے قائلین نے کہا: ہمارا وجود تو مجازی ہے جبکہ حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کے ہی افعال ہیں۔

معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی رؤیت (دیدار) کو مجازی قرار دیا۔ اسی طرح عذاب قبر کو مجازی کہا حقیقی نہیں۔ فلاسفہ موت کے بعد اُٹھنے، جنت اور آگ کو بھی مجازی بناتے ہیں۔

۱۱۔ المجاز: جس کی نفی جائز ہے۔ مثلاً (زید خوشی سے اڑنے لگا) یہ مجاز نفی پر مشتمل ہے کہ وہ حقیقت میں اڑا ہو۔ قرآن مجید میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کی نفی جائز ہو۔ یہ دلیل ہے کہ قرآن میں مجاز نہیں ہے۔ صفت غضب، رضا، استوا، نزول سے مجاز مراد لینا یعنی ان صفات کی نفی مراد لینا درست نہیں ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے اس کی نفی قطعاً جائز نہیں ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کی صفات میں مجاز استعمال کرنا تنزیہ نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد (ٹیڑھی راہ) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِيٓ أَسْمَآئِهِۦ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [3] سوا سے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے کلام کو حقیقت پر محمول کرنا اہل دین اور اہل حق کے ہاں بہتر طریقہ ہے۔ انھوں نے مزید کہا: اس کلام کا حق یہی ہے کہ اسے حقیقت پر ہی محمول کیا جائے حتیٰ کہ اُمت اس بات پر متفق ہو جائے کہ اس سے مراد مجاز ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ ہمارے رب نے اتارا ہے اس کی پیروی کے لیے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر ہم ہر مجاز کا دعویٰ کرنے والے کا مجاز تسلیم کریں تو نصوص اور عبارات سے کوئی چیز ثابت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا خطاب وہ ہے جسے عرب سمجھتے تھے اور سننے والے کے لیے اس کے معانی واضح ہوتے ہیں۔"

۱۲۔ مجاز ایسی بدعت ہے جسے معتزلہ نے ایجاد کیا ہے اور اس کی بنیاد پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کی ہے۔ سب سے پہلے جاحظ نے یہ بات کہی ہے۔ پھر اس سے اشاعرہ اور ماتریدیہ نے اسے لیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے انکار کا فاسد لازم آیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صفات کی نفی کے لیے مجاز پہلا سبب ہے۔

یہ قاعدہ مقرر ہے کہ نقصان کو دور کرنا، فائدہ اٹھانے پر مقدم ہے۔ اس کے بالمقابل ہم دیکھتے ہیں کہ سلف صالحین

[1] الاشارہ الی المجاز: ۳۹، ۹۷۔
[2] الاشارۃ الی الایجاز: ۳۹۔ [3] الاعراف: ۱۸۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے کسی نے بھی مجاز کی دعوت نہیں دی ہے۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ قرآن میں کچھ آیات کا تو ظاہر مراد لیا جائے گا اور بقیہ کو مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہما، مجاہد اور عطاء رحمہ اللہ نے پورے قرآن کی تفسیر کی ہے مگر کسی نے بھی کسی بھی آیت میں مجاز کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا: اہل السنہ قرآن وسنت میں وارد تمام صفات کے ہر اقرار پر متفق ہیں اور ان کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں مجاز پر نہیں ہاں یہ ہے کہ وہ ان کی کیفیت بیان نہیں کرتے۔ جبکہ جہمیہ اور معتزلہ صفات کو ان کی حقیقت پر محمول نہیں کرتے اور کہتے ہیں جس نے حقیقت پر ان کو ثابت کیا تو وہ مشبہہ ہے۔ ❶

۱۳۔ الفاظ کی حقیقت اور مجاز پر مبنی تقسیم نئی ایجاد ہے جس کی شریعت اور لغت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ اہل لغت میں سے کسی نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا جیسا کہ سیبویہ خلیل اور ابوعمرو بن علاء۔ عرب بھی لفظ کو حقیقت اور مجاز میں تقسیم نہیں کرتے یہ تو جہمیہ اور معتزلہ کی ایجاد ہے۔ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ سے صفات کمال کی نفی کرنا ہے۔

محمد بن حسن شیبانی کی (الجامع الکبیر) لغت کی معروف کتاب ہے۔ انہوں نے بھی عربوں سے لفظ کی حقیقت اور مجاز میں تقسیم ذکر نہیں کی ہے شافعی رحمہ اللہ نے علم الاصول میں سب سے پہلے کتاب مرتب کی مگر انہوں نے بھی ایسی کوئی تقسیم ذکر نہیں کی ہے۔

۱۴۔ لغت کے بارے میں اشعری کا موقف ہے کہ یہ توقیفی ہے اور اس کے صحیح استعمال کے لیے اصل سماع ہے معتزلہ کا موقف اس کے خلاف ہے ان کی نزدیک لغت اصطلاحی ہے انہوں نے اس کا اکثر حصہ حقیقت کے خلاف مجاز بنا ڈالا۔ ❷ قاضی عبدالجبار، جاحظ اور زمخشری اس کی مثالیں ہیں۔ متاخرین اشاعرہ ان کی طرف کیوں مائل ہوئے ہیں سوائے ابوالحسن اشعری کے۔

۱۵۔ تمہارے نزدیک مجاز بغیر قرینہ کے جائز نہیں ہے۔ بعض دفعہ یہ مخفی ہوتا ہے اور مخاطب پر کلام خلط ملط ہو جاتا ہے۔ اس سے اللہ کی مراد سمجھنا ممکن نہیں ہے یہ خطاب کی حکمت کے ہی خلاف ہے۔

۱۶۔ مجاز یقینی نہیں ہے بلکہ یہ ظنی ہے۔ اس کا حال تاویل والا ہی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے یہ فقط ظن (گمان) ہے۔ اور ظن شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر شیطان کے وسوسہ کا علاج شیطانی وسوسہ سے کیسے ممکن ہے؟

۱۷۔ مجاز فرقہ بندی کا دروازہ کھولتا ہے۔ گمراہ اور فرقہ پرست لوگ اسے اسلام کی عمارت گرانے کے لیے اسے استعمال کرتے ہیں۔

مجاز (الباطنیہ) کی سیڑھی ہے جس کے ذریعے انہوں نے شریعت کا چہرہ مسخ کیا اور نصوص کو معطل کر دیا۔ ان کے نزدیک (الصلاۃ۔ نماز) امام سے موالاۃ (دوستی) ہے۔ حج سے مراد امام کی قبر کی زیارت ہے۔ روزہ سے مراد امام کے راز

❶ التمہید: ۱۶/۵۔ ❷ المزھر للسیوطی: ۲۰۷/۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو چھپانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً﴾ ❶ بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔ میں (البقرہ۔گائے) سے مراد عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں (الجبت والطاغوت) سے مراد ابوبکر وعمر ہیں۔ ❷

غزالی نے دعویٰ کیا ہے کہ باطنیہ کی تاویلات کے حرام ہونے اور اشاعرہ کی تاویلات جائز ہونے میں فرق یہ ہے کہ اشاعرہ کے ہاں تاویل کا ایک معیار ہے کہ: جس کے ظاہر کے باطل ہونے پر عقل ونظر کی دلیل ہو کہ مراد کچھ اور ہے۔ ❸ لیکن ہم کہتے ہیں اشاعرہ کا معیار کہاں ہے؟ جبکہ وہ بار بار اعتراف کر چکے ہیں کہ ان کی تاویلات احتمال پر مبنی ہیں یعنی یقینی طور پر نہیں کیا جاسکتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے؟ ان کی تاویلات آپس میں مختلف ہیں بعض نے (ید) سے مراد قدرت لی ہے جبکہ بعض کے نزدیک نعمت ہے۔

۱۸۔ حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف عاجز ہو جانے کی نسبت کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ اللہ تعالیٰ کو (استویٰ) سے بہتر لفظ نہیں ملا پھر اہل کلام آئے اور اس سے بہتر لفظ (استولیٰ) لے آئے۔

۱۹۔ اگر ہم مجاز کا دروازہ کھولیں تو نصوص پر سے اعتماد ختم ہو جائے گا یہی حال تاویل کا بھی ہے پھر کوئی عبارت ثابت نہ ہوگی۔ کوئی کسی دوسرے کے کلام پر تاویل کے خوف کی وجہ سے اعتماد نہ کرے گا۔ کسی قاضی (جج) کے لیے ممکن نہ ہوگا کہ وہ کسی جھگڑے کا فیصلہ کرے ان لوگوں کے بعض مشائخ کی عبارتیں کفر تک جا پہنچی ہیں جب کہ (أنا الحق۔۔۔ میں حق (اللہ) ہوں) (سبحانی ما اعظم شانی) میں پاک ہوں میری شان کیا ہی بلند ہے) (وما فی الجبة غير الله)۔ اس جبہ (لمنبی قمیص) میں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے) ان عبارات کی تاویلات ہیں۔ اس لحاظ سے تو کفر کبھی زمین پر نہیں لوٹے گا۔

حافظ ابن حجر ہیثمی نے کہا: کفر کا حکم لگانے کا دارومدار ظاہر پر ہے، مقاصد اور نیتوں پر یا مقصود اور نیتوں پر یا قرینہ حال پر نہیں ہے۔ اس لیے علماء نے کہا: اگر کوئی کلمہ کفر زبان سے ادا کرے اور دعویٰ کرے کہ یہ تو اس نے بطور توریہ (چھپانا) کیا ہے تو اس پر ظاہری اور باطنی لحاظ سے کفر کا ہی فتویٰ لگے گا۔

۲۰۔ اگر ہم مجاز کی بات کریں بھی تو کہیں گے کہ بغیر شرعی قرینہ کے جائز نہیں ہے ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی دلیل ہے۔ ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ﴾ ❹ اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکا دے۔ اور اللہ کا فرمان: ﴿وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ﴾

ہم نے ان دلائل کا مطالعہ کیا تو ہر بار (یہ واضح ہوا کہ (جناح الذل) سے مراد ہاتھ کو جھکانا نہیں بلکہ اپنے نفس کو

❶ البقرہ: ٦٧۔ ❷ الفرق بين الفرق: ٢٧١:٢٧٨۔
❸ فضائح الباطنيه: ٥٣۔ ❹ الاسراء: ٢٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماں باپ کے لیے جھکانا ہے اور (قریۃ) بستی تو جمادات میں شامل ہے اس سے سوال نہیں بلکہ اہل قریہ سے ہے لیکن کیا کوئی ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کا احاطہ علمی طور پر ممکن ہو حتیٰ کہ یہ طے پائے کہ بعض صفات کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا اور بعض کو مجاز پر۔ یہ ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہم سے غائب ہے، ہم اس کے متعلق فقط وہی جانتے ہیں جو اس نے اپنے متعلق ہمیں بتایا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی صفات میں مجاز کو ثابت کرنا حرام ہے کیونکہ یہ احتمال اور ظن (گمان) پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡ قَالَ اَکَذَّبۡتُمۡ بِاٰیٰتِیۡ وَ لَمۡ تُحِیۡطُوۡا بِہَا عِلۡمًا اَمَّاذَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ [1] یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا، حالانکہ تم نے ان کا پورا علم حاصل نہ کیا تھا، یا کیا تھا جو تم کیا کرتے تھے؟

جس کو قائلین مجاز کہتے ہیں وہ مانعین کے نزدیک نعت کے اسالیب میں سے ایک اسلوب ہے۔ عربی زبان مکمل طور پر حقیقت ہے اور حقیقت لفظی ہوتی ہے یعنی لفظ انفرادی طور پر اپنے معانی پر دلالت کرتا ہے اور یہ ترکیبی بھی ہوتی ہے یعنی الفاظ مل کر بھی اپنے معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

اس میں اور مجاز کے قول کے مابین فرق یہ ہے کہ: مجاز عام ہے اور محققین کا قول خاص ہے۔ مجاز کے قائلین ایسی عبارتیں اور اسالیب جائز قرار دیتے ہیں جو عرب اپنی کلام میں استعمال نہیں کرتے جو کہ کلام میں محذوف کو مقدر مان کر اور ایسی تقدیری عبارتیں لانا ہے جن کا کوئی قانون اور ضابطہ نہیں ہے۔ اس لحاظ سے تو ہر انکار کرنے والے کے لیے ممکن ہوگا کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق کسی بھی لفظ کا کوئی بھی معانی بیان کرے اگرچہ لغت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو۔

اس لیے مجاز کے قائلین کے پاس کوئی مستحکم ضابطہ نہیں ہے عقل بھی لغت کی بنیاد نہیں ہے بلکہ اصل جگہ پر صحیح استعمال ہی قبول کیا جاتا ہے اور اس کا نام حقیقت رکھا جاتا ہے جو اہل لغت نے استعمال نہیں کیا وہ الفاظ یا مفردات کی دلالت اور قواعد کو مرتب کرنے کے لیے ہرگز استعمال نہ ہوگا۔

کیا مجاز کی نفی کرنے میں اجماع کی مخالفت ہے:

ہمارے مخالف نے دعویٰ کیا ہے کہ مجاز کی نفی کرنا اہل لغت کے اجماع اور لغت میں ضروری طور پر جو معلوم ہے اس کی مخالفت ہے۔

استاد مراد شکری نے اپنی ایک بحث (دفعه الشبه الغوية عن شيخ الاسلام ابن تيمه) میں کہا:

''یہ بات اس بحث سے لاعلم شخص ہی کر سکتا ہے۔ اس میں تو اختلاف قدیم ہے (المنهاج) کے شارحین مثلاً سبکی۔ اسنوی اور بدخشی نے اسے ذکر کیا ہے۔

عربی لغت میں مجاز کے قائلین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ قرآن مجید میں مجاز کا اطلاق کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

[1] النمل: ۸۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ قرآن میں مجاز کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ قول ابن خویز منداد مالکی اور ابن القاص شافعی کا ہے۔ ❶

اسنوی نے (نھایۃ السول) میں کہا: ابو بکر بن داؤد اصفہانی ظاہری نے قرآن وحدیث میں مجاز کو داخل کرنے سے منع کیا ہے۔ پھر کہا: یہ دلیل ہے کہ مجاز مطلق طور پر منع ہے یہ ابو اسحاق اسفرائینی اور ایک جماعت کا موقف ہے۔

سبکی نے بھی اس کی مثل نقل کیا ہے۔ کہا: یہ ابو علی فارسی اللغوی ❷ کا قول ہے اور یہ بات بھی مشہور ہے کہ ابن الحاجب نے بھی مجاز کی نفی کی ہے۔ ❸

ابن الفورک نے کہا: یاد رکھو! نبی کریم ﷺ نے ہمیں لغت عرب میں مخاطب کیا ہے جب ان کی طرف سے کوئی خطاب ہوگا تو وہ لغت کے تقاضوں اور حکم کے مطابق لیا جائے گا۔

انہوں نے مزید کہا: نبی کریم ﷺ نے ہمیں لغت عرب کے مطابق خطاب کیا ہے ایسے معقول الفاظ کے ساتھ جو ان لوگوں کے درمیان خطاب کے لیے متداول اور معروف تھے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو آپ ﷺ نے ان الفاظ کے ذریعے صحیح، مفید اور معقول معانی کی طرف اشارہ کیا یا پھر ایسا نہیں کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ کا کلام مفید، معقول اور صحیح معانی سے خالی کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو پھر آپ کا کلام بے فائدہ ہوتا جو کسی بھی لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کے لائق نہیں ہے۔ ❹ بعض لوگ تشبیہ کے وجوب کے قائل ہیں۔ بعض نے ان کو صحیح معانی سے خالی سمجھا ہے۔ واجب ہے کہ معاملہ اسی طرح ہی ہو جو ہم نے ذکر کیا ہے تاکہ ملحدین، بدعتیوں اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے تشبیہ دینے والوں کے وہم اور شکوک باطل ہو جائیں۔

بدر الدین ابن جماعۃ نے کہا: اگر یہ معانی مخلوق کے لیے معلوم اور معروف نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا مخلوق سے خطاب ناممکن ہوگا کیونکہ پھر تو یہ خطاب مہمل ہوگا یعنی ایسے الفاظ کے ساتھ ہوگا جن کے کوئی معانی نہیں ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بلند ہے۔ یہ بھی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عربی خطاب ترکی الفاظ میں کرے کہ جس کا مطلب ہی سمجھ میں نہ آنے والا ہو، اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بلند ہے کیونکہ ترکی الفاظ کو سننے والے کے لیے ممکن ہے کہ وہ ان کے ہاں ان الفاظ کے رائج معانی معلوم کرنے کے لیے ان سے رجوع کرے۔ اور یہ ان لوگوں کے قول مطابق کسی کے لیے ان معانی کو معلوم کرنا سوائے اللہ تعالیٰ کے ممکن نہیں۔ اس صورت میں تو خطاب سننے والے پر جبر ہے جو اسے کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور اس موقف کے اپنانے جو کچھ لازم آتا ہے وہ اہل خرد پر مخفی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا خطاب ایسی چیزوں سے بلند اور پاک ہے۔ ❺

---

❶ هذه مفاهيمنا: ١٢٧۔

❷ الابتهاج: ٢٩٦/١۔

❸ دفعه الشبه الغوية: ١٣٢۔

❹ مشكل الحديث وبيانه: ٣٩٦،٣٠٢/١۔

❺ ايضاح الدليل: ٩٥/١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوالحسن اشعری نے کہا: تمام اہل عقل کے نزدیک یہ بات معروف ہے کہ جو کچھ نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کے کسی شخص کو بتایا اور سمجھایا ہے، وہ اعتقاد کی بابت ہو یا اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے اسماء وصفات سے ہو یا اس کی ذاتی اور فعلی صفات کے بارے میں ہو جس کے بیان کو ان کے لیے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نے اس پر عمل کے لیے کوئی مہلت نہیں چھوڑی ہے اور نہ ہی اس کو کہیں بعد میں کرنے کا حکم دیا یہ سارے کا سارا فوراً عمل کے لیے تھا۔ ❶

تاویل اور تفویض:

تفویض:۔صفت کے لفظ کو معانی سے خالی ثابت کرنا۔ دوسرے لفظوں میں صفات سے متعلقہ الفاظ کو صحیح معانی سے خالی سمجھتے ہوئے قبول کرنا۔

بعض اشاعرہ نے تفویض کے نام پر معانی کی تحریف سے راہ فرار اختیار کی ہے جس کو دیگر اشاعرہ (تاویل) کہتے ہیں لیکن یہ لوگ ایک اور جال میں پھنس گئے کہ انہوں نے صفت کے معانی تسلیم نہیں کیے۔ اہل تفویض نے سوچا کہ وہ اس طریقہ سے صفات کے غلط معانی بیان کرنے سے بچ گئے ہیں حالانکہ یہ باطل معانی سے معانی کے ابطال کی طرف چلے گئے ہیں۔

اگر تاویل صفات کے غلط معانی کو ایجاد کرنا ہے تو تفویض نصوصِ صفات کے صحیح معانی کو ختم کرنا ہے۔

تفویض درحقیقت مذہب معتزلہ کی ہی قسم ہے جو کہ اللہ کے اسماء کو محض خالی نام شمار کرتے ہیں۔ دونوں کا نتیجہ تعطیل ہی ہے۔ اس لحاظ سے ان معتزلہ میں جو اللہ تعالیٰ کے ناموں کو محض نام کہتے ہیں اور ان اشاعرہ میں جو مفوضہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو محض نام کہتے ہیں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات محض الفاظ (نام) ہوتے تو ان کو (حُسنیٰ) نہ کہا جاتا۔

مفوضہ نے تحریف (تاویل) کے ذریعے معاملہ انتہائی تنگ کر ڈالا اور وہ اس پریشانی کو برداشت نہیں کر سکے مگر انہوں نے نصوص میں وارد اشکال کو حل نہیں کیا جن نصوص کو یہ نصوص تشبیہ کہتے ہیں۔ حل تو یہ تھا کہ یہ اس اشکال کو اپنے سینے میں ہی رکھتے اور ظاہر نہ کرتے شک کی مرض کو اپنے دل میں باقی رکھو اور کسی سے بات نہ کرو اور اپنی بدقسمتی میں اللہ تعالیٰ سے ہی فریاد کرو۔

مذہب اشعری میں تفویض کے دو سبب:

پہلا سبب: بہت سے اشعری آئمہ نے تاویل کو ترک کر دیا جیسا کہ غزالی جوینی اور سمرقندی وغیرہ نے تاویل کو ترک کر دیا مگر اس سے پہلے ان کی فطرت محال (ناممکن) اور متضاد کو قبول کرنے پر راضی نہ تھی۔ پھر اس نے اسے قبول کرنے پر مجبور کیا جس سے انہوں نے انکار کیا تھا جیسا کہ ان کا قول: اللہ تعالیٰ عرش پر قابض ہوا۔ اور نبی کریم ﷺ نے لونڈی

❶ الرسالة الى أهل الثغر: ١/١٧٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پوچھا تھا (أین اللہ) یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کے متعلق تیرا اعتقاد کیا ہے؟ اس نے کہا (آسمانوں میں ہے) یعنی اس کی قدر بہت بلند ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ طلبِ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے لیے دیانتداری اور اللہ تعالیٰ پر اس طرح کے قول کو جو احتمالات پر مبنی ہے جمع کرنا مشکل ہے جبکہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہے تو اس نے ان کے دلوں کو سخت کر ڈالا اور تقویٰ کم کر دیا اگر تاویل رائے اور اجتہاد کی بناء پر نہ ہوتی تو تفویض کی اجازت نہ دیتے اور تاویل پر ہی اکتفا کرتے۔

دوسرا سبب: تفویض کا انجام بھی تاویل جیسا ہی ہے۔ یہ دونوں مختلف راستے ہیں مگر منزل ایک ہی ہے مگر آخر میں اکٹھی ہو گئیں۔

تفویض کرنے والا لفظ کو راجح معانی سے پھیرتا ہے معنیٰ کی طرف نہیں پھرتا جبکہ تاویل کرنے والا لفظ کو راجح معانی سے مرجوح معانی کی طرف پھیرتا ہے۔ دونوں ہی لفظ کے اصل معانی سے پھیرنے میں متفق ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک محتمل معانی ثابت کرتا ہے جبکہ دوسرا معانی سے منع کرتا ہے۔ دونوں نتیجہ میں متفق ہیں اور وہ ہے کہ اس وصف کا انکار جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کیا ہے اور جو اس نے اپنے لیے بیان کیا اس سے اس کی تنزیہ (خالی کرنا) ہے۔

اسی لیے کہا گیا ہے کہ تفویض اور تاویل ایک ہی عمل کی دو شکلیں یہ اللہ تعالیٰ کے مرادی معانی کی تعطیل میں متفق ہیں۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ اس کی اجازت کیوں دیتے ہیں؟ کیونکہ دونوں ہی نصوص پر حملہ اور ان کے معانی کو ختم کرنے کا سبب ہیں۔

جب اشاعرہ کی ایک جماعت نے دیکھا کہ سلف صالحین جہمیہ اور معتزلہ کی تاویلات پر تنبیہ کرتے ہیں اور ان کو پتہ چل گیا کہ تفویض مذہب کے پیروکاروں میں تاویل سے نفرت اور دلوں میں اضطراب اور پریشانی بڑھا رہی ہے تو وہ مذہب سے مرتد ہونے سے ڈر گئے لہٰذا انہوں نے ایک اور دلیل بنا ڈالی جس کا نام انہوں نے تفویض رکھا اور ان لوگوں نے دعویٰ کیا کہ سلف صالحین آیات صفات کی تفسیر سے منع کیا کرتے تھے۔ ہر گروہ اس صفت سے متصف ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کی ہے۔

مؤولہ: ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ [1] ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں۔

مفوضۃ: ﴿لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ﴾ [2] جو کتاب کا علم نہیں رکھتے سوائے چند آرزوؤں کے۔ یعنی وہ کتاب اللہ کا فہم اور تدبر نہیں رکھتے حالانکہ تلاوت کا ثمر تو معانی کا تدبر اور فہم ہے۔

تفویض کے قائل نے ایک مرض سے نجات چاہی اور دوسری مرض میں مبتلا ہو گیا یعنی تاویل سے بھاگ کر تفویض میں مبتلا ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور معانی کی حقیقت سے بے خبر رہنا ہے، درحقیقت یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اسماء تو اتارے ہیں مگر ان کے معانی کی معرفت کا ارادہ نہیں کیا ہے اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان معانی سے باخبر تھے وہ

[1] النساء: ٤٦۔ [2] البقرة: ٧٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقط ان ناموں کو ہی خالی یاد کرتے تھے۔

تفویض کی طرف میلان تاویل سے فرار کی بنیاد پر ہے:

تفویض ایسا مذہب ہے کہ بظاہراً اس کی بنیاد تقویٰ اور احتیاط پر ہے لیکن باطن میں نصوص کے متعلق برا گمان اور اس چیز سے تجاہل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے طلب کی ہے جبکہ سلف سے ان نصوص کی تفسیر ثابت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو دین کا علم اور سمجھ بوجھ دے اور وہ تاویل جانتے تھے یعنی تفسیر کا علم جانتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمام قرآن کا علم رکھتا ہوں سوائے چار الفاظ کے **(حنان، أوّاه، غسلين، الرقيم)** ابن قتیبہ فرماتے ہیں پھر انہوں نے اس کا بھی علم حاصل کر لیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر سلف قرآن مجید سے کسی لفظ یا آیت کا مفہوم نہیں جانتے تھے تو اس کی وضاحت کرتے تھے کہ انہیں اللہ کی اس صفت کا علم نہیں ہے۔ اگر وہ کسی لفظ کی تفسیر نہیں جانتے تھے تو اس میں ایسی کوئی دلالت نہیں ہے کہ یہ ان کا منہج ہے۔

یہ دلیل کہ سلف نے آیات صفات کی تفسیر کی ہے:

ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں کہ سلف صالحین آیات صفات کے معانی بیان کرتے تھے مثلاً ﴿**اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ**﴾ [1] پھر عرش پر بلند ہوا۔ اس آیت کریمہ کی تشریح میں مجاہد کہتے ہیں یعنی وہ (اللہ) عرش پر بلند ہوا۔ ابو العالیہ نے کہا: (استویٰ) یعنی بلند ہوا۔ [2]

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿**وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا**﴾ [3] اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا۔ کی تفسیر میں کہا: یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی آنکھوں کے سامنے۔ ایک روایت میں ہے انہوں نے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ [4]

مجاہد کہتے ہیں میں نے پورے قرآن کی تفسیر کا علم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیری اور فقہی لحاظ سے حاصل کیا ہے۔ ہمیں ابو کریب نے روایت کی کہ ان کو محاربی اور یونس بن بکیر نے بیان کیا کہ ان کو محمد بن اسحاق نے آبان بن صالح سے بیان کیا وہ مجاہد سے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ پر تین دفعہ مصحف پیش کیا۔ فاتحہ سے آخر تک میں ہر آیت پر رک رک کر ان سے پوچھتا تھا۔

---

1. الفرقان: ٥٩۔
2. التوحید للبخاری۔ باب وکان عرشه علی الماء۔
3. هود: ٣٧۔ 4. التوحید للبخاری۔ باب: وکان عرشه علی الماء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے آیات صفات کا استثناء نہیں کیا۔ مجاہد سے اس صفت کی تفسیر بھی وارد ہے جس پر بہت زیادہ بحث ومباحثہ اور جھگڑا ہوا ہے اور وہ ہے (صفت استواء)

اس کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے قرآن کی تفسیر بیان کی ہے جیسا کہ ان کے لیے قرآن کے الفاظ بیان کیے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ﴾ [1] اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ نے اپنی اُمت کو الفاظ تو سکھلائے ہیں جبکہ معانی کا بیان ترک کر دیا ہے۔

یہ ناممکن ہے:

قرآن مجید لوگوں کے لیے کیسے روشن چراغ ہوگا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اندھیروں سے نور اور روشنی کی طرف نکالا ہے اور قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے کہ لوگوں کے اختلاف میں ان کا فیصلہ کرے جبکہ صفات کے باب کو متشابہہ اور باطل کے ساتھ خلط ملط کر کے چھوڑ رکھا ہو؟ اور لوگ مجبور ہو کر ان آیات کو آیات تشبیہ کہیں یا یہ کہیں کہ ان آیات کے ظاہر پر ایمان لانا کفر ہے اور یہ تقسیم ممکن نہ ہو کہ اس میں کیا واجب ہے کیا مستحب ہے اور کیا ناممکن ہے؟

نبی کریم ﷺ نے اس بات کو کیسے متشابہہ اور خلط ملط چھوڑ دیا حالانکہ آپ نے اپنی امت کو اس بات پر گواہ بنایا کہ آپ نے دین واضح بھی کیا، پہنچایا بھی اور اُمت کو نصیحت بھی کی۔ فرمایا: (میں تمہیں صاف میدان میں چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے میرے بعد اس راستہ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہی ہٹ سکتا ہے۔ [2]

مؤولہ اشاعرہ مفوضۃ اشاعرہ کا رد کرتے ہیں:

بہت سے لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ:

- اشاعرہ کے دو فرقے ہیں۔ اشاعرہ مؤولۃ اور اشاعرہ مفوضۃ۔
- ماتریدیہ کے بھی دو فرقے ہیں۔ ماتریدیہ مؤولتہ اور ماتریدیہ مفوضۃ حقیقت میں یہ چار فرقے ہیں دو نہیں۔

تو دیکھے گا کہ یہ ایک دوسرے کو کس طرح گمراہ کہتے ہیں اور ایک دوسرے کو کلام اللہ کے معانی سے جاہل ہونے کا کس طرح طعنہ دیتے ہیں؟ حتیٰ کہ یہ جہل اور ناقابل بیان باتوں کی نسبت رسول کریم ﷺ کی طرف کرتے ہیں۔

تفویض اور تاویل میں جائز وناجائز کا اختلاف درحقیقت اشعری کا اشعری سے اختلاف ہے یہی حال اشعری اور ماتریدی کے مابین ہے۔

اشاعرہ کے کبار علماء مثلاً غزالی، جوینی اور ماتریدیہ کی ایک بڑی جماعت نے تفویض کو تاویل پر ترجیح دی ہے۔

---

[1] النحل: ٤٤۔

[2] مسند احمد ١٢٦/٤، ابن ماجه ٤٣۔ الحاكم ٩٦/١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقلیت کی طرف رجحان کے باوجود ان کی عقلیں تاویل کرنے سے قاصر ہوگئیں۔ یہ اس سے جاہل ہیں کہ یہ اشعری کا اشعری سے اور اشعری کا ماتریدی سے اختلاف ہے۔

بلکہ ان کا اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ آیاتِ صفات متشابہات میں داخل ہیں۔ ابو منصور بغدادی نے کہا: ہمارے اصحاب نے اس میں اختلاف کیا ہے ان میں سے کسی کا کہنا ہے کہ آیت استواء متشابہات میں سے ہے جس کا معنیٰ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ ❶

ہر وہ تاویل جو مؤولہ اشاعرہ کرتے ہیں وہ مفوضہ اشاعرہ کے ہاں غلطی ہے یہ عقیدہ میں جوہری اور بنیادی اختلاف ہے۔ پس اے مؤولہ تم ہدایت پر ہو یا وہ ہدایت پر ہیں اور تم گمراہی پر ہو؟ اگر تمہاری تاویلیں نبی کریم ﷺ کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے کی گئی دعا کے مصداق ہوتیں تو اشاعرہ مفوضہ ان سے دور نہ رہتے۔

تفویض اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مابین ہی قابل قبول نہیں ہے۔ دوسرے لوگ بھی اسے قبول نہیں کرتے پھر تم اس سے جھگڑا کیوں کرتے ہو جو تمہارا اس لحاظ سے رد کرتا ہے؟

اشاعرہ کا دو فرقوں میں تقسیم ہونا یعنی فرقہ مفوضہ اور فرقہ مؤولہ یہ درحقیقت اصول دین میں تفریق ہے جو مذہب کے داخلی تضاد کی دلیل ہے اور یہ ایسا اختلاف ہے جو وہ لوگوں سے چھپاتے ہیں اور اس اختلاف کی نسبت سلف کی طرف کرتے ہیں۔

اشاعرہ بعض دفعہ سلف سے تاویل ثابت کرتے ہیں جیسا کہ ﴿يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ ❷ پنڈلی کھولی جائے گی۔ کی تاویل ابن عباس سے نقل کرتے ہیں یعنی شدت سامنے لائی جائے گی اور بعض دفعہ سلف سے تفویض کا دعویٰ کرتے ہیں کہتے ہوئے سلف کا کہنا ہے کہ ان کو ان کے ظاہر پر رکھو اور تاویل نہ کرو۔

ابن فورک نے ان مفوضہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں الفاظِ صفات کے معانی سمجھے نہیں جا سکتے: کہا اگر صفات کے معانی نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خطاب بغیر فائدہ کے تھا اور صحیح معانی سے خالی تھا۔ یہ بات نبی کریم ﷺ کے لائق ہرگز نہیں ہے۔ ❸ جو نبی کریم ﷺ کے لائق نہیں ہے وہ باطل ہے۔

مگر کیا ابن فورک نے صحیح معانی مراد لیے ہیں یا پھر اس نے احتمالی معانی مراد لیے ہیں؟ احتمال تو حجت نہیں ہوتا ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ اشاعرہ اس باطل نظریہ کو اہل سنت والجماعت کا تنزیہ میں طریقہ کار بتاتے ہیں (تاویل+تفویض) اور اپنے پیروکاروں سے کہتے ہیں ان دونوں میں سے کوئی بھی طریقہ اپنا لو۔ یا تو تاویل یا پھر تفویض۔ حتیٰ کہ اللقانی نے جوهرة التوحيد میں کہا: ❹ ہر وہ صفت جس سے تشبیہ کا وہم ہو اس کی تاویل یا تفویض کرکے

---

❶ اصول الدين: ١١٢۔
❷ القلم: ٤٧۔
❸ مشكل الحديث وبيانه: ٤٩٦۔
❹ جوهرة التوحيد: ٩١۔ یہ جامعہ ازہر میں پڑھائی جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنزیہ اختیار کرو۔

قشیری، مفوضہ پر طعن کرتے ہوئے:

جب جوینی کے والد نے کہا: کہ حروف مقطعات صفات میں شامل ہیں اور اس نے تفویض کو یہ کہہ کر ترجیح دی کہ یہ سلف کا نظریہ ہے۔ تو قشیری نے اس کا رد اپنی کتاب (التذکرہ الشرقیہ) میں یہ کہہ کر کیا:

کسی کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ کتاب اللہ کے متعلق ایسی بات کہے کہ مخلوق کو اس کی معرفت کا کوئی راستہ نہ ملے اور اس کی تفسیر کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو؟ کیا یہ عہدہ نبوت پر بہت بڑا اعتراض نہیں ہے؟ اور یہ کہ نبی کریم ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو کچھ وارد ہوا اس کا پتہ نہ تھا اور انہوں نے مخلوق کو ایسی چیز کی طرف دعوت دی جن کا آپ کو قطعاً علم نہیں ہے؟ [1] کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق نہیں فرمایا: یہ واضح عربی زبان میں ہے۔ پھر ان کے دعویٰ کے مطابق تو ان کو کہنا پڑے گا کہ یہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحیح بات نہیں کی ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ﴾ [2] واضح عربی زبان میں۔ اگر ان کو معلوم نہیں ہے اگر نہیں تو اس کا بیان کہاں ہے؟

اگر یہ عربوں کی زبان میں ہے تو یہ کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کہ عرب اس کو نہیں جانتے؟

مزید کہا: نبی کریم ﷺ کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ آپ نے اپنے رب کی طرف ایسی صفات کی بنیاد پر بلایا جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی بہت عجیب و غریب ہے اور بہت بڑی بات ہے کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کیونکہ صفات سے لاعلمی موصوف سے لاعلمی ہی ہے۔ کسی کا یہ کہنا کہ: استواء اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے جس کا معنی عقل میں آنے والا نہیں ہے، ہاتھ (ید) ذاتی صفت ہے جس کا معنی عقل میں آنے والا نہیں اور قدم ذاتی صفت ہے جس کا معنی عقل میں آنے والا نہیں تو یہ درحقیقت دھوکہ کا لباس ہے جس کے پیچھے کیفیت، تشبیہ اور جھل کا دعویٰ ہے۔ اگر مدمقابل یہ کہے کہ ان ظاہری الفاظ کا کوئی معنیٰ نہیں ہے اور اس کو الغاء کیا گیا ہے اور اسے ہم تک پہنچانے میں کوئی فائدہ نہیں ہے تو یہ ناممکن ہے اور سلف کے مذہب کے خلاف ہے جنہوں نے کہا: اس کے ظواہر پر یقین رکھتے ہوئے گذر جاؤ۔ [3] نووی رحمہ اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ (یہ بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسے الفاظ سے مخاطب ہو جس کے معانی کا ادراک عقل نہ کر سکتی ہو۔ [4]

رازی نے مفوض پر دو میں سے ایک چیز کو لازم قرار دیا ہے۔

(ا) یا تو یہ قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کی مکان اور جہت سے پاکی بیان کرے اور یقینی طور پر کہے کہ اللہ تعالیٰ کی استوٰ

---

1. جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پورے قرآن کی تفسیر جانتے ہیں۔ مسلم: ۱٤۷۔
2. الشعرا: ۱۹۵۔
3. اتحاف السادۃ المتقین: ۱۱٦/۲۔ صریح البیان: ۳۵۔
4. شرح مسلم نووی۔ ۲۱۸/۱٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مراد جلوس (بیٹھنا) نہیں ہے تو ایسی صورت میں یہ تاویل ہے۔

(۲) یا وہ اللہ کی مکان اور جہت سے تنزیہ (پاکی) مراد نہ لے اور اس میں تنک تو وہ اللہ تعالیٰ سے جاہل ہوگا۔ [1]

اس لحاظ سے رازی نے حقیقت تفویض اور اس کے مفاسد کو آشکار کیا ہے۔

❀ ابو حیان نحوی نے تفویض پر طعن کرتے ہوئے اس پر تاویل کو ترجیح دی ہے۔ اس نے ابن عباس کا قول آیات صفات کے متعلق نقل کیا ہے کہ (یہ پوشیدہ چیز ہے اس کی تفسیر نہ کی جائے) اسی طرح اس نے شعبی سعید بن مسیب اور ثوری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے "ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اور جیسے ذکر ہوئی ہیں ایسے ہی اقرار کرتے ہیں" ہم ان کی تفسیر کا تعین نہیں کرتے اور ان پر غور و فکر نہیں کرتے، پھر اس نے ان دونوں اقوال کے متعلق کہا: عربوں کی زبان کو قریب سے نہ دیکھنے والوں کی باتیں ہیں)۔

اس نے جمہور مسلمانوں کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہوئے کہا: صفات کی تشریح لغت اور استعارہ کے مجاز کا قانون سامنے رکھ کر کی جائے گی جو عقل کے لحاظ سے صحیح ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی جائے گی جو عقلی طور پر صحیح نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کی جائے گی۔ [2]

یہ وہ قول ہے جس پر معتزلہ کے مذہب کی بنیاد ہے۔ اگر معاملہ اس طرح ہے تو تفویض ایسا امر نہیں ہے کہ اشعری کو اس کے اور تاویل کے درمیان اختیار ہو کہ وہ کسی کو بھی چن لے قشیری مؤول نے مفوضہ اشاعرہ کو جاہل کہا ہے۔

اگر نبی کریم ﷺ تاویل کو جانتے تھے تو کیا انہوں نے یہ بات چھپالی کہ استیلاء استواء کا معنی ہے۔ کیا تم لوگوں نے یہ تاویل نبی کریم ﷺ سے لی ہے یا آپ کے صحابہ سے منقول ہے یا پھر معتزلہ سے لی ہے؟

بدرالدین عینی نے اپنی کتاب (ایضاح الدلیل) میں کہا: اہل حق دو حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

اوّل: اہل تاویل۔ دوم: مراد کی تعین سے سکوت۔ (ان کا دعویٰ ہے کہ یہ سلف کا قول ہے)۔ مگر انہوں نے دوسری قسم کے لوگوں پر اعتراض کیا ہے حتیٰ کہ ان کو باطل قرار دیا اس غلط اعتراف کے ساتھ کہ یہ سلف کا طریقہ ہے۔ کہا: اگر ان ناموں کا کوئی مفہوم نہ ہو اور مخلوق کے لیے معلوم نہ ہوں اور لغت میں ان کا کوئی مفہوم نہ ہو تو مخلوق سے اللہ تعالیٰ کا خطاب بے فائدہ ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں یہ خطاب مہمل ہوگا جس کے کوئی معانی نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بلند ہے۔ یا پھر عربی خطاب ترکی الفاظ میں ہو جس کی کوئی سمجھ ہی نہ آئے۔۔۔۔ ان لوگوں کے قول کے مطابق کہ اس کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے معلوم کرنا ہی ناممکن ہے۔ تو پھر یہ خطاب تو ایسا ہوگا جو سننے والے کو الجھن و حیرت میں ڈال دے گا اور اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس سے وہ چیزیں لازم آئیں گی جو اہل عقل پر مخفی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] تفسیر الکبیر: ۶/۲۲۔

[2] تفسیر البحر المحیط: ۱/۱۲، ۲/۱۲۴، ۳/۵۲۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے پاک اور بلند ہے۔ تعجب ہے کہ اس نے اپنی بات کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔۔۔ جس نے سلف کے اس مذہب کے مطابق عقیدہ رکھا اور مذہب تاویل کو اپنایا تو وہ ہدایت پر ہے [1] ۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ ابن جماعۃ اپنے لیے طریقہ تفویض کو صحیح نہ سمجھتا تھا تو وہ دوسروں کے لیے اس کو کیسے پسند کر سکتا تھا اور کیسے اس کی وصیت کر سکتا تھا؟

تفویض ایسا مذہب ہے جو عقل کو غائب کر دیتا ہے، ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ سلف صالحین کا مذہب ہے۔ حالانکہ وہ سلف کا مذہب نہیں ہے کیونکہ یہ عقل کے زوال کا باعث ہے اور سلف صالحین زوالِ عقل کو پسند نہیں کرتے تھے۔

کیا اللہ تعالیٰ نے صفات کے قریب آنے سے منع کیا ہے؟ جیسے آدم علیہ السلام کو درخت کے قریب آنے سے منع کیا تھا؟:

مفوض کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیات صفات وحی تو کی ہیں مگر ان کے معانی کی معرفت حاصل کرنے سے ہمیں منع کر دیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو درخت کے قریب آنے سے منع کر دیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں صفات کے معانی کی معرفت سے منع نہیں کیا ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام کو درخت کے قریب آنے سے منع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا منع کرنا آدم علیہ السلام پر حجت تھا۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے معانی معلوم کرنا چاہتا ہے اس کے پاس کیا دلیل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کوئی تنبیہ نہیں کی صفات کی عظمت وحرمت پر بات کرنا درخت کے قریب جانے سے کہیں بڑا ہے۔ ﴿**أَفَلَا تَعْقِلُونَ**﴾ (تم عقل کیوں نہیں کرتے)۔

ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ تفویض اصل میں صفات پر ایمان لانا ہے اسی طرح جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کیا ہے اس کے معانی کی معرفت حاصل کیے بغیر جیسا کہ (الرحیم، الرحمان، اللطیف۔۔۔۔ وغیرہ۔

مفوضہ کا باہمی تضاد:

- ان لوگوں کا یہ کہنا: (صفات کو فقط ان کے ظاہر پر ہی رکھو) یہ ان کے اس قول کے خلاف ہے (کہ ان کا ظاہر غیر مراد ہے) کیونکہ نصوص کو ان کے ظاہر پر لینا اس کے ظاہر پر بغیر تاویل کے ایمان رکھنے کا تقاضا کرتا ہے۔
- ان لوگوں کا یہ کہنا کہ (ان کا ظاہر غیر مراد ہے) اس ایمان اور ظاہر پر جاری کرنے کے باطل ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔
- ان لوگوں کا یہ قول (ان کے ظاہر پر ان کو جاری کرو) ان کے اس قول کے مخالف ہے (اس کی تاویل ہے جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا)۔

ان لوگوں نے ان صفات کو ان کے ظاہر پر جاری کر کے ان تمام تاویلوں کو باطل قرار دے دیا ہے جو اس ظاہر کے خلاف ہیں۔ پھر ان لوگوں نے اس ظاہر کے خلاف تاویلیں کی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

[1] ایضاح الدلیل: ٩٦-٩٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کبھی یہ ظاہر مراد لیتے ہیں اور کبھی غیر مراد کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مراد سے ان کا مطلب وہ باطنی تاویل ہے جس کو راسخ العلم بھی نہیں جانتے۔

مفوضہ کی باہمی تقسیم:

مفوضہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ نصوصِ صفات کا ظاہر تمثیل کا تقاضا کرتا ہے اور یہ کہ ان کی مراد ان کے ظاہر کے خلاف ہے۔ پھر وہ اس مراد کی وضاحت نہیں کرتے۔

۲۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ان کو ان کے ظاہر پر ہی رکھو، ان کی تاویل ہے جو ان کے ظاہر کے خلاف ہے مگر اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ یہ لوگ تضاد کا شکار ہیں۔ [1]

کبھی تفویض واجب اور کبھی تاویل واجب:

جب رازی نے یہ دعویٰ کیا کہ سلف کا مذہب (صفات کے معانی کی تفویض واجب ہونے) کا ہے اور ان کی تفسیر پر غور وفکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سے ان لوگوں کا یہ مذہب باطل ہو جاتا ہے کہ (اہل کلام کا اجماع ہے اور وہ کہتا ہے: جمہور اہل کلام کے نزدیک متشابہات میں غور وفکر کرنا واجب ہے۔ [2]

پھر ایک اور معاصر مخالف آیا اور وہ حبشی ہے اس نے رازی کے خلاف دعویٰ کرتے ہوئے کہا: تفصیلی تاویل سلف کا طریقہ تھا۔ [3]

یہ لوگ ایک مسلمان پر ان کے تضادات میں سے ایک کو اپنانا فرض کرتے ہیں:

- یا تو ہم اس کا رد کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اپنا وصف بیان کیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے معانی سے تجاھل کے ذریعے ہے۔
- یا ہم اس کا رد بعید معانی لے کر کریں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے اور وہ معانی ترک کریں جو اللہ تعالیٰ نے مراد لیے ہیں۔ اگر ہم ان کی یہ دونوں باتیں نہیں مانتے تو ان کے نزدیک مشبھہ اور مجسمہ اور حشویہ ہیں۔

میں تاویل کرنے والے اشاعرہ اور ماتریدیہ پر سخت تعجب کرتا ہوں کہ وہ کس طرح ہمارے لیے تاویل کو واجب قرار دیتے ہیں جبکہ خود مفوضہ اشاعرہ کے ساتھ اختلاف کا شکار ہیں کہ وہ تاویل کرتے ہیں یا تفویض کرتے ہیں؟ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ آپس کا اختلاف ختم کرتے پھر ہمارے اوپر کوئی چیز لازمی کرتے۔

---

1. مذهب التفويض: ٥٦٨۔
2. اساس التقديس۔
3. صريح البيان: ٣٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل تفویض دو گروہوں میں تقسیم ہیں:

ان میں سے کچھ کا کہنا ہے: ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کے معانی جانتے ہی نہیں ہیں اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے یہ قول سلف کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ باطل ہے۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں کہا: جہمیہ نے ان صفات کی تفسیر اہل علم کی تفسیر سے ہٹ کر اپنی من مانی سے کی ہے جیسا کہ (الید۔۔۔ ہاتھ) سے مراد قوت ہے۔[1] یہ واضح نص ہے کہ اہل علم آیات صفات کی تفسیر کیا کرتے تھے۔

بلکہ امام احمد رحمہ اللہ نے جہمیہ کی تاویلات پر جنہیں اشاعرہ نے بھی اپنایا ہوا ہے کا رد کیا ہے جیسا کہ ان کی کتاب (الرد علی الجہمیہ) میں ہے۔ ابن حجر نے اس کتاب کی نسبت ان کی طرف ثابت کی ہے۔ اس میں انہوں نے اہل السنہ کی تاویلات (تفسیرات) ثابت کی ہیں جبکہ جہمیہ کی تاویلات کو ان کے خلاف ثابت کیا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بناتے ہیں ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾[2] مگر اللہ اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ لیکن یہ علم میں رسوخ (پختگی) نہیں ہے کہ سلف سے ثابت شدہ تفسیرات اور ثابت شدہ معانی کا انکار کر دیا جائے جس سے تفسیر کی کتب بھری پڑی ہیں جیسا کہ الطبری وغیرہ۔

ان میں سے کچھ کہتے ہیں۔ تفویض مطلوب ہے۔ تفویض صفت کی کیفیت ہے جس کے معانی کا علم نہیں ہے۔ ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا: جب یہ پوچھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کیسے ہنستا ہے؟ ہم نے کہا: اس کی تفسیر ہم نہیں کرتے اور نہ ہی ہم نے کسی کو اس کی تفسیر کرتے ہوئے سنا ہے۔[3] دیکھو کیفیت کی تفسیر کے متعلق کس طرح سوال ہو رہا ہے؟

تفسیر کی نفی سے مراد درحقیقت بہت زیادہ فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید تمام لوگوں کے لیے اتارا ہے فقط اہل کلام وجدل کے لیے نہیں کہ وہ جن کو اللہ نے علم کی بنیاد پر گمراہ کر دیا ہے اس نے اپنی ایسی صفات بیان کی ہیں جن کا معنیٰ اور تفسیر واضح ہے۔ اس کے خفیہ معانی نکالنے اور اس میں جھگڑا کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو ان گمراہ لوگوں کا اور اہل کلام کا خود ساختہ دعویٰ ہے کہ جو آیات اللہ تعالیٰ نے صفات کے متعلق اتاری ہیں ان میں التباس، مشکل اور خفیہ معانی ہیں۔ وگرنہ اس نے اپنے لیے استویٰ، نزول اور تخلیق آدم کی صفات کیوں ذکر کی ہیں؟

اسی طرح سلف صالحین کا قول: ان آیت کے الفاظ سے ایسے ہی گذر جاؤ بغیر کیفیت معلوم کیے ہوئے) حافظ ابن حجر نے سلف کی ایک جماعت سے ذکر کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی تشبیہ بیان نہیں کرتے تھے۔ وہ آیاتِ صفات

---

[1] سنن الترمذی: ۳/ ۴۲، تعلیقات علی حدیث: ۶۶۲۔

[2] آل عمران: ۷۔

[3] سیر اعلام: ۱۰/ ۵۰۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوراحادیث کو بیان تو کرتے تھے مگر تشبیہ اور کیفیت کے بارے میں کچھ نہ کہتے تھے۔ ❶

یہ نصوص کیفیت کی نفی میں ظاہر ہیں جس میں اہل کلام جہمیہ، معتزلہ اور اشاعرہ ہلاک ہو چکے ہیں۔

قرطبی کہتے ہیں: سلف میں سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار نہیں کیا ہے مگر وہ کیفیت سے لاعلم تھے۔ ❷ یعنی انسانی عقل ان صفات کی کیفیت معلوم کرنے سے قاصر ہے۔

جن لوگوں نے ان سے یہ بات نقل کی ہے کہ ان صفاتِ آیات سے اسی طرح ہی گذر جاؤ اور کیفیت بیان نہ کرو۔ ان سے نصوص آیات کی تفسیر ثابت ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قول بھی اشاعرہ کے حملوں سے محفوظ نہیں ہے انہوں نے اس کی باطل تاویل ایجاد کی ہے۔

سلف کا قول: ایسے ہی ثابت رکھو جیسے یہ آیات وارد ہوئی ہیں، کا تقاضا ہے کہ ان کی دلالت کو برقرار رکھا جائے اور اس میں لوگوں کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ اس کے خلاف ایسے معانی تلاش کریں جو اس کے حقیقی اور فوراً ذہن میں آنے والے ہیں یہ ایسے الفاظ سے وارد ہیں جن کے باقاعدہ معانی ہیں۔ اگر ان کی دلالت نفی پر ہوتی تو پھر وہ واجب تھا کہ یہ کہا جاتا: ''ان الفاظ کو یہ عقیدہ رکھتے ہوئے ثابت جانو کہ اللہ تعالیٰ کا وصف اس چیز سے بیان نہیں کیا جا سکتا جو حقیقت سے ظاہر ہو۔ ❸

اس کی مزید تاکید اس (رسالۃ السنۃ) سے ہو جاتی ہے جسے عبدوس بن مالک العطار نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ ''یہ سنت میں سے ہے: تقدیر پر ایمان رکھنا اور اس کے متعلق تمام احادیث کی تصدیق کرنا اور ان پر ایمان لانا۔ اس میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ کیسی ہیں؟ جیسا کہ احادیث رؤیت (دیدار)۔ ہمارے نزدیک یہ روایات اپنے ظاہر پر ہی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں۔ ان میں کلام بدعت ہے لیکن ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی طرح میزان پر بھی جیسے وہ ذکر ہوا ایمان رکھتے ہیں۔ ❹

یہ قول نصوص رؤیت (دیدار) کی نصوص کے متشابہ ہے۔ جیسا کہ خلال نے کہا: میں نے ابوعبداللہ سے ان احادیث کے متعلق پوچھا کہ ''اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے'' اور یہ کہ ''اللہ کا (قیامت کے دن) دیدار ہوگا'' اور یہ کہ (اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھے گا) اور اس طرح کی دیگر روایات: تو انہوں نے کہا: ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی کیفیت اور معانی بیان نہیں کرتے۔ ❺

---

❶ فتح الباری: ١٣/٤٠٧۔

❷ تفسير قرطبی ١٧، ١٨ ص ٢١٥، ٢١٦۔

❸ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ٤١/٦١۔

❹ طبقات الحنابلہ: ١/٧٩۔

❺ طبقات الحنابلہ: ١/١٤٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کا یہ کہنا (لا کیف) (کیفیت نہیں) یہ مشبہ کا رد ہے اور ان کا یہ کہنا (لا معنیٰ) (کوئی معنی نہیں) معطلہ پر رد ہے۔
امام احمد نے نصوصِ وعید، قدر، صفات اور قیامت کو ایک ہی انداز سے بیان کیا ہے ان سے میزان وقدر کی نصوص کی تفویض ثابت نہیں ہے۔ اس میں امام احمد کے کلام کو ثابت رکھنا ہے لازمی ہے جیسا کہ ان کی کتاب (الرد علی الجهمية)[1] اس بات پر دلالت کرتی ہے اس میں انہوں نے جہمیہ کے خود ساختہ مفاھیم اور معانی کا رد پیش کیا ہے۔

❀❀❀❀❀

[1] حافظ نے اس کتاب کی نسبت ان کی طرف ثابت کی ہے۔ الفتح: ۱۳/۴۹۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذہب تفویض کا ابطال

زبردست دلیل:

اسی لیے مفوضہ سے سب سے پہلا سوال یہ پوچھا جائے۔کیا یہ صفات جو قرآن مجید میں ذکر ہوئی ہیں اپنے معانی پر دلالت کرتی ہیں یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ ہاں دلالت کرتی ہیں تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا نبی کریم ﷺ ان معانی سے واقف تھے یا نہیں تھے؟ اب یا تو وہ کہیں گے کہ واقف تھے اس صورت میں ان کے خلاف تبلیغِ دین کی دلیل پیش کی جائے گی یا پھر یہ کہیں گے آپ ان کو نہیں جانتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے لائق ہے۔تو ان سے کہا جائے گا پھر نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بارے میں دوسروں کی نسبت زیادہ جاننے والے کیسے ہیں جبکہ تم لوگ دعویٰ کرتے ہو کہ وہ صفات کے معانی سے واقف نہ تھے؟ حیرت ہے تمہارے اشاعرہ مؤولین کو اس کا علم ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کی تاویل کرتے ہیں۔

امام احمد سے یہ مروی ہے ان کو ایسے ہی سمجھو جیسے ذکر ہوئی ہیں۔ان سے یہ ایسی روایات میں بھی ثابت ہے جن کا صفات سے تعلق نہیں ہے جیسے ان کا قول اس حدیث کے متعلق (جس نے ملاوٹ کی اس کا ہم سے تعلق نہیں)۔(میں نہیں جانتا مگر اسی طرح جیسے یہ روایت کی گئی ہے اور اس حدیث کے بارے میں سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا قول (کہ جس نے گال پیٹے وہ ہم میں سے نہیں" اس کا علم اللہ کے پاس ہے رسول اللہ پر پہنچانا اور ہم پر ایمان لانا واجب ہے۔ [1]

مالک رحمہ اللہ کا یہ قول (استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے) فیصلہ کن ہے۔ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مالک رحمہ اللہ کا قول اہل سنت کا فیصلہ کن قول ہے اور وہ یہ ہے کہ (کیفیت ہم بیان نہیں کرتے بلکہ اسے ثابت سمجھتے ہیں۔انہوں نے استوا کو ثابت کیا کیفیت کو نہیں۔

قاضی ابن العربی نے تاکید کی مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مقصد معانی کا علم اور کیفیت بیان کرنا ہے اور کہا: قاضی ابن العربی تفویض کو مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے باطل قرار دیتے ہیں۔ابوبکر ابن العربی اشعری نے کہا: امام مالک نے ہر نصِ صفت کو معلوم المعنی تصور کیا ہے اسی لیے انہوں نے سوال کرنے والے سے کہا: استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے۔ [2]

اس روایت سے ان کا استدلال (استواء مذکور) باطل ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اور یہ قاضی ابوبکر بن عربی کے قول کے مناسب بھی نہیں۔

---

[1] السنة للخلال: ٩٩٩۔ [2] عارضة الأحوذي: ١٦٦/٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفویض اور تاویل کے لیے کوئی مقررہ قانون بھی نہیں ہے کہ کب تاویل جائز ہے اور کب تفویض؟ اہل کلام تاویل اور تفویض کے مابین مضطرب ہیں۔

ماتریدی تاویل پر اعتماد کرتا ہے اور اس کا بلا قید اور بلاشرط اثبات کرتا ہے جبکہ ابن الھمام نے کہا: (تاویل) ضرورت کے وقت جائز ہے۔ زبیدی اس کے مابین ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا تاویل لغت عرب کے تقاضا کے مطابق ہوگی۔ ❶

ابوالمعین نسفی نے اس پر تحفظ کا اظہار کیا ہے۔ بیاضی تاویل مجمل کا قائل ہے، ماتریدیہ نے اس کے بعد اس کی مخالفت کی ہے حتیٰ کہ ابوالقاسم سمرقندی نے ۔۔۔ جو کہ ماتریدی کا مشہور شاگرد ہے ۔۔۔ نے تفویض کو مطلق طور پر راجح قرار دیا ہے اور اس نے آیات صفات کی تفسیر کو حرام قرار دیا ہے جن کو وہ متشابہات کہتا ہے اور دعویٰ کیا کہ اس کا انجام تعطیل ہے یہ بات اس نے (السراج الاعظم) میں کی ہے۔ یہی بات ابن قطلو بغا نے کہی جبکہ ناصری نے اس قول کو مطلق طور پر آئمہ ماتریدیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن اگر یہ متشابہات میں سے ہوتیں تو سلف ان کی تفسیر نہ کرتے۔

کوثری نے وضاحت کی کہ: سلف کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں جو کچھ وارد ہے اسے اسی پر جاری کیا جائے۔ تنزیہ کا عقیدہ رکھتے ہوئے اس کے معانی اور مراد کی تعیین پر غور وفکر نہ کیا جائے۔ اس نے تاکید کی یہ سلف کا طریقہ ہے۔ ❷

احباش اسے غلطی قرار دیتے ہیں:

حبشی کے ایک شاگرد (محمد الولی) نے کہا: نبی کریم ﷺ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انہوں نے ایک ایسے رب کی طرف دعوت دی جو ایسی صفات سے متصف ہے جو عقل میں آنے والی نہیں ہیں۔ انتہائی بہت بڑا دعویٰ ہے جس کا مسلمان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ صفات سے جہالت موصوف سے جہالت کا سبب ہے۔ ❸

یہ الولی الحبشی الاشعری کی طرف سے کوثری کا بہترین رد ہے۔

نسفی نے تمام اختیار انسان پر چھوڑ دیا ہے چاہے وہ تاویل کرے اور چاہے تفویض کرے جبکہ ابن الھمام نے ضرورت کے وقت تاویل کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور اس نے اہل علم کے لیے اسے جائز اور عوام الناس کے لیے ناجائز کہا ہے۔ ❹

ناصری زین الدین حلبی نے (المسایرة) کے حاشیہ میں کہا: ہمارے مشائخ کا کہنا ہے ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ

❶ اتحاف السادة المتقین ۲/۱۰۹، الفقه الأکبر شرح ملاقاری: ۳۶۔
❷ تعلیق الکوثری علی السیف الصقیل: ۱۳۔
❸ مجلة منار الهدیٰ: ۲۶/۱۲۔
❹ السواد الاعظم: ۲۷۔ سلام الأحکم: ۱۵۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسْتَوٰی﴾ [1] وہ الرحمن عرش پر بلند ہوا۔اس کی تاویل اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے اور یہی حکم تمام متشابہات کا ہے۔ یہ ان کے شیخ ماتریدی کی واضح مخالفت ہے جس نے تاویل کو لازم قرار دیا ہے۔ دوسری مخالفت یہ ہے کہ ماتریدیہ اور عام اشاعرہ نے (استواء) کی تاویل (استیلاء) سے کی ہے جیسا کہ ہم حبشی کو بھی دیکھتے ہیں کہ اس نے (استواء) کی تاویل (استیلاء) سے کرنے والے کو گناہ گار نہیں سمجھا ہے: کہا یہ اللہ تعالیٰ کو صفت نقص سے موصوف کرنا نہیں ہے۔ [1] درحقیقت یہ لوگ تردد اور وسوسہ کا شکار ہیں کبھی تاویل کو مقدم کرتے ہیں اور کبھی تفویض کو۔ کبھی قاری کو اختیار دیتے ہیں کہ وہ جس کو چاہے اختیار کر لے جیسا کہ (جوھرۃ التوحید) کے مصنف کا حال ہے۔ [2] یہ تاویل پر عدم اطمینان اور اس سے دلی طور پر راضی نہ ہونے کی دلیل ہے۔

اسی لیے تو ان کے اکثر آئمہ حیرت و پریشانی میں مبتلا ہو گئے جیسا کہ جوینی، رازی اور غزالی وغیرہ۔

ان لوگوں نے اس راستے کے غلط ہونے کا اعتراف بھی کیا ہے۔ ان کو رسول اللہ ﷺ اور سلف کا طریقہ اپنانا چاہیے تھا۔ ان کو چاہیے تھا کہ کھلے دل سے حقیقت کو تسلیم کرتے اور اللہ تعالیٰ کے لیے وہ صفات ثابت کرتے جو اس نے اپنے لیے ثابت کی ہیں اور جس کو وہ مشابہت کہتے ہیں اس پر اس آیت کریمہ کے ذریعے فیصلہ کرتے۔ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ [3] ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا۔''

تفویض تاویل کے ردعمل میں وجود میں آئی ہے۔ یہ ایسی دلیل ہے جو تردد، تاویل کا احساس گناہ سینہ تنگ ہونے، دل مطمئن نہ ہونے، شک وشبہ زیادہ ہونے اور ایمان کم ہونے کی بناء پر سامنے آئی ہے لہٰذا اس کے ذریعے شبہ کا وہم ختم نہیں ہوسکتا۔

تفویض والا، آیت صفات کو حروف مقطعات (حم، عسق، الم، طسم) کے قائم مقام بنا رہا ہے جن کی قرأت کے وقت کہا جاتا ہے (اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهَا) (اللہ ہی ان کی مراد کو بہتر جانتا ہے) لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات ان الفاظ کے خلاف ایسے عربی کلمات ہیں جن کے معانی موجود ہیں۔ اگر ان آیات کے معانی اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہوں تو ان آیات کو اتارنے کا کوئی مقصد ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ بے فائدہ کلام سے تو مخلوق بھی پاک ہے جبکہ خالق یہ حق کہیں زیادہ رکھتا ہے کہ اس کا کلام عیب سے پاک ہو۔

یہ لوگ اس سبب سے جاہل ہیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ صفات اتاری ہیں۔ یہ صفات تو بندے کے لیے ہر بھلائی کا سرچشمہ ہیں کیونکہ وہ ان کے ذریعے اپنے خالق کو پہچانتا ہے جس نے ان کے معانی کو رد کر دیا وہ خیرِ کثیر اور اس علم سے محروم ہو گیا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے نازل کیا ہے۔

---

[1] دلیل القویم: ۳۸، ۳۹۔

[2] جوهرة التوحید: ۹۲۔ [3] الشوریٰ: ۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے ابن قتیبہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن میں اتارا ہے وہ بندوں کے فائدہ کے لیے ہے اور ایسے معانی پر دلالت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے چاہے ہیں۔

ان صفات کے معانی اہل ایمان کے طریقہ کے مطابق سمجھنا (نہ کہ اہل الحاد کے راستے پر) دل میں تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ اس لیے علم میں پختہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ [1] اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں۔

مفوضہ کہتے ہیں: ہم جس قدر وضاحت کے معانی سے لاعلم اور بے خبر ہوں گے اس قدر ہی اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے ہوں گے۔ یہ کونسا ایمان ہے؟ کیا جہالت ایسا علم ہے جس کی تعریف کی جائے۔ کیا جہل علم میں رسوخ ہے؟

اللہ ہمیں آزماتا ہے۔ کہ ہم ایمان لاتے ہیں، نہیں ہم تعطیل کرتے ہیں:

اہل کلام کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان آیات کے ذریعے اپنے بندوں کو آزماتا ہے لہٰذا جس نے صفات کو اپنے ظاہر پر ثابت کیا اس نے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے اس سے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔ ان کے دعویٰ کے مطابق تو عام مسلمانوں کی تکفیر لازم آتی ہے کیونکہ وہ صفات کو ثابت کرتے ہیں اور تاویل نہیں جانتے بلکہ اس کا برعکس صحیح موقف ہے کہ بندوں کو اس کے ثابت کرنے کا حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے تشبیہ کی نفی کرتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مزید تاکید ہوتی ہے ﴿وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [2] سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سچ کہا۔ تاویل کرنے والوں کو فتنوں نے گھیر لیا ہے۔ وہ اسی برے انجام سے دو چار ہوئے جیسا کہ جہم، مریسی اور جعد وغیرہ۔ صفات کو ثابت کرنے والا کامیاب ہے۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا اس کو ثابت کرنے پر اللہ تعالیٰ ہمارا مواخذہ نہ کرے گا بلکہ جو اس نے ثابت کیا اس کی نفی کرنے پر ضرور مؤاخذہ کرے گا اور تحریف پر ضرور باز پُرس کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کی طرف وحی کیوں نہ کی کہ ہم وہ نہ سمجھیں جو اس کفر سے ظاہر ہوتا ہے تاکہ ہمیں اس کفر سے ڈرایا جاتا جیسا کہ آدم علیہ السلام کو درخت کے قریب آنے سے ڈرایا گیا۔ اس نے یہ تو نہیں کہا کہ اس کے قریب آجاؤ اور اس کے برعکس ارادہ کیا ہو۔ قصہ آدم سے اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ثابت ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اس سے نہ نکالیں تو کہا: ﴿وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ [3] تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا۔ جو آدم علیہ السلام

[1] فاطر: ۲۸۔ [2] الاعراف: ۱۸۰۔ [3] البقرہ: ۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے غلطی ہوئی وہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے واضح کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات درخت کے قریب جانے کی نسبت زیادہ حق رکھتی تھی کہ اس سے ڈرایا جاتا۔ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی کو ہی دلیل بناتے ہیں جو بات سمجھ آئے اس کو نہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے بوجھ اٹھا لینے کا ذکر کیا ہے پھر اس سے بڑا بوجھ کیا ہوگا کہ ہمیں اس چیز کے فہم کا پابند بنایا جائے جس کا سمجھنا ہماری نیتوں میں نہیں ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائی ہیں امتحان کے لیے کہ ہم ان پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں؟ اس لیے نہیں کہ ہم تاویل کے ذریعے ان کو معطل کرتے ہیں کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کا فہم مؤخر نہیں کرتے حتیٰ کہ اہل کلام آئیں (اور لوگوں کو سمجھائیں)، اس نے تو لوگوں کے لیے ہدایت کے اسباب بیان فرما دیے ہیں اور لوگوں کو آزمایا ہے کہ وہ ایمان لاتے ہیں کہ نہیں۔ فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ﴾[2] اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ کسی قوم کو اس کے بعد گمراہ کر دے کہ انھیں ہدایت دے چکا ہو، یہاں تک کہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح کر دے جن سے وہ بچیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اگر آیات صفات ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور آزمائش نازل ہوئیں کہ ہم ان کی تاویل کرتے ہیں یا نہیں؟ تو پھر تمہاری تاویلات سلف کی تاویلات سے مختلف کیوں ہیں؟

یہ دعویٰ باطل ہے کہ قرآن میں ایسی آیات میں جن کا معنیٰ فقط اللہ جانتا ہے:

ان لوگوں سے کہا جائے گا کیا تم لوگ اس ناواقفیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دیتے ہو یا نہیں۔ یا پھر یہ ناواقفیت آپ کو بھی شامل ہے۔

اشاعرہ مفوضہ میں سے میرے علم کے مطابق کسی نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا ہے۔ یہ آپ پر طعن کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کو بلکہ کافروں کو بھی قرآن مجید پر غور وفکر کا حکم دیا ہے اور کسی کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ فرمایا: ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾[3] تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کافروں کو تو قرآن مجید پر غور وفکر کا حکم دے اور ہمیں بعض آیات پر غور وفکر سے منع کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ﴾[4] یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور وفکر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کو اتارنے کی علت غور وفکر بیان فرمائی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے کم وقت میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے کہ یہ غور وفکر کے بغیر فقط تلاوت ہی نہ رہ جائے۔ آپ نے فرمایا:

---

① الفصل فی الملل والنحل: ٧١/٤۔ ② التوبہ: ١١٥۔
③ النساء: ٨٢۔ ④ ص: ٢٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب پڑھتے اور سیکھتے سکھلاتے ہیں۔۔۔)
اس حدیث میں آپ نے تلاوت (الفاظ پڑھنا) اور تدارس (مفہوم و معانی سمجھنا) میں فرق کیا ہے۔ جب یہ لوگوں کی عادت اور فطرت ہے کہ وہ طب سائنس، ریاضی وغیرہ کی کتاب بغیر سمجھے ہوئے نہیں پڑھتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی کتاب کے متعلق کیا خیال ہے جو ان عصمت ہے ان کی نجات وسعادت کا ذریعہ ہے اور اس کے ذریعے ان کی دنیا اور دین قائم ہوتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو آسان اور سہل بنایا ہے تاکہ لوگ اس پر غور وفکر کریں اور نصیحت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ [1] اور بلا شبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

اگر اس میں کچھ ایسی آیات اور الفاظ ہیں جن کا معانی اور مفہوم علم میں راسخ لوگوں کو بھی معلوم نہیں ہے تو پھر یہ نصیحت اور غور وفکر کے لیے آسان نہ ہوتا بلکہ مشکل ترین ہوتا۔ آسان ہونے کا مطلب مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہونا ہے:

۱۔ حفظ کے لیے الفاظ کا آسان ہونا۔

۲۔ فہم وشعور کے لیے معانی کا آسان ہونا۔

۳۔ عمل کے لیے اس کے اوامر ونواہی (حکم دینا اور منع کرنا) کا آسان ہونا۔

❀ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نور، بیان، برہان (دلیل)، ہدایت اور شفا ہے جبکہ مفوضہ ان صفات کو معطل کر رہے ہیں۔ یہ اسے ایسا عقد بنا رہے ہیں جس کا کھلنا ناممکن ہے۔ ان کو یہ معاملہ اس شک تک لے جا رہا ہے جو ان کے نفسوں میں ہے اور جو ان کے دلوں کی بیماری کو بڑھا رہا ہے۔

❀ یہ بات درست ہے کہ شریعت نے باطل طریقے سے اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر سے منع کیا ہے مگر آیات کے صحیح معانی معلوم کرنے سے قطعاً نہیں روکا ہے بلکہ تمام آیات پر تدبر اور غور وفکر کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ﴾ [2] ''تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے۔'' مفوضہ نے وہ تدبر چھوڑ دیا جس کا حکم دیا گیا تھا اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کو فقط تلاوت کے لیے اتارا ہے۔

اس سے آیات صفات استثناء کی کوئی دلیل نہیں ہے:

تفویض اور تاویل ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ تاویل کا اعتماد عقل پر ہے جو نصوص کے خلاف ہے جبکہ تفویض عقل کو معطل کر دیتی ہے اور ان معانی سے جہالت ہے جس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے کی ہے۔ مفوض کہتا ہے کہ مجھے اس کے معانی کا علم نہیں ہے حالانکہ وہ معانی جانتا ہے، وہ ضروری طور پر جانتا ہے کہ الرحیم اور العلیم

[1] القمر: ۱۷۔ [2] النساء: ۸۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کیا فرق ہے؟ یہ ضروری فرق جو ہم سب جانتے ہیں مذہب تفویض کو باطل قرار دیتا ہے۔

اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ کسی چیز کا علم نہ ہونا وہ اس کے واقعتاً موجود نہ ہونے کا علم نہیں ہے اگر وہ علم نہ ہونے کے دعویٰ میں سچا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس بات سے وہ جاہل ہے وہ کسی اور کو بھی معلوم نہ ہو۔

تفویض سے کیا لازم آتا ہے:

تفویض کا دعویٰ کرنے سے مندرجہ ذیل امور لازم آتے ہیں:

ا۔ ہمارے نبی اس سے ناواقف تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نصوص و آیات اتاری ہیں بلکہ وہ ایسا کلام کرتے تھے جو عقل میں آنے والا نہیں ہے۔ یا پھر ان کو تو ان صفات کے معانی کا علم تھا مگر انہوں نے اسے چھپا لیا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے متضاد اور متعارض ہے: ﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ [1] ''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔'' اگر وہ ہم پر حریص ہوتے تو ان نصوص سے خاموش نہ رہتے جن سے تشبیہ کا وہم ہوتا ہے۔

مفوضہ دو گناہوں میں سے ایک کا ضرور ارتکاب کرنے والے ہیں یا تو وہ انبیاء اور سلف کے متعلق جہالت کا دعویٰ کریں کیونکہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ان معانی سے ناواقف تھے جو اللہ تعالیٰ نے اتارے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ [2] ''بے شک ہم نے اسے عربی قرآن بنایا، تاکہ تم سمجھو۔'' یا پھر یہ کہیں کہ ان کو معانی کا علم تو تھا مگر انہوں نے اسے چھپا لیا ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں کچھ ایسی آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ ہم سمجھ سکیں تو پھر ان آیات کو قرآن مجید میں اتارنے کا کیا فائدہ ہے؟ ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان آیات کو اتارنے کی کیا حکمت ہے اگر ہم ان کو سمجھ ہی نہ سکیں اور ان کا مفہوم معلوم ہی نہ کر سکیں؟ حکمت تو یہ ہے کہ ہر کام کو اس کی صحیح جگہ پر رکھا جائے اور کیا جائے۔ یہ حکمت نہیں ہے کہ کسی کو ایسا کلام سنایا اور بتایا جائے جو اسے سمجھتا ہی نہ ہو۔ کسی عجمی کے ساتھ کوئی بھی عقلمند عربی میں گفتگو نہ کرے گا جب کہ وہ اسے سمجھ نہ سکتا ہو۔ ہم میں سے کون چاہتا ہے کہ ہم کسی کے ساتھ ایسی زبان میں بات کریں جسے وہ سمجھ ہی نہ سکتا ہو؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾ [3] ''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا''۔ پھر اس کے بعد فرمایا: ﴿وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ﴾ [4] ''اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بنا دیتے تو یقیناً وہ کہتے اس کی آیات کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں، کیا عجمی زبان

---

[1] المائدہ: ٦٧۔
[2] الزخرف: ٣۔
[3] الشوریٰ: ٧۔
[4] فصلت: ٤٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور عربی (رسول)‘‘؟۔ مفوضہ نے کہا: ہاں صفات تو عجمی کلام ہے اس کے علاوہ عربی کلام ہے۔

۳۔ اس لحاظ سے تو اللہ کی کتاب اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان کا ہرگز ذریعہ نہ ہوگی کیونکہ آیات صفات تو فقط الفاظ ہیں جن کا ہم معنیٰ نہیں جانتے۔ ہمارے نصیب میں تو صرف یہ ہے کہ ہم ان کی تلاوت کے ذریعے ثواب حاصل کریں اسی لیے (الغفور۔ بخشنے والا) اور (المنتقم۔ انتقام لینے والا) میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے ذریعے بندوں کو اپنا تعارف کرایا ہے کہ وہ اس کی تعریف خیر و بھلائی کے ساتھ کریں مگر مفوضہ نے اس سبب کو باطل قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس کو فقط الفاظ بنا ڈالا جن کے کوئی معانی نہیں ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو خود ساختہ دعوؤں اور بے کار دلیلوں سے اس خیر کثیر سے محروم کر ڈالا۔

ان لوگوں نے دعویٰ کیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس سے تو گمراہی کا وہم پیدا ہوتا ہے جبکہ ہدایت یہ ہے کہ:

(ا) یا تو تاویل کے ذریعے باطل معانی بیان کیے جائیں جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں نہ رہے۔

(ب) یا پھر تفویض کا موقف اپنایا جائے جس کے ذریعے وہ لوگوں کو حق بات تک پہنچنے سے منع کر رہے ہیں۔

یاد رکھو! جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ پر اتارا ہے وہ تمام جہانوں کے لیے بیان اور ہدایت ہے، یقیناً یہ دعویٰ کرنا جائز نہیں کہ اس میں ایسا کچھ بھی ہے جس کی ان کو کوئی حاجت و ضرورت نہیں ہے۔

یہ بھی جائز نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ اس میں ایسا کچھ ہے جس کی لوگوں کو حاجت و ضرورت تو ہے اور پھر اس کی تشریح کے لیے کوئی سبیل و راستہ ان کے پاس نہیں ہے۔

علمائے اُمت سے اس کا علم کہیں نہ جائے گا۔

❀❀❀❀❀

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خبر واحد......عقائد اور احکام دونوں میں حجت ہے

❁ خبر واحد کو رد کرنے کا نظریہ جہمیہ اور معتزلہ سے دیگر نظریات کی طرح سرایت کر گیا ہے۔
❁ خبر واحد کو رد کرنے کے نظریہ میں اشعری [1] کی ترمیم
❁ عقائد اور احکام کے درمیان فرق کے نظریہ میں تضاد

❁❁❁❁❁

[1] ابو الحسن الاشعری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منہج سلف ہی زیادہ تر علم پر مبنی اور ٹھوس ہے

متکلمین میں سے معتزلہ اور اشاعرہ نے سلف کو یقیناً جاہل قرار دیا ہے کیونکہ انہوں نے یہ بات کہی: (کہ منہج سلف زیادہ سلامتی والا ہے اور منہج خلف [1] زیادہ تر علم پر مبنی اور ٹھوس ہے)۔

اسی وجہ سے یہ لوگ دو جہالتوں کا شکار ہوئے، ایک تو انہوں نے جہالت کی وجہ سے سلف پر جھوٹ باندھا اور دوسری یہ کہ انہوں نے منہج خلف میں تحریف ہونے کے باوجود اس کو درست کہہ کر گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ لہٰذا ان کے نزدیک سلف صالحین عام لوگوں کی طرح ہیں جو کہ اللہ رب العزت کے متعلق علم کی گہرائی تک نہ پہنچ سکے اور خیر کثیر سے محروم رہے؛ کیونکہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [2]

''اور جو شخص حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا۔''

جبکہ (ان کے بقول) خلف [3] نے بہت ہی خیر کثیر حاصل کی اور اللہ تعالیٰ کی تنزیہ، [4] الفاظ کے معنی کو سمجھنے میں اور صفات کے معنی کو بیان کرنے میں سلف کو پیچھے چھوڑ گئے اور رہے سلف تو وہ ان کے معنی سے ناواقف اور عاجز تھے!

پس منہج متکلمین میں صرف تردد، حیرت، شکوک وشبہات اور تناقض ہی پایا جاتا ہے جیسا کہ امام غزالی، حافظ ابن حجر اور ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے بیان کیا ہے۔ [5]

یقیناً الباجوری نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ منہج سلف سب سے زیادہ سلامتی والا ہے کیونکہ وہ معانی کے تعین سے محفوظ تھا جو کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہ ہوں۔ [6]

یہ اس کے شکوک وشبہات اور تردد کا اعتراف ہے جس پر مؤولہ (تاویل بیان کرنے والوں) نے اپنے منہج کی بنیاد رکھی، اور یہی بات ان کے قول کے متضاد ہے کہ منہج خلف زیادہ علم والا ہے کیونکہ اس میں دلائل و براھین کی مزید وضاحت ہے۔

تو پھر شک اور تردد کو علم اور حکمت کے ساتھ کیسے بیان کیا جاسکتا ہے، اگر ان کو اس بات پر پختہ یقین ہوتا جس کا وہ گمان کر رہے ہیں تو وہ یقیناً اس بات کو لازمی قرار دیتے کہ ان کا منہج ہی محفوظ ہے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا؛ کیونکہ ان کے شکوک وشبہات نے ان کے دلوں پر صرف اور صرف اضطراب کا ہی دھبہ لگایا ہے، پس حقیقت یہی ہے کہ منہج سلف ہی

---

1. بعد والے۔
2. البقرۃ: ۲۶۹۔
3. بعد والے۔
4. نقص سے پاک بنانا۔
5. المنقذ من الضلال: ۱۴، فتح الباری: ۱۳/ ۳۵۰۔
6. تحفۃ المرید: ۹۱۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سب سے سلامتی والا منہج ہے کیونکہ وہ اعلم بھی ہے اور احکم بھی۔

خبر واحد عقائد اور احکام دونوں میں حجت ہے:

اشاعرہ کے ہاں خبر واحد کو عقائد میں دلیل بنانا جائز نہیں ہے جیسا کے ان کے بڑوں نے اس پر نص بیان کی جیسا کہ رازی۔

رازی اشعری کہتا ہے کہ: یہ بات ثابت ہو چکی ہے خبر واحد ظن ہے اس کو دلیل بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ ❶

"یقیناً گمان، حق (کی معرفت) میں کچھ بھی کام نہیں دے سکتا۔"

تحقیق تشبیہ کی علت کی وجہ سے خبر آحاد کی سند کمزور ہوتی ہے۔ اور اس سے بخاری اور مسلم کی صحت پر اعتراض لازم آتا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ملحدین نے کچھ جھوٹی اور من گھڑت روایات بیان کی ہیں، اور انہوں نے محدثین کے خلاف حیلہ بنایا وہ جنھوں نے دلوں کی سلامتی کے لیے ان احادیث کو قبول کیا، اور پھر اسی طرح وہ راوی جنھوں نے آپ ﷺ سے روایات کو سننے کے بیس سال بعد مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا۔

کس حد تک اہل کلام حدیث کے ساتھ منسلک ہیں؟

رازی اور اس جیسے دیگر علماء اہل کلام حدیث کی مہارت نہیں رکھتے، تو پھر یہ متواتر اور آحاد میں اتنی آسانی کے ساتھ کیسے فرق کر سکتے ہیں؟ ان لوگوں نے تو کتب حدیث کو چھوڑ کر منطق اور فلسفہ کا علم حاصل کیا اور اس پر ابن سینا کی واضح ترین کتاب "الاشارات" بھی موجود ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ: رازی نے اس حدیث کو ذکر کیا "دجال کانا ہے اور اللہ تعالیٰ اعور (کانا) نہیں ہے" اور پھر کہا: کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہو۔"

اور اس نے یہ بھی گمان کیا ہے کہ: "یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے قدم رکھیں گے" یہ روایت ضعیف ہے۔ ❷

یہ اس کی کم علمی، حماقت، تکذیب اور آپ ﷺ کے ساتھ قلت ادب ہے اور فن حدیث کی توہین ہے۔

❁ جوینی کہتا ہے کہ حشویہ نے اس حدیث سے دلیل لی ہے کہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔" یہ حدیث کتب صحاح میں موجود ہی نہیں حالانکہ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ ❸

اسی طرح اس نے گمان کیا کہ حدیث "نزول" متواتر نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

حقیقی بات یہ ہے کہ اگر تمام اخبار آحاد پر یہی قانون لاگو کیا جائے اور ان کا اعتبار نہ کریں تو پھر تو یہ بے کار ہو جائیں گی۔

---

❶ یونس: ٣٦۔

❷ اساس التقدیس: ١٥٩، ١٨٦۔

❸ بخاری: ٦٢٢٧، مسلم: ٢٦١٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے "الإيمان بضع وسبعون شعبة" کو بھی ردّ کیا ہے؛ کیونکہ یہ خبر واحد ہونے کی وجہ سے مؤول (تاویل کی گئی) ہے۔ ❶

✿ غزالی کا گمان ہے کہ اکثر تشبیہ والی احادیث صحیح نہیں ہے، اسی بات کو ابن حجر رحمہ اللہ نے واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ: ان دونوں کو تو حدیث کے بارے زیادہ علم ہی نہ تھا اور انہوں نے دوسری کتب تو کیا مشہور کتب کی احادیث کا بھی اہتمام نہیں کیا اور غزالی نے تو خود ہی "قانون التأويل: ١٦" میں اعتراف کیا ہے کہ اس کے پاس بہت ہی کم احادیث پہنچی ہیں۔

شیخ محمد بن درویش الحوت نے "أسنى المطالب ص: ٥٧٢" میں اعتراف کیا ہے کہ حدیث کے معاملہ میں غزالی پر اعتماد نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ اپنی کتاب "الاحیاء" میں موضوع روایات بیان کرتا ہے۔

✿ رہی بات ابن فورک کی تو وہ فن حدیث کے بارے میں بہت ہی کم علم رکھتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ابن فورک نے مبالغہ کرتے ہوئے کہا کہ لفظ "رجل" اہل نقل سے ثابت ہی نہیں، لیکن اس کی یہ بات صحیحین کی روشنی میں مردود ہے۔

اسی طرح زبیدی نے کہا کہ: ابن فورک کا گمان ہے کہ حدیث کے الفاظ "حتى يضع الله رجله" (کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھے گا) ثابت ہی نہیں ہیں۔

✿ ابو منصور البغدادی کا قول ہے کہ: راوی کی وہ روایت جو عقل کے خلاف ہو اور اس میں صحیح تاویل نہ ہوسکتی ہو تو وہ مردود ہے...... اور اگر ثقہ راوی ایسی روایت بیان کرے جو ظاہری طور پر تو عقل کے خلاف ہے لیکن اس کی ایسی تاویل ہوسکتی ہو جو عقل کے موافق ہو، تو اس کو اپنی عقل کے موافق تاویل کرتے ہوئے قبول کریں گے اور اس کی مثال اس نے یہ حدیث بیان کی: ''بے شک اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک آگ میں رکھے گا'' ❷ ان کے ہاں اخبار آحاد کا قبول و مردود ہونا عقل پر منحصر ہے۔

اس کی یہ ممانعت منہج اہل السنہ کے خلاف ہے جس کو حبشی نے احتیاط کے طور پر اعتبار کیا پس وہ کہتا ہے:

''علماء نے صفات کے بارے میں آنے والی احادیث کو حجت ماننے میں احتیاط سے کام لیا ہے اور اشاعرہ نے حدیث قطعی (متواتر) ہونے کی شرط لگائی ہے۔'' ❸

اس کا یہ کہنا حق ہے کہ: (اشاعرہ نے شرط لگائی) اور اس نے یہ نہیں کہا: شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہما نے شرط لگائی؛ کیونکہ اشاعرہ کی شرائط ہی ایسی ہیں جو کہ سلف کے ہاں موجود ہی نہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ وہ شخص ہیں

---

❶ ارشاد: ١٥٢، ١٥٣۔

❷ اصول الدین: ٢٣۔ ❸ الدليل القديم: ٤٨، التوحيد للماتريدی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنہوں نے اپنی کتاب "الرسالہ" میں واضح طور پر خبر واحد کا دفاع کیا جو کہ تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ سے خبر واحد کو ثابت کیا اور اسی طرح انہوں اپنی کتاب "اختلاف الحدیث" میں بھی خبر واحد کا اثبات کیا ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے اس کی تکذیب کی اور فرمایا کہ ''اہل السنہ وہ منہج ہے (جو عقائد میں عادل راویوں کی خبر واحد کو دین سمجھتے ہیں اور اسکی موافقت کرتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں)۔'' ❶

وہ کون سے علماء ہیں جنہوں نے احتیاط کی؟

یقیناً وہ معتزلہ اور جہمیہ ہیں، سب سے پہلے جس نے احتیاط برتی وہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ہم عصر جہمیہ کا سربراہ ابراہیم بن اسماعیل بن علیہ ہے، اس کے بارے میں امام ذہبی کہتے ہیں: ''یہ ہلاک ہونے والا جہمی ہے'' ❷ اس کے ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ کا مناظرہ ہوا اور خبر واحد کے خلاف اس کی دلیل کا ردّ بھی کیا، ❸ جب امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ بات پہنچی کہ یہ ابھی بھی خبر واحد کے انکار پر ڈٹا ہوا ہے تو انہوں نے کہا: ''ابن علیہ گمراہ شخص ہے، یہ لوگوں کو گمراہ کرنے والوں کے دروازوں پر بیٹھتا تھا۔'' ❹

جب ان لوگوں سے یہ پوچھا جائے کہ: عقائد میں خبر واحد کو ردّ کرنے کی دلیل قرآن وسنت یا سلف کی کلام میں موجود ہے؟

تو کہتے ہیں: اسنوی، آمدی، سرخسی نے کہا ہے۔

ان کے اندر اتنی استطاعت ہی نہیں کہ فرمان الٰہی، فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا امام شافعی، احمد اور مالک رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی ایک کی دلیل پیش کردیں؛ کیونکہ ان میں سے کسی نے اسطرح کی شرط ہی نہیں لگائی، بلکہ ان کے ہاں وہ خبر واحد جس کے راوی ثقہ اور عادل ہیں اور سند متصل ہو وہ قابل قبول ہے۔

علماء خصوصاً امام شافعی رحمہ اللہ نے خبر واحد کے منکرین کا بڑی ہی سختی کے ساتھ ردّ کیا ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ بات تاکید سے بیان کی ہے کہ علماء اہل السنہ نے عادل راویوں کی خبر واحد کو شرائط کے قبول کیا ہے، کسی بھی عالم جیسا کہ امام شافعی، ابو حنیفہ، احمد، مالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے یہ نہیں کہا کہ: خبر واحد احکام میں قبول ہوگی اور عقائد میں ردّ کردی جائے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علم اصول کو وضع کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح میں مکمل کتاب "کتاب الاخبار الاحاد" کے نام سے موجود ہے جس میں واضح کیا ہے کہ خبر واحد حجت ہے اسی حوالے سے ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الفتح" میں امام شافعی رحمہ اللہ کا، موقف

❶ التمهيد: ١/ ٨۔
❷ ميزان الإعتدال: ١/ ٢٠۔
❸ مناقب الشافعي: ١/ ٢١١۔
❹ سير اعلام النبلاء: ١٠/ ٢٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذکر کیا ہے۔

عقائد میں خبر واحد کو ردّ کرنا اعتزالی بدعت ہے جس کو اشاعرہ نے اخذ کیا تھا:

❁ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صرف صفات کی نفی کرنے والے چند علماء ہی محتاط ہیں انہوں نے احتیاط کے دعوے کو اس لیے لیا؛ تا کہ وہ اس کے ذریعے سے ان صفات کا رد کریں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے لیے بیان کی ہیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: معتزلہ نے صفات کے بارے میں وارد ہونے والی صحیح احادیث کا بھی رد کیا ہے جیسا کہ حدیث "نزول" وغیرہ۔ ❶

صحیح بات یہ ہے کہ ہم نے اشعری ماتریدی کو مختلف نظریات کی وجہ سے الگ تھلگ پایا۔

اس بات کو احتیاط کرنے والے ایک گروہ نے واضح کیا ہے جیسا کہ جوینی کہتا ہے: ''اور رافضہ میں سے ایک جماعت کا کہنا ہے کہ خبر واحد کے ذریعہ سے عمل کو واجب قرار نہیں دیا جا سکتا۔''

❁ اسی لیے معتزلہ نے اپنی اصول فقہ اور دوسری کتب میں خبر واحد کو رد کرنے کا انتشار پھلایا جیسا کہ ابوالحسین البصری المعتزلی کا قول ہے: ''خبر واحد کو توحید اور اس جیسے دیگر عقائد میں قبول نہیں کیا جائے گا'' ❷ اور اشعریہ نے ان کے ساتھ کچھ حد تک تو موافقت کی ہے؛ ان کے ہاں عقائد میں خبر واحد کو دلیل بنانا حرام ہے اور احکام اور حرام وحلال کے مسائل میں جائز ہے۔

❁ اسی وجہ سے مختلف جماعتوں کا آپس میں اختلاف ہوا، پس جہمیہ اور معتزلہ نے اخبار احاد کی حجت کا مطلق طور پر انکار کیا ہے، ان کے نزدیک خبر واحد نہ تو عقائد میں حجت ہے اور نہ ہی احکام میں حجت ہے۔

❁ اشاعرہ اور ماتریدیہ نے عقائد میں خبر واحد کو حجت بنانا حرام اور احکام میں حجت بنانا جائز قرار دیا ہے۔

لیکن ماتریدیہ نے خبر واحد کی اقسام میں سے صرف حدیث مشہور کو عقائد میں حجت قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ خبر واحد اس وقت پختہ دلیل بنے گی جب اس میں شروط الصحیحہ مکمل طور پر پائی جائیں اور یہی بات امام شافعی اور علماء اہل سنت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے بیان کی گئی ہے اور اہل کلام کی خواہشات کبھی پوری نہیں ہوسکتیں یہ لوگ کبھی تو کہتے ہیں خبر واحد کو کلی طور پر دلیل بنانا حرام ہے اور کبھی جائز قرار دیتے ہیں کبھی اس پر اجماع کو فضیلت دیتے ہیں اور کبھی اس کو اجماع سے زیادہ قوی قرار دیتے ہیں جیسا کہ حبشیوں کی حالت تھی۔ ❸

---

❶ فتح الباری: ۲/ ٦۔

❷ البرهان التعمد: ۲/ ۵۷۸۔

❸ النهج السوی: ٤۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خبر واحد کے منکرین کی صفات:

جس نے بھی خبر واحد پر اعتراض کیا وہ امت کا پرہیز گار انسان نہیں ہوسکتا اگر ان میں تقویٰ اور احتیاط ہوتی تو تاویل کو وسعت دینے سے بعض آجاتے جس کا سب نے اعتراف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد کو محمول کیا جائے گا اس کو ترک کرنا ممکن ہی نہیں، اور وہ خبر واحد کو حجت ماننے میں امت سلف اور ائمہ کے ساتھ اتفاق کرتے۔

امت کے سلف اور محدثین سے یہ بات ثابت نہیں کہ انہوں نے صحیح حدیث کو ظنی ہونے کی وجہ سے تسلیم کرنے سے منع کیا ہو اور نہ ہی ہم نے ان کو صحیح حدیث کے مختلف مراتب ہونے کے باوجود حدیث کو دو حصوں صحیح ظنی اور صحیح قطعی میں تقسیم کرتے ہوئے پایا۔

فلاسفہ، جہمیہ اور معتزلہ جیسے گمراہ فرقوں نے عام طور پر صفات میں پائی جانے والی اخبار آحاد پر اعتراض کرنے میں اتفاق کیا، انہوں نے بذات خود ان احادیث کو کسی طرح رد کرنے کا ارادہ کیا۔

احادیث آحاد مردود ہیں اور مطلق طور پر ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا یہ بات کہنا ہی بدعت ہے۔

عبدالقاہر البغدادی کہتے ہیں کہ: خیاطی خبر واحد کی حجت کا منکر تھا، اس کا ارادہ اکثر شرعی احکام کو رد کرنا تھا؛ کیونکہ اکثر فقہی فرائض کی بنیاد اخبار آحاد پر ہی ہے۔ [1]

جس منہج کو اشاعرہ نے اختیار کیا اسی پر خیاطی اور معتزلہ چلتے تھے۔

اشاعرہ اور معتزلہ حدیث کو طلب کرنے میں مشغول ہونے، اس کو حفظ کرنے، راویوں کے بارے میں تحقیق کرنے اور نقد کرنے میں زیادہ ممتاز نہیں تھے بلکہ وہ تو متکلمین کا ایک گروہ ہے جو اس فن سے زیادہ واقف ہی نہیں۔ فن حدیث میں مشغول رہنے والے امام شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ کا قول ہے کہ: خبر واحد حجت ہے اس پر صرف گمراہ شخص ہی اعتراض کرسکتا ہے۔

خبر واحد پر اعتراض کرنے والوں کے حالات اور ان کی تصانیف کے بارے میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے تعجب کی بات ہے جب اس نے ان کو دیکھا کہ وہ خود ہی اپنے اصول کو توڑتے ہیں۔ بے شمار مسائل خبر واحد سے ثابت ہوتے ہیں:

- آپ ﷺ کے معجزات سوائے قرآن مجید کے۔
- نزول عیسیٰ علیہ السلام۔
- جنت اور جہنم کے بارے میں وارد بہت سی احادیث اور آخرت کے دن کے حالات کی تفصیل۔
- عذاب قبر، قبر کا جھنجوڑنا، دو پلڑوں اور دو زبانوں والا ترازو، میدان محشر اور قیامت کے دن منتشر ہونا قرآن مجید

[1] الفرق بين الفرق: ١٦٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں موجود نہیں ہے۔

❁ پل صراط اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حوض پر ایمان لانا جس کا پانی پینے کے بعد پیاس نہیں لگے گی۔ اہل کلام کی اپنی بات میں ہی تعارض ہے جب خبر واحد کو عقائد میں دلیل بناتے ہیں جیسا کہ پل صراط کی روایت، اور جوینی نے خبر واحد پر اعتماد کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ پل صراط، حوض اور میزان پر ایمان لانا واجب ہے اور اس نے لبید بن عاصم کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کرنے کی دلیل بھی خبر واحد سے لی ہے۔

❁ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

❁ خوشی کے ساتھ اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا اور اس بات پر بھی کہ ہر انسان کی خوش بختی، بدبختی، رزق اور موت کو لکھ دیا گیا ہے۔

❁ قلم پر اور جو اس سے لکھ دیا گیا ہے اس پر ایمان لانا۔

❁ اللہ تعالی کے زمین پر چلنے والے فرشتوں پر ایمان لانا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے امت کا درود پہنچاتے ہیں۔

عقائد اور احکام میں فرق کرنے کا نظریہ:

اشاعرہ کا گمان ہے کہ انہوں نے خبر واحد کو عقائد میں رد اور احکام میں قبول کر کے ایک درمیانہ راستہ اختیار کیا ہے حالانکہ وہ اس کی وجہ سے بہت سے تضادات کا شکار ہو گئے ہیں۔

انہوں نے ایسی تفریق کی جو سلف سے ثابت ہی نہیں اور نہ ہی وہ اعتراضات سے پاک ہے؛ کیونکہ امام شافعی، احمد اور مالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے ائمہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ایسی خبر واحد جو ثقہ راویوں سے منقول ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور نہ ہی ان سے عقائد اور احکام میں روایات کو قبول کرنے میں کسی طرح کی تفریق ہے۔

اہل علم کا اس بات پر تو اختلاف ہے کہ خبر واحد کس علم کا فائدہ دیتی ہے لیکن اس سے وجوب کی دلیل لینا اور اس پر عمل کرنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ﴾ [1]

”کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو۔“

اگر تمہارے پاس خبر واحد عقائد میں حرام اور احکام میں جائز قرار دینے کی دلیل نہیں ہے تو پھر تمہاری زبانیں جھوٹ بول رہی ہیں اور تم نے گمان کیا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، اور تم نے اللہ تعالی پر جھوٹ گھڑا ہے اور کیا اخبار احاد میں

[1] النحل: ١١٦۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خون اور شرم گاہوں کے حلال وحرام ہونے کے احکام بیان کیے جا سکتے ہیں کیا یہ جائز ہے کہ ایسے بڑے بڑے امور کی بنیاد ظن پر ہو؟

امام بیہقی رحمہ اللہ اسحاق بن راھویہ کے طریق سے روایت لائے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: (میرے پاس عبداللہ بن طاہر آئے اور انہوں نے مجھے کہا: اے ابو یعقوب، آپ فرماتے تھے کہ ہر رات اللہ تعالی نازل ہوتے ہیں؟ اے امیر! اللہ تعالی نے ہماری طرف نبی کو بھیجا اور انہی کے ذریعے سے خون، شرم گاہوں اور اموال کے حلال اور حرام ہونے کی خبریں پہنچیں، پس اگر وہ صحیح ہیں تو پھر یہ بھی صحیح ہیں اور اگر وہ باطل ہیں تو پھر یہ بھی باطل ہیں) تو یہ سن کر امیر خاموش ہو گیا۔ [1]

ظن عمومی طور پر ہی مذموم ہوتا ہے [2] کیونکہ اللہ تعالی نے ظن کے بارے میں فرمایا:

﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا﴾ [3]

”یقیناً گمان، حق (کی معرفت) میں کچھ بھی کام نہیں دے سکتا۔“

پس ان کا کہنا ہے کہ ظن احکام میں تو کفایت کر جائے گا اور عقائد میں نہیں کرے گا!

اس نے کہا کہ یہ وہم اور اٹکل پچو ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ﴾ [4]

”تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل پچو سے باتیں بناتے ہو۔“

اور اس وہم اور گمان کا دین، عقائد اور احکام میں کوئی مقام نہیں۔

مشرکین عقائد اور احکام میں ظن کی پیروی کرتے ہیں پس انہوں نے عقائد اور احکام کے بارے میں کہا:

﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَ لَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا﴾ [5]

”اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کر سکتے۔“

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ظن کی وجہ سے عقائد اور احکام دونوں میں ہی عمل نہیں کیا جائے گا۔

وہ شخص جو احکام میں ظن کو جائز قرار دیتا ہے، کہتا ہے: میں عقائد اور احکام دونوں میں ہی خبر واحد کو ظن کا فائدہ دینے کی وجہ سے باطل قرار دیتا ہوں، تو تم کس طرح میرے خلاف حجت قائم کرو گے؟ بلکہ دلیل تو تمہارے خلاف قائم ہو گی؛ کیونکہ ظن مذموم تو مطلق ہی ممنوع ہے، اس لیے وہ دین کے بعض مسائل کی بجائے تمام مسائل میں ترک کر دیا جائے

---

[1] اخرجه البيهقي في ((الاسماء و الصفات)) ٥٦٨۔

[2] انھوں نے ایک جانب سے جائز کہا جبکہ دوسری جانب سے ناجائز۔

[3] یونس: ٣٦۔

[4] الأنعام: ١٤٨۔

[5] الأنعام: ١٤٨۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گا۔معتزلہ کی دلیل منطق کے زیادہ قریب ہے بہ نسبت اشاعرہ کے کیونکہ انہوں نے کہا خبر واحد ظنی الثبوت ہے اس کو مطلق طور پر رد کیا جائے گا؛ کیونکہ ہر ظن مطلق طور پر مذموم ہوتا ہے۔تو یقیناً اس طرح ظن کی حرمت اور ظن کے وجوب کو جمع کرنے سے تناقض پیدا ہوگا۔

یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف شہروں کی طرف فرداً فرداً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھیجا؛ تاکہ وہ لوگوں کو اسلام کو دعوت دیں اور لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچائیں،تو انہوں نے احکام کے مسائل وضو،نماز،حیض اور نفاس وغیرہ سے قبل عقائد کے مسائل کو پہنچایا،جیسا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

''یقیناً آپ اہل کتاب والوں کی طرف جارہے ہیں،ان لوگوں کو سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کی طرف دعوت دینا۔''

اگر خبر واحد عقائد اور احکام میں علم کا فائدہ نہ دیتی اور نہ ہی اس کے ذریعے سے حجت قائم ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کیوں بھیجا ان کو تو بات آگے پہنچانے سے کچھ حاصل ہی نہ ہوا اور وہ لوگ جنہوں نے ایک صحابی کے پیغام پہنچانے کی وجہ سے دین اسلام کو چھوڑ دیا وہ تو معذور کہلائیں گے؛ کیونکہ عقائد میں وہ روایات قبول کی جاتی ہیں جو متواتر ہوں۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ۝﴾ [1]

''اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے لئے پریشانی اٹھاؤ۔''

دوسری قرات میں "فتثبتوا" کے الفاظ ہیں کہ خوب تحقیق کرو۔جب اللہ تعالی نے فاسق کی خبر کی تحقیق کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ بات ہی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عادل اور صادق کی بات کی تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں،وگرنہ اس آیت کو فاسق کے ساتھ خاص کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔خبر واحد کی تحقیق کرنا صرف احکام کے ساتھ ہی نہیں بلکہ عقائد اور احکام دونوں کے ساتھ خاص ہے۔

خبر واحد کے منکرین ان احادیث سے دلائل لیتے ہیں جن پر ان سے قبل معتزلہ کا دارومدار تھا،جیسا کہ ذوالیدین رضی اللہ عنہ کا قصہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق اجازت لینے کا واقعہ۔

لیکن ان کی معتزلہ سے موافقت کی دلیل فاسد ہوگئی،کیونکہ ان اخبار کا تعلق عقائد کی بجائے صرف اور صرف احکام کے ساتھ ہے۔اور معتزلہ نے ان اخبار سے دلیل لیتے ہوئے عقائد اور احکام دونوں میں ہی خبر واحد کو رد کیا ہے۔

---

[1] الحجرات: ٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کا یہ کہنا کہ: یہ عمل کا فائدہ دیتی ہے اور علم کا فائدہ ہی نہیں دیتی باہم متضاد ہے؛ کیونکہ عمل علم کی ہی ایک شاخ ہے۔ جب انہوں نے سلف (صحابہ، تابعین اور تبع تابعین) اور خلف (بعد والے) کو اس پر عمل کرنے والا پایا تو ان کے پاس عمل کو واجب قرار دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا، اسی کی وجہ سے ان کے قواعد کی بنیادیں ٹوٹ گئیں۔

اسی وجہ سے جوینی کہتا ہے کہ خبر واحد علم اور عمل دونوں کا ہی فائدہ نہیں دیتی بس متساہل قسم کے لوگوں کا ہی گمان ہے کہ خبر واحد علم کا فائدہ دیتی ہے (اگر ہم نے اس کی تصدیق کر لی تو وہ علم کا فائدہ دے گی اور اگر ہم نے اس کی تکذیب کی تو اس پر عمل کرنا بھی واجب قرار نہیں دیا جائے گا) اور یہ قول اس بات کے خلاف ہے جو اس نے **"الورقات"** میں کہی تھی۔ [1]

اہل حدیث نے تو محدود حد تک ضعیف حدیث پر عمل کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور صحیح نہ ہونے کی وجہ سے کچھ معاملات میں منع بھی کیا ہے۔ اور کچھ لوگوں نے صحیح خبر واحد کو ضعیف کے مشابہ قرار دیا ہے۔ ان احادیث کو صحیح ماننے کے باوجود ضعیف کا درجہ دیتے ہیں پس وہ مجازی طور پر تو صحیح ہیں لیکن حقیقت میں ضعیف ہیں!

خبر واحد کی نفی میں تضاد:

جوینی کہتے ہیں کہ: خبر واحد پر عمل کرنے نہ کرنے کے اعتبار سے لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ان میں سے لوگوں کا مؤقف یہ ہے کہ عقل اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ خبر واحد پر عبادت کا انحصار ناممکن ہے اور اکثر کا مؤقف یہ ہے کہ شریعت کا خبر واحد پر انحصار ہو سکتا، اور یہ ان کی عقلی تجویزات ہیں۔

پھر ان میں ایک اور طرح سے بھی اختلاف ہوا شریعت میں کونسی چیز ہے جو اس کے ساتھ تعلق کو توڑتی ہے اور کچھ نے کہا اس پر عمل کرنے کے لیے قطعی دلیل ثابت نہ ہو تو توقف اختیار کریں گے۔ [2]

احمد، مالک اور شافعی رحمہ اللہ جیسے محدثین اہل کلام اور جھگڑالو لوگوں کی نسبت کہ جن کو حدیث کے بارے میں علم ہی نہیں خبر واحد پر حکم لگانے کا زیادہ حق رکھتے ہیں، سب سے بہترین رائے یہی ہے کہ خبر واحد حجت ہے نہ کہ معتزلہ اور جہمیہ کے پیروکاریان کے ان دشمنوں کی جنہوں نے علم کلام اور منطق کے منہج کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔

معتزلہ نے احادیث آحاد کی مطلق طور پر نفی کی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے مطلق طور پر ان کی تردید کرتے ہوئے کہا یہ تفریق کہاں سے آئی کہ خبر واحد احکام میں حجت اور عقائد میں مردود ہے، اشاعرہ یہ تفریق کہاں سے لے کر آئے ہیں؟ یقیناً اس فتوی کے عام ہونے کے بعد یہ لوگ کرخی، آمدی، اور اسنوی کا حوالہ پیش کرتے ہیں کہ یہ دلیل انہوں نے اس سے لی ہے۔ اگر ان سے اس پر امت سلف اور اس کے ائمہ کی دلیل مانگی جائے تو ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ لا سکیں۔

انہوں نے امت کو معتزلہ، جہمیہ اور فلاسفہ کی مرض سے نہیں بچایا، بلکہ یہ معتزلہ کی ان چند تحریفات پر قائم رہے جو ان

---

[1] البرهان: ۱/ ۳۸۸، الورقات: ۱۱۔
[2] البرهان: ۱/ ۳۸۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف نہ تھی اور اکثر احادیث رسول ﷺ پر شکوک وشبہات پیدا کیے۔ انہوں نے مستشرقین کی حقیرانہ بدعت کو دین میں پھلایا، احادیث رسول ﷺ پر طعن کیا اور مسلمانوں کی طرف اس ظن کے تناقض کو منسوب کیا جس کو انہوں نے صحیح کہا تھا، یہ لوگ مستشرقین اور قرآنیین کے شبہات کا جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے، ان کے جواب دینے کی استطاعت وہ شخص ہی رکھتا ہے جو اہل کلام کے اختلافی مسائل سے محفوظ رہا اور اس نے خبر واحد کو منہج احمد اور شافعی رحمۃ اللہ علیہما پر ثابت کیا۔

اللہ تعالی نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ [1]

''اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے رہو۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [2]

''اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ۔''

مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہر وہ بات جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے ثابت ہو عقائد اور احکام میں فرق کیے بغیر اس کو سننا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ یہ جائز نہیں کہ وہ کہیں کہ: ہم خبر آحاد کو احکام میں تو قبول کرتے ہیں جبکہ عقائد میں رد کرتے ہیں۔

جو کوئی بھی اللہ تعالی کے حکم کی تردید کرتا ہے تو وہ اس کو بطور سزا فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿63﴾﴾ [3]

''سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ فتنہ کیا ہے؟ پھر فرمایا کہ فتنہ شرک کو کہتے ہیں جس نے بھی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کی تو اللہ سبحانہ وتعالی اس کو راہ راست سے ہٹا کر تباہ و برباد کر دے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول (خبر واحد حجت ہے) سے مراد مطلق خبر واحد نہیں بلکہ اس کو ایسی خبر واحد کے ساتھ مقید کیا جائے گا جس کے راوی ثقہ، عادل، ضابط ہوں اور سند متصل ہو۔

---

[1] المجادلة: ۱۳۔

[2] الحشر: ۷۔ [3] النور: ٦٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خبر کی تین اقسام ہیں:

۱۔ وہ روایت جس کی سند متصل ہو اور ثابت بھی ہو، پس یہ حجت اور قابل قبول ہے۔

۲۔ وہ روایت جس کی سند منقطع ہو اور روایت میں کمزوری ہو تو وہ مردود ہے۔

۳۔ وہ روایت جس کی سند کی اصل ہی موجود نہ ہو اور اس کی پہچان بھی ہو جائے کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔ تو ایسی روایت کو آگے بیان کرنا اور اس سے دلیل لینا حرام ہے۔

ابوبکر بن فورک اکثر طور پر حدیث کی آخری دو اقسام کی غلط تاویل کرتا ہے کہ تحقیق حدیث کو رد کرنے کے لیے سند کا کمزور ہونا ہی کافی ہے اس میں تاویل کرنے کی کوضرورت نہیں اور یہ شخص بعض اوقات صحیحین کی ثابت شدہ روایات کی بھی تردید کر دیتا ہے۔ ❶

وہ روایت جس کی سند صحیح ہو قطعی الثبوت ہے چاہے وہ متواتر ہو یا آحاد۔ اور یہ ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو خبر واحد کا انکار کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے نفی اور اثبات کے درمیان فرق کیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جنہوں نے تمام احادیث کی علتوں اور اسانید میں اعتراض کو بغیر دیکھے ہی ثابت قرار دیا ہے۔

ابوالمظفر السمعانی الشافعی کہتے ہیں: جب خبر واحد رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہو، اس کے راوی ائمہ ثقات ہوں، اس کی سند کو بعد والوں نے پہلے والوں سے لیتے ہوئے رسول ﷺ تک منسوب کیا ہو اور اس کو امت کے ہاں عام قبولیت حاصل ہو تو علم واجب ہو جائے گا اس راستہ سے جو اس علم کے بارے میں آیا ہے، یہ اہل الحدیث اور سنت پر قائم رہنے والے متقین کا قول ہے، یہ کہنا کہ خبر واحد علم کا فائدہ دیتی ہی نہیں علمی فائدہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ روایت متواتر ہو، قدریہ اور معتزلہ نے اس قول کو اس لیے اختیار کیا تاکہ وہ خبر واحد کا رد کر سکیں۔ ❷

اس کی کلام کا موازنہ جوینی کی کلام سے کرتے ہیں وہ جس نے کہا: یقیناً حدیث کو روایت کرنا ثابت ہو اور اس کو ثقہ راویوں نے نقل کیا ہو پھر بھی اہل فن اس کی صحت کے اس معنی پر جمع نہ ہوں گے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے قطعی طور پر منقول ہے، اہل تعدیل نے اس روایت کو بیان کرنے سے توقف اختیار کیا جو ان کے لیے واضح نہ تھی اور جس کو نقل کرنے میں طعن اور قدح شامل تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے خبر آحاد کے ان رواۃ سے تجاوز کیا جو پھسل گئے اور غلط فہمی کا شکار ہوئے اور ان کی عصمت کو واجب قرار نہیں دیا۔ ❸ اور اس بات کو یاد رکھنا کہ جوینی نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اہل فن کی اتباع سے رجوع کر لیا تھا اور ان پر نیسابور کے بزرگوں کو ترجیح دی۔

---

❶ فتح الباری: ۸/ ۵۹۶۔

❷ رسالة الإنتصار لأهل الحديث مختصراً: ۱۶۰۔

❸ الشامل للجوينی: ۵۵۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ آپ متکلمین کی صحابہ کے خلاف اکڑ اور دست درازی کی مثال کو ہی لیجیے؛ رازی کہتے ہیں: ''یقینا جن رواۃ کی قدر و قیمت ہے تو وہ صحابہ ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ ان کی روایت قطعیت اور یقین کا فائدہ نہیں دیتی۔''

جب امام احمد رحمہ اللہ سے احادیث رؤیت (دیدار الٰہی) کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: (ہم صحیح احادیث پر ایمان لاتے ہیں اور ان کو ثابت کرتے ہیں اور جو بھی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سے سند نقل کی جائے گی ہم اس پر ایمان لائیں گے اور اس کا اثبات کریں گے۔ ❶

متواتر حدیث کا ضابطہ کیا ہوگا؟

احتیاط کرنے والوں نے تواتر کے ضابطے میں اختلاف کیا ہے۔

جوینی کہتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے تواتر کے صحیح ہونے کے لیے عدد کی شرط لگائی ہے انہوں نے عدد کے کم ہونے میں اختلاف کیا ہے کہ کب تواتر درست ہوگی:

- ان میں سے بعض لوگوں نے چالیس افراد کی شرط لگائی ہے؛ کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک جمعہ کا عدد چالیس ہے۔
- بعض نے تین سو تیرہ (۳۱۳) کی شرط لگائی اہل بدر کا اعتبار کرتے ہوئے۔
- بعض نے ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) کی شرط لگائی بیعت رضوان کا اعتبار کرتے ہوئے۔
- بعض نے اس آیت ﴿وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا﴾ ❷ ......''اور موسیٰ (علیہ السلام) نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین کے لئے منتخب کئے'' کی وجہ سے ستر (۷۰) افراد کی شرط لگائی ہے۔
- بعض نے کہا ہے کہ وہ تعداد کی اس حد کو پہنچے جو شمار نہ ہو سکے اور نہ ہی کوئی شہر ان کا احاطہ کر سکے۔ ❸
- باقلانی نے کہا کہ تواتر کے لیے کم از کم چار افراد ہونے چاہئیں، اگر ہمارے لیے تعداد متعین نہیں ہوتی تو پھر ہم اسی گمان کی طرف لوٹ آتے ہیں جس سے دور بھاگ رہے تھے۔

اسی وجہ سے جوینی نے ان تحدیدات کا ردّ کیا اور پھر دلیل دیتے ہوئے کہا کہ ان کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے پھر آخر انہوں نے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ (حصول علم خبر روایت کرنے والوں کی تعداد اور حدود پر ہی موقوف نہیں ہوتا لیکن جب صحیح قرائن ثابت ہو جائیں تو علم بھی ثابت ہو جاتا ہے) ❹ اور غزالی نے اعتراف کیا ہے کہ اشاعرہ کے درمیان اختلاف ہے کہ کم تعداد کس حد تک ہو تو تواتر حاصل ہو جاتا ہے۔ ❺

---

❶ اساس التقدیس: 216۔
❷ الأعراف: ١٥٥۔
❸ البرهان فی اصول الفقه: ١/ ٣٧٠۔
❹ البرهان: ١/ ٣٧٤۔
❺ المنخول: ٢٣٩۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خبر واحد اشعریہ کے ہاں ظنی الثبوت ہی ہوگی چاہے اس پر ساری امت جمع ہوجائے!:

جوینی نے مبالغہ کرتے ہوئے دعویٰ کردیا کہ امت کا اس پر قولی اور قطعی طور پر تلقی بالقبول حاصل بھی ہو تو اس کے سچا ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور قاضی نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ امت کا خبر واحد کو قبول کرنے پر جمع ہوجانا اس پر عمل کو واجب نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے سچا ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ [1]

ابن حجر رحمہ اللہ نے خبر کی چار اقسام ذکر کی ہیں صحت کے قرائن کے ساتھ ملی ہوئی ہیں، ان کا اہم حصہ اس کا آخر ہے: (چوتھا) اور یہ تلقی بالقبول اکیلی ہی کثرت طرق سے زیادہ قوی ہے علم کا فائدہ دینے میں جو کہ تواتر سے قاصر ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''......ان میں کچھ ایسی روایات بھی ہیں جن کو شیخین نے صحیحین میں دیگر احادیث پر مقدم ہونے کی وجہ سے ممتاز کہا ہے۔ روایت کیا ہے حالانکہ وہ تواتر کی حد کو نہیں پہنچتی، ان کو قرائن نے ان کی جلالت، شان، اور علماء کا ان کی کتب کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ [2]

کوثری نے اس میں ابو المظفر کی وہ دلیل بیان کی ہے جو اس نے ''القواطع'' میں ذکر کی ہے یقینا وہ خبر واحد جس کا تلقی بالقبول ہونا ثابت ہوجائے اس کو قطعی طور پر سچا مانا جائے گا، اور سخاوی سے ''فتح المغیث'' میں یہ بات نقل کی گئی ہے یہ اہل عمل کی ایک جماعت کا قول ہے کہ جس پر بخاری اور مسلم جمع ہوجائیں وہ قرائن کے ملنے کی وجہ سے علم کا فائدہ دیتی ہے۔

رکن الدین ابو اسحاق اسماعیل بن محمد الاسفرینی نے صحیحین کو قبول کرنے پر اہل الحدیث کا اجماع نقل کیا ہے پس اس نے کہا:

> ''وہ احادیث جو بخاری اور مسلم میں ہیں ان پر اہل الحدیث کا اجماع ہے کہ وہ قطعی طور پر صاحب شریعت سے ثابت ہیں۔'' [3]

اسی طرح ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی، ابو عبداللہ محمد بن ابو نصر الحمیدی، ابن صلاح، امام عمر بن رسلان البلقینی، دکتور خلیل ملا خاطر، ابوبکر السرخسی جس طرح کہ ''فیض الباری (المقدمہ ۱/ ۴۵)'' میں ہے، سخاوی نے کہا ہے اور سیوطی نے کہا ہے کہ: ''وہ ہی ہے جس کو میں پسند کرتا ہوں اور اس کے علاوہ میں کسی اور کو درست نہیں سمجھتا۔'' [4]

انہیں میں سے علامہ محمد السندی الحنفی اور شاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی کہتے ہیں کہ ''علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو بھی صحیحین میں مرفوع متصل سند کے ساتھ حدیث ہے وہ قطعی طور پر صحیح ہے، اور وہ دونوں متواتر ہیں اپنے مصنفین تک، جو ان دونوں میں کمی کوتاہی کا شکار ہوتا ہے وہ بدعتی ہے اور مومنوں کے رستے سے ہٹ کر کسی اور کی پیروی کر رہا ہے۔'' [5]

---

[1] البرهان: ۱/ ۳۳۹۔ [2] نزهة النظر: ۲۶۔
[3] النكت: ۱/ ۳۷۷۔ [4] تدريب الراوي۔ [5] حجة الله البالغة: ۱/ ۱۳۴۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

محمد انور الکشمیری الدیوبندی کہتا ہے: صحیحین کی خبر قطعیت کا فائدہ دیتی ہے...... اور اگر کہا جائے کہ: ان میں اخبارِ آحاد بھی موجود ہیں، تو میں کہوں گا کہ اس میں کوئی حرج والی بات نہیں کیونکہ یہ اصلاً تو آحاد ہے لیکن مختلف طرق کے ملنے اور مضبوط ہونے کے بعد اہل فن کے ہاں یہ قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں وہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمیز کرنا آسان کر دیا اور راویوں کے حالات اور جرح وتعدیل کا علم بھی عطا کیا، کیونکہ جب وہ حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں، حدیث کے طرق کو تلاش کرتے ہیں، رواۃ کی تفتیش کرتے ہیں اور اسناد کے احوال کو جانتے ہیں تو ان کے لیے قطعیت ثابت ہو جاتی ہے بہ نسبت اس شخص کے جس کو زیادہ بصیرت نہ ہو۔ ❶

اپنے وقت کے امام ابوبکر الجصاص کہتے ہیں: جس بھی خبر واحد کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہو جائے وہ ہمارے ہاں متواتر کے معنی میں ہی ہے۔ ❷

شافعیہ کے امام ابوبکر الشیرازی کہتے ہیں: وہ خبر واحد جس کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو اس کو حقیقی طور پر متواتر مانا جائے گا چاہے اس پر سب نے یا کچھ لوگوں نے عمل کیا ہو اور بعض نے اس کی تاویل کی ہے؛ کیونکہ اس پر عمل واجب ہوتا ہے اور اس کے استدلال کے ساتھ علم واقع ہوتا ہے۔ ❸

کوثری کہتے ہیں: وہ خبر واحد جس کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہو جائے اس کو حقیقی طور پر متواتر مانا جائے گا۔

❀❀❀❀❀

---

❶ مقدمة فيض الباری: ١/ ٤٥۔

❷ أحكام القرآن: ١/ ٣٨٦۔ ❸ اللمع: ٢١٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان تأویلات کا متفق ہونا

- پہلی مطابقت مذموم علم کلام کے منہج کو قبول کرنا۔
- صفت استواء سے استیلاء وغیرہ مراد لینے میں مطابقت کرنا۔
- کیا امام بخاری رحمہ اللہ بھی تاویل کرتے تھے؟
- عقلی اعمال کو سب سے قبل مسلمانوں پر واجب قرار دینے میں ان کی موافقت کرنا۔
- انفرادی جوہر کے قول میں ان کی موافقت کرنا۔
- ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس موافقت کے بارے میں گفتگو۔
- باطنی اشاعرہ کا صفات کی تأویلات میں موافقت کرنا۔
- مشترکہ کلامی اصولوں کے درمیان اشاعرہ اور شیعہ کا موافقت کرنا۔
- صفات ذاتیہ اور فعلیہ کا بیان۔
- امام رازی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے بارے حدث کے قائم ہونے کو ان کا قول اشعریوں پر لازم قرار دیا ہے۔
- تنزیہ (پاکیزگی) کا اختتام نہیں ہوتا۔

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان تأویلات کا متفق ہونا

معتزلہ کے ساتھ تشبیہ:

ہمارے، اشاعرہ اور ماتریدیہ کے درمیان یہ بات متفق ہے کہ معتزلہ گمراہ فرقہ ہے [1] اللہ تعالی کے اسماء وصفات میں تحریف وتعطیل کرنے کی وجہ سے، اور اشاعرہ کا ان پر کثرت سے حملے کرنے کی وجہ سے ان کے عقائد مجہول ہیں جس نے ان کی بہت ساری کتب کو ختم کر دیا اسی وجہ سے بعد والے اکثر اشاعرہ پر مخفی ہو گیا ہے کہ اکثر تاویلات جن کو وہ اہل سنت کا نام دیتے ہیں وہ معتزلہ کی اپنی ہی تاویلات ہیں۔

بعض کا گمان ہے کہ معتزلہ صفات کی تاویل نہیں بلکہ انکار کرتے تھے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ وہی کچھ کہتے ہیں جو آج عام طور پر کہتے ہیں: ہم صفات پر ایمان لاتے ہیں لیکن ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو اس میں ظاہر ہے وہ اس کی مراد نہیں ہے۔ [2] پھر وہ اس کا فاسد معنی بیان کرتے ہیں۔

ہمارا یہ گمان نہیں ہے کہ معتزلہ کے ساتھ ہر موافقت باطل ہوگی، لیکن کم از کم وہ تاویلات جن کو اشاعرہ کے امام ابو الحسن نے معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس سبب کی وجہ سے ان کا رد کیا ہے اور وہ مطابقت رکھتی ہیں ان تاویلات کے ساتھ جو آج تک ان کی طرف منسوب ہیں۔

اسی لیے اشاعرہ کی تاویلات امت سلف اور اس کے ائمہ کی بجائے معتزلہ کے ساتھ متفق ہیں جیسا کہ ان کا اس بات کی نفی پر اتفاق کرنا کہ اللہ تعالی آسمان میں ہیں حالانکہ امام مالک نے فرمایا: ''اللہ تعالی آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر جگہ پر موجود ہے۔''

اسی لیے جب وہ ایک مسئلہ لائے ہیں جس پر اشاعرہ اور معتزلہ متفق ہیں، میں اشاعرہ کی دلیل سے ابتداء کرتا ہوں جس میں معتزلہ کی طرف سے اہل سنت کے لیے مخالفت ہے؛ اس لیے کہ کوئی کہنے والا حبشی کی طرح یہ نہ کہے کہ معتزلہ نے ان مسائل میں اہل سنہ کی موافقت کی ہے۔

ا۔ علم کلام میں اشاعرہ کا معتزلہ کے ساتھ موافقت کرنا:

اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان مطابقت ایک یا دو مسائل پر مشتمل نہیں ہے بلکہ ان کے منہج کا اصل سبب وہی ہے جو اشاعرہ اور جہمیہ فرق کے بننے میں تھا۔ معتزلہ علم کلام کے منہج کو اختیار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور سیدھے راستے

[1] معتزلہ درحقیقت شیعہ ہیں۔

[2] متشابہ القرآن: ۱۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بھٹک گئے، علم کلام اور جدل باطل مقدمات پر مشتمل ہے جو فاسد نتائج کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور یہ منہج ماتریدیہ اور اشاعرہ (جو کہ معتزلہ کے خلاف ہیں) نے معتزلہ سے لیا ہے جس سے ان کی تاویلات کی مشابہت ہوتی ہے۔

ایسا فرقہ جس میں معتزلہ کی فکر باقی رہی اور علم کلام کو حاصل کرنا جس کی وجہ سے معتزلہ گمراہ ہوئے یہ ایسا وصف ہے جس کی بناء پر وہ اہل سنت والجماعت کہلانے کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

۲۔ ''غالب آ جانا'' کے قول میں اشاعرہ کا معتزلہ کے ساتھ موافقت کرنا:

اشعری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''معتزلہ نے کہا: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ [1] ''جو رحمٰن ہے، عرش پر مستوی ہے'' کا معنی ہے غالب آ جانا۔'' [2]

اس نے جو رسالہ اہل ثغر کی طرف بھیجا اس میں کہا: ''استواء اللہ کا مطلب استیلاء نہیں ہے جیسا کہ اہل قدر نے کہا'' اہل قدر سے مراد معتزلہ ہیں۔

ابو منصور بغدادی کہتے ہیں: ''معتزلہ کا گمان ہے کہ استوی کا مطلب ہے استولی ''غالب آنا'' ......'' شاعر کے اس قول سے دلیل لیتے ہوئے: بشر عراق پر بغیر تلوار اور خون بہانے کے غالب آ گیا

کہا کہ: ''یہ تاویل باطل ہے'' اور یہی قول ابن حزم رحمہ اللہ کا ہے۔ [3]

ابن فورک کہتے ہیں: ''ہمارے مخالفین کا کہنا ہے: استواء کا مطلب استیلاء ہے۔'' [4]

تم اشاعرہ کی اشعری سے مخالفت کیسے واضح کر سکتے ہو؟

یہ حبشی کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے معتزلہ نے اس کی تاویل میں اہل السنہ کی موافقت کی ہے۔ حافظ ابن عساکر اس کی وضاحت میں کہتے ہیں: بے شک معتزلہ نے کہا: استوی کا معنی استولی ہے اور مشبہہ نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی ذات، حرکت اور انتقال کے ساتھ بلند ہوا۔ پھر اس نے کہا: ''ابو الحسن ان دونوں کے درمیان والے راستے پر چلا'' [5] میں نے اس کو ابو الحسن الاشعری کی طرف منسوب جھوٹ کی وضاحت کے لیے ذکر کیا ہے جو کہ معتزلی کی طرف سے تھا استواء کی تاویل کر کے استیلاء کا معنی لینا!

کچھ لوگوں نے جب ''كتاب التبيين'' کے اسی صفحہ سے دلیل پکڑی تو اس عبارت کو حذف کرنے کی کوشش کی (معتزلہ کہتے ہیں: استوی کا معنی: استولی ہے) کیونکہ:

۱۔ آج کے اشاعرہ کی موافقت معتزلہ کے قول کے ساتھ ثابت ہو گئی ہے۔

---

1. طه: ٥۔
2. مقالات الإسلاميين: ١٥٧۔
3. اصول الدين: ١١٢، الفصل: ٢/ ١٢٣۔
4. مجرد مقالات ابی الحسن الأشعری: ٣٢٥۔
5. تبيين كذب المفتری: ١٥٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ جب ابن عساکر نے کہا: (ابوالحسن نے درمیانہ راستہ اختیار کرلیا) یعنی اس نے معتزلہ اور مشبہ کے قول کو پسند نہیں کیا تو اس سے ابوالحسن الاشعری کی مخالفت ان سے ثابت ہوتی ہے۔

۳۔نزول کی تاویل میں اشاعرہ کا معتزلہ کے ساتھ موافقت کرنا:

ابوالحسن الاشعری کہتے ہیں: ''معتزلہ کا کہنا ہے: اللہ تعالی کے نزول کا مطلب اس کی آیات یا اس کے حکم کے ساتھ فرشتے کا نازل ہونا ہے اور حبشی نے مکمل طور پر ان کے قول کی موافقت کرتے ہوئے نزول کے معنی کو اللہ تعالی کے حکم کے ساتھ فرشتے کے نزول پر محمول کیا ہے کہ اللہ تعالی فرشتے کو حکم دیتا ہے جو کہتا ہے: ''کوئی ہے سوال کرنے والا؟......'' ہم نے ان تاویلات کو حبشی ہی نہیں بلکہ اشعریہ اور ماتریدیہ کے نزدیک بھی مقبول اور جائز پایا ہے۔

اشعری حبشی معتزلی کو جھٹلا رہا ہے:

سب سے پہلے جو تو گمان کرتا ہے کہ تو اشعری کا پیروکا ہے اس کی مخالفت کرنے والا ہے جس کے بارے میں تیرے شیخ ابوالحسن الاشعری نے کہا: پس اس نے جس کو حافظ ابن عساکر نے نقل کیا ہے اس میں وضاحت کی ہے یقیناً اللہ تعالی ہی ہے جو کہہ رہا ہے: ہے کوئی سوال کرنے والا ہے کوئی بخشش مانگنے والا؟ جو کہ گمراہ قسم کے لوگوں کے قول کے مخالف ہے۔آپ شمار کیجئے کہ اس نے کتنے مسائل میں اشعری کی مخالفت کی اور معتزلہ کی موافقت کی ہے۔

یہ تاویل معتزلہ کے باپ اور بانی بشر المریسی کی تاویل ہے اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کا نازل ہونا اس عبارت کا مطلب ہے اس کے حکم یا اس کی رحمت کا نازل ہونا۔''

اس نے ایک حدیث ''بے شک اللہ تعالی رات کے آدھے حصے تک مہلت دیتا ہے پھر جب آدھا حصہ گزر جاتا ہے تو حکم دیتا ہے منادی کرنے والے کو کہ وہ کہے: کوئی ہے پکارنے والا اس کی پکار کو قبول کیا جائے گا؟......'' سے استدلال کیا ہے۔

یہ نسائی کی منکر روایت ہے اس میں ابراہیم بن یعقوب جو کہ ثقہ اور حافظ راوی ہے لیکن اس طریق کے ساتھ وہ منکر ہے اور غالب گمان یہ ہے کہ اس میں حفص بن غیاث کی طرف سے غلطی ہوئی ہے۔کیونکہ ''تقریب''، میں موجود ہے کہ آخر عمر میں اس کا حافظہ بدل گیا تھا۔ اس کی مخالفت شعبہ بن حجاج، منصور بن معتمر، فضیل بن غزوان الکوفی اور معمر بن راشد جیسے بہت سے ثقات نے کی ہے انہوں نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے: ''جب رات کا پہلا تہائی حصہ چلا جاتا ہے تو اللہ تعالی مہلت دیتا ہے پھر آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے......الحدیث۔''

شیخ الارناؤوط اور امام الالبانی نے اس کی سند پر بہترین بحث کی ہے۔ [1] کچھ ضعیف روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں اللہ تعالی رات کے پہلے تہائی حصے میں نازل ہوتا ہے جو کہ ان صحیح روایات کے مخالف ہے جو اس بات کا فائدہ دیتی ہیں کہ وہ رات کے تیسرے تہائی حصے کے آخر میں نازل ہوتا۔وہ دلیل تو ضعیف روایات سے لے رہا ہے تو پھر وہ کیسے اس کو علماء

[1] اقاویل الثقات للمقدسی:۲۰۵، ارواہ الغلیل:۲/ ۱۹۸۔ السلسلة الضعیفه: ۳۸۹۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سلطان کا لقب دیتے ہیں؟ اور اس نے کہا: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرط لگائی ہے کہ صفات کے بارے میں وارد ہونے والی حدیث راویوں کے ثقہ ہونے پر متفق ہوں۔

اشاعرہ اور معتزلہ کا آپس میں موافق ہونا صفت ید کی تاویل پر:

اشعری کہتے ہیں: معتزلہ کا کہنا ہے کہ: ید اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالی کی نعمت۔

ابو منصور بغدادی کہتے ہیں: معتزلہ اور قدریہ [1] کا کہنا ہے کہ: ید اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالی کی قدرت، ابو منصور کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول باطل ہے، [2] اور کہتے ہیں کہ: (جبائی معتزلی کا گمان ہے ید اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالی کی نعمت) اور یہ معنی صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا، اور نعمت اللہ تعالی کی مخلوق ہے اور اللہ تعالی مخلوق کو مخلوق کے ذریعے سے پیدا نہیں کرتا۔ [3]

امام دارمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب فعل کو "ب" کے ساتھ متعدی کر دیا جائے جیسا کہ کسی کا قول ہے: فلاں شخص نے مجھے اپنے ہاتھ کے ساتھ مارا اور فلاں شخص نے اپنے ہاتھ کے ساتھ لکھا، تو اب ناممکن ہے کہ ید سے مراد نعمت لیا جائے، بلکہ ضروری ہے ید سے مراد وہ ہی چیز لی جائے جس کے ساتھ مارا جاتا ہے اور جس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

معتزلہ اور جہمیہ دونوں کا مؤقف یہی ہے کہ صفت ید سے مراد قدرت ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ جہمیہ نے کہا: کہ صفت ید سے مراد قوت ہے۔ [4] جہمیہ کی یہ دلیل اشاعرہ کے موافق ہے؛ کیونکہ وہ صفت ید کی قدرت کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں اور بیاضی نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ [5] اس لیے کیونکہ وہ ان میں سے ہے جو اس تاویل کو غلط سمجھتا ہے اور بسا اوقات وہ بہت ہی عجیب تاویل کرتے ہیں۔ ماتریدیہ اور اشاعرہ نے بھی معتزلہ والی تاویل کو اختیار کیا ہے جیسا کہ رازی، ایجی، جوینی اور جوہرہ کے شراح لیکن ان کا آپس میں اختلاف ہے، ان میں سے بعض صفت ید کی تاویل کو غلط قرار دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں: اس سے مراد نعمت ہے جیسا کہ ماتریدیہ نے اس آیت ﴿بَلۡ يَدَاهُ مَبۡسُوطَتَانِ﴾ [6] ”بلکہ اللہ تعالی کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں“...... کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ: اللہ تعالی کی نعمتیں کشادہ ہیں اور یہی معنی قاضی عبد الجبار نے کیا ہے۔

بعض نے اس سے قدرت، بعض نے بادشاہت اور بعض نے مدد مراد لی ہے۔ ابن فورک نے تمام اختلافات کو جمع کرتے ہوئے کہا کہ: صفت ید کی ان تمام معنی میں تاویل کی جاسکتی ہے یہ جانتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: ابن فورک صفت ید کو ذات کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔ اور امام رازی رحمہ اللہ نے نعمت، قدرت جیسے مختلف

---

[1] قدریہ درحقیقت معتزلہ رہی ہیں۔
[2] مقالات الإسلامین: ۱۵۷۔
[3] اصول الدین: ۱۱۰۔
[4] جامع ترمذی: ۳/ ۴۲۔
[5] اشارات المرام: ۱۸۹۔
[6] المائدۃ: ٦٤۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اقوال کو ذکر کرتے ہوئے کہا کہ: کبھی اس سے کلام کا صلہ بھی مراد لیا جاتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً﴾ ❶

''تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔''

حبشی نے اس کی تاویل ذکر نہیں کی اور اس کے اثبات کو امام بیہقی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، اور میرے خیال میں یہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی (تہمت) سے بچنے کی کوشش ہے کہ: ((اس طرح نہیں کہنا چاہیے کہ: صفت ید سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمت اور قدرت ہے؛ کیونکہ یہ معتزلہ کا قول ہے'' ❷ تو پھر اس کو یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے علاوہ باقی صفات میں بھی کرنا چاہیے تھا، یا تو وہ سب کی تاویل یا سب کا اثبات کر دے اس طریقے کے مطابق جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے لائق ہے جیسا کہ صفت ید کے بارے میں کیا۔ ❸

ابن جوزی رحمہ اللہ نے واضح طور پر کہا ہے کہ: صفت ید سے قدرت مراد لینا یہ معتزلہ کی تاویل ہے اور یہ باطل ہے۔ ❹ ابومنصور بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (بعض قدریہ کا مؤقف ہے کہ صفت ید سے مراد قدرت ہے)۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (ہم نہیں کہتے کہ صفت ید سے مراد قدرت ہے)۔ ❺

حبشی کے پیروکاروں نے صفت ید سے مراد عنایت (مدد) لیا ہے۔ اس کو اسی طرح کہا جائے جس طرح کسی دوسرے کو کہا جاتا ہے: ''العنایۃ'' اس کا تثنیہ نہیں آتا پس نہیں کہا جائے گا (عنایتاہ) تو پھر وہ اس کی تفسیر کیسے کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا؟

انہوں نے کہا: صفت ید سے قدرت مراد لینا جائز نہیں ہے: کیونکہ آدم علیہ السلام کے لیے ہاتھ کو خاص کرنے کا مقصد کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے؟!

کوثری کا مؤقف ہے کہ صفت ید سے قدرت مراد لینا عربی لغت میں صحیح ہے، امام جوینی اور قشیری رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں: الیدین کو قدرت پر محمول کرنا جائز ہے ❻ جیسا کہ قشیری نے مرتضی زبیدی سے حکایت بیان کی ہے۔

ان دونوں کے خلاف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کلام ہی حجت ہونے کے لحاظ سے کافی ہے۔ اور کوثری کی بات ہی عجیب ہے، بسا اوقات وہ تاویل اور بسا اوقات تفویض کا ساتھ دیتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کوثری اور قشیری کے حق میں گواہی سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ دونوں معتزلی ہیں۔

عماد حیدر نے ذکر کیا ہے کہ صفت ید سے قدرت مراد لینا جائز نہیں ہے حالانکہ اس نے ان لوگوں سے بہت سی

---

❶ المجادلة: ١٢۔ ❷ الفقه الأكبر: ٣٣۔
❸ الدليل القويم: ٤٧۔ ❹ مجالس ابن الجوزی: ٧۔
❺ اصول الدين: ١١١۔ ❻ حاشيه الكوثری على الأسماء والصفات: ١٠٤۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تاویلات نقل کی ہیں جن کو اس نے اہل بصیرت کہا تھا اس میں صفت ید سے قدرت مراد لینا بھی شامل ہے،[1] اور اس نے ان کو اس تاویل پر برقرار رکھا ہے۔ بیاضی اور اشعری رحمہ اللہ کا دعویٰ ہے کہ سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے کہ صفت ید کی تاویل کرنا درست نہیں۔[2] اور یہ عجیب قسم کا اختلاف ہے۔

ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (جہمیہ اور معطلہ کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾[3] "بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں" کا مطلب ہے "النعمتان" اور یہ تبدیلی ہے تاویل نہیں ہے۔[4]

پس آپ اہل نظر اور اہل تاویل کے اختلافات کی طرف دیکھیے، اہل کلام کے بارے میں امام غزالی رحمہ اللہ کا قول ہی صادق آتا ہے کہ ان کی تاویلات (اٹکل پچو اور وہم وگمان ہیں)[5] اس کے بعد وہ جہمیہ اور معتزلہ کے اقوال کی موافقت کو پہنچے۔

حبشیوں میں سے ایک آدمی منبر پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یقیناً اللہ تعالیٰ چیزوں کو پیدا کرنے کے لیے ہاتھوں کا محتاج نہیں ہے، اس نے سب کو اپنی قدرت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس نے لوح محفوظ کو اپنی قدرت کے ساتھ لکھا ہے۔[6] یہ معتزلہ کی کلام کے مشابہ ہے اسی کے ساتھ وہ تاویل کو پہنچے ہیں، جب وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اس صفت کو ثابت کر چکا ہے تو پھر اس نے اپنے شیخ سے کیا موقف نقل کیا ہوگا؟ وہ کیوں نہیں کہتا کہ: اللہ تعالیٰ تورات کو لکھنے کے لیے ہاتھ کا محتاج نہیں ہے؟ بے شک اس نے اس کو اپنی قدرت کے ساتھ لکھا ہے؟ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ کیا فرشتوں کا روح پھونکنے یا بستی کو عذاب دینے یا اعمال کو لکھنا ان کی حاجت کے اثبات کا تقاضہ کرتا ہے؟

فطری مسائل کے طرق میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ (پاکیزگی) نہیں ہے یقیناً مشرکین بھی جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر قسم کی حاجت سے پاک ہیں۔ اور تم سے یہی مطلوب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قبروں کے شرکاء سے مبرہ (پاک) قرار دو، اور لوگوں کو اس کے علاوہ کسی اور سے مدد اور پناہ طلب کرنے کے لیے نہ ابھارو جیسا کہ تمہارے شیخ نے ثابت کیا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اصل کے لحاظ سے الوہیت کے خلاف ہے۔

امام جوینی رحمہ اللہ وغیرہ نے صفت ید کی تاویل کو باطل قرار دیا ہے:

امام جوینی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ صفت ید سے قدرت مراد لینا صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے اور یہ باقی مخلوق میں سے آدم علیہ السلام کے لیے خاص ہے اگر اس کا معنی

---

1. تمہید الأوائل ۲۹٦، تحقیق حیدر۔
2. اشارات المرام: ۱۹۱۔
3. المائدة: ٦٤۔
4. کتاب التوحید لابن خزیمه: ۱/ ۱۹۷۔
5. فیصل التفرقة: ۱۳۱۔
6. کیسٹ: ۵- ۲۸۵، دوسری سائیڈ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدرت ہوتا تو یہ تخصیص ہی باطل ہو جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو ہی اپنی قدرت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ❶

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ صفت ید کا تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ آنا ﴿مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ ❷ ''تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا'' نعمت اور قدرت کی تاویل کو باطل قرار دے رہا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں کہ ان کو شمار کیا جائے۔ امام ابو منصور بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل السنہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام قدرتوں کے اوپر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک ہی قدرت ہے۔'' ❸

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ ﴿اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ﴾ ❹ ''کیا وہ نہیں دیکھتے ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں سے''...... ان کا احتجاج باطل ہو جاتا ہے؛ کیونکہ پہلی آیت کی دلالت دوسری آیت سے زیادہ واضح ہے۔ لغت عرب والے جہاں التباس (خلط ملط) کا خدشہ نہ ہو وہاں تثنیہ کی جگہ اسم جمع کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ ❺ ''چوری کرنے والا مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو'' یعنی: دونوں ہاتھ اور فرمان الٰہی ہے: ﴿فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ ❻ ''یقیناً تمہارے دل جھک پڑے ہیں'' یعنی: تم دونوں کے دل اور اسی طرح فرمان الٰہی ہے: ﴿مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ﴾ ❼ ''کیا وہ نہیں دیکھتے ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں سے۔''

یہ اس کی طرح نہیں ہے؛ کیونکہ اس طرح فعل ایدی کی طرف منسوب ہوتا ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مشابہ ہوگا: ﴿فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ ❽ ''وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے'' یہاں فعل کی نسبت اس کی طرف ہے پھر کہا: ﴿لِمَا خَلَقْتُ﴾ پھر کہا ﴿بِيَدَيَّ﴾ اسی طرح اس نے اپنی مقدس ذات کا تذکرہ مفرد کے صیغے کے ساتھ کیا ہے اور الیدین کو تثنیہ کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾ ❾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں'' یہاں ایدی کو منسوب کیا ہے جمع کے صیغے کی طرف، تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہو گیا ﴿تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا﴾ ❿ ''جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی۔''

یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مانند ہے: ﴿بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ⓫ ''جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے'' اور بیدہ الخیر مفرد کے صیغے کے ساتھ استعمال کیا ہے پس اللہ تعالیٰ کبھی مفرد ظاہر یا ضمیر اور کبھی جمع کے صیغے کے ساتھ اپنی ذات کا تذکرہ

---

❶ الإرشاد: ١٥٦۔
❷ ص: ٧٥۔
❸ الفرق بين الفرق: ٣٢٢۔
❹ يس: ٧١۔
❺ المائدة: ٣٨۔
❻ التحريم: ٤۔
❼ يس: ٧١۔
❽ الشورى: ٣٠۔
❾ المائدة: ٦٤۔
❿ القمر: ١٤۔
⓫ الملك: ١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ ❶ ''بیشک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے۔''

اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی بھی تثنیہ کے صیغے کے ساتھ اپنی ذات کا تذکرہ نہیں کرتا؛ کیونکہ جمع کا صیغہ ہی تعظیم کا تقاضہ کرتا ہے جس کا وہ مستحق ہے، اور بسا اوقات وہ ناموں کے معانی پر دلالت کرتا ہے۔

تو پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہیں گے: (اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک ہاتھ میں اور زمین کو دوسرے ہاتھ میں لپیٹیں گے؟ کیا ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی پہلی نعمت اور قدرت کے علاوہ دوسری نعمت اور قدرت بھی ہے؟

پھر ہم نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہیں گے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو اس کی پیٹھ سے لیا اور اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا؟'' کیا یہ ہتھیلی قدرت، نعمت یا ثواب کی ہتھیلی تھی؟! ❷

ابن بطال رحمہ اللہ نے ان لوگوں کے قول کو باطل کرنے کے لیے جو صفت ید سے نعمت مراد لیتے ہیں اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

اسی طرح ابن تین رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان: (اور دوسرے ہاتھ میں میزان ہے) کی وجہ سے اس تاویل کو باطل قرار دیا ہے۔ ❸

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت (اللہ تعالیٰ کا دائیاں ہاتھ) کی وجہ سے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ید کو نعمت اور قدرت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ ❹

امام اشعری رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ اہل السنہ اور اہل الحدیث اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں، دونوں آنکھوں، چہرے اور استواء کا اثبات کرتے ہیں اور ان میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں کرتے۔ یہاں تک کہتے ہیں: ''جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہی ہمارا منہج ہے'' ❺

اے اشاعرہ! اشعری حنبلی مذہب ہے۔ اشعری نے عین تثنیہ کو اہل السنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اعتبار کیا ہے یہ ان کے خلاف دلیل جو اہل السنہ کے اوپر السنہ کے نام کے ساتھ زبان درازی کرتے ہیں ان میں سے وہ جو اشعری سے متفق نہیں ہیں لیکن اس سے تعلق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور مخالفت کرنے والوں میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ بھی تھے جنہوں نے سب سے پہلے اشیاء کے لیے عین کی تاویل رؤیت کے ساتھ کی۔ ❻

---

❶ الفتح: ١۔
❷ مشكل الحديث: ١٠٩، ٢٣٦۔
❸ فتح الباری: ١٣/ ٣٩٣۔
❹ فتح الباری: ١٣/ ٣٩٥۔
❺ مقالات الإسلاميين: ٢٩١۔
❻ اصول الدين: ١١٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن عساکر رحمہ اللہ نے ان سے اس قول کو نقل کیا ہے۔ ❶

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کہنا جائز نہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی صفت ید سے مراد قدرت یا نعمت ہے؛ کیونکہ اس سے ایک صفت باطل ہوجاتی ہے، لیکن یوں کہا جائے گا کہ: ید اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت ہے بغیر کسی کیفیت کے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول: (یہ کہنا جائز نہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی صفت ید سے مراد قدرت یا نعمت ہے؛ کیونکہ اس سے ایک صفت باطل ہوجاتی ہے) یہ اس بات کی حجت اور دلیل ہے کہ صفات کی تاویل کرنا درست نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس کیا جائے گا، پس یہ کہنا جائز نہیں (رجلہ) یعنی: ایسے پاؤں جس کے چلنے کی خبر ہی نہ ہو، اور نہ ہی یہ کہنا جائز ہے: (نزولہ) یعنی: اس کے حکم کا نازل ہونا، اور نہ ہی یہ کہنا جائز ہے: (استوی) یعنی: استولی کے معنی میں ہے؛ کیونکہ اس سے صفت باطل ہوجاتی ہے۔

ان کا قول دلیل ہے جس کی بناء پر صفات کی تاویل کرنے والوں کو نفاۃ الصفات (صفات کی نفی کرنے والے) کہا جاسکتا ہے پس بے شک تاویل باطل ہونے کی وجہ سے نص کی طرف لوٹ آتی ہے۔

یہاں مناسب ہے کہ ابوالفضل احمد بن صدیق الغماری عبداللہ الغماری کے بھائی کے اہم اعتراف کا حوالہ دیا جائے جو ان کی کتاب "الاقلید في تنزیل کتاب اللّٰہ علی أھل التقلید ص:٤٦" میں ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ﴾ ❷ "اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں" اس نے کہا: (جہاں تک اشاعرہ کی بات ہے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت ید کا بالکل ہی انکار کیا ہے، پس وہ تو ان سے بھی بڑے ظالم ہیں، اور ان کا گمان ہے کہ جس نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، آنکھ اور قدم ہے وہ مشبہ اور مجسمہ ہے، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿بِأَعْيُنِنَا﴾ ❸ "ہماری آنکھوں کے سامنے" کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس سے حفاظت اور قدرت مراد ہے جو کہ حق اور منہج سلف کے خلاف بات ہے، سلف صالحین زیادہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے کیا ثابت کیا اور اس کے معنی سے کیا مراد ہے؟ صفات باری تعالیٰ میں وہ معنی درست نہیں ہے جو اشاعرہ اور تاویل کرنے والوں نے کیا ہے، اور وہ شخص گمراہ ہوگیا جس نے کہا: (اس کی دونوں قدرتیں پھیلی ہوئی ہیں) یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ مطلق طور پر اپنی ذات کے لیے لفظ قدرت کو تثنیہ کے صیغے کے ساتھ کیسے بول سکتا ہے؟ بلکہ لفظ قدرت تو مفرد ہونے کے ساتھ ہی حقیقی طور پر ہر چیز کو شامل ہوتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ ❹ "تمام طاقت اللہ ہی کے لیے ہے۔"

اس نے اپنی اسی کتاب کے (ص:٥٩) میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ﴾ ❺ "پھر اللہ

---

❶ تبیین کذب المفتری: ١٥٠۔ ❷ المائدۃ: ٦٤۔
❸ ھود: ٣٧۔ ❹ البقرۃ: ١٦٥۔ ❺ الأعراف: ٥٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا" کی تفسیر میں کہا: (استواء کے بارے میں صرف اللہ رب العزت ہی جانتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی معنی پر ایمان لانا اور اس کو تسلیم کرنا ہم پر واجب ہے، اس سے بدعتی اشعری کی طرح استولی معنی مراد لینا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول اور مذہب سے بہت ہی بلند ہے)۔

انگلیوں کی صفات کے بارے میں ان کا موقف:

اشاعرہ نے انگلیوں والی حدیث کے بارے میں بہت مشکل کا سامنا کیا ہے، وہ حدیث جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے (۷۴۱۴) عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ایک یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! اللہ آسمانوں کو ایک انگلی پر روک لے گا اور زمین کو بھی ایک انگلی پر اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو ایک انگلی پر اور مخلوقات کو ایک انگلی پر، پھر فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تعجب کی وجہ سے اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے ہنس دیئے۔ یہاں تک کہ آپ کے نوکدار دندان مبارک دکھائی دینے لگے۔ پھر یہ آیت پڑھی ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ ❶ "اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔"

خطابی کا کہنا ہے: ❷ انگلیوں کا ذکر شاید یہودیوں کی غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ یہودی مشبہہ ہیں، اور پھر اس نے قرآن اور قطعی حدیث میں انگلیوں کے اثبات کا تذکرہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا انکار کیا ہے۔ اور یہ قول باطل ہے کیونکہ مخلوقات میں سے کسی کے پاس ایسا ہاتھ ہے ہی نہیں جو آسمانوں اور زمین کو تھام لے اور نہ ہی ایسی انگلی جس پر زمین اور پہاڑ کو رکھا جا سکے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے "المفهم" میں ذکر کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی جہالت سے تعجب ہوا جس کی وجہ سے آپ ہنس پڑے، اور اسی وجہ سے یہ آیت پڑھی: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ ❸ "اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی" پھر اس کا دعویٰ ہے کہ (تصدیقا) کی زیاتی ہے ہی نہیں یا پھر راوی کا گمان ہے اس پر تعجب کی وجہ سے اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے...... الخ۔ ❹

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے قرطبی کے قول کا تعاقب کیا ہے کیونکہ اس نے "تصديقا" کے الفاظ کو رد کیا ہے حالانکہ یہ اضافہ ثابت ہے۔ پھر اس نے ان تاویلات کو رد کیا جس کو اس نے لازم قرار دیا تھا اس کے باطل ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاع دینا یہودی کو اور اس کے انکار سے خاموشی اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ ان تمام معاملات سے پاک ہے۔

---

❶ الزمر: ٦٧۔

❷ خطابی اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق تضاد کا شکار ہے کبھی نص کی تاویل کرتا ہے اور کبھی توقف اختیار کرتا ہے۔

❸ الزمر: ٦٧۔

❹ فتح الباری: ۱۳/ ۳۹۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے کہا: جب بھی اللہ تعالی کی حرمت پامال ہوتی تو آپ ﷺ شدید غصہ کرتے اور ہم نے ایسے معاملات میں آپ ﷺ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ابن خزیمہ نے اس شخص کا سختی سے ردّ کیا ہے۔[1] جس کا دعویٰ ہے کہ آپ ﷺ کی مذکورہ ہنسی بھی انکار کرنے کا طریقہ ہے یہ کہتے ہوئے کہنے والے نے کہا: اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنی موجودگی میں ایسی صفات بیان کرنے سے روک دیا جو اس میں نہیں ہیں، تو اس نے انکار اور غصے کو ہنسی بیان کرنے والے میں بدل دیا!! بلکہ نبی کریم ﷺ نے جو اپنی نبوت کے ساتھ ایمان لائے اس وصف کو بیان ہی نہیں کیا۔

اسی کے ساتھ اس نے خطابی کی اس بات (کہ بے شک امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: پہلا "الضحك" لفظ "الرحمة" کے بدلے میں ہے) کی تردید کی ہے۔ لیکن یہ بات امام بخاری رحمہ اللہ سے ثابت ہی نہیں، اسی وجہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے خطابی کے دعوے کا تعاقب کرتے ہوئے کہا: جو ہمارے پاس بخاری کے نسخے موجود ہیں اس میں میں نے اس طرح کے الفاظ نہیں دیکھے۔

وہ اس سے کیا چاہتے ہیں؟

یہ انکارات اور تاویلات جن کا معتزلہ نے اشاعرہ وغیرہ کو وارث بنایا ہے، جو شیطان کی سرگوشیوں کے ذریعے سے تیار کی گئیں ان کے ساتھ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں سے نفرت اور تردید ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا موقف سچائی کا موقف کیسے نہیں ہوسکتا اور تحقیق آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک دل رحمان کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جیسے چاہتا ہے اس کو الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے۔''

تاہم، اشاعرہ کو یہ لفظ پسند نہیں آیا تو انہوں اس کے معنی میں تحریف کردی، ابن فورک فرماتے ہیں: بعض اہل علم کہتے ہیں: یہاں اصبعین سے مراد نعمتیں ہیں۔ اگر کہا جائے: ان دو نعمتوں کی تفصیل کیا ہے وہ جن دونوں کے درمیان دل پھرتا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ: احتمال ہے کہ وہ نفع اور بلندی کے معنی میں ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ قدرت اور بادشاہت کے معنی میں ہو کہنے والے کا قول ہے کہ: فلاں میری دو انگلیوں کے ہی درمیان ہے۔[2]

ان لوگوں کی تصرف اور وہم کی وجہ سے روایت کرنے والے صحابہ پر تہمت لگانے کی عادت ہے جیسا کہ قرطبی نے کیا اور جیسا کہ خطابی، ابن بطال اور ابن فورک ایک حدیث (اللہ تعالی سے غیرت والا کوئی دوسرا نہیں ہے) ابن بطال رحمہ اللہ

---

1. فتح الباری میں حافظ ابن حجر ان کو امام الأئمہ کہتے ہیں: ۱۳/ ۴۹۲۔
2. مشکل الحدیث و بیانہ: ۲۲۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں (امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ وصف بیان کرنا جائز نہیں کہ وہ شخص ہے کیونکہ اس کے بارے میں کوئی توقیف نہیں آئی ہے) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان سب کا تعاقب کرتے ہوئے اس لفظ کی درستگی اور وہم کی تردید کو ثابت کیا ہے، اور بے شک یہ بات ان پر فہم کے ناکام ہونے کی وجہ سے اتہام کا تقاضہ کرتی ہے، کرمانی سے نقل کرتے ہوئے کہ بے شک وہ (رواۃ کو غلط کہنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ شخص سے مراد بلندی ہے؛ کیونکہ شخص ہی ظاہر ہوتا ہے اور بلند ہوتا ہے۔ ❶

خطابی نے اس حدیث سے اپنا سینہ تنگ کیا ''پھر اللہ رب العزت نزدیک ہوا اور اتر آیا پس وہ دو کمانوں کے بقدر فاصلہ پر رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم'' ......کو اس نے کہا: ''صحیح بخاری میں اس سے بڑھ کر کوئی حدیث اشنع (بُری ترین) نہیں ہے پس بے شک وہ مذکورہ دونوں میں سے ایک کی مسافت کو طے کرنے کا تقاضہ کرتی ہے...... یہ تشبیہ اور تمثیل کے بارے میں ہے۔''

پھر خطابی نے گمان کیا کہ ''یہ ایک حکایت ہے جس کو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے بیان کیا ہے'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مکمل طور پر خطابی رحمہ اللہ کے اقوال کا تعاقب کیا ہے اور اس بات کی تاکید کی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کا قول مرفوع کا حکم رکھتا ہے؛ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس بارے میں اپنی رائے پیش کریں۔ اس نے کہا: ''پس اس کی تعلیل مردود ہے۔'' ❷

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا﴾ ❸ ''یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتار دی ہے'' ...... کے بارے میں فرماتے ہیں: یہاں ذکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ پر محمول کیا جائے گا۔

یہ تاویلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہیں، اور اس سے پاکیزگی جو پاکیزہ نہیں ہے، اور قرآن وسنت کی نصوص کے متعلق بُرا گمان ہے، اور ان کے بارے میں خودساختہ احتمال کا دعویٰ ہے اور رواۃ اور صحابہ پر وہم اور کوتاہی کا الزام ہے۔ یہ سب کچھ ارسطو کے ترجمہ شدہ قواعد کی بنیاد پر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ حق پر ثابت قدم رکھے۔

صفت وجہ (چہرہ) کی غلط تاویل کرنا:

حبشی کہتا ہے: ''قرآن مجید میں مطلق طور پر لفظ ''وجہ'' (چہرہ) اللہ تعالیٰ کی ذات کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس تفسیر کو ذات کے ساتھ متعین کیا جائے گا اور کہا کہ: (اے رب کریم! ہمیں اپنے چہرے کے دیدار سے مستفید فرما) ❹ یہی مؤقف معتزلہ نے اختیار کیا ہے ❺ جیسا کہ اشعری نے ابوالہذیل العلاف سے یہ بات نقل کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ''وجہ'' کا اثبات بطور ذات کرتے ہیں۔

---

❶ فتح الباری: ۱۳/ ۴۰۱۔ ❷ فتح الباری: ۱۳/ ۳۹۷۔

❸ الطلاق: ۱۰۔ ❹ المولدالنبی: ۲۸۔ ❺ مقالات الإسلاميين: ۱۶۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی وجہ سے ابن فورک نے معتزلہ کی طرف نسبت کرنے کے بعد اس تاویل پر اعتراض کیا ہے پھر کہا (''وجہ'' اللہ تعالی کی ایک صفت ہے اور یوں نہیں کہا جائے گا کہ: اس سے مراد ذات یا کچھ اور ہے) لیکن بغدادی نے ''ذات'' اور ''وجہ'' دونوں کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی مخالفت کی ہے۔ ❶

پہلی بات:...... یہ تاویل اعتزالی ہے اور عبدالجبار معتزلی کے قول کے موافق ہے۔

وہ تاویل اللہ تعالی کہ اس فرمان کی وجہ سے باطل ہے: ﴿وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ ❷ ''صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔'' امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالی نے چہرے کو ذات کی طرف اور صفت کو ''وجہ'' (چہرے) کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا: (ذُو الْجَلَالِ) اور اگر یہ ''وجہ'' اللہ تعالی کی صفت نہ ہوتا تو وہ یوں کہتا: (ذِی الْجَلَالِ) لیکن جب اس نے (ذُو الْجَلَالِ) کہا: تو ہمیں معلوم ہوا یہ اس کے چہرے کی ایک صفت ہے اور چہرہ اللہ تعالی کی صفت ہے اسی کو امام باقلانی نے بھی ثابت کیا ہے۔ یہاں ''وجہ'' کی تفسیر یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالی نے اپنی ذات کی طرف منسوب کر دیا اس کو لازمی طور پر تسلیم کیا جائے گا اس میں بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

کیا آپ نے اللہ تعالی کا یہ فرمان نہیں سنا؟ ﴿تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ ❸ ''تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو عزت وجلال والا ہے۔'' اللہ تعالی نے (ذی) اور (ربک) کی ''ب'' کو مجرور ذکر کیا۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں کسی ایسی لغت کو نہیں جانتا کہ جس میں کسی چیز کے چہرے سے مراد اس کی ذات لی جائے، اور اس تشبیہ کی وجہ سے اللہ تعالی کے چہرے کا انکار لازم آئے گا اس نے کہا: یہ تو اس قول کی طرح ہے: دیوار کا چہرہ، کپڑے کا چہرہ، دن کا چہرہ اور کام کا چہرہ...... تو کہا جائے گا یہ معنی تیرے اپنے ہی قول کی وجہ سے باطل ہے، کیونکہ وجہ الحائط (دیوار کا چہرہ) اس کی دونوں جانب میں سے ایک رخ ہوگا۔

بلکہ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جن کا دعوی ہے کہ ''وجہ'' سے مراد اللہ تعالی کی ذات ہے اور اس قول کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے اور فرماتے ہیں: (معتزلہ کا: ''وجہ'' سے ذات مراد لینا درست نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے اس کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے، اور مضاف مضاف الیہ کی طرح نہیں ہوتا؛ کیونکہ کوئی بھی چیز اپنی ہی طرف مضاف نہیں ہوسکتی) اگر ''وجہ'' سے مراد ذات ہوتا تو کہنے والے کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ یوں کہے: اے وجہ اللہ مجھے معاف کر دے۔ ❹

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے وقت دعا کرتے تو فرماتے: (أعوذ باللہ العظیم، وبوجهه الكريم)

---

❶ مشکل الحدیث و بیانه: ۳۵۸۔
❷ الرحمن: ۲۷۔
❸ الرحمن: ۷۸۔
❹ مجالس ابن الجوزی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’میں شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو انتہائی عظمت والا ہے، میں اس کے انتہائی محترم چہرے کی پناہ لیتا ہوں‘‘ پس آپ غور کیجئے: آپ ﷺ نے ایک دفعہ چہرے اور ایک دفعہ ذات سے پناہ طلب کیوں کی؟ وجہ (چہرہ) کا ذکر بعض کو ذکر کرنے اور کل مراد لینے کے قبیل سے ہے جیسا کہ تم کہتے ہو: (میں نے گردن کو آزاد کر دیا) مراد پورا غلام ہوتا ہے۔اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’اللہ کے چہرے کا واسطہ دے کر صرف جنت ہی کا سوال کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح حدیث حجاب میں ہے ’’اللہ تعالیٰ کا پردہ نور ہے، اگر وہ اسے ہٹا دے تو اس کے چہرہ مبارک کے جلوے سے اس کی وہ تمام مخلوق جل جائیں جہاں تک اس کی نظر پہنچے۔‘‘

حبشی کی بات میں تضاد ہے، کبھی ’’وجہ‘‘ سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور کبھی اللہ تعالیٰ کا قبلہ مراد لیتا ہے۔ ❶ یہ مختلف قسم کی تاویلات اور اختلافات اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی تاویلات ہیں۔

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ❷ ’’تم جدھر بھی منہ کرو ادھر ہی اللہ کا چہرہ ہے۔‘‘

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ: (جس طرف اللہ تعالیٰ نے تمہارا رخ کیا) اور امام مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے: (اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا قبلہ ہے تم مشرق، مغرب اور جہاں کہیں بھی ہو اسی کی طرف اپنا رخ کرو)۔

یوں بھی کہا جاتا ہے: میں نے اس ’’وجہ‘‘ (جانب) سفر کیا۔

یہاں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سلف سے موافقت کرتے ہوئے اس قول کو اپنایا ہے (یہ آیت حقیقی طور پر متنازعہ (جھگڑا کرنے والی) صفات پر مشتمل نہیں ہے اور نہ ہی ان لوگوں کے قول کے عموم میں شامل ہے جو کہتے ہیں: صفات والی آیات کی تاویل نہیں کی جائے گی۔ یقیناً ’’وجہ‘‘ سے مراد قبلہ ہے کیونکہ لغت عرب میں ’’وجہ‘‘ جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے میں نے ارادہ کیا اور میں نے سفر کیا اس ’’وجہ‘‘ یعنی جہت کو اور یہی سب سے زیادہ مشہور قول ہے)

پس ’’وجہ‘‘ کا مطلب ہے جہت۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا﴾ ❸ ’’ہر شخص ایک نہ ایک طرف متوجہ ہو رہا ہے‘‘ یعنی: اپنے آپ کو قبلہ کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ پس فرمان الٰہی ہے: ﴿وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا﴾ ❹ ’’ہر شخص ایک نہ ایک طرف متوجہ ہو رہا ہے‘‘ ﴿فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ❺ ’’تم جدھر بھی منہ کرو ادھر ہی اللہ کا چہرہ ہے‘‘ یہ دونوں آیات قریب المعنی اور قبلہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور یقیناً صفت (وجہ) اس آیت کے علاوہ دوسری نصوص سے بھی ثابت ہوتی ہیں۔

---

❶ کیسٹ: ۷، دوسری سائیڈ۔ ❷ البقرۃ: ۱۱۵۔
❸ البقرۃ: ۱۴۸۔ ❹ البقرۃ: ۱۴۸۔ ❺ البقرۃ: ۱۱۵۔

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی صفت نور کا بیان:

حبشی کہتا ہے: ﴿وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا﴾ ❶ ''اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی'' یہ تصور کرنا جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متصل نور (ملا ہوا) پھیلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ کنارے بھر جاتے ہیں بلکہ اس سے مراد ایسا نور عظیم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ ❷ اور اس نے اس آیت ﴿اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ❸ ''اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا: وہ آسمانوں اور زمین والوں کو ہدایت دینے والا ہے، اس کی بنیاد ضعیف اور منقطع روایت پر رکھی ہے جس کو علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ حالانکہ صحیح روایت جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے اور وہ صفت نور کو ثابت بھی کرتی ہے۔

اس کی اس آیت ﴿وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا﴾ ❹ ''اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی'' میں غلط تشریح کا رد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتا ہے: ''اللہ تعالیٰ کا پردہ نور ہے، اگر وہ اسے ہٹا دے تو اس کے چہرہ مبارک کے جلوے سے اس کی وہ تمام مخلوق جل جائے جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے۔'' اور اس قول میں تو ہم اس سے متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور اس روشنی کی طرح نہیں ہے جو ہمارے پاس موجود ہے، جیسا کہ ہم مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں: اس کا ارادہ اور حیات (زندگی) مخلوق کی طرح نہیں ہے لیکن ہم اس کی صفت نور کو اسی طرح ثابت کریں گے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے اور وہ خود ہی زیادہ جانتا ہے کہ اس کے لائق کیا ہے اور کیا نہیں؟ یہی عقیدہ اہل السنہ کا ہے جیسا کہ اشعری نے بیان کیا ہے: اہل السنہ اور اہل الحدیث اللہ تعالیٰ کی صفت نور پر ایمان لاتے ہیں ❺ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ❻ ''اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔''

تم لوگوں نے اپنے رب کے بارے میں غلط تصور اختیار کیا جیسا کہ تم یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی نور وہ ہے جو دیواروں پر پڑتا ہے اور اگر معاملہ تمھارے دعوے کے مطابق ہوتا تو اندھیرا ختم ہو جاتا اور ہر جگہ روشنی ہی روشنی ہوتی؛ کیونکہ اگر روشنی چلی جاتی تو ہم اس کو پسند نہ کرتے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (جن لوگوں نے سلف سے یہ قول نقل کیا ہے اللہ تعالیٰ کا ''نور'' ہادی (ہدایت دینے والا) کے معنی میں ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بذات خود نور نہیں ہے؛ کیونکہ سلف صالحین کا یہ منہج تھا کہ وہ بعض اسماء اور بعض اقسام کی صفات کی تفسیر بیان کر دیتے تھے تو اس سے مسمی کی باقی ثابت شدہ صفات کی نفی نہیں ہوتی بلکہ یہ تو دونوں کو لازم و ملزوم کرتا ہے۔ ❼

---

❶ الزمر: ٦٩۔ ❷ الدليل القويم: ١٩١۔
❸ النور: ٣٥۔ ❹ الزمر: ٦٩۔
❺ مقالات الإسلاميين: ٢١١۔ ❻ النور: ٣٥۔ ❼ مجموعه الفتاوىٰ: ٦/ ٣٩٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی اور رفاعی دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں:

حبشی ظاہری طور پر تو شریعت کا دفاع کر رہا ہے لیکن جو رفاعیہ کے مشائخ کی کتب میں واضح طور پر کفر پھیلا ہوا ہے اس سے وہ جاہل ہے۔ پس تحقیق الصیادی الرفاعی کا دعویٰ ہے کہ شیخ احمد الرفاعی نے کہا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے چہرے سے نور کی ایک مٹھی لی اور اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا پھر اس کی خوشبو پھیل گئی پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کیا'' ❶ ......اور ان رفاعیوں کا عقیدہ ہے کہ اہل بیت کے مختلف اجزاء ہیں اور یہ سب کی سب نورانی مخلوق ہیں، اور شیخ منصور جب منہ کھولتا تھا تو اس کے منہ سے نور کا ستون نکلتا تھا جو کہ ساتوں آسمانوں کو پھاڑ دیتا تھا۔ ❷

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور کے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا:

نقشبندیوں کا دعویٰ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک نور ہے؛ کیونکہ ان کی اصل میں تخلیق ہی نور سے ہوئی اسی لیے صبح اور شام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں دیکھا جاسکتا تھا، اس بات کی تکذیب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے ہوتی ہے جو کہ مسلم میں موجود ہے وہ فرماتی ہیں: ''میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بستر پر نہ پایا تو میں آپ کو ڈھونڈھنے لگی، تو میرا ہاتھ ان کے قدموں کے تلووں پر لگا، دونوں پاؤں کھڑے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضامندی کی تیری ناراضگی سے......'' اور ایک اور روایت میں ہے: ''ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بستر پر) نہ پایا تو میں نے سوچا آپ اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس گئے ہوں گے۔ میں نے آپ کو ٹٹولنا شروع کیا تو آپ رکوع یا سجدے کی حالت میں تھے۔'' ❸

اشاعرہ اور معتزلہ کا صفت عینین (آنکھیں) کی تاویل میں اتفاق کرنا:

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو بھی نبی آیا اس نے اپنی قوم کو کانے دجال سے ڈرایا ہے اور فرمایا کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے، ❹ اور ایک اور روایت جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے: ''اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔'' ❺

باوجود اس کے کہ یہ روایت مسلم میں موجود ہے پھر بھی جاہل متکلمین نے اس حدیث پر جرح کی ہے، امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کی کلام صادر ہو وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لیے چن لیا اور اس کو اپنی شریعت کو بیان کرنے کا حکم بھی دیا ہو۔'' ❻

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس عنوان کے ساتھ باب قائم کیا ہے: ''یہ باب اللہ تعالیٰ کی صفت عین کے اثبات کے بارے

---

❶ قلادۃ الجواھر: 133۔
❷ یہ رفاعی کا ماموں ہے۔
❸ مسلم: ۴۸۶، ۴۸۷۔
❹ فتح الباری: ۱۳/ ۳۸۹، ۳۷۳، مسلم: ۲۹۳۳۔
❺ فتح الباری: ۱۳/ ۳۷۳ حدیث رقم: ۷۳۷۶۔
❻ اساس التقدلیس: ۱۵۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہے"...... اور اس باب میں دلیل کے طور پر مذکورہ دجال والی ہی روایت ذکر کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اللہ تعالی کے اس فرمان کے بارے میں تفسیر پیش کی: ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ [1] "اور کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے" اس سے اللہ تعالی کی آنکھ ہی مراد ہے۔ [2]

بعض لوگوں نے اس آیت ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ [3] "اور کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے" میں جمع کے صیغے کے ساتھ دلیل لی ہے اور اسی طرح اس آیت سے ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ﴾ [4] "آسمان کو ہم نے (اپنے) ہاتھوں سے بنایا" اللہ تعالی کی صفات کو ثابت کرنے والوں کی تشویش کے لیے، جس نے اللہ تعالی کے اس فرمان سے لفظ جمع کو عدد کے معنی میں استعمال کیا پس اس نے مشتبہ چیز کو تھام لیا اور محکم چیز کو ترک کر دیا، ان کی دلیل نجران کے عیسائیوں کی دلیل کے مشابہ ہے وہ (اِنَّا) اور (نَحْنُ) سے عقیدہ تثلیث (تین خدا ہیں: اللہ تعالی، مریم اور عیسیٰ علیہ السلام) کی دلیل پکڑتے تھے۔

قرآن مجید میں یہ بات بالکل معروف ہے کہ جب مضاف اور مضاف الیہ متصل ہوں تو تثنیہ کی جگہ پر جمع کا صیغہ استعمال کرنا بھی درست ہوتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ [5] "اے نبی کی دونوں بیویو! اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرلو (تو بہت بہتر ہے) یقیناً تمہارے دل جھک پڑے ہیں" اور قلوب کا معنی: دو دل ہیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ جمع کا لفظ بولنے میں بھی آسان ہے۔ اور اسی طرح فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ [6] "چوری کرنے والا مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو" اور اس کا معنی: ان کے دونوں دائیں ہاتھ کاٹو کیونکہ چوری کی وجہ سے صرف ایک ہی ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تثنیہ کی جگہ جمع کا صیغہ خطاب کے آسان ہونے کی وجہ سے بولا گیا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جہمی کا دعویٰ ہے کہ اس آیت کے ظاہر سے ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ [7] "اور کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے" زیادہ آنکھوں کا اثبات ہوتا ہے یہ واضح جھوٹ ہے، کیونکہ اگر یہ آیت بہت سی آنکھوں پر دلالت کرتی ہے تو پھر بہت سے خالقوں پر بھی دلالت کرے گی، اور اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا﴾ [8] "جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی" تمہارے ظاہری دعوے کے مطابق بہت سی آنکھیں ایک ذات کی بجائے متعدد ذاتوں پر دلالت کرتی ہیں۔"

ان صفات ہاتھ، پنڈلی، آنکھیں اور صورت سے تشبیہ کا وہم پیدا نہیں ہوسکتا اس دلیل کے ساتھ کہ بندوں کی بھی یہی

---

[1] هود: ۳۷۔
[2] الأسماء والصفات: ۲/ ۱٤٠۔
[3] هود: ۳۷۔
[4] الذاريات: ٤٧۔
[5] التحريم: ٣۔
[6] المائدة: ۳۸۔
[7] هود: ۳۷۔
[8] القمر: ١٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفات ہیں، ان کا بھی صفت کلام، قدرت اور صفت حیات والا ہی حکم ہے کیونکہ یہ انسانوں میں صفات پائی جاتی ہیں، اور اہل باطل نصوص میں تحریف کرتے ہیں ابن فورک کا گمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان: ''میں نے اپنے رب کو بہت ہی اچھی صورت میں دیکھا'' ...... میں ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی لوٹتی ہے یعنی: میں نے اپنے رب کو دیکھا اور میں بہت ہی اچھی صورت میں تھا۔ ❶

اللہ تعالیٰ ابن قتیبہ رحمہ اللہ پر رحم کرے کہ انہوں نے کہا: ❷ ''میرے نزدیک واللہ اعلم ۔۔۔ صورت ہاتھوں، انگلیوں اور آنکھ سے زیادہ عجیب نہیں ہے، اور اس کو ہم نے قرآن مجید میں ذکر ہونے کی وجہ سے قبول کیا اور اس سے حیران واقع ہوئے؛ کیونکہ یہ قرآن میں ذکر نہیں ہے، ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں لیکن کسی چیز کی کیفیت اور حد کو بیان نہیں کرتے ہیں۔''

۵۔ اشاعرہ، معتزلہ اور حبشی کا صفت مجیء (آنا) کی تاویل پر متفق ہونا:

اشاعرہ نے اپنے شیخ امام اشعری کی مخالفت کی ہے جب انہوں نے کہا: ''ہم کہتے ہیں کہ: یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت والے دن آئے گا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ ❸ ''اور تیرا رب (خود) آ جائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آ جائیں گے)'' پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت مجیء کی تاویل پر معتزلہ کے ساتھ اتفاق کر لیا اور کہا: ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ ❹ ''اور تیرا رب (خود) آ جائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آ جائیں گے)'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا جیسا کہ معتزلہ کا قول ہے۔

تحقیق امام رازی نے بہت بڑی تحریف کی ہے ان کا گمان ہے کہ ''بے شک رب سے مراد مربی ہے، اور شاید کہ ملکا عظیما سے مراد مراد کوئی بڑا فرشتہ ہو جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مربی (تربیت کرنے والا) تھا اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ ❺ ''کا مطلب ہے۔ یہ اہل کلام کا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف کرنے کا ایک نمونہ ہے، یہ سارے کام تنزیہ (پاکیزگی) کے نام سے کرتے ہیں!

ماتریدیہ صفت مجیء کی آیت میں تحریف کرتے ہیں:

ماتریدیہ تحریف اور انکار سے بھی بڑھ گئے، ابو منصور ماتریدی نے (والملك) کی ''و'' کو ''ب'' سے تبدیل کیا ہے (بالملك) تو اس کا معنی ہوا وَجَاءَ رَبُّكَ بِالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا وہ اس کو امام اہل السنہ کا نام دیتے ہیں! یہ تحریف اس شخص کے مشابہ ہے جس نے ''استواء'' میں لام کا اضافہ کر کے اس کو ''استولیٰ'' بنا دیا۔

نسفی نے آیت کی تاویل کر کے اس کو مسخ (ختم) کر دیا ہے اور اس نے ماتریدی کے قول کے ساتھ موافقت کی۔ ❻

---

❶ مشكل الحديث وبيانه: ۷۰۔
❷ اختلاف الحديث: ۱/ ۵۴۱۔
❸ الفجر: ۲۲۔
❹ الفجر: ۲۲۔
❺ الفجر: ۲۲۔
❻ تبيين كذب المفترى: ۱۶۱، الإبانة: ۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی صفت مجیء (آنا) اور صفت ذہاب (جانا) کے ساتھ متصف کرنا جائز ہی نہیں ہے'' ❶ یہ اس نے بہت ہی بڑی بات کردی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صفت مجیء کو خود اپنے لیے بیان کیا ہے، تو کیسے فیصلہ کیا جاسکتا ہے اس چیز کے بارے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے کہ وہ ناجائز ہو؟!

اس شبہ کا جواب:

بے شک آیت کا سیاق ہی اس تاویل کو باطل قرار دیتا ہے؛ کیونکہ فرشتوں کا آنا معطوف ہے اللہ تعالیٰ کے آنے پر، دونوں کہ آنے میں فرق کرنا کہ ایک مجازی معنی ہے اور دوسرا حقیقی عجیب ہی فیصلہ ہے جس کی لغت اور دین دونوں ہی تائید نہیں کرتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ جب آئیں گے تو امت گھٹنوں کے بل ہوگی'' اور امام ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''پھر ملک الاعلیٰ نازل ہوگا'' اور امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس دن اللہ تعالیٰ جہنم کو لائے گا'' اور اسی طرح فرمایا: ''اس کے دونوں جانب جنت اور جہنم ہوگی جب وہ اپنے عرش سے کسی کی طرف اپنی مخلوق کا حساب لینے کے لیے آئے گا۔'' ❷

اسی لیے امام ابو عثمان صابونی ❸ نے محمد بن حسن الشیبانی سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ''حماد بن ابو حنیفہ کہتے ہیں: ہم نے جہمیہ سے کہا: تمہارا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کیا خیال ہے: ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ ❹ ''اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے)'' تو انہوں نے کہا: فرشتے صف در صف آئیں گے، اور رب کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ اس سے کیا مراد لیا گیا ہے اور ہم اس کے آنے کی کیفیت کو بھی نہیں جانتے ہیں۔

تو میں نے ان کو کہا: ''ہم تم سے یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ تم اس کے آنے کی کیفیت کو جانو لیکن ہم تم کو اس بات کے مکلف بناتے ہیں کہ تم صفت مجیء (آنے) پر ایمان لے کر آؤ، تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال جو فرشتوں کے صف در صف آنے کا انکار کردے؟ تو انہوں نے کہا: وہ کافر اور جھوٹا انسان ہے۔ تو میں نے کہا: جس نے اللہ تعالیٰ کے آنے کا انکار کیا پس وہ بھی کافر اور جھوٹا شخص ہے۔'' ❺

اسی طرح فیصلہ کرنے کے لیے آنے کا معاملہ ہے ﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ﴾ ❻ ''کیا لوگوں کو اس بات کا انتظار ہے کہ ان کے پاس خود اللہ تعالیٰ بادل کے سائبانوں میں آجائے''

---

❶ بحر الکلام: ۳۳۔

❷ تفسیر طبری: ۳/ ۱۱۸- ۱۲۰۔

❸ سبکی نے کہا: وہ فقیہ، محدث، مفسر خطیب اور وعظ ہے، شذرات الذھب: ۳/ ۲۸۲۔

❹ الفجر: ۲۲۔

❺ عقیدۃ السلف و أصحاب الحدیث: ۱/ ۱۱۸۔ ❻ البقرۃ: ۲۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلوں کو پورا کرنے کے لیے آئے گا'' ❶ اور امام طبری رحمہ اللہ نے ابو العالیہ کے قول کو بیان کیا ہے: ''فرشتے بادلوں کے سائے میں آئیں گے اور اللہ تعالیٰ جس میں چاہے گا اس میں آئے گا۔'' ❷

۶۔اشاعرہ اور معتزلہ کا صفت عین میں ایک دوسرے کی موافقت کرنا:

معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی صفت عین کا انکار کیا ہے اور اس بارے میں وارد آیات کی تاویل کر کے اس سے علم مراد لیا ہے ❸ اور اشاعرہ نے رؤیت اور علم کے ساتھ اس کی تاویل کی ہے۔ ❹ اور اسی طرح امام جوینی صفت عین کی تاویل پر پابند رہے اور نظامیہ پر اس تاویل کو چھوڑنے کی انتہا ہوئی اور انہوں نے تفویض کو لازم پکڑا۔

۷۔اشاعرہ، معتزلہ اور حبشی کا صفت ساق (پنڈلی) کی تاویل کرنے میں اتفاق کرنا:

حبشی نے صفت ساق کو کرب (گھبراہٹ) اور شدت (تکلیف) کے معنی میں لیا ہے اور اس نے کہا: ''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ساق کی تفسیر کرب (گھبراہٹ) اور شدت (تکلیف) سے کی ہے'' اور اسی تاویل کو معتزلہ نے اختیار کیا ہے۔ ❺

انہوں نے اس روایت کا انکار کیا ہے جس میں لفظ ساق ضمیر کے ساتھ مل کر آیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہو رہا ہے (ساقہ) اور یہ کہتے ہوئے: ''کسی صحیح حدیث میں ایسا لفظ ساق موجود نہیں ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہو اور جو صحیح روایات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے موافق ہیں جو قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ ❻ ''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی'' اور وہ اس روایت کا اعتبار نہیں کرتے ہیں جس میں ''ساقہ'' ضمیر کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

یہ اس کی غلطی ہے۔ وہ ساق کے ساتھ متصل ضمیر والی روایت کا کیوں اعتبار نہیں کرتا حالانکہ اس روایت کو بخاری اور دیگر ائمہ نے صحیح اسانید کے ساتھ ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ''پھر اللہ جبار ان کے سامنے اس صورت کے علاوہ دوسری صورت میں آئے گا جس میں انہوں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا ہو گا اور کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں! لوگ کہیں گے کہ تو ہی ہمارا رب ہے اور اس دن انبیاء کے سوا اور کوئی بات نہیں کرے گا۔ پھر پوچھے گا: کیا تمہیں اس کی کوئی نشانی معلوم ہے؟ وہ کہیں گے کہ ''ساق'' پنڈلی، پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا اور ہر مومن اس کے لیے سجدہ میں گر جائے گا؟'' ❼

---

❶ الدرالمنثور: ۳/ ۳۸۸۔
❷ تفسیر الطبری: ۲/ ۱۹۱۔
❸ مقالات الإسلامیین: ۲۱۷۔
❹ لإرشاد: ۱۵۵، اصول الدین: ۱۱۰۔
❺ رسائل العدل والتوحید: ۱/ ۲۱۷۔
❻ القلم: ۴۲۔
❼ اخرجه البخاری: ۷۴۳۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دارمی کی سنن (۲/۲۳۶) میں اس کا ایک شاہد بھی ہے: ''جب اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک ہی میدان میں جمع کردے گا تو وہ اپنی پنڈلی کھولے گا اور ہر مومن اس کے لیے سجدے میں گر جائے گا۔'' اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی یہی ہے: ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ﴾ ❶ ''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کے لئے بلائے جائیں گے تو (سجدہ) نہ کرسکیں گے'' اور جو بھی منافق باقی رہے گا وہ سجدہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھے گا۔'' ❷

اس صفت کو ثابت کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ید کو ثابت کرنے سے زیادہ تعجب والی بات نہیں ہے اور تحقیق حبشی نے اللہ تعالیٰ کی صفت وجہ کا اثبات کیا جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔

اسی کے ساتھ ہی اسماعیلی کا رد بھی ہو جاتا ہے جس نے سعید بن ابو ہلال والی روایت جس میں (ساقہ) کا لفظ آیا ہے کو معلول (علت والی) قرار دیا ہے پس اس نے کہا کہ یہ قرآن مجید کی نص کے مخالف ہے کیونکہ وہاں (ساق) ہے ''کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اعضاء اور حصوں والی نہیں ہے'' اور تحقیق ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن حزم کا سعید بن ابو ہلال کے ضعیف ہونے پر رد کیا ہے اور کہا: ''سعید کی روایت کو حجت ماننے میں سب کا اتفاق ہے پس اس کو ضعیف قرار نہیں دیا جائے گا۔'' ❸

رہی سعید کی روایت تو وہ اس روایت کے بھی موافق ہے جو عبد اللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، ابن عمر اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ نے بذات خود اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ المطالب العالیہ (۴/ ۳۶۷) اور ھیثمی کی (مجمع الزوائد ۱۰/ ۳۴۳) اور حاکم (۲/ ۳۷۶) اور حافظ منذری کی (الترغیب ۴/ ۳۹۵) میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان: پس وہ اپنی پنڈلی کو ظاہر کرے گا) یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہے: ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ ❹ ''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی'' اس کا نکرہ آنا تعظیم کے لیے ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایات جن میں ساق کی تاویل کرب اور شدت کے ساتھ کی گئی ہے وہ تمام کی تمام ہی ضعیف ہیں اس طرح کی روایت کی الشیخ سلیم الھلالی نے بہت ہی علمی انداز سے تحقیق کی ہے جو کہ ان کی کتاب (المنهل الرقراق في تخريج ما روي عن الصحابة و التابعين في تفسير ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ﴾'' میں موجود ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب متعدد روایات

---

❶ القلم: ۴۲۔
❷ السلسلة الصحيحة: ۲/ ۱۲۹، ۱۲۸۔
❸ فتح الباری: ۱۳/ ۳۵۷۔ ❹ القلم: ۴۲۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے جائزہ کے بعد اس کا اختتام کیا جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ بے شک ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بعض روایات میں بہت ہی سخت قسم کا ضعف ہے جیسے اسامہ بن زید بن عکرمہ اور عوفیین کے طریق اور نافع بن ازرق کے مسائل وغیرہ۔

۲۔ بعض روایات میں انقطاع کی علت ہے، اور جس روایت میں اس طرح کی علت ہو وہ کسی دوسری روایت کی شاہد نہیں بن سکتی اور نہ ہی کسی حکم کو قوی کرسکتی ہے۔ اور یہ علی بن ابی طلحہ، ابراھیم النخعی اور ضحاک کا طریق ہے۔ اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاتقان میں ذکر کیا ہے کہ: ''یہ لمبی لمبی تفاسیر جن کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا گیا یہ ناپسندیدہ ہیں اور ان کے رواۃ مجہول ہیں۔'' ❶

۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بعض ایسی روایات ہیں جو دوسری روایات کی شاھد نہیں بن سکتیں؛ کیونکہ ان کے ذاتی معنی ہی مختلف ہیں: پس انہوں نے بعض روایات میں کہا کہ اس کا معنی ہے: ''کرب اور شدت'' اور بعض روایات میں کہا کہ اس کا معنی ہے: ''اس دن معاملات واضح ہو جائیں گے اور اعمال کو ظاہر کر دیا جائے گا'' اور بعض روایات میں کہا کہ اس کا معنی یہ ہے: ''بہت ہی بڑے معاملہ سے پردہ اٹھا دیا جائے گا'' اور بعض روایات میں کہا کہ اس کا معنی یہ ہے: ''جب قیامت قائم ہوگی تو اس گھڑی میں بہت ہی شدت ہوگی'' ❷ اور اسی طرح وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ امام مجاہد اور قتادہ وغیرہ کی روایات کا بھی تعاقب کرتے ہیں۔ ❸

پھر انہوں نے اس بات کا خلاصہ ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح کا کوئی اثر ثابت ہی نہیں ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کچھ روایات میں اضطراب ہونے کے باوجود ان کے حسن ہونے کے دعویٰ کا تعاقب کیا ہے، ان میں سے ایک روایت وہ ہے جس میں انہوں نے کرب اور شدت کے معنی سے تفسیر کی، اس روایت میں اسامہ بن زید ''ضعیف جدا'' راوی ہے، اور وہ روایت جس میں انہوں نے قیامت کے معنی میں اس کی تفسیر کی ہے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ ❹ ''کا مطلب ہے کہ نور عظیم کے پردے کھول دیے جائیں گے۔ اس روایت میں روح بن جناح راوی ہے جس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

کیا اہل بدعت ہمیشہ سلف سے دلیل لیتے ہیں؟:

ہم ان سے سوال کرتے ہیں: کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو دلیل بنانے کا یہ مطلب ہے کہ تم اپنے آپ کو سلف سے منقول کے ساتھ مقید کر رہے ہو؟ تو پھر تم نے استواء کو استیلاء کے معنی میں کیوں استعمال کیا حالانکہ سلف سے ثابت ہے کہ انہوں نے اس تاویل کی مکمل طور پر مخالفت کی ہے؟ انہوں نے اس کو صرف جھگڑا کرنے کے لیے ہی بیان کیا ہے؟ ورنہ:

---

❶ الإتقان: ۲/ ۲٤۱۔ ❷ المنهل الرقراق: ۳۰۔
❸ المنهل الرقراق: ۳۷۔ ❹ القلم: ٤۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس نے کشف الساق کو کشف الکربہ کے معنی میں استعمال کیا ہے اسی نے استواء کو استیلاء کے معنی میں استعمال نہیں کیا (اس کو بھی تسلیم کرو)۔

صرف لغت سے تفسیر کرنے سے کیا لازم آتا ہے:

بلکہ وہ اشعار سے دلائل اخذ کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے دلیل لینے سے بھاگتے ہیں جب وہ ان کے عقیدہ کے مخالف ہو۔ پس اسی وجہ سے وہ اس چیز کو دلیل بناتے ہیں جس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے: ''اگر تم پر کوئی چیز مخفی ہو جائے تو اس کو اشعار میں تلاش کرو؛ کیونکہ یہ عرب کا دیوان ہے، کیا تم نے شاعر کا قول نہیں سنا: اور ہم پر سخت قسم کی جنگ قائم ہوگئی۔ [1] یہاں ساق کو اس نے سختی کے معنی میں استعمال کیا ہے۔''

ہم سوال کرتے ہیں کہ: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کو کیسے ترک کر دیا حالانکہ وہ زیادہ حق رکھتی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے؟ کیا تم کہتے نہیں ہو: تفسیر کی سب سے بہترین اقسام: قرآن کی تفسیر قرآن کے ساتھ اور پھر قرآن کی تفسیر سنت کے ساتھ ہے؟ تمہیں کیا مسئلہ ہے ثابت شدہ تفسیر سے تم کس طرح لاعلم ہو جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے؟ کیا یہ حدیث علم کلام کے قواعد کے ساتھ متفق نہیں ہے جس کو تم نے وسوسے میں ڈالا ہوا ہے؟ کیسے ہم مخفی چیزوں کو ان شعراء کے اشعار میں تلاش کرتے رہیں جن کی گمراہ اتباع کرتے ہیں، اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس امت کے سلف کی فہم کو ترک کر دیں؟

تمہارے قول سے یہ بات بھی لازم آتی ہے: جب تم پر کوئی چیز مخفی ہو جائے تو اس کو لغت میں تلاش کرو تو ہم پھر استواء سے بیٹھنا مراد لے لیں؛ کیونکہ لغت اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ استواء بیٹھنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ﴾ [2] ''اور تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور چوپائے جانور (پیدا کیے) جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر سوار ہوا کرو۔''

جب تم اس آیت کی تاویل شدت کے معنی سے کرتے ہو تو پھر اس آیت کا مطلب ہوگا جس دن سختی سے پردہ اٹھایا جائے گا اور سجدوں کی طرف بلایا جائے گا، یہ معنی صحیح نہیں: کیونکہ پنڈلی کھولنا سختی کے وقت میں ہی ہوگا اور اس کے بعد وہ سختی دور نہیں کی جائے گی، پس اسی وجہ سے یہ تاویل درست نہیں ہے۔ پس کشف الشدہ (سختی کو ہٹانا) اس دن کی ہولناکی کو ختم کرنے کے معنی میں ہے کہا جاتا ہے: کشفت الشدہ، اور یہ نہیں کہا جاتا: کشف عنھا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ﴾ [3] ''پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا لیا'' پس عذاب ایک واضح چیز ہے نہ کہ اس سے کسی کو واضح کیا جاتا ہے، پس جب کہا جاتا ہے: کشف عنھا تو اس کا مطلب ہے ظاہر اور واضح ہوگیا۔ اور اس بات

1. اس کی سند اسامہ بن زید بن اسلم کی وجہ سے ضعیف ہے۔
2. الزخرف: ۱۲، ۱۳۔
3. الزخرف: ۵۰۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پر ایک گواہ بھی ہے: ''جب شدت کی وجہ سے لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھے'' اس نے ہنگامی حالات کا اعلان کیا پس لڑائی شروع ہوگئی یہ کسی ایک سے بھی مخفی نہیں ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے: ''کیا تمہارے درمیان کوئی نشانی ہے جس کے ذریعہ سے تم اس کو پہچان سکو؟ پس وہ کہیں گے الساق (پنڈلی) پس پھر پنڈلی کو کھولا جائے گا'' پس جب انہوں نے کہا: ''الساق'' پھر پنڈلی سے پردہ ہٹایا جائے گا اور سجدہ ہوگا یا ان کے درمیان کوئی رکاوٹ حائل ہوجائے گی، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ساق اللہ تعالی کی ایک خاص صفت ہے اور اس سے مراد شدت کا ختم ہونا نہیں ہے کیونکہ وہ تو پنڈلی سے پردہ اٹھانے کے بعد بھی باقی رہے گی۔ بلکہ شدت سجدے کی حالت میں اور بھی بڑھ جائے گی خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو سجدے میں جانے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔ پس کرب اور شدت کوئی علامت نہیں۔ اور مسلم کی حدیث میں ہے: ''یہ وہ دن ہے جب بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور اس دن پنڈلی سے پردہ اٹھایا جائے گا'' تم الکشف الساق کی شدت کے معنی میں کیسے تفسیر کرتے ہو جبکہ رسول اللہ ﷺ نے خبر بھی دی ہے کہ یوم الکشف وہ دن ہے جب بچے بوڑھے ہوجائیں گے؟! یہ تناقض ہے!

۸۔ اشاعرہ، معتزلہ اور حبشی کا صفت رجل (پاؤں) کی تاویل کرنے میں اتفاق:

اس نے صفت قدم کی رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے تاویل کی: ''جہنم کہتی رہے گی ﴿هَلْ مِن مَّزِيدٍ﴾ [1] یہاں تک کہ اللہ رب العزت اپنا قدم اس میں رکھ دے گا، اس وقت جہنم قط۔قط (بس، بس کہے گی'' انہوں نے اس قدم کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا: ''اس سے مراد ایک جماعت ہے جس کو اللہ تعالی جہنم میں ڈالیں گے پس اس سے جہنم بھر جائے گی'' لیکن اس کے ساتھیوں کی تاویل اس کے معارض (خلاف) ہے جیسا کہ ابن فورک نے کہا: ''اس میں ایسے معاملہ کی مشابہت ہے جس کو پاؤں کے ساتھ روندھا جاسکتا ہے۔'' [2]

حبشی بھی کہتا ہے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں ''یہاں تک کہ وہ اس میں اپنا قدم رکھ دے'' قدم کا مطلب جماعت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''ٹڈیوں کا گروہ'' اور اس نے کہا: ''اور جو کچھ جہنم میں داخل ہونا ہوگا وہ داخل ہونے کے باوجود جہنم نہیں بھرے گی یہاں تک کہ اللہ رب العزت اپنا قدم اس میں رکھ دے گا، اس وقت جہنم قط۔قط۔بس، بس کہے گی'' رجل سے مراد فوج ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالی جہنم کو بھرے گا۔''

اس مسئلے میں اشاعرہ کا بہت ہی سخت اختلاف ہے حتی کہ مرتضی زبیدی نے کہا کہ یہ مسئلہ تین تاویلات پر مشتمل ہے اور وہ نہیں جانتا کہ ان میں سے کون سی تاویل راجح ہے۔ پس اس نے گمان کیا کہ رجل کا معنی: اس کی مخلوق میں سے کسی کا پاؤں ہے یا یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی وہاں کسی مخلوق کو پیدا کرے گا اور پھر اس کا نام ''رجل'' رکھے گا اور اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ لوگوں میں سے ہی کسی گروہ کا نام ہو۔ پھر آخر کار اہل کلام کے گروہ نے اس کے بارے میں سکوت

[1] ق: ۳۰۔ [2] مشکل الحدیث و بیانہ: ۲۳٤۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور تفویض کو اختیار کیا ہے۔ ❶

کیا اہل السنہ کا ایسا عقیدہ ہو سکتا ہے، جس میں ایسی مختلف تاویلات ہوں جو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتی ہوں جو علم پر مبنی نہ ہوں اور اس میں احتمال، اٹکل پچو اور اندازہ ہو؟ اور آمدی نے ''ابکار الافکار'' میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ تاویلات سمجھ سے بالاتر ہیں۔

ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اس کے الفاظ کے صحیح ہونے میں شک کیا ہے جیسا کہ امام ابن الجوزی، اور بعض نے تو روایت کے صحیح ہونے میں ہی شک کیا ہے جیسا کہ ابن فورک پس اس کا دعویٰ ہے کہ اہل نقل کے ہاں لفظ ''رجل'' ثابت ہی نہیں ہے، حافظ ابن حجر اور زبیدی رحمہ اللہ نے ابن فورک اور ابن جوزی کا تعاقب کرتے ہوا ان کے اس قول کا رد کیا ہے کہ لفظ ''رجل'' تحریف شدہ ہے، ❷ بلکہ ان میں سے بعض لوگوں نے فن حدیث کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے ان روایات کو ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ امام رازی رحمہ اللہ نے (اساس التقدیس: ۱۸۶) میں ذکر کیا ہے۔

حبشی کہتا ہے: ''قدم اور رجل'' (پاؤں) کو صفات کے باب میں لانا جائز ہی نہیں ہے، بلکہ ان دونوں میں ملک کی اضافت ہے پس جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے قدم اور رجل کو جز کا معنی دیا، پس اس نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ بنا دیا اور اس نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھی جھٹلا دیا: ﴿لَوْ كَانَ هَـٰٓؤُلَآءِ ءَالِهَةً مَّا وَرَدُوهَا﴾ ❸ ''اگر یہ (سچے) معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے۔'' ❹

میں نے کہا: یہ تاویل معتزلہ کے مطابق ہے پس انہوں نے کہا: ''ساق'' ...... ''پنڈلی'' سے مراد شدت ❺ ''سختی'' ہے۔'' آیت حدیث کے مخالف نہیں ہوتی؛ پس جن کو وہ معبود سمجھتے ہیں جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو وہ اس میں جلیں گے اور کوئی بھی عقل مند انسان اللہ رب العزت کے بارے میں یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے ان وسوسوں سے پناہ مانگتے ہیں جو اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو آگ مخلوق ہے (نعوذ باللہ) وہ اپنے ہی خالق کو جلا دے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "قدمه" اور "الجبار" اور "رب العزة" اور اس کے علاوہ دیگر احادیث میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جس کی وجہ سے ان الفاظ سے ''قدم'' اور ''رجل'' مراد لینا جائز ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ یہ کہتے ہوئے اس کی تاویل کرنے سے رک گئے: ''قدم کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں سلف کا منہج یہ ہے کہ ہم اس پر ویسے ہی ایمان لائیں گے جیسے یہ وارد ہوا ہے اور ہم اس میں کسی طرح کی تاویل نہیں کریں گے۔'' ❻

---

❶ مشكل الحديث: ٤٧، الباز الأشهب: ٨٤۔
❷ فتح الباري: ٨/ ٥٩٦۔
❸ الانبياء: ٩٩۔
❹ الدليل القويم: ٨٣۔
❺ شرح اصول الخمسة: ٢٢٩۔
❻ فتح الباري: ٨/ ٥٩٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تاویل پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ان تاویلات میں بہت ہی سخت قسم کا تناقض (اختلاف) ہے؛ مزید کہا: اشاعرہ نے قدم سے مختلف معنی مراد لیے ہیں:

یہ زمین میں رہنے والے متکبرین میں سے کسی متکبر کا قدم ہے، اللہ تعالیٰ اس آگ کو مزید طلب کرنے کے لیے ابھارے گا یہاں تک کہ اس میں متکبر انسان قدم رکھے گا۔

یا اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ: کافروں کا جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

یا قدم کا یہ بھی معنی ہوسکتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ قیامت والے دن ایسی مخلوق کو پیدا کرے گا جس کا نام ہی ''قدم'' ❶ رکھے گا۔ یا یہ مجازی معنی ہے آگ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے۔

اسی وجہ سے ابن حجر رحمہ اللہ نے آخر تک ان تمام لوگوں کی مخالفت کی، اور سلف کے منہج کی تاکید کی کہ ان تمام صفات کو تاویل کے بغیر قبول کرنا۔ خاص طور پر جو ''قدم، رجل اور ساق'' کے بارے میں صحیح الفاظ کے ساتھ احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں، اور ہر ایک لفظ دوسرے لفظ کی تفسیر بیان کر رہا ہے۔

پھر ان احادیث کو امام بخاری، مسلم اور دیگر محدثین نے عقائد اور صفات کے باب کے تحت ذکر کیا ہے، اور اس کا مطلب ہے کہ ہم لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کی صفات والی احادیث پر ایمان لائیں۔ اگر حدیث ساق اور رجل ان دونوں کا تذکرہ آخرت کے ساتھ معلق ہوتا تو پھر زیادہ لائق تھا کہ ان کو کتاب الزھد اور الرقائق میں ذکر کیا جاتا۔

کیا امام بخاری رحمہ اللہ بھی تاویل کرتے تھے؟:

یہ بات احباش کے شبہ کو زائل کر دیتی ہے اس دلیل کے ساتھ کہ امام بخاری رحمہ اللہ تاویل کرتے تھے فرمان الٰہی ہے: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ ❷ ''ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اس کا چہرہ'' وہ کہتا ہے کہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے بادشاہت مراد لی ہے۔

اس بات کا جواب: احباش نے اپنے مجلہ (۲۵ / ۵۲) میں اس بات کا اعتراف کیا کہ سلف کہتے ہیں: ''اس کے معنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتے ہیں لیکن بعد والوں نے اس کے معنی کو محدود کر دیا'' اور امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی اساس (۲۳۶) میں بیان کیا ہے سلف کا الفاظ کے معانی میں منہج یہ ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتے ہیں، اور وہ اس کی تفسیر میں غور وفکر کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ: ''سلف نے تاویل میں غور وفکر نہیں کیا'' ❸ اور امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''معتبر تاویل یہ ہے کہ: تاویل کو چھوڑ دیا جائے اور جو کچھ لازم آتا ہے اس کو مان لیا جائے اور اسی منہج کو مسلمانوں کی جماعت نے مضبوطی سے تھاما

❶ یہ قول اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے کہ وہ کسی کو بغیر گناہ کے عذاب میں مبتلا کرے۔

❷ القصص: ۸۸۔ ❸ فتح الباری: ۱۳/ ۳۵۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے" پس وہ اس پر اجماع کو نقل کرتے ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے صفات فوق (بلند) نزول اور آنے کو ذکر کیا ہے، پھر ولید بن مسلم کے واسطہ سے نقل کرتے کہا: امام اوزاعی، امام مالک، امام ثوری اور لیث بن سعد سے ان احادیث کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: "یہ احادیث جس طرح وارد ہوئی ہیں ان کو ویسے ہی گزار دو یعنی کوئی تاویل نہ کرو۔" ❶

امام بیہقی رحمہ اللہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ تاویل: "ضروری نہیں ہے پس تفویض ❷ زیادہ بہتر ہے" اور ابن فورک نے بیان کیا ہے کہ متقدمین - ان میں سے اشاعرہ - نے صفات کی تفسیر بیان نہیں کی اور نہ ہی وہ تاویل میں مشغول ہوئے۔"

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے کہا: ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ﴾ ❸ "پھر عرش پر مستوی ہوا" "اس بات پر سلف کا اجماع ہے کہ اس آیت کی قراءت میں اضافہ کرنا جائز نہیں" ❹ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ان صفات کے بارے میں سلف کا منہج یہ ہے کہ صفات جیسے آئی ہیں ان کو ویسے ہی تسلیم کیا جائے اور ان کی تاویل کرنے میں پیش قدمی نہ کی جائے۔"

امام سبکی رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ کا قول اس طرح سے بیان کیا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کی صفات کا وصف ویسے ہی بیان کیا جائے جیسے ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے اور ہم اس میں قرآن اور حدیث سے تجاوز نہیں کریں گے" اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اور صحیح طور پر اس کے خلاف کسی سے کوئی تاویل ثابت نہیں خصوصا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے۔"

زبیدی نے قشیری کے اس اعتراف کو نقل کیا ہے یقینا سلف میں سے "امام شافعی، مالک، احمد، محاسبی اور قلانسی نے متشابہات کی تاویل نہ کرنے کو اختیار کیا ہے" اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مطلق طور پر تاویل کا دروازہ ہی بند کر دیا اور جوینی کے والد نے نقل کیا ہے کہ اکثر سلف صالحین جیسا کہ ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا منہج یہی تھا کہ تاویل میں غور و فکر کرنے سے اعراض کیا جائے۔ ❺

امام بخاری رحمہ اللہ سے ثابت ہی نہیں ہے کہ انہوں نے عقیدہ سلف کی مخالفت کی ہو احباش کے اعتراف کی تاویل کی وجہ سے بلکہ تاویل تو گمراہی کا راستہ ہے، شیخ محمد بن درویش الحوت کہتے ہیں: "تاویل کرنا معتزلہ کا مذہب ہے۔" ❻

اگر امام بخاری رحمہ اللہ تاویل کی راہ کو اختیار کرتے، تو ہم دیگر احادیث صفات میں بھی ان کی تاویل کو دیکھتے؛ کیونکہ

---

❶ الأسماء والصفات: ٤٢٣۔
❷ جیسے آیا ہے ویسے ہی تسلیم کرنا۔
❸ السجدة: ٤۔
❹ زاد المسير: ٣/ ٢١٣۔
❺ اتحاف السادة: ٢/ ١١٠۔
❻ وسائل فی عقائد أهل السنة: ٣١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری احادیث کی تاویل کی زیادہ ضرورت تھی ''وجہ'' کی تاویل ''ملک'' سے کرنے کی بجائے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''خلق افعال العباد:٩٨'' میں یہ دلیل بیان کی ہے: ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی آواز مخلوق کے مشابہ نہیں ہو سکتی'' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت مجیء، (آنا) صفت استواء، صفت نزول، صفت ضحک (ہنسنا) اور صفت ید (ہاتھ) کو ثابت کیا ہے اور ان میں کوئی تاویل نہیں کی، بلکہ اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات مخلوق کی بات کے مشابہ نہیں ہے۔

جس کو اللہ تعالیٰ نے انصاف کا پیمانہ عطا کیا ہے وہ اس کا ملاحظہ کر سکتا ہے کہ سلف کے ہاں تاویل جائز نہیں ہے، امام شافعی، بخاری، مالک کسی سے بھی صفت استواء کی استیلاء اور صفت ید کی قدرت سے تاویل ثابت نہیں ہے۔

لہٰذا یہ دلائل تاویل نہ کرنے پر سلف کے اجماع کی تاکید کرتے ہیں۔

پس کیسے کہا جا سکتا ہے کہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی بارے میں تاویل پر اعتماد کیا ہے؟!

یقیناً امام ذھبی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے عقیدے کو بیان کیا ہے جیسا کہ ''علو'' (١٣٧) میں ہے، انہوں نے اپنی اس کتاب پر اعتماد کیا ہے جو کہ عقیدہ سلف کے اثبات اور جہمیہ کی تردید پر مشتمل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صفات کے بارے میں اپنا مؤقف واضح کرنے کے لیے صحیح البخاری میں ایک کتاب کو شامل کیا ہے جس کا نام (کتاب التوحید ولاعتصام بالسنہ) رکھا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان لانے کی ضرورت پر تنبیہ ہے جیسے اس کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور جو کتاب التوحید میں ہیں؛ تاکہ وہ اس بات کی دلیل پیش کریں کہ صفات کو ثابت کرنا بھی توحید کا حصہ ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''خلق افعال العباد'' ان کے منہج کی پختگی کو بیان کرتی ہے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو ثابت کیا ہے اور جس سے متکلمین اور جہمیہ فرار ہوتے ہیں اور انہوں نے تمام صفات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاتے ہوئے اس بات پر شدت اختیار کی ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ❶ ''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام بخاری رحمہ اللہ یہ باب قائم کر کے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے بات کر سکتا ہے'' ❷ امام بخاری رحمہ اللہ کا عقیدہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے موافق ہے جس کی اشاعرہ نے مخالفت کی، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس بات کا اثبات کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے، جبکہ اشاعرہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے کلام کی آواز نہیں ہے۔ ❸

استواء کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سلف کی تفسیر کو نقل کیا ہے فرمان الٰہی ہے: ﴿ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى

❶ الشوری: ١١۔

❷ فتح الباری: ١٣/ ٤٩٦۔ ❸ فتح الباری: ١٣/ ٤٦٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الْعَرْشِ﴾ ❶ ''پھر عرش پر مستوی ہوا'' مجاہد کہتے ہیں: اس کا مطلب ہے عرش کے اوپر بلند ہوا۔ اور ابوالعالیہ کہتے ہیں: استوی کا مطلب ہے: بلند ہوا۔

پس رہی یہ آیت ﴿إِلَّا وَجْهَهُ﴾ ❷ یہ صفات والی آیات میں سے نہیں ہے وہ جو اللہ تعالی کے لیے صفت وجہ کو ثابت کرے، اور یقینا صفت "وجہ" دوسری نصوص سے ثابت ہے جن کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور ان کی تاویل بھی نہیں کی، پس امام بخاری رحمہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو نقل کیا: ''میں اس کے چہرے کے ساتھ پناہ طلب کرتا ہوں) اور فرمایا: ''تو جو کچھ بھی خرچ کرے اور اس سے تیری نیت اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنا ہو'' ...... ''صرف اللہ تعالی کی رضا کے لیے غلام کو آزاد کرنا'' اور یہ ایسی احادیث ہیں جن میں ''وجہ'' کی تاویل ملک کے ساتھ نہیں کی جا سکتی لیکن انھوں نے اس میں کسی طرح کی تاویل نہیں کی ان دلائل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آیت صفات والی آیات پر مشتمل نہیں ہے۔

۹۔ اشاعرہ، معتزلہ اور حبشی کا صفت ضحک (ہنسنا) پر اتفاق:

صفت ضحک حقیقی طور پر اللہ تعالی کے لیے صفت کمال ہے اور اس کی کیفیت کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں اور اگر اس صفت میں کوئی کمی ہوتی تو اللہ تعالی اس کو اپنے ساتھ موصوف نہ کرتے اس صفت میں صرف وہی شخص نقص کا دعویٰ کر سکتا ہے جس کے دل میں شبہات ہوں پس وہ یہ گمان کرتے ہوئے تاویل کی طرف مائل ہو جاتا ہے کہ یہ شبہات سے بچنے کا راستہ ہے۔ اور حبشی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تفسیر میں کہتا ہے: ''اللہ تعالی تمہارے کاموں سے خوش ہوتا ہے'' ''ضحک کا مطلب ہے: اللہ تعالی راضی ہوتا ہے اور اللہ تعالی کا راضی ہونا آدمی کے ہنسنے کی طرح نہیں ہے۔ ❸

یہ تضاد اور غلطی ہے:

۱۔ تاویل کرنے والے کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے: ''اس کا ہنسنا انسان کے ہنسنے کی طرح نہیں ہے'' اس کے باوجود کے اس نے صفت کو موصوف سے پھیر کر اس کو رضا کے معنی میں تبدیل کر دیا ہے۔ یہ اس شخص کے لیے کہنا جائز ہے جس نے اللہ تعالی کی صفت ضحک (ہنسنا) کو حقیقی طور پر ثابت کیا ہے اور اس نے کہا: اللہ تعالی ویسے ہنستا ہے جیسا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں خبر دی لیکن اس کا ہنسنا انسان کے ہنسنے کی طرح نہیں ہے۔

۲۔ رہی تاویل کی بات تو اشاعرہ حقیقی طور پر آپس میں ہی کسی ایک تاویل پر متفق نہیں ہیں، رازی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تاویل کرتا ہے: ''میں اپنے رب کے ہنسنا کی وجہ سے ہنسا'' اس سے مراد ہے: میں اس وجہ سے ہنسا

---

❶ السجدة:٤۔

❷ القصص: ٨٨۔ ❸ صريح البيان: ١٧٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس ہنسی کو پیدا کیا ہے۔ یا اس ہنسی کو محمول کریں گے اس کی رضا اور اجازت پر۔ پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے بارے میں دعویٰ کیا کہ: ''پس اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں'' اس لفظ کے اعرب میں غلطی ہے پس صحیح بات یہ کہ ''یا'' پر پیش ہے یعنی: ''اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ہنساتا ہے'' [1] اسی طرح خطابی نے کبھی رضا اور کبھی فرشتوں کو ہنسانے کے ساتھ اس کی تاویل کی ہے [2] اور ابن فورک "ضحک" کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد واضح کرنا اور بیان کرنا ہے اور بغدادی نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔ [3]

اور عز بن عبدالسلام کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو ضحک (ہنسنا) ہے اس کے تین معانی ہے:

اوّل:...... اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ارادہ کرتے ہیں جس نے اس کی اطاعت کی جیسا کہ ہنسنے والا ارادہ کرتا ہے اس کے ساتھ جس کو وہ ہنساتا ہے

دوم:...... اللہ تعالیٰ ہنسنے والے کے ساتھ ہنسانے والے جیسا معاملہ کرتے ہیں۔

سوم:...... ہنسے والے کا معاملہ ہنسانے والے کے مشابہ ہو گیا اس نے اس سے ہنسانے کو جائز قرار دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے صفت ''ضحک'' کو رضا اور قبول پر محمول کیا جائے گا۔ [4] اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ شرعی دلائل کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۳۔ ان کا اپنا ہی قول اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ صفت رضا کو ثابت کرتے ہیں وہ تناقض (اختلاف) ہے؛ کیونکہ وہ صفت ''رضا'' کی ''ارادے'' کے ساتھ تاویل کرتے ہیں جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ اشعری سے **الاسماء والصفات (۱/ ۳۰۶)** میں حکایت بیان کی ہے اور کسی چیز کا مشابہ ہونا ان کے ہاں تاویل کا سبب ہے کیونکہ جو چیز واضح ہو اس کی تاویل نہیں کی جا سکتی، پس وہ ایک مشابہ چیز کا دوسری مشابہ کے ساتھ کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں اور ایک صفت کی دوسری اصل صفت کے ساتھ تاویل کر سکتے ہیں؟!

۴۔ تاویل کرنے والے اعترف کر چکے ہیں کہ تاویل میں احتمال ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۵۔ متقدمین (پہلے) اشاعرہ صفات کی تاویل کرنے سے منع کرتے تھے بخلاف ان کے جو بعد میں آئے ہیں، اور امام بیہقی رحمہ اللہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ متقدمین اشاعرہ صفات میں اس طرح کی تفسیر میں مشغول ہی نہیں ہوئے، [5] یہ اس تاویل کو بھی رد کرتا ہے جس کی خطابی نے امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف نسبت کی، پس اگر متقدمین اشاعرہ صفات کی تاویل میں مشغول نہیں ہوئے تو امام بخاری رحمہ اللہ تو بالاولی صفات کی تاویل نہیں کرتے ہوں گے۔

---

[1] أساس التقديس: ۱۸۹۔
[2] الأسماء والصفات: ۲/ ۲۱٦۔
[3] مشكل الحديث: ۱۳۹۔
[4] الإشارة الى الإيجاز: ۱۰۷۔
[5] الأسماء والصفات: ۲/ ۲۲٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن الجوزی (ہمارے ہاں حنابلہ کے پسندیدہ لوگوں میں سے ہے) نے کہا: ''اکثر سلف صفات کی تاویل کرنے سے منع کرتے تھے اور ان کو ویسے ہی گزار دیتے تھے جیسے وہ آئی ہیں'' اور اس سے ابن حجر رحمہ اللہ ❶ نے نقل کیا اور فرمایا: ''صحابہ سے کہیں بھی یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے کہا: (استوی) (استولی) کے معنی میں ہے اور (ینزل) (یرحم) کے معنی میں ہے۔ ❷

٦۔ یقیناً نصوص میں ہی وہ دلائل ہیں جو ان فاسد تاویل کو رد کرتے ہیں، یقیناً رسول ﷺ نے ہمیں جنت کے بارے میں خبر دی: ''اللہ تعالی ان کے سامنے ہنسے گا'' ❸ اور ایک روایت میں: ''اللہ تعالی ہمارے سامنے ہنستے ہوئے واضح ہوگا'' مومنوں کے سامنے اللہ تعالی کا ہنستے ہوئے ظاہر ہونا تمام فاسد تاویلات کو باطل کر دیتا ہے۔ اور فرمایا: ''ہمارا رب بندے کے مایوس ہونے سے ہنستا ہے'' اور فرمایا: ''میں اللہ تعالی کے ہنسنے کی وجہ سے ہنسا''

صحیح مسلم میں ہے (نمبر: ۱۸۷) حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سب سے آخر میں وہ آدمی داخل ہوگا جو کبھی چلے گا، کبھی چہرے کے بل گرے گا اور کبھی آگ اسے جھلسا دے گی۔ جب وہ آگ سے نکل آئے گا تو پلٹ کر اس کو دیکھے گا اور کہے گا: بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دے دی......'' اس پر ابن مسعود ہنس پڑے اور کہا: کیا تم مجھ سے یہ نہیں پوچھو گے کہ میں کیوں ہنسا؟ سامعین نے پوچھا: آپ کیوں ہنسے؟ کہا: اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہنسے تھے تو صحابہ کرام نے پوچھا تھا: اے اللہ کے رسول ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''رب العالمین کے ہنس پڑنے پر ❹......'' پس یہاں رسول اللہ ﷺ کی ہنسی اللہ تعالی کے ہنسنے کی وجہ سے ہے تو اس سے ساری تاویلات باطل ہو جاتی ہیں، تم ایسی چیز سے منہ موڑ رہے ہو جس کو رسول اللہ ﷺ نے بھی اختیار کیا ہے۔

کون سی چیز اس صفت کو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے لیے بیان کرنے اور تسلیم کرنے سے روکتی ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ❺ ''اس جیسی کوئی چیز نہیں'' اور لیکن معطلہ اللہ تعالی کے بارے میں برے گمان اور ارادے کی وجہ سے اہل تحریف میں سے ہو گئے۔

٧۔ بے شک رسول ﷺ نے ایک آدمی کا قصہ بیان کیا ہے جس کو آخر اللہ رب العزت میں دوزخ سے نکالے گا اور پھر جنت میں داخل کرے گا پھر ہنسے گا اور فرمایا: ''اس پر ابن مسعود ہنس پڑے اور کہا: کیا تم مجھ سے یہ نہیں پوچھو گے کہ میں کیوں ہنسا؟ سامعین نے پوچھا: آپ کیوں ہنسے؟ کہا: اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہنسے تھے تو صحابہ

---

❶ فتح الباری: ٦/ ٤٠۔ ❷ صید الخاطر: ١٠٣۔
❸ اخرجہ مسلم: ٣١٦۔ ❹ صحیح مسلم: ١٨٧۔
❺ الشوری: ١١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرام نے پوچھا تھا: اے اللہ کے رسول ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''رب العالمین کے ہنس پڑنے پر۔'' ❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالی کی ہنسی کی وجہ سے ہنسنا واضح طور پر ''ضحك'' کی ''رضا'' کے ساتھ تاویل کو باطل قرار دیتا ہے۔

۸۔ اگر ''ضحك'' رضا کے معنی میں ہو تو پھر تم اللہ تعالی کے اس فرمان کی تفسیر میں کیا کہو گے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ❷ ''تحقیق اللہ تعالی مومنوں سے راضی ہو گیا'' تو اس کا کیا مطلب ہے کہ اللہ تعالی مومنین سے ہنستا ہے۔ اس آیت کا یہ معنی ہو ہی نہیں سکتا۔

۹۔ صفت ''رضا'' قرآن سنت میں مستقل طور پر بیان ہوئی ہے، یہ کسی دوسری ''ضحك'' والی صفت کے معنی میں نہیں بلکہ یہ ضحک کے ثمرات میں سے ایک ہے۔ امام دارمی نے مریسی کو جواب دیتے ہوئے کہا: ''اور تیرا کہنا کہ: ''ضحك'' سے مراد: اللہ تعالی کی رضا اور رحمت ہے۔ تو نے کچھ سچ کہا ہے؛ کیونکہ ہر کوئی رضا سے ہی خوش ہوتا ہے، پس اسطرح ہنسی اور رضا دونوں ہی جمع ہو جاتے ہیں اور وہ صرف اپنے دشمن سے ہی اس کو دور کرتا ہے اور تم اللہ تعالی کی صفت ضحک کی نفی کر رہے ہو اور صرف صفت رضا کو ہی ثابت کر رہے ہو۔'' ❸

۱۰۔ تاویل کرنے والا جس چیز سے بھاگا کہ جس کے ساتھ انسان کو متصف کیا جاتا ہے لیکن خود ہی اس میں اوندھے منہ گر گیا؛ کیونکہ رضا بھی اسی طرح ہی انسان کی صفت ہوتی ہے، تم پر لازم آتا ہے جس طرح تم دوسری صفت سے روگردانی کرتے ہو اسی طرح پہلی صفت سے بھی روگردانی کرو۔

۱۱۔ معتزلہ کے منہج کے مطابق صفت ''ضحك'' ثواب کے معنی میں ہے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ﴿إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ❹ ''اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے'' اس آیت کا معنی ہے: وہ اپنے رب کے ثواب کا انتظار کر رہے ہوں گے، باوجود اس کے کہ اشاعرہ معتزلہ والی تاویل کو ناجائز قرار دیتے ہیں، پس تم کس طرح صفت ''ضحك'' کو ''ثواب'' کے معنی میں اپنے لیے جائز قرار دیتے ہو اور تم معتزلہ کی صفت ''نظر'' کو ''ثواب'' والی تاویل سے منع کرتے ہو؟ تمہارے پاس صرف اور صرف ضد ہی ہے؟ اگر اس کی تاویل جائز ہوتی تو پھر اللہ تعالی کی ''رؤیت'' کی تاویل ''ثواب'' کے ساتھ کرنا بھی جائز ہوتی، اور ساتوں صفات کی تاویل بھی جائز ہوتی!

اشاعرہ اور معتزلہ کا صفت محبت، غضب اور رضا پر اتفاق کرنا:

اشاعرہ نے صفت رضا، غضب، محبت اور بغض کی ارادے کے معنی میں تاویل کی ہے ❺ حبشی کہتا ہے: ''یقینا اللہ تعالی کی رضا اور غضب ان افعال میں سے نہیں ہے جو اللہ تعالی کی ذات میں پیدا ہوتے رہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی کی

❶ اخرجه مسلم: ۱۸۷۔
❷ الفتح: ۱۸۔
❸ دارمی نے مریسی کا رد کیا ہے: ۲/ ۵۳۲۔
❹ القيامة: ۲۳۔
❺ الأسماء و الصفات: ۱/ ۳۰۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذات میں اگر کوئی صفت پیدا ہو جائے تو وہ حادث (کسی چیز کا نئے سرے سے وجود میں آنا) ہو جائے گی۔اسی طرح اللہ تعالی کی محبت کے بارے میں کہا جاتا ہے جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے،اور اللہ تعالی کی ناراضگی کے بارے میں جس کو وہ ناپسند کرتا ہے اور یہ اللہ تعالی کی ذات میں پیدا ہونے والی صفات نہیں ہیں بلکہ یہ سب ان صفات ازلیہ میں سے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی جاتی ہے۔'' ❶

"فقه الاكبر" کے شارح نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اس عبارت کے متعلق: (بغیر کسی کیفیت کہ غضب اور رضا اللہ تعالی کی دونوں صفات ہیں): ''غضب اور رضا دونوں کی تاویل کر کے یہ معنی لینا درست نہیں ہے: بدلہ لینے کا ارادہ اور انعام دینے کا ارادہ۔'' ❷

تاویل کرنے والوں نے لازم قرار دیا ہے کہ اللہ تعالی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالی کفر کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے محبت بھی کرتا ہے اور اس سے راضی بھی ہوتا ہے، اور بے شک ارادہ، رضا اور محبت سب کا ایک ہی معنی ہے۔ ❸

امام سبکی نے ارادہ اور محبت کا ایک معنی بیان کیا ہے اس قول کی نسبت جمہور اشاعرہ کی طرف کی ہے، اور اس نے عام اشاعرہ کے خلاف مؤقف اختیار کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ رضا اور ارادہ دونوں الگ صفات ہیں۔ ❹

امام رازی کہتے ہیں کہ: ''اللہ تعالی بندے سے محبت کرتے ہیں: اس کا مطلب ہے: اس کے ساتھ خیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔'' ❺

یہ تمام لوگ صفات فعلیہ کے اثبات سے اعراض کرتے ہیں؛ کیونکہ ان ہاں یہ اللہ تعالی میں حدوث کو لازم قرار دیتی ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس کی تم تاویل کرتے ہو اور جس کو تم ثابت کرتے ہو اس میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ان صفات کے بارے میں ایک ہی قول ہے جیسا کہ ایک قول دوسری تاویل کے بارے میں ہے؛ کیونکہ ارادہ بھی وہ ہے جس کے ساتھ مخلوق متصف ہے۔'' ❻

غضب کی سزا کے ساتھ تاویل کرنے سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالی آج کفار پر غصے میں نہیں ہیں، بلکہ ان سے راضی ہیں؛ اللہ تعالی تو ہمیشہ سے ہی عافیت کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں، اور اس کا ان کو سزا نہ دینے کا مطلب ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے، خصوصا ان کے ہاں محبت کا مطلب بھلائی کو پہنچانا ہے!!

پس یہ تاویلات حق سے کتنی ہی دور ہیں۔اور تم اس حدیث کی تفسیر کیسے بیان کرو گے؟ ''میرا بندہ ہمیشہ نوافل

---

❶ الدليل القويم: ٨٣۔
❷ شرح الفقه الأكبر: ٣٣۔
❸ طبقات السبكى: ٣/ ٣٨٥۔
❹ طبقات السبكى: ١٠/ ٢٩٥۔
❺ اللوامع: ٢٨٧۔
❻ التدمرية: ٢٨٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتی کے میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں' اگر محبت کا مطلب ثواب پہنچانا ہے تو یہ نوافل کا اضافہ کرنے سے پہلے فرائض میں ہی مل جاتا ہے۔ پس محبت ثواب کے علاوہ کوئی اور چیز ہے اور اس حدیث نے تمہاری تاویلات کو رد کر دیا ہے۔ اور تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تفسیر کیسے کرو گے: ''اللہ تعالی چھینک کو پسند کرتے ہیں اور جمائی کو ناپسند کرتے ہیں''؟

۱۱۔ اشاعرہ، معتزلہ اور حبشی کا مسئلہ نظر (غور وفکر کرنا) پر اتفاق کرنا:

قصد اور ارادہ دونوں ہی اشاعرہ کے ہاں مکلف پر پہلا واجب ہے [1] اور یہ معتزلہ کے مذہب کے اصول میں سے ہے ان چیزوں میں سے باقی رہ گیا ہے جو کہ اشاعرہ کے ہاں باقی ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابوجعفر سمنانی جو کہ اشاعرہ کے بڑوں میں سے کے اعتراف کو لکھا ہے کہ یہ مسئلہ معتزلہ کے ان مسائل میں سے ہے جو معتزلہ کے مذہب میں باقی ہے۔ [3]

ابوالمظفر سمعانی نے معتزلہ کے ابتدائی قول کو حماقت جانا ہے اور اس مبتدع قول کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ سلف اس کے بارے میں نہیں جانتے تھے کیونکہ ان کے ہاں سب سے پہلا واجب شہادتین (دو گواہیاں) لانا ہے۔ [4]

بلکہ اس کی ابتداء شیعہ نے کی ہے:

محمد رضا مظفر اپنی کتاب ''عقائد الامامیہ'' میں کہتا ہے: غور وفکر کرنا اور کسی چیز کی معرفت حاصل کرنا دین کے اصولوں میں واجب ہے، اور اس میں کسی دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں اور محمد بن حسن طوسی کہتا ہے: اللہ تعالی تک صرف اور صرف غور وفکر سے ہی پہنچ سکتے ہیں، اور کلام جسموں کے حادث ہونے کی محتاج ہے، پھر اس نے بیان کیا کہ محدث (پیدا کرنے والا) اس کی مخالفت کرتا ہے اور یہ اللہ تعالی کے علم کے متعلق ساتھ ہی ہوسکتا ہے۔'' [5]

۱۲۔ معتزلہ، اشاعرہ اور حبشی کا مسئلہ الجوھر الفرد (ایسا جز جو تقسیم نہ ہوسکتا ہو) میں اتفاق کرنا:

یہ ان مسائل میں سے ہے جس پر معتزلہ اور اشاعرہ نے اتفاق کیا ہے: جس کا انہوں نے الجوھر الفرد نام رکھا ہے، یا ایسا جز جو تقسیم نہ ہوسکتا ہو۔ یہ معتزلہ کے ابتدائی اصولوں میں ایک اصول ہے جس کو انہوں نے دھریوں کے مقابلہ میں استعمال کیا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ عالم (جہاں) پہلے سے ہی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس اصول کو ابتدائی دور کے فلاسفیوں (دیمقراتیس) (وبرقلس) سے لیا ہے جس کی کتاب ہے ''الجزء الذی لا یتجزء'' اور فخر الرازی کا

---

[1] اظهار العقيدة السينة: ٢٧، الإنصاف للباقلانی: ٣٣۔
[2] شرح اصول الخمسة: ٣۔
[3] فتح البارى: ١/ ٧٠۔
[4] مختصر الانتصار لأهل الحديث: ١٧١۔
[5] عقائد الإمامية: ٦٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اعتراف مباحث مشرقیہ میں موجود ہے اور انہوں نے اس پر معتزلہ جیسی ہی بنیاد رکھی کہ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کا انکار کرنا۔

☆ اشعری نے ائمہ معتزلہ جیسا کہ جبائی، ھشام الفوطی اور معتزلہ کے روافض کی تجویز کو مقالات میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جسم میں فرق کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ایسا جز بن جائے جس کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ ❶ اور یہ حبشی کے اس دعویٰ کو رد کرتا ہے کہ فلاسفہ اور نظام نے الجوھر الفرد کا انکار کیا ہے۔ اور اس نے اس کو اشاعرہ کی ایجاد ثابت کرنے کا ارادہ کیا ہے اور ہم اس کی اصل فلاسفہ کے ہاں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان سے اس اصول کو معتزلہ نے لیا ہے۔

☆ جب وہ چاہتے ہیں اس قانون کو دوسرے قانون کے ساتھ توڑ دیتے ہیں تو ان کے ہاں جوہر کا ایک سے زیادہ ہونا محال (ناممکن) ہے اور جب وہ صوفیت کو جائز قرار دیتے ہیں تو ایک ہی جوھر متعدد ہو جاتا ہے، پس انہوں نے کہا ایک ہی ولی کے متعدد جسم ہیں اور وہ دو بھی ہو سکتے ہیں: ان میں سے ایک ہند میں ہے، اور دوسرا چین میں، لہٰذا اس کو لوگ چین اور ہند میں ایک ہی وقت میں دیکھ سکتے ہیں۔

۱۳۔ اشاعرہ اور معتزلہ کا اہل السنۃ کو حشویہ کے ساتھ ملانے میں موافقت کرنا:

اشاعرہ نے معتزلہ کی تقلید کی حتی کے کلمہ ''حشویہ'' میں بھی جس کا معتزلہ ہر اس شخص پر اطلاق کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کرتا ہے، ❷ اور انہوں نے اس کلمہ کے ساتھ اہل السنہ کے مذہب کو برا بھلا کہا کیونکہ وہ لوگوں کے سامنے صفات کو ثابت کرتے ہیں۔

اس مطابقت کے بارے میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی گفتگو:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سچ کہا:

''اور یہ تاویلات جو آج لوگوں میں موجود ہیں اکثر ان تاویلات کی طرح ہیں جن کو ابو بکر ابن فورک نے اپنی کتاب ''التاویلات'' میں، اور فخر الرازی نے اپنی کتاب ''اساس التقدیس'' میں ذکر کیا ہے اس میں اکثر جبائی، قاضی عبدالجبار، ابوالحسین البصری۔ یہ امام حسن بصری تابعی نہیں ہیں۔ ابوالوفاء بن عقیل اور ابو حامد الغزالی وغیرہ کا کلام پایا جاتا ہے۔ اور یہ وہی تاویلات ہیں جن کو بشر المریسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔'' ❸

غزالی کا معتزلہ کے ساتھ تاویلات میں موافقت کرنا اس کی مثال میزان والی روایت کی تاویل کرنا ہے؛ کیونکہ وہ عرض اور اعراض ہے جس کا وزن نہیں کیا جا سکتا اور موت کو قیامت کے دن چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لانے والی حدیث کی تاویل کرنا ان کے اس دعویٰ کی وجہ سے کہ موت عرض ہے اور عرض کو نہیں لایا جا سکتا اور نہ ہی اس کو کوئی جسم ہوتا ہے، اور اس بات کی ان معتزلہ نے موافقت کی ہے جنہوں نے میزان کی تاویل کی اور اپنے مذہب کی بنیاد اس چیز پر رکھی

---

❶ مقالات الإسلاميين: ٥٩۔

❷ متشابه القرآن: ٢٣١۔ ❸ مجموع الفتاوىٰ: ٥/ ٢٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ میزان عرض ہے اور عرض کا وزن نہیں ہوتا۔

☆ "ثواب" یہ ان کی وہ تاویلات ہیں جن میں وہ آپس میں ہی اختلاف کرتے ہیں، اور بہت ہی زیادہ تاویلات میں معتزلہ کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور یہ سب سلف صالحین کی مخالفت پر متفق ہیں۔

منصف ان ساری چیزوں کے بعد کس چیز کا اعتبار کرے گا، اور کیا وہ متنبہ کرے گا اہل کلام کی ان خطرناک تاویلات سے جو امت سلف اور ان کے ائمہ کے خلاف ہیں؟

☆ کیا کبار علماء اہل کلام سے عبرت حاصل کی جائے جنھوں نے دیکھا کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی معاملے میں حد سے بڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں بغیر علم کے غور وخوض، تاویل اور تحریف کی تو اس سے لاتعلق ہو گئے؟

تنزیہات شیعیت کا مصدر ہے:

احباش کا اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ (پاکیزگی) کے بارے میں منہج، اور ان کے استدلال کی وہ دلیلیں جن کو وہ مضبوطی کے ساتھ تھامتے ہیں یہ شیعہ کے مصادر (اصولوں) سے ماخوذ ہے جن کی شیعہ نے ائمہ اہل بیت کی طرف نسبت کی ہے، اور یہ چیز آپ سے مخفی نہیں ہے کہ کتنی ہی ایسی چیزیں اہل بیت کی طرف منسوب کی گئی ہیں جن کی سند صحیح نہیں ہے۔

اس کی مثال یہ ہے "احباش نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس قول کو لیا: "اللہ تعالیٰ تھا لیکن اس کی کوئی جگہ نہیں ہے اور اب وہ اس کے اوپر ہے جس پر وہ تھا" یہ روایت کلینی شیعی کی کتاب الکافی میں ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں کہتے ہیں: "یہ روایت احادیث کی کسی بھی کتاب میں نہیں ہے" اس بات کی تاکید کرتے ہوئے کہ: "علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس پر الگ سے بھی نص بیان کی ہے۔" ❶

چند عبارتیں دیکھیں جن کو حبشی اور اس کے پیروکار ہمیشہ سے استعمال کر رہے ہیں جیسا کہ ان کا قول ہے: "جس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا کہ: وہ کہاں ہے؟ پس اس نے اس کی ایک جہت متعین کر دی، جس نے اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کی اس نے حد بیان کر دی، اور جس نے اس کی حد بندی کی پس تحقیق اس نے اس کو شمار کیا، وہ سمیع ہے لیکن اس کے کان نہیں ہے، وہ بصیر ہے آلے کی تفریق کے بغیر" (نہج البلاغه ۲/ ٤٠) وہ فاعل ہے نہ کہ حرکات اور آلے کے معنی میں ہے (نہج البلاغه ۱/ ١٦) وہ کسی حالت میں بھی تبدیل نہیں ہوتا (نہج البلاغه ۱/ ۳۵۷) اور طوسی الشیعی کی کتاب (الاقتصاد فیما یتعلق بالاعتقاد ص: ٤٤) میں ہے "یقیناً ہم جانتے ہیں کہ جسم مختلف صفات کے اجتماع اور حرکت پر مشتمل ہے اور یہ مختلف حالتوں میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔" ❷

حبشی کہتا ہے: امام زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب نے "الصحیفه السجادیه" میں کہا جو کہ اہل بیت سے متصل سند کے ساتھ منقول ہے: "اے اللہ تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور تجھے کوئی

❶ فتح الباری: ٦/ ٢٨٩۔ ❷ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا رد کیا ہے۔ مجموع فتاوی: ٦/ ٢٩٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکان گھیر نہیں سکتا۔'' ❶

اس نے کہا: امام علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالی نے عرش کو اپنی قدرت کو ظاہر کرنے کے لیے پیدا کیا نہ کہ اس پر بیٹھنے کے لیے۔'' ❷

وہ کہتا ہے: امام جعفر الصادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس نے گمان کیا کہ اللہ تعالی کسی چیز میں، یا کسی چیز سے یا کسی چیز کے اوپر ہے پس تحقیق اس نے شرک کیا؛ کیونکہ اگر وہ کسی چیز کے اوپر ہوتا تو وہ اٹھایا گیا ہوتا اور اگر وہ کسی چیز میں ہوتا تو وہ بند ہوتا اور اگر وہ کسی چیز سے ہوتا تو وہ محدث (یعنی: مخلوق) ہوتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس جس نے گمان کیا کہ ہمارا خالق محدود ہے پس اس نے خالق اور معبود کے ساتھ جہالت والا معاملہ اختیار کیا۔ ❸

تنزیہہ پر منہج تعطیل کی حرص کو ہم مسلک شیعہ کی کتب میں دیکھتے ہیں جو کہ اس سے بھری پڑی ہیں، محمد رضا مظفر الشیعی اپنی کتاب (عقائد الامامیہ: ۷۰) میں کہتا ہے: ''جس نے کہا: اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے وہ کافر کے مقام پر ہے'' پھر وہ ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جو تاویل سے منع کرتے ہیں اور کہا: ''ان لوگوں نے صرف قرآن مجید کے ظاہر کو اپنایا اور اپنی عقلوں کو تسلیم نہیں کیا پس وہ ظاہری دلائل کے ساتھ اس کو تبدیل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں جس کا تقاضا غور وفکر، دلائل اور استعارہ اور مجاز کے قواعد کرتے ہیں۔''

یہ ان کے مابین قربت کی مثالیں ہیں جن سے صرف اس فرقے کا پیروکار ہی واقف ہوسکتا ہے، اور انہوں نے دوسری ان جیسی اقسام کا تذکرہ نہیں کیا جیسا کہ مردوں سے مدد مانگنا، ان کی مٹی سے تبرک حاصل کرنا، تین مساجد کے علاوہ زیارت کے لیے ثواب کی نیت سے جانا، نذریں ماننا، اور اللہ تعالی نے جن لوگوں کو پیدا کیا ہے ان سے ضروریات کا حصول، اور ان چیزوں میں غور وخوض کرنا جن کے ساتھ اللہ تعالی نے صحابہ کو آزمایا، اور دین میں بدعت کو ایجاد کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت۔ اللہ تعالی ان کو عزت دے۔ کے متعلق جھوٹی روایات بیان کرنا اور بارہ اماموں کا عقیدہ رکھنا اور رفاعیہ نے شیخ احمد رفاعی کا اضافہ کر کے تیرہ امام بنا دیے ہیں، کتاب الجفر آثار، علامتوں اور غیب جاننے کے دعووں سے بھری ہوئی ہے جس کی تعریف صوفی رفاعی کی کتب کرتی ہیں جیسا کہ مہدی اور رواس رفاعی ہیں۔

اس کے بعد ایک ایسی راز کی بات ہے جس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے: اور وہ یہ ہے کہ قدیم شیعہ کے علماء صفات کے باب میں معتزلہ میں سے ہیں، انہوں نے اہل بیت کے بارے میں جو روایات نقل کی ہیں وہ معتزلہ کے مذہب کی تائید کرتی ہیں اور اس مسئلہ میں ان میں سب سے زیادہ مشہور "نہج البلاغہ" کے شارح ابن ابی الحدید ہیں اسی طرح معتزلہ کے بہت سے اصول اور روایات اشاعرہ میں پائی جاتی ہیں وہ روایات اور اصول جن کے ساتھ وہ تاویل کو

---

❶ منار الهدى نمبر ۵، ص: ۳۰۔

❷ حوالہ سابقہ، ص: ۳۷۔ ❸ حوالہ سابقہ: ۵۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائز قرار دینے کے لیے دلیل لیتے ہیں۔ ہر باطل فرقہ دوسرے فرقے سے کچھ نہ کچھ لیتا ہے چاہے وہ اس کے متعلق جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

شیعی باطنی کا اشعری کے ساتھ صفات کی تاویل میں موافقت کرنا:

فرقوں کا تقابلی مطالعہ بہت ہی ضروری ہے، کیونکہ اسی کے ساتھ بعد والے فرقوں کا پہلے فرقوں سے موازنہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے بارے فرمایا وہ جنھوں نے کہا کہ اس کی اولاد ہے کہ وہ: ﴿يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ﴾ [1] ''یہ ان لوگوں جیسی باتیں کر رہے ہیں جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں'' اور یہاں تاویلات کرنے والا شیعہ اور اسماعیلی باطنیوں کا ایک گروہ ہے جس کی صفات کی تفسیر کے بارے میں سلف صالحین سے کچھ بھی وارد نہیں ہے۔

☆ شیعوں کے ہاں تاویل:

ابو علی طبرسی مجمع البیان میں کہتا ہے: ''﴿أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ﴾ [2] ''کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمان والا'' یعنی اس کے عذاب سے جو آسمانوں میں بادشاہ ہے۔۔۔ ضروری ہے کہ اس کا یہی معنی کیا جائے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی جگہ یا جہت میں ہونا ناممکن ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے: ﴿مَنْ فِي السَّمَاءِ﴾ [3] ''آسمان والا'' اس سے مراد: وہ فرشتہ ہے جو نافرمانوں کو عذاب دینے پر مسلط ہے۔'' [4]

الطوسی الشیعی کہتا ہے: ''اللہ تعالیٰ کے لیے ایک جہت ماننا جائز نہیں ہے۔'' [5]

محمد حسین الطباطبائی کی کتاب المیزان فی ''تفسیر القرآن'' اور طبرسی کی کتاب ''جوامع الجامع'' میں:

﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ [6] ''بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں'' میں یداہ کا معنی ہے: قدرت۔'' [7]

طبرسی کی مجمع البیان میں ہے کہ: ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ [8] ''بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں'' ''ممکن ہے اس آیت میں یداہ سے مراد نعمت ہو، اور کہا گیا ہے: یدین سے مراد: قوت ہے۔'' [9]

نہج البلاغہ کے مصنف الشریف الراضی نے کہا: ''یہ ایک استعارہ ہے اور اس سے مراد نعمت کی صفت میں مبالغہ کرنا اور اس سے دونوں ہاتھ مراد نہیں ہیں۔'' [10]

طبرسی نے کہا: ''فرمان الٰہی ہے: ﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ [11] ''تجھے اسے سجدہ کرنے سے

---

1. التوبة: ٣٠۔
2. الملك: ١٦۔
3. الملك: ١٦۔
4. مجمع البيان فى تفسير القرآن: ٢٩/ ١٤۔
5. الأقتصاد فيما يتعلق بالإعتقاد: ٧٣۔
6. المائدة: ٦٤۔
7. الميزان: ٦/ ٣٣، جوامع الجامع۔
8. المائدة: ٦٤۔
9. مجمع البيان: ٦/ ١٤٧۔
10. تلخيص البيان: ١٣٣۔
11. ص: ٧٥۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا'' اس کا معنی ہے: میں نے اس کو اپنی قدرت کے ساتھ پیدا کیا'' اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے کہا: ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ﴾ ❶ ''اور آئے گا تیرا رب''......''یعنی: تیرے رب کا حکم۔'' ❷

نہج البلاغہ کے مصنف الشریف الراضی نے کہا: ﴿وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ﴾ ❸ ''اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے'' یعنی: اپنی قدرت کے ساتھ، اور یہاں یمین بادشاہت کے معنی میں ہے نہ کہ اس سے مراد دایاں ہاتھ ہے، اور وہ یمین سے مراد قوت لیتے ہیں۔

محمد حسین الطباطبائی اپنی کتاب ''المیزان فی تفسیر القرآن'' میں کہتا ہے: ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ﴾ ❹ ''پھر وہ عرش پر مستوی ہوا'' یہ استولی (غالب آنا) سے کنایہ ہے۔'' ❺

اسی طرح اس نے کہا: ''یہ ایک استعارہ ہے؛ کیونکہ حقیقت استوی کے ساتھ اجسام کا وصف بیان کیا جاتا ہے وہ جس کا بچھونا بلند ہو، جھکا ہوا ہو اور معتدل ہو، اور یہاں استوی سے مراد استیلاء (غالب ہونا) ہے۔'' ❻

الطوسی الشیعی نے کہا: ''اس کا معنی: استولی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

بشر عراق پر غالب آ گیا بغیر تلوار چلائے اور بغیر خون بہائے

نہج البلاغہ کے مصنف الشریف الراضی نے اپنی کتاب ''تلخیص البیان فی مجازات القرآن'' میں کہا: ﴿رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ﴾ ❼ ''بلند درجوں والا عرش کا مالک'' یعنی: عزت اور فضل کے مراتب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں اور مخلص اولیاء کے لیے خاص کرتا ہے جن کے درجات بہت ہی بلند ہیں، مذکورہ درجات کے ذریعے سے ہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بلند کرتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بلند ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ خود اس سے بہت ہی زیادہ بلند ہے۔'' ❽

☆ کلامیہ مشترک قواعد:

محمد رضا المظفر نے اپنی کتاب ''عقائد الامامیہ'' میں کہا ہے کہ دین کے اصولوں پر غور کرنا اور ان کو جاننا ضروری ہے اور اس میں کسی دوسروں کی تقلید کرنا جائز نہیں، اور محمد بن الحسن الطوسی نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تک غور و فکر کے بغیر پہنچنا ناممکن ہے، اور اجسام کے بارے میں بات کرنا ضروری ہے پھر کہا: اس کا محدث ہے جو اس سے متصادم ہے یہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ہے'' یہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے قول کے مشابہ ہے: کہ مکلف پر سب سے پہلے ضروری ہے کہ وہ غور و فکر

❶ الفجر: ٢٢۔ ❷ مجمع البیان: ٣٠/ ١٣٣۔
❸ الزمر: ٦٧۔ ❹ الحدید: ٤۔
❺ المیزان: ٨/ ١٥٠۔ ❻ تلخیص البیان: ١٥٣۔
❼ غافر: ١٥۔ ❽ تلخیص البیان: ٢٨٩۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اشاعرہ کے ہاں معتزلہ کی باقیات ہیں۔

الطوسی نے کہا: ''ہم جانتے ہیں کہ جسم نقل وحرکت اور اکٹھا ہونے کی خصوصیت رکھتا ہے، پس یہ مفترق (الگ الگ ہونا) اور ساکن ہونے میں بدلتا رہتا ہے۔

محمد رضا المظفر نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کسی جسم اور شکل میں نہیں ہے، اور نہ وہ جوھر اور عرض ہے، نہ اس کا وزن ہے اور نہ ہی ہلکا پن، اور نہ متحرک ہے اور نہ ہی ساکن، نہ اس کے لیے جگہ ہے اور نہ ہی وقت اور اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور جس نے کہا: اللہ تعالیٰ کا چہرہ، آنکھ اور ہاتھ ہے یا وہ آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے تو وہ کافر کی حیثیت میں ہے؛ کیونکہ ایسے لوگوں نے قرآن اور حدیث کے ظاہری الفاظ کو ہی دلیل بنایا ہے اور اپنی عقلوں کا انکار کردیا اور ان کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا پس وہ ظاہری دلائل کے ساتھ اس کو تبدیل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں جس کا تقاضا غوروفکر، دلائل اور استعارہ اور مجاز کے قواعد کرتے ہیں'' [1]

اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ ہر طرف سے ایک ہی ہے اور اس کی ذات مقدسہ میں کوئی چیز بڑھتی نہیں ہے اور نہ ہی حقیقت میں کوئی چیز اس کے ساتھ مل سکتی ہے اور الواحد الصمد (بے نیاز) ہے۔'' [2]

مزید کہا: ''جس نے اس کا وصف بیان کیا اس نے اس کو محدود کردیا اور جس نے اس کی حد متعین کردی تو گویا اس نے اس کو شمار کرلیا'' وہ فاعل ہے نہ کہ حرکات اور آلہ کے معنی میں ہے ''وہ بصیر ہے بغیر آنکھوں کے اور سمیع ہے بغیر کانوں کے'' وہ کسی حالت کے ساتھ تبدیل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ حالات کے مطابق بدلتا ہے۔ ''اس کو کوئی مکان گھیر نہیں سکتا۔'' [3]

الداعی الاسماعیلی ابن الولید اشاعرہ کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اللہ تعالیٰ کے لیے مکان نہیں ہے۔''

''اور جس نے کہا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ پس تحقیق اس نے اس کی تشبیہ بیان کی اور اس کی جگہ متعین کردی''

پس یہ الداعی الاسماعیلی مشترک تقاسیم میں اشاعرہ کے ساتھ متفق ہے: ان میں سے اللہ تعالیٰ کی صفت علو کی نفی کرنا بھی ہے، اور ان کا منہج ہے کہ باطنی فکر اہل السنہ کے عقیدے میں داخل ہوجائے یہ فکری تصادم کی کوشش ہے۔

اہل بدعت کے ہاں تفصیلی نفی:

اہل بدعت کے ہاں اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات میں انحراف کی اصل وجہ:

۱۔ انہوں نے تفصیلی نفی کے منہج پر اعتماد کیا ہے گویا کہ وہ کہتے ہیں: بلاشبہ اللہ تعالیٰ لمبا اور چھوٹا نہیں ہے نہ ہی وہ کسی ہیئت کا ہے اور نہ ہی اس کا رنگ ہے اور نہ اس کی قدوقامت ہے۔ اور وہ ان صفات کو صفات سلبیہ کا نام دیتے ہیں۔ اور یہ قرآن کے منہج کے خلاف ہے جو کہ مفصل طور پر صفات کا اثبات کرتا ہے اور مجمل طور پر صفات کی

---

[1] عقائد الإمامية: ۷۰۔

[2] حوالہ سابقہ: ۷۴۔

[3] نهج البلاغة: ۱/ ۳۳۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نفی کرتا ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ❶ ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔''

۲۔ مجمل طور پر ثابت کرنا گویا کہ وہ ان تمام صفات کو جن کے بارے میں نص آ چکی ہو سات صفات میں شامل کرتے ہیں (الحیاۃ، القدرۃ......) پس ان کے نزدیک تمام صفات کے سات معانی ہو جاتے ہیں جیسا کہ ان کا قول ہے: (یحب ۔وہ محبت کرتا ہے۔) یعنی (وہ ارادہ کرتا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے سات سے زیادہ صفات بیان کی ہیں۔

☆ سلبی صفات کی بدعت:

اللہ تعالیٰ کو صفات سلبیہ کے ساتھ بیان کرنا جہمیہ اور معتزلہ کا منہج ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مدح، کمال اور تنزیہ (پاکیزگی) نہیں ہے، بلکہ ابو الحسن الاشعری نے معتزلہ سے یہ شاذ طریقہ نقل کیا ہے، جیسا کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں قول ہے ''وہ رنگ اور ذائقے والا نہیں ہے، وہ رنگوں اور ذائقوں سے پاک ہے اور نہ ہی اس کی خوشبو، حرارت، ٹھنڈک اور تری ہے اور متحرک اور ساکن بھی نہیں ہے ❷ اور اس کے لیے جگہ کا ہونا بھی جائز نہیں اور نہ ہی وہ جہات والا ہے اور اس پر زمانہ بھی جاری نہیں ہوتا اور اس کو چھونا بھی جائز نہیں ہے۔'' ❸

یہ طریقہ جو کہ اشعری نے معتزلہ سے نقل کیا تھا آج اشاعرہ کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور ان کے ہاں قابل اعتماد ہو چکا ہے: جیسا کہ ان کا کہنا کہ اللہ تعالیٰ چکھ اور سونگھ نہیں سکتا وہ رنگ ذائقوں اور خوشبو کے ساتھ متصف نہیں ہے، اور نہ اس کو تکلیف ہوتی ہے اور نہ وہ لذت حاصل کر سکتا ہے، اور وہ معدوم (کسی چیز کا نہ ہونا) نہیں ہے اور اس کا جسم نہیں ہے اور نہ ہی وہ جوہر ہے اور نہ ہی وہ عرض ہے اور نہ ہی وہ کسی وقت میں ہے، وہ کھڑے ہونے، بیٹھنے، ٹیک لگانے تعلق، اتصال (ملنا)، انفصال (جدا ہونا)، سامنے آنے سے، پیچھے آنے سے، لمبے اور چھوٹے ہونے، روشنی اور اندھیرا ہونے، چھونے، ساکن اور متحرک ہونے سے پاک ہے اور وہ کھانے والی چیزوں کے چکھنے، سونگھنے، خوشبو، شہوت، کمیت اور کیفیت سے پاک ہے، اور وہ آنکھوں کے بغیر دیکھتا ہے اور بغیر کانوں کے پردوں کے سنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے میں یہ معتزلہ کا منہج ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے اور یہی عبارات آج ہم اشاعرہ کی کتب میں پاتے ہیں۔ ❹

☆ صفات کی نفی معدوم (جو چیز نہ ہو) کے ساتھ تشبیہ ہے:

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو صفات سلبیہ (نفی) کے ساتھ متصف کرتے ہیں وہ حقیقی طور پر قابل تعریف الٰہ کا اثبات نہیں کرتے بلکہ وہ تو موجود ہی نہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ عالم (کائنات) میں داخل نہیں اور نہ ہی وہ اس سے باہر ہے

---

❶ الشوریٰ: ۱۱۔
❷ دیکھو یہ کیسے صفاتِ نفی بیان کر رہے ہیں۔
❸ مقالات الإسلامیین: ۱۵۵۔
❹ اظهار العقیدة السنیة: ۱۱۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نہ وہ اس سے جدا ہے اور نہ وہ اس کی کسی ایک جہت میں ہے۔

یقیناً انہوں نے اپنے رب کو کسی غیر موجود کے مشابہ کر دیا ہے، اور اگر ہم اس منکر سے اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں سوال کریں:

ہمیں معدوم کی صفات کے بارے میں بتاؤ:

وہ معدوم چیز کے بارے میں بھی وہی بات کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں بیان کی ہیں۔

اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ: تشبیہ دینے والے بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور صفات کا انکار کرنے والے غیر موجود کی عبادت کرتے ہیں۔

جس نے ان کی بات کا بغور جائزہ لیا وہ جانتا ہے کہ انہوں نے خالق کے ایسے مطلق وجود کو ثابت کیا ہے جس کا لوگوں کے سامنے حقیقی طور پر کوئی وجود ہی نہیں، اس کا صرف ذہنوں میں ہی خالی وجود ہے لوگوں کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ صرف وہی نفی کمال کو شامل ہوتی ہے جو کمال پر دلالت کرے، کیونکہ یہ نفی عدم ہے اور عدم کوئی چیز نہیں ہے۔ ❶

حبشی پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ادب کرے:

متکلمین کا اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنا اس کی بے ادبی ہے۔

حبشی کا کلام حد سے زیادہ تنقیص پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں لوگوں کو برے الفاظ کے ساتھ ڈراتا تھا اور وہ اللہ کے لیے ایسی فرضی چیزیں اور تفصیل بیان کرنے لگا یہ اس کے ادب کے خلاف تھیں جیسا کہ اس کا کہنا ہے: جس نے کہا: ''تیرے رب کی بہن ہے'' ''مجھے اپنے رب سے نجات دلوا دیجئے'' ''آپ اور اپنے رب کو مجھ سے دور کرو'' ''اے داخل ہونے والے تیرے رب کے پاؤں'' ''اگر میں نماز ادا کروں گا تو قائد بن جاؤں گا۔'' ❷

اگر آپ کسی بادشاہ سے کہیں: آپ کوڑا اٹھانے والے، پلمبر بیوقوف اور جانور نہیں ہیں تو وہ فوری طور پر اس توہین کی وجہ سے تم کو سزا دے گا، حالانکہ تو اس سے ایسی چیزوں کی نفی کر رہا ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں تو پھر تم ایسے الفاظ بادشاہوں کے بادشاہ کے لیے کیسے استعمال کر سکتے ہو؟!

ہر تنزیہ کرنے والے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس نے صحیح بات ہی کی ہو:

تمام گمراہ فرقے دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنے معبود کی بزرگی اور پاکیزگی کرنا چاہتے ہیں لیکن: ہر وہ شخص جس نے پاکی بیان کرنے کا ارادہ کیا تو ضروری نہیں ہے کہ وہ درست تنزیہ (پاکیزگی) تک پہنچے؛ کیونکہ مجوسیوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ شر کو پیدا نہیں کر سکتا؛ حتی کے انہوں نے کہا کہ دو معبود ہیں: ایک روشنی اور خیر کا جبکہ دوسرا اندھیرے اور ظلم کا۔

❶ الرسالة التدمرية: ٣٩۔ ❷ المنهج السليم: ٥٧، الدليل القويم: ١٤٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معتزلہ بھی ان کے قریب قریب ہیں انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کو شر کی تخلیق سے پاکیزہ قرار دیا ہے، انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ بندے اپنے افعال کو خود پیدا کرتے ہیں، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اور بعض نے تو اس کے سابقہ علم کی بھی نفی کر دی۔

عام اہل کلام کا دعویٰ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صفتِ استویٰ، نزول، ہاتھ، انگلیاں چہرے جیسی دوسری صفات جو قرآن اور صحیح سنت میں ہیں اس کے ساتھ متصف کیا جائے۔

تنزیہ (پاک کرنا) کے یہ تمام دعوے ایسے ہیں جو اس کی شان کے لائق نہیں۔

تنزیہ کا منہج اللہ تعالیٰ کی ذات میں تنقیص، بے باکی اور توہین کا تقاضہ کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت کمال کے خلاف ہے، حتی کے یہ تنزیہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے انکار کرنے کی طرف لے گئی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے بیان کی ہیں، اور ان کے فاسد خیالات میں یہ نقص والی صفات بن گئی، اور ان کی دلیل تشبیہ، تجسیم اور حشویت کا ثبوت بن گئی، بلکہ یہ چیزیں ان کو کفر اور ارتداد کی طرف لے گئیں۔ والعیاذ باللہ۔ ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا﴾ ❶ ''کیا پس وہ شخص جس کے لئے اس کے برے اعمال مزین کر دیئے گئے پس وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے'' ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝﴾ ❷ ''کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتادوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیاوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہوگئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔''

صفات ذاتیہ اور فعلیہ کا بیان:

حبشی صفات ذاتیہ اور فعلیہ میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ لہٰذا اس نے اپنے اس قول کی وجہ سے دونوں صفات کو آپس ملا دیا ہے: ''آنکھ، ہاتھ، راضی ہونا، غصہ ہونا اور اس جیسی دیگر صفات کو صرف اور صرف صفت ازلیہ (ہمیشہ رہنے والی) پر ہی محمول کیا جائے گا، ❸ اگر وہ اپنے دعوے میں مضبوط ہوتا تو وہ یہ نہ کہتا: ''اس کو محمول کیا جائے گا'' پس رہی احتمال والی بات تو عقیدے میں احتمال کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

وہ اس بات کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے کہ اشاعرہ کے امام رازی جیسے محققین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی دو اقسام ہیں:

صفات ذاتیہ:...... وہ صفات جن کے ساتھ وہ ہمیشہ سے ہی متصف ہے ان کے بارے میں یہ کہنا جائز نہیں کہ: ان میں سے کسی بھی صفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ بعد میں متصف ہوا، جیسے کہ: العلیم، الحکیم، القدیر، الرحیم۔

---

❶ فاطر: ۸۔

❷ الکہف: ۱۰۳، ۱۰۴۔ ❸ الدلیل القویم: ۸۲۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رہی دوسری صفات جیسا کہ مستوی ہونا، نزول فرمانا اور آنا یہ صفات فعلیہ ہیں، اور یہ ازلی صفات نہیں ہیں اور یہ صفات اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اختیار کے تابع ہیں جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وہ اپنی مخلوق کے قریب آتا ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔''[1]

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ: غضب (غصہ ہونا) اور رضا ازلی صفات ہیں؛ کیونکہ عقل اس چیز کی موافقت نہیں کرتی اور شریعت بھی اس کی اجازت نہیں دیتی ہے۔

بلکہ قرآن وسنت کے بہت سے دلائل ان کے قول کے خلاف ہیں؛ کیونکہ حدیث شفاعت میں آیا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ آج کے دن اس قدر غصے میں ہے کہ اس طرح اس نے پہلے کبھی نہیں کیا اور نہ ہی بعد میں ایسا غصہ کرے گا''[2] اور اس کے نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کسی بھی وقت نقص لازم نہیں آتا۔

بہت سے اہل کلام نے اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اختیار کے ساتھ قائم ہونے کا انکار کیا ہے؛ کیونکہ ان صفات فعلیہ سے اللہ تعالیٰ کا حوادث کے ساتھ قائم ہونا لازم آتا ہے، تو انہوں نے کہہ دیا: اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی ہیں۔ پھر وہ اس کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ سے تب بھی محبت کرتا تھا جب وہ کافر تھے۔ اور مرتدین سے ان کے مرتد ہونے سے پہلے بھی جب وہ مومن تھے نفرت کرتا تھا۔

ان کے بارے میں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ: جب ہم نے اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ جو اس کے اختیار میں ہے اس کو ثابت کردیا ہے، تو گویا ہم نے یہ کہہ دیا کہ حوادث اللہ تعالیٰ کی ذات میں داخل ہوگئے ہیں۔[3]

دوسرے لوگوں نے صفات فعلیہ میں ان کی مخالفت کی ہے: ''پس انہوں نے صفات فعلیہ کے حادث ہونے کا نظریہ پیش کیا ہے؛ تاکہ اس سے مخلوق کا قدیم ہونا لازم نہ آئے۔'' حتیٰ کہ امام بیہقی اور ایک جماعت نے قرآن مجید میں مذکور تمام اسماء اور صحیح احادیث کو دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے:

۱۔ ذاتی صفات: وہ صفات جن کا اللہ تعالیٰ ازل میں بھی اور اب بھی حق رکھتا ہے۔

۲۔ فعلی صفات: وہ صفات جن کا اللہ تعالیٰ اب حق رکھتا ہے لیکن ازل میں حق نہیں رکھتا تھا،[4] اور یہ امام بیہقی کا قول ہے جس کو ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''فتح'' میں بیان کیا ہے۔

☆ جس طرح اس نے کرمانی سے تین اقسام نقل کی ہیں، اور ان میں سے آخری قسم ہے صفات حادثہ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا

---

1. عون المعبود: ۱۳/ ۴۱۔
2. اخرجه البخاری: ۴۷۱۲، مسلم رقم: ۱۹۴۔
3. عنقریب تو دیکھے گا کہ رازی ان کے بارے میں کیسے حلولِ حوادث کا عقیدہ ثابت کرے گا اگرچہ وہ انکار ہی کیوں نہ کریں۔
4. فتح الباری: ۱۳/ ۳۵۴، الاعتقاد للبیهقی: ۷۰۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تخلیق کرنا اور رزق دینا: ''ان صفات کے حدوث سے اللہ تعالیٰ میں کوئی تبدیلی لازم نہیں آئے گی۔''[1]

اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں کتاب التوحید کے تحت باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾[2] ''ہر روز وہ ایک نئی شان میں ہوتا ہے'' قائم کیا اور فرمان الٰہی ہے: ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا﴾[3] ''شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کردے'' اللہ تعالیٰ کا حدث مخلوق کے مشابہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾[4] ''اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے'' اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے کوئی نیا حکم نازل کردیتا ہے''[5] پس اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حادث بنایا ہے اور مخلوق کا حادث ہونا حادث کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ ورنہ اس سے ازلی مفعول لازم آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ افعال کو کچھ افعال کے بعد ذکر کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا پھر انسان کو پیدا کیا پھر اس کی صورت کو بنایا پھر فرشتوں کو کہا: آدم کو سجدہ کرو۔

یہ بات حبشی کی اس سوچ کے مخالف ہے جو وہ امام بخاری کے بارے میں رکھتا ہے[6] اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے دعوے کی بنیاد ہلا ڈالی کہ: اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی ہیں اور ان کے وجود کی کوئی ابتدا ہی نہیں،[7] اور اس نے اپنے پیروکاروں کے اس دعوے کو بھی کمزور کردیا ہے کہ: محدث اپنی تمام صفات کے ساتھ محدث ہے اور قدیم اپنی تمام صفات کے ساتھ قدیم ہے۔[8] اور اکثر بعد والے ماتریدیہ اور اشاعرہ (اشعری اور اس کے ساتھیوں کے علاوہ) نے اس عقیدے کو اختیار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات صرف ذاتی ہیں، اس کی وجہ سے ان کے منہج اور اکثر صفات خبریہ فعلیہ کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے وہ بیکار کی تاویل کی طرف مجبور ہوگئے۔ اور محققین نے ان کی مخالفت کی ہے۔

سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کی صفت فعل کو بھی تسلیم کیا ہے، اور انہوں نے عجیب وغریب فہم فلسفی کو نہیں سمجھا، قتادہ سے روایت ہے کہ ''اللہ تعالیٰ جب تخلیق کر کے فارغ ہوا تو پھر عرش پر مستوی ہوا''[9] اور امام طبری نے کہا: ''جب اللہ تعالیٰ مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہوا جب اس نے چاہا تو عرش پر مستوی ہوا''[10] اور یہ خاص وقت کے ساتھ موقت کام کا اثبات ہے۔

---

[1] فتح الباری: ۱۳/ ۴۹۷۔
[2] الرحمن: ۲۹۔
[3] الطلاق: ۱۔
[4] الشوری: ۱۱۔
[5] اخرجه البخاری: ٤/ ٤١٠۔
[6] اظهار العقيدة السنية: ۳۱۔
[7] اظهار العقيدة السنية: ۳۷۔
[8] نشرة الشؤون الخارجية: ۱۲۔
[9] الأسماء والصفات: ۲/ ۱۲۰۔
[10] تفسير طبری: ۱/ ۱۵۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفات ذاتیہ اور فعلیہ کے درمیان فرق نہ کرنا خطرناک ہے:

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے الحاد اور فساد جیسی بیماری جنم لیتی ہے؛ بلکہ صفات فعلیہ کے مقدم ہونے کے قول سے مخلوقات کے مقدم ہونے کا قوم وجود میں آیا؛ کیونکہ ازلی کام اور وہ حادث چیز جس پر کام کیا گیا ہو اس میں تفریق کرنا ممکن ہی نہیں، اس شخص کا کوئی قصور نہیں جس نے مخلوق کے مقدم ہونے کا وہم وگمان کیا جیسا کہ حبشی نے شکایت کی تھی گناہ گار تو وہ شخص ہوگا جو صفات فعلیہ اور ذاتیہ کو ایک ہی چیز بنا کر اس فاسد عقیدے کو اپنائے، بے شک حدث اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کے ساتھ قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ازلی صفات ذاتیہ کے ساتھ اس کا کوئی دخل نہیں، جیسا کہ اس کے متعلق ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے علاوہ امام بیہقی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی نص بیان کی ہے۔

رازی سب سے بڑا اشعری ہے...... وہ واضح طور پر اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے حوادث ثابت کرنے کی ضرورت ہے:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ فخر الرازی نے مطالب العالیہ میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی کلام کے ساتھ بات کرتا ہے جو کہ اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس کی مشیت اور اختیار کے تابع ہے یہ عقلی اور نقلی طور پر سب سے صحیح قول ہے[1] جیسا کہ آمدی نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ حوادث کی نفی کا دعویٰ کرنے والوں نے بہت ہی کمزور دلائل سے حجت لی ہے۔[2]

رازی نے الاربعین فی اصول الدین میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ ''اکثر صاحبِ شعور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حوادثات اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں اور اگرچہ وہ زبان سے انکار ہی کیوں نہ کریں۔

- ☆ ابوعلی اور ابو ھاشم معتزلی ان دونوں کے پیروکاروں نے کہا: بعض دفعہ کچھ حوادث بغیر کسی محل کے قائم ہوتے ہیں۔اور ابوالحسن البصری اللہ تعالیٰ کی ذات میں نئی معلومات کے مطابق نئے علوم کا اثبات کرتا ہے۔
- ☆ اور اشاعرہ صفت حکم (فیصلہ کرنا) کے اثبات کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔اور صفت علم، قدرت اور تعلقات حادثہ کا اثبات کرتے ہیں۔
- ☆ اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ ''قبلیہ اور بعدیہ والی نسبتیں اشیاء میں بھی پائی جاتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ہر حادث کے ساتھ ہوتا ہے'' پھر اس نے اس قول پر اپنی بات کا اختتام کیا:

''حدث اللہ تعالیٰ کی ذات میں ایک اضافی وصف ہے''[3]

---

[1] فتح الباری: ۱۳/ ۴۵۵۔
[2] درء تعارض العقل والنقل۔
[3] الأربعین فی اصول الدین للرازی: ۱۱۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہ حبشی اشعری کا مخمصہ ہے، نبیل شریف نامی حبشی نے کہا: بے شک علماء کہتے ہیں: جس نے کہا: حوادث اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو جھٹلا دیا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [1] ''اس جیسی کوئی چیز نہیں'' احباش کس طرح رازی پر کفر کا فتویٰ لگا سکتا ہے حالانکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے قول کو درست قرار دیا ہے یا وہ اس مسئلے سے اجتناب اور لاپرواہی اختیار کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے بہت سے مسائل سے اجتناب اور سکوت اختیار کیا جن کو اہل السنہ نے ان پر لازم قرار دیا ہے؟!

رازی نے سچ کہا ہے، اور احباش یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں حدوث شامل ہیں پس انہوں نے اپنے خاص اشاعت میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت غضب سے مراد: ''غصے کے اثرات ہیں، اور وہ اسی دن پیدا ہوگا اور پھر ختم ہو جائے گا'' [2] پس یہ ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات میں حدث کے قائم ہونے کے بارے میں قول ہے اور ان تعلقات حادثہ کی طرف امام رازی نے اشارہ کیا ہے جس قول کو قبول کرنے پر اشاعرہ مجبور ہو گئے۔

امام رازی کا یہ اعتراف حبشی کے دعوے کو باطل کر دیتا ہے: ''یہ کسی بھی ذات کے لیے ناممکن ہے کہ وہ صفت قدیمہ کو حادثہ کے ساتھ قائم کر سکے'' [3] ان کا یہ دعویٰ بھی باطل ہے: ''کہ المحدث اپنی تمام صفات کے ساتھ محدث ہے اور قدیم اپنی تمام صفات کے ساتھ قدیم ہے۔'' [4]

پس اگر تو ان کی یہ مراد صفات ذاتیہ کے بارے میں ہے تو پھر وہ قطعی اور قبول شدہ ہے اور اگر ان کی مراد صفات فعلیہ کے بارے میں ہے تو پھر اس میں اشعری، ابن عساکر، ابن کلاب، بخاری، حافظ ابن حجر، بیہقی، کرمانی اور آخر میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اختلاف ہے''!!

اشعری کا مؤقف ہے کہ حوادث (کسی چیز کا نئے سرے سے وجود میں آنا) اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حدث کے قائم ہونے کا مسئلہ ابن تیمیہ سے قبل اشاعرہ اور ماتریدیہ کے درمیان اختلافی حافظ ابن حجر المکی الھیثمی اور العسقلانی نے دو فرقوں کے درمیان اس اختلاف کو تسلیم کیا ہے پس الھیثمی نے کہا: ''صفاتِ افعالِ اشاعرہ کے نزدیک حادثہ (بعد میں وجود میں آنے والی) اور ماتریدیہ کے نزدیک قدیمہ (پرانی) ہیں۔'' [5]

حبشی کبھی دعویٰ کرتا ہے کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے درمیان اصول دین کا نہیں بلکہ لفظی اختلاف تھا اور کبھی کہتا ہے ان کا اختلاف فروع میں تھا۔ اگر آپ اپنے مخالف پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حدث کے قائم ہونے والے قول کی وجہ سے کفر کا

---

1. الشوریٰ: ١١۔
2. نشرة جمعية المشاريع: ٦، ٧۔
3. اظهار العقيدة السنية: ٣٠۔
4. فتح المبين شرح الأربعين: ٧٨۔
5. فتح الباري: ١٣/ ٤٣٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ لگاتے ہیں تو گویا یہی فتویٰ آپ نے اشعری اور اس کی موافقت کرنے والے پر بھی لگا دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ: اگر ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس قول کی وجہ سے کافر ہوں کہ حدث اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے، تو ابوالحسن الاشعری، بیہقی، بخاری، حافظ ابن عساکر اور اسی طرح کرمانی بھی کافر ہوں گے؛ کیونکہ انہوں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس قول میں موافقت کی ہے خصوصا ابوالحسن الاشعری نے جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بارے میں "فتح" میں دلیل بھی بیان کی ہے کہ وہ حبشی اپنے پیروکاروں کی تعریف کرتا ہے اور اپنے مخالفین سے لاتعلقی کا اظہار کرتا ہے جب کہ وہ اپنے منہج کی خلاف ورزی کرنے والا پہلا شخص ہے۔

اگر اس کا ارادہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حدث مخلوق کے حدث کی طرح ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی تشبیہ سے پاک ہے، اور اس بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب کے باب میں دلیل بھی پیش کی ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ [1] ''وہ ہر روز وہ ایک نئی شان میں ہے'' اور فرمان الٰہی ہے: ﴿لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا﴾ [2] ''شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے'' کہ اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا مخلوق کے مشابہ نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [3] ''اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے'' ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے نیا حکم نازل کر دیتا ہے'' [4] پس بات کرنے والا خاموش رہنے کے بعد اگر بات کرے تو یہ نہیں کہا جاتا: کہ اس نے بات کرنا شروع کر دی، لیکن گونگے کے لیے کہا جاتا ہے: کہ اس نے بات کرنا شروع کر دی کیونکہ کلام کرنا اس کی صفت نہیں تھی۔

ان لوگوں نے اپنے آپ کو رب العالمین کے مقابلے میں رب العالمین کے لیے الفاظ کا انتخاب کرنے کے لیے بہت ہی زیادہ بے چین کیا لہٰذا وہ اس بات سے کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کو اس صفت کے ساتھ بیان کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے بیان کیا ہے؛ کیونکہ محدث ان کے ہاں مخلوق ہے۔

قرآن مجید کی لغت اس بے معنی کلام کی مخالفت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾ [5] ''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے اسے وہ کھیل کود میں ہی سنتے ہیں'' اور فرمان الٰہی ہے: ﴿لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا﴾ [6] ''شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے'' اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام مخلوق ہے؛ کیونکہ ہم اہل کلام کے اصولوں کے پابند نہیں، بلکہ ہم وہ ہی کہتے ہیں جو امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کے افعال کا حادث ہونا مخلوق کے افعال کے حادث ہونے کے مشابہ نہیں ہے۔''

---

1. الرحمن: ۲۹۔
2. الطلاق: ۱۔
3. الشوریٰ: ۱۱۔
4. اخرجه البخاري: ٤/ ٤١٠۔
5. الأنبياء: ٢۔
6. الطلاق: ۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل السنہ کے ہاں صفات فعلیہ:

یقیناً اہل السنہ صفات ذاتیہ اور فعلیہ میں فرق کرتے ہیں اور حدث (کسی نئی چیز کا پیدا ہونا) اللہ تعالیٰ کے افعال کے ساتھ قائم ہونے کا موقف اختیار کرنا یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی حدث کو ثابت نہیں کرتا:

☆ اللہ تعالیٰ اپنے لیے صرف وہی صفات بیان کرتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے، اور تاویل کرنے والے ان صفات کے بارے میں غیر معتبر باتیں بیان کرتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ، پاؤں، آنا، نازل ہونا، مستوی ہونا، انگلیاں، ہنسنا، خوش ہونا، غصہ کرنا اور راضی ہونا انہی صفات کو ہی کیوں بیان کیا؟ ایسے سوالوں سے ان میں اور بھی زیادہ شک کی بیماری پیدا ہوتی ہے، یہ شک تب ہی ختم ہوسکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے اس وصف کو ثابت کریں گے جو اس نے بیان کیا اور اس کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینے سے بعض باز آجائیں گے۔

☆ جو اپنی مشیت اور اختیار کے ساتھ کام کرتا ہے وہ اس سے زیادہ کامل ہوتا ہے جو کہ اپنی مشیت اور اختیار کے ساتھ کام نہیں کرسکتا۔

☆ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے افعال ازلی ہیں عقل اور نقل (قرآن وسنت) دونوں کے ہی خلاف ہے، کیونکہ بہت سے اہل کلام نے اس بات سے رجوع کیا اور اہل السنہ کے قول کو اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

☆ یہ مسئلہ ان کے اور عقل نقل کی مخالفت کرنے والوں (اشاعرہ اور ماتریدیہ) کے درمیان اپنی جگہ باقی رہا اس سے پہلے کے وہ حقیقی طور پر اہل السنہ سے اختلاف کرتے۔

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے متعلق حبشی کا موقف

☆ ان کے نزدیک جبریل علیہ السلام قرآن مجید کے الفاظ کو پیدا کرنے والے ہیں۔
☆ وہ اللہ تعالیٰ کی کلام کو بغیر معنی کے ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ہم اللہ تعالیٰ کی صفت کلام پر ایمان لاتے ہیں۔
☆ اس فاسد عقیدے سے کیا چیز لازم آتی ہے؟
☆ ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ مخلوق ہیں کیونکہ وہ حروف پر مشتمل ہیں۔
☆ اللہ تعالیٰ کے جو نام ہیں وہ اس کے نام نہیں بلکہ مسمیات ہیں!
☆ ابن الجوزی رحمہ اللہ کی گواہی اشاعرہ کی بنیاد کو کھول کر بیان کرتی ہے۔
☆ کیا اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے بارے میں اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان کوئی فرق ہے؟
☆ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے بارے میں حرف، آواز، تبعیض اور ازلیت کا مسئلہ۔

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے متعلق حبشی کا موقف

بہت سے حبشی اور اشاعرہ کے حقیقی معتقدین قرآن مجید سے ناواقف ہیں، اور وہ نہیں جانتے کہ اشاعرہ قرآن پاک اور اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے درمیان فرق کرتے ہیں پس ان کے ہاں قرآن مجید تو عربی میں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا کلام عربی میں نہیں ہے اور ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کا کلام لغت نہیں ہے اور نہ ہی وہ جائز سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی لغت (زبان) میں کلام کرتے ہیں۔ اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی کلام کو سنا: پس اللہ تعالیٰ کی کلام حروف اور آواز پر مشتمل ہے۔

یہی ان کی انتہا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کلام نہیں ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے خلاف ہے ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقف (عرفات) میں اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہتے تھے: ہے کوئی جو مجھے اپنی قوم میں لے چلے؟ کیونکہ قریش نے مجھے اپنے رب کے کلام (قرآن) کی تبلیغ سے روک دیا ہے۔''[1]

اس کے بعد جب انہوں نے قرآن مجید کو اللہ رب العزت کا کلام کہنے سے انکار کر دیا تو انہوں نے اس کلمہ کو منسوخ کر دیا: ''قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کلام سے عبارت ہے'' وہ اس شخص کی غلطی کو درست کر لیں جو اس بات کا عقیدہ رکھتا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کلام ہے، پس پہلی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا ان کے ہاں نام رکھ دیا جائے: ''التعبیر''؛ کیونکہ تعبیر لغت میں اس چیز کو کہتے جو لغت ہے۔

اس ظلم کے بعد ایک اور ظلم انہوں نے کیا:

اشاعرہ اپنے مخالفین جو اللہ تعالیٰ کے لیے حرف اور صوت کا اثبات کرتے ہیں کا عقیدہ بیان کرنے میں امانت دار نہیں ہیں، ان لوگوں نے اپنے مخالفین کی طرف ان باتوں کو منسوب کیا جو انہوں نے نہیں کہی ہیں، حتی کے کوثری کا گمان ہے کہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت کا منہ، داڑھیں اور حلق بھی ہے۔[2] اور اس کوثری کی احباش نے بھی پیروی کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ بعض حنابلہ نے مبالغہ کیا ہے انہوں نے کہا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی آواز ازلی اور قدیم ہے اور مصحف (قرآن) میں موجود حروف کی شکلیں بھی ازلی اور قدیم ہیں، اور قرآن مجید کی جلد اور ورقہ بھی ازلی ہے۔[3]

اور حنابلہ میں سے بعض جو مبالغہ کرنے والے ہیں وہ کون ہیں؟

پس انہوں نے اپنے آپ کو یقین اور امانت داری کی منزلت سے گرا لیا ہے، وہ خواہش پرست لوگ ہیں: جب بھی

---

[1] ابو داود: ٤٧٣٤، الترمذی: ٢٩٢٥۔

[2] مقالات الکوثری: ٣٩٢۔

[3] الفقه الأكبر بشرح القاری: ١٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے کسی کی مدح یا مذمت کی ہے تو مبالغہ کیا ہے اور اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے۔

اس بحث میں ہم اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے بارے میں اشاعرہ کے حقیقی عقیدے سے پردہ اٹھائیں گے، اور ہم یہ ثابت کریں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں اگرچہ یہ اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ان کے مذہب کی انتہا اسی قول پہ ہوتی ہے جس سے یہ بچتے ہیں، یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے، اور اس بات کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں کلام نہیں کر سکتا ہے۔

حبشی نے ابو جعفر الطحاوی کے قول کی تاویل کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی کلام کے بارے میں ہے کہ: ''قران مجید اللہ تعالیٰ سے شروع ہوا ہے''...... اس معنی میں کہ: وہ اس سے ظاہر ہوا ہے۔ یعنی جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی کلام کے ذاتی معنی کو اپنی طرف سے الفاظ میں تبدیل کر دیا۔ اور اسی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شمار ہوتا ہے۔

اشاعرہ کے ہاں جبریل علیہ السلام قران مجید کے الفاظ کو پیدا کرنے والے ہیں:

جب حبشی نے نازل شدہ قرآن کو اس بات (قرآن اللہ تعالیٰ کی کلام سے عبارت ہے) سے تعبیر کیا تو واضح اعلان کیا کہ قرآن مجید حقیقی طور پر جبریل علیہ السلام کی کلام ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ [1] ''کہ بیشک یہ (قرآن) بزرگ رسول کا قول ہے'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قول کی نسبت جبریل علیہ السلام کی طرف کی ہے...... اور قراءت کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف وارد ہوئی ہے اس سے جبریل علیہ السلام کی قراءت مراد ہے؛ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا، فرمان الٰہی ہے ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ [2] ''ہم جب اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں'' پھر اس نے ابو القاسم الانصاری رحمہ اللہ کے اس قول سے استدلال لیا: ''یقیناً اللہ رب العزت کی کلام قدیم ہے جس پر عبارات دلالت کرتی ہیں اور یہ اس (کلام) سے نہیں ہے'' [3] یعنی اللہ تعالیٰ کی کلام کا ان عبارات سے کوئی تعلق نہیں جو جبریل علیہ السلام کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کلام سے عبارت ہے۔

حبشی نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ''قرآن، نازل شدہ الفاظ کے معنی میں اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے'' اور اسی بات کی اس سے صراحت ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کلام نہیں ہے۔ [4]

یہی اشاعرہ کا عقیدہ ہے جس پر حبشی نے بنیاد رکھی ہے اور اس کا گمان ہے کہ یہ اہل السنہ کا عقیدہ ہے، حالانکہ یہ معتزلہ کا ہی قول ہے جو کہ کسی دوسرے روپ میں ہے۔ یہ قول اشاعرہ کے مذہب میں قدیمی مشہور ہے بیجوری نے جوھرۃ التوحید کی شرح میں اس قول کو بیان کیا ہے۔

بیجوری نے یہ بھی ذکر کیا کہ بعض اشاعرہ کا مؤقف ہے کہ یہ الفاظ جبریل علیہ السلام کی طرف سے ہیں اور بعض کا گمان

---

1. الحاقۃ: ٤٠۔
2. القیامۃ: ١٨۔
3. اظہار العقیدۃ السنیۃ: ٥٨، ٥٩۔
4. الدلیل القویم: ٦٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں۔اور یہ امیر کا قول (جوھرہ کی شرح) میں موجود ہے۔

پس یہ ہی لوگ ہیں جنہوں نے اس شخص کی بات کی موافقت کی جس نے کہا تھا: ﴿إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ ❶ ''سوائے انسانی کلام کے کچھ بھی نہیں۔''

بیجوری نے اس بات کو راجح قرار دیا تھا کہ ''بیشک جبریل علیہ السلام نے اس کی تعبیر اپنے الفاظ کے ساتھ کی تھی'' ❷

ابن حزم رحمہ اللہ امام باقلانی کے قول پر نقد کر رہے ہیں:

امام باقلانی رحمہ اللہ نے اس رائے کی نمائندگی کی ہے جب اس نے اس بات کی صراحت کی کہ ''قرآن مجید کے جو عربی الفاظ ہیں وہ جبریل علیہ السلام کے ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ ❸ ''کہ بیشک یہ (قرآن) بزرگ رسول کا قول ہے'' اوران کو جبریل علیہ السلام نے عربی لغت میں تلاوت کیا ہے۔ ❹

اگر باقلانی کا کلام کفر اور باطل ہے:

پھر کمال الحوت حبشی کی تکفیر لازم آئے گی کہ اس نے کتاب کی تحقیق کی ہے لیکن اس کلام کا انکار نہیں کیا اور اس نے کفر کو بہتر خیال کیا۔

گویا قرآن مجید ان کے نزدیک جبریل علیہ السلام کا حقیقی کلام اور اللہ تعالی کا مجازی کلام ہو گیا! اور اسی بات نے خاص طور پر امام ابن حزم رحمہ اللہ کو امام باقلانی پر سخت جرح کرنے پر ابھارا ہے اور اشاعرہ پر عام طور پر بہت سخت عیب لگائے ہیں، ان سب پر تہمت لگائی ہے کہ ان لوگوں نے اس بات کو واضح کر دیا ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی مخالفت نہیں کی کہ قرآن مجید جبریل علیہ السلام کے کلام سے عبارت ہے۔ ❺

یہ انتہائی باطل چیز ہے، پس قرآن مجید کی نصوص بول بول کر کہتی ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالی کی کلام ہے۔کیا آپ نے نہیں دیکھا ان جنات کو جن کی اللہ تعالی نے قرآن مجید میں خبر دی ہے کہ: ﴿إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا﴾ ❻ ''اور کہا کہ ہم نے عجب قرآن سنا ہے'' اور ایک دوسری آیت میں ہے: ﴿إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ﴾ ❼ ''ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے؟'' پس اللہ تعالی نے واضح بیان کر دیا ہے یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے کوئی اور چیز نہیں۔

جبریل علیہ السلام صرف قاصد ہیں ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ﴾ ❽ ''رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے'' اور جبریل علیہ السلام پر کلام نفسی کا حرف اور صوت والی کلام میں ترجمہ کرنا لازم نہیں تھا! اور حقیقی بات تو یہ ہے کہ

❶ المدثر: ۲۵۔
❷ شرح جوهرة التوحيد: ۷۳۔
❸ الحاقة: ۴۰۔
❹ الإنصاف: ۱۴۷۔
❺ الفصل فی الملل والنحل: ۳/ ۵- ۷۔
❻ الجن: ۱۔
❼ الأحقاف: ۳۰۔
❽ النور: ۵۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جبریل علیہ السلام نے قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے اور اس کے الفاظ کو اپنی طرف سے پیدا نہیں کیا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ﴾ ❶ ''کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جرائیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں'' اگر وہ قرآن مجید کے الفاظ کو خود پیدا کرتے تو وہ رسول اور مبلغ نہ ہوتے۔لیکن اشاعرہ کہتے ہیں کہ: جبریل علیہ السلام نے پہلے قرآن مجید کے الفاظ کو پیدا کیا اور پھر نازل کیا!

اس فاسد عقیدے سے کیا لازم آتا ہے:

اس فاسد عقیدے سے بہت سی چیزیں لازم آتی ہیں:

☆ اس شخص کی تکفیر نہیں کی جاسکتی جو دوگتوں کے درمیان اللہ تعالی کی کلام کا انکار کردے۔

☆ اللہ تعالی کی حقیقی کلام کو بطور چیلنج پیش کرنے سے عاجز آنا۔

☆ اللہ تعالی کا کلام حقیقی طور پر نہ پڑھا گیا ہے اور نہ ہی محفوظ ہے۔

☆ جبریل علیہ السلام کے الفاظ کی ترتیل اور تلاوت پر ثواب مل رہا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے چند اور چیزوں کو لازم قرار دیا ہے:

☆ جو گونگا ہے وہ بھی بولنے کی طاقت رکھتا ہے۔

☆ جس نے نماز میں اپنے دل میں بات کی اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔

☆ جس نے اپنے نفس میں ہی طلاق دے دی اور زبان سے اس کا اظہار نہ کیا تو صرف نفس کے کلمہ کے ساتھ ہی بیوی کو طلاق ہوجائے گی۔

یہ تمام عقائد بدعت ہیں اور دین اسلام میں داخل کیے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالی نے کلمات کو اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے فرمان الٰہی ہے: ﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ﴾ ❷ ''سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ﴾ ❸ ''ور اللہ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں۔''

اور فرمایا: ﴿وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ﴾ ❹ ''اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے فرمان سے ثابت کر دیتا ہے۔''

اور فرمایا: ﴿وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ﴾ ❺ ''اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے آپ اللہ تعالی کے مکمل کلمات کے ساتھ پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

---

❶ النحل: ١٠٢۔ ❷ الأعراف: ١٥٨۔
❸ الأنعام: ٣٤۔ ❹ يونس: ٨٢۔ ❺ التحريم: ١٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہا اللہ تعالی کی کلام قدیم معنی پر مشتمل ہے ذات کے ساتھ قائم ہے وہ کلمات نہیں ہیں؟
اس تاویل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھی فاسد قرار دیتا ہے: ''ہم اس چیز سے ابتدا کریں گے جہاں سے اللہ تعالی نے ابتدا کی۔'' ❶

جب حبشی نے اپنی تاویل کو منہج سلیم اور فطرتِ سلیمہ سے ہٹا ہوا پایا تو اس نے امام طحاوی رحمہ اللہ کی اس عبارت کے متعلق کہا: ''مؤلف کی عبارت بہت ہی دقیق ہے اس کو صرف وہی سمجھ سکتا ہے جس کا اللہ تعالی نے حق سمجھنے کے لیے سینہ کھول دیا ہے۔''

لیکن پیچیدگی اور ابہام کب پیچیدگی دور کر سکتا ہے؟

اس کے اس قول سے اللہ تعالی کی صفت کلام کا اثبات نہیں، بلکہ:

۱۔ اس میں تو گونگے پن کا اثبات ہے، اور یہ تو معتزلہ کی بات سے بھی بری بات ہے انہوں نے اللہ تعالی کی کلام کو مانا اگر چہ وہ گمراہ ہی تھے یہ عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کہ اللہ تعالی کی کلام مخلوق ہے۔

۲۔ اگر یہ قول صحیح ثابت ہے تو پھر یہ ولید بن مغیرہ کی تائید کرتا ہے جس نے کہا تھا: ﴿إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ ❷ ''سوائے انسانی کلام کے کچھ بھی نہیں۔''

۳۔ اس نے گمان کیا ہے کہ وہ اس طرح اللہ تعالی کی کلام کو مخلوق کی کلام کے مشابہ ہونے سے پاک کر دے گا تو اس نے اس کی بنی اسرائیل کے بچھڑے کے ساتھ مشابہت دے دی وہ جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا﴾ ❸ ''کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ کوئی راہ بتلاتا تھا۔''

امام احمد رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں جو ان سے ابو الفضل التیمی نے روایت کیا ہے: ''یقیناً اللہ تعالی کے لیے کلام کرنا ہے وہ اس کے ساتھ بات بھی کرتا ہے، اور یہ اس کی ذاتی صفت ہے جو کہ گونگا پن اور خاموشی کے خلاف ہے، اور اسی کے ساتھ اللہ تعالی نے اپنی ذات کی تعریف بیان کی ہے اور ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جنہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنایا: ﴿أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا﴾ ❹ ''کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ کوئی راہ بتلاتا تھا'' اللہ تعالی نے یہ عیب ان پر اس وجہ سے لگایا کیونکہ وہ ایسے معبود کی عبادت کرتے ہیں جو نہ بولتا ہے اور نہ ہی کلام کرتا ہے، پس اگر ہمارا معبود بات اور کلام نہ کرتا تو پھر یہی بات اس کی طرف لوٹ جاتی اور اللہ تعالی کی حجت بھی ان لوگوں سے ساقط ہو جائے گی جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا۔ ❺

---

❶ اخرجه مسلم:١٢١٨ و ابو داود: ١٩٠٥ والموطا: ١/ ٣٧٤۔
❷ المدثر: ٢٥۔ ❸ الأعراف: ١٤٨۔
❹ الأعراف: ١٤٨۔ ❺ طبقات الحنابلة: ٢/ ٢٩٦۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۴۔ بہت سے لوگوں نے معتزلہ کے اس مذہب سے رجوع کیا ہے کہ قرآن مخلوق ہے؛ کیونکہ جبریل علیہ السلام قرآنی الفاظ کو پیدا کرنے والے خود مخلوق ہیں۔اور اس کا سبب معتزلہ کے فاسد اصولوں کو تسلیم کرنا ہے جو اشعری مذہب میں باقی ہیں، یہ لوگ ابھی تک اعتزالی کڑے کے طوق سے آزاد نہیں ہیں۔

۵۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی جو کلام ہے وہ نفسی معنی ہیں تو درحقیقت قرآن مجید کو حدیث قدسی کے قائم مقام بنانے والی بات ہے؛ کیونکہ حدیث قدسی بھی اللہ تعالیٰ سے بالمعنی مروی ہوتی ہے، یہ لوگ قرآن مجید اور حدیث قدسی وغیرہ میں فرق نہیں کرتے ہیں۔

مفہم جواب (جو مخالف کو خاموش کروادے):

بے شک قرآن مجید صرف ایسی کلام کو شامل نہیں جو صرف معنی پر مشتمل ہو، یہ تو ایسے حروف کو بھی شامل ہے جو کہ مرکب ہیں اور عام طور پر لغت میں ان کا معنی بھی نہیں پایا جاتا۔جیسا کہ ﴿الٓمّٓ﴾ [1]، ﴿حمٓ﴾ ﴿عٓسٓقٓ﴾ [2]، ﴿کٓھٰیٰعٓصٓ﴾ [3]، ﴿طٰسٓمٓ﴾ [4]،جس نے ان الفاظ کی کوئی تعریف اور ان کے بارے میں کوئی گفتگو کی ہے تو وہ نہ تو اس کی کسی معنی سے تعبیر کرسکتا ہے اور نہ ہی وہ لغت ہے؟!

یہ جواب کافی ہے جب اس کی طرف حق سے بھٹکے ہوئے لوگ متوجہ ہوں گے تو ان کی آنکھیں گھوم جائیں گی اس آدمی کی طرح جس پر موت کی غشی طاری ہوتی ہے۔

اشاعرہ اور ماتریدیہ کے محققین کا اس بات سے رجوع کرنا:

اشاعرہ کے اپنے! قول ایک دوسرے کے مخالف ہیں؛ کچھ لوگوں کو کہنا ہے کہ جو کلام کی ذات ہے وہ صرف معنی کا نام ہے اور کلام پر لفظ کا اطلاق مجازی طور پر کیا گیا ہے؛ کیونکہ الفاظ معنی پر دلالت کرتے ہیں، پھر ان کے امام رازی اور جوینی جیسے متاخرین آئے، انہوں نے کہا: اشتراک لفظی کی وجہ سے کلام مطلق طور پر لفظ اور معنی دونوں پر دلالت کرتی ہے، یہ چیز ان کو کھینچ لائی ہے اس اختلاف سے بھاگنے کی وجہ سے جس میں یہ واقع ہوئے ہیں۔ جبکہ اہل السنہ کا موقف ہے کہ کلام لفظ اور معنی دونوں کو مطلق طور پر شامل ہے، اور جب اس کو مقید کردیا جائے تو بعض دفعہ اس سے لفظ اور بعض دفعہ معنی مراد لیا جاتا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر معنی کے کلام ثابت کرتے ہیں:

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جس نے اللہ کی کلام کو معنی بنادیا، حالانکہ ہر عام اور خاص کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام کے معنی ہیں اور وہ صرف معنی پر ہی مشتمل نہیں ہے۔جیسا کہ ہم ایسے کوئی الفاظ کو نہیں جانتے جن کا کوئی معنی

---

[1] البقرۃ: ۱۔
[2] الشوریٰ: ۲،۱۔
[3] مریم: ۱۔
[4] الشعراء: ۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو پس اسی طرح ہم ایسے کوئی معنی بھی نہیں جانتے جس کے الفاظ نہ ہوں۔ بلکہ جو بھی کلام سے نفس میں چلتا ہے وہ حرف کی وجہ سے اگرچہ اس کی آواز نہ بھی ہو۔

وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن کو وہ خود ہی نہیں سمجھتے:

تمہارا یہ کہنا کلام نفسی کے بارے میں جس کو تم نے ثابت کیا ہے: ﴿ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ﴾ ❶ ''یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں'' تم یہ ثابت ہی نہیں کر سکے کہ وہ کیا ہوتی ہے؟ اور نہ تم اس کا کوئی تصور کر سکے ہو، یہاں تک کہ جرجانی رحمہ اللہ نے اس کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ تو قصد اور خیال کا نام ہے ❷ وہ شخص جو ایسی چیز کو ثابت کرتا ہے جس کا وہ تصور ہی نہیں رکھتا تو کیسے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسی کو ثابت کرے؟

اس خبر کے لیے ضروری ہے کہ یہ آسمان سے نازل شدہ ہو، اور وہ کسی نبی نے بھی نہ بتائی ہو، کیا اشاعرہ پر وحی اتری ہے کہ وہ ایسی بات کو جانتے ہیں جس کو انبیاء بھی معلوم نہ کر سکے؟ یا ان کے پاس اللہ کی کوئی کلام آئی ہے یا ان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یا ان کی عقلوں نے معتزلہ کی وراثت سے نتیجہ نکالا ہے؟

عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نفس کی باتوں کو نہیں جانتے لیکن جبریل علیہ السلام جانتے ہیں!:

جبریل علیہ السلام کے لیے یہ بات کیسے واضح ہوگئی کہ وہ آدمی کے نفس کی بات کو تو نہیں جانتے لیکن رب کے نفس کی بات کو جانتے ہیں؟ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام یہ کہتے ہوئے: ﴿تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ﴾ ❸ ''تو تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا'' اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ اللہ رب العزت تو مخلوق کے نفسوں کی باتوں کو جانتا ہے لیکن مخلوقات اس کے نفس کی باتوں کو نہیں جانتی ہیں اور فرشتے بھی اسی بنا پر اپنے رب کی تعریف کرتے ہیں ﴿إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ ❹ ''تو ہی پوشیدہ باتوں کو پورا جاننے والا ہے'' پس گویا کہ ان کے نزدیک جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کہتے ہیں: ''تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو جانتا ہوں'' پس اس باطل گروہ نے جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نفس کی خبر رکھنے والا بنا دیا ہے!

اسی وجہ سے رازی کا آخری مؤقف یہ تھا کہ ازلی کلام کے متعلق دعویٰ کرنا کہ وہ حروف اور اصوات (آوازوں) سے خالی ہے اس کا تصور ممکن نہیں۔ سلف اس سے لاعلم ہیں اور یہ محض ایک جہالت ہے۔ ❺

تم اللہ تعالیٰ کی نفسی کلام کی کیفیت کے بارے میں باتیں کرتے ہو کہ جبریل علیہ السلام اس کو جانتے تھے، پھر نفسی الفاظ

---

❶ الأحزاب: ٤۔ ❷ شرح الموقف للجرجاني: ٨/ ٩٧۔
❸ المائدة: ١١٦۔ ❹ المائدة: ١٠٩۔
❺ محصل اقوال المتقدمين والمتأخرين: ٢٦٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے معنی کی بناوٹ اور اس کا ان معنی کو غیر محدود طاقت کے ساتھ الفاظ کی طرف پھیرنا، تم تو یہ باتیں ایسے کرتے ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسی باتوں کا علم دیا ہوا ہے جس کا انبیاء اور صحابہ کو بھی علم نہ تھا۔ تو پھر تم پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا﴾ ❶ ''آپ کہیے کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے سامنے ظاہر کرو'' کا جواب لازم ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ بات ان لوگوں کے بارے میں کہی ہے جھوٹ گھڑنے والے گزر چکے ہیں: ﴿أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ﴾ ❷ ''یا یہ اس وقت موجود تھے جبکہ ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کی'' ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ: جب جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نفس پر مطلع ہوئے تو کیا تم وہاں موجود تھے؟

بے شک تمہاری عقلوں نے تو فیصلہ کیا کہ زمین گول نہیں ہے۔ جب تمہیں مخلوق کی حقیقت کے بارے میں ہی علم نہیں ہے اور تم زمین کے بارے میں سب سے زیادہ لاعلم ہو تو پھر تمہاری عقلوں نے یہ کیسے فیصلہ کیا ہے کہ جو جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام لی ہے وہ حرف اور آواز پر مشتمل نہیں؟!

اگر تم کسی تعبیر کرنے والے یا اللہ تعالیٰ کی کلام کا ازلی سے حادث (جو بعد میں وجود میں آئی ہو) کی طرف ترجمہ کرنے والے کو جانتے ہو اور وہ کلام کسی لغت میں بھی نہیں ہے: تو ضروری ہے کہ تمہارے پاس یہ علم بھی ہو: وہ کون شخص تھا جس نے عبرانی زبان میں موسیٰ علیہ السلام کے لیے ترجمہ کیا تھا، کیا جبریل تھا یا کوئی اور تھا؟

تمہاری متواتر دلیل کہاں ہے جس کی تم عقائد میں شرط لگاتے ہو جو تم نے مقرر کر رکھی ہے؟

پھر تم اس شخص کے بارے میں کیا حکم لگاتے ہو جو تمہارے نفسی کلام والے مذہب کو چھوڑ دے؟

جب تم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام پر وحی کی ہے تو پس تحقیق اس نے الفاظ اور کلام دونوں کے ساتھ ہی وحی کی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو لوح محفوظ میں لکھ دیا پھر جبریل علیہ السلام نے ان الفاظ کو وہاں سے لیا جو لکھے ہوئے تھے اور انہی کے ساتھ نازل ہوئے؛ تو یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں قیامت تک ہونے والی ہر چیز کو لکھ دیا ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ بغیر الفاظ اور زبان کے کچھ لکھا جا سکے۔

یہی چیز اشاعرہ کو پریشانی میں ڈال دیتی ہے۔ اور اگر آپ اشاعرہ کی حیرت کے بارے میں مزید جاننے کا ارادہ رکھتے ہیں تو امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ''الحاوی'' کا مطالعہ کریں۔ ❸

یہی وجہ ہے کہ بہت سے محققین اشاعرہ نے اس بات سے رجوع کیا جیسا کہ امام رازی اور ''الموقف''

---

❶ الأنعام: ۱٤۸۔

❷ الصافات: ۱۵۰۔

❸ الحاوی للفتاوی: ۱/ ۳۳٦۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے مؤلف ایجی جسے امام جرجانی نے اسے بیان کیا ہے اور اسی کی طرف وہ مائل ہوئے ہیں ❶ اور متاخرین میں سے ابن ہمام، ملا علی قاری اور ابراہیم الکورانی نے اپنی کتاب (اضافة العلام بتحقيق مسألة الكلام) میں ذکر کیا ہے اور اسی کے بارے میں الوسی نے کہا ہے اور یہ رجوع اس حق کی مدد ہے جس کی طرف ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بلایا ہے اور اس نے حبشی کے اس قول کا رد کیا ہے اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ماننے والوں کا اس کے بارے میں آج تک یہی قول رہا ہے۔

اکثر لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی جب چاہے تب بات نہیں کر سکتا اور اللہ تعالی کی کلام مشیت اور قدرت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔ ان کے مطابق بات کرنا کسی ادراک (جاننا) کو صرف پیدا کرنے کا نام ہے۔

ماتریدیہ میں سے شیخ ابو المحاسن نے امام طحاوی رحمہ اللہ کے اللہ تعالی کی صفت کلام کے بارے میں قول سے استدلال کیا ہے ''یہ کلام اللہ رب العزت سے ہی شروع ہوا ہے بغیر کسی کیفیت کے'' اس شخص کے رد میں جو کہتا ہے کہ اللہ تعالی کا کلام ایک معنی میں ہے اس کو سننے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ❷ اور اگر کوئی اس کا قائل ہے جو کہ متکلم کے ساتھ بغیر مشیت اور قدرت کے ساتھ قائم ہے یہ تو عقل کے مخالف ہے اس کے متعلق کسی اہل علم کا قول بھی منقول نہیں اس کے بارے میں کسی کے قول کا علم ہے، ہم عقلی دلیل کے ساتھ ایسی چیز کو کیسے ثابت کر سکتے ہیں جو کہ سمجھی ہی نہیں جا سکتی؟

اس نے کہا: اس بات کی تائید اس قول سے ہے جو سلف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی ہمیشہ سے ہی متکلم (بات کرنے والا) ہے جب، کب اور جیسے چاہے، اور کلام نوع قدیم ہے۔ ❸

ان کے ہاں اللہ تعالی جب چاہیں کلام نہیں کر سکتا:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کو لا کر یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی جب چاہے کلام کر سکتا ہے۔ ❹

انہوں نے امام احمد رحمہ اللہ سے یہ قول بھی نقل کیا ہے: ''اللہ تعالی ہمیشہ سے بات کرنے پر قادر ہے جب وہ چاہے''

علامہ حنفی شیخ ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں اہل السنہ اور اہل الحدیث اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی کا کلام حروف اور اصوات پر مشتمل ہے اللہ تعالی نے اس کے ساتھ کلام کیا ہے اس کے بعد وہ جب چاہے، اور جیسے چاہے کلام کر سکتا۔

امام ابو حنیفہ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہما کا راجح قول یہی ہے کہ اللہ تعالی کی صفت کلام قدیم ہے۔ ❺

---

❶ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ایجی کا یہ موقف ان کی کتاب (المواقف) سے حذف کر دیا گیا ہے جیسا کہ اہل باطل کی عادت ہے مگر اسے جرجانی المواقف: ۸/ ۱۰۳ کی شرح میں نقل کیا ہے۔

❷ الفصل في الملل والنحل: ۱/ ۱۲۳۔

❸ نظم الفرائد: ۱۱-۱۳۔

❹ فتح الباري: ۱۳/ ۴۹۶۔

❺ فتح الباري: ۱۳/ ۴۵۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی صفت کلام ''اسی سے نکلی ہے اور اسی کی طرف لوٹتی ہے'' اس کے مطابق جو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ ❶

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے: ''اسی عقیدے پر عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے صحابہ اور کبار تابعین کو پایا، اسی پر سلف کا زمانہ گزرا اور انہوں نے اس بات پر کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں کیا۔''

صفت کلام کو بدلنا اور مٹانا:

لیکن یہ عبارت ''اللہ تعالیٰ کی صفت کلام اسی سے ہے اور اسی کی طرف لوٹے گی'' اشعری کی تاویل نے اس کے معنی کو مسخ (ختم) کر دیا ہے؛ ابوبکر بن فورک نے اس معنی کو کسی دوسرے معنی میں تبدیل کر دیا ہے یعنی: ''وہ جو تجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال کرے گا جس کے بارے میں اس نے تجھے حکم دیا اور منع کیا۔'' ❷

انہوں نے قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے سے انکار کیوں کیا؟:

کیونکہ ان کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ازلی اور ابدی صفت کے ساتھ کلام کرتا ہے اس کی ابتدا اور انتہا نہیں ہے اور وہ ایسی کلام ہے جو کہ حروف اور پے در پے آنے والے الفاظ سے نہیں جوڑی گئی جس کے اجزاء ہوں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنی حقیقی کلام کے ساتھ ہی نفس میں بات کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کلام کسی لغت، حرف اور آواز پر مشتمل نہیں ہے۔

اسی وجہ سے یہ شروط متفق نہیں ہیں اور جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ حروف، کلمات اور اجزاء پر مشتمل ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے'' ❸ اسی وجہ سے انہوں نے ہمارے ہاتھوں میں موجود قرآن مجید کو مخلوق قرار دیا ہے، وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام مجازی طور پر تو کہتے ہیں لیکن حقیقی طور پر نہیں مانتے ''کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کلام سے عبارت ہے'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی کلام کی حکایت ہے ذاتی کلام نہیں ہے۔ ❹ اگر یہ کلام ذاتی طور پر اس سے تعبیر ہے (قرآن مجید) تو پھر وہ اس کے استعمال کے محتاج نہ ہوتے اور اگر وہ اسی کی بنا پر یہ کہہ دیتے کہ: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو معاملہ ختم ہو جاتا!

ہم ہمیشہ سے ہی تم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ: اس عبارت کا معبر کون ہے؟ اور تم نے یہ بات کیوں کہی ہے کہ: ''اگر اللہ تعالیٰ کی کلام تعبیر کی گئی ہے'' تم نے کیوں اس کو نائب الفاعل (مجہول) کے صیغے کے ساتھ استعمال کیا اور تم فاعل کو مجہول کیوں کرتے ہو؟ تو پھر تم نے اس معبر کی وضاحت کیوں نہیں کی؟

خلال اور ابوالفضل التمیمی بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس شخص کو گمراہ کہتے تھے جو کہتا تھا کہ: قرآن

---

❶ الأسماء والصفات: ٣١٥، ٣١٦۔
❷ مشكل الحديث و بيانه: ٢٨٨۔
❸ اخرجه مسلم: ٨١١۔ ❹ الدليل القويم: ٦٦، ٦٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاک اللہ تعالیٰ کی کلام سے عبارت ہے، پس ایسے شخص نے جہالت برتی اور غلطی سے کام لیا ہے۔ ❶
ان لوگوں کے ہاں اللہ تعالیٰ کی حقیقی کلام لغت اور حروف پر مشتمل نہیں ہے، اور الفاظ پر مشتمل قرآن مخلوق ہے لیکن مجازی لحاظ سے اس پر قرآن پاک کے لفظ کا اطلاق کرنا ممکن ہے، یہ کلام مکمل طور پر اس کے موافق ہے جو ماتریدی نے اپنی تاویلات میں کہی ہے ❷ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قران اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے ان کا معتزلہ اور جہمیہ کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ان لوگوں کے ہاں اللہ تعالیٰ کے نام بھی مخلوق ہیں:

اشاعرہ بہت حیرت میں مبتلا ہیں ان کی معتزلہ کے ساتھ موافقت بہت ہی لمبی مدت سے چلی آ رہی ہے، جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو نفسی معانی اور مخلوق الفاظ بنایا، تو ان سے کہا گیا کہ: اللہ تعالیٰ کے ناموں والے الفاظ (اللہ اور رحمن) کیا ہیں، کیا یہ ازلی (شروع سے) الفاظ ہیں یا مخلوق ہیں اور قرآن مجید میں بھی ہیں؟

تو وہ حیران اور پریشان ہو گئے اور کوئی واضح جواب نہ دے سکے؛ تو انہوں نے کہا: ان الفاظ کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے استعمال ہونا شروع سے ہی درست ہے یا ان ناموں کو اللہ تعالیٰ شروع سے ہی جانتا تھا۔

یہ قول باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کے متعلق ان کی پیدائش سے قبل ہی جانتا تھا، تو پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسماء اور مخلوقات کے درمیان کیا فرق ہوا؟ جب کلام نفسی حروف اور آواز پر مشتمل نہیں ہے تو یقیناً پھر وہ ایک قدیم چیز ہے، اور پھر کلام نفسی، ارادے اور علم کے درمیان کیا فرق ہوا؟

وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں پر مشتمل الفاظ کو مخلوق شمار کرتے ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو تھی لیکن کوئی لفظ اور لفظ کو بنانے والا نہیں تھا جیسا کہ امام رازی رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ❸

انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ لفظ اسم (سمو) سے مشتق ہے اور انہوں نے (سمۃ) سے مشتق ہونے کا انکار کیا ہے تاکہ وہ ان کو کہہ سکیں کہ اللہ تعالیٰ شروع سے ہی ان کے ساتھ موصوف ہے۔

ان لوگوں نے لفظ (اللہ) کو تسمیہ کے معنی میں لیا ہے، اور یہ باطل ہے تسمیہ کہتے ہیں مسمی کے لیے نام کو بنانا اور اس کے لیے اس نام کو خاص کرنا تو دونوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے یہ ایک چیز ہی کافی تھی؛ کیونکہ وضع بنیادی طور پر موضوع کے خلاف ہے۔ ❹ اور جب میں نے اس قول کی قریب سے جانچ کی تو میں نے ان کو حقیقی طور پر اس کے موافق پایا جس نے کہا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہمیہ نے یہاں تک

---

❶ العقیدہ لإبن حنبل بروایۃ الخلال: ١٠٧۔
❷ النهج السليم: ٢٦، الفقه الأكبر: ٢٧۔
❸ تحفة المريد: ٨٧۔ ❹ منهج أهل السنة والجماعة ومنهج الأشاعره فی توحيد الله: ٢/ ٤٨٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا: اللہ تعالی کے اسماء مخلوق ہیں، اور یہ واضح کفر ہے۔''❶

ان کا گمان کرنا کہ اللہ تعالی جو نام ہیں حقیقت میں اس کے نام نہیں ہیں:

جیسا کہ انہوں نے قرآن پاک کو اللہ تعالی کی کلام سے عبارت بنا دیا اور کہا کہ یہ اللہ تعالی کی کلام نہیں ہے، اسی طرح انہوں نے اللہ تعالی کے ناموں کو بھی عبارت بنا دیا حالانکہ یہ نام صفات سے زیادہ حق رکھتے تھے کہ ان کو تسلیم کیا جائے:

جیسا کہ ماتریدی نے کہا: ''وہ اسماء جن سے اللہ تعالی کا نام لیا جاتا ہے وہ اس چیز سے عبارت ہیں جو ہمیں اس چیز کے سمجھنے کے قریب کر دیتی ہیں کہ حقیقت میں یہ اللہ تعالی کے نام ہی ہیں۔''❷ اور فیض الباری کے مؤلف کہتے ہیں: ''اشاعرہ کے ہاں اسماء حسنی اضافات سے عبارت ہیں، اور ماتریدیہ کے نزدیک اللہ تعالی کے تمام اسماء صفت تکوین کے تحت آتے ہیں۔''❸ وہ لفظ جلالہ (اللہ) کے بارے میں کیا کرتے ہیں کیا اس کو بھی صفت تکوین کے تحت شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالی کا اسم اعظم ہے؟!

حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اسم جلالہ میں الحاد (حق سے پھر جانا) اختیار کیا ماتریدیہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالی کا نام علم ہے اس کی ذات پر اس کا کوئی معنی نہیں ہے۔❹

جیسا کہ امام باقلانی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے: ''اللہ تعالی کے ننانوے نام ہیں'' ''اللہ تعالی کے ننانوے تسمیہ ہیں یعنی یہ وہ عبارات ہیں جو اللہ تعالی کے ہونے سے مشتق ہیں اور اللہ تعالی کی ذات مختلف اوصاف پر مشتمل ہے۔''❺

صاحب کتاب کہتے ہیں: اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالی کا شروع سے ہی کوئی نام نہیں ہے، اور اس سے معتزلہ کے ساتھ اس بات میں موافقت لازم آئے گی کہ اللہ تعالی کے نام مخلوق ہیں؛ اللہ تعالی کے نام ازلی اور مخلوق ہوں یہ ایک ہی وقت میں ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ پس وہ معنی میں جہمیہ اور معتزلہ کے موافق ہو گئے اور لفظ میں اہل السنہ سے موافقت اختیار کی۔

تحقیق ہم نے اللہ تعالی کے اسماء کا بہترین وصف بیان کیا ہے کیونکہ وہ اچھے معانی پر مشتمل ہیں؛ اسی وجہ سے ان کا یہ کہنا کہ اللہ تعالی کے اسماء اس کی مخلوق ہیں یہ قرآن کو مخلوق کہنے کی طرح ہی ہے۔

اسی لیے بیجوری نے اس کا ایسا جواب دیا ہے جس کی وجہ سے اس کی حیرت اور تردد ظاہر ہو گیا ہے جب اس نے یہ کہا: ''خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس بحث کو بیان ہی نہیں کیا گیا۔''

میں کہتا ہوں: وہ کیسے بیان کر سکتے تھے یہ تو اعتزالی گندگی جس کو اس قوم نے وراثت میں لیا ہے؟!

---

❶ اصول الإعتقاد: ۲/ ۲۱۴۔
❷ التوحید للماتریدی۔
❸ فیض الباری: ۴/ ۵۱۷۔
❹ نظم الفرائد: ۲۱۔
❺ التمہید: ۲۶۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صاحب کتاب کہتے ہیں صحیح جواب یہ ہے کہ: اس چیز کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے نام مخلوق ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام اس کی کلام سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کلام مخلوق نہیں ہیں جیسا کہ امام دارمی رحمہ اللہ نے کہا ہے: ''جیسے وہ ہمیشہ سے موجود ہے ویسے ہی اس کے نام بھی ہمیشہ سے موجود تھے۔''①

ابن جوزی رحمہ اللہ کی ایک خطرناک گواہی جو واضح کرتی ہے کہ عجم کہ بیوقوف لوگ حبشی کے عقیدہ کا مصدر ہیں:

یہ خطرناک بات عجمیوں کی ایک بیوقوف جماعت نے کی ہے جیسا کہ ابن جوزی رحمہ اللہ ② کہتے ہیں: ''بغداد میں اہل بدعت عجمیوں کی ایک جماعت آئی وہ وعظ نصیحت کے منبروں پر فائز ہو گئے، انہوں نے اپنی مجلسوں میں یہ کہنا شروع کر دیا: زمین میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کوئی کلام نہیں۔ اور مصحف صرف اوراق پر مشتمل ہے! پھر انہوں نے کہا: حروفیہ کہاں پر ہیں جن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید حروف اور آواز پر مشتمل ہے؟ یہ تو جبریل علیہ السلام کی عبارت ہے۔''③

''اور انہوں نے کہا: قرآن مجید نہ تو نازل ہوا ہے اور نہ ہی اس کے نازل ہونے کا تصور کیا جا سکتا ہے، اور صفت اپنے موصوف سے کیسے جدا ہو سکتی ہے اور قرآن مجید میں صرف اور صرف سیاہی اور اوراق ہیں؟!

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آسمان میں نہیں ہے اور رہی وہ لونڈی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا کہ: ''اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟'' وہ گونگی تھی تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ ④ یعنی: اللہ تعالیٰ ان معبودوں میں سے نہیں ہے جن کی زمین میں عبادت کی جاتی ہے۔

انہوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آسمان میں نہیں ہے اور نہ ہی یہ کہا جائے گا کہ: اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے وہ آسمان دنیا پر نازل نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی رحمت نازل ہوتی ہے، جس چیز کو ثابت کرنا لازمی تھا وہ لوگوں کے دلوں سے مٹ گئی، ⑤ وہ ہمیشہ اس بات پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ اکثر لوگوں کے دلوں سے قرآن مجید کی عظمت ختم ہو گئی۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ اشعری کو ڈانٹتے ہیں اور خلق قرآن کا قول بھی اس پر لازم قرار دیتے ہیں:

ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''جب تک علی بن اسماعیل الاشعری نہیں آیا تب تک لوگوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا اس نے آنے کے بعد معتزلہ والی بات کی اس کے بعد کہا: اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، ⑥ اور اس نے اپنے دعوے کو اس بات سے پختہ کیا کہ جو ہمارے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔''

---

① النقص علی بشر المرلیسی: ۱۳۔

② حبشی ان کی تعریف کرتا ہے اور ان کے کلام کو دلیل بناتا ہے۔

③ صیدالخاطر: ۱۸۱۔

④ حبشی کے پیروکار یہی بات کرتے ہیں یعنی ان کی بات کا مصدر یہ بے وقوف ہیں۔

⑤ صیدالخاطر: ۱۱۵۔

⑥ اسے شہرستانی نے اشعری سے نقل کیا ہے الفصل فی الملل والنحل: ۱/ ۱۲۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

امام ابونصر السجزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جان لو اللہ تعالی مجھے اور تمہیں ہدایت دے کہ مخلوق کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔۔۔۔اس بات پر کہ کلام حرف اور آواز پر مشتمل ہوتی ہے حتی کہ ابن کلاب، قلانسی، اشعری اور ان کے ساتھی ظاہر ہوگئے جنھوں نے معتزلہ کا رد کرنے کا مکروفریب کیا۔'' ❶

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا صفت کلام کے بارے میں موقف:

عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن مجید سمجھے جانے والے حروف اور سنی جانے والی آوازوں پر مشتمل ہے؛ کیونکہ اس کے ساتھ گونگا شخص بات کرنے لگ جاتا ہے، جس نے اس کا انکار کیا اس کی حس ختم ہوگئی اور وہ اندھا ہوگیا'' ❷ اور یہ اس قول کے خلاف ہے جو اشعریہ نے کہا کہ اللہ تعالی کی کلام قدیم معنی پر مشتمل ہے جو کہ اس کے نفس کے ساتھ قائم ہے۔ ❸ کہا: قرآنی آیات اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ کا کلام آواز ہے مگر آدمیوں کی آواز کی طرح نہیں ہے جیسا کہ اس کا علم، قدرت اور باقی صفات آدمیوں کی صفات کے ساتھ مشابہہ نہیں ہیں، ❹ امام احمد اور ان کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ جب انہوں نے اس بات پر ہمارے ساتھ موافقت کی ہے کہ اللہ تعالی کی سماعت مخلوق کی سماعت کی طرح نہیں ہے، تو پھر وہ ہماری اس بات پر موافقت کیوں نہیں کرتے کہ اللہ تعالی کی آواز ہے لیکن وہ مخلوق کی آواز کی طرح نہیں ہے؟!

کلام نفسی اہل السنہ کا قول کیسے ہوسکتا ہے؟ پس حبشی پر یہ لازم ہے کہ وہ اس پر امام شافعی، امام احمد، امام مالک یا سلف رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی ایک کا کلام پیش کرے!

جی ہاں، اس بات پر اشعری کا تفرد ہے اور اس کا ابن الجوزی رحمہ اللہ نے بہت سے سختی کے ساتھ رد بھی کیا ہے یہاں تک کہ انھوں نے کہا: ''اشعری نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ صفت کلام نفس کے ساتھ قائم ایک صفت کا نام ہے، تو اس سے یہ دعویٰ مضبوط ہوگیا کہ جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے وہ مخلوق ہے'' ❺ حالانکہ ان کا دعویٰ ہے ابن الجوزی رحمہ اللہ حنابلہ میں سے (پاکی) کرنے والے ہیں۔

اشاعرہ اور معتزلہ صفت کلام کے مخلوق ہونے پر متفق ہیں:

جب ہم خلق قرآن کے فتنے کے بارے میں دیکھتے ہیں جس کے سامنے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ثابت قدمی اختیار کی، تو ہم نے دیکھا جب اس دور کے علماء کے سامنے مصحف (قرآن مجید) پیش کیا جاتا اور ان کو حکم دیا جاتا کہ وہ کہیں: قرآن مجید مخلوق ہے، پس وہ مصحف کی طرف اشارہ کرتے اور قصد کرتے کہ ان کا انگوٹھا مخلوق ہے۔

---

❶ الرد علی من أنکر: ۸۰۔
❷ الغنیة لطالبی الحق: ۵۹۔
❸ الغنیة: ۶۰۔
❹ الغنیة: ۶۲۔
❺ صیدالخاطر: ۱۸۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان دلیلوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب جہمیہ اور معتزلہ نے قرآن مجید کو مخلوق قرار دیا تو یہی قرآن تھا جو ہمارے ہاتھوں میں ہے نہ کہ کلام نفسی مراد لی جو کہ اس سے قبل معروف ہی نہ تھی، اور یہیں سے ہم جبشی، معتزلہ اور جہمیہ کے درمیان انتہائی قدیم موافقت دیکھتے ہیں؛ کیونکہ ان کی بات کا اختتام اسی بات پر ہوتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے؛ اسی لیے انہوں نے کہا کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ نے لفظ میں معتزلہ کی موافقت کی اور معنی میں مخالفت کی ہے۔

معتزلہ کی موافقت میں ان کی صراحت:

اشاعرہ اور ماتریدیہ قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام میں فرق کرتے ہیں، وہ تیرے لیے یہ جائز قرار دیتے ہیں کہ تم کہو: اللہ تعالیٰ کی صفت کلام غیر مخلوق ہے، اور لیکن یہ جائز قرار نہیں دیتے کہ تم کہو: ''قرآن مجید غیر مخلوق ہے'' جب مقصود کلام نفسی ہے؛ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کلام نفسی اور کلام لفظی جو کہ مخلوق ہے کے درمیان فرق کرتے ہیں، اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم کہیں: جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔

اشاعرہ اور ماتریدیہ نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ وہ قرآن مجید کے مخلوق ہونے میں معتزلہ کے ساتھ متفق ہیں، ان کے اور معتزلہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ وہ کلام نفسی پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ ❶

امام جوینی رحمہ اللہ نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ ''انہوں نے معتزلہ کے ساتھ عبارت اور تسمیہ میں اختلاف کیا ہے اس کے باوجود معنی اور جوھر میں اشاعرہ کے ساتھ متفق ہیں بے شک معتزلہ کے قول کا معنی یہ ہے: یہ عبارات اس کی مخلوق ہیں اور ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں لیکن ہم اس بات سے منع کرتے ہیں کہ کلام کے خالق کا نام متکلم رکھا جائے، پس تحقیق ہم نے معنی پر تو اس کو لاگو کیا اور تسمیہ میں اتفاق کرنے کے بعد آپس میں اختلاف کیا۔'' ❷

پس اشاعرہ معتزلہ کے ساتھ صفت کلام ہونے میں متفق ہیں اسی وجہ سے جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کو کلام اللہ کہنے پر راضی نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے عبارت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کے بارے میں بیجوری نے ان کے مذہب کی حقیقت کو واضح کیا ہے وہ کہتے صفت کلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے لیکن انہوں نے اس بات کو عام لوگوں سے چھپایا تاکہ اس موافقت کے اثرات واضح نہ ہو جائیں پس اس نے کہا: ''قرآن مجید کو صرف اور صرف مقام تعلیم میں مخلوق کہا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کہنا جائز نہیں'' ❸

جب ماتریدیہ نے اس بات کی صراحت کر دی کہ وہ کلام جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بات کی تھی وہ مخلوق ہے تو اس بات سے ان کی معتزلہ کے ساتھ بالکل واضح طور پر موافقت ثابت ہوتی ہے، ماتریدیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی آواز درخت میں پیدا کر کے موسیٰ علیہ السلام کو سمجھائی۔ محمد ابو زھرہ کہتا ہے کہ: ''وہ اس بات میں معتزلہ کے

---

❶ اشارات المرام: ١٤٤، شرح العقائد النسفية: ٥٧۔

❷ الإرشاد: ١١٦، المحصل للرازي: ٢٦٥، ٢٦٦۔ ❸ جوهرة التوحيد: ٧٢، تحفة المريد: ٩٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ متفق ہے۔“[1] ابو زھرہ نے تصدیق کی پس تحقیق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: ”معتزلہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے جو بات کی اس کو درخت میں پیدا کیا۔“[2]

حبشی نے معتزلہ کو ان کی اس بات کی وجہ سے برا کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام کو ایک درخت میں پیدا کیا جبکہ اس نے تجاہلِ عارفانہ بعینہ یہ ماتریدی کا قول ہے، اس کے باوجود اس نے ماتریدی کے لیے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام کو پیدا کیا اور پھر موسیٰ علیہ السلام سے بات کی اسی وجہ سے ابن الھمام رحمہ اللہ نے ماتریدی کے قول کی رد کرتے ہوئے اشعری کے مذہب کو راجح قرار دیا۔[3]

اکثر اشاعرہ اور ماتریدیہ قرآن مجید کو مخلوق کہنے کے حوالے سے مسلمانوں کو خبردار کرتے ہیں اور یہ صرف وہ اپنے مذہب کو ترویج دینے اور فائدہ کے حصول کے لیے ہے اگر تو ان سے پوچھے:

تمہارے پاس موجود قرآن مجید اگر مخلوق ہے تو پھر تم کس قرآن کی بات کرتے ہو؟ اور کس قرآن مجید کے بارے میں معتزلہ بات کرتے ہیں جب انہوں نے یہ کہا: قرآن مخلوق ہے؟

وہ کلام نفسی کو حقیقی طور پر ثابت نہیں کرتے جب تک کہ وہ یہ نہ کہہ لیں قرآن اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور انہوں نے مطلق طور پر یہ بات کہی ہے: ”قرآن مخلوق ہے“ وہ قرآن مجید کے بارے میں وہ باتیں کرتے ہیں جن کو تم اس بات سے تعبیر کرتے ہو کہ وہ مخلوق ہے اس دلیل کے ساتھ کہ وہ حرف، آواز اور الفاظ پر مشتمل ہے اور تم اللہ تعالیٰ کو ان تمام چیزوں سے پاک بھی کرتے ہو۔

حق اور باطل میں تحریف کرنے والو جواب دو: کیا معتزلہ نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ کا کلام نفسی مخلوق ہے؟[4]

کلام نفسی کی بات کرنا اہل السنہ کے منہج کے خلاف ہے:

حبشی نے دعویٰ کیا ہے کہ اہل السنہ کہتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ کی صفت کلام نفس میں معنی کا نام ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا اور ایک معلق روایت نقل کی ہے: ”یقیناً اللہ تعالیٰ آواز کے ساتھ بلاتا ہے جسے وہ قریب سے سنتا ہے“ پھر اس نے کہا: ”اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز مخلوق کے مشابہ نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آواز دور والا بھی ویسے ہی سنتا ہے جیسا کہ قریب والا سنتا ہے، اور یقیناً فرشتے اس کی آواز سے بے ہوش ہو جاتے ہیں، اور جب وہ فرشتوں کی پکارتا ہے تو فرشتے بے ہوش نہیں کیے جاتے۔“[5]

---

1. التوحيد للماتريدي: ٥٩، تاريخ المذاهب الاسلامية: ١٨٣۔
2. فتح الباري: ١٣/ ٤٥٤، ٤٥٥۔
3. المسامرة شرح المسايرة: ١/ ٨٩۔
4. اظهار العقيدة السنية: ٦٩۔
5. خلق أفعال العباد للبخاري: ١٣٧۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس قول کے جھوٹے ہونے کی گواہی دی ہے جب انہوں نے کلام نفسی کو اشاعرہ کی طرف منسوب کیا، اسی دوران انھوں نے مرتضی زبیدی کا ذکر کیا ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کو اختیار کیا ہے کہ اللہ تعالی آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے، اور اسی کو ابوالفضل التمیمی نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی روایت سے ثابت کیا ہے۔ [1]

اس سے حبشی کا بھی جھوٹا پن ثابت ہوتا ہے جو اس نے گمان کیا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اس بات پر کہ اللہ تعالی آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ [2]

اشعری کے اس قول کی بنیاد پر: ''ہم اسی منہج پر ہیں جس پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے ہم اس سے منہ موڑ لیتے ہیں'' [3] ہم تم پر حکم لگائیں گے کہ تم ایک اختلافی منہج پر ہو اور اس پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نہ تھے؛ کیونکہ اشعری کی گواہی کی بناء پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مؤقف ہی اہل السنہ کا مؤقف ہے۔

الموفق المقدسی نے ایک رسالہ لکھا "تحريم النظر في كتب علم الكلام" جس میں انہوں نے ابن الجوزی کے استاد ابن عقیل کا رد کرتے ہوئے دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالی حرف اور آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے۔

زبیدی نے بھی اس بات کی خبر دی ہے کہ: ''جس نے احادیث میں غور وفکر کر کے آواز کا استدلال لیا اس کو جہالت کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔'' [4]

انہی دلائل میں سے ایک جس کو امام سبکی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حسین بن علی الطبری اشعری تھے اس کے اور ان حنابلہ کے درمیان مناظرے ہوئے جو آواز اور حرف کے قائل تھے، تو پھر اشاعرہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے کیسے موافق ہو سکتے ہیں؟

ابن اعین نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا تذکرہ ان اشعار میں کیا ہے: [5]

ابن حنبل رحمہ اللہ کی محنت کی بہت ہی قدر کی گئی
امام احمد بن حنبل کی محبت پہچانی گئی ہے جس کو مضبوطی سے تھامہ گیا ہے
اور جب تو دیکھے کہ کوئی امام احمد کی شان میں گستاخی کر رہا ہے
تو پس جان لے کہ اس کے عیب بھی ظاہر ہونے والے ہیں

---

[1] فتح الباری: ۱۳/ ۴۶۰۔ اتحاف السادة المتقین: ۲/ ۷۹، طبقات الحنابلة: ۲/ ۲۹۶۔
[2] المقالات السنية: ۷۵۔
[3] تبيين كذب المفترى: ۱۵۸۔
[4] اتحاف السادة المتقين: ۲/ ۱۵۰۔
[5] التبيين لابن عساكر: ۴۲۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلام نفسی کے باطل ہونے کے دلائل:

۱۔ نفسانی کلام ایک ایسا دعویٰ کہ جس کی کتاب وسنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں حتی کے لغت بھی اس کے بارے میں کوئی گواہی نہیں دیتی؛ کیونکہ اللہ تعالی نے مطلق طور پر اپنے لیے کلام کا اطلاق کیا ہے اور کلام حقیقی کے علاوہ اس کو کلام نفسی کے ساتھ مقید نہیں کیا، جب مطلق طور پر کلام بولا جائے تو اس وقت وہ لفظ اور معنی دونوں کو ہی شامل ہے اس کو تب ہی مقید کیا جاسکتا ہے جب اس پر کوئی دلیل پائی جائے۔ ابن فارس کلام کا معنی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کلام اس کو کہتے ہیں جو سمجھی جانے والی بات پر دلالت کرے۔'' ❶

اس وقت تک کلام کو کلام نہیں کہا جاسکتا جب تک وہ نفس کے ساتھ قائم ہو۔

☆ حدیث قدسی ہے: ''میرے بارے میں میرا بندہ جو گمان کرتا ہے میں (اس کو پورا کرنے کے لیے) اس کے پاس ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے (بھری) مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں ان کی مجلس سے اچھی مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں۔'' ❷

اس حدیث قدسی میں کلام کی دو اقسام بیان ہوئی ہیں: پہلی: کلام جو نفس سے قائم ہے اور دوسری: فرشتوں کے ساتھ بات کرنا، جو دوسری کلام ہے وہ پہلی کلام کے علاوہ ہے۔

☆ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ﴾ ❸ ''اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر جو ہم کہتے ہیں سزا کیوں نہیں دیتا" کلام نفسی کو مقید کو کرنے پر اللہ تعالی کا یہ قول دلالت کر رہا ہے ﴿فِي أَنفُسِهِمْ﴾

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خیالات فاسدہ کی حد تک معاف کیا ہے، جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے زبان سے ادا نہ کرے'' ❹ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مطلق کلام بولنے سے نفسی کلام خود بخود ہی نکل جائے گی۔

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے اپنے نفس میں کلام کو بہت ہی خوبصورت بنایا'' اور تزویر کا مطلب ہی کہ کلام کو درست کرنا جیسا کہ امام اصمعی رحمہ اللہ نے کہا، ❺ پس اگر مطلق طور پر لفظ کلام بولا جائے تو وہ صرف معنی پر ہی دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کی اللہ تعالی کے اس فرمان کے ساتھ تقیید ہوتی ہے ''فی نفسی۔''

---

❶ معجم مقاليس اللغة: ٥/ ١٣١۔
❷ صحيح البخاری: ۳۲۸/۱۳ و مسلم: ٢٦٧٥۔
❸ المجادلة: ٨۔
❹ صحيح البخاری: ٤٧٨/١١ و مسلم:١٢٧۔ ❺ صحيح البخاری: ٦٨٣٠۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جب کلام مطلق ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسی دلیل نہ ملی ہو جو اس کو مقید کرتی ہو تو پھر اس کو مقید کرنا ناجائز ہے جیسا کے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "بے شک اللہ تعالیٰ جو نیا حکم اپنے نبی کو چاہتا ہے دیتا ہے، اور جو نیا حکم دیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نماز میں کلام نہ کرو" ❶ اب کوئی بھی عقل مند انسان یہ نہیں کہے گا: بے شک نماز میں کلام نفسی منع ہے؛ کیونکہ جب بھی مطلق طور پر لفظ کلام بولا جاتا ہے تو سب سے پہلے کلام حقیقی ذہن میں آتی ہے نہ کہ کلام نفسی۔

یہی بات لغت اور عرف عام سے ثابت ہوتی ہے، پس اہل عرف بولنے والے کو ہی متکلم کہتے ہیں اور جو اس کے علاوہ ہے اس کو ساکت (خاموش رہنے والا) یا گونگا کہتے ہیں۔

امام مقدسی رحمہ اللہ کے لطائف:

۱۔ اسی وجہ سے عبدالرحمن بن عساکر جب موفق بن قدامہ المقدسی کے پاس سے گزرے اور ان پر سلام کیا اور موفق نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا، جب ان سے جواب نہ دینے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: "پس وہ (ابن عساکر) کلام نفسی کا عقیدہ رکھتا ہے اور میں اس جواب اپنے نفس میں دیتا ہوں!!۔" ❷

جب مطلق طور پر لفظ کلمہ بولہ جائے: تو اس سے لفظ اور معنی دونوں ہی مراد لیے جاتے ہیں اس سے صرف معنی مراد لینا جائز نہیں، اور جو کہے: میں اس سے صرف معنی ہی مراد لوں گا پس اس نے کلمہ کے حقیقی معنی کو تبدیل کر دیا۔ نجم طوفی کہتا ہے: "بے شک کلام "الکلم" سے مشتق ہے کیونکہ یہ سننے والے کے نفس میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے، اور جو چیز کسی کے نفس پر اثر انداز ہوتی وہ عبارات ہیں نہ کہ نفسی معانی۔"

۲۔ کلام نفسی کو ثابت کرنے سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفت کلام ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس سے تو صفت کلام کی نفی ہوتی ہے؛ کیونکہ اس وقت گونگے کو بھی متکلم (بات کرنے والا) کہنا جائز ہوگا کیونکہ وہ کلام حقیقی سے عاجز ہونے کے باوجود کلام نفسی پر قادر ہے، پس جو شخص کلام کرنے پر قادر ہی نہیں اس کو گونگا کہتے ہیں، اور جو بات کرنے کی قدرت کی باوجود بات نہ کرے اس کو ساکت (خاموش رہنے والا) کہتے ہیں۔

باقلانی اپنے رب کو گونگے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں:

یہ انتہائی تعجب والی بات ہے کہ باقلانی کلام نفسی کو ثابت کرنے کے لیے گونگے کی دلیل کو پیش کرتا ہے "جو زبان سے بات نہیں کرتا اور نہ ہی آواز کو سنتا ہے وہ ہمیں اپنے نفس کی کلام اور ہم اس کو اپنے نفس میں موجود کلام کو زبان سے بات کیے بغیر اشارے کے ساتھ سمجھاتے ہیں۔" ❸

---

❶ صحیح البخاری تعلیقا: ۱۳/ ٤۹٦ و احمد: ۱/ ۳۷۷ وابوداود: ۹۲٤۔

❷ طبقات السبکی: ۸/ ۱۸٤۔

❸ الإنصاف: ۱۵۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ جس کلام نفسی کا عقیدہ رکھتا ہے وہ ہمیں اس کی حقیقت کو سمجھنے کے قریب کر رہا ہے اس کے عقیدے کی حقیقت وہی ہے جو اس نے ہمارے لیے مثال بیان کی ہے، اور یہ ایسا وصف ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مذمت ہے؛ کیونکہ جس میں کلام حقیقی اور کلام نفسی دونوں ہی جمع ہو جائیں وہ اس سے زیادہ اکمل ہے جو صرف کلام نفسی کے ساتھ ہی متصف ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں سے کلام کرنے کے مراتب میں فرق کیا ہے، واضح طور پر موسیٰ علیہ السلام کی کلام دوسرے انبیاء سے مختلف ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ان سے بغیر واسطے کے کلام کی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں سے بغیر واسطے کے بات کرے گا، اور قشیری رحمہ اللہ نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کو خاص کر لیا اور ان سے بغیر واسطے کے بات کی اور قدریہ کے منہج کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے درخت کی آواز کو سنا لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ کہیں: موسیٰ علیہ السلام نے درخت کی آواز کو سنا ہے۔'' ❶

۴۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت استویٰ ماننے والے کے لیے ناجائز قرار دیتے ہیں کہ وہ کہے: ''اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر آسمانوں میں ہے'' ان کے ہاں ایسے لفظ کا اطلاق جائز نہیں جو شریعت میں وارد نہ ہوا ہو اور نہ ہی سلف صالحین سے منقول ہو۔

رہا یہ کہ وہ کہیں: (اس نے کلام نفسی کے ساتھ بات کی ہے نہ کہ حقیقی) تو یہ مشروع ہے کیونکہ سلف نے اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کی!!!

کلام نفسی کی حقیقت کی دو صفات ہیں: علم اور ارادہ:

جب کلام نفسی بغیر حرف اور بغیر آواز کے ہو، اور یقیناً یہ بہت ہی پرانی چیز ہے، تو اس کے درمیان اور ارادے و علم کے درمیان کیا فرق ہے؟ اسی لیے جو اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مذہب کی تحقیق کرنے والا ہے وہ اس بات کو جان لے گا کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے بارے میں بات کرتے ہیں تو یقیناً وہ صفتِ ارادہ و علم کی بات کرتے ہیں؛ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کو فعل مضارع اور مستقبل کے ساتھ ثابت نہیں کرتے ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ﴾ ❷ ''اور جس دن وہ ان کو پکارے گا'' اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ندا (پکار) اور آواز کو ثابت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے لیے صرف کلام نفسی کو ہی ثابت کرتے ہیں۔

قدیم معنیٰ کو الفاظ کے ساتھ سمجھنا مخلوق ہے اور لاہوت (وہ چیزیں جن کا اللہ تعالیٰ کے الٰہ ہونے کے ساتھ تعلق ہے) کو ناسوت (وہ چیزیں جن کا کسی بشر کے ساتھ تعلق ہے) کے ساتھ ملانے کے مشابہ ہے جو عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کہا؛ کیونکہ وہ مخلوق ہیں اور اس کو ایک ہی کلمہ بناتے ہیں۔

---

❶ طبقات السبکی: ۳/ ٤١٧۔
❷ فصلت: ٤٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ عقیدہ تثلیث کے قائلین کے عقیدے سے مشابہہ ہے: کیونکہ وہ اس چیز کا اثبات کرتے ہیں جس کا تصور بھی نہیں کرتے، اور اس کو واضح بھی نہیں کرتے اور سوال کرنے والے کو ڈانٹنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ مسئلہ ہماری سمجھ سے باہر ہے!

اگر کلام اللہ صرف معنی پر ہی مشتمل ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کا دوسرے انبیاء پر کلام کرنے میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہے گا؛ صرف معنی کو سمجھانا اس میں تو سب ہی مشترک ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ ❶ ''اور موسیٰ (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر کلام کیا" اور لغت میں تکلیم سے مراد ہے: براہ راست کسی سے بات کرنا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بہت سے ائمہ نے کہا: یہ آیت سب سے زیادہ قوی ہے جو معتزلہ کے رد میں وارد ہوئی ہے، اور امام نحاس فرماتے ہیں: جب فعل کی مصدر کے ساتھ تاکید کی جائے تو اس سے مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہے، واجب ہے اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے جو کہ عقل سمجھ رہی ہوتی ہے۔ ❷ اور اسی کے ساتھ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جہمیہ کے خلاف اپنے مناظرے میں دلیل پکڑی جو کہ ماموم نامی شخص سے ہوا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی کلام کو سننے میں موسیٰ علیہ السلام کا دوسروں پر امتیاز کا ثابت کر سکیں۔ ❸

لیکن ماتریدیہ اور دوسرے لوگ کہتے ہیں: (موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی کلام کو سمجھا) وہ یہ نہیں کہتے کہ: (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کلام کو سنا ہے) کیونکہ ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنا ہی نہیں جا سکتا۔ اس مسئلے میں وہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے واضح طور پر مخالف ہیں وہ قول یہ ہے: ''اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی کلام کو سنا ہے۔'' اور وہ اشعری کے شیخ عبداللہ بن کلاب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں کہ جس نے یہ کہا: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ﴾ ❹ ''اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے ''یعنی'' ...... ''یفھم'' اللہ تعالیٰ کی کلام کو سمجھ لے۔ ❺

لیکن فہم بھی سننے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے: پس موسیٰ علیہ السلام نے پہلے کلام کو سنا اور پھر سننے کے بعد پھر دوبارہ اس کو سمجھا۔

حارث محاسبی نے اس کے قریبی ہونے کے باوجود اس مسئلے میں اس کی مخالفت کی ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی صفت کلام اور صفت فوقیت (بلندی) کو ثابت کیا: ''کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے واضح طور پر بات کی اپنے عرش کے اوپر سے کی ہے جو کہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ ❻

---

❶ النساء: ١٦٤۔ ❷ فتح الباری: ١٣/ ٤٧٩۔
❸ المحنة: ٦٣۔ ❹ التوبة: ٦۔
❺ مقالات الإسلاميين: ٨٥٨۔ ❻ فهم القرآن: ٣٠٢، ٣٠٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دفعہ پھر تضاد کا شکار ہیں:

ان کے اختلافات میں سے ایک بات یہ بھی ہے جس کو امام سبکی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کلام نفسی سنی جا سکتی ہے: اور یہ اشعری کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے، کبھی وہ کہتا ہے کہ: سنی جا سکتی ہے اور کبھی کہتا ہے: نہیں سنی جا سکتی۔ [1] اور اگر ہم ان کے مزاج کو دیکھیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے: بے شک کلام نفسی کے معنی کو سنا جا سکتا ہے!

اشاعرہ جب صوفیت کو اپناتے ہیں تو وہ حرف اور آواز کو ثابت کرتے ہیں:

قشیری کے قول کے باوجود: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس وقت صرف موسیٰ علیہ السلام کو ہی بغیر واسطے کے اپنا (نفس) کلام سنایا تھا، اور اس پر امام سبکی کی بھی گواہی موجود ہے۔

اشاعرہ اور ماتریدیہ اس وقت ہی صوفی بن سکتے ہیں جب یہ بات تسلیم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حرف اور آواز پر مشتمل ہے۔

بے شک سبکی کی اس گواہی کو اشاعرہ کے مذہب کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا جب وہ صوفیہ کی حکایت بیان کرنے کی طرف مائل ہوا، تو اس نے اللہ تعالیٰ اور ابو الحسن خلعی کے درمیان براہ راست ہونے والے مکالمے کے قصے کو بیان کیا اس کا کہنا ہے کہ: ''مجھے سخت بخار ہوا تو کسی پکارنے والے نے مجھے میرے نام کے ساتھ پکارا، میں نے کہا: اے اللہ کے قاصد میں حاضر ہوں، اس نے کہا: یوں نہیں بلکہ تو کہہ: اے میرے رب میں حاضر ہوں، تم کو یہ کیسی تکلیف ہے؟ میں نے کہا: الٰہی، سیدی اور میرے مولا: جیسا کہ تو جانتا ہے، اس نے کہا: میں نے اس کو حکم دے دیا ہے اب وہ تجھ سے دور ہو جائے گا۔'' [2]

اسی بات کا سرھندی نقشبندی ماتریدی نے اعتراف کیا ہے کہ کبار علماء کے کلمات اللہ تعالیٰ کے لیے کلام اور مکالمہ دونوں کو ہی ثابت کرتے ہیں، یہ وہی ''الرحمۃ الھابطۃ'' والے ہیں جو کہ مکتوبات سرھندی پر حاشیہ ہے وہ ابن عربی سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کی زبان ہے جس کے ساتھ وہ کلام کرتا ہے اور اس کے کان ہیں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے۔ [3]

۵۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی صفت نداء (آواز دینا) اس کلام نفسی کو باطل قرار دیتی ہے جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ﴿وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا﴾ [4] ''اور ان دونوں کو ان کے رب نے پکارا'' اور مزید فرمایا: ﴿وَنَادَيْنَاهُ

---

① طبقات السبکی: ۱۰/ ۲۹۴۔
② طبقات السبکی: ۵/ ۲۵۴۔
③ مکتوبات الإمام سرھندی: ۲۹۱، حاشیہ مکتوبات: ۹۷۔ ④ الأعراف: ۲۲۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ﴾ ❶ ''ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے آواز دی'' اور اس بات کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ، ابراہیم اور آدم علیہم السلام کو اپنے نفس میں پکارا ہو، اور اسی کی امام طحاوی رحمہ اللہ نے تاکید کی ہے: یقینا اللہ تعالیٰ کی صفت کلام: ''حقیقی طور بات کرنا ہے۔'' ❷

لیکن حبشی ❸ نے امام طحاوی رحمہ اللہ کی کلام کو مسخ (ختم کر دینا) کر دیا اور دعویٰ کیا کہ: ان کا اس سے کلام نفسی مراد لینے کا ہی قصد تھا۔

کیا اللہ تعالیٰ کا کلام بغیر الفاظ کے صرف معنی پر ہی مشتمل ہے:

☆ اشاعرہ کے کلام کی حقیقت اصل ارادے اور علم پر ہی مبنی ہے۔

اشاعرہ کا دعویٰ ہے کہ: یقینا کلام خبر، امر اور نہی پر مشتمل ہوتی ہے، اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا خبر بغیر الفاظ کے حقیقت میں علم ہی ہے جو کہ نفس کے ساتھ قائم ہے، اور امر اور نہی جو نفس میں ہے وہ حقیقت میں ارادہ ہی ہیں جو کہ نفس کے ساتھ قائم ہے؛ پس یہ چیز اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے انکار کا سبب ہے کیونکہ تم نے جس کلام نفسی کو ثابت کیا ہے وہ صرف اور صرف علم اور ارادہ ہے مگر کلام نہیں ہے۔ ❹

اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا اور کلام کا ارادہ کرنا اس میں واضح فرق ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ ❺ ''وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا، تو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔'' یہاں ''اذا'' ظرفیہ استعمال ہوا ہے کہ کیونکہ وہ مستقبل کے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کی واضح دلیل ہے کہ کلام کا واقع ہونا ارادے کے بعد ہے، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کلام نفسی ہو گی جو کہ بغیر حروف اور آواز کے ہے اور وہ ایک قدیم چیز ہے، تو پھر اس صورت میں اس کے اور ادارہ و علم کے درمیان کیا فرق ہوا؟

اس کے بعد اشاعرہ یہ بات کہنے پر مجبور ہو گئے کہ خبر علم کے علاوہ کوئی اور چیز ہے اس بات سے دلیل لیتے ہوئے کہ بعض دفعہ انسان کسی بات پر حکم لگاتا ہے لیکن نہ تو وہ اس کا عقیدہ رکھتا ہے اور نہ اس کا دعویٰ کرتا ہے، تو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان آیات کو پیش کر کے ان کا رد کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بیان کیا ہے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے علم کے مطابق نازل کیا فرمایا: ﴿فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ﴾ ❻ ''پھر اگر وہ تمہاری بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے۔'' ﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ ❼ ''اس لیے جو شخص آپ کے پاس اس علم کے آجانے کے بعد بھی آپ سے اس میں جھگڑے۔''

❶ مریم: ٥٢۔ ❷ العقيدة الطحاوية: ٢٤۔
❸ اظهار العقيدة السنية بشرح العقيدة الطحاوية: ٧٧۔
❹ مقالات الإسلاميين: ٨٥٨۔ ❺ يس: ٨٢۔
❻ هود: ١٤۔ ❼ آل عمران: ٦١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر وہ یہ بات کہنے پر مجبور ہو گئے کہ امر اور نہی ارادہ کا نام نہیں اس بات سے دلیل لیتے ہوئے کہ بسا اوقات اللہ تعالی اس بات کا حکم دیتا ہے جس کا ارادہ نہیں رکھتا اور بسا اوقات ایسی بات سے روک دیتا ہے جسکا وہ ارادہ رکھتا ہے اور یہ ان کی گمراہی اور شر ہے جس کی طرف ان کا باطل عقیدہ لے گیا ہے لہٰذا انہوں نے کہا: اللہ تعالی بعض دفعہ اس کے خلاف خبر دیتا ہے جس کو جانتا ہے اور اس بات کے خلاف حکم دیتا ہے جس کا وہ ارادہ رکھتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ﴾ ❶ ''اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے'' ابن کلاب جو کہ امام اشعری کا شیخ ہے کا گمان ہے کہ اس کا معنی ہے (یہاں تک کہ انہوں نے اللہ تعالی کی کلام کو سمجھ لیا) اور فہم سننے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے: پہلے موسی علیہ السلام نے سنا اور پھر بعد میں انہوں نے دوسری دفعہ جو سنا تھا اس کو سمجھا۔

حدیث میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص سے تمہارا رب اس طرح بات کرے گا کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا'' ❷ کیا ہم میں سے ہر کوئی اللہ تعالی کی کلام کو سنے بغیر اس کے نفس کی کلام کو سمجھ لے گا جیسا کہ وہ جبریل علیہ السلام کے بارے میں گمان کرتے ہیں؟

نبی کریم ﷺ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جس دن ان کے والد شہید کیے گئے: ''بے شک اللہ تعالی نے آپ کے والد سے بغیر پردے کے بات کی ہے'' اللہ تعالی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے والد سے کیسے بات کی؟ اور امتیاز کیا باقی بچا ''بغیر پردے کے''؟!!

یہ تمہارا بغیر دلیل کے دعویٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ ملا دے گا جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ﴾ ❸ ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں۔''

ان کے نزدیک اللہ تعالی کی کلام مخلوقات کا ترتیب شدہ ہے:

جب قرآن مجید اللہ تعالی کی کلام نہیں ہے (حقیقی کلام) جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ ❹ نے اس پر سختی کی ہے ان کے مخالفین کا دعویٰ ہے کہ یہ مجازی کلام ہے پھر وہ کون شخص ہے جس نے اس کے حروف اور کلمات کو الفاظ میں بدلا ہے؟

ہم اس کا جواب بیجوری اور امیر کے سوال پر چھوڑتے ہیں جو ان دونوں کی ''جوھرۃ التوحید'' کی شرح میں ہے جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ بے شک اہل السنہ۔۔۔ اس کی مراد اشاعرہ ہیں۔۔۔ اس کے خلاف منہج رکھتے ہیں:

ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ اس کے الفاظ جبریل علیہ السلام کی طرف سے ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ اس کے الفاظ محمد ﷺ کی طرف سے ہیں، اور یہ امیر کا قول ہے جو ''جوھرہ کی شرح'' میں

---

❶ التوبة: ٦۔ ❷ صحيح البخاري: ٧٥١٢ و مسلم: ١٠١٦۔

❸ الفتح: ١٥۔ ❹ انھوں نے سختی سے کہا: اللہ تعالی حقیقی طور پر کلام کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے درحقیقت ان لوگوں نے اس کی موافقت کی ہے جس نے کہا تھا: ﴿إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ ❶ ''یہ تو صرف ایک انسان کی بات ہے۔''

بیجوری نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے: ''بے شک جبریل علیہ السلام نے اپنی طرف سے ان الفاظ کی وضاحت بیان کی تھی۔'' ❷

اسی بات کی امام باقلانی نے ترجمانی کی ہے جب اس نے اس بات کی صراحت کی کہ ''قرآن مجید میں جو عربی الفاظ ہیں یہ جبریل علیہ السلام کے ترتیب شدہ ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل لیتے ہوئے: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ ❸ ''کہ بیشک یہ (قرآن) معزز رسول کا قول ہے'' یعنی جبریل علیہ السلام نے اس کو لغت عربی میں تلاوت کیا'' تو ان کے نزدیک قرآن مجید جبریل کا حقیقی کلام اور اللہ تعالیٰ کا مجازی کلام ہے!

یہ باطل ترین قول ہے، بے شک جبریل علیہ السلام تو ایک پیغام رساں تھے: ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ ❹ ''سنو رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے'' اور جبریل پر یہ لازم نہیں تھا کہ وہ کلام نفسی کا اس کلام میں ترجمہ کر دے جو حرف اور آواز پر مشتمل ہے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید لے کر نازل ہوئے ہیں اس کے الفاظ بنا کر نہیں لائے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ﴾ ❺ ''کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جرائیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں'' اگر وہ الفاظ کو اپنی طرف سے پیدا کرنے والا ہوتا تو وہ رسول اور مبلغ نہ ہوتا، لیکن اشاعرہ کہتے ہیں: جبریل علیہ السلام نے پہلے الفاظ کو پیدا کیا اور پھر ان کو نازل کیا!

۶۔ اس عقیدے سے بہت سی فاسد چیزیں لازم آتی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

☆ جو شخص اس بات کا انکار کر دے کہ جو دو گتوں کے درمیان ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اس کو ہم کافر نہیں کہہ سکتے۔

☆ ہم قرآن کو بطور چیلنج پیش نہیں کر سکتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی کلام ہے۔

☆ جو پڑھا جاتا ہے اور محفوظ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی کلام نہیں ہے۔

☆ یہ بات بھی لازم آئے گی کہ جو قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب ہے وہ جبریل علیہ السلام کی ترتیل کے الفاظ ہیں۔

۷۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے کلمات کو اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ﴾ ❻ ''سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ

---

❶ المدثر: ۲۵۔ ❷ شرح جوهرة التوحيد: ۷۳۔
❸ الحاقة: ۴۰۔ ❹ النور: ۵۴۔
❺ النحل: 102۔ ❻ الأعراف: ۱۵۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں۔''

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ﴾ [1] ''اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔''

اور فرمایا: ﴿وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ﴾ [2] ''اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے فرمان سے ثابت کر دیتا ہے۔''

اور فرمایا: ﴿وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ﴾ [3] ''اور (مریم) اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔''

اور تواتر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی کلمات سے پناہ طلب کرنا ثابت ہے۔

تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم معنی ہے جو ذات کے ساتھ ہی قائم ہے اور کلمات نہیں ہیں؟

کلام نفسی کی بدعت کو ایجاد کرنے والا عبداللہ بن کلاب ہے:

۸۔ اشعری کے شیخ عبداللہ بن سعید بن کلاب نے سب سے پہلے کلام نفسی کی بدعت ایجاد کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کو جس کے ساتھ وہ بات کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور اس کے ساتھ قائم صفت بنا دیا، اس نے اس بات کا انکار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور مشیت کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے کہا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کلام کی حکایت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی کلام نہیں ہے۔

☆ امام ذہبی کہتے ہیں: ''اس سے پہلے یہ بات کسی نے نہیں کی۔'' [4]

☆ حتی کے امام رازی رحمہ اللہ نے ابن کلاب کے صفتِ کلام کے موقف کے متعلق کہا: ''اس نے بہت ہی دور کی بات کی ہے۔'' [5]

☆ امام ذہبی نے سچ ہی کہا ہے کہ امت کے سلف صالحین اور ائمہ اس بات کو جانتے ہی نہیں تھے، بلکہ یہ بات تو گمراہ اور بدعتی فرقوں مثلاً جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ کے دل میں بھی نہیں آئی، اور ان کا یہ دعویٰ کہ ان کی یہ بات سلف کے موافق ہے یہ صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ سلف صالحین کا مذہب ابن کلاب سے قبل ہی معروف تھا اور جب اس نے پہلی دفعہ دعویٰ کیا تو سلف صالحین کی ایک جماعت نے اس کا اور اس کے پیروکاروں کا بہت ہی سختی کے ساتھ رد کیا۔

عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ابن کلاب کے بارے میں حکم:

☆ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے واضح طور پر کہا ہے کہ عبداللہ بن کلاب قرآن مجید کے حروف کی نفی کرتا تھا۔ [6]

☆ پھر اس کے بعد اشعری آیا اس نے اس کے اس قول "ان القرآن "حكاية" كلام الله" (قرآن اللہ تعالیٰ

---

[1] الأنعام: ٣٤۔
[2] یونس: ٨٢۔
[3] التحريم: ١٢۔
[4] سير اعلام النبلاء: ١١/ ١٧٤۔
[5] محصل أفكار التقدمين والتأخرين: ٢٦٦۔
[6] الغنية لطالبي الحق: ٩٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی کلام سے حکایت ہے) کا انکار کر دیا اور لفظ ''حکایہ'' کو لفظ ''عبارۃ'' سے تبدیل کر دیا۔

☆ پھر باقلانی [1] آیا اور اس نے ثابت کیا کہ ''یہ اہل السنہ والجماعہ کا مذہب نہیں ہے کہ یہ کہا جائے: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کلام سے حکایت ہے یا عبارت ہے بلکہ ہم کہیں گے: ہم اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں، ہم کلام اللہ کو لکھتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں'' اور اسی طرح ہم ان کے درمیان اختلاف پاتے ہیں۔

اکثر اصولوں میں ابن کلاب نے سنت کی موافقت کی ہے، اس نے صرف کلام اللہ اور اللہ تعالیٰ کی اختیاری صفات میں مخالفت کی ہے؛ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہی کہا ہے اسی وجہ سے امام احمد رحمہ اللہ لوگوں کو اس کی اور اس جیسے دوسرے لوگوں کی مجالس سے ڈراتے تھے جو کہ ایک بدعت سے دوسری بدعت کو روکتے تھے جیسا کہ حارث محاسبی اور قلانسی وغیرہ۔

کیا نصاریٰ کے اقوال سے عقائد میں دلائل لینا جائز ہے؟:

۹۔ ہم اخطل نصرانی کے قول سے دلیل پکڑنے والوں سے کہیں گے:

بے شک جو کلام ہے وہ تو دل میں ہوتی ہے اور بے شک
کلام کو دلیل بنانے کے لیے زبان پر لایا گیا ہے۔ [2]

یہ بہت ہی بری قوم کا عقیدہ ہے! جو لڑائی کے وقت اپنے اختلافات نصاریٰ کے کلام پر پیش کرتے ہیں۔

☆ جب ان سے کلام نفسی پر بات ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں: اخطل نے کہا ہے: بے شک جو کلام ہے وہ دل میں ہوتی ہے......

☆ جب ہم ان سے اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: اخطل نے کہا ہے: تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا......

☆ جب ہم ان سے اللہ تعالیٰ کی صفت ید (ہاتھ) پر بات کرتے ہیں تو اخطل کا یہ شعر پیش کر دیتے ہیں: میں پریشان ہوں کہ جان تو مالک کی ہتھیلی میں ہے جب وہ کسی دن بلائے گا تو فرشتے اس کا حکم مانیں گے۔

ابن حزم رحمہ اللہ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو اس شعر سے دلیل لیتا ہے پس انھوں نے کہا: ''اس شعر کا قائل ملعون ہے، اور وہ شخص بھی ملعون جس نے اس عیسائی کی بات کو دین میں حجت بنایا۔'' [3]

کبار علماء حنفیہ میں سے ایک نے ان پر نقد کیا ہے، اور مرتضی زبیدی نے اس کا ذکر کیا ہے کہ ''شیخ علی غزی حنفی کا ان کے ہاں بہت بڑا مقام و مرتبہ ہے اس نے ''شرح عقیدہ طحاویہ'' میں کہا: ''جس نے اخطل نصرانی کے قول سے یہ دلیل

---

[1] الإنصاف: ١٦٢۔
[2] غاية المرام للآمدي: ٨٨، الإرشاد للجويني: ١١١، لمع الأدلة: ٩١۔
[3] الفصل في الملل والنحل: ٣/ ٢١٩۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لی کہ اللہ تعالی کا کلام ایک ہی معنی پر مشتمل ہے تو اس کا استدلال فاسد ہے، اگر وہ صحیحین کی اس حدیث سے استدلال لیتا تو یہ کہتے: یہ خبر واحد ہے باوجود اس کے کہ علماء نے اس کے اس استدلال کی تصدیق پر اتفاق کیا ہے اور امت نے اس کو قبول کیا ہے۔۔۔ پس اس سے دلیل لینا جائز نہیں؛ کیونکہ نصاری کلام کا معنی بیان کرنے میں گمراہی پر ہیں۔'' ❶

انھوں نے عقائد میں عیسائیوں کے اقوال سے استدلال کیوں رد نہیں کیا؟

انہوں نے اخطل کی بات کو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی بات کے مقابل فیصل بنایا ہے، اور انہوں نے کتاب وسنت کی بجائے اخطل کی نصوص کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔

وہ کسی شاعر کے سامنے جھکتے نہیں ہیں جس طرح وہ یہاں جھکے ہیں، اسم اور مسمی کے مسئلہ میں رازی نے اپنے مخالفین کا لبید کے اشعار سے دلیل پکڑنا بغیر کسی تردد کے رد کر دیا ہے کہا: ان کا شعراء کے کلام سے دلیل پکڑنا قابل توجہ بھی نہیں اور قابل اعتماد بھی نہیں۔ ❷

☆ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: خطل کے کلام میں خطأ ہے۔

☆ مختار الصحاح میں یہ معنی بیان کیا گیا ہے کہ: وہ ایک بری منطق ہے۔ ❸

☆ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ''عربی زبان نے اس معنی کی مدد کرنے سے بھی انکار کیا ہے۔''

شاعر نے کیا ہی سچی بات کہی ہے:

''وہ شخص برباد ہو جائے جو قرآن مجید کو اپنے پیچھے پھینکتا ہے اور وہ استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: اخطل نے اس طرح کہا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: مذکورہ جو اخطل کا شعر ہے اس میں تحریف ہے، جبکہ صحیح مشہور الفاظ یہ ہیں:

بیان جو ہوتا ہے وہ دل میں ہوتا ہے......

بلکہ ابن الخشاب نے کہا ہے: ''میں نے اخطل کے پرانے اشعار کے مجموعے کی تحقیق کی تو ان میں میں نے اس شعر کو نہیں پایا۔''

قرآن مجید، تورات، انجیل اور زبور حبشی کے ہاں سب ایک ہی چیز ہیں:

ان لوگوں کے ہاں انجیل اور قرآن مجید ایک ہی چیز ہے؛

کیونکہ ان کے ہاں اللہ تعالی کی کلام ایک ہی چیز ہے اور وہ بدلتی بھی نہیں لیکن اللہ تعالی کی کلام کا نازل ہونا (یا اس چیز کا نازل ہونا جو اللہ تعالی کی کلام پر دلالت کرے!!) مختلف لغات میں اس کا سبب ناموں کا مختلف ہونا ہے، اور اس کا

---

❶ اتحاف السادة المتقين: ٢/ ١٤٦۔

❷ لوامع البينات: ٢٩۔ ❸ لوامع البينات: ١٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختلف لغات میں نازل ہونے کا سبب اللہ تعالیٰ کے کلام کی تعبیر بیان کرنا ہے''جب قرآن مجید کی عربی زبان میں تعبیر بیان کی جائے گی تو وہ قرآن ہو جائے گا اور جب عبرانی زبان میں تعبیر بیان کی جائے گی تو وہ تورات ہو جائے گی اور جب سریانی زبان میں بیان کی جائے گی تو انجیل ہو جائے گی۔''❶ اور اللہ تعالیٰ کا قدیم کلام جو تورات، انجیل اور قرآن مجید نہیں ہے پس بے شک وہ لغت سے پاک ہے اور اس کے ہاں یہ کہنا بھی جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عربی، سریانی یا عبرانی زبان میں بات کی ہے۔

اس کا ردّ:

پہلی بات:...... ہم ان سے سوال کرتے ہیں: ان کا قول ''فاذا عبر عنه'' کس پر لوٹتا ہے، کہ معبر کون ہے؟

دوسری بات:...... اگر واقعتاً ایسے ہی ہے تو پھر بتائیں کہ ان الفاظ کا عبرانی اور سریانی میں مطلب کیا ہے (الم) (حم، عسق) (کھیعص) (طسم)؟ یہ وہ الفاظ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام کی ہے اور یہ معانی پر دلالت نہیں کرتے، تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟

تیسری بات:...... اللہ تعالیٰ کے کلام نفسی کا دعویٰ کسی نے نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ابن کلاب آیا اور اس نے اس بات کو اپنی طرف سے گھڑا، اور پھر اس کی اشاعرہ اور قابسی نے پیروی کی❷ حالانکہ یہ عقیدہ سلف سے منقول ہی نہیں۔ شہرستانی نے ائمہ کا قول نقل کیا ہے کہ قرآن مجید کے حروف کو حادث اور کلام اللہ کو مجازی کہنا، اس قول کو اشعری نے گھڑ کر اجماع کی مخالفت کی ہے اور یہ خالص بدعت ہے۔❸

چوتھی بات:...... تمہارا یہ کہنا کہ ''عبر عنہ'' معانی اللہ کی کلام سے تعبیر کیے گئے ہیں'' یہ ایسی بات ہے جو جہمیہ نے کی ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ جہمیہ نے کہا ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے نہ ہی بات کی ہے اور نہ ہی بات کرتا ہے جب بھی اللہ تعالیٰ کسی چیز کو وجود دیتا ہے وہ اللہ سے ہی مراد لی جاتی ہے''❹

پانچویں بات:...... اس سے یہ لازم آئے گا جب قرآن مجید کا عبرانی زبان میں ترجمہ کر دیا جائے تو اس کا نام تورات رکھنا بھی جائز ہے، اور اسی طرح جب تورات کا عربی زبان میں ترجمہ کر دیا جائے تو اس کا نام قرآن رکھنا بھی جائز ہے حالانکہ اس چیز کا باطل ہونا کسی پر مخفی نہیں ہے: اگر ہم ایک کتاب کا دوسری زبان میں ترجمہ کر دیں تو ہم ان کے معنی کو ایک دوسرے کے موافق نہیں پائیں گے، جیسا کہ اس آیت کا معنی ہی لے لیں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾❺ یہ آیت اس آیت کے معنی میں نہیں ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾❻ ...... اسی وجہ سے ملا علی قاری نے ان اقوال کو بیان کرتے ہوئے کہا

❶ جلاء العينين: ٢٧٦۔
❷ الدليل القديم: ٦٦، ٦٧۔
❸ نهاية الإقدام: ٣١٣۔
❹ الرد على الجهمية: ١٣٠، ١٣١۔
❺ الإخلاص: ١۔
❻ المسد: ١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ قول فاسد ہے اور اس کا رد بھی کیا ہے۔ [1]

☆ جب تم نے یہ جائز قرار دیا کہ مختلف حقیقتیں ایک ہی چیز ہیں اور جو کلام کی اقسام ہیں وہ بھی ایک ہی معنی کی طرف لوٹنے والی ہیں تو گویا تم نے علم، قدرت کلام اور سمع (سننا) کو ایک ہی چیز قرار دے دیا۔

☆ یہ بہت ہی مضبوط اعتراض ہے جس سے بچنا بہت ہی مشکل ہے اور یہ اشعری باقلانی اور بیجوری کے پیروکاروں کے اس نظریے کو باطل قرار دیتا ہے کہ کلام نفسی ایک ہی چیز ہے وہ نہ تو بدلتی ہے اور نہ ہی وہ مختلف ہوتی ہے، اور ان کے عقیدے کے مطابق حقیقی طور پر نہی، امر، وعد اور وعید ایک ہی چیز ہیں، [2] یہ بات شریعت کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ بات برائی، اچھائی، ثواب اور سزا کو ایک ہی چیز بنانے کے مترادف ہے، اور وہ خبر کو بھی ایک ہی چیز بنا ڈالے گی حالانکہ ان کی یہ بات باطل ہے، کیونکہ جو خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ اس خبر کی طرح نہیں جو شیطان کی طرف سے ہے، اور آیت الکرسی آیت دَین (قرض) کی طرح نہیں ہے، اور قصہ بدر کا معنی اس تورات کے معنی کی طرح نہیں ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے اور نہ ہی انجیل کے معنی کی طرح جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے۔

تم صفات کو ایک ہی چیز کیسے بناتے ہو، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صفات کے ذریعے سے بعض صفات کی پناہ مانگی ہے: ''میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودگی کے ساتھ اس کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں؟۔''

☆ ان کے ائمہ میں سے کچھ نے اس رد کے مضبوط ہونے کا اعتراف کیا ہے، یہاں تک کہ آمدی نے ''**ابکار الافکار**'' میں کہا ہے: ''اور حق بات یہ ہے کہ کلام کو ایک بنانے پر جو اشکال پیش کیا گیا ہے اور کلام کے اختلاف انتہائی مشکل ہے تعلقات اور متعلقات کی طرف لوٹایا گیا ہے، شاید میرے علاوہ کسی کے پاس اس کا حل ہو، اور اس کا جواب بہت ہی مشکل ہے ہمارے کچھ ساتھیوں کا مؤقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے وہ پانچ مختلف صفات ہیں۔'' [3]

بلکہ شہرستانی نے اعتراف کیا ہے کہ یہ اشکال ''متکلمین پر بہت ہی بڑی آفت ہے، حتی کہ ابوبکر باقلانی سمع کی طرف دوڑا اور صفت معاذ کے ساتھ پناہ طلب کی، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔ [4]

چھٹی بات: ...... اگر ان کے دعووں میں کوئی چیز صحیح ہے، تو سب سے کم یہ بات واجب ہوگی کہ یہ کلمہ انجیل کلمہ قرآن کا سریانی معنی ہے، اور تورات کا کلمہ قرآن کے کلمہ کے لیے عبرانی معنی ہے اور قرآن مجید وہ عربی معنی ہے جو تورات اور انجیل کے دونوں کلموں کے لیے ہے۔

---

[1] الفقة الأكبر: ۲۸۔
[2] جوهرة التوحيد: ۷۲۔
[3] أبكار الأفكار: ۲/ ۳۲٤۔
[4] نهاية الإقدام: ۲۳٦، ۲۳۷۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ساتویں بات:...... بے شک اللہ تعالیٰ نے تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور موسیٰ علیہ السلام سے حقیقی طور پر بغیر واسطے کے بات کی، تو کس لغت کہ ساتھ اللہ تعالیٰ نے تورات کو لکھا اور کس لغت سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بات کی؟

اس کا دعویٰ ہے قرآن مجید حصوں پر تقسیم نہیں ہوتا:

☆ اس کا اور اس کے اسلاف کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اجزاء اور حصوں میں تقسیم نہیں ہوسکتا اور نہ ہی وہ پے در پے آنے والے حروف پر مشتمل ہے۔

تو ان کو یہ کہا جائے گا: موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلام کو سنا یا کچھ حصے کو سنا؟

اگر وہ کہیں: ساری کلام کو سنا ہے، تو انہوں نے عقل و نقل کی مخالفت کی، اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ گمان کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سارے علم کو جان لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ ❶ ''اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جتنا چاہے۔''

اگر وہ کہیں: کچھ کلام کو سنا ہے۔ یہ ہی صحیح بات ہے۔ تو انہوں نے اپنی ہی بات کو باطل کر دیا اور اس سے کلام کا حصوں پر مشتمل ہونا لازم آئے گا۔

حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تین حصوں میں تقسیم کیا؛ اور سورہ اخلاص کو قرآن مجید کا ایک حصہ بنا دیا۔'' ❷

☆ قرآن مجید کی بعض آیات کا بعض آیات سے افضل ہونا جیسا کہ آیت الکرسی کتاب اللہ میں سب سے افضل ترین آیت ہے، اور سورہ اخلاص قرآن مجید کے تہائی حصے کے برابر ہے۔

☆ اس کا یہ کہنا کہ قرآن مجید مسلسل حروف اور کلمات پر مشتمل نہیں ہے تو اس کو یہ کہا جائے گا: بہت سی نصوص میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو حرف کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن مجید کے مختلف حروف پر پڑھنے کا حکم دیتا ہے'' ❸ اور ایک حدیث میں ہے: ''جبریل علیہ السلام نے مجھے ایک حرف پر پڑھایا'' ❹ اور ایک حدیث میں ہے: ''بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔'' ❺

☆ کیا ''بسم اللہ'' میں جو سین ہے وہ ''باء'' کے بعد نہیں آئی؟ کیا ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ ❻ میں ''احد'' کا کلمہ ''قل'' کے بعد نہیں آیا؟

آواز اور حروف کا مسئلہ:

اس کا کہنا ہے: موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا وہ کلام سنا جو حروف، آواز اور لغت پر مشتمل نہیں تھا۔ یہ ان کی موسیٰ علیہ السلام

---

❶ البقرة: ٢٥٥۔
❷ اخرجه مسلم رقم: ٨١١۔
❸ اخرجه مسلم رقم: ٨٢١۔
❹ اخرجه البخاری: ٤٩٩١۔
❺ اخرجه البخاری: ٤٩٩٢۔
❻ الإخلاص: ١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے کلام کرنے کے حوالے سے نفی شمار کی جائے گی باوجود اس کے کہ انہوں نے اس کو ثابت کرنے کا دعویٰ بھی کیا ہے، تو پھر موسیٰ علیہ السلام نے کلام کو کیسے سنا جو حرف، آواز اور لغت پر مشتمل نہیں تھی؟ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے کیا سنا؟ کیا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وہ قدیم کلام سنی ہے جس کی نہ ہی ابتداء ہے اور نہ ہی انتہا؟!

☆ تم اس تفصیل کی گواہی نہیں دے سکتے جو وحی کے درمیان جاری ہوئی، پس تم کس دلیل کی بنیاد پر گواہی دو گے؟ کیا تمہارے پاس کتاب وسنت سے کوئی دلیل ہے یا پھر شک اور گمان کی بنا پر ہی کہتے ہو؟!۔

☆ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ﴾ [1] ''ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے آواز دی'' جو حرف اور آواز پر مشتمل نہ ہو اس کے ساتھ نداء دینا صحیح نہیں؛ اسی وجہ سے عبد اللہ بن حنبل نے اپنے باپ (احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے اس قوم کے بارے میں سوال کیا جو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ایسے کلام سے بات نہیں کی جو آواز پر مشتمل نہ ہو پس امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کیوں نہیں آپ کے رب نے آواز کے ساتھ کلام کی، یہ احادیث جیسے ہم تک پہنچی ہیں ہم ان کو ویسے ہی روایت کرتے ہیں۔'' [2]

اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا حرف اور آواز پر مشتمل ہونا کیا یہ حشویہ کا قول ہے؟ اور اسی بارے میں عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا قول:

اللہ تعالیٰ کے کلام کے حوالے سے حبشی نے لوگوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

☆ پہلا گروہ: حبشی کے ہاں وہ گروہ اہل السنہ ہے جو یہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا کلام کلام نفسی ہے۔ اور اس کا رد پہلے گزر چکا ہے۔

☆ دوسرا گروہ: معتزلہ کا ہے جو کلام نفسی کو نہیں مانتے ہیں۔

☆ تیسرا گروہ: حشویہ کا ہے جن کا موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ [3]

اسی کلام کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی حشویہ میں سے شامل کر دیا گیا؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت والے دن ایسی آواز کے ساتھ کلام کرے گا جو قریب اور دور والا سن لے گا اور اللہ تعالیٰ کہے گا: میں ہی قیامت کے دن کا مالک ہوں'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عقیدے کو سب سے پہلے بیان کرنے والے ثابت ہوئے۔

احمد رفاعی اللہ تعالیٰ کے لیے بلند آواز کو ثابت کرتا تھا:

اس نے اپنے شیخ احمد رفاعی کو بھی حشویہ میں شامل کر دیا کیونکہ اس کا دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر قائم ہے اور وہ ایسی بلند آواز کے ساتھ پکارتا ہے جو خوفناک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قریب والے لوگوں

---

[1] مریم: ٥٢۔

[2] السنة لإبن احمد: ٥٣٣، فتح الباری: ١٣/ ٤٦٠۔

[3] اظهار العقیدة السنیة: ٦٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی طرح ہی دور والوں کو بھی سناتا ہے۔''

اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی حشویہ میں سے تھے؛ کیونکہ انہوں نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالی آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ [1]

بلکہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی وجہ سے تو اشاعرہ کا پردہ فاش ہوتا ہے؛ اس بات کی وجہ سے جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ وہ اللہ تعالی کی آواز والی کلام کو ثابت مانتے تھے، اور انہوں نے اشاعرہ کے قول کو بیان کیا جو کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مخالف ہے جب انہوں نے کہا: بے شک اللہ تعالی کا کلام آواز پر مشتمل نہیں ہے، [2] اس سے احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اشاعرہ کے درمیان فرق نمایاں ہو گیا۔

عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا عقیدہ بڑی ہی تاکید کے ساتھ صحیح قرار دیتے ہوئے کہا: ''احادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کی صفت کلام آواز پر مشتمل ہے جو کہ آدمیوں کی آواز کی طرح نہیں ہے...... اور یہ اس بات کے خلاف ہے جو اشاعرہ نے کہی ہے کہ اللہ تعالی کا کلام کلام نفسی ہے'' [3] اب وہ کیا کہے گا اپنے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے اس قول کے بارے میں حالانکہ اس کا گمان ہے کہ وہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے عقیدے پر ہے؟ یا وہ خرافات کی تقالید کرتا پھر اس نے اس کو عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ساتھ چمٹا ہوا ہے کے ساتھ ملا دیا؛ حالانکہ یہ عقیدہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا نہیں ہے اور عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اشاعرہ پر جو اعتراض کیا ہے اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

یہ نفی جن چیزوں کے ساتھ ہوئی ہے انہی کی وجہ سے جہمیہ اور معتزلہ نے اللہ تعالی کی اس کلام کا انکار کیا جو موسی علیہ السلام سے کیا ہے، اور اسی وجہ سے ماتریدیہ ان کی موافقت کرنے پر مجبور ہو گئے جب انہوں نے گمان کیا کہ عربی قرآن مخلوق ہے، اور جو کلام اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو سمجھائی وہ حروف اور آواز پر مشتمل تھی جس کو اس نے پیدا کیا [4] اس مسئلہ میں اشاعرہ کی مخالفت کرتے ہوئے جنہوں نے اللہ تعالی کی کلام نفسی کو سننا بھی جائز قرار دیا ہے۔ [5]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس شخص کا واضح طور پر رد کیا ہے جس نے اللہ تعالی کی آواز کو مخلوق قرار دیا ہے لیکن انہوں نے آواز کو ثابت کرنے والی حدیث کی صحت کی تاثیر کی نفی کر دی ہے اور انہوں نے اس حدیث کو محمول کیا ہے: ''جب اللہ تعالی وحی کے ساتھ کلام کرتے ہیں تو اس آواز کو اہل سماء سنتے ہیں۔'' [6] کو اس پر محمول کیا ہے کہ یہ آواز آسمان یا وحی لانے والے فرشتے یا فرشتوں کے پروں کی آواز ہو۔ [7]

---

[1] فتح الباری: ١٣/ ٤٦٠۔
[2] فتح الباری: ١٣/ ٤٦٠۔
[3] الغنیة لطالبی الحق: ٦٠۔
[4] التوحید للماتریدی۔
[5] اتحاف السادة المتقین: ٢/ ١٤٧۔
[6] الأسماء والصفات: ٢٦٢، اسے البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔
[7] حوالہ سابقہ: ٣٤٧۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آواز کی یہ تاویل نا قابل قبول ہے؛ کیونکہ حدیث میں آیا ہے"جب فرشتے اس کی آواز کو سنتے ہیں تو بے ہوش ہوجاتے ہیں" حالانکہ وہ جب ایک دوسرے کی بات کو سنتے ہیں تب بے ہوش نہیں ہوتے۔

اسی لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ آواز کی نفی کرنے والے ائمہ کا خلاصہ یہی ہے۔ اس سے یہ لازم آئے گا کہ"اللہ تعالیٰ اپنا کلام فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو بھی نہیں سناتے بلکہ ان کی طرف الہام کرتے ہیں......" اور انہوں نے اس دعویٰ کا بھی تعاقب کیا ہے کہ آواز کے بارے میں جتنی بھی احادیث ہیں وہ تمام کی تمام ہی ضعیف ہیں انھوں نے ان کے صحیح طرق کو واضح کیا اور ان میں سے ایک حدیث"حشر العباد" بھی ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:"پس وہ ان کو آواز کے ساتھ پکارے گا جس کو وہ قریب سے سنیں گے: میں ہی قیامت کے دن کا مالک ہوں۔"❶

ابن حجر رحمہ اللہ نے سچ کہا کہ امام بیہقی نے کہا:"صفت صوت اللہ تعالیٰ کے کلام میں ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس حدیث کے علاوہ اور کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے، اور ہمیں اس بات کو ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔"❷

ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی بات اس پر ختم کی ہے کہ:"ان احادیث کو قبول کرنے پر اہل السنہ نے اتفاق کیا ہے" پھر انہوں نے کہا:"جب ان صحیح احادیث سے آواز کا اثبات ہو گیا تو پھر اس پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔"❸

حبشی نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے، لیکن اس کا یہ اعتراض بذات خود قابل اعتراض ہے:

اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا کتاب العلم میں روایت کیا ہے (۱/ ۱۷۴) اور "ادب المفرد" باب المعانقه میں (۳۳۷) اور انہوں نے " التاریخ الکبیر" (٤/ ١/ ١٧٠) میں اس بات کی دلیل ذکر کی ہے کہ امام احمد اور اسحاق دونوں ہی عبداللہ بن عقیل سے دلیل لیتے ہیں اور ان سے ان کے شاگرد امام ترمذی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں جیسا کہ "التهذیب" (٦/ ١٣) میں موجود ہے، اور یہ اس شخص کا رد بھی ہے جس کا گمان ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صیغہ تمریض (مجہول) کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے اور اس کو حافظ المنذری اور امام حاکم نے "المستدرك" (٢/ ٤٣٨)، (٤/ ٥٧٤) میں روایت کیا ہے۔ صحیح کہا ہے اور امام ذھبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے۔

امام بخاری، ان کے شاگرد امام ترمذی، امام منذری، امام حاکم اور امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تمام کے تمام حافظ ہیں اور حبشی نے دوسری احادیث میں صرف حافظ کی تصحیح کی وجہ سے ہی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے امام سیوطی رحمہ اللہ کے اس قول سے دلیل لیتے ہوئے جو انہوں نے"تدریب الراوی" میں ذکر کیا ہے: (اس دلیل کو تو لے لے کیونکہ اس کو حافظ نے مضبوطی کے ساتھ بیان کیا ہے)❹ لیکن یہاں پر اس نے اپنی رائے کو تبدیل کر کے معاملہ الٹ دیا اس نے حدیث

❶ صحیح بخاری معلقاً۔
❷ الأسماء والصفات: ٣٤٧۔
❸ فتح الباری: ١٣/ ٤٦٠۔
❹ اظهار العقيدة السنية: ٢٤٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر ضعف کا حکم لگاتے ہوئے تمام حفاظ کی تصحیح سے اعراض کیا، پس یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ جان لیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی حدیث سے دلیل لی ہے اور پھر کہا: ''اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالی کی آواز مخلوق کی آوازوں کے مشابہ نہیں کیونکہ اللہ تعالی کی آواز دور سے بھی ویسے ہی سنی جاسکتی ہے جس طرح قریب سے سنی جاتی ہے اور فرشتے اس کی آواز سے بے ہوش بھی ہوجاتے ہیں اور جب وہ فرشتوں کو بلاتا ہے تو بے ہوش نہیں ہوتے'' [1] اور یہ تعاقب اس توجیہ کو صحیح قرار دیتا ہے جو اس نے حبشی پر پیش کی تھی جب اس نے امام بیہقی رحمہ اللہ سے صفت صوت (آواز) کی نفی کی دلیل لی تھی اور اس نے حدیث کی صحت پر اعتراض کیا تھا۔

کیا اللہ تعالی کی صفت کلام ہمیشہ سے ہے؟

اس حیرت میں متکلمین کو اس عقیدہ نے ڈالا کہ اللہ تعالی کی صفت کلام اس کی ذاتی اور ازلی صفت ہے جس طرح کہ اس کی زندگی، علم اور قدرت ہے۔

حبشی نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالی قدیم ازلی کلام سے گفتگو کرتا ہے جس کی نہ ابتداء ہے اور نہ ہی انتہاء، اور موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی کی ازلی کلام سنی جو کہ حرف اور آواز پر مشتمل نہیں تھی۔

☆ ان کی یہ بات عقل اور نقل دونوں کے ہی مخالف ہے، پس اللہ تعالی نے تو موسی علیہ السلام کو درخت کے پاس آنے کے بعد پکارا تھا فرمان الٰہی ہے: ﴿فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَا مُوسَى﴾ [2] ''جب وہ وہاں پہنچے تو آواز دی گئی اے موسیٰ'' بلکہ اللہ تعالی نے تو آواز کی جہت کو بھی متعین کر دیا اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِن شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ [3] ''پس جب وہاں پہنچے تو بابرکت زمین کے میدان کے دائیں کنارے کے درخت میں سے آواز دیئے گئے۔''

☆ پس آواز درخت کے پاس آنے کے بعد آئی، کوئی بھی عقل مند انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالی ہمیشہ سے ہی زمینوں و آسماں اور موسی علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے سے لے کر اب تک بات کر رہا ہے اور مسلسل یہ کہہ رہا ہے: ﴿إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ [4] ''یقیناً میں تیرا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دے، کیونکہ تو پاک میدان طویٰ میں ہے'' اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی پکارے جا رہا ہے اور اس وقت تک پکارے گا جس کی کوئی انتہاء ہی نہیں!

پس عقل کیسے قبول کرسکتی ہے کہ اللہ تعالی مسلسل یہی کہے جا رہا: (اے موسی) حالانکہ وہ پیدا بھی نہیں ہوئے، اور جب موسی علیہ السلام ابھی دودھ پینے کی عمر میں تھے اور اللہ تعالی مسلسل کہہ رہے ہیں (اے موسی) یہاں تک کہ وہ فوت

---

1. خلق افعال العباد للبخاری: ۹۸۔
2. طه: ۱۱۔
3. القصص: ۳۰۔
4. طه: ۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ہو گئے؟!

اس سے بڑھ کر گمراہی کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں ﴿فَلَمَّآ أَتَىٰهَا نُودِيَ يَٰمُوسَىٰٓ﴾ ❶ ''جب وہ وہاں پہنچے تو آواز دی گئی اے موسیٰ'' پھر یہ لوگ آ گئے اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کو درخت کے پاس آنے سے قبل ہی مسلسل پکار رہے ہیں اور درخت کے پاس آنے کے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ ہی پکارتے رہیں گے؟!

یہ بات اس کے مخالف ہے جو ماتریدی عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ اسی جبشی وغیرہ کی طرف ہی منسوب ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کام کے حادث (ختم ہونے والا) کو ثابت کرتی ہے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: ''اور اللہ تعالیٰ متکلم (بات کرنے والا) ہے اور موسیٰ علیہ السلام سے بات نہیں کی۔''

پس تم کیوں نہیں عقل رکھتے ؟؟؟

☆ تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ شروع سے ہی سنتا ہے، لیکن تم سائل کے اس سوال کا جواب کیسے دو گے: اللہ تعالیٰ نے یہ بات ماضی کے صیغہ کے ساتھ کیسے بیان کی: ﴿قَدْ سَمِعَ ٱللَّهُ قَوْلَ ٱلَّتِي تُجَٰدِلُكَ﴾ ❷ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی'' زمین و آسمان کو پیدا کرنے سے پہلے اور فرمایا: ﴿لَّقَدْ سَمِعَ ٱللَّهُ قَوْلَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَآءُ﴾ ❸ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول بھی سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں''؟!

اللہ تعالیٰ اب ان کی بات کیسے سن رہا ہے حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہیں؟!

کیا اللہ تعالیٰ ہر پکارنے والے کی آواز کو ہمیشہ سنتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی پکار سے رک بھی جائے؟!

کیسے اللہ تعالیٰ مسلسل اپنے فرشتوں سے یہ کہتے رہتے ہیں: تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو پس انہوں نے ایک سجدہ کیا اور پھر اس کے بعد کھڑے ہو گئے؟! اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کا حکم مسلسل سنتے رہتے تو وہ اب تک ہمیشہ سے ہی سجدے میں ہوتے!!

اسی وجہ سے ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سے آواز کو سنا ہے تو آوازیں بھی ہمیشہ سے ہی ہیں، حالانکہ کوئی بھی مسلمان اس بات کا قائل نہیں ہے۔'' ❹

☆ اور یہ بات بھی عقل سے بالاتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو حکم دیں اور منع کریں جس کا ابھی تک وجود ہی نہیں! اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے کیسے کہہ سکتے ہیں: ﴿لَن تَرَىٰنِي وَلَٰكِنِ ٱنظُرْ إِلَى ٱلْجَبَلِ فَإِنِ ٱسْتَقَرَّ مَكَانَهُۥ فَسَوْفَ تَرَىٰنِي فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُۥ لِلْجَبَلِ﴾ ❺ ''تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے

❶ طه: ١١۔ ❷ المجادلة: ١۔
❸ آل عمران: ١٨١۔ ❹ الدرة فيما يجب اعتقاده: ٢٧٣۔ ❺ الأعراف: ١٤٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہو وہ اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ پس جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی'' اللہ تعالی موسی علیہ السلام کو بلانا اسی وقت کے لیے ہے۔ جب اللہ تعالی نے اس کو پکارا ہے اگر اس وقت ہی مانیں گے تو صفت کمال ہوگی، اور یہ موسی علیہ السلام کے وجود کے وقت ہی صفت کمال ہوگی اور اگر موسی علیہ السلام کے آنے سے پہلے پکارا ہے تو پھر صفت کمال نہیں بلکہ صفت ناقص ہے۔

اسی وجہ سے امام جوینی نے اپنے شیخ اشعری کے دعویٰ کلام اللہ کے ازلی ہونے پر نقد کیا ہے جب انہوں نے ایک دوسرے سے سوال کیے: اگر اللہ تعالی کی کلام ازلی ہے، تو پھر اللہ تعالی معدوم (جس کا وجود نہ ہو) چیزوں کے متعلق اوامر اور نواہی کا حکم کیسے دیتا ہے؟ تو اس نے کہا: ''اگر کوئی گمان کرے کہ معدوم چیز کو بھی حکم دیا جاسکتا ہے، تو ایسا شخص پاگل ہی ہوسکتا ہے...... اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جب تک کسی چیز کا وجود نہ ہو اس وقت تک اس کو حکم نہیں دیا جا سکتا'' پھر اس نے اس مسئلہ کے بارے میں ذکر کیا ''ایسی چیز کو حکم دینا جس کا وجود ہی نہیں ہے'' یہ واضح طور پر حق سے ہٹا ہوا موقف ہے۔

☆ جوینی اور شہرستانی نے توقف اور حیرت کا اظہار کیا ہے، شہرستانی نے ایک بات کا اضافہ کرتے ہوئے بہت سے علماء کے اقوال ابوالحسن الاشعری کے متعلق بیان کیے ہیں، اس نے کلام نفسی کے عقیدے کے ساتھ اجماع کی مخالفت کی ہے، اور اسی وجہ سے امام رازی نے اشاعرہ پر اعتراض کیا اور نص بیان کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے جو گمان کیا ہے یہ بہت دور کی بات ہے۔ ❶

☆ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں سعی کو مشروع قرار دیا تو فرمایا: ''ہم اس سے ابتدا کریں گے جس سے اللہ تعالی نے ابتدا کی'' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی سے ابتدا کی۔ ❷

☆ اللہ تعالی کے کلام کا قرآن مجید میں بار بار آنا ان کے گمان کو باطل قرار دیتا ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالی کی کلام ازلی ہے نہ اس کی ابتدا ہے اور اس کی کوئی انتہا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ ❸ ''پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟'' ﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ ❹ ''اس دن جھٹلانے والوں کی ہلاکت ہے'' پس جو تکرار ہے وہ ازلیت کے منافی ہے۔

☆ پھر یہ سلف کے اجماع کے بھی مخالف ہے کہ اللہ تعالی ہمیشہ سے جب چاہتا ہے بات کرتا ہے اور وہ آواز کے ساتھ

---

❶ البرهان في أصول الفقه: ١/ ٢٧٠۔ ٢٧٣۔
❷ المؤطا: ١/ ٣٧٤، النسائي: ٥/ ٢٤٣۔
❸ الرحمن: ١٦۔
❹ المرسلات: ١٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گفتگو فرماتا ہے، جیسا کہ سلف سے المرتضیٰ الزبیدی نے بیان کیا ہے[1] اور اللہ تعالیٰ کی کلام اس کی قدرت اور مشیت کے تابع ہے۔

یہ دعویٰ حبشی کی اس عبارت کو باطل قرار دیتا ہے جو اس نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ناقص بیان کی ہے: ''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے گفتگو فرما رہا ہے''[2] پس اس نے ان الفاظ کو حذف کر دیا ''جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے'' جیسا کہ یہ اس کی کتاب ''الرد علی الجهمية: ۱۳۳) میں ثابت ہے حافظ ابن حجر اور زبیدی نے ان الفاظ کی نسبت کو امام احمد کی طرف منسوب کر کے اس عبارت کو صحیح قرار دیا ہے (اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہے لیکن بات اس وقت کرتا ہے جب چاہتا ہے)[3] اور اسی سے ایک دوسری روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور قدرت کے ساتھ بات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایک چیز کے بعد دوسری چیز کے بارے میں گفتگو کرتا ہے'' اور ایک روایت میں ہے: ''اور جب وہ چاہتا ہے تو اپنا کلام نازل کر دیتا ہے، اور جب نہیں چاہتا تب نازل نہیں کرتا۔''

سب سے واضح دلیل کہ اللہ تعالیٰ کی کلام اس کی مشیت کے تابع ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾[4] ''وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا، تو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے" لیکن اشاعرہ کے ہاں یہ قول حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے جیسا کہ باقلانی وغیرہ نے کہا ہے۔[5]

☆ یہی منہج امام بخاری رحمہ اللہ کا تھا۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس آیت کی شرح میں کہتے ہیں جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے: ''اس آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے بات کرتا ہے۔''[6]

لیکن ماتریدی جسے وہ امام الھدیٰ کہتے ہیں نے اس آیت میں تحریف (تبدیلی) کی ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ: ''کن'' اللہ تعالیٰ کا قول نہیں ہے،'' یہ تو اس مختصر عبارت کا حصہ ہے جو مکمل مفہومی معنی کو ادا کرنے کے لیے استعمال ہوئی ہے'' پس یہ تو مجاز اور تمثیل ہے ''کسی کام کے جلدی ہونے کی وجہ سے''[7] ملا علی قاری[8] نے نقل کیا ہے کہ سرخسی نے اپنے اصول میں ماتریدی پر اعتراض کیا ہے ماقبل آیت کو مجازی کہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل لیتے ہوئے:

---

[1] اتحاف السادة المتقين: ۲/ ۷۹۔
[2] اظهار العقيدة السنية: ٦٥۔
[3] فتح الباری: ۱۳/ ٤۹۳، اتحاف السارة: ۲/ ۷۹۔
[4] یس: ۸۲۔
[5] التمهيد للباقلانی: ۲۷٤۔
[6] فتح الباری: ۱۳/ ٤۹٦۔
[7] بحر العلوم للسمرقندی: ۱/ ٤٦٥، مدارك التنزيل: ۱/ ۸۳۔
[8] کوثری نے اسے ناصر السنہ کا لقب دیا ہے۔ تبديد الظلام: ۱۰۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ﴾ ❶ ''اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان وزمین اسی کے حکم سے قائم ہیں۔'' ❷

فخر الرازی نے اس بات کا اعتراف اپنی کتاب ''المطالب العالیہ'' میں کیا ہے کہ بے شک اس شخص کی بات جس نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ متکلم ہے اس کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور وہ اپنی مشیت اور اختیار کے ساتھ کلام کرتا ہے یہ عقلی اور نقلی طور پر تمام اقوال میں سے سب سے بہترین قول ہے۔

اس نے ''المطالب العالیہ'' میں کہا: ''کیا یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حوادث کی جگہ پر ہو؟ تو کچھ اشاعرہ نے کہا: یہ بات صرف کرامیہ نے ہی کہی ہے۔ اور میں کہتا ہوں: یہ بات اکثر طور پر تمام مذاہب کے اہل علم نے کہی ہے، اور رہی اشاعرہ کی بات: پس وہ اس قول سے فرار کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ یہ بات ان پر بھی لازم آتی ہے۔''

پھر اس نے اس بات کی وضاحت کی کہ جو اشاعرہ کا نفسی کلام کے بارے میں جو عقیدہ ہے وہ واضح طور پر گمراہی ہے۔ ❸

اشعری کا اعتراف ان کے ہاں مذہب میں تضاد پر دلیل ہے۔ حتی کے عز بن عبدالسلام نے کہا: ''یہ اشعری مذہب میں کوئی پہلا اشکال نہیں ہے۔''

اس بات کی دلیل کہ کلام کی ازلیت کا عقیدہ رکھنا سلف صالحین کے عقیدے کے مخالف ہے:

یہ عقیدہ باطل ہو جاتا ہے:

اس بات کے ساتھ جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن التین اور اس نے الداودی سے نقل کیا ہے، اس نے اس حدیث کی شرح بیان کی: ''جب تم میں سے کسی ایک کی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں جمع کردی جاتی ہے۔۔۔'' پس اس نے کہا: ''اس حدیث میں ہر اس شخص کا رد ہے جس نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ نے ازل (شروع) میں ہی اپنی گفتگو پوری کرلی تھی، یہ دعویٰ اس فرمان سے رد ہوتا ہے: ''تو اس فرشتے کو چار کلمات کا حکم دیا جاتا ہے'' کیونکہ کلمات کا حکم تخلیق کے وقت واقع ہوتا ہے۔'' ❹

☆ اس بات میں ﴿وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ﴾ ❺ ''اور تم (اپنی بد اعمالیوں) اس وجہ سے پوشیدہ رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لیے اس باب کو بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔'' ❻

---

❶ الروم: ۲۵۔
❷ الفقه الأكبر بشرح القاری: ۳۶۔
❸ المطالب العالیه: ۲/ ۱۰۶۔
❹ فتح الباری: ۱۳/ ٤٤١۔
❺ فصلت: ۲۲۔
❻ فتح الباری: ۱۳/ ٤٩٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ﴾ ❶ ''اور جس دن انھیں پکار کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جنہیں تم میرے شریک خیال کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟'' کوئی بھی عقل مند یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے شروع میں پکارا تھا، یہ آیت واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں نہیں پکارا، اور یہ پکار تو قیامت کے دن ہو گی۔ اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی ہے: ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ﴾ ❷ ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے'' ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا﴾ ❸ ''اور ان سب کو اللہ اس دن جمع کر کے'' ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ﴾ ❹ ''جس دن وہ تمھیں بلائے گا تم اس کی تعریف کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرو گے'' ﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ﴾ ❺ ''جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ لیں گے'' یہ وہ کام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں سرانجام دینا ہے ابھی تک سرانجام نہیں دیا، پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کی آواز ہے جو ابھی تک واقع نہیں ہوئی لیکن وہ مستقبل میں واقع ہوگی۔

''اللہ تعالیٰ نے ایک محدود وقت کے ساتھ آواز کو متعین کر دیا ہے، محدود وقت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ندا اس متعین وقت میں ہی واقع ہوگی کسی اور وقت میں واقع نہیں ہوسکتی ہے، اور اس نے ندا کے لیے وقت کو متعین کیا ہے، اور وہ اس کے علاوہ کسی اور وقت میں نہیں سنی جا سکتی ہے۔'' ❻

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ﴾ ❼ ''اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے تمھاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو'' اور دوسری آیت میں ہے: ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ﴾ ❽ ''جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا'' یہ آیات اللہ تعالیٰ کے اقوال کا ایک معین وقت میں صادر ہونے کا فائدہ دے رہی ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو حکم دینا تصویر اور تخلیق کے بعد ہے، جس نے ان تینوں مراحل میں برابری پیدا کر دی یا اس نے قول کو تخلیق اور تصویر پر مقدم کر دیا تو اس نے نص کی مخالفت کی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں: ''میرے بندوں میں سے کچھ میرے ساتھ ایمان لانے والے اور کچھ کفر کرنے والے ہو جائیں گے'' ❾ اور کہا: ''جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اس قول کی وجہ سے عاجزی سے جھکتے ہوئے اپنے پروں کو حرکت دیتے ہیں'' ❿

---

❶ القصص: ٧٤۔
❷ الكهف: ٤٧۔
❸ سبأ: ٤٠۔
❹ الإسراء: ٥٢۔
❺ الأنبياء: ١٠٤۔
❻ مجموع الفتاوىٰ: ١٢/ ١٣١۔
❼ الأعراف: ١١۔
❽ الإسراء: ٦١۔
❾ صحيح البخاري: ٨٤٦۔
❿ صحيح البخاري: ٤٧٠١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حتی کہ کبار اشاعرہ ایسی روایات بیان کرتے ہیں جو ان کے اپنے عقیدے کے خلاف ہیں جیسا کہ غزالی نے کہا:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالی نے سورہ طٰہ اور یٰس مخلوق کی تخلیق سے ایک ہزار سال قبل پڑھا'' ❶

یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ حافظ عراقی نے اس بات کی وضاحت کی ہے لیکن غزالی نے اس روایت سے اللہ تعالی کی دو سورتوں کی قراءت کو مخلوق کی تخلیق سے ایک ہزار سال پہلے کیوں متعین کیا ہے؟ کیا وہ اس کا عقیدہ نہیں رکھا؟ یا پھر وہ ایسی روایت بیان کر رہا ہے جو ان کے اور ان کے ساتھ اشاعرہ کے عقیدے کے خلاف ہے؟

اللہ تعالی جب چاہتا ہے کلام کرتا ہے اور جب چاہتا ہے خاموش ہو جاتا ہے اور اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں جس کو حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جس کو حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور اور کچھ چیزوں میں تمہارے لیے درگزر کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی وہ معاف ہے۔'' ❷ اور ایک اور روایت میں فرمایا: اللہ تعالی نے تم پر کچھ چیزوں کو فرض کر دیا ہے پس تم ان کو ضایا نہ کرو، اور کچھ چیزوں سے تم پر رحمت کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی پس تم اس کے بارے میں سوال نہ کرو'' ❸

یہ بات معقول ہی نہیں کہ اللہ تعالی نے قدیم زمانے میں بات کی ہو اور اس بات میں وہ خبر ہو جو پہلے گزر چکی ہے، اللہ تعالی نے یہ کیسے کہہ دیا: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ﴾ ❹ ''ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا'' اور اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو اس کے بعد پیدا کیا؟

یہ کیسے کہا موسی علیہ السلام کو: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ ❺ ''تو اپنی جوتیاں اتار دے'' اور موسی علیہ السلام کو پیدا بھی نہ کیا ہو؟

☆ اللہ تعالی کی کلام کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا﴾ ❻ ''کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا، گو ہم اسی جیسا اور بھی اس کی مدد میں لے آئیں'' ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ﴾ ❼ ''روئے زمین کے (تمام) درختوں کے اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے'' ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کیا یہ اس کی صفت ہو سکتی ہے کلام نہ کرتا ہے یا جس کے ساتھ کلام قائم نہ ہو؟ جب اس کا کلام

---

❶ احياء علوم الدين: ١/ ٢٧٣۔
❷ اسے حاکم نے روایت کیا ہے: ٢/ ٣٧٥۔ اسے البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے غاية المرام: ٢٢۔
❸ سنن البيهقي: ١٠/ ١٢۔
❹ نوح: ١۔
❺ طه: ١٢۔
❻ الكهف: ١٠٩۔
❼ لقمان: ٢٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنا، اس کا خطاب کرنا، اس کا پکارنا، اس کا حکم دینا اور اس کا منع کرنا سب حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے، تو پھر تمام حقائق باطل ہو جائیں گے۔'' ❶

امام رازی کا خطرناک اعتراف:

جب اشاعرہ پر اشکالات کو پیش کیا گیا تو وہ فرقوں میں بٹ گئے اور مجبور ہو گئے:

☆ ان میں سے کچھ رازی جیسے اس بات کہنے کی طرف مجبور ہو گئے کہ صفات ازلیہ کا حوادث کے ساتھ تعلق ہے جیسا کہ غزالی۔ ❷

☆ ان میں سے بعض نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ صرف الزامات (جس کی کوئی حقیقت نہیں) جن سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں جیسا کہ رازی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اہل عقل کہتے ہیں حوادث کا اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ قائم ہونا ممکن ہے اگرچہ انہوں نے اپنی زبانوں سے اس کا انکار ہی کیا ہے:

معتزلہ میں سے ابوعلی، ابوھاشم اور ان کی پیروی کرنے والوں نے کہا بعض دفعہ حوادث بغیر محل کے ہی قائم ہوتے ہیں۔

ابوالحسن البصری اللہ تعالی کے ذات کے بارے میں تجدید معلومات کی بناء نئے علوم کو ثابت کرتا ہے۔

اشاعرہ حکم کے نسخ کو ثابت کرتے ہیں اور اللہ تعالی کے لیے علم، قدرت اور تعلقات حوادثہ کو ثابت کرتے ہیں۔

فلاسفہ کہتے ہیں کہ قبلیہ اور بعدیہ والی نسبتیں اشخاص میں بھی موجود ہیں، پس اللہ تعالی ہر حادث کے ساتھ ہے۔

اس نے کہا: حدث اللہ تعالی کی ذات میں ایک اضافی وصف ہے۔ ❸

تعجب سے سوال کرتے ہیں: ''تم اللہ تعالی کی کلام، اضافات اور تعلقات کے بارے میں عبارات کہاں سے لائے ہو؟ اور جب موسی علیہ السلام اللہ تعالی کے حضور مقرر شدہ مقام پر موجود تھے تو اس وقت تم سے کون وہاں موجود تھا جس نے اللہ تعالی کی کلام کو سمجھ لیا ہو؟ اور تم سے اس وقت کون موجود تھا جب جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالی کی کلام نفسی کو جو کہ حرف، آواز اور کسی لغت پر مشتمل نہیں الفاظ، حروف اور آواز میں تبدیل کیا، اور اس اپنے لفظوں میں اس کو بیان کیا؟

صفات ذاتیہ اور صفات فعلیہ کا بیان: ❹

اللہ تعالی کی صفات کی دو اقسام ہیں:

صفات ذاتیہ:...... ان سے مراد وہ صفات ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالی شروع سے ہی متصف ہے، ان کے بارے میں یہ کہنا جائز نہیں: اللہ تعالی اس کے ساتھ پہلے نہیں بعد میں متصف ہوا ہے۔ مثلاً: العلیم، الحکیم، القدیر، الرحیم۔

---

❶ مختصر صواعق المرسلة: ۲/ ۲۸۶۔
❷ الإقتصاد فی الإعتقاد للغزالی: ۹۶۔
❸ الأربعین فی اصول الدین: ۱۱۸۔
❹ یہ موضوع پہلے بیان ہو چکا ہے مگر ضرورت کے تحت دوبارہ ذکر کر رہا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفات فعلیہ:...... جیسا کہ زندہ کرنا، فوت کرنا، تنگی دینا، کشادگی کرنا، عرش پر مستوی ہونا، آنا، غصہ ہونا اور خوش ہونا۔

یہ صفات فعلیہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور مشیت کے ساتھ قائم ہیں۔ کسی خاص وقت میں نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ: اللہ تعالیٰ شروع سے ہی صفت غضب کے ساتھ متصف ہے اور صفت رضا کے ساتھ متصف نہیں یہ ایسی بات ہے جو عقل کے بھی موافق نہیں اور نقل (قرآن وسنت) بھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ بلکہ قرآن وسنت میں بہت سے دلائل اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

حدیث شفاعت میں ہے: ''کہ اللہ تعالیٰ اس دن ایسے غصے کا اظہار کرے گا کہ اس سے پہلے ایسے غصے کا اظہار کبھی نہیں کیا ہوگا، اور اس کے بعد بھی کبھی ایسے غصے کا اظہار نہیں کرے گا۔''[1]

حبشی نے دعویٰ کیا ہے کہ اس سے بعینہ غصہ مراد نہیں بلکہ غصے کے اثرات ہیں، اس معاملے کی بنیاد متعلقات صفات کا عقیدہ ہے وہ جس کے بارے میں فلاسفہ اور متکلمین نے کہا ہے، اور رازی نے ان کی اس بات پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: اور یہ تعلقات ایک اضافی وصف ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں واضح طور پر حدث ہے۔[2]

بہت سے اہل کلام نے اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اختیار کے ساتھ قائم ہونے کا انکار کیا ہے؛ کیونکہ ان صفات فعلیہ سے اللہ تعالیٰ کا حوادث کے ساتھ قائم ہونا لازم آتا ہے، تو انہوں نے کہہ دیا: اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی ہیں۔ پھر وہ اس کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ سے ان دنوں میں بھی محبت کرتا تھا جب وہ کافر تھے۔ اور مرتدین سے ان دنوں بھی نفرت کرتا تھا جب وہ مرتد نہیں تھے۔

ان کے بارے میں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ: جب ہم نے اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ اختیاریہ کو ثابت کیا، تو گویا ہم نے یہ کہہ دیا کہ حوادث اللہ تعالیٰ کی ذات میں داخل ہوگئے ہیں۔

دوسرے لوگوں نے صفات فعلیہ میں ان کی مخالفت کی ہے: ''انہوں نے صفات فعلیہ کے حادث ہونے کا نظریہ پیش کیا ہے؛ تاکہ مخلوق کا قدیم ہونا لازم نہ آئے۔''[3] حتی کہ امام بیہقی اور ایک جماعت نے قرآن مجید اور صحیح احادیث میں مذکور تمام اسماء کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے:

۱۔ ذاتی صفات:...... وہ صفات جن کا اللہ تعالیٰ ازل میں بھی اور اب بھی حق رکھتا تھا۔

۲۔ فعلی صفات:...... وہ صفات جن کا اللہ تعالیٰ ازل میں حق نہیں رکھتا تھا، اور یہ امام بیہقی کا قول ہے جس کو ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''فتح'' میں بیان کیا ہے۔[4]

---

[1] متفق علیہ۔
[2] الأربعین فی أصول الدین: ۱۱۸۔
[3] فتح الباری: ۱۳/ ۴۹۶۔
[4] فتح الباری: ۱۳/ ۳۵۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ اسی طرح انھوں نے کرمانی سے تین اقسام نقل کی ہیں، جن میں سے آخری قسم صفات حادثہ ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا تخلیق کرنا اور رزق دینا: ''ان صفات کے ختم ہونے سے اللہ تعالی میں کوئی تبدیلی لازم نہیں آئے گی۔'' [1]

☆ بعض صفات کے جدید ہونے پر ایک اور مثال:

اسی سے ہی اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ [2] ''یقیناً اللہ تعالی نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی، اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال جواب سن رہا تھا بیشک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔'' پس اللہ تعالی کا یہ کہنا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ یہ آیت بطور دلیل اللہ تعالی کی سمع اور بصر کو مطلق طور پر ثابت کر رہی ہے، اور ان میں ہر ایک قسم اپنے تمام افراد کے لیے ہے۔ اور فرمان الٰہی ہے: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ﴾ اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا﴾ اس قسم کے تجدد افراد پر دلیل ہے، اور اللہ تعالی کی سمع خاص سمع مطلق کا ایک حصہ ہے، وگرنہ کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ اللہ تعالی نے ان دونوں کو، ان کی کلام اور آواز کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ازل میں سن لیا، یعنی اس عورت کی بات کو جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ گفتگو ہوئی کو سن لیا ہو؟! یہ آیت دلالت کر رہی ہے افعال اللہ تعالیٰ کی صفات میں جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور اس کی مشیت اور اختیار کے تابع ہیں، اگرچہ وہ ان کی نوع قدیم ہے مگر ہیں اور ان کی بعض صورتیں جدید ہیں۔

یہ حبشی لا پرواہی کرتے ہوئے اللہ تعالی کی صفات کے حدث کے متعلق ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے انکار کو باطل قرار دے رہا ہے اور اس کا گمان ہے کہ ابن تیمیہ کی بات بدعت ہے جو ان سے پہلے کسی نے بھی نہیں کہی۔ اہل السنہ کلامی اصطلاح کو قبول ہی نہیں کرتے کہ جن کا موقف ہے ہر محدث مخلوق ہے۔ بلکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ﴾ [3] ''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے'' اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' کی کتاب التوحید میں باب قول الله تعالى قائم کیا: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ [4] ''ہر روز وہ ایک نئی شان میں ہوتا ہے'' اور فرمان الٰہی ہے: ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا﴾ [5] ''شاید اس کے بعد اللہ تعالی کوئی نئی بات پیدا کر دے۔'' اللہ تعالی کا حدث مخلوق کے مشابہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [6] ''اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے'' اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''اللہ تعالی جب چاہتا ہے کوئی نیا حکم نازل کر دیتا ہے'' [7] اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے

---

[1] فتح الباري: ١٣/ ٤٩٧۔
[2] المجادلة: ١۔
[3] الأنبياء: ٢۔
[4] الرحمن: ٢٩۔
[5] الطلاق: ١۔
[6] الشورى: ١١۔
[7] اخرجه البخاري: ٤/ ٤١٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرمانی سے صفات کی تین اقسام کی ہیں جن میں آخری صفات حادثہ ہیں جیسا کہ تخلیق کرنا اور رزق دینا اور اس کرمانی نے کہا: ''اس حدث سے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی تبدیلی لازم نہیں آتی۔'' ❶

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تو یقینی طور پر یہ جانتا تھا کہ اس کے متعلق متکلمین کی ایک جماعت اپنی طرف سے ایک باطل قاعدہ کی بنیاد پر ایک اصطلاح گڑھ لے گی، اور وہ یہ ہے ہر محدث مخلوق ہے۔ اگر ان کی یہ اصطلاح برحق ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف کچھ نہ کہتے۔ اور یہ ایسی دلیل ہے جس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حادث بنایا ہے اور مخلوق حادث ہونا حادث کے سبب بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ افعال کو کچھ افعال کے بعد ذکر کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا پھر انسان کو پیدا کیا پھر اس کی صورت کو بنایا پھر فرشتوں کو کہا: آدم کو سجدہ کرو۔

جو جب چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے ایک کام کے بعد دوسرا کام کرتا ہے، وہ اس سے زیادہ کامل ہے جو اپنی مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا جیسا کہ جماد (پہاڑ وغیرہ) ہیں۔

اس سے ان کا یہ دعویٰ بھی باطل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ازل سے ابد تک اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اس کی نہ ہی کوئی ابتدا ہے اور نہ ہی کوئی انتہا ہے، ❷ لیکن ان کا یہ دعویٰ صفات فعلیہ میں نہیں بلکہ صفات ذاتیہ میں بالکل درست ہے۔

بعد میں آنے والے اکثر ماتریدیہ اور اشاعرہ نے اس عقیدہ کو اختیار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات صرف ذاتی ہیں، اس کی وجہ اس ان کے منہج اور اکثر صفات خبریہ فعلیہ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے وہ بیکار تاویل کی طرف مجبور ہو گئے۔ اشعری ابن کلاب اور ان دونوں کے علاوہ ابن عساکر اور امام بیہقی اس عقیدے سے راضی نہیں ہوئے، یہاں تک کہ امام بیہقی نے یہ کہہ دیا: ''وہ صفات جن کو قرآن وسنت نے ثابت کیا ہے جیسا کہ عرش پر مستوی ہونا، آنا اور نزول فرمانا اس کو اسی طرح ثابت کرنا واجب ہے جس طرح کتاب وسنت میں آیا ہے اور اس سے تشبیہ لازم نہیں آتی۔'' ❸

متاخرین اشاعرہ اشعری اور متقدمین اشاعرہ کی نسبت ماتریدیہ کے منہج کے زیادہ قریب ہیں۔ اور اسی وجہ سے آپ منکرین کے کلام میں یہ پائیں گے جو ان کی آپس میں مخالفت کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ اور حبشی نے یہ کہنے سے منع کر دیا کہ: اللہ تعالیٰ نے عالم (جہاں، کائنات) کو ازل میں دیکھا۔ اس نے کہا: ''کیونکہ اگر ہم نے یہ کہہ دیا تو یہ قول عالم کا ازل سے وجود میں ہونے کا تقاضہ کرے گا اور یہ ناممکن ہے، اور جب عالم وجود میں آیا تو ہم کہیں گے: ''اللہ تعالیٰ نے عالم کو اپنی

---

❶ فتح الباری: ١٣/ ٤٩٧۔

❷ اظهار العقيدة السنية: ١٦٥۔

❸ الأسماء والصفات: ١٣٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ازلی رؤیت کے ساتھ دیکھا۔‘‘ ❶

یہ ازلی رؤیت سے زمانہ کی تحدید کرنے کی طرف رجوع کرتا ہے؛ تا کہ اس سے دیکھی ہوئی چیز کا بھی ازلی ہونا لازم نہ آئے۔ ہماری اور حبشی کی اس بات میں کیا فرق ہے: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اپنی ازلی صفات کے بغیر ہی پیدا کیا ہے، تا کہ اس قول سے یہ لازم نہ آئے کہ مخلوق بھی ازل سے تھی؟!

حبشی کی بدعت:

حبشی کا دعویٰ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ میں کوئی صفت پائی جاتی ہے تو وہ زمان اور مکان سے خالی ہو جاتی ہے۔ یہ گمراہی ارسطو اور فلاسفہ سے متاثر ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو باطل کرنے کا ایک حیلہ ہے جیسا کہ صفت اول اور آخر ہے اور بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے اس کی تفسیر فرمائی ہے: اول سے مراد جس سے پہلے کوئی چیز نہیں اور آخر سے مراد جس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے صرف ایک ہی وقت میں بات کی، اور وہ قیامت والے دن لوگوں سے بات کرے گا جو ابھی تک نہیں کی۔

کیا کلام کے لیے زبان اور ہونٹ کا ہونا ضروری ہے؟:

ان کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کلام کرنے کے لیے زبان، دو ہونٹ، منہ کا کھلنا اور بند ہونا اور اعضا کو حرکت دینا ضروری ہے اور یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے متعلق جائز نہیں ہیں۔

جواب:

☆ آپ آسمانوں کے بارے میں کیا کہو گے جنھوں نے کہا: ﴿أَتَيْنَا طَائِعِينَ﴾ ❷ ’’دونوں نے عرض کیا بخوشی حاضر ہیں۔‘‘ کیا ان دونوں نے زبان اور ہونٹوں کے ساتھ بات کی ہے؟

☆ تم اس کنکری کے بارے میں کیا کہو گے جس نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں تسبیح کی، کیا اس نے زبان اور ہونٹوں کے ساتھ تسبیح کی تھی؟

☆ تم اس پتھر کے بارے میں کیا کہو گے جو نبی کریم ﷺ کو سلام کرتا تھا، کیا اس کی زبان اور ہونٹ تھے؟

☆ تم اس درخت کے تنے کے بارے میں کیا کہتے ہو جس کے رونے کی آواز کو سنا گیا، کیا اس کے حرکت کرنے والے اعضا تھے؟

☆ تمہارا ان اعضا کے بارے میں کیا خیال ہے جو روزانہ زبان کو مخاطب کرتے ہیں: ’’ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہم تو تیرے تابع ہیں پس اگر تو درست رہی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے؟‘‘

❶ اظہار العقیدۃ السنیۃ: ۱۱۹۔ ❷ فصلت: ۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ آپ اس چمڑے کے بارے میں کیا کہیں گے جسے اللہ تعالی قیامت کے دن بولنے کی طاقت عطا کرے گا، کیا وہ چمڑا زبان، ہونٹوں، تالو اور داڑھوں کے ساتھ گفتگو کرے گا جیسا کہ انکار کرنے والے نے اس کو وسوسہ والا کام سمجھا ہے؟

☆ موجودہ ریڈیو کے متعلق تم کیا کہو گے وہ ہر زبان میں بات کرتا ہے اور جس زبان میں سننا چاہو سن سکتے ہو کیا وہ بھی زبان اور ہونٹوں کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔

اگر تم یہ کہہ دو: بلاشبہ یہ تمام چیزیں کلام کو منتقل کرتی ہیں جس کو زبان اور ہونٹ پیدا کرتے ہیں۔

تو ہم کہیں گے: اس بات سے کیا مانع ہے کہ زبان اور ہونٹ اللہ تعالیٰ کا کلام بولیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طریقہ پر نہ ہو جو ضرورت کے وقت بلاتا ہے، بلکہ وہ اس کیفیت کے ساتھ بات کرتا ہے جو اس کے لائق ہے جو کہ مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں ہے؟

صفت کلام کے متعلق آخری بات:

جس شخص کا اللہ تعالی کی کلام کے بارے میں یہ مؤقف ہو تو اس کو اللہ تعالی کیسے خشوع، تدبر اور قرآن مجید کی تلاوت کے وقت رونا نصیب کرے گا؟! اللہ تعالی ایسے شخص کو اپنی کتاب کی تعظیم کیسے عطا کر سکتا ہے، جو اس کی تاویل کرتا ہو اور اس کی نصوص کے معانی کو مسخ کرتا ہو؟! اسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ اشعری صوفی اپنے صوفیہ کے خاص نغموں سے خشوع اختیار کرتے ہیں اور ان کو سن کر روتے ہیں مگر یہ کیفیت ان کو قرآن مجید کی تلاوت سنتے وقت نصیب نہیں ہوتی۔

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی اور مخلوق پر بلند ہونا

- ❀ قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے مخلوق پر بلند ہونے کے دلائل
- ❀ حبشی اور معتزلہ کا استواء کے متعلق مشترکہ عقیدہ
- ❀ قدیم اشاعرہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹھنا اور بلندی ثابت کرتے ہیں
- ❀ استواء: کیا ذاتی طور پر ہے؟
- ❀ کیا شریعت عوام کی خادم ہے؟
- ❀ العالی اور العلی میں اختلاط
- ❀ کیا آسمان دعا کے لیے قبلہ ہے؟
- ❀ وھو معکم أین ما کنتم کا مطلب
- ❀ حدیث نزول متواتر ہے۔ اور کیا مالک رحمہ اللہ نے اس کی تاویل کی ہے

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی اور مخلوق پر بلند ہونا

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں بے شمار دلائل موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے اور اپنی تمام مخلوقات سے بلند ہونے کی وضاحت کرتے ہیں اور کسی بھی دلیل میں اس کی نفی وارد نہیں ہے۔

تفتازانی نے اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا ہے: اگر دین حق میں اللہ تعالیٰ کے لیے احاطہ اور جہت کی نفی ہے (یعنی اس کا عرش پر مستوی ہونا اور اپنی مخلوق پر بلند ہونا) تو پھر تمام آسمانی کتابوں اور سنت رسول اللہ ﷺ میں ایسے بے شمار دلائل موجود ہیں جو اس کو ثابت کرتے ہیں۔ جب کہ کسی ایک دلیل میں بھی اس کی کہیں نفی نہیں ملتی ہے۔ (ایسا کیوں ہے؟)

پھر اس کا خود ہی جواب دیا: جہت کی نفی یعنی تنزیہہ کو عام لوگوں کی عقل سمجھنے سے قاصر ہے کہ کہیں ان کے دماغوں میں اس (اللہ) کی نفی پیدا نہ ہو جائے کہ جو اس جہت میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ تو ان سے متعلق گفتگو میں موزوں، ان کی اصطلاحات کے قریب ترین اور ان کے لیے دعوتِ حق میں مناسب وہی تھا جو تشبیہ میں ظاہر تھا۔ ❶

اس کا یہ کلام بعینہ ابن سینا کی طرح ہے جس نے کہا: اس تمام بحث سے پتہ چلتا ہے کہ شریعتیں عام لوگوں کو اس سے مخاطب کرتی ہیں جس کو وہ آسانی سے سمجھتے ہیں جو وہ اپنی عقلوں میں تشبیہ اور تمثیل کے ذریعے نہیں سمجھتے۔ ❷

❀ ایسی کتاب کا کیا فائدہ جو باطل کو صورت حق میں پیش کرے۔

❀ یہ باطل کی طرف بتدریج بڑھنا ہے۔ پھر تمھارے دعویٰ کے مطابق اس پر سزا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علو (مخلوق سے بلند ہونا) پر قرآنی وسنت اور کلام سلف سے دلائل:

قرآن مجید کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ①﴾ ❸

”اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو سب سے بلند ہے۔“

اور فرمایا:

ا۔ ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ⑳⑤⑤﴾ ❹

❶ شرح المقاصد: ۲/۵۰۔
❷ رسالة أضحوية: ٤٤۔
❸ الاعلی: ۱۔
❹ البقرة: ۲۵۵۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔''

بغوی نے کہا: یعنی تمام مخلوقات سے وہ بلند ہے۔ ❶

طبری نے کہا: وہ بلندی والا ہے۔ اور سب سے بلند ہے اور تمام مخلوقات اس سے نیچے ہیں۔ ❷

طبری نے اپنی تفسیر میں سورۃ حدید کی آیت نمبر چار کی تفسیر میں لکھا ہے:

۲۔ ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ﴾ ❸

''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسی نے ہی سات آسمان اور سات زمینیں بنائیں اور ان کا نظام چلایا۔ اور تدبیر امور بھی کی۔ پھر وہ اپنے عرش پر مستوی ہوا اور مخلوق سے عرش پر بلند اور اونچا ہوا۔

قرطبی سلف سے جہت کا ثبوت ذکر کرتے ہوئے:

قرطبی نے اس آیت ﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾ اور یہ آیت ''ثم استوی علی العرش'' کو ذکر کرنے کے بعد کہا: یہ مسئلہ استواء ہے۔ اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ ہم نے اس کے متعلق علماء کے اقوال کو اپنی کتاب ''الأسنٰی فی شرح أسماء اللّٰہ الحسنیٰ وصفاتہ العلی'' میں ذکر کیے ہیں اس میں ہم نے استواء کے متعلق چودہ کے قریب اقوال کا تذکرہ کیا ہے۔

اکثر متقدمین اور متاخرین اس بات کے قائل ہیں جب اللہ تعالیٰ کی ذات کو جہت اور احاطہ سے پاک سمجھنا ہے تو پھر یہ بات اس عقیدہ کی ضرورت اور لازمی متعلقات میں سے ہے اور یہ بات علمائے متقدمین اور متاخرین کے ہاں مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جہت کی نفی کرنا ہے۔ وہ ان کے اوپر کسی جہت میں نہیں ہے۔ کیوں کہ جہت ماننے سے ان کے ہاں مکان اور احاطہ ماننا پڑتا ہے۔ مکان اور احاطہ ماننے سے سکون، حرکت، تغیر اور حدوث لازمی آتا ہے۔ یہ متکلمین کا قول ہے۔

سلف صالحین (یعنی قدماء) نے جہت کی نفی کی بات نہیں کی ہے اور نہ ہی وہ اس کی نفی کیا کرتے تھے بلکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے اثبات کی ہی بات کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسولوں نے خبر دی ہے۔

اس بات کا انکار سلف صالحین میں سے کسی سے بھی منقول نہیں ہے کہ اس سے جہت کی نفی کی جائے بلکہ ان سے بلکہ اس کا اقرار منقول ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا۔

عرش کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ مخلوقات میں سے سب سے عظیم اور بڑا ہے البتہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عرش پر

---

❶ تفسیر البغوی: ٥/٢٦۔ سبکی نے اسے محی السنۃ (سنت کو زندہ کرنے والا) کا خطاب دیا ہے اور کہا وہ امام، زاہد، محدث، مفسر اور علم وعمل کا نمونہ ہے۔ سلف صالحین کی راہ اختیار کرنے والا۔ طبقات السبکی: ۷/ ۷۵۔

❷ جامع البیان: ١١- ٢٥/ ٧۔ ❸ الحدید: ٤۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مستوی ہونے کی کیفیت سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے کیوں کہ اس کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ❶

فرمایا:

۳۔ ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ ❷

''اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے''

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نمبر ۷۴۳۰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی طرف پاک کلمات ہی چڑھتے ہیں۔'' ❸

۴۔ فرمایا:

﴿يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ ❹

''اے عیسیٰ! بے شک میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں''

طبری نے کہا: حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس اٹھا لیا اور آسمان پر اللہ کے پاس ہیں۔ ❺

۵۔ فرمایا:

﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴾ ❻

''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے، تو اچانک وہ حرکت کرنے لگے؟''

اس کی مزید تفصیل آگے ذکر ہوگی۔

۶۔ فرمایا:

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾ ❼

''فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں۔''

بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا مجاہد کہتے ہیں: کہا جاتا ہے ذی المعارج۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں۔ ❽ طبری نے کہا ''یعنی فرشتے اور الروح (جبرائیل علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں۔'' ''الیہ میں جو (ھا) ضمیر ہے وہ اللہ تعالیٰ

---

❶ تفسیر القرطبی: ۷/ ۲۱۹۔ ❷ فاطر: ۱۰۔
❸ تفسیر القرطبی: ۷/۲۱۹۔ ❹ آل عمران: ۵۵۔
❺ اس کے باوجود بیہقی نے عمل چڑھنے کی تاویل عمل کی قبولیت سے کی ہے۔ مگر اس نے لفظ (الی اللہ) کی تاویل نہیں کی بلکہ اس میں تفویض کا موقف اپنایا ہے کہ یہ سلف صالحین کا طریقہ ہے۔ فتح الباری: ۱۳/ ٤١٦۔
❻ الملك: ١٦۔ ❼ المعارج: ٤۔ ❽ بخاری کتاب التوحید: ٤/٣٨٩۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کی طرف لوٹتی ہے۔ ❶ اس کی تاکید اور تفسیر نبی ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے۔ ''تم لوگ اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں۔'' ❷ اور آپ کا یہ فرمان: ''اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس موجود (فرشتوں) میں یاد کرتا ہے۔'' ❸ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۩﴾ ❹

''بے شک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ ❺

''کہہ دے اسے روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ﴾ ❻

''وہ اپنے رب سے، جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں'' ❼

سنت سے دلائل:

(۱) رسول کریم ﷺ نے لونڈی سے پوچھا: "أین اللّٰہ" اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا "فی السماء" آسمانوں پر ہے۔ آپ نے اس کے مالک سے فرمایا: "اعتقها فانها مؤمنه" ❽ (اس کو آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔)

۲۔ آپ نے اپنے خطبہ میں عرفہ کے دن فرمایا تھا: "الا هل بلغت؟" (کیا میں نے تم کو دین پہنچا دیا ہے) تو صحابہ کرام نے عرض کیا۔ جی ہاں تو آپ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "اللّٰهم اشهد" (اے اللہ تو گواہ ہو جا۔) ❾ یہ بلندی کے لیے حسی اشارہ اس شخصیت کی طرف سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے زیادہ جانتے تھے اس میں معتزلہ اور جہمیہ کی نفی ہے۔

---

❶ جامع البیان جلد ۱۲۔۲۹/٤٤۔ ❷ مسلم ٤٣٠، ابوداؤد: ٦٦١۔

❸ مسلم: ٢٦٩٩۔ ❹ الاعراف: ٢٠٦۔

❺ النحل: ١٠٢۔ ❻ النحل: ٥٠۔

❼ بعض نے کہا فوقیت سے مراد یہاں پر رتبہ اور مرتبہ کے لحاظ سے ہے۔ یہ بات غلط ہے کیوں کہ اسمائے ظروف کے احوال ہیں جن میں فوق (اوپر) اور تحت (نیچے) جب اس پر حرف جر داخل ہوتا ہے تو ایک کی تعین لازمی ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا﴾

❽ مسلم: ٥٣٧۔ احمد: ٤٤٧۔

❾ مسلم: ١٢١٧۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۳۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم مجھے امین نہیں جانتے جب کہ میں اس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے۔“ ❶

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر اللہ (رحمان) رحم کرتا ہے۔ تم اہل زمین پر رحم کرو۔ تم پر آسمانوں والا رحم کرے گا۔ ❷

بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”من فی السماء“ (جو آسمانوں میں ہے) کا مطلب یہ ہے کہ جو آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر ہے جیسا کہ کتاب وسنت میں اس کے دلائل موجود ہیں۔ پھر انھوں نے جہم بن صفوان کا قول ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ ذاتی لحاظ سے ہر ایک کے ساتھ بھی ہے اور ہر ایک چیز کے اندر بھی ہے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ دشمن جھوٹا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے جیسا کہ اس نے اپنے متعلق وضاحت فرمائی ہے۔ ❸

بیہقی رحمہ اللہ کا قول حبشی کی بات کو غلط ثابت کر رہا ہے کہ ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ سے مراد جبرائیل ہیں یا پھر فرشتے ہیں۔

۵۔رسول اللہ ﷺ نے حج کا طویل سفر کرنے والے مسافر کے متعلق فرمایا:

”وہ طویل سفر طے کرتا ہے۔ پراگندہ بال، غبار آلود، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے۔ یا رب، یا رب جب کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کی پرورش حرام سے ہوئی۔ لہٰذا اس کی دعا کیسے قبول ہو۔“

اور فرمایا:

”اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ اس کی بات نہ مانے تو اس پر آسمان والا (اللہ تعالیٰ) ناراض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو جائے۔“ ❹

اس حدیث میں ناراض ہونے والے سے جبرائیل مراد لینا ناممکن ہے۔

اور آپ نے فرمایا:

”تمھارا رب باحیا اور کریم ہے، جب بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹا دینے سے

---

❶ بعض نے کہا: آسمانوں والے سے جبرائیل مراد ہیں۔ لیکن حقیقت یہ کہ جبرائیل خود اس کے امین ہیں جو آسمانوں میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ﴾

❷ بعض نے کہا اس حدیث میں ضمیر جبرائیل علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے مگر یہ بات صحیح نہیں ہے اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: اللہ ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے ہیں اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اپنے رحم نہ کرنے والے بندوں پر بھی رحم نہیں کرتا۔“ ترمذی: ۱۹۲۳۔ اگر ہم جبرائیل مراد لیں تو سیاق وسباق کے لحاظ سے عبارت ہی صحیح مفہوم ادا نہیں کرتی ہے کیوں کہ سیاق کلام میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔

❸ الأسماء والصفات: ۲/۱۷۰۔ ❹ مسلم: ۱۴۳۶۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

شرماتا ہے۔''[1]

اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں چلتے پھرتے رہتے ہیں جب وہ الگ الگ ہو جاتے ہیں تو آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرتا ہے۔ حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے۔ تم کہاں سے آئے ہو؟ تو وہ کہتے ہیں ہم زمین سے بندوں کے پاس سے آئے ہیں۔''[2]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا تھا: آپ کی پاک دامنی اس نے نازل کردی جو ساتویں آسمان سے بھی اوپر ہے۔[3]

ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح ساتویں آسمان سے بھی اوپر سے کیا ہے۔[4]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خولہ بنت حکیم کے متعلق فرمایا تھا: یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے بھی اوپر سے سنی ہے۔[5]

حدیث معراج میں ہے کہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر تمام آسمانوں سے اوپر چڑھتے گئے حتی کہ ساتویں آسمان پر پہنچ گئے۔ اس حدیث میں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس بار بار آتے جاتے رہے۔ موسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: اپنے رب کے پاس واپس جایئے۔ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں پھر وہ مجھے لے کر ساتویں آسمان پر چڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

''آپ نے ان لوگوں کے متعلق وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے بھی اوپر سے کیا ہے۔''[6]

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا ہے۔ ایک سے دوسرے درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے، تم اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس کا سوال کیا کرو۔ یہ جنت کا سب سے بلند اور درمیانی حصہ ہے اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے جہاں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔[7]

---

1. ترمذی: ٣٥٥١۔ ابوداؤد: ١٤٨٨۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس کی سند کو جید کہا ہے۔ ١١/ ١٤٣۔
2. مسلم: ٢٦٨٩۔
3. مسند احمد: ١/ ٢٧٦۔
4. بخاری: ٧٤٢٠۔
5. بیهقی: ٢/١٦٢۔ طبری: ٢٨/٤،٥۔
6. الاسماء الصفات: ٢/١٦١۔ المستدرك: ٢/١٢٤۔
7. بخاری: ٢٧٩٠۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو ایک کتاب میں لکھا جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے۔ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تو آواز آسمان سے آئی اور اللہ تعالیٰ بھی آسمانوں سے اوپر تھا۔ ❷

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: عرش پانی پر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ ہے کوئی چیز تمھارے اعمال میں سے کوئی چیز اس پر مخفی نہیں ہے۔ ❸

ابن مبارک رحمہ اللہ سے سوال ہوا۔ ہم اپنے رب کو کیسے پہنچانیں۔ انھوں نے فرمایا: وہ ساتویں آسمان سے بھی اوپر ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر ہے۔ ❹

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا چکے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو وہ آسمانوں کے اوپر موجود ہے۔ وہ زندہ ہے اس کو بھی موت نہ آئے گی۔ ❺

ابن عباس رضی اللہ عنہما، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝۱۷﴾ ❻

”پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔“

کی تشریح میں فرماتے ہیں: (شیطان نے یہ کہا تھا میں ان بندوں کے پاس دائیں، بائیں، آگے، پیچھے سے آؤں گا) وہ یہ نہ کہہ سکا کہ اوپر سے آؤں گا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے۔)

اور طبری نے کہا وہ یہ نہ کہہ سکا کہ میں اوپر سے ان کے پاس آؤں گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں پر اس کے پاس سے یعنی اوپر سے نازل ہوتی ہے۔“ ❼

---

❶ صحیح بخاری: ٧٤٠٤۔
❷ خلق افعال العباد: ٤٠۔
❸ التمهيد: ٧/١٣٩، اور بیهقی، الاسماء والصفات: ٥٠٧، ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی سند حسن ہے۔ العلو: ٦٤۔
❹ بخاری (خلق افعال العباد)، بیهقی، الاسماء والصفات: ٢/١٦٩، السنة: ١/١٧٥۔
❺ التاريخ الكبير للبخاری: ١/٢٠٢۔
❻ الاعراف: ١٧۔
❼ تفسير طبری: ٣/٣٩٧۔ الدر المنثور: ٣/ ٧٣۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

استواء کے متعلق حبشی اور معتزلہ کا عقیدہ ایک جیسا ہی ہے:

حبشی صفت استواء میں تناقض (اختلاف) کا شکار ہے۔ کبھی تو کہتا ہے کہ استواء کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ استوی ثابت ہے جسے اس کے لائق ہے اور وہ خود ہی اس کے بارے میں ہماری نسبت بہتر جانتا ہے۔ ❶ کبھی ایسی تفسیر کرتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہی نہیں جیسا کہ استوی کا مطلب استیلاء ہے۔

اور وہ صفات کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد نہیں کرتا ہے۔ پھر وہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتا ہے۔ عرش رحمن کے ساتھ برابر ہوا۔ یہ بات اس نے شبلی سے لی۔'' ❷

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس شخص نے دن کے پہلے حصہ میں صوفیت اختیار کی تو وہ ظہر کے وقت پاگل ہو چکا ہوگا، اور جو صوفیوں کے ساتھ چالیس دن تک رہا تو اس کی عقل کبھی بھی واپس نہیں آ سکتی۔ ❸

پھر حبشی نے امام بخاری رحمہ اللہ کی مجاہد اور ابوالعالیہ سے استواء کی بیان کردہ تفسیر کو رد کر دیا ہے۔ اسے علم بھی ہے کہ یہ قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ہے مگر حبشی تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا ہے۔ امام موصوف کا یہ قول ابوالفضل تمیمی نے نقل کیا ہے۔ ❹

اس نے یہ تفسیر ابن بطال کے قول ''فیہ نظر'' سے رد کی ہے حالاں کہ ابن بطال نے یہ تفسیر وہاں سے نہیں لی جہاں سے مجاہد اور ابوالعالیہ نے لی یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بلکہ اس نے اعتراف کیا ہے کہ ابن فورک نے اپنے اصحاب اشاعرہ سے کی استوی کی تفسیر (علا) سے کی ہے۔ ❺ ابومنصور البغدادی نے استواء کی (استیلاء) سے تفسیر کا انکار کیا ہے لیکن اس نے اس کی تاویل ملک (بادشاہت) سے کی ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ عرش کا مطلب حکومت اور بادشاہت ہے۔ ❻ ان لوگوں کے نزدیک لفظ عرش کی بھی تاویل کرنا ہوگی۔

حبشی نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ استوی کی استیلاء سے تاویل میں معتزلہ نے اہل السنۃ والجماعۃ کی موافقت کی ہے۔ ❼ یہ صاف جھوٹ ہے اس کی حقیقت عنقریب آشکار ہو جائے گی۔

اشعری کا قول: معتزلہ نے کہا: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ یعنی استولی۔ ❽

اس نے اہل ثغر کے رسالہ (خط) میں کہا: استواء اللہ سے مراد استیلاء نہیں جیسا کہ اہل قدر کا قول ہے۔ اہل قدر معتزلہ میں۔

---

❶ التمهيد: ٧/ ١٣٩۔
❷ طبقات السبكى: ٩/٨٦۔
❸ تلبيس ابليس: ٣٧١۔
❹ طبقات الحنابله: ٢/ ٢٩٦۔
❺ الدليل القويم: ٤٤۔
❻ اصول الدين: ١١٣ ـ ١١٤۔
❼ اظهار العقيدة السنية: ١٣١۔
❽ مقالات الاسلاميين: ١٥٧، ٢١١، شرح اصول الخمسة: ٢٢٦، متشابه القرآن: ٧٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر بن فورک نے (مجرد مقالات أبي الحسن الاشعری) میں کہا ص: ۳۲۵

ہمارے مخالف کہتے ہیں استواء کا معانی استیلاء ہے۔ متاخرین اشاعرہ اپنے ہی سلف کی مخالفت کرتے ہیں۔ ابن فورک کے ہاں مخالفین حبشی کے ہاں کیسے موافق ہو گئے؟

حافظ ابن عبدالبر نے کہا: الاستواء معلوم ہے اور لغت میں اس کا مفہوم معروف ہے اور اس کا مطلب اوپر ہونا اور بلند ہونا ہے۔ ان لوگوں کا استویٰ کے معانی کی تاویل (استولی) سے کرنا بے معنی اور بے کار ہے کیوں کہ لغت میں ایسا نہیں ہے۔ ❶

میں کہتا ہوں: یہ معتزلہ کے ہاں معلوم ہے، حافظ ابن عساکر نے کہا: اشعری نے اس تاویل کا انکار کیا ہے اس نے معتزلہ اور مشبہ سے ہٹ کر درمیانی راہ اختیار کی ہے۔

جھوٹ واضح کرنے والی مضبوط دلیل:

حافظ ابن عساکر نے تبیین میں کہا: معتزلہ یہ کہتے ہیں۔ استوی سے مراد استولیٰ ہے (قبضہ کرنا) جبکہ مشبہہ نے کہا وہ اپنی ذات سے مستوی ہوا حرکت اور انتقال کے ساتھ، پھر اس نے ایک کلمہ کہا جس جھوٹوں کا جھوٹ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا۔ اس نے کہا ابوالحسن نے اس کے درمیان راہ اختیار کی ہے۔ ❷

یہ جھوٹے انسان کا جھوٹ واضح کرنے کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں حبشی نے دعویٰ کیا کہ ابوالحسن اشعری نے استواء کی استیلاء سے تاویل میں معتزلہ کی موافقت کی ہے۔

جمیل حلیم کا اشعری کے مذہب پر کلام:

جمیل حلیم نے حافظ ابن عساکر کے قول پر سکوت اختیار کیا ہے۔ ابوالحسن نے درمیانی راہ اختیار کی ہے۔ یعنی معتزلہ جو استوی سے (استولیٰ) مراد لیتے ہیں اور مشبہ کے مابین جو کہتے ہیں ہماری طرح استواء مراد ہے۔ ❸ کیوں کہ یہ لفظ ہر اس کے خلاف حجت ہے جو اشعری کی طرف منسوب ہے۔

ابومنصور البغدادی نے کہا: معتزلہ کا دعویٰ ہے کہ استوی سے مراد استولیٰ ہے اور ان کی دلیل مندرجہ ذیل شعر ہے۔

قد استوى بشر على العراق	من غير سيف ولادم مهراق
بشر عراق پر بغیر خون بہائے	اور بغیر تلوار چلائے قابض ہو گیا

پھر انھوں نے کہا: یہ تاویل باطل ہے۔ ❹ اسی طرح ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ شعر کہنے والا ملعون ملعون ملعون

---

❶ التمهيد لابن عبدالبر: ۷/۱۳۱۔
❷ تبيين كذب المفترى: ۱۵۰۔
❸ مجله منار الهدىٰ: ۱۰/ ۴۷ ـ ۴۸۔ ❹ اصول الدين: ۱۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اور جس نے نصرانی کی بات کو دین میں حجت بنایا وہ بھی ملعون ہے۔ (1) اس کے باوجود حبشی نے اس شعر کو دین میں حجت بنایا۔ وہ کہتا ہے: شاعر نے کہا: (2) مگر اس نے اپنے متبعین کو اس شاعر کا نام نہیں بتایا۔ یہ شعر اخطل کا ہے جو کہ عیسائی تھا اور یہ جان بوجھ کر مسلمان اہل لغت سے اختلاف کیا کرتا تھا۔

ابن جوزی نے استواء کی استیلاء سے تاویل پر اعتراض کیا ہے اور کہا یہ تاویل اہل لغت کے ہاں منکر ہے اور قابل قبول نہیں۔انھوں نے یہ بھی کہا اس شعر کی صحیح نسبت کا بھی علم نہیں ہے۔ یہی بات ماہر لغت ابن فارس نے کہی ہے۔ابن الجوزی نے کہا: استیلاء کے قول میں کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ہم تعطیل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ ان ملحدوں سے محفوظ رکھے۔ (3) انھوں نے مزید کہا کہ صحابہ کرام سے یہ معانی ہرگز نقل نہیں کیے گئے۔ (4)

ابوبکر بن فورک نے بھی اس تاویل کو یہ کہہ کر رد کیا ہے استیلاء غلبہ کے معانی میں ہے مگر اس میں ضعف (کمزوری) کا پہلو بھی باقی رہتا ہے۔ (5)

ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: اس باطل تاویل کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے غالب نہ تھا بعد میں ہوا ہے۔ (6)

الفقه الأكبر میں ہے کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ **استوى على العرش**، **استیلاء** کے معانی میں ہے۔ (7)

ابن بطال نے معتزلہ کی لفظ استویٰ سے تاویل کو رد کرتے ہوئے کہا: معتزلہ کا قول فاسد ہے۔ حافظ عسقلانی نے ان سے یہ نقل کیا ہے اور اس کی موافقت کی ہے۔ (8)

انھوں نے ابن الأعرابی کے قول کو دلیل بنایا ہے۔ (9) کہ استیلاء استویٰ کے معانی میں ہرگز مستعمل نہیں ہے۔ عرب یہ نہیں کہتے "**استولى على العرش فلان**" مگر یہ کہ اس کا مضاد (مدِمقابل) ہوتا کہ کہا جائے کہ فلاں غالب آ گیا جب کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مدمقابل نہیں۔ (10) مگر اس کے باوجود آپ دیکھیں گے کہ یہ فاسد تاویل اشاعرہ اور ماتریدیہ کے ہاں قابل اعتماد ہے۔ (11)

اگر اس شعر کو صحیح بھی مان لیا جائے تو یہ حبشی کے خلاف ہی حجت ہے اگر عراق پر بشر کا قابض ہونا (استیلا) کے معانی میں ہے۔تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عراق پہلے اس کی حکومت اور قبضہ میں نہ تھا۔ جب وہ اس پر قابض ہو گیا تو یہ اس کی

---

(1) الفصل فی الملل النحل: ۲/۱۲۳، ۳/۲۱۹۔
(2) اظهار العقيدة السنية: ۱۵۰۔
(3) زادالمسير: ۳/۲۱۳۔
(4) صيد الخاطر: ۱۰۳۔
(5) الأسماء والصفات: ۵۱۹۔
(6) فتح البارى: ۱۳/ ۴۰۵۔
(7) الفقه الأكبر: ۳۳۔
(8) فتح البارى: ۱۳/۴۰۵، اتحاف السادة المتقين: ۲/۱۰۷۔
(9) سير أعلام: ۱۵/ ۴۰۷۔
(10) الأسماء والصفات: ۲/ ۱۵۴۔
(11) اصول الدين: ۱۱۳، الاقتصاد فى الاعتقاد: ۳۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلطنت اور حکومت میں شامل ہو گیا جب اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا سوچنا بھی ناممکن ہے۔

غزالی نے بھی اس تاویل فاسد پر اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

اس مقام پر اہل سنت تاویل کرنے پر مجبور ہیں۔ ❶ اس نے اس مجبوری پر تعجب کا اظہار کیا ہے جس کی طرف سلف صالحین مجبور نہیں ہوئے۔ یہ غزالی کی طرف سے اس قول کے شنیع (بہت برا) ہونے کا اعتراف بھی ہے اور اس کی طرف مجبور ہونے کا موقف بھی ہے جیسا کہ بھوک سے مرتا ہوا آدمی خنزیر کا گوشت کھانے کے لیے مجبور ہوتا ہے۔

حبشی معتزلہ کی تاویلات کی تعریف کر رہا ہے:

تاویل کا قول معتزلہ کا ہے اور حبشی نے اس کی موافقت کی ہے۔ اس کا یہ کہنا ہے کہ یہ بہترین تاویل ہے اور یہ حق کے قریب ترین ہے اور عظیم ہے۔ ❷ اس نے اشعری، ابن عساکر، بیہقی، بغدادی، ابن بطال اور ابن الاعرابی کی مخالفت کی ہے جو کہ لغت کا مشہور عالم ہے۔ اس نے ابن حجر کے بھی خلاف بات کی ہے۔ ❸

کیا تیرے لیے یہ دلیل کافی نہیں کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور اعتزالی تاویل کو سنی بنانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے حالانکہ اشعری سمیت بہت لوگوں نے اس تاویل پر نقد (جرح) کی ہے۔

الباقلانی نے کہا: استواء علی العرش کا معنی استیلاء سے کرنا ہرگز جائز نہیں ہے کیوں کہ استیلاء سے مراد قدرت، غلبہ اور قہر ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ تو ازل سے قادر، قاہر اور غلبہ والا ہے۔ ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ کے معانی پھر یہ ہوں گے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کا قبضہ نہ تھا بعد میں ہوا، اس طرح ان کا قول باطل قرار پاتا ہے۔ ❹ ان کی تاویل کے مطابق یہ معانی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے غلبہ کے ساتھ حاصل کیا جو پہلے غالب تھا۔ ❺

اس کے بعد حافظ نے علمائے اہل السنہ کے صفت استواء کے متعلق اقوال ذکر کیے ہیں۔ اس سے قبل انھوں نے استواء کی استیلاء سے تشریح کو رد کیا ہے۔

انھوں نے اعتزالی اصولوں کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا: اس بات پر اعتماد کیوں نہ کیا جائے جس پر قرون ثلاثہ کے تمام لوگ متفق ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی گواہی کی بنیاد پر وہ سب سے بہترین لوگ ہیں۔ ❻

ابن عبدالبر نے کہا: ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ''استوی'' کا مطلب استولیٰ ہے یہ فضول بات ہے کیوں کہ لغت اس کی حمایت نہیں کرتی ہے۔ استیلاء کے لغوی معانی مقابلہ کے بعد غلبہ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے نہ ہی کوئی مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی غالب آ سکتا ہے۔

---

❶ احیاء علوم الدین۔ ❷ اظہار العقیدہ السنیة: ۱۲۷،۳۷۔
❸ مقالات الاسلامین: ۱۵۷، احیا الدین: ۱۱۰، تبین: ۱۵۰۔
❹ فتح الباری: ۱۳/۴۰۶۔ ❺ فتح الباری: ۱۳/۴۰۶۔
❻ فتح الباری: ۱۳/۴۰۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ عبدالقادر جیلانی نے کہا: استواء۔ استیلاء کے معانی میں ہرگز نہیں ہے۔ آپ دیکھیں گے معتزلہ استیلاء کے معانی میں بے بنیاد باتیں کرتے ہیں۔ حبشی نے بھی اسی شعر سے دلیل ہے جس سے معتزلہ نے لی ہے۔

فلما علونا واستوينا عليهم جعلنا هم مرعى لنسر وطائر [1]

جب ہم نے ان پر غلبہ حاصل کرلیا تو ان کو چیتوں اور پرندوں کی خوراک بناڈالا۔

بشر کے معانی سے اللہ تعالیٰ کو موصوف کرنا کفر ہے:

احباش عام طور پر امام طحاوی کی اس عبارت سے دلیل پکڑتے ہیں ''جس نے اللہ تعالیٰ کو بشر کے معانی سے موصوف کیا اس نے کفر کیا'' اس مقام پر ہم اسی عبارت کو ہی احباش کے خلاف دلیل کے طور پر پیش کرنا چاہیں گے کیوں کہ وہ عام طور پر اس عبارت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ تمھاری عبارت سے اللہ تعالیٰ کے لیے حدوث لازم آتا ہے کیوں کہ تم نے اس کے لیے استیلاء کو ثابت کیا ہے، زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے اس کے لیے استیلاء نہ تھا بعد میں ہوا؟

استیلاء انسانی وصف ہے جو انسانوں کے رب کے ہرگز لائق نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو تمھاری طرف سے واضح طور پر ایک انسانی وصف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موصوف کیا گیا ہے۔ کیوں کہ بقول تمھارے زمین وآسمان کی تخلیق سے قبل استیلاء نہ تھا بعد میں ہوا ہے۔ یہ تمھارے خلاف ہی دلیل ہے کیوں کہ تمھارے کبار علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انسانی وصف کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا ہے۔

دھوکہ دہی اور ہیرا پھیری کے چند نمونے:

خلیفہ علیوی نامی ایک آدمی آتا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ پر صاف جھوٹ بولتا ہے۔ اگرچہ اس نے اپنی کتاب کے سرورق پر ''فاضل جامعہ ازهر'' لکھا ہوا ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں دعویٰ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود استوی کی تفسیر استیلاء سے کی ہے۔ [2]

اس کتاب کے شروع میں کہتا ہے: کیا رسول اللہ ﷺ نے صفات باری تعالیٰ کی تاویل کی ہے؟ پھر خود ہی جواب دیتا ہے۔ کہ ہاں۔ وکیع بن حدس زربن عقیلی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارا رب کہاں تھا؟ تو آپ نے فرمایا: ''وہ خلاء میں تھا اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور نیچے بھی ہوا تھی پھر اس نے عرش کو پیدا کیا اور اس پر غلبہ حاصل کیا۔'' جب ہم نے اس کے ذکر کردہ حوالہ اور کتاب کو دیکھا تو اس میں یہ لفظ نہیں ہیں ''ثم استولىٰ عليه'' کہ پھر اس نے اس پر غلبہ حاصل کیا۔ [3]

---

① الدليل القويم: ٣٩ اور شرح اصول الخمسة: ٢٦٦ کا موازنہ کیجیے۔ متشابه القرآن لعبد الجبار معتزلی۔

② هذه عقيدة السلف والخلف: ٧٨،٧٩۔ میری اس سے ملاقات ریاض میں ۱۹۸۱ء میں ہوئی، میں نے اس سے اس کتاب کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اس کتاب سے رجوع کرلیا ہے لیکن ظاہر ہوتا ہے اس نے ایسا نہیں کیا۔

③ یہ حدیث مسند احمد: ۴/ ۱۱، اور ترمذی: ۵/ ۲۸۸ پر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آدمی نے امام ذہبی کی کتاب العلو کے ایک نسخہ میں واقع ہونے والی تحریف پر اعتماد کرتے ہوئے یہ الفاظ ذکر کر دیے اور اصل مراجع کو دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ اگر واقعتا ایسے ہوتا تو پھر تو اس کے اسلاف اشاعرہ تو اس کو دن رات بیان کرتے اور اختلاف ختم ہو جاتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ وکیع بن حدس مجہول ہے جیسا کہ بیہقی اور ذہبی نے اس کی وضاحت کی ہے۔ اس حدیث کو علماء کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ حدیث ضعیف تو ہے ہی لیکن بیہقی کے ہاں اس روایت میں "ثم استوی علیه" کے الفاظ ہیں اور "ثم استولی علیه" کے قطعاً نہیں ہیں۔

حبشی کی تلبیس (دھوکہ دہی):

حبشی کا دعویٰ ہے کہ اشعری نے اپنے ایک قول میں استواء کی تاویل استیلاء سے کی ہے۔ [1] یہ حبشی کی تلبیس ہے جس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

اول: ابن فورک نے اعتراف کیا ہے اس تاویل کو متاخرین اشاعرہ نے اختیار کیا ہے۔ انھوں نے استواء کی تاویل قھر، غلبہ سے کی ہے۔ یہ تاویل اشعری اور قدیم اشعری علماء کے خلاف ہے۔ [2]

دوم: ابی الحسن کا اس تاویل کا معتزلہ کی طرف منسوب کرنا اور ابن فورک کا اعتراف اس بات کی تاکید ہے کہ اشعری نے استیلاء کا قول ترک کر دیا تھا اس کے بعد کہ اس نے اعتزال سے رجوع اور توبہ کر لی تھی۔ اس کے تجربہ سے مذہب معتزلہ مخفی نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ ان کے ساتھ چالیس سال تک رہا۔

سوم: اگر حبشی سچائی اختیار کرتا تو وہ کہتا (اپنے پہلے دونوں اقوال میں) جیسا کہ اس کے لیے ابن عساکر [3]، بغدادی [4]، اور بیہقی [5] نے ثابت کیا ہے کہ اس (فاسد) تاویل کو متاخرین اشاعرہ نے اختیار کیا ہے۔ ہم حبشی سے پوچھتے ہیں کہ تم کیوں فریب کر رہے ہو؟

استیلاء کی لغت حمایت نہیں کرتی:

حبشی کے متبعین میں سے ایک حیدر نے اپنے شیخ اور سبکی کے لیے تعصب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابن الاعرابی کے قول کی طرف توجہ نہ کی جائے کیوں کہ وہ اہل لغت کے کلام کے خلاف ہے، لیکن اس نے کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔ شاید سبکی کے نزدیک لغت میں اعتماد الأخطل نصرانی کے کلام پر ہے۔ [6] حیدر نے درحقیقت جہالت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس نے بیہقی کی کتاب کی تحقیق کی ہے۔ بیہقی اس تاویل کے قریب نہیں گئے، انھوں نے ابن فورک سے نقل کیا ہے۔ استیلاء کا

---

[1] اظهار العقيدة السنة: ٣٧۔
[2] تبيين كذب المفترى: ١٥٠۔
[3] تبين كذب المفترى: ١٥٠۔
[4] الأسماء والصفات: ٢/ ١٥٤۔
[5] تعليق حيدر على كتاب البيهقى: ٢/ ١٥٤۔
[6] تعليق حيدر: ٢/١٥٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب ضعف کے خطرہ کے ساتھ غلبہ کا ہے۔ انھوں نے ابن الأعرابی کے قول کو دلیل بنایا ہے۔ ❶

یہاں پر ہم حبشی سے سوال کرتے ہیں کیوں کہ حبشی اشعری عقائد کا حامل ہے کہ تم لوگ استواء کی تفسیر استیلاء سے کرنے پر متفق ہو یا پھر خود تمھارے اندر ہی اختلاف پایا جاتا ہے؟

اگر یہ کہیں کہ کیوں نہیں؟ ہم تو متفق ہیں تو ہم کہیں گے مرتضی زبیدی نے غزالی کی استواء کی تفسیر استیلاء پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں احتمال ہے اور اس کی تعین کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ بعض متاخرین کی اختیار کردہ تاویل ہے۔ ❷ پھر رازی اس محتمل دلیل کو ہر مسلمان پر واجب کہتا ہے۔ ❸

غزالی صفت استواء کے ثبوت میں اختلاف کا شکار ہے کبھی کہتا ہے استوی سے مراد استیلاء ہے اور کبھی کہتا ہے اللہ تعالیٰ مستوی ہوا اس طرح سے جس طرح اس نے فرمایا اور ان معانی کے مطابق جس کا اس نے ارادہ کیا۔ پھر اس پر زبیدی نے حاشیہ لگایا کہ اس کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ ❹

صفات کی نفی کرنے والوں میں سے اکثر کا یہ دعویٰ ہے کہ استوی کے لغوی معانی استیلاء ہیں اور پھر کہا کہ اس پر اہل لغت کا اتفاق ہے لیکن جب ہم اہل لغت کا کلام پڑھتے ہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ درحقیقت بعض مقامات پر لغت میں یہ معانی خود معتزلی اور اشعری اہل لغت نے داخل کیے اور خود اشعری اور معتزلی علماء اس کو دلیل بناتے ہیں۔ یہ زبردستی اور مکروفریب ہے جیسا کہ احباش نے کہا: ماہر لغت سبکی، ماہر لغت زبیدی وغیرہ۔

اگر ہم یہ بات تسلیم بھی کر لیں کہ لغت میں استواء کے کئی معانی ہیں تو پھر ہمارے پاس کون سا قانون اور ضابطہ ہے کہ ایک معانی کو اپنالیں اور دوسرے معانی کو چھوڑ دیں؟

العزبن عبدالسلام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ﴾ ❺ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا: استولی علیھم۔ کیوں کہ استیلاء قھر اور غلبہ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے اور یہ استیلاء بالید کے مشابہ ہے۔ ❻

پھر کہا سلف صالحین سے ''استویٰ'' کے معانی کی تحدید وارد نہیں ہوئی؟ کیا آپ صحیح بخاری میں کتاب التوحید میں یہ باب ملاحظہ نہیں کرتے۔

(باب: وكان عرشه على الماء)

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: استویٰ کا مطلب بلند ہونا ہے۔ ابوالعالیہ نے کہا: استویٰ کا معانی بلند ہونا، اوپر ہونا ہے۔ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا استواء سے مراد علو اور بلندی ہے یہ قول لغت کے بھی عین موافق ہے۔ کیوں کہ استویٰ لفظ

---

❶ اتحاف السادة المتقين: ۲/۱۰۴، ۱۰۵۔
❷ اساس التقديس: ۲۰۲۔
❸ اتحاف السادة المتقين: ۲/۱۰۴۔
❹ اتحاف السارة المتيقن بشرح احياء وعلوم الدين: ۲/ ۲۴۔
❺ الأنفال: ۵۲۔
❻ الاشارة الى الإيجاز: ۹۴۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(علی) کے ساتھ متعدی بیان ہوا ہے۔

استوی الرب لفظ علی کے ساتھ متعدی ہے جو عرش سے معلق ہے جو کہ (ال) کے ساتھ خاص ہے۔ اور ثم کے ساتھ خلق السموات والأرض پر معطوف ہے۔ یہ ایسا زبردست اسلوب ہے جو فقط ایک ہی معانی پر مبنی ہے اس میں کسی اور معانی کا قطعاً احتمال نہیں ہے چہ جائیکہ چار پانچ معانی ہوں جیسا کہ احباش نے بغیر دلیل کے دعویٰ کیا ہے۔

بیکار تاویل کے لیے اعذار:

لفظ استواء کی استیلاء وغیرہ سے تاویل کرنے والوں نے بہت سے عذر بھی بیان کیے ہیں مثلاً: استواء تمکن کے بغیر نہیں ہوتا جب کہ استیلاء کا معانی بھی تمکن ہے۔ اس طرح اس کا مطلب غایت کا حصول ہے جیسا کہ فیروز آبادی اور اس کے ہم نواؤں کا دعویٰ ہے۔ ❶ کہا: استولی علیہ یعنی اس پہ تمکن حاصل کیا اور وہ اس کے ہاتھ میں آ گیا اور اس پر غالب آ گیا۔

ہم ان لوگوں سے سوال کرتے ہیں کیا تمھارے اس مفہوم کے مدنظر یہ کہا جا سکتا ہے۔ "استوی اللہ علی البحار والارض والجبال" کیا اللہ تعالیٰ نے زمین، سمندروں اور پہاڑوں پر غلبہ حاصل کیا۔ کیا اس نے مخلوقات پر غلبہ حاصل کیا۔ وہ چاند، سورج اور انسانوں پر قابض ہوا؟

سیوطی نے کہا: اگر یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات، جنت، جہنم اور تمام مخلوقات پر قابض ہوا تو پھر عرش کو خاص طور پر ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ ❷ احباش نے سیوطی کی اس بات کو مجسمہ کا (جسم کے قائل) قول کہا ہے۔ ❸ کیا یہ لوگ سیوطی کو مجسمہ میں شمار کرتے ہیں۔

اشاعرہ نے اس کا جواب دیا ہے۔ رازی نے معتزلہ کی تقلید کرتے ہوئے کہا: عرش کو اس لیے خاص کیا ہے وہ سب سے بڑی مخلوق ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ احباش معتزلہ کے ساتھ موافق ہیں اور ان کی تقلید کرتے ہیں۔ قاضی عبدالجبار معتزلی نے "شرح اصولہ" میں کہا: اگر کوئی یہ کہے کہ عرش کو خاص طور پر کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ تو ہم کہیں گے کیوں کہ وہ سب سے بڑی مخلوق ہے۔ ❹

استواء کے متعلق ان لوگوں کے شبہات:

وہ کہتے ہیں: اگر ہم یہ کہیں کہ وہ مستوی علی العرش ہے تو اس سے جسم لازم آتا ہے اور اجسام تو جواہر سے مل کر بنتے ہیں لہٰذا تین امور میں سے ایک صورت لازم آئے گی۔

---

❶ القاموس المحیط: ۱۷۳۲۔ المعجم الوسیط: ۱۰۵۷۔

❷ الاتقان: ۲/۹، فتح الباری: ۱۳/۴۰۶۔

❸ یہ ان کے ایک بہت بڑے رئیس محمد الولی کا قول ہے۔ مجلة منار الهدی: ۱۲/۲۷،

❹ شرح اصول الخمسة: ۲۲۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ عرش سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش سے چھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش کے برابر ہے۔

اور یہ کہ وہ عرش کا محتاج ہے، اس سے قعود (بیٹھنا) لازم آئے گا کیوں کہ شاید وہ یہ کہتا ہے کہ استواء بیٹھنے کو لازم ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ سب کچھ حاضر کو غائب پر قیاس کرنے کے باب میں سے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ❶

''اس کی طرح کوئی چیز نہیں ہے۔''

یہ لوگ یہود کی طرح اللہ تعالیٰ کو ضعف (کمزوری) سے موصوف کرتے ہیں:

ان متعصب اور حاسد لوگوں نے اپنے مخالفین کی طرف ایک بات اپنی طرف سے منسوب کردی کہ ان کے قول کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو تخلیق کیا تو وہ تھک گیا اور آرام کیا اور وہ عرش پر بیٹھا تھا۔ ❷

ان لوگوں نے یہودیوں کی قربت اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف ضعف (کمزوری) کی نسبت کردی۔ اس طرح ان کے قول استیلاء میں یہی معانی پائے جاتے ہیں کیوں کہ استیلاء ضعف کے بعد قوت اور غلبہ پر دلالت کرتا ہے، اس بات کی گواہی خود ان کے فقہاء اور اہل لغت بھی دے چکے ہیں۔ قدیم اشاعرہ نے معتزلہ کے قول استیلاء کا اس بنیاد پر رد کیا ہے۔

یہودی اور معتزلہ و اشاعرہ دونوں گروہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف ضعف کی نسبت کی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہودیوں نے قوت کے بعد ضعف کی نسبت کی ہے جب کہ اشاعرہ اور معتزلہ نے ضعف کے بعد قوت کی نسبت کی ہے۔

کیا یہ لوگ غزالی کے قول سے جاہل ہیں حالانکہ یہ اسے حجۃ الاسلام کہتے ہیں جس میں اس نے صاف طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف عجز (عاجز آجانا) کی نسبت کی ہے اور اس کی قدرت کو محدود بیان کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے ''اس جہان کو زیادہ خوبصورت بنانا ممکن ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی اس سے بہترین ترتیب ممکن ہے۔'' اور کہا: یہ ممکن ہی نہیں کہ اس سے افضل ہوسکتا ہے۔'' ❸

قدیم اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کے لیے جلوس (بیٹھنا) اور اعتلاء (بلندی) کا اثبات کیا ہے:

بیہقی نے اعتراف کیا ہے کہ ابوالحسن طبری جو کہ ابوالحسن اشعری کے خاص ساتھیوں میں سے ہے نے وضاحت کی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہر چیز کے اوپر ہے وہ اپنے عرش پر مستوی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس پر بلند ہے اور استواء کا مطلب اعتلاء ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے ''استويت على ظهر الدابة'' (میں جانور کی کمر پر بلند ہوا) اور ''استويت على السطح'' (میں چھت پر چڑھ گیا) اور ''استوت الشمس على رأسي'' (سورج میرے

❶ الشورى: ١١۔

❷ منار الهدىٰ: ٢٣/ ٣٤۔ ❸ الإملاء: ٥/ ٣٥۔ الإحياء: ٤/ ٢٥٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سر پر بلند ہوا۔اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔مخلوق سے بلند ہے۔)❶

یہ اشاعرہ کا قول ہے جس کی گواہی بیہقی دے رہے ہیں کہ استواء علی العرش کا مطلب عرش پر بلند ہونا ہے۔کیا یہ لوگ طبری کو جو کہ اشعری کا شاگرد ہے کافر کہتے ہیں؟

کیا جلوس (بیٹھنا) کا قول کفر ہے؟

ہم ہر چیز سے قبل جلوس (بیٹھنا) کی بات نہیں کرتے بلکہ ہم ترجیح دیتے ہیں جسے طبری نے ترجیح دی کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اس کے قول کی مانند کہتے ہیں کہ یہ قول کفر نہیں ہے کیونکہ یہ قول مجاہد اور کبار علمائے سلف سے منقول ہے جن پر امت نے اعتماد کیا ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں یہ کفر علمائے سلف کے درمیان کیسے رواج پا گیا۔ بلکہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر بیٹھے اور جو اس جلوس (بیٹھنے) کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ابوبکر بن ابی طالب نے کہا جس نے آپ کے بیٹھنے کو رد کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا رد کیا اور جس نے نبی ﷺ کی اس فضیلت کا رد کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا۔❷ اور ان لوگوں نے کہا: کہ جو اس کا انکار کرے وہ جہمی ہے یہ بات علی بن داؤد القنطری نے کہی ہے۔❸

اگر کبار جہمیہ کے نزدیک جلوس کا قول کفر ہے تو پھر کیا مجاہد رحمہ اللہ پر بھی کفر کا فتویٰ لگاؤ گے؟ طبری نے سلف صالحین کے ایک گروہ سے جلوس کا قول ذکر کیا ہے۔جن میں مجاہد بھی شامل ہیں۔اس گروہ نے کہا کہ مقام محمود سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ کرسی پر بٹھائیں گے اور اس میں ایک حدیث بھی مروی ہے۔

پھر ابوداؤد صاحب سنن پر بھی کفر کا فتویٰ لگاؤ۔ان سے خلال اور قرطبی نے نقل کیا ہے۔کہ ''میں نے ابوداؤ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جس نے انکار کیا تو وہ ہمارے ہاں متہم (جس پر تہمت ہو) ہے، اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ: ''لوگ اس کے قائل رہے ہیں درحقیقت وہ جہمیہ کی پریشانی کا ذکر کر رہے ہیں اس لیے کہ جہمیہ نے انکار کر دیا ہے۔وہ کہتے ہیں عرش پر کچھ نہیں ہے۔'' محقق نے کہا کہ ابوداؤد کے قول کی سند صحیح ہے۔❹

لہٰذا یہ سلف صالحین کی ایک جماعت کا قول ہے اور ان کے سرخیل مجاہد رحمہ اللہ ہیں۔اگر ان لوگوں کا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے تو پھر مجاہد اور سلف صالحین کی تکفیر لازم ہوگی جب کہ مجاہد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قرآن کی تفسیر سیکھی ہے۔اسی طرح ابوداؤد اور طبری کی تکفیر بھی کرنا پڑے گی۔قرطبی نے یہ موقف ذکر کرنے کے بعد یہ نہیں کہا کہ یہ کفر ہے اس لحاظ

---

❶ الأسماء و الصفات: ۵۱۸،۵۱۷۔

❷ السنة للخلال: ۱/ ۲۱۵۔

❸ السنة للخلال ۱/۲۳۳۔ محقق نے کہا اس قول کی سند صحیح ہے۔

❹ السنة للخلال: ۱/۲۱٤۔ تفسیر قرطبی: ۱۰/۳۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پھر قرطبی پر بھی گمراہی کا فتویٰ لگانا پڑے گا کیوں کہ وہ اس کفر پر خاموش رہے۔

امام ذہبی جس سے احباش نے پاؤں سن ہونے والی روایت کو دلیل بنایا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کو جس کی وجہ سے پس پشت ڈال دیا ہے نے کہا: ''مروزی نے کہا: میں نے (ابوعبداللہ الحقاف) سے سنا، میں نے ابن مصعب سے سنا وہ اس آیت کریمہ ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ کی تفسیر میں فرما رہے تھے: ہاں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا۔ ابن مصعب نے ذکر کیا، اور کہا میں نے یہ ان سے لکھا ہے اس طرح ابوبکر المروزی نے نقل کیا ہے جو کہ امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔ یہ ان نامور لوگوں میں سے ایک ہیں جن سے انھوں نے فقہ سیکھی ہے۔ انھوں نے ایک کتاب تقریباً دوسوستر ہجری ۲۷۰ھ میں لکھی جب جہمیہ نے اس بات کا انکار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو عرش پر بٹھائے گا اور ان کے زمانہ کے لوگوں نے اس کا فتویٰ بھی دیا امام ذہبی نے اپنی بات یہ کہہ کر ختم کی۔ یہ روایت مجاہد رحمہ اللہ سے ثابت ہے، ان سے اس کو لیث بن أبي سلیم، عطاء بن سائب، جابر بن یزید اور ابویحییٰ القتات وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اور انھوں نے اس حدیث کے ساتھ زائد الفاظ کے متعلق کہا: یہ اضافہ صحیح اور مقبول ہے۔ ❶

انھوں نے مروزی سے ان کا قول اس طرح ذکر کیا: مجھے ابراہیم بن عرفہ نے بیان کیا، میں نے ابوعمیر کو یہ کہتے ہوئے۔ انھوں نے کہا: میں نے احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا جب ان سے مجاہد کی حدیث کے بارے میں سوال ہوا: ''اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو عرش پر بٹھائیں گے'' کہا: اس حدیث کو علماء نے قبول کیا ہے۔ ❷

امام ذہبی نے اس کا ثبوت مجاہد سے دوبارہ بھی بیان کیا ہے۔ ❸

قاضی ابویعلی نے کہا: ابوبکر اور عثمان جو کہ ابوشیبہ کے بیٹے ہیں دونوں نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ کی تفسیر میں بیان کیا کہ ''اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عرش پر بٹھائے گا'' ابن عمیر نے کہا: میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے سنا جب ان سے حدیث مجاہد کے متعلق سوال ہوا تھا کہ محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بٹھائیں گے تو انھوں نے کہا: اس حدیث کو علماء نے قبول کیا ہے اور ہم اس حدیث کو اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جس طرح ہم تک پہنچی ہے۔ (الاعتقاد للقاضی)

پھر تم لوگ قاضی ابن العربی اشعری پر بھی کفر کا فتویٰ لگاؤ جس نے کہا تھا: ''یہ محمد ﷺ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی کبھی نافرمانی نہیں کی ہے نہ ہی تو زمانہ جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام آجانے کے بعد۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عزت اور جلال کی بناء پر تکریم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ہی بلند مقام نصیب فرمایا وہ ان کو کرسی پر اپنے ساتھ بٹھائے گا تاکہ آپ بروز قیامت لوگوں کے اعمال کا فیصلہ کر سکیں۔'' ❹

---

❶ العرش للذهبي: ۱/۲۳۱۔
❷ العرش للذهبي: ۱/ ۲۳۲۔
❸ حواله سابقه: ۱/۲٦٧۔
❹ أحكام القرآن لإبن العربي: ۳/ ۱۵۴۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر تم کہو کہ یہ کفر ہے تو تم پر طبری نے رد کرتے ہوئے کہا: جو قول مجاہد رحمہ اللہ کا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو عرش پر بٹھائیں گے یہ بالکل صحیح ہے۔ یہ خبر اور نظر (تحقیق) ہر لحاظ سے درست ہے۔ اس قول کو کسی نے رد نہیں کیا ہے۔ نہ رسول اللہ ﷺ نے، نہ صحابہ کرام نے اور نہ ہی تابعین نے۔ ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ کہتے ہوئے عبارت نقل کی ہے طبری کہتے ہیں کہ لیث نے مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "مقاماً محمودا" کی تشریح میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ پھر انھوں نے اس کی سند بیان کرنے کے بعد کہا: پہلا قول زیادہ بہتر ہے۔ کیوں کہ دوسرا نقل و تحقیق کے اعتبار سے غیر مدفوع ہے۔ ابن عطیہ نے کہا: جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ واحدی نے اس قول کو رد کرنے کے لیے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ نقاش نے ابوداؤد صاحبِ سنن سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: جس نے اس کا انکار کیا وہ متہم (جس پر تہمت ہو) ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثعلبی کے ہاں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابی شیخ کے ہاں قول منقول ہے اور عبداللہ بن سلام کا بھی یہی کہنا ہے۔ محمد ﷺ قیامت کے دن رب کی کرسی پر رب کے حضور تشریف فرما ہوں گے۔ اسے طبری نے نقل کیا ہے میں کہتا ہوں۔ ممکن ہے یہ اضافت عزت و توقیر کی اضافت ہو جیسا کہ مجاہد وغیرہ سے بھی مروی ہے۔ راجح یہ ہے کہ اس سے مراد مقام محمود ہے۔ جو کہ شفاعت عظمیٰ کا حق ہے۔ ❷

پھر انھوں نے یہ کہا کہ جمہور کے نزدیک اس سے مراد شفاعت ہی ہے۔ واحدی نے بڑی کوشش کے بعد اس کے متعلق اجماع نقل کیا ہے مگر انھوں نے مجاہد کا قول بھی نقل کیا ہے۔ ❸

خطیب بغدادی نے اسے باسند نقل کیا ہے اور اس پر کوئی تعاقب نہیں کیا۔ ❹

یہ طبری کی وضاحت ہے کہ سلف سے اس قول کا انکار ثابت نہیں ہے بلکہ ان سے تو اس آدمی کی سخت تردید ثابت ہے جو اس قول کا انکار کرتا ہے۔

امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی یہ قول مجاہد کے بعد ثابت ہے اور ان سے مجاہد کے قول کا انکار ثابت نہیں ہے۔ تو پھر تم پر لازم آتا ہے کہ تم ان لوگوں پر بھی طعن کرو۔

اگر تم نے حافظ کے دین پر طعن کیا تو تم خود تناقض (اختلاف) کا مظاہرہ کرو گے کیوں کہ تم نے اس کی زبردست تعریف کی ہوئی ہے اور تم لوگوں نے یہ کہا ہے کہ "حافظ مجتہد ہے اور ان کا باقاعدہ مذہب موجود ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے۔ ❺ سبکی نے تو ان کو امام، جلیل القدر، مجتہد مطلق ہیں اور کہا وہ علمی اور دینی لحاظ سے دنیا کے امام ہیں۔

---

❶ تفسیر طبری: ۵۲۹ تا ۵۳۳۔
❷ فتح الباری: ۱۱/۲٤۲۷۔
❸ فتح الباری: ۱۱/٤٦٦۔
❹ تاریخ بغداد: ۳/ ۲۲۔
❺ منار الھدیٰ: ۱٤/ ۲۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیوطی کہتے ہیں: میرے نزدیک تو وہ تیسری صدی ہجری کے مجدد بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ❶ تم لوگ سبکی اور سیوطی سے طبری کی تعدیل (ثقاہت بیان کرنا) میں کیسے بہتر ہو سکتے ہو جس نے ان کو اس امت کے لیے مجدد دین قرار دیا ہے؟

ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ انھوں نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر بیٹھیں گے۔ اس مسئلہ میں انھوں نے عبداللہ بن سلام سے روایات بھی نقل کی ہے کہا: مجھے عباس بن عبدالعظیم نے ان کو یحییٰ بن کثیر نے جریر سے۔ انھوں نے سیف الدوسی سے انھوں نے عبداللہ بن سلام سے بیان کیا۔ ''کہ محمد ﷺ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور کرسی پر تشریف فرما ہوں گے۔'' اس نے فقط اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنے کا انکا کیا ہے۔ ❷

امام بغوی جن کو محی السنۃ (سنت کو زندہ کرنے والا) کا لقب حاصل ہے نے یہ روایت مجاہد سے نقل کی ہے۔ وہ عبداللہ بن سلام سے نقل کرتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کیا۔ ❸

اور پھر تم لوگوں پر لازم ہے کہ ابی الحسن طبری پر بھی کفر کا فتویٰ لگاؤ جو اشعری کے خاص لوگوں میں شامل ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ استواء کو جانور پر سوار ہونے کی طرح سے تعبیر کیا ہے۔ ❹

اور پھر تم لوگ عبدالقادر جیلانی (معروف بزرگ) پر بھی کفر کا فتویٰ لگاؤ کہ انھوں نے کہا کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ ❺

پھر تم لوگ سیوطی پر کفر کا فتویٰ لگاؤ کہ انھوں نے اس قول کو نقل کیا مگر اس کا انکار بھی نہیں کیا اور اسے غلط بھی نہیں بتایا۔ ❻

حتی کہ ابن فورک نے مجاہد کی روایت ذکر کی کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو عرش پر بٹھائیں گے۔ انھوں نے اپنی عادت کے مطابق اس کی تاویل کی کہ ''اللہ تعالیٰ ان کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا، یعنی ان کی مدد کرے گا۔''

پھر کہا: ابوبکر بن فورک پر بھی کفر کا فتویٰ لگاؤ کہ انھوں نے مجاہد کے قول کا انکار نہیں کیا مگر اس کی تاویل کی۔ کفر کی بات قبول کرنا اور اس کی تاویلات تلاش کرنا جائز نہیں ہے۔

ابن فورک نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ تم مجاہد کے قول کے متعلق کیا کہتے ہو جس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ کا یہ مطلب بیان کیا ہے تو کہا: کہا جائے گا اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ تصرف اور مدد کے معنوں میں ہے۔ ❼

---

❶ صون المنطق والكلام للسيوطی: ٨٧ ـ ٨٨۔

❷ تفسير طبری: ١٧/ ٥٣٣۔

❸ معالم التنزيل: ٥/ ١٢١۔

❹ الأسماء والصفات للبيهقی: ٥١٧، تحقيق والا طبع: ٢/١٥٢۔

❺ الغنية لطالبی الحق: ٧۔

❻ الدر المنثور: ٥/ ٣٢٨۔ ❼ مشكل الحديث وبيانه: ٣٣٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر کہا: ہماری تاویل سے رسول اللہ ﷺ کو عرش پر بٹھانے کا انکار نہیں ہے کہ جسے اس کی شان لائق ہے کہ یہ نصرت اور مدد کے معانی پر مشتمل ہو۔ ❶ ان کا کلام ختم ہوا۔

یہ ابن فورک ہے جو مجاہد سے اس روایت کو ثابت کر رہے ہیں اور تاویل کے ساتھ اس پر اعتقاد بھی رکھتے ہیں۔

طبری کے نزدیک احباش کا موقف عالم اسلام کے ہی خلاف ہے:

طبری کہتے ہیں مجاہد نے جو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو عرش پر بٹھائے گا۔ اسے تحقیق و نظر کے لحاظ سے رد نہیں کیا گیا اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام اور تابعین سے اس کا کوئی اور معانی بیان نہیں کیا گیا۔ البتہ نظر و تحقیق کے لحاظ سے علماء نے اس کے تین مطلب بیان کیے ہیں۔

ایک گروہ کا کہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ان سے بالکل جدا تھا پھر اس نے مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کو قطعاً چھوا بھی نہیں ہے اور وہ اسی طرح ہے جس طرح پہلے تھا۔ جب اس نے اشیاء کو چھوا نہیں تو لازمی ہے کہ وہ ان سے بالکل الگ ہو کیونکہ کوئی بھی فعال چیز نہیں سوائے اس کہ وہ جسموں سے چھونے والی ہو یا پھر اس سے الگ ہو۔ انھوں نے کہا: اگر ایسا ہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اشیاء کا فاعل ہے تو ان کا یہ قول صحیح نہیں کہ وہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھے۔ اس صورت میں واجب ان کے دعویٰ کے مطابق کہ وہ الگ تھلگ ہے لہٰذا ان لوگوں کے نزدیک برابر ہے کہ وہ محمد ﷺ کو عرش پر بٹھائے یا پھر زمین پر بٹھائے کہ اس کا عرش پر الگ تھلگ ہونا اور زمین سے الگ تھلگ ہونا ایک ہی ہے کہ وہ ان سب سے جدا ہے اور وہ کسی کو نہیں چھوتا ہے۔

دوسرے گروہ کا خیال ہے اللہ تعالیٰ چیزوں کو تخلیق کرنے سے پہلے تھا کوئی چیز اسے چھو نہیں سکتی اور نہ ہی کوئی چیز اس کے برابر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو پیدا کیا پھر ان کو اپنی طاقت اور قدرت سے برابر کیا۔ وہ اسی طرح ہی ہے جیسے اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے تھا کوئی چیز اس کو چھو نہیں سکتی اور نہ ہی اس کے برابر ہو سکتی ہے۔ ان لوگوں کے قول کے مطابق بھی برابر ہے کہ وہ محمد ﷺ کو عرش پر بٹھائے یا پھر زمین پر سب برابر ہے۔ کیوں کہ کوئی چیز نہ ہی تو اسے چھو سکتی ہے اور نہ ہی اس کے برابر ہو سکتی ہے۔

تیسرے گروہ کا کہنا ہے: اللہ تعالیٰ چیزوں کو تخلیق کرنے سے پہلے موجود تھا کوئی چیز اسے چھو نہ سکتی تھی نہ اس سے جدا تھی۔ پھر اس نے مخلوقات کو پیدا کیا اور تخلیق کیا۔ اس نے اپنے لیے عرش پیدا کیا پھر وہ اس پر بیٹھ کر مستوی ہوا۔ پھر اس نے اس کو مس (چھونا) کیا۔ جیسا کہ وہ چیزوں کو تخلیق کرنے سے پہلے تھا نہ تو کوئی چیز ایسی تھی جس کو وہ رزق دیتا اور نہ ہی کسی چیز کو حرام قرار دیتا۔ پھر اس نے اشیاء کو پیدا کیا۔ کسی کو رزق دیا اور فلاں کو نہیں دیا۔ اس کو دیا اور اس کو محروم رکھا۔ ان لوگوں کا کہنا ہے وہ اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے اسی طرح تھا نہ کوئی چیز اسے چھو سکتی تھی اور نہ ہی سے جدا تھی۔ پھر اس

❶ مشكل الحديث وبيانه: ۲۹۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اشیاء کو پیدا کیا پھر اس نے اپنے جلوس (بیٹھنا) کے ذریعہ سے دیگر اشیاء کے علاوہ عرش کو مس (چھوا) کیا۔ لہٰذا مخلوق میں سے جس چیز کو چاہا چھولیا۔ ان لوگوں کے نزدیک برابر ہے کہ وہ محمد ﷺ کو اپنے عرش پر بٹھائے یا پھر نور کے منبر پر۔ گویا ان کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر بیٹھنا تمام عرش کو مصروف نہیں کیے ہوئے ہے اور نہ ہی محمد ﷺ کو بٹھانا۔ ان کے لیے صفت ربوبیت کا موجب ہے اور نہ ہی وہ محمد ﷺ کو بندہ ہونے کی صفت سے نکالنا ہے۔ ان کا کہنا کہ محمد ﷺ جدا ہونا ان اشیاء سے جدا ہونا نہیں جو آپ کے لیے صفتِ ربوبیت کو واجب نہیں کرتی ہیں تو اس کا تقاضا ہے کہ محمد ﷺ کو بندہ ہونے کی صفت سے نکال کر رب ہونے میں شامل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ وہ اس سے جدا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو کہنے والے کے مطابق جدا ہے۔ انھوں نے کہا اگر مباین (جدا کرنے والا) اور مبائن (جدا ہونے والا) محمد ﷺ کو صفت عبودیت سے نکال کر صفت ربوبیت میں داخل نہیں کر سکتا۔ اس لیے عرش رحمان پر ان کو بٹھانا موجب نہیں ہے۔ اس لیے اس سے واضح ہوا کہ کوئی بھی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ مجاہد کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو عرش پر بٹھائے گا اگر کوئی کہنے والا یہ کہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے محمد ﷺ کو عرش پر بٹھانے کا انکار نہیں کرتے بلکہ ہم تو ان کے خود بخود بیٹھنے کا انکار کرتے ہیں۔ [1] تو پھر:

مجھے عباس بن عظیم نے یحییٰ بن کثیر سے بیان کیا انھوں نے جریری نے وہ سف السدوسی وہ عبداللہ بن سلام سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا محمد ﷺ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی کرسی پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوں گے۔ جس چیز کا انکار ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنے کا ہے۔ کہا جائے گا کیا تمھارے نزدیک یہ جائز ہے کہ وہ اس پر بیٹھیں گے مگر اس کے ساتھ نہ بیٹھیں گے؟

اگر اس نے اس کو جائز قرار دیا تو یہ ثابت ہوگا کہ یہ اس کا اقرار ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ ان کو ساتھ بٹھائیں گے یا پھر اس پر بٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ عرش سے الگ ہے بلند ہے۔ یا پھر نہ تو مس (چھونا) کیے ہوئے اور نہ ہی الگ ہے۔ وہ جس کا بھی اقرار کرے تو وہ خود اس چیز میں داخل ہوگا جس کا وہ انکار کر رہا ہے۔ اگر اس نے کہا یہ جائز نہیں تو وہ ان تمام فرقوں کے اقوال سے خروج ہوگا جو ابھی ہم نے بیان کر دے ہیں اور یہ تمام اہل اسلام کے قول سے خروج ہوگا کیونکہ اس مسئلہ میں یہ تین ہی قول ہیں جو ہم نے نقل کر دیے ہیں اور یہ قول غیر محال ہوگا جس کے بارے میں مجاہد نے کچھ کہا ہے۔ [2]

حبشی کا یہ دعویٰ کہ عرش رحمٰن کے ساتھ برابر ہے:

حبشی کا کہنا ہے کہ جس نے یہ دعویٰ کیا عرش رحمن کے ساتھ برابر ہے تو یہ قول بہت ہی بہترین ہے اور یہ اس سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ [3]

---

[1] تفسیر طبری۔

[2] تفسیر طبری: ۵۲۹/۱۷۔

[3] الدلیل القویم: ۱۷۔ اتحاف: ۱۰۸/۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ جس نے استولی (قبضہ کرنا) کی تفسیر کو استوی (مستوی ہونا) کی تفسیر پر مقدم کیا ہے اس نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔

اگر کلمہ (استولی) حقیقت میں (استوی) سے بہترین اور افضل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے لیے استعمال کرتے کیوں کہ وہ جبشی سے کہیں زیادہ علم رکھنے والا اور اپنی صفات کو خوب جاننے والا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ (التنزیہ، پاک کرنا) کے نام پر تحریف کا ارتکاب یہودیوں کا طریقہ ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے:

جہمیوں کا لام استولی والا　　　　یہودیوں کا (ن) ہے حنطہ والا

کیوں کہ یہودیوں کو کہا گیا تھا ﴿وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ [1] مگر انھوں (حنطة) کہا معتزلہ اور اشاعرہ کو کہا گیا تم لوگ (استوی) کہو تو انھوں نے (استولی) کہا:

﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ﴾ [2]

''پھر ان لوگوں نے جنھوں نے ظلم کیا، بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی۔''

ہم سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ تم مشبہ ہو تو ہم کہتے ہیں: ہم نے اللہ تعالیٰ کی صفات اسی طرح ہی بیان کی ہیں۔ جیسے اس نے خود اپنے لیے ذکر کی ہیں۔ لیکن جب ہم ان تاویل کرنے والوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف (استوی) کی نسبت کر کے اس کو مخلوق سے کیوں تشبیہ دے ڈالی کیوں کہ یہ لفظ تو مخلوق کی ہی صفت پر دلالت کرتا ہے۔ تو وہ یہ کہنے کی جرأت نہیں کرتے کہ (استولی) یعنی اس نے قبضہ کیا جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ کیوں کہ یہ صفت اصل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق ہی نہیں ہے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے لائق ہوتی تو وہ ضرور اسے اپنی ذات کے لیے بیان کر دیتا۔ اے تاویل کرنے والو! تم جس بات کا دوسروں کو الزام دیتے ہو اسی تشبیہ اور تجسیم کے تو تم خود قائل ہو۔

بلکہ جب تم لوگ (استواء) کی تفسیر (استولی) سے کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا شریک اور اس کے مقابل ایک مغلوب لازم آتا ہے کیوں کہ استیلاء لغت میں مدمقابل کو زیر کر کے قبضہ کرنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ جب ایک دوسرے کے مقابلہ میں کامیاب ہوتا ہے اور مدمقابل شکست کا کھا جاتا ہے اور یہ اس کی سلطنت پر قبضہ جما لیتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے کہ (استولیٰ علی کذا) اس نے اس کی (فلاں سلطنت پر) قبضہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے مخالف اور مدمقابل کون ہو سکتا ہے جس سے اس نے سلطنت چھن کر اس پر فتح پائی؟ کیا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کوئی ایسا بھی وقت آیا جب بعض مخلوقات پر اس قبضہ نہیں تھا۔ (نعوذ باللہ) پھر اس نے اس پر قدرت حاصل کی اور اس کی سلطنت پر قبضہ کر لیا؟ استیلاء کا لفظ ہمیشہ اس کے حق میں بولا جاتا ہے جو پہلے عاجز تھا اور پھر قوت حاصل کر لی اور مدمقابل پر فتح پالی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

---

[1] البقرة: ٥٨۔　[2] البقرة: ٥٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حبشی کا یہ دعویٰ کہ (ثم) ترتیب کا فائدہ نہیں دیتا ہے:

حبشی کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ ❶

میں لفظ (ثم) حدوث وواقعات میں ترتیب کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ یہاں تو فقط اخبار میں ترتیب مراد ہے۔ یعنی یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ خبر دے رہا ہے کہ اس نے زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر اس نے یہ خبر دی کہ پھر وہ عرش پر غالب ہوا جو زمین وآسمان سے کہیں بڑا ہے۔ ❷

یہ تفسیر باطل ہے جسے باقلانی نے یہ کہہ کر غلط ثابت کر دیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ اس وصف کے استفتاح (نئے لحاظ سے) کا تقاضا کرتا ہے اس کے بعد کہ یہ پہلے نہ تھا۔ لہٰذا اس سے ان لوگوں کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے۔ ❸

حبشی نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ﴾ ❹

کو دلیل بنایا ہے تاکہ وہ اس ترتیب کو باطل قرار دے جو بہت سی آیت کریمہ میں (ثم) سے ثابت ہے۔ اگر سلف صالحین نے فہم اس کے فہم کے مخالف نہ ہوتا تو شاید ہم اس کی بات سے اتفاق کر لیتے۔ حدیث میں مذکور ہے جو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''جب اللہ تعالیٰ ان کی تخلیق سے فارغ ہو تو پھر اپنے عرش پر مستوی ہوا۔'' ❺

طبری کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تخلیق سے فارغ ہوا تو پھر اپنے عرش پر مستوی ہوا۔ ❻

حبشی کا یہ دعویٰ کہ مذکورہ آیت کریمہ لفظ (ثم) ترتیب کے لیے نہیں ہے شاذ قول ہے جو امت کے اجماع اور سلف صالحین کے فہم کے بالکل خلاف ہے۔

امام المفسرین طبری فرماتے ہیں: تمہید: ''یاد رہے کہ احباش طبری کی بہت تعریف کرتے ہیں اور ان کو حافظ، امام، مجتہد اور مفسر کے القاب سے یاد کرتے ہیں اور یہ کہ ان کا باقاعدہ مذہب تھا جس کی پیروی کی جاتی ہے۔

سبکی نے تو ان کو امام جلیل مجتہد مطلق اور دنیا کے چیدہ چیدہ علماء میں شامل بتایا ہے۔ سیوطی نے کہا میرے نزدیک وہ تیسری صدی ہجری کے مجدد تھے۔ ❼

طبری کا کلام ملاحظہ کریں: اگر کوئی ہمیں یہ کہے اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کے اوپر مستوی ہونے کے متعلق بتاؤ کہ یہ

---

❶ الاعراف: ٥٤۔
❷ اظهار العقيدة السنية: ١٥١۔
❸ التمهيد: ٢٦٣۔
❹ يونس: ٤٦۔
❺ الأسماء والصفات للبيهقی ٢/١٢٠۔ میں سند صحیح ہے۔
❻ تفسير طبری: ١/ ١٥٢۔
❼ صون المنطق والكلام للسيوطی: ٨٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسمان کی تخلیق سے پہلے تھا یا بعد میں؟ کہا جائے گا اس سے پہلے کہ اس نے ان کو سات آسمان ترتیب دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۲۹﴾ ❶

''وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمھارے لیے پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس انھیں درست کر کے سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اور مزید کہا:

﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ﴾ ❷

''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔''

تو استواء اس کے بعد یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دھواں بنایا اور اس سے پہلے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سات آسمان ترتیب دیا۔

اضافہ: اگر کوئی ہمیں یہ کہے کہ تم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کا قصد کیا جب کہ وہ دھواں تھا اور یہ ان کو ترتیب دینے سے پہلے تھا پھر ان کا قصد کرنے کے بعد ان کو سات آسمان ترتیب دیا۔ پھر تم یہ دعویٰ کیسے کرتے ہو کہ یہ جماع ہے؟

کہا جائے گا کہ یہ سات برابر اور مکمل نہ تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ﴾ یعنی سات بنایا جیسا کہ محمد بن حمید نے بیان کیا کہ ان کو سلمہ بن فضل نے بیان کیا کہ محمد بن اسحاق نے کہا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور اور ظلمات: روشنی اور اندھیرا پیدا کیا۔ پھر ان دونوں کو الگ الگ کر دیا پھر اس نے تاریکی کو سیاہ رات بنایا اور روشنی کو چمک دار دن بنایا ہے پھر اس نے دھوئیں سے سات آسمان بنائے۔ کہا جائے گا۔ واللہ اعلم۔ پانی کے دھوئیں (بخارات) سے ان کو ترتیب دیا حتی کہ ان کو مستقل آسمان بنایا۔ آسمان دنیا میں رات کو بنایا اور اس سے دن کو نکالا اور اس میں دن کا نظام بنایا تب سورج، چاند اور ستاروں کا نظام نہ تھا۔ پھر اس نے زمین کو بچھایا اور اس میں پہاڑ گاڑ دیے اور اس میں خوراک کا بندوبست کیا۔ پھر جس قدر چاہا مخلوقات کو پیدا کیا۔

زمین اور اس کے اندر موجود تمام مخلوقات اور خوراک کو چار دن میں بنا کر فارغ ہوا۔ پھر آسمان کا قصد کیا جو کہ ایک دھواں تھا پھر اس نے آسمان دنیا میں سورج چاند اور ستارے بنائے۔ پھر ہر آسمان کی طرف اپنا حکم وحی کیا۔''

---

❶ البقرۃ: ۲۹۔

❷ حٰم السجدہ: ۱۱۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہ بات اس طرح بھی باطل ہو جاتی ہے:

بیہقی نے نقل کیا کہ ابوالحسن اشعری کا خیال ہے کہ استواء اللہ تعالیٰ کی فعلی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فعل پیدا کیا جس کا نام استوار رکھا اور یہ لفظ (ثم) ترتیب کے لیے آتا ہے اور ترتیب افعال میں ہوتی ہے۔ ❶

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ کَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ﴾ ❷

یہ کے خلاف ہے ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ کیوں کہ عرش زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے موجود تھا۔ البتہ استواء جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ یہ فعل ہے جو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے بعد سرانجام دیا ہے۔

یہ بات (ثم) کے عمل کا تقاضا کرتی ہے (ثم) جب دو افعال ماضی کے درمیان آیا ہے۔ تو دو افعال کے درمیان ترتیب کا فائدہ دیتا ہے۔

البتہ حبشی کے ہاں کوئی ممانعت نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا پھر اس نے زمین و آسمان کو تخلیق کیا۔ یہ نصوص اور لغت دونوں کے ساتھ کھلواڑ وار تماشہ ہوگا۔

اس کا یہ قول: (ثم) یہ فائدہ دیتا ہے کہ استوی درحقیقت (علا) عرش پر قبضہ کیا کے معانی میں ہے جیسا کہ ابن عباس، مجاہد اور ابوالعالیہ کا کہنا ہے۔ ❸

امام ابن جریر طبری نے اپنی سند سے ربیع بن انس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ﴾ ❹

یعنی آسمان کی طرف بلند ہوا۔ اسی طرح ہی "علا علیه--- (اس پر چڑھا)" ❺ ہی ہے۔ پھر کہا تعجب ہے اس پر جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ کی تاویل میں کلام عرب کے معانی و مفہوم کا انکار کرتا ہے جو کہ بلندی اور برتری کے معانی میں ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے "ارتفع الی السماء" جیسا کہ ان سے بغوی نے اپنی تفسیر میں اسے نقل کیا ہے، اور کہا یہ اکثر مفسرین کا قول ہے۔ ❻

---

❶ الأسماء والصفات: ١/١٢۔

❷ هود: ٧۔

❸ صحيح بخاری، كتاب التوحيد، باب وكان عرشه على الماء، الأسماء والصفات للبيهقی: ١٥٥۔

❹ فصلت: ١١۔

❺ تفسير طبری: ١/١٥٠، ١٣/٦٢۔

❻ تفسير بغوی: ١/ ٧٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: محی السنۃ امام بغوی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا اور اکثر مفسرین کے نزدیک بھی اس کے معانی بلند ہونے کے ہیں۔ ❶

اور الالکائی نے اپنی سند کے ساتھ بشر بن عمر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے بہت سے مفسرین سے سنا ہے کہ ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ کا مطلب بلند ہونا ہے۔ ❷

بلکہ ابوبکر بن فورک نے ''استوی'' کے معانی ''علا'' بیان کیے ہیں اور اسے اپنے مذہب کے کئی فقہاء سے نقل کیا ہے۔ ❸

بیہقی نے ابوالحسن طبری سے جو کہ اشعری کے تلامذہ میں سے ہے نقل کیا ہے کہ اہل نظر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے بھی اوپر تمام مخلوقات اور تمام اشیاء سے بلند تر ہے۔ ''مستو علی عرشه'' یعنی اپنے عرش سے بلند ہوا استواء درحقیقت اعتلاء (اوپر چڑھنا) کے معانی میں ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے ''استویت علی ظهر الدابة'' تو جانور کی پیٹھ پر برابر ہوا یا ''استویت علی السطح'' یعنی تو چھت پر چڑھ گیا۔

❀ ...... یہ ابی بکر بن فورک کا اعتراف ہے کہ متاخرین اشاعرہ نے استواء کی تاویل قہر اور غلبہ سے کر کے اپنے امام اشعری کی مخالفت کی ہے جس میں انھوں نے وضاحت کی ہے کہ استواء سے قہر اور غلبہ سے مراد لینا معتزلیوں کی تاویل ہے۔ ❹

حبشی کو چاہیے کہ وہ ثابت کرے کہ استواء کی قہر سے تاویل کرنا اشعری کا کلام ہے کیوں کہ اس کا دعویٰ ہے کہ جو اس کی مخالفت کرے وہ اس سے بری ہے۔ ان اشعار کا مصداق بنتے ہوئے:

دو چیزیں ایسی ہیں جو ان سے مجھ کو لاتعلق کرنے کی کوشش کرے تو وہ مجھ سے بری (لاتعلق) ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت جو ہدایت کے امام میں پھر میرا اعتقاد اشعری مذہب پر ہے۔

یہ قول درحقیقت اندھی تقلید کی دعوت ہے۔ یہ کسی اندھے متعصب کے اس شعر کی ہی طرح:

جو بھلائی میں نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے جمع کی وہ اتنی ہی کافی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر الوری کا دین اور پھر میرا عقیدہ وایمان جو نعمان (ابوحنیفہ) کے مذہب پر ہے۔ ❺

شبہ: اللہ تعالیٰ نے عرش اپنی قدرت کے اظہار کے لیے پیدا کیا:

جب انھوں نے چاہا تعطیل کو جائز قرار دے دیا:

حبشی کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش اس لیے پکڑا کہ وہ فرشتوں کے سامنے اپنی طاقت اور قدرت کا اظہار کر سکے

---

❶ فتح الباری: ١٣/٤٠٦۔
❷ شرح اصول الإعتقاد: ٢/ ٣٩٧۔
❸ الأسماء والصفات: ٢/ ١٥٢۔
❹ الاسماء والصفات: ٢/١٥٣۔
❺ تبییض الصحیفة: ٣٢٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور ہیبت کا پہلے سے بھی زیادہ اقرار کرنے لگے۔ [1]

اگر تم کہو اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو ہم تمھاری بات کی تصدیق کریں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق کی علت (سبب) خود واضح کر دیا ہے مگر یہ بھی کہیں گے کہ یہ تمھارے نزدیک تعلیل ہے اور تمھارے موقف کے مطابق اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی تعلیل بیان کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس میں حاجت کا اثبات ہے۔

لیکن جب تم کہتے ہو: اللہ تعالیٰ نے عرش پیدا کیا تاکہ فرشتوں پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور رعب زیادہ ہو جائے تو ہم تمھاری بات کی تصدیق نہیں کریں گے بلکہ تم کو جھٹلائیں گے کیوں کہ یہ تعلیل (سبب) خود تمھاری طرف سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے واضح نہیں کیا ہے۔

پھر کیا تمھارا یہ قول نہیں ہے (**لیزدو دوا خشوعاً**) (تاکہ وہ خشوع میں زیادہ ہو جائیں) یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ایمان میں زیادہ ہو جائیں؟ پھر کیا فرشتوں کا ایمان ان کی اطاعت اور نافرمانی کے لحاظ سے مختلف ہے؟

پھر یہ قول بھی باطل ہے: کس چیز سے ہمیں ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش مخلوق ہے تاکہ اس کی قدرت کا اظہار ہو سکے؟ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے۔

﴿اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ (17) وَ اِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ (18) وَ اِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ (19)﴾ [2]

اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں کہا کہ "**افلا ینظرون الی العرش**"

یہ اظہار کس کے لیے ہے؟ جب کہ عرش کی تخلیق سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا بلکہ اس نے تخلیق عرش سے اپنی حکمت بیان کی ہے۔ فرمایا

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ [3]

"وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔"

اگر تو حبشی سے سوال کرے کہ سلف صالحین میں سے کس نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ تو وہ کہے گا اسے ابو منصور البغدادی نے روایت کیا ہے۔ یہ اشعری روایت ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس نے تو یہ شرط بھی لگائی ہے کہ صحیح

---

❶ الدر المفید: ٥٦۔

❷ الغاشیہ: ١٧ تا ١٩۔ ❸ ہود: ٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی شروط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ عقل کے موافق ہو ورنہ اسے مردود تصور کیا جائے گا۔ [1]

بہتر یہ تھا کہ اس کتاب کا نام وہ اصول دین کی بجائے (اصول علم الکلام) رکھ لیتا۔ اگر امام شافعی رحمہ اللہ زندہ ہوتے تو وہ اس کتاب سے ضرور ڈراتے جیسا کہ انھوں حفص الفرد سے ڈرایا ہے۔ کسی بھی اختلافی مسئلہ میں اشاعرہ کی کتب کی طرف رجوع کرنا تحکم (زبردستی حکم لاگو کرنا) ہے تحکیم نہیں۔ اشاعرہ کا تو مسلک یہ ہے کہ عقیدہ کی متعلق وہی روایت قبول کی جائے گی جو متواتر سند سے ثابت ہوں ورنہ اسے مردود تصور کیا جائے گا۔ یہ روایت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور یہ عقیدہ سے متعلق ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس روایت کے متعلق بھی وہی حکم لگاؤ جو تم نے اپنے اوپر لاگو کر رکھا ہے کہ اس روایت کو متواتر ہونا چاہیے۔ کیا یہ روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ کیا تمھارے پاس اس کے علاوہ کوئی روایت ہے جو صحیح سند سے ثابت ہو؟ اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اسے ثابت کر کے دکھاؤ۔

کیا استواء ذاتی ہے؟

ہمارا قول استواء ذاتی ہے ایسے ہی جیسے تمھارا قول توسل ذاتی کا ہے۔ سلف نے کہا ذاتی ہے جیسا کہ انھوں نے کہا بائن وہ اپنی مخلوق سے بلند ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے سلف کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ استواء ذاتی ہے۔

البانی رحمہ اللہ نے فرمایا: دیکھیے (ترجمہ نمبر ۱۳۶، ابن ابی زید) (۱۴۴: یحییٰ بن عمار) (۱۴۶ ابو عمر الطلمنکی) (۱۴۹ ابونصر السجزی)۔

پھر البانی رحمہ اللہ نے کہا: یہ لفظ (بذاتہ) (ذاتی طور پر) میرے نزدیک اگرچہ معقول المعنی (جس کے معانی سمجھ آئیں) ہے مگر اس کو وضاحت کے لیے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ ان دوسرے الفاظ کی طرح ہے جو سلف صالحین کے عقیدہ میں کثرت کے ساتھ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ لفظ (بائن) (جدا، الگ) ہے۔ وہ کہتے ہیں: (وہ اپنے عرش پر ہے اپنی مخلوق سے (بائن، جدا) ہے۔ یہ سلف صالحین میں سے ایک جماعت کا قول ہے۔ جس طرح تو مندرجہ ذیل تراجم میں ان کو بخوبی دیکھ سکتا:

(۴۵: عبداللہ بن ابی جعفر الرازی) (۵۳: ہشام بن عبداللہ الرازی) (۵۶: سنید بن داود المصیصی الحافظ)، (۶۷: اسحاق بن راھویہ عالم خراسانی) اسے ابن مبارک سے بھی ذکر کیا ہے۔ (۷۷: ابوذرعہ الرازی) (۸۷: ابوحاتم الرازی) انھوں نے مختلف علمائے دین سے اسے نقل کیا ہے۔ (۷۹: یحییٰ بن معاذ الرازی) (۸۴: عثمان بن سعید الدارمی الحافظ) (۱۰۳: ابوجعفر ابن ابی شیبہ) یہ تمام لوگ تیری صدی کے ہیں جن کے علم وفضل کی گواہی دی جاتی ہے۔ (۱۰۸:

---

[1] اصول الدین: ۲۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حماد البوشنجی حافظ) انھوں نے کئی علماء سے نقل کیا ہے۔(۱۰۹: امام الائمہ ابن خزیمہ) (۱۲۵: ابوالقاسم الطبرانی) (۱۳۳: ابن بطہ) (۱۴۱: ابونعیم الأصبھانی) انھوں نے اسے سلف صالحین کی طرف منسوب کیا ہے۔(۱۴۲: معمر بن زیاد) (۱۵۵: الفقیہ نصر المقدسی) (۱۵۸: شیخ الاسلام الأنصاری) (۱۶۴: ابن موھب) اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو لفظ (ذاتہ) (بائن) عہد صحابہ میں تو معروف نہیں تھے لیکن جب جہمیہ اور ان کے ہم نواؤں نے یہ بات مشہور کردی کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو ان محدثین، فقہاء اور علمائے عظام نے ان الفاظ کو استعمال کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ انھوں نے اس کو استعمال کیا اور ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔(۱۶)

کیا اللہ تعالیٰ کی ذات ثابت ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہترین اسلام اس مومن کا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور سب سے بہترین جہاد اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرنا ہے اور سب سے بہترین مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے اپنی خواہشات اور اپنے نفس سے جہاد کرے۔ ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مظلومیت کی موت مارا گیا وہ شہید ہے اور جو کوئی اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مظلومانہ موت مارا گیا تو وہ شہید ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مظلومیت کی موت مارا گیا تو وہ شہید ہے۔ ❷

احباش یہ سوال ہر اس شخص سے کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا قائل ہے۔ وہ کہتے ہیں کیا تم یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ مستوی ہے؟

کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ذات کے عرش پر ہے؟

جواب: جیسا کہ ابونصر السجزی نے سلف سے یہ کہتے ہوئے نقل کیا ہے:

”امام ابونصر السجزی (ت ۴۴۴ھ) نے روایت کیا۔ وہ اپنی کتاب (الابانۃ) میں کہتے ہیں: ”ہمارے اسلاف جیسا کہ سفیان ثوری، مالک، سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، عبداللہ بن مبارک، فضیل بن عیاض، احمد بن حنبل اور اسحاق بن ابراہیم الحنظلی اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے عرش پر مستوی ہے اور اس کا علم ہر جگہ پر ہے اور یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ جب کہ وہ عرش پر ہی مستوی ہوگا اور یہ کہ وہ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اور یہ کہ وہ غصہ بھی کرتا ہے اور راضی بھی ہوتا ہے۔ اور جیسے چاہتا ہے کلام کرتا ہے جو کوئی ان میں سے کسی چیز کی مخالفت کرتا ہے وہ ان سے

❶ اس کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد)
❷ كنز العمال: ٤/ ٤٢٥۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لاتعلق ہے اور سلف اس سے لاتعلق ہیں۔'' ❶

امام ذہبی نے ان کا یہ کلام سیر اعلام (۲۵۶/۱۷) میں نقل کیا ہے۔ بلکہ ان سے انھوں نے استویٰ کے لفظ کے ساتھ (العلو) میں ذکر کیا ہے۔ علو اللہ تعالیٰ کے لیے بیان کیا گیا ہے۔

امام ذہبی نے کہا ''الامام، حافظ، شیخ السنۃ، شیخ الحرم، مصنف (ابانۃ الکبریٰ) یہ بہت بڑی مجلد کتاب ہے جو ان کی وسعت علمی پر دلیل ہے کہ وہ اس فن کے ماہر تھے۔ ❷

سیوطی نے کہا: کہ وہ سنت کے بہت بڑے عالم ہیں۔ ❸

اس بنیاد پر جو کچھ کتاب ''التوفیق الربانی فی الرد علی ابن تیمیہ الحرانی'' میں ہے اسے رد کیا جائے گا۔ کتاب چوروں کی جماعت اور رافضیوں نے تحریر کی ہے۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ وہ سلف سے جو منقول ہے اسے لفظ (بذاتہ) سے چیلنج کرتے ہیں۔

(۱) جواب: یہ بات شیخ عبدالقادر جیلانی اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا استواء۔ استواء ذات ہے۔ ❹ کیا تم لوگ صرف تصوف میں ہی قادری ہو عقیدہ میں قادری نہیں ہو؟

حارث محاسبی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کے اوپر ہونے کے دلائل موجود ہیں جیسا کہ:

﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ ❺

''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے۔''

اور

﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ ❻

''اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے۔''

پھر کہا: اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ عرش کے اوپر تھا کیوں کہ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے عرش پر ہے اور اپنے بندوں کے اوپر بلند ہے۔ ❼

یہ بات ابومظفر سمعانی نے بھی کہی ہے جو شافعیہ کے امام ہیں۔ انھوں نے اپنے ایک قصیدہ میں اس بات کا اقرار کیا۔ جس کی شرح کا نام انھوں عقیدہ اھل السنہ رکھا ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے عرش پر ہے۔

---

❶ درء التعارض: ٦/ ٢٥٠۔
❷ سير اعلام النبلاء: ١٧/١٦٥٤۔
❸ طبقات الحفاظ، ص: ٤٢٩۔
❹ الغنية لطالطبى الحق: ٥٦۔
❺ الملك: ١٦۔
❻ فاطر: ١٠۔
❼ فهم القرآن: ٣٤٦۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اوراس کے باوجود اسے تمام غیبوں اور تمام اشیاء کا مکمل علم ہے۔ ❶

امام ذہبی نے فرمایا: اس قصیدہ کے سرورق پر لکھا ہے علامہ تقی الدین بن صلاح یہ اہل سنت کا اور اہل حدیث کا عقیدہ ہے۔

علامہ ابی بکر محمد بن وہب المالکی کا بھی یہی قول ان کے رسالہ (خط) میں ہے جو انھوں نے امام ابی محمد بن ابی زید کی طرف لکھا تھا۔

امام ذہبی نے اپنی کتاب (العلو) میں لکھا ہے کہ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ عرش پر مستوی ہے۔ عربوں کے ہاں لفظ (فوق) اوپر اور (علی) اوپر کا معانی ایک ہی ہے۔ کتاب سنت میں اس کی تصدیق موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ اور فرمایا: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ اور فرمایا: ﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ﴾۔ اس کے بعد انھوں لونڈی والی حدیث، حدیث معراج اور سدرۃ المنتہی کا ذکر کیا حتی کہ انھوں نے کہا: عربوں کے ہاں لفظ (فی، میں) (فوق، اوپر) کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا﴾ اور فرمایا: ﴿فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ اور ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ اہل تفسیر کے نزدیک ان آیات میں (فی) (فوق) کے معانی میں ہے۔ یہ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی قول ہے جنھوں کے کبار تابعین سے یہ مفہوم سنا ہے اور انھوں نے کبار صحابہ کرام سے یہ مفہوم حاصل کیا ہے۔ اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے۔ یہ سب اسی بات کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں سے اوپر اپنی مخلوقات سے بلند تر ہے۔ اس لیے شیخ ابو محمد نے کہا: وہ اپنے عرش پر ہے۔ پھر انھوں نے اس بات کی وضاحت کی کہ اس کا اوپر ہونا اپنی ذات کے لحاظ سے ہے کیوں کہ وہ بلا کیفیت کے اپنی مخلوق پر بلند ہے اور اس سے الگ ہے۔ وہ اپنے علم کے لحاظ سے تو ہر جگہ پر ہے مگر اپنی ذات کے لحاظ سے نہیں۔

ذاتی اعتبار سے عرش پر مستوی ہونے کا انکار معتزلی مذہب ہے:

اشعری نے اعلان کیا کہ ہشام فوطی معتزلہ میں سے تھا۔ جب اسے یہ کہا جاتا تھا تو کہتا ہے: اللہ تعالیٰ بنفسہ عالم ہے یا پھر اپنے علم سے یا اس نے اپنے نفس سے قول کا انکار کیا یا علم سے کیا تو وہ کہتا: تمھارا قول عالم ہے یہ تو صحیح ہے مگر نفسہ کا قول غلط ہے۔ اور اسی طرح علم کا قول بھی صحیح نہیں اور بذاتہ بھی خطا ہے۔

وہ اس آدمی کی بات کو بھی غلط تصور کرتا تھا جو یہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی ذات ونفس ہے۔ ❷

اس طرح معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کے لیے ذاتی طور پر کلام کی صفت کا بھی انکار کر دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر ارادہ کرتا ہے۔ ❸

---

❶ سبکی نے اس کی نسبت کا انکار کیا ہے۔ طبقات السبکی: ٦/ ١٤١۔

❷ مقالات اسلامین: ٤٩٦۔ ❸ الإقتصاد فی الإعتقاد للغزالی، ص: ٤٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوالحسن اشعری نے کہا: اللہ تعالیٰ نزول فرماتا ہے جیسے اس کی ذات کے لائق ہے۔ [1]

۱۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ اسماء جائز قرار دیتے ہو (واجب بذاتہ) (عالم بذاتہ) [2] (قدیم بذاتہ) [3]

۲۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ذاتی طور پر کلام کیا؟ احباش اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ذاتی طور پر کلام کیا۔ [4]

جب اس کا کلام ذاتی ہے یعنی اس نے خود کلام کیا تو ان کو یہ کہنے میں کیا رکاوٹ ہے کہ اس کا استوی علی العرش بھی ذاتی ہے جیسے کلام ذاتی ہے؟ جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے کلام ذاتی ہونے کا اقرار کرتے ہیں تو ہم استواء ذاتی ہونے کے قائل ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

۳۔ تمھارے سامنے دو راستوں میں سے ایک ہے۔ یا تم کہو کہ استوی ذاتی ہے یا پھر استوی کسی غیر کے ساتھ ہے۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت قیام نفسی طور پر مانتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ ہر نفس پر قائم ہے۔ پھر تم نے یہ کیوں کہا کہ وہ نفسی طور پر قائم ہے جبکہ ہر نفس پر قائم نہیں؟ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اس کا استوی ذاتی ہے غیر ذاتی نہیں جس طرح تم کہتے ہو کہ وہ نفسی طور قائم پر ہے۔ غیر کے ساتھ نہیں ہے۔

فائدہ:

شیخ اسامہ قصاص نے کہا: مجھ سے ان (احباش) کے ایک فرد نے کہا: مجھے کوئی ایسی دلیل دو جس میں یہ لفظ واضح ہوں کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر آسمانوں سے اوپر ہے میں نے اسے کہا: کیا اگر میں آپ کو بتاؤں (میرا باپ گھر میں ہے) تو تم مجھے کہو گے۔ ذاتی طور پر یا بغیر ذات کے؟ تمھارا یہ سوال عقلمندوں والا تو نہیں بلکہ عربی زبان سے جاہلوں والا ہوگا کیوں کہ یہ معانی عبارت اور اس کے مستلزمات میں موجود ہیں۔ پھر کیا یہ کہا جا سکتا ہے "کیا اللہ ذاتی طور پر خالق ہے" یہ زیادتی صحیح نہ ہوگی۔ اس لیے امام ذہبی رحمہ اللہ اس کو شنیع قول مانتے تھے کیوں کہ یہ مفہوم عبارت میں شامل ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر خالق نہ ہو؟

کیا عربی زبان و ادب کے لحاظ سے یہ صحیح ہے کہ تو متکلم سے پوچھے گویا کہ یہ کہہ رہا ہے۔ کیا تمھارا باپ ذاتی طور سے تمھارے گھر آیا ہے؟ کیا تو یہاں ذاتی طور پر موجود ہے؟ کیا تمھاری ماں نے تجھے ذاتی طور پر جنم دیا تھا؟ بلکہ کیا یہ عقلمندی ہے کہ پوچھا جائے کیا اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر موجود ہے؟ [5]

---

[1] الإبانة: ١٠٩۔

[2] معارج القدس للغزالی: ١/١٦٣ تا ١٦٦۔

[3] الإنصاف للباقلانی، ص: ٣٥۔

[4] مجلة المنار: ١١/٢٩۔

[5] اثبات علو اللّٰه علی خلقه: ١/ ٥٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ کلام بالکل صحیح اور انتہائی عمدہ ہے۔ کیوں کہ خبر ذات کے متعلق ہوتی ہے نہ کہ نام کے۔ جب کہا جاتا ہے (قدم فلاں) فلاں آدمی آیا۔ تو یہ خبر اس کی ذات کے متعلق ہے فقط نام کے متعلق نہیں ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جسے ہر عربی جاننے والا بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ عربی زبان کا اسلوب اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ اس میں کوئی شخص اختلاف نہیں کر سکتا مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا ہو۔

اشعریہ اور معتزلہ کے ہاں فوقیت کا مفہوم

(علو۔۔۔ بلندی) کی (علو منزلت) سے تحریف:

حبشی کے ہاں اصول کفر میں سے ایک یہ اعتقاد رکھنا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے۔ اس کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت فوقیت کا اقرار کیا جائے۔ ❶

ابن حجر ہیثمی نے اس کا ردّ کرتے ہوئے کہا: صحیح بات یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ ❷

ابن فورک نے کہا: جان لو! جو آدمی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے اس کی بات کا انکار نہیں کیا جائے گا کیوں کہ یہ (فوقیت) لفظ کتاب اللہ میں وارد ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ ❸

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ ❹ یہ ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو آیت کریمہ میں موجود ضمیر کو اللہ تعالیٰ کی بجائے فرشتوں کی طرف لوٹاتے ہیں۔

جن نصوص (دلائل) میں (العلو۔۔۔ فوقیت) کا ذکر ہے حبشی کے نزدیک ذاتی کی بجائے اسے قدر و منزلت کی فوقیت پر محمول کیا جائے گا۔ ❺ کیوں کہ اس کے ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے جہت علو کا ہونا ناممکن ہے۔

اس تاویل پر معتزلہ بھی اس کے شکر گزار ہیں کیوں کہ یہ وہی تاویل ہے۔ جس کا اشعری نے بھی اعتراف کیا ہے کہ جبائی معتزلی نے کہا: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت فوقیت ماننا جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں فوقیت کا اثبات ہے اسے قہر و غلبہ اور قبضہ کے معانی میں لیا جائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر قہر اور غلبہ رکھتا ہے۔ ❻

---

❶ الدليل القويم: ١٥٧۔
❷ الزاوجر: ٢/٣٦٥۔
❸ الملك: ١٦۔
❹ مشكل الحديث و بيانه: ٣٩٦۔
❺ الدليل القويم: ٤٣۔ اظهار العقيده السنية: ١٣٢۔
❻ مقالات الإسلاميين: ٥٣٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اشعری نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس کے شیخ عبداللہ بن سعید القطان جن کا لقب ابن کلاب ہے۔ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے اوپر ہے۔ ❶

حارث محاسبی نے اس بات کا اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ذاتی طور پر اپنے عرش اور آسمانوں کے اوپر سے کلام کیا۔ ❷

پھر اس نے قرآن مجید سے اللہ تعالیٰ کی فوقیت پر دلائل ذکر کیے جیسا کہ فرمایا:

﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ ❸

''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے۔''

اور فرمایا:

﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ ❹

''اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے۔''

پھر فرمایا: ان آیات کی رو سے یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور اپنی مخلوقات سے بلند ہے اور اس کی یہ فوقیت ذاتی ہے۔ ❺

شبهة: حبشی نے طحاوی کے قول کو دلیل بنا کر کہا: اللہ تعالیٰ کو چھ جہات اپنی تحویل میں نہیں لے سکتی ہیں۔ یہ قول تفصیل طلب ہے۔ اس قول کی طرف جلدی کرنا انصاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بلندی کی جہت کا اثبات کیا ہے۔ مخلوق کے ایسے کلام کو اپنانا جس سے خالق کائنات کے کلام کی نفی ہو جائز نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات کے لائق اور مخلوقات کے لائق باتوں کو بہتر جاننے والا ہے۔

ہم امام طحاوی کی تعظیم ضرور کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی عظمت ہمارے ہاں اس سے کہیں زیادہ ہے۔ ان کی بیان کردہ نفی متروک ہے اور اس کے خلاف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بلندی کی جہت کا اثبات کیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ ❻

اور فرمایا:

﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ﴾ ❼

امام طحاوی کی ہر بات ماننا لازم نہیں ہے۔ اگر یہ ضروری ہے تو پھر احباش کو طحاوی کی ہر بات ماننا پڑے گی۔ امام

---

❶ مقالات الإسلاميين: ٢٩٨۔
❷ فهم القرآن: ٣٠٢۔
❸ الملك: ١٦۔
❹ فاطر: ١٠۔
❺ فهم القرآن: ٣٤٦۔
❻ الانعام: ١٨۔
❼ النحل: ٥٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طحاوی نے کہا: صحابہ کرام سے بغض رکھنا کفر ہے۔ ❶ جب کہ احباش اس انسان کو کافر کہنے سے ڈراتے ہیں جو شیخین (ابوبکر صدیق، عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کی تکفیر کرے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی نے کہا: صفت استواء کو بغیر تاویل کے مطلق ماننا چاہیے اور یہ استواء (ذاتی) عرش پر ہے نہ کہ اس سے مراد بیٹھنا اور مس کرنا ہے اسی طرح اس سے قدر منزلت کی بلندی ہے جیسا کہ اشاعرہ نے کہا: بلکہ وہ آسمانوں سے اوپر عرش پر ہے جیسا کہ:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ ﴾ ❷

بخاری رحمہ اللہ نے سعید بن عامر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: جہمیہ، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی زیادہ نقصان دہ اور شریر ہیں۔ یقیناً یہودی، عیسائی اور دیگر، ادیان کے پیروکار اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے جب کہ یہ لوگ کہتے ہیں عرش پر کچھ نہیں ہے۔ ❸

حماد بن زید اور ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں: یہ لوگ یہ کہنے کی کوشش کر رہے ہیں آسمان پر کچھ نہیں ہے۔

عباد بن عوام کہتے ہیں: میں نے بشر المریسی اور اس کے ساتھیوں سے بات کی ہے تو میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کا آخری کلام یہی ہے کہ آسمان پر کچھ نہیں ہے۔ ❹

ابن الجوزی نے کہا: بغداد میں اہل بدعت اور عجمی لوگوں کی ایک جماعت آئی، انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آسمان پر نہیں ہے۔ اور جس لونڈی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ وہ گونگی تھی اس نے تو آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا: کہ وہ آسمان میں ایسا بت اور مورتی نہیں ہے جس کی زمین میں پوجا کی جائے۔ اور ان لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آسمانوں پر نہیں ہے۔ یہ نہ کہا جائے کہ وہ عرش پر مستوی ہوا اور نہ ہی وہ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے بلکہ اس کی رحمت کا نزول ہوتا ہے، ان لوگوں نے لوگوں کے دلوں سے وہ بات نکال دی جس کا اثبات لازم تھا۔ ❺ یہ اس کے عین موافق ہے جو ذہبی نے ابن الجوزی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: اہل کلام کا کہنا تو یہ ہے کہ آسمانوں میں کوئی رب نہیں ہے۔ ❻

اشاعرہ نے ان بے وقوف اعاجم کی موافقت کی ہے۔ جیسا کہ ابن فورک نے کہا کہ لونڈی نے تو اس لیے اشارہ کیا تھا کہ وہ گونگی تھی۔ ❼

---

❶ اظہار العقیدة السنیة لشرح العقیدة الطحاویة: ۲۱۲۔

❷ طٰہٰ: ۵، الغنیة لطالبی طریق حق: ۵۶۔

❸ خلق افعال العباد: ۱۱۔

❹ السنة للخلال: ۵/ ۹۱۔

❺ صید الخاطر: ۱۱۶، ۱۱۵۔

❻ سیر اعلام النبلاء: ۲۱/ ۳۷۶۔

❼ مشکل الحدیث و بیانه: ۱۵۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہائے افسوس! ان لوگوں کی بدقسمتی کہ اگر یہ لونڈی گونگی تھی تو بتاؤ اس نے یہ کیسے کہہ دیا تھا کہ "أنت رسول اللّٰہ" کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، بخاری نے سلیمان التیمی سے جو روایت نقل کی اس میں ہے کہ اس نے کہا: اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ اللہ کہاں ہے تو میں کہوں گی۔ وہ آسمانوں پر ہے۔ ❶

بیہقی کی وضاحت کہ فوقیت، بلندی کے قائل ہمارے بعض اصحاب بھی ہیں:

بیہقی نے کہا: ابوالحسن نے اس موقف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ہمارے بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے اور وہ تمام اشیاء سے بلند تر ہے۔ ❷

جو کچھ ابھی تک ہم بیان کر چکے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام سلف صالحین اور متقدمین اشاعرہ کے کلام سے سمیر القاضی کا یہ قول غلط ثابت ہو جاتا ہے جس میں اس نے کہا: جہت علو (بلندی)، اللہ تعالیٰ کے لیے خاص نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا خیال ہے۔ ❸

علو ذاتی اور علو فعلی کا اختلاط:

صفت العلو (فعلی صفت) کو صفت العلی (ذاتی صفت) کے ساتھ خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات میں الحاد (ٹیڑھی راہ) ہے۔ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

ہم اللہ تعالیٰ کے لیے تین قسم کی فوقیت کا اثبات کرتے ہیں۔

۱۔ فوقية القهر

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ ❹

"اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے۔"

۲۔ فوقية القدر والمنزلة

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾﴾ ❺

"اور وہی سب سے بلند، بہت بڑا ہے۔"

۳۔ فوقية الذات

﴿ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ﴾ ❻

"کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے۔"

---

❶ خلق أفعال العباد: ۳۷، شرح اصول السنة: ۲/۹۲۔

❷ الأسماء والصفات: ۲/ ۱۵۲۔ ❸ مرشد الحائر: ۲۸۔

❹ الانعام: ۱۸۔ ❺ سبا: ۲۳۔

❻ الملك: ۱٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ مطلق علو (بلندی) ہے۔

اہل بدعت پہلی دو صفات کا تو اقرار کرتے ہیں مگر تیسری صفت کو چھپا لیتے ہیں اور وہ ہے ذاتی طور پر بلند ہونا یعنی **(فوقية الذات)**

ان لوگوں کا صفت قہار کو استواء کے ساتھ جوڑنا انتہائی عجیب ہے ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں: کیا صفة (القھار) کا معانی (استواء) ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لفظ (القھر) کو اور معانی عطا کیے ہیں اور استواء کو اور عطا کیے ہیں تم لوگ ان دونوں معانی کو خلط ملط کیوں کرتے ہو؟

اللہ تعالیٰ کا ذاتی طور پر بلند ہونا ازلی وابدی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴾ ❶

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ بلند ہوا کہ وہ زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے بلند نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ ❷

”اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔“

اگر اللہ تعالیٰ استواء سے مراد قہر اور غلبہ لیتا تو عین قہر اور غلبہ کو ذکر کرتا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا:

﴿وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ ❸

”اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔“

مگر یہ قوم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتی ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے اگر تمھارے شیخ کے متعلق کہیں: **”قاهر الكرسی“** کرسی پر غلبہ پایا؟ یا کہیں **”ما ترك كرسياً الا قهره“** اس نے کوئی کرسی نہیں چھوڑی مگر سب پر غلبہ پالیا؟ کیا اس میں اس کی قوت کا اثبات ہے۔

حبشی نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں تحریف (تبدیلی) کر دی:

حبشی نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا کہ انھوں نے کہا: جس آدمی نے یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں ہے تو اس نے کفر کیا اور اسی طرح جس نے کہا: وہ (اللہ) عرش پر ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ عرش زمین میں ہے۔ یا آسمان میں ہے۔

---

❶ سبا: ٢٣۔

❷ الأعراف: ٥٤۔ ❸ الرعد: ١٦۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حبشی نے کہا: ابوحنیفہ نے ان دو عبارتوں کے قائل کو کافر کہا کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور احاطہ کا عقیدہ رکھا ہے۔ ❶ یہ توجیہ بالکل باطل ہے۔

جب ہم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اصل عبارت کو دیکھتے ہیں تو حبشی کے دعویٰ کے برعکس مضمون پاتے ہیں۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس انسان پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے جو اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کے اوپر ہونے کا انکار کرتا ہے۔ ان کی عبارت درج ذیل ہے۔ ابوحنفیہ رحمہ اللہ نے کہا: جس نے یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میرا رب آسمانوں میں ہے یا زمین میں تو اس نے کفر کیا، اسی طرح وہ شخص جس نے کہا اللہ تعالیٰ عرش پر ہے لیکن مجھے پتہ نہیں کہ عرش زمین پر ہے یا آسمان پر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ ❷

''اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔''

ان سے کہا گیا: اگر کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے لیکن قائل کا یہ کہنا ہے میں نہیں جانتا کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین میں ہے؟ تو انھوں نے کہا وہ کافر ہے کیوں کہ اس نے عرش کے آسمان پر ہونے کا انکار کیا ہے کیوں عرش اعلی علیین میں ہے جیسا کہ الکورانی نسخہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اعلی اور بلند ہونے پر پکارا جاتا ہے نہ کہ نیچے ہونے کی وجہ سے۔ کیوں کہ نیچے ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے ہی خلاف ہے۔

یہ روایت شیخ الاسلام الھروی نے اپنی کتاب الفاروق میں نقل کی ہے۔ ❸❹

اس کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے جسے بیہقی نے ذکر کیا ہے، ایک عورت جہم بن صفوان کے پاس بیٹھا کرتی تھی، وہ ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: تم وہ ہو جو لوگوں کو مسائل سکھاتے ہو۔ اور اپنا دین چھوڑ بیٹھے ہو؟ تمھارا معبود کہاں ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو؟ ابوحنفیہ رحمہ اللہ خاموش ہوگئے۔ سات دن تک اسے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس کی طرف گئے ان کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ جن میں سے ایک عنوان یہ تھا۔ ''اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں پر ہے۔ (ذاتی لحاظ سے) زمین پر نہیں''۔ ان میں ایک آدمی کہنے لگا۔ آپ کا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق کیا خیال ہے؟

﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ ﴾

''وہ تمھارے ساتھ ہے۔''

تو انھوں نے کہا: یہ ایسے ہی ہے جیسے تو کسی کو لکھے۔ **(انی معك)** (میں تمھارے ساتھ ہوں) حالانکہ تو اس کے

---

❶ الدليل القويم: ٥٤۔

❷ الفقه الاكبر: ٣٦،٣٧، العلو للذهبي: ١٠١۔

❸ مرتضی زبیدی نے کہا معتزلہ اس بات کو نہیں مانتے کہ یہ کتاب ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ہے کیوں کہ یہ ان کے اصولوں کے خلاف ہے۔

❹ اتحاف السارة المتقين: ٢/١٣، ١٥٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس موجود نہیں ہوتا۔ ❶

بیہقی رحمہ اللہ نے یہ قصہ نقل کرنے کے بعد کہا: ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حق بات کی کہ اللہ تعالیٰ زمین پر نہیں بلکہ (آسمانوں کے اوپر) بلند ہے اور جو آیت کی تاویل ذکر کی گئی اس کی بجائے انھوں نے مطلق سماعت کی پیروی کی کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے۔

یہ قول امام احمد کے قول کے موافق ہے۔ خلال نے کتاب السنۃ میں کہا۔ یوسف بن موسی نے ہمیں بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں عبداللہ بن احمد نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے کہا۔ کیا ہمارا پروردگار ساتویں آسمان سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے اور اپنی مخلوق سے بالکل جدا اور الگ ہے۔ اور اس کی قدرت اور علم ہر جگہ پر ہے؟ تو انھوں نے کہا ہاں کوئی بھی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

خلال نے کہا: مجھے میمونی نے بتایا میں نے ابوعبداللہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں ہے۔ انھوں نے کہا: ایسے لوگوں کا کلام کفر پر مبنی ہے۔ ان سے کہا گیا پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے؟

﴿مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ ❷

''کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔''

انھوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے علم نے کلی طور پر ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے۔ اور ہمارا پروردگار بلا حد اور بلا صفت (بیان کیے) اپنے عرش پر مستوی ہے۔ امام احمد نے جہمیہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ اس آیت کے آخری حصے کو تو لیتے ہیں مگر پہلے حصہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اور یہ امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہے کہ انھوں نے کہا: اللہ آسمانوں کے اوپر ہے اور اس کا علم ہر جگہ پر ہے۔ اس سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ ❸

ابوزید المالکی کا بھی یہی قول ہے جو انھوں نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے اور مخلوق سے بلند اور جدا ہے۔

عیسائیوں کو کیوں کافر کہا گیا؟

اس کے متبعین میں سے ایک ''جمیل صقر'' فاصلہ منبر پر اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو اس لیے کافر قرار دیا۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے۔

اس نے برسر منبر یہ دعویٰ تو کر دیا مگر یہ خود بھی جانتا ہے کہ اس کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے۔

---

❶ الأسماء والصفات: ٢/ ١٧٠۔

❷ المجادلة: ٧۔ ❸ السنة: ١/ ١٠٦۔ المسائل: ٢٦٣۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بلکہ کتاب اللہ اس کو واضح طور پر جھٹلا رہی ہے۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسائیوں کو اس بات پر کافر قرار دے کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے اور پھر اپنے آپ کو اسی صفت سے متصف قرار دے اور کہے ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ پھر نبی کریم ﷺ اس لونڈی کے ایمان کی گواہی دیں جس سے آپ نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اور اس نے کہا: آسمانوں کے اوپر آپ نے اس کے مالک سے کہا: اس کو آزاد کردو۔ یہ مومنہ ہے؟ [1]

اگر یہ نادان غور کرتا تو اس کے اس قول سے تو رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ کی تکفیر ہو رہی ہے کیوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے۔

متکبر فرعون بھی اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کا منکر تھا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝﴾ [2]

”اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں اور وہ اپنے رب کو پکار لے، بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمھارا دین بدل دے گا، یا یہ کہ زمین میں فساد پھیلا دے گا۔ اور موسیٰ نے کہا بے شک میں نے اپنے رب اور تمھارے رب کی پناہ لی ہے ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔“

اشعری نے ”الإبانة“ میں کہا اور جوینی اور ابن خزیمہ نے بھی وضاحت کی کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی اس بات کا انکار کردیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے۔ [3]

علامہ سفارینی نے تاکید کی ہے کہ ابوالحسن اشعری نے یہی بات اپنی کتاب ”الإبانة“ میں لکھی ہے۔ [4]

طبری نے کہا: اس (فرعون) نے کہا تھا مجھے لگتا ہے کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ آسمانوں کے اوپر کوئی رب ہے جس نے اس کو ہماری طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ [5]

اسے ابن الجوزی نے بھی حکایت کیا ہے۔ [6]

---

1. العلو، ص: ١٦۔ الفتح: ١٣/ ٣٥٩۔
2. غافر: ٢٦۔٢٧۔
3. الابانة: ١٠٦۔ رسالة فی اثبات الاستواء والفوقية: ١/١٧٧۔ ضمن المنيرية والتوحيد لابن خزيمه: ١١٤۔
4. لوامع الأنوار البهية: ١/ ١٩٧۔
5. تفسير طبرى: ١١/ ٢٤۔
6. زاد المسير: ٦/ ٢٣٣۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سمرقندی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴾ ❶

''اور بے شک میں یقیناً اسے جھوٹوں میں سے گمان کرتا ہوں۔''

یعنی فرعون نے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو اس دعویٰ میں جھوٹا تصور کرتا ہوں کہ آسمانوں کے اوپر کوئی معبود ہے۔ ❷

دارمی نے کہا: اس آیت میں واضح بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ یہ معرفت حاصل کرے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے، اس لیے تو فرعون نے ہامان کو حکم دیا تھا کہ میرے لیے ایک بہت اونچا محل بناؤ تاکہ میں اس پر چڑھ کر اطلاع پا سکوں۔ ❸

ابن عبدالبر نے تمہید میں کہا: یہ دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کو یہ کہتے تھے کہ میرا معبود آسمانوں کے اوپر ہے مگر فرعون ان کو جھٹلاتا تھا۔ ❹

ہم یہ کہتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے علو (بلندی) کا انکار کیا وہ فرعونی ہے اور وہ فرعون کے عقیدے کی گواہی دیتا ہے کیونکہ علو کا عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جب آپ نے لونڈی کے اس عقیدے کی تائید کی کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علو (بلندی) کا انکار کرنے والے لوگ فرعونی صفات کے مالک ہیں۔ معتزلہ نے امام احمد کے ساتھ کیا کیا؟ آج ان نظریات کے حاملین علماء کے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟ یہ لوگ اس بات پر راضی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کے اوپر ہونے کا انکار کرنے والوں کا امام فرعون ہو۔

لوگ فطرت کے ہاتھوں مجبور ہیں مگر اس کو جھٹلاتے ہیں:

اگر معاملہ ایسا نہ ہوتا تو فرعون کے انکار اور تکذیب کی کوئی اور وجہ نہیں ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ وہ خود بھی اس بات سے آگاہ تھا کیونکہ یہ فطرت کا تقاضا ہے تمام بنی نوع انسان (جن میں فرعون بھی شامل ہے) فطری طور پر جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے۔ لوگ اسی فطرت پر پیدا ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر بلند ہے۔ اس کا اقرار ابوالحسن اشعری کے شیخ عبداللہ بن کلاب نے بھی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کا انکار فطرت کے منافی ہے:

اللہ تعالیٰ کے علو (بلند) ہونے کا انکار درحقیقت اس فطرت کے خلاف ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے کیونکہ ہر انسان دعا میں اوپر کی طرف ہی متوجہ ہوتا ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا: اگر یہ لوگ فطرت پر غور کرتے اور اس معرفت کو پہچانتے جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے تو انھیں پتہ چل جاتا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنی مخلوقات

❶ القصص: ٣٨۔
❷ بحر العلوم: ٣/٣١٨۔
❸ الردعلى الجهمة: ٢١۔
❹ التمهيد: ٧/١٣٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بلند تر ہے۔اور ہر انسان دعا میں اپنے ہاتھ اوپر کی طرف ہی اٹھاتا ہے۔ ❶

ابن عبدالبر نے لونڈی والی حدیث پر حاشیہ لکھتے ہوئے کہا: ہر زمانے اور ہر علاقے کے مسلمانوں کی یہ فطرت رہی ہے کہ وہ اپنے غم اور اپنی پریشانیوں میں دعا کے لیے اوپر کی طرف ہی ہاتھ اٹھاتے ہیں اور ان کے چہرے اوپر کی طرف ہی متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ ان کو اس بات کا علم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنی مخلوقات سے بلند تر ہے۔ ❷

یہ ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کرنے کی ہمت ان لوگوں میں نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت علو (بلندی) کا انکار کرتے ہیں۔

جوینی ایک مجلس میں اللہ تعالیٰ کی صفت علو کے انکار پر دلائل ذکر کر رہا تھا کہ اس کو ابوجعفر ہمدانی نے کہا: اے استاذ! ہمیں اس ضرورت کے متعلق بتائیں جو ہمارے دل ودماغ میں ہے کہ جس نے بھی کہا: یا اللہ تو اس نے اپنے دل میں ضروری طور پر یہ خیال پایا کہ اللہ تعالیٰ بلند ہی ہے۔ اسے اوپر کا ہی خیال آتا ہے۔ وہ دائیں بائیں ہرگز متوجہ نہیں ہوتا۔ بتائیے ہم اس ضرورت کو اپنے دلوں سے کیسے نکال سکتے ہیں؟ کیا آپ کے پاس ایسا کوئی علاج ہے کہ ہمارے دلوں سے یہ خیال نکل جائے اور یہ ضرورت ختم ہو جائے؟ جوینی نے چیخ مارتے ہوئے کہا: ہمدانی نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ ❸

یہ فطرت کا تقاضا ہی ہے کہ یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے علو (بلندی) کے منکر ہیں ان سے بعض دفعہ ایسی عبارات اور بیانات ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنی مخلوقات سے بلند تر ہے۔ رفاعی اشاعرہ کے کسی ایک فرد کا کہنا ہے۔

عزالدین الصیاد نے پوری زندگی اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے اپنی نظر اوپر آسمان کی طرف نہیں اٹھائی۔ ❹

اے قاری! غور کرو اس کا حیا کس سے ہے؟ کیا برکات کے ان خزانوں سے جو آسمانوں میں ہیں؟ یا پھر فرشتوں سے ہے جو آسمان کے باسی ہیں؟ یا پھر اللہ تعالیٰ سے ہے جو آسمانوں کے اوپر بلند تر ہے؟

سبکی کہتے ہیں: سب سے آخری بات جو ابومحمد المزنی نے کی وہ یہ تھی کہ اس نے اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیا اور اپنے دائیں ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ ❺

غزالی نے اولیاء اللہ کے خشوع خضوع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: جب ان کو یاد الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ دنیا سے بے

---

❶ تاویل مختلف الحدیث: ۱۸۳۔

❷ التمهيد: ۲۲/ ۸۱۔

❸ سیر اعلام النبلاء: ۱۸/٤٧٥۔ العلو مختصراً: ۲۷٦۔

❹ خزانة الامداد فی سیرة بنی الصیاد: ٦٤۔ یہ اشعری ہے اور رفاعیہ کا نامور فرد ہے دیکھیے کتاب: حالة أهل الحقيقة مع الله۔ للرفاعي: ١٣٤۔

❺ طبقات السبکی: ۳/۱۹۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نیاز ہو کر اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر لیتے ہیں، ان کے ہاتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف اوپر اٹھ جاتے ہیں، ان کی گردنیں اوپر کی طرف تن جاتی ہے۔ اور ان کے ہاتھ آسمان کی طرف بلند ہو جاتے ہیں۔

زبیدی نے اس پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کے اوپر ہونے کا اثبات ہے...... مزید کہا: کیونکہ وہ دعا کا قبلہ ہے۔ ❶

کیا شریعت عوام کو دھوکہ دینے والی ہے؟

جب تفتازانی نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ کے آسمانوں پر بلند ہونے کے خلاف شریعت میں کوئی معتبر دلیل نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے تو اس نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ دین حق اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت احاطہ اور جہت کی نفی کی جائے تو پھر ان آسمانی کتب اور احادیث نبویہ کے بارے میں ہم کیا کہیں گے۔ جن میں بے شمار مقامات پر اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ جب کہ اس کی نفی پر تو کوئی ایک بھی صحیح اور معتبر دلیل نہیں ملتی ہے؟

اس کا جواب تفتازانی نے یوں دیا ہے: کیونکہ جہت کی نفی سے عام لوگوں کی عقلیں قاصر ہیں۔ حتی کہ جو جہت میں نہیں اس کا ہی انکار پختہ ہو جاتا ہے یعنی (اللہ تعالیٰ) لہٰذا ان سے خطاب میں مناسب، ان کی اصلاح کے قریب اور ان کو حق کی دعوت کے لیے بہترین یہی تھا کہ ظاہری تشبیہ ذکر کی جاتی اور کائنات کو بنانے والے کے لیے سب سے باعزت اور بہترین جہت کا ذکر کرنا نفی جہت کی دقیق ترین تنبیہات کے ساتھ مناسب تھا۔ ❷

غور کریں ان لوگوں کے اقوال فرقہ باطنیہ کے اقوال کے مشابہ ہیں۔ یہ اپنے آپ کو کس طرح سواد اعظم (بڑا گروہ) کہنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں جب کہ امت کا سواد اعظم تو اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے اور مخلوقات کے اوپر ہونے کا یقین وایمان رکھتا ہے؟ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے صفات تشبیہ ذکر کی ہیں تا کہ ان کو تشبیہ کے ذریعے توحید کے قریب کر دے جب کہ تمام انبیا اور آسمانی کتب اس کے خلاف نازل ہوئی ہیں اور کیا آسمانی کتب عوام الناس کو دعوت کی مصلحت کے خاتمے کے لیے نازل ہوئی ہیں؟

يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ﴾ ❸

''وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اپنے اوپر سے۔''

اس میں تاویل یا مجازی معانی مراد لینا ناممکن ہے کیونکہ فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کی قوت اور قہر سے خوف کھانا

---

❶ اتحاف السادة المتقين: ٤/٤٥٣۔

❷ شرح المقاصد: ١٢/٥٠۔ ❸ النحل: ٥٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقینی اور پکا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَخَافُونَ رَبَّهُمْ﴾ یہاں پر اسم ظرف (مکان) کو ذکر کرنے کی قطعاً کوئی حاجت نہیں ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں فوقیت سے مراد ذات کی فوقیت ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ ❶

"اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے۔"

یہاں پر اوپر چڑھنا اور بلند کرنا کے کیا معانی ہیں؟ فرشتے بندوں کے اعمال لے کر اوپر کیوں چڑھتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں تو کہاں چڑھتے ہیں؟ اشاعرہ اور ان کے ہم نوا کہتے ہیں کہ یہاں (صعود اور ارتفاع) اوپر چڑھنا اور بلند کرنا سے مراد درجات میں بلندی اور مراتب میں اختلاف مراد ہے۔ ❷

ان لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ کے علو (بلندی) کو علو منزلت بنا ڈالا تو یہ مجبور ہوئے کہ اعمال کی بلندی کو منزلت کی بلندی مراد لیں تو یہ لوگ ایک تحریف سے دوسری تحریف میں واقع ہو گئے۔

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾ ❸

یہاں فرشتوں کے اس کی طرف چڑھنے کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کے ہاں صفیں بنا کر کھڑے ہونے کا کیا معنی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اس طرح (نماز میں) صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے ہاں بناتے ہیں؟ ❹

کیا اے اشاعرہ! تمھارے نزدیک ان نصوص کا کوئی مطلب اور کوئی معنی نہیں ہے؟ کیا تمھارے دل تعطیل اور تحریف کے عادی ہو گئے ہیں اور ان پر زنگ چڑھ چکا ہے؟ کہ وہ قرآنی آیات اور احادیث کے واضح مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہیں؟

کیا اس کا مطلب فرشتوں کی قدر و منزلت ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت کی بلندی کا باعث بنے؟

الظاهر والباطن:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ ❺

---

❶ فاطر: ١٠۔
❷ الإشارة الى الإيجاز: ٩٦ ـ ٩٧۔
❸ المعارج: ٤۔
❹ صحيح مسلم: ٤٣٠۔ ابو داؤد: ٦٦١۔
❺ الحديد: ٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حبشی کے نزدیک (الظاہر) کا مطلب ہر چیز جس پر عقل دلالت کرتی ہو۔ یقیناً یہ مطلب بیان کرنا بغیر علم کے دعویٰ کرنا ہے۔ بلکہ جان بوجھ کر تحریف (تبدیلی) کے مترادف ہے۔ اگر لفظ (الظاهر) کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز جس پر عقل دلالت کرتی ہو تو پھر چاند بھی ایسا روشن ہے ہر چیز اس پر عقلاً دلالت کرتی ہے۔ تو پھر کیا ہم اس کا نام بھی (الظاہر) رکھ دیں۔

حبشی کے نزدیک (الباطن) سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا انسانی عقل تصور اور ادراک نہ کر سکتی ہو۔ یقیناً یہ بھی تحریف ہے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کے ساتھ مذاق اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں الحاد (ٹیڑھا راستہ) ہے۔

یہ صفات ایسی ہیں جن کی تشریح خود رسول اللہ ﷺ نے کی ہے لہٰذا آپ کی تفسیر کو اپنانا کسی اور کی بیان کردہ تفسیر کی طرف توجہ کرنے سے کہیں بہتر اور افضل ہے۔

ہم رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ تفسیر کو ہی اپناتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

((أنت الظاهر فليس فوقك شئی.))

''تو ظاہر ہے اور تجھ سے اوپر کچھ نہیں ہے۔''

آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو ظاہر ہے اور جس طرح عقل تجھ پر دلالت کرتی ہے کسی اور پر نہیں کرتی۔ حبشی کی عادت ہے کہ وہ کہتا ہے ''جس وارد لفظ کی تو تفسیر کرے وہ بہتر ہے۔'' اے حبشی! اس آیت کریمہ کی اس تفسیر پر غور کرو جو رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔ اللہ تجھے ہدایت دے آپ کی بیان کردہ تفسیر سے منہ موڑنے کی کوشش نہ کرو۔ جب اس کی تفسیر آپ سے وارد ہے تو ہمیں کسی اور کی تاویل کی طرف دیکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ تفسیر واضح نص (دلیل ہے) کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر بلند ہے۔ ظاہر لغت میں اس کا مفہوم بلندی ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۝٣٣﴾ ❶

''اور سیڑھیاں بھی، جن پر وہ چڑھتے ہیں۔''

یعنی وہ بلند ہوتے ہیں اور اوپر چڑھتے ہیں اور فرمایا:

﴿فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ﴾ ❷

''یعنی وہ اس پر چڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔''

طبری کہتے ہیں: ''الظاهر'' سے مراد ہے کہ وہ ہر چیز پر بلند ہے اور ہر چیز اس کے نیچے ہے۔ اللہ ہر چیز پر بلند ہے اور کوئی بھی چیز اس سے اوپر نہیں ہے۔ ❸

---

❶ الزخرف: ٣٣۔ ❷ الکهف: ٩٧۔ ❸ تفسير طبری: ١/٢٧، ١٢٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن الاثیر کہتے ہیں: یعنی جو ہر چیز پر بلند ہو اور اس پر اونچا ہو۔ ❶

(الباطن) سے مراد یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی چیز اس کے قریب نہیں ہوسکتی۔ اگر چہ بیہقی نے روایت کی ہے کہ (الباطن) سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بلند اور مخلوقات سے الگ اور مرتفع ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے اس طرح قریب ہونا ہے کہ وہ ان کی ہر بات اور ہر عمل سے آگاہ ہے۔ وہ ان کے ظاہری اور باطنی تمام اعمال پر مطلع ہے اگر چہ وہ سب سے بلند ہے اور اپنے عرش پر (مستوی) ہے۔ ❷ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ مگر تمھارے اعمال میں سے کچھ بھی اس کے لیے مخفی نہیں ہے۔ ❸

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تفسیر کی موجودگی میں کسی اور کی بیان کردہ تفسیر کی طرف دیکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ﴾ ❹

جس کی تفسیر میں آپ نے فرمایا کہ تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے اور تو باطن ہے۔ تجھ سے مخفی کچھ نہیں۔ یہاں ظاہر سے مراد بلندی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ﴾ ❺

یعنی وہ اس پر چڑھنے کی طاقت نہ رکھیں گے۔ یہ چار نام ایک دوسرے کے مقابل استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں سے دو اللہ تعالیٰ کے ازلی اور ابدی ہونے کے متعلق ہیں اور دو اللہ تعالیٰ کے علو (بلندی) اور قرب کے متعلق ہیں۔ ❻

ان لوگوں کا یہ قول کس قدر فاسد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر بلند ہونے کا عقیدہ زمین پر سجدہ کے لیے پیشانی رکھنے سے ہی ختم ہوجاتا ہے۔ خضوع (جھکنا) کے لیے زمین پر پیشانی رکھنے والا تو اس ذات کے لیے خشوع اور خضوع کا قصد کرتا ہے جو آسمانوں کے اوپر ہے نہ کہ اپنے سر سے اس کی طرف مائل ہوتا ہے کہ وہ نیچے ہے۔ بلکہ ایسی کوئی بات تو سجدہ کرنے والے کے دل و دماغ میں بھی نہیں ہوتی۔ ہاں بشر المریسی سے سنا گیا ہے جو معتزلہ کا امیر اور اللہ تعالیٰ کے علو کا سب سے پہلا منکر ہے جو یہ کہا کرتا تھا "سبحان ربی الأسفل" (میرا رب پاک ہے جو سب سے نیچے ہے) یہ اللہ تعالیٰ کے علو (بلندی) کے موجودہ منکرین کا امام ہے۔

اور ان کا یہ قول کس قدر فاسد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ صفت علو کے ساتھ متصف ہوتا تو پھر صفت سفل (نیچے ہونا) کے

---

❶ جامع الأصول: ۳/ ۱۶۳۔
❷ الاسماء الصفات: ۲/۱۷۳۔
❸ خلق افعال العباد: ۴۳۔
❹ الحدید: ۳۔
❺ الکهف: ۹۷۔
❻ شرح الطحاویة لإبن أبی العز۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ضرور متصف ہوتا کیونکہ جو کسی صفت کے قابل ہوتا ہے۔ اس سے یا اس کے مخالف صفت سے بھی متصف ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے ہاں قابل اعتماد ہے جو وہ معتزلہ اور جہمیہ کے رد میں پیش کرتے ہیں جیسا کہ شیخ ملا علی قاری نے کہا: اگر کسی سے حیات (زندگی) کی نفی ہو تو موت لازمی ہے، اگر کسی سے قدرت اور طاقت کی نفی ہو تو پھر عاجز ہونا لازمی ہے۔ ❶

اہل سنت کے ہاں (فی السماء) کا مفہوم:

ہم اللہ تعالیٰ کے متعلق جو اعتقاد رکھتے ہیں اور اسے ہی دین سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ یقینا اللہ تعالیٰ (فی السماء) آسمانوں کے اوپر ہے۔ یہاں فی (انتہائی بلندی اور انتہائی اعلیٰ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں فی ظرف کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ امام بیہقی اور دیگر لوگوں نے اس کی وضاحت کی ہے انھوں نے کہا: ''جو اوپر کے معنی میں ہے وہ آسمان ہے'' یہاں (فی) علا (بلندی) کے معنی میں ہے یہ موقف ابوبکر بن فورک اور بیہقی نے احمد بن اسحاق بن ایوب الفقیہ سے نقل کیا ہے کہ عرب (فی) کو (علی) بلندی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ ❷

''یقینا میں تم کو کھجوروں کے تنوں پر پھانسی دے دوں گا۔''

اور فرمایا:

﴿فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ❸

''زمین پر چل کر دیکھو۔''

اس طرح فرمایا:

﴿مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ ❹

''جو آسمانوں میں ہے۔''

یعنی آسمانوں کے اوپر ہے۔ جیسا کہ صحیح ترین دلائل سے یہ ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر نے بیہقی کا کلام نقل کیا ہے۔ ❺

یہ کلام بیہقی کو ان لوگوں میں شمار کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے جہت (العلو) کے قائل ہیں، امام نووی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: محدثین اور فقہاء میں سے جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر تحدید اور کیفیت کے جہت علو (بلندی) کا اثبات کیا اس نے ہی (فی السماء ۔۔۔ آسمانوں میں) سے مراد (علی السماء ۔۔۔ آسمانوں میں) لیا ہے۔ ❻

---

❶ شرح الطحاویة لابن ابی العز۔
❷ طه: ٧١۔
❸ التوبة: ٢۔
❹ الملك: ١٦۔
❺ الأسماء والصفات: ٢/ ١٦٢۔
❻ شرح نووی علی مسلم: ٥/ ٢٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ میں آسمان سے مراد بلند مخلوق نہیں ہے: عرش اور اس کے نیچے کیا ہے؟ بلکہ یہ بلندی کے لیے اسم جنس ہے جو کسی چیز کو خاص نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا "في السماء" یعنی وہ بلندی میں ہے، اونچائی میں ہے نیچے نہیں۔ اس کا معانی آسمان دنیا نہیں ہے یا پھر عرش سے نیچے والا نہیں جیسا کہ حبشی کا خودساختہ دعویٰ ہے۔ ❶

اس بات کی تاکید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے کہ لفظ آسمان ذکر کرنے سے مراد (بلندی) ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (جنت میں) موتیوں سے تراشیدہ خیمہ ہے جس کی اونچائی آسمان میں ساٹھ میل ہے اس کے ہر گوشہ میں مومن کے لیے ایسی بیبیاں ہیں جنھیں کسی دوسرے نے نہیں دیکھا۔ ❷

امام نووی نے فرمایا: آسمان کی طرف اونچائی سے مراد بلندی ہے۔ ❸

شیخ اسامہ القصاص رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنت میں موتیوں سے تراشیدہ خیمہ کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کی لمبائی آسمان کی طرف ساٹھ ہاتھ ہوگی۔ پھر جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر کیسے ہوگی۔ جب کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آسمان اس کے اوپر ہوگا۔ یہ جاہل اگر یہ اپنے متروک قول کو اپنائے رکھتے تو پھر اس کے مطابق نہ ہی تو عرش ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے اور نہ ہی کرسی ہے۔ کیوں کہ وہ دونوں ساتوں آسمانوں کے اوپر ہیں۔ ❹

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہاں (في السماء) کا مفہوم:

جان لیجیے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس انسان کو کافر قرار دیا ہے جو یہ کہے کہ (اللہ تعالیٰ کے آسمان پر ہونے کا مطلب) (تحت العرش) عرش کے نیچے ہے۔ بلکہ ان کے ہاں (في السماء) سے مراد مطلق طور پر (العلو) بلندی ہے جو کہ آسمانوں سے اوپر ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جس کو یہ وہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آسمانوں میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے آسمان اپنے گھیرے اور احاطہ میں لیے ہوئے ہیں تو وہ جھوٹا ہے اگر وہ یہ کسی سے نقل کر رہا ہو، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے تو وہ گمراہ ہے۔ وہ تو تمام مخلوقات سے بلند اور تمام اشیاء سے اوپر ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ہر چیز اس کی محتاج ہے، وہ عرش اور حاملین عرش کو اپنی قوت اور قدرت سے اٹھائے ہوئے ہے۔ ❺

مذہب سلف کا تذکرہ:

بعض لوگوں کو حیرت ہوسکتی ہے اور وہ پوچھ سکتے ہیں کہ جو بات تم کر رہے ہو وہ سلف صالحین سے ثابت ہے بھی

---

❶ اظهار العقيدة السنية: ١١٢۔
❷ متفق عليه۔
❸ شرح النووي: ١٧/١٧٦۔
❹ اثبات علو الله على خلقه: ١/ ١٢٢۔
❺ الفتاوى الحموية ٦٢، مجموع الفتاوىٰ: ٥/١٠٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا نہیں؟ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے، یہ لوگ بھی تو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سلف کے منہج پر ہیں کیا یہ اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں؟

میں کہتا ہوں، جو کچھ سلف صالحین نے لکھا ہے اس کو غور سے پڑھو، کیا ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر نہیں ہے؟

امام اوزاعی کیا فرما رہے ہیں جو کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اماموں میں سے ایک امام ہیں؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کہا: بیہقی نے قابل اعتماد سند کے ساتھ امام اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ہم اور تابعین عظام یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے اور سنت مطہرہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات مذکور ہیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ ثعلبی نے دوسری سند کے ساتھ اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ کا مطلب کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: جیسا اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق بیان فرمایا ہے۔ ❶

بیہقی کی سند میں محمد بن علی الجوہری ہے۔ جوہری کے نام میں اشکال ہے۔ یہ محمد بن احمد الجوہری ہے۔ کیونکہ اس کے اساتذہ میں ابراہیم بن ہیثم البلدی ہے۔ اس سے روایت کرنے والوں میں حاکم ہے۔ یہ اس کے شیوخ میں سے ہے جیسا کہ ان کے حالات لکھنے والوں نے نقل کیا ہے۔ بہت سے لوگوں سے اس کو اس کے دادا کی طرف منسوب کیا ہے۔ جیسا کہ ان شاء اللہ آپ کے لیے واضح ہو جائے گا۔ البتہ حافظ ذہبی کا قول اور اس اثر کی تصحیح اور اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا جید (بہترین) کہنا اس لیے ہے کہ یہ قول ایسا نہیں ہے جس میں سختی سے کام لیا جائے۔ اس کے متعلق دارقطنی اور برقانی نے کہا: "لا بأس به" (اس میں کوئی حرج نہیں ہے) یعنی یہ با اعتماد ہے۔ حاکم کی پیدائش ۳۲۱ میں ہے اور ۳۵۷ میں وفات پائی۔ یقیناً اس نے ان کو پایا اور ان سے سماع کیا اور یہ اپنے سے بڑے سے سماع ہے۔ پہلا سماع حاکم کا ہے جیسا کہ ذہبی ۳۳۰ نقل کیا ہے۔ دیکھیے: سیر اعلام النبلاء: ۱۷/۱۶۳۔ واللہ اعلم۔

اس کے مزید حالات دیکھنے کے لیے تاریخ بغداد دیکھیں۔ ❷

میرا یقین اس وقت اور بڑھ گیا جب میں نے ذکر کیا کہ حاکم نے مستدرک میں محمد بن علی الجوہری سے نقل کیا ہے۔ تو مجھے پتہ چلا کہ یہ وہی ہے۔

اسے حافظ ذہبی نے سیر اعلام ۷/۱۲۰، میں اور تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۸۱ میں نقل کیا ہے اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔ انھوں نے اسے اپنی کتاب العلو ۱۳۶ اور الاربعین: ۴ میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے فتح الباری ۱۳/۴۰۶ میں

---

❶ فتح الباری: ۱۳/۴۰۶۔ الاسماء والصفات: ۲/۱۵۰۔ تذکرۃ الحافظ: ۱/۱۷۹۔ سیر اعلام: ۷/۱۲۰۔
❷ تاریخ بغداد: ۱/۳۲۰۔ نمبر: ۲۱۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقل کرنے کے بعد اس کی سند کو بہترین قرار دیا۔ جیسا کہ فتاوی الحمویۃ، ص: ۲۹۹ پر ہے۔

حافظ ابن قیم نے اجتماع الجیوش الاسلامیہ: ۱۳۱ میں اسے صحیح کہا ہے۔

بعض مبتدعین نے محمد بن کثیر المصیصی کی وجہ سے اس کی سند پر کلام کیا ہے۔ اسے ابن حصیص نے ثقہ (با اعتماد) کہا ہے جب کہ امام احمد وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ لیکن اس اثر کو

۱۔ حافظ ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

۲۔ حافظ ابن تیمیہ نے صحیح کہا ہے۔

۳۔ حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو بہترین قرار دیا ہے۔

۴۔ ابن قیم نے اسے صحیح کہا ہے۔

تو پھر ان لوگوں کا رد کیا ہوگا؟

ابن ابی الفوارس نے کہا: ان کے ہاں یہ نہیں تھا۔ برقانی نے کہا: اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ ربیع الآخر میں ترانوے سال کی عمر میں فوت ہوا۔

حافظ جوہری نے ایک اور سند ذکر کرنے کے بعد کہا: اس کی حدیث ابی جعفر الصید لانی کے ہاں عالی (بلند ہے) محمد بن احمد بن شعیب بن ہارون ابو احمد الشعیبی نیسابوری، عادل اور فقیہ اس نے ابو شیخی، ابراہیم ذہلی، اور محمد بن ابراہیم شامی ہروی سے سماع کیا اور یہ ان کے طبقہ کا ہی ہے۔ اس نے چالیس مجلدات پر مشتمل کتاب (الزہد) لکھی جب کہ ایک مکمل جلد ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل پر مشتمل ہے۔ اور یہ ان کے مذہب پر تھا۔ یہ ربیع الآخر میں فوت ہوا اس کی عمر بیاسی سال تھی۔ محمد بن حسین بن علی بن سلیمان الحرانی یہ بغداد میں رہائش پذیر ہوا۔ اس نے ابی خلیفہ، عبدان الاہوازی، ابن قتیبہ عسقلانی، ابی یعلی الموصلی اور پوری جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ ❶

میں نے اسے احمد بن حسن پر پڑھا کہ آپ کو ابراہیم بن علی نے خبر دی کہ ان کو نجیب الحرانی نے احمد بن محمد التیمی سے خبر دی کہ ان کو ابو علی الحداد نے بتایا کہ ان کو احمد بن عبداللہ الحافظ نے خبر دی۔ ان کو محمد بن احمد بن علی بن مخلد نے ان کو حارث بن اسامہ نے ان کو یزید بن ہارون نے داؤد سے انھوں نے شعبی سے انھوں نے براء رضی اللہ عنہ سے بیان کیا: وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یوم نحر (قربانی کا دن) یہ خطبہ ارشاد فرمایا: ''خبردار نماز عید پڑھنے سے پہلے کوئی آدمی قربانی نہ کرے۔'' پھر انھوں نے حدیث بیان کی جس میں ہے انھوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس دودھ والی بکری ہے جو دوسری بکریوں سے بہتر ہے کیا میں اس کو ذبح کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں یہ تیری بہترین قربانی ہوگی۔ تیرے بعد یہ کسی اور کے لیے جائز نہ ہوگی۔ ❷ (یعنی ایک سال سے کم)

❶ تاریخ اسلام: ۲۶/۱۶۹۔ ❷ تغلیق التعلیق: ۵/۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ذہبی نے کہا: سلف صالحین، اہل السنۃ والجماعۃ کے ائمہ، صحابہ کرام، اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ سب کی تعلیم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے اور وہ بلند ہے جب کہ جہمیہ کا کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ پر ہے۔

بعد میں آنے والے متکلمین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر نہیں ہے۔ نہ ہی وہ عرش پر ہے۔ نہ آسمانوں میں ہے نہ ہی زمین میں ہے۔ نہ ہی کائنات کے اندر ہے اور نہ ہی باہر ہے نہ ہی تو وہ مخلوق سے بائن (جدا) ہے اور نہ اس سے متصل ہے۔ اہل سنت والجماعت نے ان سے کہا: تمھارا یہ اسلوب تو کسی معدوم کی ہی صفت بیان کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ معدوم ہونے سے پاک ہے بلکہ وہ تو اپنی مخلوقات سے انتہائی امتیاز والا ہے۔ وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے اپنی صفات بیان کی ہیں۔ وہ بلا کیفیت اپنے عرش پر مستوی ہے۔ ❶

حافظ ابن عبدالبر نے کہا: اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ اور وہ ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے جیسا کہ ایک جماعت نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ❷

انھوں نے مزید کہا: اس بات کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ وہ ساتوں آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے کہ تمام عرب وعجم اس بات پر متفق ہیں کہ جب بھی انھیں کوئی تکلیف اور دکھ پہنچے تو وہ اپنے ہاتھ اور اپنا چہرہ آسمان کی طرف ہی اٹھاتے ہیں۔ وہ اپنے رب سے مدد طلب کرتے ہیں۔ یہ بات عام اور خاص مسلمانوں کے ہاں مشہور ومعروف ہے۔ اسے بیان کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اضطراری حالت ہے جس کے برابر اور کوئی حالت نہیں اور اس کا انکار کوئی ایک مسلمان بھی نہیں کرتا ہے۔

عثمان دارمی نے کہا: تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔ ❸

اے قاری! امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب (خلق افعال العباد) اور بیہقی کی (اسماء وصفات) کا مطالعہ کرو، اور دیکھو کہ اس میں صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ اہل السنۃ والجماعۃ سے روایات ثابت ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بلند اور آسمانوں سے اوپر ہونے کے قائل تھے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام ان صفات کو تسلیم کرتے تھے جو کتاب وسنت میں وارد ہیں۔ وہ ان کی تاویل نہیں کرتے ہیں۔ جس طرح کہ یہ تحریف اور تعطیل کرنے والے کرتے ہیں۔

کیا آسمان دعا کا قبلہ ہے؟

حبشی نے دعویٰ کیا ہے کہ لوگ دعا کے وقت آسمان کی طرف اس لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے۔ جس طرح نماز کا قبلہ کعبۃ اللہ ہے اور یہ کہ وہ برکات کے نزول کا مقام ہے۔ ❹ اس نے احتمالات اور تاویلات کو اپنے

---

❶ العلو للعلی اللغفار: ۱۰۷، ۱۹۵۔
❷ التمهيد: ۷/ ۱۲۹۔
❸ سیر أعلام النبلاء: ۱۳/۲۳۵۔
❹ الدليل القويم: ۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعویٰ کی دلیل بنایا ہے۔ ❶

اس سے قبل رازی نے بھی اس طرح کے عجیب وغریب احتمالات ذکر کیے ہیں۔ اس نے کہا: دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اس لیے اٹھائے جاتے ہیں کیونکہ انوار آسمان کی طرف سے پھوٹتے ہیں۔ یا پھر یہ کہ زندگی ہوا کے ساتھ قائم ہے اور ہوا زمین کے اوپر ہے یا یہ کہ بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ ❷ اشاعرہ یہ بھی دعویٰ کر چکے ہیں کہ عقائد میں احتمالات جائز نہیں ہیں۔

یہ دعویٰ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر باطل ہے:

۱۔ قبلہ شریعت کی دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتا اس میں ذاتی رائے اور رجحان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

۲۔ سوال یہ ہے کہ تم لوگوں کو کیسے پتہ چلا کہ کعبۃ اللہ نمازیوں کا قبلہ ہے؟ متکلمین کی عقل کے ذریعے۔ صوفیوں کے کشف کی بنا پر یا پھر وحی کے ذریعے؟

اگر تعیین قبلہ میں تمھاری معلومات کی بنیاد وحی الٰہی ہی ہے اور یقینا ہے تو پھر تمہیں کیسے علم ہوا کہ آسمان دعاؤں کا قبلہ ہے؟ کیا یہ فیصلہ تمھاری عقل کا ہے یا تمھارے کشف کا کرشمہ ہے۔ یا اس کی دلیل وحی کے ذریعے ہی ملتی ہے؟

اس دلیل کے ذریعے ہم ان لوگوں کو جواب دیں گے جو اشعری کے مقلد ہیں اور وہ یہ کہتا ہے کہ واجب شرعی دلیل کے ذریعے ثابت ہوتا ہے عقل سے نہیں، نماز کا قبلہ تو شرعی دلائل کی بنیاد پر ثابت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ ❸

''اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد الحرام کی طرف پھیر لیں۔''

تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ تم نے دعا کے لیے ایک اور قبلہ کو اس قبلہ سے بہتر جانا ہے جس کی طرف نماز اور دعا میں متوجہ ہوا جاتا ہے؟

اس کی کیا دلیل ہے کہ دعا کا قبلہ اور ہے یعنی کسی اور جہت میں ہے جو نماز کے قبلہ کے علاوہ ہے؟

تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر کوئی یمن میں قبلہ بنائے اور لوگوں کو اس کی طرف رخ کرنے کا کہے اور ترغیب دے تو کیا ہم اس کی یہ بات قبول کرلیں گے؟ یا پھر ہم اس سے مطالبہ کریں گے جیسے تم سے کر رہے ہیں کہ اس قبلہ کی طرف متوجہ ہونے کی دلیل دو؟

۳۔ رسول کریم ﷺ دعا اور استسقاء (طلب بارش کی نماز) کے وقت قبلہ کی طرف ہی میں متوجہ ہوتے تھے۔ کعبہ ہی دعا اور نماز کا قبلہ ہے۔ بخاری میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ دعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ رخ ہوجاتے۔ ❹ اور ہم

---

❶ اظهار العقيدة السنية: ١٠٨۔
❷ أساس التقديس: ٧٦، ٧٧۔
❸ البقره: ١٤٤۔
❹ بخاری: ١٠٢٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ چاہتے ہیں کہ احباش آنکھیں کھول کر بخاری میں یہ باب پڑھیں۔

((الدعاء مستقبل القبلة)) ❶

''قبلہ رخ ہو کر دعا کرنے کا بیان'' کون ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے دو قبلے متعین فرمائے ہیں جن میں سے ایک قبلہ زمین پر ہے اور دوسرا آسمانوں پر ہے؟

۴۔ قبلہ سے مراد یہ ہے کہ جس کی طرف عبادت کرنے والا چہرہ پھیرتا ہے اس لیے اس کا نام (وجھة) رکھا گیا۔ البتہ جو چیز انسان کے سر کے اوپر ہو اس کو قبلہ نہیں کہہ سکتے نہ ہی حقیقتاً اور نہ ہی مجازاً۔ آسمان ہر جہت اور ہر سمت سے زمین کے اوپر ہے جیسا کہ زمین ہر سمت سے آسمان کے نیچے ہے۔

زمین کا گول ہونا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بلند تر اور اعلیٰ اور ہر سمت سے اونچا اور اپنی مخلوق سے بلند تر ہے۔ تم جہاں بھی ہو وہ ہر سمت سے تمھارے اوپر ہوگا لیکن احباش اس معاملہ میں بھی جھگڑا کرتے ہیں کہ کرہ ارض کی دوسری جہت میں رہنے والے لوگ ہمارے نیچے ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں ہم ان کے نیچے ہیں۔ اگر وہ ہمارے نیچے ہوتے تو پھر ان کی بارش نیچے سے اوپر کی طرف ہوتی کیونکہ دائرہ (گول) جہت سیدھی جہت سے مختلف ہوتی ہے۔ پھر ذرا سوچیں کہ مسجد الحرام کا امام نمازیوں کی امامت کس طرح کرائے گا کیونکہ اس طرح بعض مقتدی تو ان کے آگے ہوں گے؟

اہل بدعت اپنے خیالات باطلہ اور فاسد حساب و کتاب کے قیدی ہیں۔ یہ لوگ ایسا فقط جھگڑا کرنے کے لیے کہتے ہیں اور وہ زمین کے گول ہونے کا اصلاً انکار کر رہے ہیں بلکہ انھوں نے ہمارے ایک بھائی سے بحث کرتے ہوئے کہا زمین کے گول ہونے کا نظریہ تو کفار کا ہے اور کفار کی شہادت باطل ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف بلند کر کے فرماتے ہیں: اے اللہ تو گواہ بن جا۔ ❷ اس وقت جب آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا تھا کہ کیا میں نے تم کو (دین) پہنچا دیا ہے؟ تو سب نے کہا: جی ہاں۔ تو آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اے اللہ تو گواہ ہو جا۔ یہ آپ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے لیے دین کی تبلیغ پر گواہی تھی۔ یہ گواہی فرشتوں یا پہرہ دار فرشتوں کے لیے نہ تھی اور نہ ہی۔ آسمان میں موجود برکات کے خزانوں کے لیے تھی۔

۶۔ اگر آسمان دعا کا قبلہ ہے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری پاکدامنی کا اعلان ساتوں آسمان کے اوپر سے اتارا ہے؟ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خولہ بنت ثعلب کے لیے اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر سے سنی ہے؟ اور زینب رضی اللہ عنہا کے اس

---

❶ کتاب الدعاء، حدیث: ٦٣٤٣۔ مسلم: ١٧٦٣۔ آپ نے جب قریش کے خلاف بددعا کی تو قبلہ کی طرف ہی متوجہ ہوئے۔ بخاری: ٣٩٦٠۔ ❷ مسلم: ١٢١٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمان کیا کیا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح (محمد ﷺ) ساتویں آسمان کے اوپر سے کیا ہے؟

۷۔ اس دعویٰ کی کتاب وسنت اور سلف صالحین کے اقوال سے ایک بھی دلیل نہیں ہے۔ ان لوگوں کا حال عجیب ہے جو ویسے تو عقیدہ کے باب میں اجتہاد کے تو قائل نہیں ہیں لیکن تعیین قبلہ میں خود ہی اجتھاد کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔

﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا﴾ ❶

گویا ان لوگوں نے اپنی بدعت کے ذریعے اس آیت کریمہ کو اس طرح بنا ڈالا۔ "فلنولینك قبلتین ترضاهما" (ہم آپ کو دو قبلوں کی طرف پھیریں گے جس سے آپ راضی ہو جائیں گے) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے وقتی قبلہ کے لیے فرمایا:

﴿وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً﴾ ❷

"اپنے گھروں کو قبلہ (رخ یا نماز کی جگہ) بنالو۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر کیوں نہ دی کہ آسمان کو پوری مخلوق کے لیے قبلہ بنایا ہے؟

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھارا رب حیادار اور مہربان ہے وہ اپنے بندے سے بھی شرم محسوس کرتا ہے کہ اس کے اٹھے ہاتھ خالی لوٹا دے۔ ❸

رسول اللہ ﷺ نے ثابت کیا کہ دعا میں اوپر ہاتھ اٹھنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی اٹھنا ہے۔

۹۔ رسول اللہ ﷺ تحویل قبلہ کے لیے اوپر آسمان کی طرف بار بار دیکھتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسمان کو قبلہ نہیں بنایا۔ آپ بار بار آسمان کی طرف چہرہ انور اٹھاتے تھے شاید کہ آسمان کو ہی قبلہ بنالیں مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ ❹

"یقیناً ہم تیرے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں، تو ہم تجھے اس قبلے کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے، سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں بھی ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو اور بے شک وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے یقیناً جانتے ہیں کہ بے شک ان کے رب کی طرف سے یہی حق ہے اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو وہ کر رہے ہیں۔"

❶ البقرۃ: ۱۴۴۔
❷ یونس: ۸۷۔
❸ ابو داؤد: ۱۳۳۔ اس کی سند صحیح ہے۔
❹ البقرۃ: ۱۴۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضروری نوٹس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

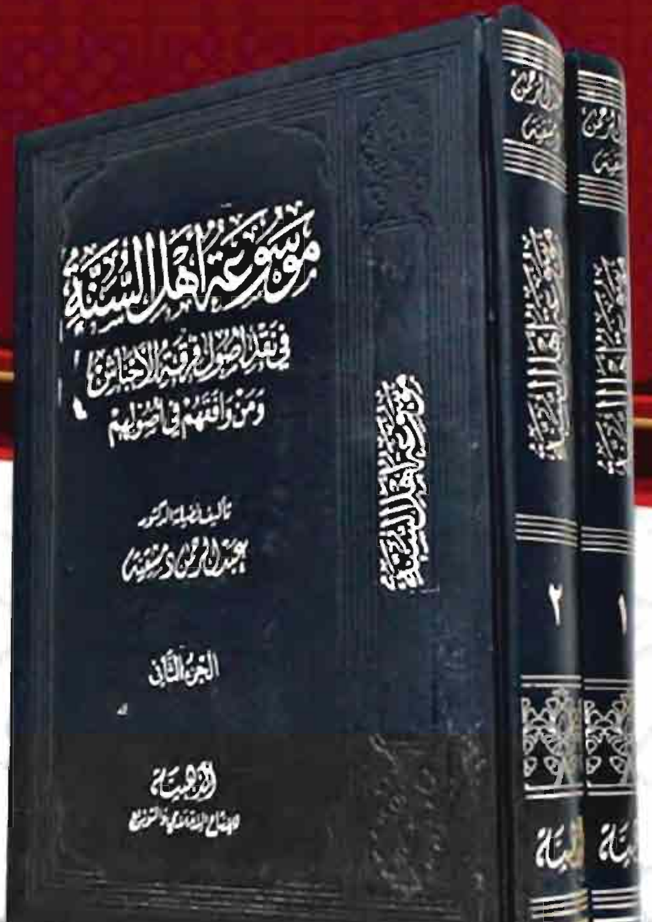

اعداد: مرکز احیاء تراثِ آلِ البیت